U11472 P - [illegible]

Title - FATAWI HINDIYA TARJUMA FATAWI ALAMGEERIYA

Creator - mutarjum Sayyed Ameer Ali Marhoom

Publisher - Matba Nawal Kishore (Lucknow).

Date - 1932

Pages - 576

Subjects -

جلد نہم

فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ

فتاوائے ہندیہ

ترجمہ

فتاوائے عالمگیریہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۳۲ء

مطبع
نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

فہرست ابواب وفصول فتاوے ہندیہ ترجمہ فتاوے عالمگیریہ

جلد نہم

اذا اراد الله بعبد خیرا یفقهه فی الدین

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل احکام مشرع افتاء وقاطع نزاع انام مدار ومعتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ وسنن سنیہ احسن الفتاویٰ در فقہ حنفیہ

یعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

جلد نہم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ وعقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ اقتفا شارات صوفیہ مولف تفسیر جامع تاویل القرآن واسرار الفرقان المحبر العلامہ مولانا السید امیر علی رحمہ اللہ العلی بصرف زر خطیر با کسل مطبع وریاضت ملازمای عالی قدر ترجمہ ہوکر

بمطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں حسن طبع سے مطبوع ہوا
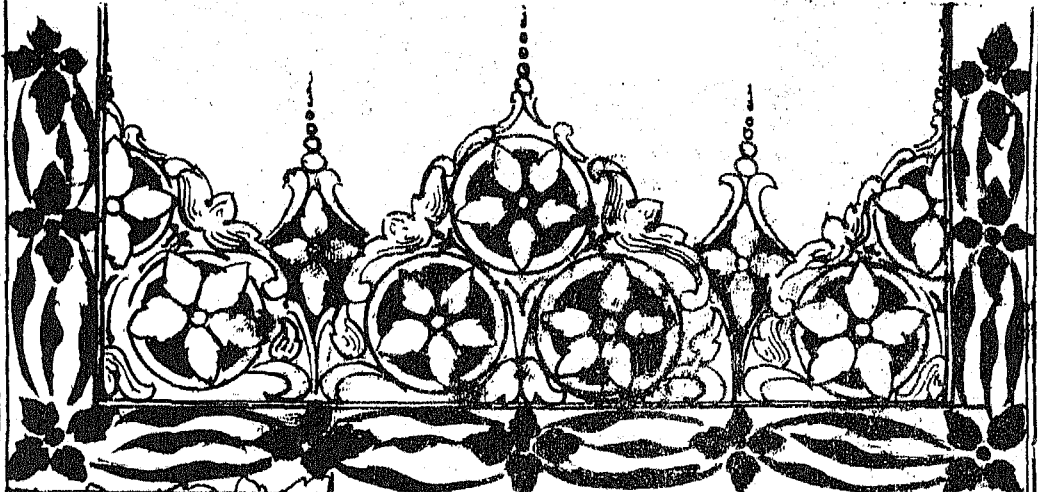
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الکراہیۃ

واضح ہو کہ مشائخؒ نے مکروہ کے معنی مین گفتگو کی ہی اور امام محمدؒ سے صریح یون مروی ہی کہ ہر مکروہ حرام ہی لیکن چونکہ اُنھون نے اُسمین کوئی نص قاطع نہین پائی اسواسطے اُسپر حرام کا لفظ اطلاق نہین کیا اور امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسف رہ سے مروی ہی کہ مکروہ قریب بحرام ہوتا ہی کذا فی الہدایۃ اور یہی مختار ہی یہ شرح ابوالمکارم مین ہی یہ وہ مکروہ ہی جو مکروہ تحریمی ہوتا ہی۔ رہا مکروہ تنزیہی سو حلال سے زیادہ قریب ہی یہ شرح وقایہ مین ہی۔ اور درصل فاصل دونون مین یہ ہی کہ مکروہ کی اصل کو دیکھا جاوے پس اگر اصل کو استحقاق اثبات حرمت ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط کی گئی ہی تو عارض کو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا عارض جس مین عام بلوی ہو اور ضرورت سب کے حق مین ثابت ہو تو کراہت تنزیہی ہو گی اور اگر ضرورت اس وجہ تک نہ پہونچی ہو تو کراہت تحریمی ہو گی پس اپنی اصل کی طرف راجع ہو گی اور درصورت اوے اسکے برعکس ہی۔ اور اگر اصل کو استحقاق اباحت ہو مگر کوئی عارض محرم پیش آیا پس اگر گمان غالب ہو کہ عارض موجود ہی تو کراہت تحریمی ہو گی اور اگر گمان غالب نہو تو کراہت تنزیہی ہو گی اول کی مثال جیسے بلیؔ کا جھوٹا۔ اور دوم کی مثال جیسے مادہ خر کا دودھ و گوشت اور سوم کی مثال جیسے نفرہ جلالہ و شکاری پرندون کا جھوٹا ہی۔ یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اس کتاب مین تیس باب ہین

لہ قولہ بلی کا جھوٹا یہ برائے امام اعظم ہی کہ بلی درندہ جانورون مین سے ہی ور نہ صاحبین مین سے ایک کے نزدیک و باقی ائمہ مجتہدین کے نزدیک مکروہ نہین ہی منے کلام یہ ہین کہ بلی کے جھوٹے کو استحقاق اثبات حرمت ہی کہ درندہ کا جھوٹا ہی لیکن چونکہ احتراز دشوار ہی عام بلوی ہی پس مکروہ تنزیہی رہا اور گدھی کے دودھ و گوشت مین عام بلوی نہین ہی اور گائے نجاست خوار کے جھوٹے مین اگر کثرت نجاست خوری موجود ہو تو یہی بات ہی ورنہ نہین ۱۲

باب اول۔ خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین۔ اور اس باب مین دو فصلین ہین۔

فصل اول۔ امر دینی سے خبر دینے کے بیان مین

مثلاً کسی پانی کی طہارت ونجاست کی خبر دینا یا کسی چیز کی حرمت یا اباحت کی خبر دینا اور اسکے متصلات یعنے مثلاً پانی کی طہارت ونجاست مین دو خبرین متعارض واقع ہونے کے بیان مین یا کسی چیز کی حرمت واباحت کی دو خبرین متعارض ہونے کے بیان مین دینی امور مثل حلت وحرمت وطہارت ونجاست مین خبر واحد مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ یہ شخص واحد مسلمان ہو عادل ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ کسی پاک کو تہمت لگانے مین محدود ہوا ہو یا ایسا نہوا ہو اور شہادت کا لفظ وعدد شرط نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور یہی محیط سرخسی وہدایہ مین ہے۔ دینی باتون مین کافر کا قول قبول نہین ہوتا ہے لیکن معاملات مین کافر کا قول قبول ہوتا ہے سو معاملات مین قبول ہونا اگر اس بات کو متضمن نہوکہ دینی بات مین قبول ہوے تو بضرورت دینی بات مین بھی قبول ہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بازار بھیجا اور اسنے گوشت خریدا اور کہا کہ مین نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس شخص کو اسکے کھانے کی گنجایش ہے اور اگر اسکے سواے کسی سے خریدنا بیان کرے تو کھانے کی گنجایش نہوگی اور اسکے معنی یہ ہین کہ اگر سواے اہل کتاب یا مسلمان کے کسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو تو نہین کھا سکتا ہے اسواسطے کہ جب حلت مین اسکا قول قبول ہوا تو حرمت مین بدرجہ اولے قبول ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور مستور کا قول دیانات مین موافق ظاہر الروایات کے قبول نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ کافی مین ہے سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسافر کو نماز کا وقت آگیا مگر اسنے پانی نہ پایا سواے ایک برتن کے کہ اسمین پانی تھا اور ایک شخص نے جو اسکے نزدیک مسلمان پسندیدہ ہے یعنے عادل نے اسکو یہ خبر دی کہ یہ نجس ہے تو مسافر مذکور اس سے وضو نہ کرے اسی طرح اگر اس مخبر نے کسی ثقہ سے یہ بات سننا بیان کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر مخبر مذکور غلام یا باندی یا آزاد عورت ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سب اسوقت ہے کہ خبر دینے والا عادل ہے اور اگر مخبر فاسق یا مستور ہو تو خبر مین نظر کرے پس اگر اسکی غالب راے یہ ہو کہ یہ سچا ہے تو تیمم کرے اس [illegible] وضو نکرے اور اگر پہلے اس پانی کو بہا دے پھر تیمم کرے تو یہ مین زیادہ احتیاط ہے اور اگر اسکی راے غالب مین یہ شخص جھوٹا ہو تو اس سے وضو کر لے اور اسکے قول پر التفات نہ کرے اور یہ اسکے حق مین کافی ہوگا اور پھر تیمم کرنا ضرور نہین ہے اور یہ جواب حکمی ہے مگر احتیاطی یون ہے کہ اسکے حق مین افضل یہ ہے کہ وضو کے بعد تیمم کر لے یہ محیط مین ہے اور اگر پانی کے نجس ہونیکی خبر دینے والا کوئی شخص ذمی ہو تو اسکا قول قبول نہوگا اور اگر اسکے دل مین ایسی صورت مین یہ آیا کہ اس خبر مین یہ ذمی سچا ہے تو کتاب مین فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ پہلے پانی کو بہا کر پھر تیمم کرے اور اگر اس سے وضو کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائیگی اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی نابالغ یا معتوہ ہو مگر دونون ایسے ہین جو کہتے ہین اسکو سمجھتے ہین تو اصح یہ ہے کہ ان دونون کی خبر اس باب مین مثل خبر ذمی کے ہے کیونکہ ان

دونوں کو ولایت الزامی[1] حاصل نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے گوشت خریدا پھر
جب اُس پر قبضہ کر لیا تو اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ اسمیں سور کا گوشت مخلوط ہو گیا تو مشتری کو اُسمیں
سے کھانا روا نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک مسلمان نے گوشت خرید کر قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے
خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہے تو مشتری کو اسمیں سے کھانا نہیں چاہیے اور نہ دوسرے کو کھلانا چاہیے
کیونکہ مخبر نے اُسکو حرمۃ العین[2] و بطلان الملک کی خبر دی اور حرمۃ العین حق اللہ تعالیٰ ہے پس ایک شخص
کی خبر سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ حرام ہے اور ملک باطل ہونا ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور حرمت
ثابت ہونے کے واسطے بطلان ملک[3] ضرور نہیں ہے اور جب اس مقام پر حرمت باوجود اس کے کہ عین شے
مشتری کی ملک میں باقی رہی ثابت ہو گی تو اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ یہ اختیار ہے کہ بائع کو
ثمن دینا روک لے کہ بیع باطل نہیں ہوئی اور اگر مشتری نے ہنوز گوشت خریدا نہو و لیکن جسکے ہاتھ میں گوشت
تھا اُسکو اُسنے تناول کرنے کی اجازت دی پس اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ ذبیحہ مجوسی ہے تو اُسکو
کھانا حلال نہیں ہے - اور اگر اُس نے تناول کی اجازت دی پھر اُسکے ہاتھ یہ گوشت فروخت کر دیا یا خریدنیوالا
کسی اور سبب سے بوجہ میراث یا ہبہ کے مالک ہوا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ حرام العین[1]
ہے تو اُسکا کھانا حلال نہو گا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص نے طعام یا باندی خریدی یا بوجہ
میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت کے اسکا مالک ہوا پھر ایک مسلمان ثقہ نے آکر گواہی دی کہ یہ چیز
زید مغصوبی کی ہے کہ جس سے بائع یا واہب یا میت نے غصب کر لی تھی تو میرے نزدیک
یہ پسندیدہ ہے کہ اس طعام کے کھانے و پینے و باندی کی وطی سے پرہیز کرے اور اگر پرہیز نہ کیا تو اُسمیں گنجائش
ہے اسی طرح اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ میں ہو اُسنے ایک شخص کو اسمیں سے تناول کرنے کی اجازت
دی پس ایک ثقہ مسلمان نے اُس سے کہا کہ یہ چیز اسکے پاس فلان شخص سے مغصوبہ ہے اور جسکے قبضہ میں ہے وہ
اس بات سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری ہے حالانکہ یہ شخص متہم ہے ثقہ نہیں ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ
ہے کہ اسکے کھانے سے پرہیز کرے اور اگر اُسکو کھا لیا یا پی لیا یا اُس سے وضو کر لیا تو گنجائش ہے اور اسکے سوائے
پانی نہ پایا حالانکہ وہ سفر میں ہے تو وضو کرے تیمم نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - اور امام محمد رح نے کتاب الاصل
میں یہ صورت ذکر نہ فرمائی کہ جسکے ہاتھ میں کھانا یا پانی ہے کہ جس نے دوسرے کو تناول کرنے کی اجازت دی ہے
اگر وہ ثقہ عادل ہو اور یہ بھی خبر دی ہو کہ میں نے اسکو کسی سے غصب نہیں کیا ہے تو کیا حکم ہے اور مشائخ نے
اسمیں اختلاف کیا ہے پس شیخ فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ یہ پرہیز نہ کرے گا کیونکہ خبریں ساقط ہو گئیں

[1] حرام العین ذات حرام ہے اور قولہ اسمیں گنجائش ہے یعنی جواز ہے اگرچہ بہتر نہیں ہے ۱۲ منہ [2] یعنی لازم کر دیں ۱۲ منہ [3] یعنی یہ شے مردار ہے و حرام ہے اور مشتری کی ملک بھی باطل ہے ۱۲ منہ حالانکہ جب یہ گوشت مردار ہوا تو مشتری کی ملک باطل ہوئی جاتی ہے ۱۲

بوجہ باہمی تعارض کے پس اباحت[1] اصلی معتبر ہوگی بخلاف اسکے جبکہ قابض فاسق ہو تو ایسا نہیں ہے
اور انکے سوائے دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ پرہیز کرے اور یہی صحیح ہے۔ اور علی ہذا اگر ایک شخص نے
گوشت خریدنا چاہا اور اُس سے ایک ثقہ مسلمان نے کہا کہ اسکو نہ خرید کہ یہ ذبیحہ مجوسی کا ہے اور قصاب
نے کہا کہ تو خرید لے یہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور قصاب ایک ثقہ آدمی ہے تو بنا بر قول شیخ ابو جعفرؒ
کے قصاب کے قول سے کراہت جاتی رہے گی اور انکے سوائے دوسرے مشائخ کے قول پر کراہت
نہ جائیگی یہ محیط میں ہے۔ کسی مقام پر چند مسلمان کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے وہاں ایک مسلمان گیا ان لوگون
نے اُسکو کھانے پینے کیواسطے بلایا پس اس سے ایک مسلمان ثقہ نے جسکو یہ پہچانتا تھا یون کہا کہ یہ گوشت
مجوسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور اس پانی میں شراب ملگئی ہے اور جن لوگون نے اُسکو کھانے کے واسطے
بلایا تھا اُنھون نے کہا جیسا یہ کہتا ہے یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ حلال ہے تو ان لوگون کی حالت دیکھے
پس اگر یہ لوگ عدول و ثقات ہون تو اس ایک شخص کے قول پر التفات نہ کرے اور اگر یہ لوگ متہم
ہون تو شخص واحد کے قول کو اختیار کرے اور اُسکو یہ روا نہوگا کہ اس کھانے پانی کے قریب جاوے
اور فرمایا کہ اسمین کچھ فرق نہیں ہے کہ یہ مخبر جسنے حرمت کی خبر دی ہے مسلمان آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مذکر ہو
یا مونث ہو۔ اور اگر قوم میں دو آدمی ثقہ ہون تو اُنکا قول اختیار کرے گا اور اگر ایک ثقہ ہوگا تو اس میں اپنی راے
غالب پر عمل کرے گا اور اگر کسی طرف اُسکی راے غالب نہو بلکہ دونون باتین یکسان ہون تو اسکے کھانے پینے
مین کچھ ڈر نہیں ہے اسی طرح اُس سے وضو کرنے میں بھی کچھ ڈر نہیں ہے کہ جب کسی طرف اُسکی راے غالب
نہوئی تو اصلی طہارت کو لے سکتا ہے اور اگر حلت کی خبر دینے والے دو ثقہ مملوک ہون اور حرام کہنے والا
ایک آزاد ثقہ ہو تو کھا لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر وہ شخص جسکے قول میں وہ حرام ہے دو ثقہ مملوک ہون
اور جو حلال کہتا ہے وہ ایک ثقہ آزاد ہو تو اُسکو نہ کھانا چاہیے اسی طرح اگر حلت و حرمت میں سے
ایک بات کی ایک ثقہ غلام نے خبر دی اور دوسری بات کی ثقہ آزاد نے خبر دی تو اپنی غالب راے
پر عمل کرے اور اگر دونون باتون میں سے ایک بات کی دو ثقہ غلامون نے اور دوسری بات کی دو آزاد
ثقہ نے خبر دی تو دونون آزاد کے قول کو اختیار کرے[2] یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک طرف دو آزاد
عادل ہون اور دوسری جانب تین غلام ہون تو غلامون کا قول لیا جائے گا۔ اور اگر ایک جانب دو آزاد عادل
ہون اور دوسری جانب چار غلام ثقہ ہون تو چارون غلامون کی خبر کو ترجیح دیجائے گی اور حاصل یہ ہے کہ اگر
غلام و آزاد دونون ثقاہت میں یکسان ہون تو امر دینی کے خبر دینے میں دونون یکسان ہین پس ترجیح[3] پہلے تو

---

[1] قولہ اباحت اصلی اقول مسئلہ اصول یہ ہے کہ جو چیزین اللہ تعالے نے پیدا کین کیا ہم سبکو مباح ہین سوائے ممنوع کے یا سب ممنوع ہین سوائے مباح کے
اور مختار قول اول ہے بقولہ تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً الآیہ و نحو ہا پس اصل مین یہ چیزین مباح ہین سوائے بعض کے جسکو دلیل سے منع فرمایا ہے ۱۲ [2] کیونکہ
دوسرون کے قول کو قطعاً نہین لے سکتا ہے کیونکہ یا وہ ایسا ہے کہ حرمت و حلت کا اجتماع ہوا جاتا ہے ۱۲ [3] قولہ ترجیح اقول ضرور ہے نہ ترجیح کی وجہ سے کہ دونون قول
نہین لے سکتے ہین اور یہی حال مجتہد و محقق کا یہان خصوصاً درپیش ہے کیونکہ حلت و حرمت دونون جمع کرنا غیر ممکن ہے اسواسطے مقلد لا محالہ کسی ایک قول کو اختیار کریگا لیکن دوسرون کی نسبت سے الزام ہو

باعتبار عدد کے رکھی جائیگی پس اگر عدد مین برابر ہون تو احکام مین فی الجملہ حجت ہونے کے ساتھ ترجیح دیجائیگی
اور اگر اسمین بھی یکسان ہون تو ترجیح بوجہ تحری یعنے غالب رائے سے رکھی جائیگی اسیطرح اگر دونون مین کسی امر کی خبر
ایک مرد و دو عورتون نے دی اور دوسرے کی خبر دو مردون نے دی تو ایک مرد و دو عورتون کا قول لیا جائیگا
کیونکہ اسمین تعداد کی زیادتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک مسلمان نے ایک مشتری کے سامنے
گواہی دی کہ یہ باندی جو اس بائع کے پاس ہے فلان شخص کی باندی ہے اس سے بائع نے غصب کر لی ہے حالانکہ
باندی مذکور بائع کی مملوکہ ہونے کا اقرار کرتی ہے اور جس شخص کے پاس ہے وہ غصب سے انکار کرتا ہے مگر وہ
غیر مامون ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اسکو نہ خریدے اور اگر اسکو خریدا اور اس سے وطی کی تو اسکو
اسکی گنجائش ہے اور اگر مشتری کو یہ خبر دی کہ یہ باندی اصلی حرہ ہے یا اسی قابض کی باندی تھی مگر اسنے آزاد کر دیا
ہے اور مخبر مسلمان ثقہ ہے تو یہ صورت اور صورت اولی دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔

دوسری فصل معاملات مین خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین۔ معاملات مین ایک شخص کا قول مقبول ہوتا ہے
خواہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج و ضرورت دفع ہو
اور منجملہ معاملات کے وکالات و مضاربات اور ہدیہ کے رسالات و اذن فی التجارات ہے یہ کافی مین ہے اور جب
معاملات مین خبر واحد صحیح ہوئی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو تو اسمین یہ ضرور ہے کہ اسکی غالب رائے مین یہ ہو
کہ یہ شخص اپنی خبر مین سچا ہے پس اگر اسکی رائے مین یہ امر غالب ہو تو اسکی خبر پر عمل کرے ورنہ عمل نہ کرے
یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر ایک باندی کسی شخص کی ہو اور اسکو دوسرے شخص نے لیا اور چاہا کہ اسکو فروخت
کرے تو جو شخص اسکو پہلے شخص کی مملوکہ پہچانتا ہو اسکے واسطے اس باندی کا خریدنا مکروہ ہے جب تک یہ معلوم
نہ کرے کہ اسنے پہلے مالک کی طرف سے کسی سبب سے باندی کی ملک حاصل کی ہے خواہ کوئی سبب ہو یا مالک
نے اسکو اس باندی کے فروخت کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اسنے خرید لی تو جائز ہوگی مگر مکروہ ہے۔ اور اگر اسکو معلوم ہے کہ
مالک سے اسنے کسی سبب سے اپنی ملک مین لی ہے یا مالک نے اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے تو
اس سے خرید لینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہ خرید بدون کراہت کے جائز ہوگی اور اگر اس شخص نے کہ بالفعل جس کے
قبضہ مین ہے یہ کہا کہ مین نے مالک سے اسکو خریدا ہے یا اسنے مجھے ہبہ کی ہے یا مجھے صدقہ دی ہے یا مجھے اسکے فروخت
کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اس شخص کو اس قابض سے خرید لینا حلال ہے بشرطیکہ بائع خبر دینے والا مسلمان
عادل ہو اور واضح ہو کہ امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ مین یون شرط لگائی کہ جو شخص بالفعل قابض ہے وہ عادل
مسلمان ہو حالانکہ عادل ہونا تو شرط ہے مگر اسلام شرط نہین ہے اور حاکم شہید رحمہ نے اپنی مختصر مین فقط عدالت کا
ذکر کیا اور اسلام کا ذکر نہین کیا اور جو حاکم شہید رحمہ نے ذکر کیا اس سے ظاہر ہوا کہ جو امام محمد رحمہ نے اسلام کا لفظ ذکر کیا ہے

ف ایسے الفاظ غیر ثقہ کے واسطے استعمال کرتے ہین اور قولہ معاملات یعنی سوائے امور دین کے جو اعمال فقط دنیا بسر کرنے کے لیے ہین ١٢ ع
یعنے پس آزادی کی خبر بہ نسبت غلام کے مرجح ہو گی ١٢ منہ ف بشرطیکہ ثقہ ہون ١٢ منہ ف یعنے چندان ثقہ نہین ہے ١٢ منہ

یہ اتفاقی ہے شرط نہیں ہے اور اگر باندی کا قابض ایک مرد فاسق ہو تو فقط اُسکی خبر پر اُس کے ساتھ معاملہ مباح ہونا ثابت نہوگا بلکہ اُسکے ساتھ اپنے دل سے تحری کرے گا پس اگر اُسکے دل میں یہ غالب ہوا کہ یہ سچا ہے تو اُس سے خرید لینا حلال ہے اور اگر اُسکے دل میں یہ آیا کہ یہ اپنے قول میں کاذب ہے تو اُس سے خریدنا حلال نہیں ہے اور اگر اِس باب میں اُسکی رائے کسی طرف نہو تو جو چیز جس حال پر تھی اُسی حال پر رہیگی جیسا دیانات میں حکم ہے۔ اسی طرح اگر یہ شخص مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی اس قابض کے سوائے دوسرے شخص کی ہے جسکے کہ اُسکو قابض نے یہ خبر دی کہ یہ باندی فلان شخص کی ملک ہے اور فلان شخص نے مجھے اُسکے فروخت کیواسطے وکیل کیا ہے تو مشتری کو اُس سے خرید لینا حلال نہیں ہے تاوقتیکہ اُسکو یہ معلوم نہو کہ فلان شخص یعنے مالک نے اُسکی ملک میں دی ہے یا اُسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اگر مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی کسی غیر کی ملک ہے اور نہ قابض نے اس بات کی اُسکو خبر دی تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ مشتری اُس سے خرید لے اگرچہ بائع کوئی فاسق ہو لیکن درصورتیکہ ایسی چیز ہو کہ ایسا شخص غالباً ایسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے مثلاً نفیس موتی ایک ایسے فقیر کے قبضہ میں ہو جسکے پاس ایک دن کا روزینہ نہیں ہے یا مثلاً کسی جاہل کے پاس ایسی کتاب ہو جسکے باپ دادا میں کوئی ایسی لیاقت کا نہیں گذرا ہے تو ایسی صورت میں مستحب[ل] ہے کہ پرہیز کرے اور نہ اُس سے خریدے اور نہ بطور ہبہ وصدقہ کے قبول کرے اور اگر ایسی چیز کو کوئی آزاد عورت لائی تو اُسکا حکم مثل مرد کے ہے اور اگر کوئی باندی یا غلام لایا تو جب تک باندی یا غلام سے اسکا حال استفسار نہ کرے تب تک اُسکو باندی یا غلام سے خریدنا نہیں چاہیے اور بطور ہبہ وصدقہ کے بھی لینا نہیں چاہیے۔ پس اگر غلام سے یہ حال دریافت کیا اور غلام نے خبر دی کہ میرے مولے نے مجھے اسکے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے یا اسکے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے پس اگر یہ غلام ثقہ ہو تو اُس سے یہ چیز خرید لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر فاسق ہو تو اپنے دل میں تحری کرے پس اگر تحری میں اُسکی رائے کسی طرف جمی تو خیر اور نہ جمی تو جو چیز جس حال پر تھی ویسی ہی رہیگی جیسا کہ آزاد کی صورت میں حکم ہے اور اگر اُسکے پاس کوئی لڑکا صغیر یا لڑکی صغیرہ لائی خواہ آزاد تھی یا مملوک تھی تو بدون اسکے دریافت کرنے کے خریدنے کی گنجائش نہیں ہے پس اگر صغیر نے کہا کہ مجھے تجارت کی اجازت ہے تو یہ شخص جو خریدنے کا قصد رکھتا ہے تحری کرے اگرچہ یہ لڑکا عادل ہو پس اگر اُسکی تحری میں کچھ نہ آیا تو جو جس حال پر تھی ویسی ہی باقی رہیگی جیسے تحری سے پہلے تھی اسی طرح اگر صغیر کوئی چیز لایا اور کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ دینی چاہی تو اس شخص کو چاہیے کہ جب تک اُس سے دریافت نہ کرے تب تک اُسکا ہدیہ و صدقہ قبول نہ کرے پس اگر صغیر مذکور نے بیان کیا کہ مجھے صدقہ یا ہبہ کرنے کی اجازت ہے تو قابض اسمیں تحری کرے اور جس طرف اُسکی تحری ہو اسی پر حکم کی بنیاد رکھے۔ اور اگر اُسکے دل میں کسی طرف گمان غالب نہو تو

ل قولہ مستحب اقول یہ دلیل ہے کہ جب شبہہ پر خرید چھوڑنا چاہیے تو جب غالب گمان ہو کہ یہ مال مسروقہ ہے تو خریدنا جائز نہیں ہے ۱۲ ل گمان غالب ۱۲

جیسا کہ تحری سے پہلے تھا ویسا ہی رہیگا۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُس شخص نے تحری کی اور تحری مین آیا کہ
یہ صغیر اپنے قول مین صادق ہے تو بھی صغیر کے قول کی جبھی تصدیق کی جائیگی کہ جب اُسنے یہ کہا کہ مال میرے
باپ کا یا فلان اجنبی کا یا میرے مولی کا ہے اُسنے مجھے اسکے ساتھ تیرے پاس تجھے صدقہ یا ہبہ دے کر
بھیجا ہے۔ اور اگر صغیر نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہے ہمارے باپ نے ہمین اجازت دے دی ہے کہ ہم تجھے اسکو صدقہ
دین یا ہبہ دین تو اُسکو نہ چاہیے کہ اسکو قبول کرے۔ یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی فقیر کے پاس کوئی باندی یا غلام
اپنے مولی کی طرف سے صدقہ لیکر آیا تو فقیر کو چاہیے کہ تحری کرے یہ محیط مین ہے اگر کسی شخص کے غلام یا اُس کے
صغیر بیٹے نے ایک شخص کو گھر مین آنے کی اجازت دی تو قیاس یہ ہے کہ تحری کرے لیکن لوگون مین یہ عادت
جاری ہوگئی ہے کہ اس سے انکار نہین کرتے ہین اسوجہ سے جائز ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر عاقل لڑکا کسی
بقال وغیرہ دوکاندار کے پاس آیا تاکہ اُس سے کوئی چیز خریدے اور اُسکو خبر دی کہ میری مان نے مجھے اس کے
خریدنے کا حکم دیا ہے تو شیخ امام حلوائی رح نے فرمایا کہ اگر صابون وغیرہ کے مثل کوئی چیز طلب کی تو اُس کے
ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور کشمش و باقلا و قبیطا وغیرہ کی قسم سے جسکے کھانے کی اکثر لڑکون کو عادت ہوتی
ہے طلب کیا تو بقال کو چاہیے کہ اُسکے ہاتھ نہ فروخت کرے (قسم حلوا ۱۲) یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک باندی ایک شخص کے
پاس آئی اور کہا کہ میرے مولے نے مجھے تیرے پاس یہ ہدیہ دیکر بھیجا ہے۔ تو اس شخص کو گنجایش ہے کہ اُس سے
لے لے اسواسطے کہ خبر واحد معاملات مین مقبول ہوتی ہے خواہ کیسا ہی ہو یعنے عادل ہو یا فاسق ہو لیکن عاقل
ہونا ضرور ہے اور اسپر اجماع ہے یہ جامع صغیر و سراج الوہاج و عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کو
دیکھا کہ وہ ایک باندی کا دعوی کرتا ہے کہ یہ باندی میری ہے اور باندی اُسکے قول کی تصدیق کرتی ہے کہ مین اسی شخص
کی ہون پھر اس شخص نے وہی باندی کسی دوسرے شخص کے پاس دیکھی اور یہ شخص یہ کہتا تھا کہ یہ باندی فلان
شخص کی ہے اور فلان شخص دعوی کرتا تھا کہ یہ میری ہے اور یہ باندی بھی اُسکے قول کی تصدیق کرتی تھی کہ مین
اسی کی ہون حالانکہ یہ سب اسوجہ سے تھا کہ مین نے ایک بھید پوشیدہ کی وجہ سے فلان شخص کو ایسا حکم کر دیا
تھا اور باندی مذکور نے اس قائل کے قول کی بھی تصدیق کی اور یہ شخص مدعی مسلمان ثقہ ہے تو سامع کو روا ہے کہ
باندی کو اُس سے خریدلے اور اگر سامع کی غالب راے مین آوے کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو سامع کو اُس سے
خریدنا نچاہیے اور اُسکا ہبہ و صدقہ بھی قبول کرنا نہ چاہیے اور اگر قابض حال نے ایسا نہ کہا بلکہ یہ دعوی کیا
کہ فلان شخص نے مجھ سے براہ ظلم غصب کر لی تھی پھر مین نے اُس سے چھین لی تو سامع کو نہین چاہیے کہ اُس
سے خریدے اور نہ اُس سے بطور ہبہ یا صدقہ کے قبول کرے خواہ یہ شخص مدعی غصب مرد ثقہ ہو یا غیر ثقہ ہو
بخلاف اسکے اگر اُسنے غصب کرنے کا دعوی نہ کیا فقط تلجیہ کا اقرار کیا ہو تو ایسا نہین ہے کیونکہ غصب ایک امر
مستنکر ہے پس اسمین اُسکا قول قبول نہوگا اور تلجیہ کی صورت مین اُسنے امر مستنکر کی خبر نہین دی پس اُسکا قول قبول

ع ۵ یعنے بدون تحری ۱۲ ع ۵ یعنے باندی کو بطور ہبہ الخ ۱۲

ہوگا۔ اور اگر قابض حال نے کہا کہ فلان شخص نے میرے اوپر ظلم کیا اور میری باندی غصب کر لی پھر اُسنے اس ظلم سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ یہ باندی تیری ہے اور مجھے واپس دی پس اگر قابض حال ثقہ ہو تو کچھ ڈر نہین ہے کہ اُسکا قول قبول کر کے باندی اس سے خرید لے۔ اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ فلان شخص نے مجھ سے غصب کر لی تھی پس مین نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے میرے نام بوجہ ایسی گواہی کے جسکو مین نے اپنے دعوی پر پیش کیا تھا یا غاصب مذکور کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ڈگری کر دی ہے تو سامع کو جائز ہے کہ اگر یہ شخص ثقہ ہو تو اسکا قول قبول کرے اور اگر ان سب صورتون مین سامع کی غالب راے مین یہ قائل یعنی قابض حال جھوٹا ہو تو سب صورتون مین اُس سے خرید نا نچاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرے۔ اور اگر کہا کہ میرے نام قاضی نے باندی کی ڈگری کر دی اور باندی اُس سے لیکر مجھے دیدی یا کہا کہ قاضی نے میرے نام باندی کی ڈگری کر دی پھر مین نے غاصب کے گھر سے باجازت یا بلا اجازت لے لی پس اگر ثقہ ہو تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا جائز ہے۔ اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری کی مگر غاصب مذکور نے اس حکم قضا سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا نہ چاہیے اگرچہ ثقہ ہو چنانچہ اگر کہا کہ مین نے فلان شخص سے یہ باندی خریدی ہے اور اُسکو ثمن دیدیا تھا پھر اُسنے بیع سے انکار کیا پس مین نے اس سے لے لی تو ایسی صورت مین اُسکا قول قبول کرنا نہین چاہیے ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ باندی فلان شخص سے خریدی ہے اور اُسکو ثمن نقد دیدیا اور اُسکی اجازت سے اُسپر قبضہ کر لیا ہے اور یہ قائل سُننے والے کے نزدیک مامون ثقہ ہے اور سامع سے دوسرے شخص نے کہا کہ وہ فلان شخص اس بیع سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین نے اس مشتری کے ہاتھ کچھ نہین بیچا ہے اور دوسرا قائل بھی سامع کے نزدیک ثقہ ہے تو سامع کو اُسکا قول قبول نہ کرنا چاہیے اور اُس سے باندی نہ خریدنی چاہیے اور اگر دوسرا مخبر غیر ثقہ ہو لیکن سامع کی راے غالب مین یہ دوسرا مخبر سچا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی راے غالب مین دوسرا مخبر جھوٹا ہو تو قابض سے خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر دونون غیر ثقہ ہون اور سامع کی راے غالب مین دوسرا مخبر سچا ہو تو سامع کو قابض سے خریدنا نہ چاہیے اور نہ اسکا قول قبول کرنا چاہیے یعنی یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ دوسرا مخبر ثقہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے زید نے عمرو کو دیکھا کہ ایسی باندی فروخت کرتا ہے جسکو وہ خالد کی باندی پہچانتا ہے پس زید کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ باندی کے مولا نے عمرو کو اُس کے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پس زید نے خرید کر عمرو کو اُسکا ثمن دے دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر باندی کا مولی آیا اور اُس نے وکالت و حکم دینے سے انکار کیا تو مشتری کو گنجایش ہے کہ اُسکو ندے یہانتک کہ وہ قاضی کے سامنے نالش کرے اور جب قاضی نے مالک کے نام باندی مذکور کی ڈگری کی تو مشتری یعنے زید کو اُسکے رد کرنے کا اختیار نہو گا لیکن اگر قاضی کے سامنے وکالت کے گواہ اعادہ کرے اور قاضی بطور شرعی اس وکالت کے ثبوت کا حکم

دیوے تو زید کو اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن[۱] کے واسطے روکے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص زید نے کہا کہ مجھے عمرو نے اپنی باندی جو اُسکی حویلی میں ہے فروخت کرنے اور مشتری کو دیدینے کا حکم دیا ہے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں ہے کہ مشتری مثلاً خالد اس باندی کو زید سے خرید لے اور عمرو کی حویلی میں سے اُسکو لے کر خواہ زید کی اجازت سے یا بلا اجازت لیکر اُسپر قبضہ کرے جبکہ باندی کا ثمن اسکو ادا کر چکا بشرطیکہ زید ثقہ ہووے یا غیر ثقہ ہو لیکن خالد کی رائے غالب میں وہ سچا ہووے۔ اور اگر خالد کی رائے غالب میں بائع جھوٹا ہو خواہ خریدنے کے پہلے اسکے دل میں اُسکے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہوا ہو یا خریدنے کے بعد ایسا گمان غالب ہوا ہو مگر ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے تو خالد کو اُس سے تعرض کرنا روا نہیں ہے جبتک کہ عمرو یعنے باندی کے مولے سے اُس کے حکم دینے کو دریافت نہ کرے اسی طرح اگر خالد نے باندی پر قبضہ کرکے اُس سے وطی کرلی ہو پھر اُسکے دل میں ایسا گمان غالب ہوا کہ بائع کاذب ہے تو خالد اُسکی وطی سے الگ رہے یہانتک کہ اسکی خبر کے راست و دروغ ہونے کو پہچانے اور یہی لوگوں کا دستور ہے تاوقتیکہ ایسے شخص کی طرف سے جو باندی کا مالک تھا یعنے عمرو کی طرف سے وکالت کا انکار ظاہر ہوا اور جب ایسا انکار ظاہر ہو تو اُسوقت سے باندی کی وطی کرنے سے دور رہے اُسکے قریب نہ جاوے اور باندی اُسکو واپس کردے اور بائع سے اپنا ثمن وصول کرے اور مشتری کو چاہیے کہ باندی کے مولے کو باندی کا عقر بھی دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید نے کہا کہ میں عمرو کا وکیل ہوں اور میں نے عمرو کی بیٹی گواہوں کے سامنے تیرے نکاح میں دی ہے حالانکہ وہ لڑکی صغیرہ یا مجنونہ ہے تو جس سے خطاب کرتا ہے اُسکو اس لڑکی سے وطی کرنا جائز ہے اور اگر باپ مر گیا ہو اور وہ لڑکی اپنے بھائی کی پرورش میں ہو تو جب تک اُسکا بھائی ایسا اقرار نہ کرے تب تک اُس سے وطی کرنا جائز نہیں ہے یہ فتاوے غیاثیہ میں ہے اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ کہیں غائب ہو گیا پھر اُسکو کسی مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتد ہو گئی ہے پس اگر مخبر اُسکے نزدیک ثقہ ہو خواہ وہ آزاد ہو یا مملوک ہو یا محدود القذف ہو تو زید اُسکی تصدیق کر سکتا ہے اور اُس عورت کے سوائے اور چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مخبر ثقہ نہو مگر زید کی رائے غالب میں وہ سچا معلوم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی رائے غالب میں وہ کاذب ہو تو تین سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور اگر کسی مخبر نے عورت مذکورہ کو ایسی خبر دی کہ اسکا شوہر مرتد ہو گیا تو اصل کے استحسان میں ہے کہ عورت مذکور اس شوہر کے سوائے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور فرمایا کہ مرد و عورت دونوں یکساں ہیں۔ اور سیر میں مذکور ہے کہ جبتک اُسکے پاس دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں گواہی نہ دیں تب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکور دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اسواسطے کہ اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ جورو خصم میں جدائی ہو گئی اور جدائی ہو جانا دونوں کے مرتد ہونے

[۱] قولہ ثمن اقول جب قاضی نے وکالت کا حکم دیا تو انکار موکل باطل ہو گیا۔ جواب یہ کہ ثبوت مذکور صرف مشتری کے حق میں ہے اور مدعی وکالت از موکل مشتری نہیں ہے پس اُسکے حق میں صرف اسیقدر ثبوت ہوا کہ موکل کا ہاتھ رد کے جبتک ثمن نہ پہونچے پھر جب وکیل دعوی کرے تو گواہوں سے یا موکل کے نکول سے وکالت ثبوت ہو کر موکل کا انکار باطل ہوگا فافہم منہ

سے یکسان ہوتا ہے خواہ عورت مرتد ہو جاوے یا خاوند مرتد ہو جاوے۔ اسیطرح اگر عورت صغیرہ ہو اور شوہر کو کسی نے
خبر دی کہ اُسنے تیری ماں یا بہن کا دودھ پی لیا تو یہ خبر صحیح ہے اور اگر شوہر کو کسی شخص نے خبر دی کہ جسدن تو نے
اپنی عورت سے نکاح کیا ہے اُس زمانہ مین وہ عورت مرتد تھی یعنے تو نے اُس سے ایام ارتداد مین نکاح کیا ہے یا یہ
خبر دی کہ وہ تیری رضاعی بہن ہے اور مخبر ثقہ آدمی ہے تو اس شخص کو یہ نچاہیے کہ اُسکے سواے چار عورتون کو
نکاح مین لاوے جبتک کہ دو عادل گواہ اُسکے سامنے ایسی گواہی نہ دین کیونکہ اُس نے ایسے عقد کے فاسد
ہونے کی خبر دی جسپر ظاہر اصحت کا حکم تھا پس ایک شخص کے خبر دینے سے باطل نہوگا بخلاف اول صورت
کے کہ اُسمین عقد ایسا نہین ہے[یعنی باطل ہوسکتا ہے ۱۲] پس اگر اُسکے سامنے دو عادل گواہون نے ایسی گواہی دی تو مرد مذکور کو روا ہے
کہ اس جورو کے سواے چار عورتون سے نکاح کرے۔ اور اگر عورت کے پاس ایک شخص نے آکر اُسکو خبر دی کہ تیرا
اصل نکاح فاسد واقع ہوا یا تیرا شوہر تیرا رضاعی بھائی ہے یا وقت نکاح کے مرتد تھا تو عورت مذکور کو یہ گنجایش نہین
ہے کہ اُسکی خبر پر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اگرچہ مخبر ثقہ ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کسی شخص کی
جورو مشتہات[۱] ہو اور اُسکو کسی نے خبر دی کہ تیری جورو کا تیرے باپ نے یا تیرے بیٹے نے شہوت سے
بوسہ لے لیا اور اُسکے دل مین آیا کہ یہ سچا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ عورت مذکور کی بہن سے نکاح کرے
یا اس عورت کے سواے چار عورتون سے عقد کرے بخلاف اسکے اگر اس شخص کو نکاح سے سابق رشتہ
رضاعت[۲] یا مصاہرت کی خبر دی تو ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین شوہر خود اُس کا منازع ہے اور
باپ یا بیٹے کا چومنا عارض ہو جانے مین منازع نہین ہے اس وجہ سے کہ شوہر کو اسکا علم نہین ہے۔
پس جب اُسکے دل مین یہی غالب گمان ہوا کہ سچا ہے تو ایسی خبر کا قبول کرنا واجب ہوا یہ ذخیرہ کردری مین ہے ایک
عورت کا شوہر غائب ہو گیا پھر اُس عورت کے پاس ایک مسلمان غیر ثقہ ایک خط لایا جو اُسکے شوہر کی طرف
سے اُس عورت کے نام تھا جسمین اُسنے اس عورت کو طلاق دی تھی اور اُس عورت کو یہ یقین نہین ہے کہ یہ خط
اسی کا ہے یا نہین ہے مگر ہان غالب گمان اُسکا یہی ہے کہ یہ خط اُسی کا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے کہ عورت مذکور عدت مین بیٹھکر
عدت پوری کرنے کے بعد اپنا نکاح کرلے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا پھر ایک
مسلمان عادل نے آکر اُس عورت کو خبر دی کہ تیرے شوہر نے تجھے تین طلاق دین یا وہ مر گیا ہے تو عورت مذکور کو اختیار
ہوگا کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اگر مخبر فاسق ہو تو تحری کرے پھر واضح ہو کہ اگر
عادل مسلمان نے اُسکو خبر دی کہ تیرا شوہر مر گیا ہے تو جبھی اُسکی خبر پر اعتماد کرے کہ جب اُسنے یون خبر دی کہ مین نے
اُسکو مردہ معائنہ کیا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے کسی نے خبر دی ہے تو اُسکی
خبر پر اعتماد نہ کرے اور اگر عورت کو ایک نے شوہر کے مرنے کی خبر دی اور دو آدمیون نے اُسکے زندہ ہونیکی خبر دی

---

[۱] وہ عورت کہ جسکی طرف مردون کو خواہش ہوتی ہے ۱۲ منہ [۲] قولہ رضاعت یعنے تیری جورو بسبب دودھ پلانی کے رشتہ کے مثلاً تیری بہن ہوتی ہے یا بسبب
رشتہ مصاہرت یعنے دامادی کے مثلاً تیری اغلانیہ جورو کی ماں ہے یا خالہ ہے تو اسکو قبول نکرے کیونکہ شوہر جانتا ہے کہ مین نے بظاہر صحیح نکاح کیا پس خود منازع ہے بخلاف مسئلہ عارض بوسہ کے فافہم ۱۲ منہ

پس اگر موت کی خبر دینے والے نے کہا کہ مین نے اُسکو مردہ دیکھا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون
تو عورت مذکور کو بعد عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہے اور جن دونون نے اُسکے زندہ ہونے
کی خبر دی ہے اگر اُنھون نے موت کی خبر دینے سے پیچھے کی تاریخ بیان کی ہے تو اُن دونون کا قول مقدم ہے اور اگر دو
شخصون نے اُسکے مرنے یا قتل ہونے کی گواہی دی اور دو شخصون نے اُسکے زندہ ہونیکی خبر دی تو موت کی
گواہی اولی ہے یہ محیط مین ہے اور اگر دو عادل گواہون نے عورت کے سامنے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھکو
تین طلاق دی ہین حالانکہ شوہر اس سے انکار کرتا ہے پھر قاضی کے پاس گواہی ادا کرنے سے پہلے دونون
غائب ہوگئے یا مر گئے تو عورت کو گنجایش نہین ہے کہ اس شوہر کے ساتھ رہے اگرچہ مرد اُسکو قربت کے واسطے
بلاتا ہو اور یہ گنجایش بھی نہین ہے کہ نکاح کرلے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دو گواہون نے عورت کے سامنے
طلاق کی گواہی دی پس اگر اُسکا شوہر غائب ہو تو اُسکو گنجایش ہے کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے
نکاح کرے اور اگر حاضر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے ولیکن اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ شوہر کو اپنے ساتھ جماع کرنے کا
قابو دے اسی طرح اگر عورت نے خود سنا ہو کہ شوہر نے اُسکو تین طلاق دیدی ہین مگر شوہر نے اس سے انکار کیا
اور قسم کھا گیا پس قاضی نے عورت مذکور کو شوہر کے پاس واپس کردیا تو بھی عورت مذکور کو اُسکے ساتھ رہنے
کی گنجایش نہین ہے اور چاہیے کہ اپنا مال دیکر اپنے تئین اُس سے چھڑا دے یا اُسکے پاس سے بھاگ جاوے
اور اگر اُسپر قابو نہ پایا تو اُسکو قتل کرے[۱]۔ اور اگر بھاگ گئی تو اُسکو عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی
گنجایش نہین ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر بھاگ گئی تو اُسکو پوری عدت کرکے دوسرے
شوہر سے نکاح کرنے کی گنجایش نہین ہے یہ جواب قضاءً ہے اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکو اختیار ہے
کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص سے
کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دی تحقیق پس میری عدت گذر گئی تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اگر یہ
عورت عادلہ ہو تو اُس سے نکاح کرلے اور اگر فاسقہ ہو تو تحری کرے اور جس طرف اُسکا دل غالباً جمے اُسپر
عمل کرے یہ ذخیرہ مین ہے ایک عورت کو اُسکے شوہر نے تین طلاق دی پھر بعد چندے اُس سے نکاح کرنا چاہا پس
عورت مذکور نے کہا کہ تیرے طلاق دینے کے بعد عدت گذر جانے کے بعد مین نے دوسرے شخص سے نکاح کیا
اور اُس نے میرے ساتھ دخول کیا پھر اُس نے مجھے طلاق دیدی اور میری عدت گذر گئی ہے تو اُسکے پہلے شوہر کو اختیار
ہے کہ اُسکے ساتھ نکاح کرلے بشرطیکہ یہ عورت اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اس شخص کے دل مین یہ گمان غالب ہو کہ
یہ عورت اس خبر مین سچی ہے۔ اور واضح ہو کہ ایسی نقل مین اس بات کا بیان ہے کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر
سے یون کہا کہ مین تیرے واسطے حلال ہوگئی ہون تو اُس شخص کو یہ حلال نہوگا کہ اتنے کہنے پر اُس کے ساتھ

[۱] قتل کرے اور چاہیے کہ زہر وغیرہ سے مارے چنانچہ سید ابو شجاع کے فتوی پر مصنف نے بیان کیا ہے اور قولہ جواب قضاء ہے
یعنے قاضی بوجہ ثبوت نہونے کے اسکا نکاح صحیح نہ رکھیگا ۱۲ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛ ؛

نکاح کرے جب تک کہ اُس سے استفسار نہ کرے کہ مفصل کیا واقع ہوا ہی اسوجہ سے کہ حلالہ مین لوگون مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک فقط عقد کرنے سے بدون دخول کے حلال ہو جاتی ہی تو اُسکو چاہیے کہ بدون مفصل بیان کرنے کے عورت کی اتنی خبر دینے پر کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون اعتماد کرلے اگر ایک نابالغ چھوٹی لڑکی جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتی ہی ایک شخص کے ہاتھ مین ہو اور وہ دعوے کرتا ہو کہ یہ میری ملک ہی پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے شہر مین اسے ایک شخص ملا پس اس باندی نے اس سے کہا کہ مین اصلی آزاد ہون تو اس شخص کو اختیار نہین ہی کہ اس باندی سے نکاح کرے اور اگر باندی مذکور نے یون کہا کہ مین باندی تھی پھر اُسنے مجھے آزاد کردیا اور یہ باندی اس سامع کے نزدیک ثقہ ہی یا اس کے دل مین غالب گمان ہوا کہ یہ سچی ہی تو میرے نزدیک اسمین کچھ خوف نہین ہی کہ اس باندی کے ساتھ نکاح کرلے یہ مبسوط مین ہی۔ عورت آزاد نے اگر ایک شخص سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے کہا کہ میرا نکاح فاسد تھا۔ یا میرا شوہر دین اسلام کے سوائے کسی دوسری ملت پر تھا تو مخاطب کو روا نہین ہی کہ اُسکا قول قبول کرے اور اُس سے نکاح کرے کیونکہ عورت مذکور نے امر مستنکر کی خبر دی ہی۔ اور اگر یون کہا کہ اُسنے بعد نکاح کے مجھے طلاق دیدی یا اسلام سے مرتد ہو گیا تو مخاطب کو اُسکی خبر پر اعتماد کرنے اور اس سے نکاح کرنے کی گنجایش ہی اسواسطے کہ اسنے امر محتمل کی خبر دی ہی اگر عورت بطلان نکاح اول کی خبر دے تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر نکاح ہونے کے بعد رضاعت واقع ہو جانے وغیرہ کسی امر عارضی سے حرام ہو جانے کی خبر دے پس اگر عورت مذکور ثقہ ہو یا ثقہ نہو مگر مخاطب کے دل مین اُسکے صادقہ ہونے کی رائے غالب ہو تو اُس سے نکاح کر لینے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ کذا فی فتاوی قاضی خان

دوسرا باب۔ غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ باب دیانات وباب معاملات مین غالب رائے کے موافق عمل کرنا جائز ہی اسی طرح حقوق خون مین موافق رائے غالب کے عمل کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر رات مین ایک شخص دوسرے کے گھر مین داخل ہوا حالانکہ وہ تلوار کھینچے ہوے یا نیزہ تانے ہوئے ہی تاکہ حملہ کرے اور مالک حویلی کو یہ معلوم نہین کہ یہ چور ہی یا چورون سے بھاگا ہی تو اُسکو چاہیے کہ اپنی رائے سے حکم لے پس اگر غالب رائے مین یہ آیا کہ یہ چور ہی اُسنے یہ قصد کیا ہی کہ میرا مال لے لے اور اگر مین اُسکو منع کرون تو مجھے قتل کر دے اور اگر مین نے اسکو دھمکایا یا پڑوسیون کو آواز دی تو جب تک کچھ کام نکلے اُس سے پہلے ہی یہ مجھے قتل کر ڈالے گا تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہی کہ مالک حویلی تلوار نکال کر اسپر قتل کیواسطے حملہ کرے اور اگر اُسکی غالب رائے مین یہ آوے کہ یہ شخص چورون سے بھاگا ہوا آیا ہی تو مالک حویلی کو اُسکے حق مین جلدی کرنے اور اُسکو قتل کر ڈالنے کی گنجایش نہین ہی اور واضح ہو کہ اس داخل ہو جانے والے کے حق مین غالب رائے حاصل

ع۵ کیونکہ یہ معلوم نہین کہ اُسکا مذہب کیا ہی اور وہ کیا اعتقاد رکھتی ہی ۱۲ منہ ع۵ یعنے جس نے اُسکو شہر اول مین قابض کے پاس جو اُسکی ملک کا حالت صغر مین دعوی کرتا تھا دیکھا تھا اور جانتا تھا ۱۲ منہ

ہونے کی صورت یہ ہو کہ اس شخص کے لباس وہیئت کو دیکھے پس اگر نیکون کے مانند ہو یا اس حرکت سے پہلے اسکو پہچانتا ہو اور نیک لوگون کے پاس بیٹھا دیکھتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ یہ شخص چورون کے خوف سے بھاگا ہو اور اگر اسکو چورون کے ساتھ ہمنشین پاتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ چور ہو یہ مبسوط مین ہو - اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر مسلمانون کے سامنے دار الحرب مین ایک گروہ آوے اور مسلمانون پر انکا حال مشتبہ ہو جاوے کہ یہ مسلمان لوگ ہین یا کافرون مین سے ہین تو مسلمانون کو اپنی راے غالب پر عمل کرنا چاہیے یہ محیط مین ہو - اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی عورت کے ساتھ پایا یعنی جائز ہو کہ اسکو قتل کر سکتا ہو تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہو کہ یہ مرد اجنبی دھمکانے یا چیخنے سے زنا سے باز رہیگا یا ہتھیار سے کم کسی ضرب سے باز رہیگا تو اسکو قتل نہ کرے اور ہتھیار کے ساتھ اس سے مقابلہ نہ کرے اور اگر جانتا ہو کہ بدون قتل ہتھیار سے لڑائی کے باز نہ رہیگا تو اسکا قتل کرنا حلال ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اگر کسی نے اپنی جورو یا باندی کے ساتھ ایک شخص کو پایا کہ جو یہ بات چاہتا ہو کہ اس عورت کے اوپر غالب ہو کر اس سے زنا کرے تو فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ اس مرد فاجر کو قتل کر ڈالے اور اگر اس نے ایسے شخص کو اپنی جورو یا کسی عورت محرمہ کے ساتھ پایا حالانکہ یہ عورت بھی اسکی فرمانبرداری مین تھی تو اس مرد فاجر و عورت دونون کو قتل کر ڈالے اسیطرح اگر جنگل مین کسی شخص نے اسکو روکا اور اسکا مال لینا چاہا پس اگر اسکا مال دس یا دس سے زیادہ ہو تو روکنے والے کو قتل کر سکتا ہو اور اگر دس سے کم ہو تو اس سے لڑائی کرے مگر اسکو قتل نہ کرے - اگر کسی شخص نے کسی آدمی کو دیکھا کہ یہ آدمی اسکی عورت یا کسی غیر کی عورت سے زنا کرتا ہو حالانکہ وہ محصن ہو پس یہ شخص چلایا مگر زنا کرنیوالا نہ گیا اور نہ زنا سے باز رہا تو اسکو حلال ہوگا کہ زانی کو قتل کر ڈالے اور اسپر قصاص نہین ہو اور اسیطرح اگر ایک چور کو دیکھا کہ اسکا مال چوراتا ہو پس چور پر چلایا مگر وہ نہ گیا یا کسی شخص کو دیکھا کہ اسکی دیوار یا غیر کی دیوار مین نقب لگاتا ہو حالانکہ یہ شخص مشہور چور ہو پس وہ چلایا مگر چور نہ گیا تو اسکا قتل کرنا حلال ہو اور قاتل مذکور پر قصاص نہ آویگا - اگر کسی شخص نے چاہا کہ لڑکے یا عورت کو فاحشہ بات پر مجبور کرے تو ان دونون پر واجب ہو کہ زبردستی[عہ] کرنے والے سے قتال کرین پس اگر انھون نے اسکو قتل کر ڈالا تو اسکا خون ہدر ہوگا بشرطیکہ اس شخص کو بدون اسکے قتل کرنیکے منع نہ کر سکے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہو - اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جسکو اسنے کبھی نہین دیکھا ہو پھر ایک شخص اس عورت کو رات مین لایا اور اسکے پاس داخل کر گیا کہ یہ تیری جورو ہو تو اسکو گنجایش ہو کہ مخبر کا قول قبول کرے[عہ] بشرطیکہ مخبر اسکے نزدیک ثقہ ہو یا اسکی راے غالب مین مخبر سچا ہو کذا فے فتاوے قاضی خان

تیسرا باب - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اسکے باپ کو قتل کرتا ہو تو اسکے واسطے جو احکام ہین اور اسکے متصلات کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ عمداً اسکے باپ کو قتل کرتا ہو مگر قاتل نے

عہ یعنے زبردستی ۱۲ عہ اور اس سے وطی کرے ۱۲

اس امر سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اُسکو نہین قتل کیا ہی یا فرزند سے خفیہ اس امر کو کہدیا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہی اسوجہ سے کہ اُس نے میرے باپ فلان شخص کو عمداً قتل کیا تھا یا دین اسلام سے مرتد ہو گیا تھا حالانکہ یہ فرزند ان باتون مین سے جو قاتل کہتا ہی کچھ نہین جانتا ہی اور مقتول کا سوائے اس فرزند کے کوئی وارث نہین ہی تو فرزند کو گنجایش ہی کہ قاتل کو عمداً قتل کر ڈالے اگر زید نے مثلاً کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہی اور قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا تو زید کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہی اور اگر زید کے پاس دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کیا ہی تو زید کو فقط اس گواہی پر اُس قاتل کے قتل کرنے کی گنجایش نہین ہی تاوقتیکہ حکم قاضی نہو اسواسطے کہ خالی گواہی حق کو واجب نہین کرتی ہی جب تک کہ اُسکے ساتھ حکم قاضی متصل نہو اور جو حکم جواز ہمنے مقتول کے فرزند کے حق مین بیان کیا ہی ویسا ہی غیر فرزند کے حق مین ہی کہ اگر غیر نے قاتل کا قتل کرنا اپنی آنکھ سے دیکھا یا قاتل کی زبان سے اقرار سُنا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہی یا دیکھا یا کہ قاضی نے قاتل پر قصاص کا حکم دے دیا ہی تو اس غیر کو بھی روا ہی کہ فرزند مقتول کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے اور اگر غیر کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے فلان شخص کے باپ کو قتل کیا ہی تو اس غیر کو روا نہین ہی کہ قاتل کے قتل کرنے پر فرزند مقتول کی مدد کرے جبتک کہ جب قاضی فرزند مقتول کے واسطے قصاص کا حکم دے تو مدد کر سکتا ہی اور اگر قاتل نے فرزند مقتول کے سامنے دو عادل گواہ پیش کیے کہ تیرے باپ نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا تھا اسوجہ سے مین نے تیرے باپ کو قتل کیا ہی تو فرزند مقتول کو چاہیے کہ قاتل کے قتل کرنے مین جلدی نہ کرے یہان تک کہ اس بات کو خوب دریافت کرے اسی طرح غیر شخص کو بھی نہ چاہیے کہ مقتول کے فرزند کے قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے درصورتیکہ غیر شخص کے سامنے دو عادل گواہ ایسی گواہی دیوین جیسی ہم نے بیان کی ہی یا اگر قاتل نے جسکو قتل کیا ہی اُسکے مرتد ہونے کے دو گواہ عادل پیش کیے تو بھی جب تک اس بات مین خوب چھان پھٹک نہ کرے تب تک قاتل کے قتل مین جلدی نہین چاہیے اور اگر ایسی گواہی ایسے[1] دو گواہون نے ادا کی جو محدود القذف ہین یا دو غلام ہین یا فقط عورتین ہین اُنکے ساتھ کوئی مرد نہین ہی مگر سب عورتین عادل ہین یا دو فاسق گواہ ہین تو ایسی صورت مین مقتول کے فرزند کو قاتل کا قتل کرنا روا ہی یا غیر کو اُسکی مدد کرنا روا ہی لیکن اگر اس خبر کی چھان پھٹک کرنے کے بعد ایسا کرے تو اُسکے حق مین بہتر ہی۔ اور اگر ایک ہی عادل گواہ نے جسکی گواہی جائز ہی ایسی گواہی دی پھر قاتل نے کہا کہ میرے پاس ایسا ہی دوسرا گواہ بھی ہی تو استحساناً یہ حکم ہی کہ اُسکے قتل مین جلدی نہ کرے بلکہ اتنا انتظار کر دیکھے کہ آیا دوسرا ایسا گواہ لاتا ہی یا نہین لاتا ہی یہ مبسوط مین ہی اگر فرزند کے پاس دو[2] عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ اس قاتل نے تیرے باپ کو قتل کیا ہی یا قاتل نے ایسا اقرار کیا ہی تو فرزند اُسکو قتل نہین کر سکتا ہی اور نہ غیر شخص اس فرزند کی مدد کر سکتا ہی جبتک

[1] یعنی گواہ نہین ہین فقط فرزند نے قاتل کو قتل کرتے دیکھا ۱۲ منہ

کہ اس گواہی کے ساتھ حکم قاضی موجود نہ ہو۔ اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیا پھر دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ مقتول نے اس قاتل کے ولی کو عمداً[۵۱] قتل کیا ہے یا مقتول مرتد تھا تو از راہ دیانت صاحب قصاص کو نہ چاہیے کہ قاتل کے قتل میں جلدی کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کے پاس کچھ مال ہے اور عمرو کے سامنے دو عادل گواہوں نے یوں گواہی دی کہ یہ مال تیرے باپ کا ہے اُس سے زید نے غصب کر لیا ہے اور عمرو کے سوائے عمرو کے باپ کا کوئی وارث نہیں ہے تو عمرو ایسی گواہی سے زید پر مال کا دعوی کر سکتا ہے مگر جبتک گواہ قائم کر کے قاضی کا حکم حاصل نہ کرے تب تک زید سے یہ مال نہیں لے سکتا ہے اسی طرح جب تک اسطرح حکم قاضی اس گواہی کیساتھ نہ پایا جاوے تب تک غیر شخص کو بھی نہیں جائز ہے کہ فقط ایسے گواہوں پر عمرو کی اس مال لینے پر مدد کرے اور اگر عمرو نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ زید نے یہ مال میرے باپ سے لے لیا ہے تو ایسی صورت میں عمرو کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہے اسیطرح اگر زید نے اُسکے سامنے قرار کیا ہو کہ میں نے تیرے باپ سے غصب کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسیطرح اگر غیر نے اپنی آنکھ سے غاصب کا لینا مشاہدہ کیا ہو تو اسکو بھی وارث کی مدد کرنے کا اختیار ہے حاصل آنکہ گواہی میں حکم قاضی کی ضرورت ہے معائنہ میں نہیں اور اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں ایسا کوئی حاکم نہیں پاتا ہے جو غاصب سے اُسکو مال دلاوے اور غاصب دینے سے انکار کرتا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ اُس سے اپنا مال لے لے[۵۲] یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی کہ عمرو نے تیرے باپ سے یہ مال غصب کرنے کا اقرار کیا ہے تو زید کو اُس سے مال لے لینے کا اختیار نہیں ہے جبتک کہ قاضی کے سامنے اسکو ثابت نہ کرا دے اور اگر کسی شخص نے غاصب سے مال غصب کرنے کا اقرار سنا پھر سننے والے کو دو عادل گواہوں نے خبر دی کہ جس مال کا اُس نے اقرار کیا تھا وہ اُسکے حق میں ہبہ ہو گیا ہے تو سننے والے کو اختیار ہے چاہے اقرار کرنے والے پر مال کی بابت اقرار کی گواہی دے یا نہ دے۔ اور اگر نکاح یا رقیت کا گواہ ہو پھر اسکو دو عادل شخصوں نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی خبر دی تو گواہ مذکور نکاح و رقیت کے گواہی نہ دے اور قصاص سے عفو کرنے[۵۳] کا بھی یہی حکم ہے اور حسن ابن زیاد سے روایت ہے کہ وارث نے اگر اپنے مورث پر کسی شخص کا قرضہ معلوم کیا ہے پھر اسکو دو عادل آدمیوں نے خبر دی کہ اس نے ادا کر دیا ہے تو وارث مذکور کو روا نہیں ہے کہ قاضی کے سامنے اس طرح قسم کھا جاوے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے مورث نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر میت نے اُسکو خبر دی کہ میں نے ادا کر دیا ہے یا میت نے کسی عادل مرد یا عورت کے ساتھ ایسی خبر دی ہو تو بھی افضل یہ ہے کہ اپنے علم پر قسم نہ کھاوے کذا فی الغیاثیہ

چوتھا باب۔ صلوۃ اور تسبیح اور قراۃ القرآن و ذکر و دعاء اور قرآن پڑھتے وقت آواز بلند کرنے کے بیان میں۔

اگر کسی نے کمر باندھے ہوئے نماز پڑھی تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمان سے ایک کپڑا یا فرش خرید اتو

---

[۵۱] قولہ عمداً اقول لیکن اگر قاضی کے سامنے ثبوت نہوا تو وہ قصاص میں مارا جائے گا پس اصل یہ کہ وہ عند اللہ قاتل عمدی نہوگا ۱۲

[۵۲] قال المترجم مال لے لینا جبھی ہے کہ جب اس مال میں ایسا تغیر نہ آیا ہو کہ جس سے حق مالک منقطع ہو جاتا ہے ورنہ تاوان لے سکتا ہے اصل مال نہیں لے سکتا ہے ۱۲ منہ

[۵۳] یعنے دو عادلوں نے خبر دی کہ اُس قاتل کو کسی ولی جائز نے قصاص سے عفو کیا ہے تو گواہی نہ دے ۱۲ منہ

اُسپر نماز پڑھے اگرچہ بائع شراب خوار ہو اسواسطے کہ ظاہر حال مسلمان یہ ہے کہ وہ نجاست سے اجتناب کرتا ہے اور
اگر مجوسی کے نہ بند سے نماز پڑھی تو جائز ہے مگر مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگرچہ بچہ کے سامنے نماز پڑھی تو
کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اُسکے قریب نہو اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ جس بیت میں بالوچہ یعنی بچھونا ہو اُس میں
نماز مکروہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ مشائخ نے تصویر کے سر میں بلا حیثہ کے اختلاف کیا ہے کہ اسکا اُٹھا لینا[1] اور اُس کے
پاس نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اور کپڑے اور بیت میں تصویر کا رکھنا سوائے وقت نماز کے دو طور کا ہوتا ہے۔ ایک
وہ کہ جسکا مرجع اُس تصویر کی تعظیم ہو یعنے بغرض تعظیم رکھے تو وہ مکروہ ہے اور دوم وہ کہ اُسکا مرجع اِس تصویر کی
تحقیر ہو تو وہ مکروہ نہیں ہے اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر تصویر دار فرش بچھا ہوا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر لٹکا ہوا ہو
تو مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ کلام میں سے بعض کلام تو موجب ثواب ہوتا ہے جیسے تسبیح و تحمید و قرات قرآن و احادیث
نبوی و علم فقہ مگر کبھی ایسے کلام سے بھی گنہگار ہوتا ہے جب کہ اُسکو جان بوجھ کر مجلس فسق میں بولا کیونکہ اسمیں
استہزا و مخالفت ہے لیکن اگر اُس نے مجلس فسق میں اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پکڑیں
یا اُس مجلس کو بُرا جانا نکیر کیا یا اس غرض سے کہ جس بدحالت فسق میں وہ لوگ ہیں اُس سے منہ موڑکر اس طرف
مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے[2] اسی طرح اگر بازار میں کسی نے بدیں نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دنیا کے کاموں میں مشغول
ہیں اور وہ تسبیح میں مشغول ہے تو یہی افضل ہے اور یہ مراُسکے بازار کے سوائے تنہا پڑھنے سے بہتر ہے یہ اختیار شرح
مختار میں ہے۔ ایک شخص ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اُس نے اللہ تعالی
کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا مگر نیت یہ ہے کہ مشتری کو آگاہ[3] کرے کہ کپڑا اچھا عمدہ
ہے تو یہ مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اُسکو ایسی جگہ پر الحمد للہ نہ کہنا چاہیے اور
اگر کسی شخص سے غصب کی ہوئی چیز کھائی پس کہا الحمد للہ تو شیخ امام اسمٰعیل زاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک چوکیدار لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ
و آلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ وہ اس کے دام لیتا ہے بخلاف عالم کے کہ اگر اُس نے مجلس میں کہا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجو یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو اُنکو ثواب ہوگا۔ اور اگر فقاعی نے
اپنی فقاع کھولنے کے وقت بقصد اُسکی ترویج و تحسین کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا یا
تسبیح پڑھی یا قصہ گو[4] نے ان دونوں کلاموں کو بہ نظر گرمی ہنگامہ پڑھا تو گنہگار ہوگا اور اسی سے منع کیا جاتا
ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجلس میں آیا پس اُسکی آمد آمد کے واسطے تسبیح پڑھی گئی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر
درود بھیجا گیا کہ لوگ اُسکی آمد سے خوش ہوکر جگہ چھوڑیں یا تعظیماً کھڑے ہو جاویں تو گنہگار ہوگا یہ وجیز کردری
میں ہے۔ ایک قاضی کے پاس ایک جماعت عظیم بلند آواز سے تسبیح و تہلیل کرتی ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر چپکے پڑھنا

---

[1] یعنے تصویر کا فقط سر بدون دھڑ کے بنانا اور گھر میں رکھنا روا ہے یا نہیں ۱۲ [2] چنانچہ عادت ہے کہ سبحان اللہ کیا عمدہ ہے ۱۲ منہ [3]
بعض چیزوں میں سبحان اللہ بنظر تعجب قدرت باری تعالے ہوتی ہے اور وہ نیت پر ہے ۱۲ منہ [4] خواہ واعظ قصہ گو ہے ۱۲ منہ [5] شاید یہ
لفظ قاص بصاد مہملہ ہے بمعنی واعظ قصہ گو واللہ اعلم ۱۲ منہ [6] بعضوں نے کہا کہ کافر ہوگا ۱۲ [7] رائج کرنا و تحسین خوبی ظاہر کرنا ۱۲

افضل ہی۔ اور اگر لوگ اللہ تعالی کے ذکر و تسبیح و تہلیل کے واسطے جمع ہون تو چپکے پڑھین اور کشتی مین خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلوارون سے ملاعبت کرنے کے وقت بھی چپکے پڑھنا افضل ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم پر درود بھیجنے کا یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی یہ مستحب ہی کہ یون کہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا اور یون بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنے اسکے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالے کا جو صالح تعظیم ہی پیچھے لگا وے یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ کسی شخص نے اللہ تعالے کے نامون مین سے کوئی نام سنا تو اسپر واجب ہی کہ اسکی تعظیم کرے اور کہے کہ سبحان اللہ یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے اور اگر اسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو اسپر واجب ہی کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس مین چند بار سنا تو اس مین خلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اسپر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہی کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اسی پر فتوی ہی کذا فی القنیہ اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ اسپر ہر بار سننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہی اور امام طحاوی کا قول مختار ہی کذا فی الولوالجیہ اور اگر اللہ تعالی کا نام چند بار سنا تو ہر بار اسکی تعظیم کرنی واجب ہی اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ و تبارک اللہ یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اور اگر سننے والے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اسکی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالی کے کہ ہر دم اسکے واسطے محل ادا ہی پس محل قضاء نہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بجاے صلوۃ کے اگر سلام پہونچایا تو کافی ہی یہ غرائب مین ہی اگر سواے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی غیر پر تنہا درود بھیجا مثلاً یون کہا کہ اللہم صل علی فلان تو مکروہ ہی اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو جمع کرکے یون کہا کہ اللہم صل علی محمد و علے آلہ و اصحابہ تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کیوقت رضی اللہ عنہ کہنا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر قرآن شریف پڑھتے وقت اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو اسپر درود پڑھنا واجب نہین ہی لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اسنے درود بھیجا تو بہت بہتر ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر قرآن شریف پڑھنے مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام آیا یعنے قرآن مین آیا تو ایسے وقت مین قرآن مجید کا اسکی تالیف و نظم پر پڑھنا بہ نسبت اسکے کہ بیچ مین درود پڑھنے لگے افضل ہی پھر بعد فراغت کے اگر اسنے درود پڑھا تو افضل ہی اور اگر نہ پڑھا تو اسپر کچھ گناہ نہوگا یہ ملتقط مین ہی شیخ بقالی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور اُن اوقات مین جن مین نماز سے ممانعت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا و دعا و تسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے اولے ہی اور سلف رحمہم اللہ ان اوقات مین تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہین پڑھتے تھے یہ غرائب مین ہی قال المترجم رحمہ اللہ تعالی البقالی تدانی بجواب حسن لا یرجی کلام فضل ابلغ

لہ یعنے افضل مستحب ہی مگر واجب نہین ہی ۱۲ سلہ قال آلخ یعنے شیخ بقالی پر اللہ تعالی رحم کرے کہ اس سے بہتر جواب کی امید نہین جو شیخ نے دیا ہی ۱۲

ٹہ یعنے تلوار [illegible] سیکھنے کیوقت یا مشق کرنے کیوقت ۱۲ سمہ مثلاً اللہ جل جلالہ یا عز و جل یا ذو جل یا ۱۲ منہ سہ خواہ یہ لفظ یا اسکے معنے مین دوسرا لفظ کہے ۱۲ منہ

من ہذا من ذی فطن واللہ تعالیٰ اعلم اور بعضے سورتون اور آیتون کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفضیل دیجا سکتی
ہے۔ اور فضیلت کے یہ معنی ہین کہ اسکی قرات کا ثواب کثیر ہے اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے قلب زیادہ
بیدار ہوتا ہے۔ اور یہی معنی اقرب الی الصواب ہے اور بدین معنی یہ کہا جاتا ہے کہ تمام آسمانی کتابون سے قرآن مجید
افضل ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفضیل نہ دیجاوے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین
ہے جس نے قرآن پڑھنے کا قصد کیا اُسکو چاہیے کہ اپنے احوال مین سے اچھے حال کے ساتھ بیٹھے یعنے اپنے
شائستہ کپڑے پہن کر عمامہ باندھکر قبلہ رُخ ہو بیٹھے اسواسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اور فقہ کی واجب
ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کام شروع کرنا
چاہتا ہے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قراۃ قرآن چاہتا ہے تو تعوذ پڑھے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور
محمد بن مقاتل سے مروی ہے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اسپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے
پناہ مانگے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس سے پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی نے
سورۂ انفال کی قرات شروع کرنے کے وقت تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورۂ انفال سے سورۂ توبہ تک
پڑھتا چلا گیا اور سورۂ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ و تسمیہ اسکے حق مین کافی ہوگا۔ اور اُسکو نچاہیے کہ جن بزرگون نے
باہم اتفاق کرکے مصاحف جو لوگون کے پاس ہین لکھے ہین اُنکی مخالفت کرے اور اگر اس نے سورۂ انفال
پڑھکر قرات چھوڑ دی پھر سورۂ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے واسطے وہی چاہیے جو ابتدا مین سورۂ انفال
شروع کرنے مین چاہیے تھا یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم
پڑھے اور یہی حکم باقی سب سورتون مین ہے یہ محیط مین ہے شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ تعوذ کیونکر
پڑھے تو فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یون کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت
ہو اور اگر یون کہا اعوذ باللہ العظیم یا اعوذ باللہ السمیع العلیم تو جائز ہے اور یہ چاہیے کہ تعوذ قرات سے موصول
ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور سوار یا پیادہ چلنے کی حالت مین قرآن مجید پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہے بشرطیکہ یہ جگہ نجاست
کے واسطے مقرر نہو اور اگر ہوگی تو مکروہ ہے یہ قنیہ مین ہے حمام مین قرآن مجید پڑھنا دو طرح پر ہے اگر اُس نے
آواز سے پڑھا تو مکروہ ہے اور اگر آواز سے نہ پڑھا تو مکروہ نہین ہے اور یہی مختار ہے اور تسبیح و تہلیل کرنے مین
کچھ ڈر نہین ہے اگرچہ با آواز ہو یہ فتاوے کبرے مین ہے۔ اور اگر حمام سے باہر ایسی جگہ جہان لوگون کا دھوون
نہین ہوتا ہے قرآن مجید پڑھا جیسے حامی کے بیٹھنے کی جگہ مین یا ثیابی یعنے کپڑون کے نگاہبان کی جگہ مین
بیٹھ کر پڑھا تو ہمارے علماء نے اسمین اختلاف کیا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہے اور
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسمین کوئی صریح
روایت نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور حمام مین قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ موضع نجاست ہے اور بیت الخلاء
مین بھی نہ پڑھے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور پیخانہ و غسلخانہ و حمام مین قرآن مجید نہ پڑھے لیکن اگر ایک ایک حرف

توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ بھی مکروہ ہے مگر اول اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور طواف کعبہ کی حالت میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے یہ ملتقط میں ہے - اور جو لوگ کاموں میں مشغول ہوں اُنکے پاس جہر سے قرآن نہ پڑھے اور قرآن کی تعظیم و حرمت میں سے یہ ہے کہ بازار میں اور جہاں لغو ہوتا ہو وہاں قرآن مجید نہ پڑھے یہ قنیہ میں ہے - اور اگر مجلسوں میں دنیا کی طمع سے پڑھا تو پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اللہ تعالےٰ کے واسطے پڑھا تو نہیں مکروہ ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے کہ جب کہیں جمع ہوتے تھے تو انہوں میں سے کسی سے کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے یہ غرائب میں ہے - چند لوگ مصاحف سے دیکھ دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے یا ایک ہی شخص ایسا کرتا تھا کہ اتنے میں بزرگ واشراف آدمیوں میں سے کوئی آیا پس قاری اُسکے واسطے کھڑا ہو گیا تو مشائخ رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اگر عالم آیا یا قاری کا باپ یا اُسکا اُستاد جس نے اُسکو علم پڑھایا ہے آیا تو اس کے واسطے قاری کا کھڑا ہو جانا جائز ہے اور اُنکے سوائے اگر کوئی ہو تو اُسکے واسطے نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اگر اُس نے اپنا بازو زمین پر رکھکر قرآن پڑھا تو کچھ ڈر نہیں ہے ولیکن چاہیے کہ ایسی حالت میں اپنے دونوں پاؤں اپنی طرف کھینچکر ملالے یہ محیط میں ہے - اور اگر کروٹ سے لیٹے لیٹے قرأت کی تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ سر کو اُس کپڑے سے جو اوڑھے ہوئے ہے نکال لے ورنہ نہیں یہ قنیہ میں ہے - اور از بر سے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر مصحف سے دیکھکر پڑھنا مستحب ہے اسواسطے کہ اسبلع محدثات میں سے ہیں یہ محیط میں ہے - نماز سے باہر قرآن پڑھنا جہر سے افضل ہے اور فریضہ نمازوں کے بعد مہمات کے واسطے فاتحہ یعنے سورۂ الحمد آواز سے یا چپکے سے پڑھنا جماعت کے ساتھ مکروہ ہے - مگر قاضی بدیع الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور قاضی جلال الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر فریضہ کے بعد نماز سنت ہو تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور قل یا ایہا الکافرون پوری سورت جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے یہ محیط میں ہے چند لوگ جمع ہو کر آواز سے دعا کے واسطے سورۂ الحمد پڑھتے ہیں تو عادۃً منع نہ کیے جاوینگے ولیکن یہ اولےٰ ہے کہ چپکے پڑھی جاوے خجندی میں ہے کہ ایک امام کی عادت ہے کہ ہر روز صبح کو جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ و شہد اللہ و اسکے مثل آیات جہر سے پڑھتا ہے تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے - مگر چپکے پڑھنا افضل ہے یہ قنیہ میں ہے - عیون میں ہے کہ اگر کسی جنب نے بطور دعا کے سورۂ فاتحہ پڑھی تو کچھ ڈر نہیں ہے اور غایۃ البیان میں ذکر کیا کہ یہی مختار ہے ولیکن شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اسپر فتوی نہیں دیتا ہوں اگرچہ امام اعظم رح سے مروی ہے اور مثل سورۂ فاتحہ میں یہی قول ظاہر ہے یہ بحر الرائق کی کتاب الطہارۃ میں ہے مصحف سے

---

[۱] جیسے پنج سورہ وغیرہ ۱۲ منہ [۲] یعنی آمن الرسول بما انزل الیہ الآیۃ تمام ختم تک ۱۲ منہ [۳] سورۂ فاتحہ یعنے قرآن میں سے جو دعا و ثنا ہو ۱۲ [۴] شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ الایۃ آخر تک ۱۲ منہ

دیکھکر قرآن مجید پڑھنا بہ نسبت حفظ پڑھنے کے ادب ہے۔ اگر کسی نے قرآن حفظ کیا پھر بھول گیا تو گنہگار ہوگا اور بھول جانے کی تفسیر یہ ہے کہ مصحف سے دیکھکر نہ پڑھ سکے۔ اور اگر اُسکے پاس پارہ کلام مجید ودیعت رکھا گیا ہو تو اُسمین سے تلاوت کرنا نہ چاہیے اور غصب کیے ہوے پارہ سے بالاجماع تلاوت جائز نہیں ہے۔ اور مستعار پارہ سے اگر بالغ آدمی نے اپنی ملک مستعار دیا ہو تو اس سے تلاوت کرنا جائز ہے اور اگر نابالغ کا ہو تو ایسا نہ چاہیے یہ غرائب مین ہے ایک شخص ایک روز مین پورا کلام اللہ پڑھتا ہے اور دوسرا شخص ایک روز مین پانچہزار دفعہ[1] سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتا ہے پس اگر کلام اللہ تعالی پڑھ سکتا ہے تو کلام اللہ تعالی کی تلاوت کرنا افضل ہے یہ محیط مین ہے۔ اچھی تلاوت یہ ہے کہ قرآن کے معنی مین تدبیر کرے یعنے خوب سوچے و سمجھے جیسے[2] کہ بعضون نے فرمایا کہ ایک روز مین قرآن ختم کرنا مکروہ ہے اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم مین ختم نہ کرے اور قراءت وہ پڑھے[3] جسپر اجماع ہے کذا فی القنیہ اور حافظ قرآن کے واسطے مندوب ہے کہ ہر چالیس روز مین ختم کرے ہر روز ایک حزب و تہائی حزب پڑھا کرے یا اس سے کم پڑھے۔ یہ تبیین مسائل شتے مین ہے۔ جسنے سال مین ایک مرتبہ بھی قرآن ختم کر لیا وہ چھوڑ دینے والا نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور مستحب ہے کہ گرمیون مین چڑھتے دن مین ختم کرے اور جاڑون مین شروع رات مین ختم کرے یہ سراجیہ مین ہے اور ختم کے بعد تین بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کو بعضے مشائخ نے مستحسن نہین جانا ہے اور اکثر مشائخ نے اسکو مستحسن جانا ہے تاکہ اگر بعض کی قراءت مین کمی ہو گئی ہو تو پوری ہو جاوے لیکن اگر فریضہ نماز مین قرآن ختم کیا تو ایک بار سے زیادہ نہ پڑھے یہ غرائب مین ہے۔ اور ختم قرآن کے وقت لوگون کے جہر سے قل ہو اللہ احد مجتمع ہو کر پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سنین تو یہ اولے ہے یہ قنیہ مین ہے اور قرآن کے ختم کے وقت یہ مستحب ہے کہ اپنے اہل اولاد کو جمع کرے اور اُنکے واسطے دعا کرے یہ ینابیع مین ہے۔ اور یہ مکروہ ہے کہ لوگ ایکبارگی آواز سے قرآن کی تلاوت کرین کیونکہ قراءت قرآن کا سُننا اور اُس دم خاموش رہنا کہ جنکا حکم کیا گیا ہے دونون کا ترک کرنا لازم آتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور ترجیع سے قرآن پڑھنا بعض نے کہا کہ مکروہ نہین ہے اور اکثر مشائخ نے کہا کہ مکروہ ہے حلال نہین ہے اسواسطے کہ اسمین فاسقون کی فسق کے فعل سے مشابہت ہے۔ اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ ترجیع جسمین ایسا اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد لحن ہے یعنے گانا کیونکہ لحن بلا خلاف حرام ہے پس اگر کسی شخص نے لحن کے ساتھ قراءت کی اور دوسرے نے اسکو سُنا پس اگر جانتا ہے کہ تلقین صواب سے اُسکو وحشت نہو گی تو اُسکو راہ صواب تلقین کرے اور اگر جانتا ہے کہ وحشت ہوگی تو اُسکو تلقین نہ کرنے کی گنجائش ہے اسواسطے کہ حسب امر معروف کے ضمن مین فعل منکر پیدا ہوتا ہو اسکا وجوب ساقط ہو جاتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر نماز سے باہر کسی نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھا پس اگر

[1] یعنے پانچہزار بار قل ہو اللہ پڑھنے سے ایک کلام اللہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہو ۱۲ منہ

[2] یعنے تلاوت مین ۱۲ [3] یعنے اسیوجہ سے ۱۲ [4] یعنے قراءت شاذ نہ پڑھے ۱۲

کلمہ کو متغیر کیا اور بجاے وقف کے وصل و وصل کے وقف کیا تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے
اور جولاہہ و موزہ دوز وغیرہ اہل حرفہ کو حالت کام میں قرآن کی تلاوت جائز ہے بشرطیکہ اسکا کام اُسکے
قلب کو قرآن سے اپنی طرف مشغول نہ کرے ورنہ نہیں۔ اور اگر مکتب میں ایک قاری ہو کہ پڑھ رہا ہو۔ تو
جو لوگ راہ سے گذرتے ہیں اُنپر سننا واجب ہوگا اور اگر زیادہ ہوں اور سماعت میں خلل پڑتا ہو تو گذرنیوالوں
پر سُننا واجب نہوگا۔ ایک لڑکا گھر میں پڑھ رہا ہے اور اُس کے اہل کام کاج میں مشغول ہیں تو سُننا ترک
کرنے میں معذور ہونگے بشرطیکہ اُنھوں نے اسکی قرأت سے پہلے کام شروع کر دیا ہو ورنہ نہیں
اور فقہ کی قرأت کا قرأت قرآن مجید کے وقت بھی یہی حکم ہے۔ ایک مدرس مسجد میں درس دیتا ہے اور ایک
قاری مسجد میں قرآن پڑھتا ہے کہ اگر مدرس پڑھانے سے رُکے تو اسکی تلاوت کو سُن سکتا ہے تو مدرس مذکور ترک
سماع میں معذور ہوگا اور قرآن کے وقت صعق مکروہ ہے کہ یہ ریا ہے جو شیطانی فعل ہے اور صحابہؓ و تابعین سلف
صالحین نے قرأت قرآن کے وقت صعق[1] و زعق و صیاح سے ممانعت کرنے میں تشدد کیا ہے یہ قنیہ
میں ہے۔ اور محدث نے اگر قرآن مجید کے اوراق قلم یا چھری سے لوٹ کر تلاوت کی تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ
غرائب میں ہے۔ اور اسمعیل متکلم نے کہا کہ نابالغ لڑکے سے یہ کہنا کہ یہ مصحف میرے پاس اُٹھا لا جائز ہے یہ قنیہ
میں ہے۔ فتاوے میں ہے کہ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقیہ ہے اُسکو قرآن کی تلاوت کرنا افضل
ہے یا فقہ پڑھانا تو فرمایا کہ ابو مطیع سے منقول ہے کہ ابو مطیع نے کہا کہ ہمارے اصحابؒ کی کتابوں کو بغیر سماع
کے فقط دیکھنا رات کے قیام سے افضل ہے یہ خلاصہ میں ہے اقول فی الثبوت الروایۃ تامل لبعدہ عن ابی مطیع
ان یقول مثل ہذا و کانہ شبہ لاشئی فاستفہم[2] ایک شخص فقہ کی تکرار کرتا ہے اور دوسرا قرآن کی قرأت کرتا ہے تو سُننا
واجب نہیں ہے۔ بقالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مسجد میں وعظ ہوتا ہے اور قرأۃ قرآن ہے تو وعظ سُننا اولےٰ ہے
یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص فقہ لکھتا ہے اُسکے پہلو میں دوسرا شخص قرآن پڑھنے لگا کہ لکھنے والا اُسکو سُن نہیں سکتا
تو گناہ اس قاری پر ہوگا اور کاتب پر کچھ نہوگا علیٰ ہذا اگر رات کو چھت پر آواز سے پڑھا تو گنہگار ہوگا یہ غرائب
میں ہے۔ ایک شخص اپنا قرآن وغیرہ کا ورد تمام کرنے کے وقت یوں کہتا ہے واللہ اعلم۔ یا۔ وصلی اللہ
علی محمد وآلہ آگاہ کرنے کے واسطے کہ ورد ختم ہو گیا ہے تو مکروہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص قرآن
پڑھنا چاہتا ہے مگر خوف کرتا ہے کہ میرے دل میں ریا نہ آجاوے تو اس خوف کی وجہ سے قرأت کو ترک
نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اس طرح دعا میں کہنا کہ اللّٰھم انی سالک بمعقد العز من عرشک مکروہ ہے اور
یوں دعا کرنے میں دو عبارتیں ہیں ایک معقد العز دوسرے مقعد العز پس پہلا لفظ عقد سے ماخوذ ہے اور
دوسرا قعود سے پس دوسرے کے مکروہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان سے

[1] صعق آواز بیہوشی اور زعق بلند آواز میں مخلوط اور صیاح فقط چلانا آہ و زاری وغیرہ سے ۱۲ [2] اقول یعنے
ابو مطیع رح سے یہ کلام بعید ہے تو روایت کے ثبوت میں تامل ہے ۱۲

مستحب ہے اور اسی طرح اول بھی مکروہ ہے مگر امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار[1] کیا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے کہ اللھم انی اسالک بمقعد العز من عرشک مگر احوط یہی ہے کہ منع کیا جاوے اسواسطے کہ یہ خبر واحد معارض القطعی ہے اور اگر اپنی دعا میں بحق فلان یا بحق انبیائک یا اولیائک یا بحق رسلک یا بحق بیت اللہ یا بحق مشعر الحرام کہے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے کذا فی التبیین۔ اور یہ جائز ہے کہ یون کہے کہ بدعوۃ انبیائک[2] کذا فی الخلاصۃ اور دعاے ماذون وماثور وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے مستفاد ہے قال اللہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا یہ محیط میں ہے اور دعا کرنے میں یہ افضل ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلاوے اور دونوں کے درمیان جگہ کشادہ رکھے اگرچہ بہت قلیل ہو اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھے اور اگر عذر یا سخت سردی کے وقت فقط کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا تو دونوں ہتھیلیاں پھیلانے کے قائم مقام ہے اور مستحب ہے کہ دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سینے کے مقابل رکھے یہ قنیہ میں ہے اور دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھوں کو منھ پر مل لینا بعض مشائخ نے کہا کہ کچھ نہیں ہے اور بہت مشائخ نے اسکو معتبر رکھا ہے اور یہی اصح ہے یون ہی خبر میں وارد ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور ابن ابی عمران رض سے منقول ہے کہ فرماتے تھے کہ استغفر اللہ واتوب الیہ کہنا مکروہ ہے لیکن یون کہے کہ استغفر اللہ واسالہ التوبۃ اور طحاوی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ماہ رمضان میں ختم قرآن کے وقت[3] دعا مکروہ ہے لیکن ایسی چیز ہے کہ اسپر فتوے نہ دیا جائیگا کذا فی خزانۃ الفتاوے جماعت کے ساتھ قرآن ختم ہونے کے وقت[4] دعا مکروہ ہے اسواسطے کہ اس طرح دعا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔ مصلی کو نہ چاہیے کہ جو دعا اُسکے دل میں آتی جاوے اُسکو مانگے بلکہ یہ چاہیے کہ نماز میں دعا مانگنے کے واسطے کوئی دعا یاد کرے اور نماز کے سواے حالت میں جو دعا دل میں آتی جاوے وہ دعا کرے اور کوئی دعا یاد نہ رکھے اسواسطے کہ دعا یاد کر لینے سے قلب کی رقت جاتی رہتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم تو ایسا کرے تو عمرو پر شرعاً یہ فعل کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ یہ فعل کر دینا اولے ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ بحق اللہ تعالیٰ یا بحق محمد علیہ السلام تو مجھے یہ دیدے تو شرعاً اُسپر دیدینا واجب نہیں ہے مگر بنظر مروت نہایت بہتر ہے کہ اُسکو دیدے اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ دعا چار طرح کی ہے دعاے رغبت و دعاے رہبت و دعاے تضرع و دعاے خفیہ پس دعاے رغبت میں اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور دعاے رہبت میں اپنی ہتھیلیوں کی پشت اپنے منھ کی طرف رکھے اور دعاے تضرع میں چھنگلیا اور اُسکے پاس کی انگلی بند کر لے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے سرے ملا کر حلقہ بناوے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اور دعاے خفیہ وہ ہے کہ

---

[1] اختیار الخ اسی کو بحر الرائق میں قوی کہا اور مقدسہ عین الہدایہ میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے ۱۲ [2] یعنے حدیث و آثار ۱۲ منہ

[3] ایضاً اپنے نبی کی دعوت سے ۱۲ [4] یعنے تراویح میں واللہ اعلم ۱۲ [5] یعنے رمضان میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

جو آدمی اپنے دل میں دعا کرتا ہی یہ مجموع الفتاوے میں حاکم شہید کی مختصر کی شرح سرخسی سے منقول ہی - اگر
کسی نے دعا کی حالانکہ اُسکا قلب بھولا ہوا ہی تو اگر وہ رقت قلب کے ساتھ دعا کرے تو افضل ہی - اور اسیطرح
اگر بدون غفلت دل کے دعا نہ کر سکتا ہو تو بھی ترک دعا سے دعا کرنا افضل ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی
اگر کوئی امام اس غرض سے کہ اُسکے ساتھ کی قوم سیکھ جاوے دعاے ماثورہ کے ساتھ بلند آواز سے دعا کرتا
ہی تو کچھ ڈر نہیں ہی اور جب وہ لوگ سیکھ جاویں تو اسوقت قوم کا جہر کرنا بدعت ہوگا یہ وجیز کردری میں ہی - اگر
کسی واعظ نے منبر پر کسی دعاے ماثورہ کے ساتھ دعا کی اور قوم کے لوگ بھی اُسکے ساتھ یہی دعا کرتے ہیں
پس اگر قوم کی تعلیم کے واسطے ایسا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہی اور اگر اس غرض سے نہو تو مکروہ ہی یہ ذخیرہ میں ہی
آواز سے تکبیر کہنا سواے ایام تشریق کے کسی ایام میں مسنون نہیں لیکن بمقابلہ دشمنوں و چوروں کے مشروع ہی اور
بعضے مشائخ نے آتش زدگی اور تمام مخاوف کو انھیں دونوں پر قیاس کیا ہی یہ قنیہ میں ہی فقیہ ابو جعفر سے دریافت
کیا گیا کہ ایک قوم نے اپنا ورد پڑھکر اسکے بعد آواز سے تکبیر کہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انھوں نے اس
تکبیر سے اداے شکر کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہی اور فرمایا کہ اگر نماز تمام ہوتے ہی معاً اُسکے بعد تکبیر کہی تو مکروہ ہی اور
یہ بدعت ہی - اور اگر رباطات میں تکبیر کہی تو مکروہ نہیں ہی بشرطیکہ اس سے اظہار قوت مقصود ہو اور یہ مقام
خوف کی جگہ ہو - اور اگر رباطات کی مسجدون میں تکبیر کہی اور یہ جگہ خوفناک نہیں ہی تو مکروہ ہی اور فقیہ ابو جعفر نے
فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالی سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا
گیا کہ ایام تشریق میں آواز سے بازار میں تکبیر کہنا کیسا ہی تو فرمایا کہ یہ جولاہون کی تکبیر ہی - اور امام ابو یوسف
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جائز ہی اور فقیہ کہتے ہیں کہ میں بھی لوگون کو اس سے منع نہیں کرتا ہوں یہ محیط میں ہی اللہ
تعالی کے واسطے وعظ کہنے کی نیت سے اگر بیٹھے تو کچھ ڈر نہیں ہی یہ وجیز کردری میں ہی - واعظ نے اگر
مجلس وعظ میں اپنے واسطے لوگون سے کچھ سوال کیا تو اُسکو یہ حلال نہیں ہی اسواسطے کہ اُسنے علم سے دنیا
حاصل کی یہ تاتارخانیہ میں خلاصہ سے منقول ہی - اور قرآن و وعظ سُننے کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہی اور
جو لوگ وجد و محبت کا دعوی کرکے ایسا کرتے ہیں اُسکی کچھ اصل نہیں ہی اور صوفی لوگ آواز بلند کرنے سے
اور کپڑے پھاڑنے سے منع کیے جاوینگے یہ سراجیہ میں ہی - اگر کافر نے دعا کی تو اُسکی دعا کی نسبت کیا یہ
کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی اسکی دعا قبول کرے یا نہیں تو فتاوی اہل سمرقند میں اس بارے میں مشائخ
کا اختلاف مذکور ہی کہ بعض نے جنمیں سے ابو الحسن رستغفنی بھی ہیں فرمایا کہ نہیں جائز ہی اور بعضے مشائخ جن میں سے
ابو القاسم حاکم و ابو نصر الدبوسی ہیں فرمایا کہ جائز ہی اور صدر الشہید نے کہا کہ یہی صحیح ہی یہ محیط میں ہی اجناس
میں امام رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جنون کے لیے ثواب نہیں ہی یہ وجیز کردری میں ہی اور اگر میت پر نماز کے واسطے

ف ملک اسلام کی سرحد جو ملک کفار سے ملحق ہو اور وہان جہان دونون کے گھوڑے بندھیں وہ رباطات ہی ۱۲ ف آگ لگنے اور اسکے
مانند خوفناک چیزین ۱۲ ف یعنی اگر لوگ ایسا کرینگے تو منع کیے جاوینگے ۱۲ مت

لوگ مجتمع ہوگئے ہیں پھر اُسوقت ایک شخص کھڑا ہو کہ میت کے حق میں دعا کرے اور اپنی آواز بلند کرے تو یہ مکروہ ہے اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جنازہ پر حالت موجودہ کے موافق باتیں کرنے میں جو میت کی تعریف میں حد سے زیادہ افراط کرتے تھے ویسا کرنا مکروہ ہے اور میت کی تعریف مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ مکروہ ہے کہ اسکی تعریف میں حد سے تجاوز کر کے ایسی باتیں بیان کی جاویں جو اُس میں نہ تھیں یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے میت کی طرف سے صدقہ دیا اور اُس کے حق میں دعا کی تو جائز ہے اور میت کو اُسکا ثواب پہونچے گا یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔

پانچواں باب مسجد و قبلہ و مصحف مجید و جس میں قرآن مجید لکھا ہو جیسے درم وکاغذ یا اللہ تعالی کا نام لکھا ہو ان سب کے آداب کے بیان میں مسجد کو گچ و ساج سے اور سونے کے پانی سے منقوش کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر یہ مال فقیروں کی حوائج میں صرف کرنا اس سے افضل ہے کذا فے السراجیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المضمرات و المحیط اور مسجد میں گچ کاری کرنا اچھا ہے کیونکہ اس میں عمارت مسجد کی مضبوطی ہے۔ کذا فی الاختیار شرح المختار اور ہمارے بعض مشائخ نے محراب و دیوار قبلہ کو منقش کرنے کو مکروہ جانتا ہے کیونکہ یہ امر مصلی کے دل کو اپنی طرف مشغول کریگا اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر میں ذکر کیا کہ دیوار ان کو منقش کرنا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مکروہ ہے اور چھت میں قلیل نقش کی اجازت ہے مگر کثیر مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر نقش کی غرض سے سپیدی پر سیاہی پھیرے یا سیاہی پر سپیدی تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اپنے مال سے ہو اور اگر مال وقف سے ایسا کیا تو مستحسن نہیں کیونکہ یہ تضییع مال ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور مسجد میں ایسی مٹی کہگل کرنا جو نجس پانی سے تر کی گئی ہو مکروہ ہے بخلاف اسکے اگر مٹی میں گوبر ڈالا گیا ہو تو ایسا نہیں ہے بوجہ اسکے کہ اسمیں ضرورت خاص ہے یعنے اس سے جو مطلب نکلتا ہے وہ دوسری چیز سے نہیں حاصل ہو سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اپنے گھر کی چھت میں سونے و چاندی کے لگانے میں کچھ ڈر نہیں اور مسجد میں اپنے مال سے چاندی کے پانی سے نقش کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور خواب وغیرہ کی حالت میں عمداً قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے اسی طرح کتب شریعت کی طرف پاؤں پھیلانا بھی مکروہ ہے اسی طرح اپنی عورت سے جماع کرتے وقت ایسا کرنا بھی مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر قبلہ بجانب متوضی ہو تو مکروہ ہے یعنی مسجد کے قبلہ رُخ آنکھوں کے سامنے وہ جگہ ہو جہاں وضو کا پانی مجتمع ہوتا ہے کذا فی السراجیہ امام محمد نے فرمایا کہ قبلہ مسجد اگر بجانب مخرج و حمام و قبر ہو تو میں مکروہ جانتا ہوں اور یہ جو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں قبلہ مسجد کا حمام کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں اسکے معنی میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ امام محمد رح کی مراد دیوار حمام نہیں ہے بلکہ مراد مجمم ہے یعنے وہ جگہ جس میں گرم پانی ریختہ ہوتا ہے اور اگر دیوار حمام کی طرف نماز پڑھی تو استقبال نجاسات نہیں ہوتا ہے بلکہ تپھر یا مٹی جس کی دیوار ہے وہ

ف ایک قسم کا پتھر ہے و ظاہر سا کھو مراد ہے مگر اول مناسب تر ۱۲ منہ ف یعنے قبلہ رُخ ہونا ۱۲

سامنے ہوتی ہو اسی طرح جو امام محمد رہ نے فرمایا کہ مخرج کیطرف قبلۂ مسجد ہونا مکروہ جانتا ہون اسمین بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ نفس مخرج مراد ہو اور بعضون نے کہا کہ دیوار مراد ہو اور یہ سب اس صورت مین ہو کہ جب مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین کوئی دیوار یا سترہ نہو اور اگر ہوگا تو مکروہ نہین ہو دیوار فاصل ہو جائیگی پھر اگر مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین سترہ نہو تو ان چیزون کو سامنے کرکے نماز پڑھنا فقط جماعت کی مسجدون مین مکروہ ہو اور گھرون کی مسجدون مین مکروہ نہین ہو یہ محیط مین ہو قال المترجم گھر کی مسجد سے یہ مراد ہو کہ نیک لوگ اپنے اپنے گھرون کو قبرستان نہین بناتے بلکہ نوافل ادا کرنے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر لیتے ہین کہ اسکو پاک صاف رکھتے ہین مگر اسکو مسجد جماعت کا حکم حاصل نہین ہوتا ہی یعنے اسمین نماز پڑھنے سے پچیس یا ستائیس رکعت کا ثواب ملے یا اسمین جنابت کے ساتھ داخل نہو سکے وغیر ذلک کذا صرح بہ بلا خلاف فاحفظہ اور ہمارے مشائخ نے اس بات کو مکروہ جانا ہو کہ کوئی مرد یا عورت اپنے مقام پیشاب کو سورج یا چاند کے سامنے کرے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ قبلہ کی طرف نشانہ رکھکر تیر اندازی کرنا مکروہ ہو یہ سراجیہ مین ہو اگر مصلاے عید وجنائز مین تیر اندازی کے واسطے کوئی نشانہ بنایا جائے تو جائز ہو یہ قنیہ مین ہو ہر مسلمان کے واسطے مندوب ہو کہ اپنے گھر مین ایسی جگہ بنالے جس مین نماز پڑھا کرے مگر اس جگہ کو علی الاطلاق حکم مسجد حاصل نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ اسکی ملک مین باقی رہتی ہو یہ محیط مین ہو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین غصب کرکے اسکو مسجد یا حمام یا دوکان بنایا تو اوس مسجد مین نماز کیواسطے یا حمام مین نہانے کے واسطے یا دوکان مین خریدنے کے واسطے جانے مین کچھ ڈر نہین ہو مگر حمام یا دوکان کو اجارہ پر لینا جائز نہین قال المترجم صحیح بعض نے کہا کہ مسجد بھی مالک کو اختیار ہو کہ زمین کو لے کر اپنی ملک مین داخل کرے یعنے مسجد کا حکم نہ رہے والترجیح بالنظائر اور اگر کسی کا دار غصب کرکے اسکو مسجد بنایا تو کسی شخص کو اسمین نماز کے واسطے جانا اور نماز پڑھنا روا نہین ہو اور اگر اسکو مسجد جامع بنایا تو اسمین جمعہ نہ پڑھا جائیگا اور اگر اسکو راستہ بنایا تو کسی کو اس راہ سے گذرنا جائز نہین ہو یہ مضمرات مین ہو۔ ایک شخص نے جنگل مین ایسی جگہ مسجد بنائی کہ جہان کوئی نہین رہتا ہو اور مسافر بھی کبھی کوئی بہت کم اتفاقاً گذرتا ہو تو وہ مسجد نہو جائیگی کیونکہ اوس کے مسجد ہو جانے کی کوئی ضرورت نہین ہو یہ غرائب مین ہو قال المترجم فیہ نظر اگر دار وقف مین سے مسجد مین جانیکا دروازہ ہو تو امام کو اس دروازہ مین سے ہوکر مسجد مین جانے مین کچھ ڈر نہین ہو یہ قنیہ مین ہو اور جو حجرہ مسجد کے واسطے وقف ہو اوس مین موذن کو رہنا جائز ہو یہ غرائب مین ہو۔ ایک مدرس مسجد مین درس دیتا ہو اسکا گھر دیوار مسجد سے متصل ہو خواہ یہ گھر مدرس کی ملک ہو یا کرایہ پر ہو پس آیا مدرس کو اختیار ہو کہ دیوار مسجد توڑ کر اپنے مال سے دروازہ خرید کر اسمین لگادے کہ مسجد کیطرف آمد ورفت کا دروازہ ہو جائے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکو

ف اس زمانے مین کوئی جگہ مقرر نہین رہی ہو جیسا کہ تیر اندازی سیکھنا ہندوستان سے معدوم ہو قال المترجم بندوق کا نشانہ سیکھنے کے واسطے بنانا بھی اسیپر ہو کہ مثل تیر کے جائز ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ ع جہان جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے ۱۲

یہ اختیار نہیں ہے اگرچہ اُسنے یہ کہدیا ہو کہ اگر دیوار مسجد میں کوئی نقصان ہوگا تو میں اُسکا ضامن ہوں یہ جواہر اخلاطی
میں ہے مسجد میں درس دینا جائز ہے اگرچہ اُسمیں یہ لازم آتا ہے کہ جو بوریا و فرش مسجد کے واسطے وقف ہے وہ مستعمل ہوتا ہے
یہ قنیہ میں ہے شیخ خجندی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نگاہبان مسجد فنائے مسجد لوگوں کی تجارت کیواسطے
مباح کرتا ہے پس آیا اُسکو اس طرح مباح کرنے کا اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اسمیں مسجد کے واسطے کوئی مصلحت ہو تو
انشاء اللہ تعالیٰ اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے[1] پھر شیخ موصوف رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مذکور نے فنائے مسجد
میں تخت رکھے اور اُنکو لوگوں کو اجارہ پر دیا کہ اُنپر بیٹھکر تجارت کریں اور اس مسجد کی فنا کو اُنکے واسطے مباح کردی
پس آیا اسکو یہ اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اسمیں مصلحت مسجد ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ رہگذر عوام مسلمین نہو اور شیخ رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ آیا فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو اُسکی دیوار کے سامنے ہے یا فقط اُسکے دروازہ کا ظلہ[2] ہے تو فرمایا کہ ظلہ
مسجد کے سایہ میں جو جگہ ہے وہی فنائے مسجد ہے بشرطیکہ عام مسلمانوں کی گذرگاہ نہو شیخ رحمہ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ اگر متولی مسجد نے فنائے مسجد میں کرسی و تخت رکھے اور لوگوں کو اجارہ پر دیدیئے تاکہ لوگ ان پر تجارت کریں اور
یہ کرایہ اپنی ذات پر صرف کیا یا امام مسجد کے واسطے دیا پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے فرمایا کہ نہیں مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے
ہیں کہ ہمارے نزدیک اُسکو اختیار ہے کہ کرایہ جہاں چاہے خرچ کرے کذا فی التاتارخانیہ نقلا عن التتمہ
قال المترجم المختار عندی ما قال شمس الائمۃ الخجندی صلوٰۃ الاثر میں ہے کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا
کہ ایک مسجد کے واسطے ایک دوکان لی گئی حالانکہ مسجد اور اس دوکان میں فاصلہ ہے بیچ میں راستہ ہے اور
اسواسطے یہ دوکان لی گئی کہ گرمیوں میں اس دوکان میں نماز پڑھی جاوے پس آیا اس دوکان میں نماز پڑھنے سے
بھی اتنے گونہ ثواب ہوگا جتنے گونہ مسجد میں پڑھنے سے ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں کذا فی الذخیرہ اہل محلہ نے
مسجد کو تقسیم کرلیا اور بیچ میں دیوار بنالی اور ہر گروہ نے علیحدہ اپنا امام مقرر کرلیا مگر موذن دونوں کا ایک ہی رہا
تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ ہر گروہ کا موذن بھی الگ الگ ہو اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ جس طرح یہ
جائز ہے کہ محلے والے ایک مسجد کو دو مسجدیں کرلیں اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اقامت جماعت کیواسطے دو مسجدوں کو
ایک کرلیں مگر وعظ و درس کے واسطے ایسا نہیں کرسکتے ہیں اگرچہ وعظ و درس مسجد میں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے
شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک دوکان ایک امام مسجد کیواسطے وقف کی گئی ہے وہ امام تین مہینے
تک غائب رہا اور اپنی طرف سے ایک خلیفہ کر گیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا پھر آیا تو جتنی مدت تک غائب
رہا ہے اتنی مدت کا کرایہ دوکان اُسکو لینا جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ اگر اُسنے یا اسکے آدمی نے اُسکی اجازت سے
دوکان مذکور کرایہ پر دی ہو تو کرایہ وصول کرلے سکتا ہے مگر اُسکو صدقہ کردے یہ تاتارخانیہ میں فتاوے سے
نقل ہے۔ امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی معتکف کو فصد و حجامت[3] کی حاجت ہوئی پس آیا وہ مسجد سے
باہر آوے فرمایا کہ نہیں اور دلالی میں ہے کہ جو شخص مسجد میں آہستہ سے یاد تا ہے اُسکے بارے میں اختلاف ہے بعضوں

[1] مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک مختار قول شیخ امام خجندی ہے ١٢ [2] سائبان [3] حجامت پچھنے لگانا ١٢ منہ ... قول دری دواجم وعنبرہ ١٢

نے فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہیں ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ مسجد میں نہ پاوے بلکہ جب ضرورت ہو تو باہر آ جاوے اور یہی اصح ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور محدث کو مسجد کے اندر جانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی اصح القولین ہے اور جو شخص معتکف نہو اُسکے واسطے مسجد میں سونا و کھانا مکروہ ہے لیکن جب ایسا کرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرکے اسمیں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے جتنا چاہے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے وہ کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور مسافر و صاحب دار کو روا ہے کہ مسجد میں سوئے اور یہی مذہب صحیح ہے قال المترجم وہو الاوفق بالحدیث یعنے جسکا گھر موجود ہو وہ بھی مسجد میں خواب کر سکتا ہے وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یفعل ذلک کما فی صحیح البخاری اور حسن یہ ہے کہ تورع و پرہیزگاری اختیار کرے یعنے ایسا نہ کرے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ مسجد میں جو سوکھی گھاس مجتمع ہو اُس سے پاؤں رگڑ لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلوٰۃ میں ذکر فرمایا کہ جو ہمارے زمانے میں لوگ مسجدوں میں ہرا دہی ڈال رکھتے ہیں اور اس سے قدم رگڑ لیتے ہیں یہ اماموں کے نزدیک مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ محراب کے اندر جو جگہ ہے وہ مسجد کے حکم میں ہے یہ غرائب میں ہے۔ اگر مسجد میں ابابیل یا چمگادڑ کے گھونسلے ہوں کہ یہ جانور مسجد میں پلیدی بیٹ گراتے ہوں تو روا ہے کہ انکے گھونسلے مع انکے بچوں کے نکال کر پھینک دے یہ ملتقط میں ہے قال المترجم اصل کتاب میں عش کا لفظ مذکور ہے اور وہ ایسے گھونسلے کو کہتے ہیں جو لکڑیاں جمع کرکے شاخ درخت پر لگاتا ہے دنیا میں یہ حکم ایسے گھونسلے سے متعلق ہوگا جو مسجد میں کسی درخت پر ہو مگر ابابیل و چمگادڑ اس طرح گھونسلا نہیں لگاتا ہے پس ظاہر اوکر یعنے سوراخ دیوار وغیرہ کا گھونسلا مراد ہے پس کچھ اشکال نہیں ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں جانوروں کی بیٹ نجس غلیظ ہے ولکن فیہ وفیما ذکر من الحکم نظر فلیرجع الی المعتبرات اور صلوٰۃ جلالی میں مذکور ہے کہ مسجد میں راستہ نہ بنائے باین طور کہ مسجد کے دو دروازے ہوں ایک دروازے سے گھسکر دوسری طرف دروازے سے نکل جاوے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور جوتا پہنے ہوئے مسجد میں جانا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور خاک مسجد کی کچھ حرمت نہیں ہے بلکہ مجتمع ہو اور اُسکی حرمت ہے جبکہ بچھی ہوئی ہو یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص کو راہ میں سخت سردی پہونچی پس وہ مسجد میں داخل ہوا جس میں غیر کی لکڑیاں رکھی ہوئی ہیں اور یہ شخص سرمازدہ اگر آگ جلا کر نہیں تاپتا ہے تو مرا جاتا ہے تو غیر شخص کی لکڑیاں جلانے سے مسجد کی لکڑیاں جلانا اولیٰ ہے۔ اور عام فتنہ میں خوف کی وجہ سے اناج و دیگر اثاث البیت کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص جامع مسجد میں تعویذ فروخت کرتا ہے اور ان تعویذوں میں

۱؎ صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ حکم معتکف وغیرہ سب کے واسطے ہے یا غیر معتکف کے واسطے مگر سیاق اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سب کے واسطے ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ ۲؎ قال المترجم ہرا دہی نرکل کی چٹائی نما بناتے ہیں قال فی دیوان الادب ہرادی جمع ہردیہ وہما تقصبات تضم ملویۃ بطاقات من الکرم فترسل علیہا قضبان الکرم انتہی کذا ذکرہ العینی وفی الصحاح بالحاء المہملۃ وقال رنۃ ... وذکر فی المغرب عن اللیث ولا یقال ہردی ویقال لہ بالفارسیۃ ... ہکذا فی العنایۃ ۱۲ منہ ۳؎ مجتمع یعنے جھاڑ کر جمع کر دیا تو حرمت نہیں اور جب تک بچھی یعنی فرش ہے محترم ہے ۱۲ ۴؎ سیدین اشارہ ہے کہ ایسی حالت میں غیر کی لکڑیاں جلانا بھی جائز ہے لیکن تاوان دیدے ۱۲ منہ ۵؎ یعنے جو تمام میں پھیل رہا ہو مثلاً قتال وغیرہ ۱۲ منہ

توریت و انجیل و قرآن لکھتا ہی اور کہتا ہی کہ مجھے مال ہدیہ دے دو اور تعویذ لے لو تو اُسکو حلال نہین ہی
یہ کبرے مین ہی اور دنیا کا ہر کام مسجد مین مکروہ ہی اور اگر معلم یا کاتب نے مسجد مین نشست اختیار
کی پس اگر معلم حسبۃً للہ ثواب کے واسطے تعلیم دیتا ہی اور کاتب نے کو اپنے واسطے دین کے امور لکھتا ہی
تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر یہ دونون اجرت پر ایسا کرتے ہون تو مکروہ ہی لیکن اگر دونون کو ضرورت
پیش آگئی ہو تو ایسا نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ مسجد مین نکاح کا عقد باندھنا مستحب ہی مگر امام
ظہیر الدین نے اسکے برخلاف اختیار کیا ہی۔ اور جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین داخل
نہو یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ ایک شخص رہگذر کے طور پر مسجد مین داخل ہوا یعنے تاکہ مسجد سے ہو کر چلا جاوے
پھر جب بیچ مسجد مین پہونچا تو اپنے فعل سے نادم ہوا تو بعض نے فرمایا کہ جس دروازے سے نکلنے کا قصد کیا
تھا اُسکے سواے دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض نے فرمایا کہ نماز پڑھ لے پھر اسکو
اختیار ہی جدھر سے چاہے نکل جاوے اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ اگر محدث ہو تو جدھر سے آیا
ہی اُسی راہ سے نکلے تاکہ جو جرم کیا ہی اُسپر اعلام ہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے مسجد مین درخت جمایا
پس اگر اسواسطے ہو کہ لوگ اُسکے سایہ سے نفع اُٹھاوین اور لوگون کو مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور نہ صفین
متفرق ہوتی ہون تو کچھ ڈر نہین ہی۔ اور اگر اُس شخص نے اُسکے پتون پھلون سے خود نفع اُٹھانے کیواسطے
بویا ہو یا صفونکی تفریق لازم آتی ہو یا ایسی جگہ ہو جہان اس فعل سے مسجد کی مشابہت بیعہ و کنیسہ سے ہوئی
جاتی ہو تو مکروہ ہی یہ غرائب مین ہی۔ مسجدون مین سے سب سے زیادہ حرمت مسجد الحرام یعنے کعبہ معظم کی ہی
اُسکے بعد مسجد مدینہ یعنے مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی پھر بیت المقدس کی پھر جامع مسجدون کی پھر
محلون کی مسجدون کی پھر شارع عام مسجدون کی کہ انکا رتبہ کم ہی حتے کہ اگر عام کی مسجدون کے واسطے کوئی امام
معلوم و موذن نہو تو اُنمین کوئی اعتکاف نہین کرسکتا ہی پھر گھرون کی مسجدون کی حرمت ہی کہ ان مین کسیکو
اعتکاف کرنا جائز نہین ہی لیکن عورتون کو جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فقیہ نے تنبیہ مین ذکر فرمایا کہ مسجد کی حرمت
کی پندرہ[۱] باتین ہین اوّل یہ کہ جب مسجد مین داخل ہو پس اگر لوگ بیٹھے ہون پڑھنے و پڑھانے مین یا
یاد الٰہی مین مشغول نہون تو انکو سلام کرے اور اگر لوگ نماز مین ہون یا اُسمین کوئی نہو تو یون کہے السلام
علینا من ربنا و علے عباد اللہ الصالحین دوم یہ کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ سوم یہ کہ
اسمین خرید و فروخت کی گفتگو نکرے۔ چہارم یہ کہ اُسمین تلوار نہ کھینچے پنجم یہ کہ اُسمین گم شدہ کی
جستجو نہ کرے ششم یہ کہ سواے ذکر اللہ تعالیٰ کے اُس مین آواز بلند نہ کرے ہفتم یہ کہ اُسمین دنیا کی
باتین نہ کرے ہشتم یہ کہ کسی جگہ جا بیٹھنے کے واسطے لوگون کے سرون پر پھاندکر نہ جاوے نہم یہ
کہ جگہ کے واسطے کسی سے جھگڑا نہ کرے دہم یہ کہ صف مین کسی شخص پر جگہ کی تنگی نہ کرے یازدہم یہ کہ

[۱] اس مین اشارہ ہی کہ جائز بالاتفاق ہی ۱۲ منہ

کسی نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے دوازدہم[12] یہ کہ مسجد میں تھوک نہ پھینکے - سیزدہم[13] یہ کہ اسمیں اپنی انگلیاں نہ چٹکاوے چہاردہم[14] یہ کہ مسجد کو نجاستوں اور چھوٹے بچوں اور مجنوں اور اقامۃ حدود[1] سے پاک رکھے پانزدہم[15] یہ کہ اسمیں اللہ تعالی کی یاد زیادہ کرے یہ غرائب میں لکھا ہے مسجد میں باتیں کرنے کے واسطے بیٹھنا بالاتفاق مباح نہیں ہے کیونکہ مسجد امور دنیا کے واسطے نہیں بنائی گئی ہے اور خزانۃ الفقہ میں ایسی عبارت ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کی باتوں میں جو کلام مباح ہے وہ بھی مسجد میں حرام ہے اور فرمایا کہ اس میں دنیا کا کلام بالکل نہ کرے اور صلوۃ جلالی میں لکھا ہے کہ دنیا کی مباح باتیں مسجد میں جائز ہیں اگرچہ اولی یہی ہے کہ اللہ تعالی کی یاد میں مشغول ہو کذا فی التمرتاشی وقال المترجم[2] وہو الصحیح المختار عندی واللہ اعلم اگر مسجد میں جگہ تنگ ہو گئی تو مصلی کو یعنے جو نماز میں داخل ہونا چاہتا ہے یہ اختیار ہے کہ جو شخص اس میں بیٹھا ہے اسکو اپنی نماز پڑھنے کے واسطے اسی جگہ سے اٹھا دے اگرچہ وہ شخص یاد الہی یا درس یا قرأۃ قرآن میں مشغول ہو یا اعتکاف میں ہو - اسی طرح اگر محلہ والے نمازیوں کے واسطے مسجد محلہ تنگی کی یعنے محلہ کی مسجد میں محلہ والے نہیں سماتے ہیں تو محلہ والوں کو اختیار ہے کہ جو شخص ان محلہ کا نہیں ہے اسکو اس مسجد میں نماز سے منع کریں یہ قنیہ میں ہے - اور ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اسی وجہ سے شدت گرمی میں مسجد کے اوپر جاکر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد تنگ ہو اور مصلے نیچے نہ سماویں تو ضرورت کی وجہ سے اسکی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے - اور وقف کی آمدنی سے مسجد کا منارہ بنانے میں یہ حکم ہے کہ اگر منارہ کی تعمیر میں مسجد کے واسطے مصلحت ہو مثلاً سب لوگوں کو اذان کی آواز منارہ پر سے سنائی دیوے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر مصلحت نہو مثلاً سب اہل مسجد بدون منارہ کے آواز اذان سنتے ہوں تو نہیں جائز ہے یہ تمرتاشی میں ہے - اور متولی وقف کو جائز نہیں ہے کہ ستونوں میں لٹکانے کے واسطے مصلیات خریدے اور نماز کے واسطے جائز ہے مگر ستونوں میں لٹکائے نہ جاویں گے اور دوسری مسجد کیواسطے انکا عاریت دینا جائز نہیں ہے - میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب[مصلیات ۱۲] وقف کرنے کا حال معلوم نہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے حکم دیا ہے کہ مصلیات ستونوں میں لٹکائے جاویں اور اس میں درس کی اجازت دی ہو اور درس کے واسطے اسکو بنایا ہو اور عادت جاری معائنہ کی گئی ہو کہ جب مسجدوں میں درس دیا جاتا ہے ان میں ستونوں سے لٹکائے جاتے ہیں تو متولی کو جائز ہے کہ جب مصلیات کی ضرورت ہو تو مسجد کی مصلحت کیواسطے انکو مال وقف سے خریدے اور انشاء اللہ تعالی ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے - مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھنا جائز ہے یا نہیں پس حکم یہ ہے کہ اگر چراغ نماز پڑھنے کے واسطے جل رہا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یوں ہی جلتا ہو نماز کیواسطے نہ جلتا ہو مثلاً وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ہوں پس اگر تہائی رات گئے تک جلتا رکھا تو کچھ ڈر نہیں ہے

[1] اقامۃ حدود یعنے مسجد میں مثلاً زنا وغیرہ کی حدیں یا درے نہ مارے جاویں و یوں ہی قصاص ۱۲ منہ [2] قال یعنے مترجم کے نزدیک دنیاوی معاملات متعلقہ دین کی باتیں جائز ہیں ورنہ محض دنیا کی باتیں ہرگز جرام ہیں ۱۲ [3] قال مترجم اگر خود چند قدم جاکر دوسری مسجد میں پڑھے تو اولی ہے کیونکہ نماز سے روکنا خوفناک ہے اگرچہ یہاں ضرورت داعی ہے جواز ہو ۱۲ منہ

اور اگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر کی تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ کتاب الہبہ مضمرات میں ہے۔ ایک متعلم یعنی طالب علم نے مسجد کی کو الان میں سے لیکر اپنی کتاب میں نشانی رکھی تو یہ عفو ہے یہ قنیہ میں ہے اور جس کاغذ میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اُسمین کوئی چیز لپیٹ کر باندھنا مکروہ ہے۔ خواہ نام لکھا ہوا اندر کی طرف ہو یا باہر کی طرف ہو بخلاف ایسی تھیلی کے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو کہ اُسمین درم وغیرہ رکھنا مکروہ نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا پھر اُسکو اپنے نہالچہ کے نیچے جس پر لوگ بیٹھتے ہیں رکھ دیا تو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے یوں کہا کہ مکروہ نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بیت میں رکھا تو اُسکی چھت پر سوار رہا ہے پس ایسا ہی یہاں ہے کذا فی المحیط قال المترجم انما العبرة فی الادب للعرف وما ذکر من مسئلة البیت لیس فی العرف مثل ما نحن فیہ نے حق الادب فالمختار عندی ہو الاول واللہ اعلم۔ اور ایسے کاغذ میں جس میں کچھ فقہ لکھی ہو کوئی چیز لپیٹنا نہیں جائز ہے اور اگر علم کلام میں سے کچھ لکھا ہو تو اولےٰ یہ ہے کہ نہ لپیٹے اور اگر طب لکھی ہو تو لپیٹنا جائز ہے۔ اور اگر اسمین اللہ تعالیٰ کا نام یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہو تو لپیٹنے کے واسطے اُس نام پاک کا محو کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور کسی تختۂ لوح سے جسمین قرآن لکھا تھا قرآن محو کر دیا اور اُسکو دنیا کے کام میں استعمال کیا تو جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام تھوک سے مٹانے سے ممانعت آئی ہے یہ غرائب میں ہے اور کچھ تھوڑی تحریر کا تھوک سے مٹانا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اکثر اوراق لوگ ایسے کاغذ سے جسمین اخبار و تعلیقات ہیں دفتی بناتے ہیں تو فرمایا کہ اگر قرآن شریف کی یا کتب فقہ و تفسیر کی دفتی بناتے ہوں تو ڈر نہیں ہے اور اگر ادب و نجوم کی کتابوں کی دفتی بناتے ہوں تو اُنکے حق میں یہ مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے حاکم رحمہ اللہ نے امام رح سے نقل کیا کہ امام رح ولیمہ کی دعوت میں انگلیاں صاف کرنے میں کاغذ کا استعمال مکروہ جانتے تھے اور اسمین تشدد کرتے تھے اور لوگوں کو اس فعل سے بہت جھڑکتے تھے یہ محیط میں ہے۔ ایک طالب علم کے خریطہ میں حدیث نبوی علیہ الصلوٰة والسلام کی کتاب ہے۔ یا امام ابو حنیفہ یا غیر کی فقہ کی کتاب ہے اُسکو وہ سر کے نیچے رکھتا ہے پس اگر اُس نے بقصد حفاظت سر کے نیچے رکھکر سونا اختیار کیا ہے تو مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ایسی کتاب کا جس میں احادیث نبوی علیہ الصلوٰة والسلام ہیں سر کے نیچے تکیہ بنانا نہیں جائز ہے الا اُس صورت میں کہ اُسکی حفاظت کے قصد سے ایسا کیا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور سفر میں قرآن شریف کو سر کے نیچے رکھنا اگر بقصد حفاظت ہو تو ڈر نہیں ہے اور اگر بقصد حفاظت نہو تو مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوےٰ میں ہے۔ اور جس کوٹھری میں قرآن شریف پردہ کے ساتھ رکھا ہے اُسمین عورت سے جماع کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے قرآن شریف اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اُسکو پڑھتا نہیں ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے خیر و برکت کی نیت سے ایسا کیا ہے تو گنہگار نہوگا بلکہ اُمید ہے کہ اُسکو ثواب ملے

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس میں معروف ادب کا لحاظ ہے سوا اسے ضرورت کے ۱۲ [2] اخبار خواہ احادیث نبوی علیہ السلام یا آثار صحابہ و اقوال تابعین رحمہم اللہ ۱۲ منہ

یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر سواری کے جانور پر جوال میں مصحف مجید یا شریعت کی کتابیں رکھکر لادی ہیں اور جوال پر آپ سوار ہو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے مصحف مجید کی طرف ٹانگیں پھیلانا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ مصحف و اسکی ٹانگوں میں محاذات نہو یعنے مقابل نہوں اسی طرح اگر مصحف مجید کھونٹی میں لٹکا ہوا ہو اور اُس نے اسی طرف ٹانگیں پھیلائیں تو بھی مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک بورا ہے جس میں ایسے درم ہیں جن میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہے یا اُسمیں فقہ یا تفسیر کی کتابیں یا مصحف مجید ہے اور وہ شخص اس بورے پر بیٹھا یا سو رہا پس اگر بقصد حفاظت اُس نے ایسا کیا ہے تو خیر کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے قرآن شریف پر اپنا پاؤں رکھا پس اگر بطریق استخفاف ہو تو کافر ہو جاوے گا ورنہ کفر کا فتوی نہ دیا جائیگا یہ غرائب میں ہے درموں پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس واسطے کہ صاحب درم کا قصد علامت ہے نہ اہانت کذا فی جواہر الاخلاطی قلت ہذا التعمیم لیس بشئی لان غایتہ یلزم انہ لا یکفر لعدم الاستخفاف والاہانۃ واما انہ لا یاثم بذلک فلیس فیہ ما یدل علیہ فافہم[ف]۔ اگر اپنی انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ تعالےٰ کا نام یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام جیسے حسبی اللہ و نعم الوکیل یا ربی اللہ یا نعم القادر اللہ نقش کیا تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور جن پیسوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اُنکو ہاتھ میں پکڑنا ایسے شخص کے حق میں مکروہ ہے جو طہارت کے ساتھ نہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر کسی شخص بے وضو کے پاس ایسے درم کسی کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی آستین میں کتاب ہے وہ پیشاب کرنے کو بیٹھ گیا پس آیا یہ مکروہ ہے فرمایا کہ اگر کتاب کو پیخانہ میں اپنے ساتھ لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسیطرح اگر اُسکے پاس اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوئے درم ہوں یا کچھ قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو پس اگر اپنے ساتھ پیخانہ میں لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسیطرح اگر اُسکے پاس انگوٹھی میں قرآن کی آیت یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو پس اگر اُسکو پیخانہ میں لیگیا تو مکروہ ہے اور اگر پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قرآن کو چہار دیواری و دیواروں پر لکھا تو بعضوں نے فرمایا کہ امید ہے کہ جائز ہووے اور بعضوں نے مکروہ جانا ہے بدین خوف کہ شاید گر پڑنے کے بعد لوگوں کے قدموں کے نیچے آوے گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جو چیز فرش و بچھونا بنائی جاتی ہے اُسپر قرآن شریف لکھنا مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے بچھونا یا مصلے جسپر یہ لفظ لکھا ہو کہ الملک للہ اُسکا بچھانا و اُسپر بیٹھنا و استعمال کرنا مکروہ ہے وعلی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ ورقوں کے بیچ میں سفید ٹکڑا کاغذ کا جسمیں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے نشانی بنا کر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اسمیں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی بے توقیری ہے اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے کاٹ دیا اور بچھونا یا مصلے میں سیا حتی کہ کلمہ متصل نرہا تو کراہت ساقط نہو گی اسیطرح اگر ان دونوں پر فقط الملک لکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر تنہا الف و تنہا لام ہو تو بھی

ف قولہ فافہم یعنے دلیل ہیچ ہے اسواسطے کہ غایت درجہ اس سے کافر نہوگا اور یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگار نہو فافہم ۱۲

یہی حکم ہے یہ کبرے میں ہے اگر فرعون یا ابوجہل کا نام کسی نشانہ پر لکھکر اُسپر تیر اندازی کی تو مکروہ ہے کیونکہ ان حروف کی حرمت ہے یہ سراجیہ میں ہے حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ مصحف کو چھوٹا کرنا باریک قلم سے مکروہ ہے اور یہی امام ابویوسف رح کا قول ہے اور حسن نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید امام رحمہ اللہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور جو شخص قرآن شریف لکھنا چاہے اُسکو چاہیے کہ اچھے خط سے اچھے ورق پر سپید کاغذ پر موٹے قلم سے چمکدار روشنائی سے لکھے اور ہر دو سطر میں زیادہ جگہ چھوڑے اور حروف پُر کار لکھے اور مصحف مجید کی ضخامت بڑھاوے اور سوائے کلام مجید کے اور باتوں سے جیسے تعشیر[1] و ذکر آیات و علامات وقف سے مجرد رکھے تاکہ نظم کلمات میں خلل نہو محفوظ رہے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مصحف مجید تھا کذا فی القنیہ ۔ اور تعشیر کے یہ معنی ہیں کہ ہر دس آیت کے بعد نشان دے اور بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں چھ سو چھبیس عاشرہ ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگرچہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف مکان و زمان کے مختلف ہوتی ہیں یہ جواہر اخلاطی میں ہے ۔ اور ابوالحسن فرماتے تھے کہ تراجم سورہ میں جنکے لکھنے کی عادت جاری ہے اُنکے لکھنے میں ڈر نہیں ہے جیسا کہ سورتوں کے اول میں فصل کے واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے ۔ اور مصحف کو سنہرا اور روپہلا کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ سب مکروہ ہے اور مشائخ نے امام محمد کے قول میں اختلاف کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نصرانی کو فقہ و قرآن سکھلاؤنگا شاید وہ راہ راست پر آجاوے مگر مصحف کو نصرانی نہ چھوویگا اور اگر اس نے غسل کرکے پھر چھوا تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے مصحف مجید اگر کہنہ ہو جاوے کہ اُس سے تلاوت نہ کیجا سکے اور اُسکی اضاعت (ضائع ہونا ۱۲) کا خوف ہو تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جاوے اور دفن کرنا بہ نسبت ایسی جگہ رکھنے کے جہاں اُسپر نجاست پڑ جانے کا خوف ہو یا اس کے مثل کوئی بات کا خوف ہو بہتر ہے اور دفن کرنے کے واسطے لحد بنائی جاوے کیونکہ اگر شق بنائی جاویگی اور دفن کیا جاوے گا تو مٹی ڈالنے میں مٹی اُسپر پڑے گی اور اسمیں ایک گونہ تحقیر ہے لیکن اگر پہلے چھت دیکر لینٹے لگا کر دفن کیا جاوے تاکہ مٹی اُسپر نہ پہونچے تو یہ بھی اچھا ہے یہ غرائب میں ہے مصحف اگر کہنہ ہو گیا کہ اُس سے تلاوت نہیں کر سکتے ہیں تو اُسکو آگ سے نہ جلایا جاوے اس حکم کیطرف امام محمد رح نے سیر کبیر میں اشارہ کیا ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کذا فی الذخیرہ ۔ اور جو مصحف کہنہ ہو گیا ایسا نہ ہو کہ اُس سے تلاوت ممکن ہو تو نہیں جائز ہے کہ اُس سے دوسرے قرآن کی وقتی بنائی جاوے یہ قنیہ میں ہے ۔ لغت و نحو قسم واحد ہے لیں ایک کو دوسرے

---

[1] تعشیر یعنے ہر دس آیات پر علامت یا آیتوں کی علامت یہ اسوقت کہ حرفی علامت ہے اور متاخرین نے نظر عوام کے لیے موافق رونق کے جائز رکھا ہے ۱۲

پر رکھنا روا ہے اور کتاب تعبیر ان دونوں سے بلند مرتبہ ہے اور کلام اس سے بلند مرتبہ ہے اور فقہ اس سے بلند ہے اور کتب اخبار یعنے احادیث و مواعظ و دعوات مرویہ اس سے بلند مرتبہ ہیں اور تفسیر جس میں آیات لکھی ہوئی ہیں کتب قرأت سے بلند مرتبہ ہے۔ جالوت یا تابوت جس میں کتابیں ہیں تو ادب یہ ہے کہ اوسپر کپڑے نہ رکھے۔ نیا کلک کا نیزہ جو استعمال میں نہ آیا ہوا اسکو تیراندازی کے طور پر پھینکنا جائز ہے اور جو مستعمل ہو اُس سے تیراندازی نہ کرے کیونکہ وہ لائق احترام ہے جیسے مسجد کی خشک گھاس اور اسکا جھاڑا ہوا کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالنا چاہیے جو محل تعظیم ہو یہ قنیہ میں ہے اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ امام رحمہ اللہ مکہ کا جوار اور مکہ میں اقامت اختیار کرنا مکروہ جانتے تھے کذا فی الذخیرہ

چھٹا باب۔ مسابقہ کے بیان میں قال المترجم مسابقہ لغت میں بمعنی باکسی پیشی گرفتن در دو بدن یعنے دوڑنے میں کسی سے آگے نکل جانا مگر یہاں عام معنی مراد ہیں خواہ آدمی ہو یا غیر ہو و علم فیما تیلے علیک سباق چار چیزوں میں جائز ہے خف یعنے اونٹ میں یعنے اونٹ دوڑانے میں اور حافر یعنے گھوڑے و خچر میں اور نصل یعنے تیراندازی میں اور قدم چلنے یعنے دوڑ میں اور اُسکا جواز جبھی ہے کہ جب بدل ایک ہی طرف سے ہو اور معلوم ہو مثلاً یوں کہا کہ اگر تو مجھ سے سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر میں تجھسے سبقت لے گیا تو میرا تجھ پر کچھ نہ ہوگا یا اسکے برعکس شرط لگائی اور اگر دونوں طرف سے بدل قرار دیا تو یہ جوا ہے حرام ہے لیکن اگر دونوں نے تیسرے محلل کو داخل کر لیا مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں سبقت لے گیا تو میرے واسطے تجھ پر اسقدر مال ہوگا اور اگر تو سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر تیسرا شخص یعنی خالد مثلاً سبقت لیگیا ہو تو اسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اس مقام پر جائز ہے یہ مراد ہے کہ بدل حلال ہوگا اور یہ مراد نہیں ہے کہ استحقاق حاصل ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جب کہ مسابقہ میں مال دونوں طرف سے مشروط ہوا اور دونوں نے تیسرے شخص کو بیچ میں داخل کر لیا اور دونوں نے تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت لے گیا تو یہ دونوں مال تیرے واسطے ہونگے اور اگر ہم دونوں تجھپر سبقت لے گئے تو ہمارے واسطے کچھ نہ ہوگا تو یہ استحساناً جائز ہے پس اگر تیسرا شخص دونوں سے سبقت لے گیا تو اُسکو دونوں مال ملینگے اور اگر یہ دونوں اُسپر سبقت لے گئے پس اگر دونوں ساتھ ہی سبقت لے گئے تو دونوں میں سے ایک کا دوسرے پر کچھ مال نہ ہوگا اور اگر آگے پیچھے سبقت لے گئے تو جو شخص پہلے سبقت لے گیا ہے وہ دوسرے سے مال کا استحقاق رکھتا ہے اور دوسرا اس سے مال کا استحقاق نہیں رکھتا ہے اور امام محمد رح نے کتاب میں فرمایا کہ تیسرے شخص کا داخل کرنا جواز کا حیلہ جبھی ہو سکتا ہے کہ جب تیسرے شخص کی شان سے اس امر کا گمان ہو کہ یہ شخص سابق اور مسبوق ہو سکتا ہے اور اگر یہ امر یقینی ہو کہ یہ شخص ان دونوں سے ضرور سبقت لیجائیگا یا ان دونوں سے ضرور پیچھے رہجائیگا تو جائز نہیں ہے۔ اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل سے نقل کیا گیا ہے کہ شیخ نے فرمایا کہ اگر

ف۱ یہ مراد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اُسکی بے تعظیمی کی وجہ سے ہو بلکہ اُس سے یہ مراد ہے کہ اُسکا حق تعظیم ادا نہ ہو سکیگا ۱۲ منہ ف۲ استحقاق سے یہاں حق شرعی مراد نہیں ہے کیونکہ یہ منفی ہے بلکہ قابلیت عرفی مراد ہے ۱۲ ف جو روایت کی گئی ہیں ۱۲

دو شخص فقہ جاننے والوں میں کسی مسئلہ کے حکم میں باہم اختلاف ہوا اور دونوں نے چاہا کہ استاد کی خدمت میں رجوع کریں و باہم یوں شرط کر لی کہ ایک نے کہا کہ اگر حکم وہی ہو گا جو تو کہتا ہے تو میں تجھے اسقدر مال دونگا اور اگر وہ ہے جو میں کہتا ہوں تو میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا تو گھوڑ دوڑ میں بطور بدکور بازی لگانے پر قیاس کر کے یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیے اسطرح اگر کسی فقیہ نے اپنے مثل فقیہ سے کہا کہ آؤ ہم تم ایک دوسرے سے مسائل دریافت کریں پس اگر تو نے صحیح جواب دیا اور میں نے خطا کی تو میں تجھے اسقدر دونگا اور اگر تو نے خطا کی اور میں نے صحیح جواب دیا تو میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا تو بھی جائز ہونا چاہیے اور اسی کو شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور امیر لوگ جو کیا کرتے ہیں کہ دو شخص سے کہتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے بڑھ کر رہے گا اسکو اسقدر ملے گا تو یہ بھی جائز ہے قال المترجم واضح ہو کہ امیر لوگ دو شخصوں سے ایسے کام میں یوں کہیں جو کام شرع میں منع نہیں ہے تو یہ حکم ہے اور یہی مراد ہے اور ممنوع کام میں جائز نہیں ہے مثلاً ننگے بدن ناجائز طور پر کشتی کے لڑنے میں ایسا کہتے ہیں سو وہ جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔ طالب علموں نے اگر سبق میں جھگڑا کیا ہر ایک نے چاہا کہ میرا سبق مقدم ہو تو جو شخص پہلے آیا ہے اُسکا سبق مقدم ہو گا اور اگر پہلے آنے میں اختلاف کیا پس اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو اُس کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر گواہ نہوں تو اُس میں قرعہ ڈالا جاوے گا۔ اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں ساتھ ہی آئے ہیں جیسا کہ مسئلہ فرائض میں حرق یعنے جل جانے اور غرق یعنے ڈوب جانے میں ہوتا ہے کہ اگر دو شخص جنمیں باہم توارث ہو اور دونوں جل مرے یا ڈوب مرے اور یہ دریافت نہیں ہوتا ہے کہ اول کون جلا یا ڈوبا ہے تو یوں قرار دیا جاتا ہے کہ گویا ساتھ ہی مر گئے ہیں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اخروٹ کے ساتھ کھیل جو عید کے روز لڑکے کھیلتے ہیں اُن کا کھانا جائز ہے مگر یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایک نے دوسرے سے بطور قمار یعنے جوے کے نہ جیتا ہو ورنہ اگر ایسا ہو تو یہ فعل حرام ہے کذا فی خزانۃ المفتین واللہ اعلم

ساتواں باب۔ سلام و چھینک کے جواب کے بیان میں۔ اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر آیا تو واجب ہے کہ سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرے پھر جب اجازت حاصل ہونے کے بعد اندر جاوے تو پہلے سلام کرے پھر اور بات کرے اور اگر گھر کے باہر میدان میں کسی سے ملاقات ہووے تو پہلے سلام کرے پھر بات چیت کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ سلام کرنے والا افضل ہے یا جواب دینے والا پس بعض نے فرمایا کہ سلام کا جواب دینے والا افضل ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلام کرنے والا افضل ہے یہ محیط میں ہے۔ جو شخص کسی کو سلام کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ لفظ جمع کے ساتھ سلام کرے اسی طرح جواب سلام بھی لفظ جمع کے ساتھ چاہیے یہ سراجیہ میں ہے۔ سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(حاشیہ بین السطور: مثلاً زید کو السلام علیکم ۱۲ منہ)

ف پہلے اقول حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ یوں کہے کہ السلام علیکم کیا میں آؤں اسمیں سلام مقدم ہے اور فقہ کی نظر سے شاید یہ ہے کہ جہاں سلام کی آواز مکان میں پہونچے وہاں سلام مقدم ہے ورنہ جو طریقہ کتاب میں مذکور ہے ۱۲ منہ ف یہی صحیح اگرچہ سلام سنت اور جواب واجب ہے ۱۲ منہ ف اگرچہ مخاطب ایک ہی شخص ہو

اور جواب سلام دینے والا بھی یون ہی جواب دے اور برکاتہ سے زیادہ بڑھانا نہ چاہیے چنانچہ علی[1] ابن عباس نے فرمایا کہ ہر چیز کا منتہے ہوتا ہے اور سلام کا منتہے[2] لفظ برکاتہ ہے کذا فی المحیط اور جواب سلام مین واو عطف کے ساتھ کہے یعنے وعلیکم السلام اور اگر واو حذف کیا یون کہا علیکم السلام تو کافی ہے۔ اور اگر پہل کرنے والے نے کہا کہ سلام علیکم یا کہا کہ السلام علیکم تو جواب سلام دینے والے کو دونون صورتون مین جائز ہے کہ یون کہے سلام علیکم اور یہ بھی مختار ہے کہ یون کہے سلام علیکم لیکن الف و لام کے ساتھ کہنا یعنے السلام علیکم کہنا اولی ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک جماعت ایک قوم کے پاس گئی پس اگر سب نے سلام کرنا ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے[3] اور اگر انمین سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہوجائیگا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ فضل ہے اور جواب سلام کو اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر انمین سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا ایسا ہی حدیث مین آیا ہے اور یہی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہے اور اگر سب نے جواب سلام دیا تو یہ فضل ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے آہو مین ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اور اُس نے سب کو سلام کیا تو ان لوگون پر جواب سلام واجب ہے پھر اگر اُسنے اسی مجلس مین دوبارہ ان لوگونکو سلام کیا تو دوبارہ ان لوگون پر جواب دینا واجب نہین ہے پھر اسی طرح تشمیت یعنے چھینک کا جواب دینا بھی دوبارہ مین واجب نہین ہوتا ہے مگر[4] مستحب ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ زید مثلاً ایک قوم کے ساتھ بیٹھا ہے پھر خالد آیا اور کہا کہ السلام علیک پس قوم مین سے کسی شخص نے جواب دے دیا تو یہ جواب اُسکی طرف سے جسکو اُس نے سلام کیا ہے نائب ہوگا اور زید کے ذمہ سے جواب سلام ساقط ہو جائیگا اور مراد یہ ہے کہ خالد نے ان لوگون کیطرف اشارہ کرکے سلام کیا ہے خاص زید کا نام نہین لیا ہے تو ایسا حکم ہے کیونکہ اس صورت مین خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جماعت کو بلفظ واحد خطاب کرے یہ سب اُس صورت مین ہے کہ خالد نے زید کا نام نہ لیا ہو اور اگر خاص نام لیکر یون کہا کہ السلام علیک یا زید پس سوائے زید کے دوسرے شخص نے خالد کو جواب سلام دیا تو زید کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اور اگر اُسنے خاص زید کا نام نہ لیا ہو مگر زید کی طرف اشارہ کرکے سلام کیا ہو تو ایسی صورت مین زید کے ذمہ سے جواب ساقط ہو جائیگا کیونکہ خالد کی نیت[5] سب کو سلام کرنے کی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص ایک قوم کی طرف گذرا کہ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے پس اگر احتیاج رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ لوگ بلا دینگے تو سلام کرے ورنہ نہین یہ وجیز کردری مین ہے۔ سائل نے اگر سلام کیا تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے سائل اگر کسی شخص کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ السلام علیک تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہین ہے اسیطرح اگر کچہری مین قاضی کو سلام کیا تو بھی یہی حکم ہے

[1] قال المترجم حدیث مین ایک نے برکاتہ تک کہکر سلام کیا تو آپ نے فقط وعلیک کہکر فرمایا کہ تونے بڑھانے کو مجھے کچھ نہین چھوڑا ۱۲
[2] قال المترجم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلام کرنا فقیہ ابو اللیث کے نزدیک واجب ہے مگر مشہور مذہب یہ ہے کہ سلام کرنا مسنون ہے اور جواب سلام واجب ہے ۱۲ منہ
[3] مراد یہ ہے کہ اسی جلسہ مین اسنے دوبارہ چھینک لی تو مستحب ہے جبکہ اسکو زکام نہو ۱۲ [4] یہ بات بطور حسن ظن کے ہے کہ مسلمان آدمی خلاف شرع نہ کریگا ۱۲ [5] شاید صحیح عبد اللہ بن عباس ہو ۱۲ منہ [6] یعنے بہ سبیل کنایہ ۱۲

یہ فتاوی قاضی خان بین ہی- اور مشائخ نے شہری و دیہاتی بین اسی طرح اختلاف کیا ہی کہ بعضون نے فرمایا
کہ جو شخص شہر سے آتا ہی وہ اُس شخص کو جو گانون والون بین سے اُسکے سامنے پڑے سلام کرے اور
بعضون نے اُسکے برعکس کہا ہی اور سوار آدمی پیدل کو سلام کرے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوے کو اور
قلیل لوگ کثیر جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے کذا فی الخلاصۃ- اور جو شخص پیدل جاتا ہی وہ بیٹھے ہوے کو
سلام کرے اور جو شخص پیچھے سے آتا ہی وہ آگے والے کو سلام کرے یہ محیط بین ہی- عورت و مرد سے اگر ملاقات ہووے
تو پہلے مرد سلام کرے کذا فی فتاوے قاضی خان بہت مرد بہت عورتین ایک مرد کے سامنے آئے تو حکماً یہ
مرد ان سب کو سلام کرے نہ دیانۃً یہ وجیز کردری بین ہی- جب دو شخص باہم ملے تو دونون بین سے جو شخص
سلام کرنے بین پہل کرے وہی دونون بین سے افضل رہا پس اگر دونون نے ساتھ ہی سلام کیا تو ہر واحد
جواب دے- اور جواب سلام دینے کے واسطے وضو کے ساتھ ہونا افضل ہی اور اگر تیمم کر لیا تو بھی کافی ہی یہ
غیاثیہ بین ہی- اگر کوئی شخص اپنے گھر بین داخل ہو تو اپنے اہل خانہ کو سلام کرے اور اگر گھر بین کوئی نہو تو یون کہے
السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کذا فی المحیط اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے یہ تاتارخانیہ بین
صیرفیہ سے نقل ہی- لڑکون کو سلام کرنے بین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ لڑکون کو سلام نکرے
اور یہی قول حسن رح کا ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر یہ شخص لڑکون کو سلام کرے تو افضل ہی اور یہی قول شریح رح
کا ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی- ذمیون کو سلام کرنے بین مشائخ نے اختلاف کیا ہی
بعضون نے کہا کہ ذمیون کو سلام کرنے بین کچھ ڈر نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اُنکو سلام نہ کرے اور یہ سب
اُس صورت بین ہی کہ سلام کرنے والے کو ذمی سے کوئی حاجت متعلق نہو اور اگر ذمی سے کوئی غرض ہو تو
اُسکو سلام کرنے بین کچھ ڈر نہین ہی اور ذمیون کے سلام کے جواب دینے بین کچھ ڈر نہین ہی لیکن اس سے
زیادہ جواب بین نہ کہا جاوے وعلیکم- فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک قوم کی طرف ہو کر گذرا
اور قوم بین کافر لوگ بھی تھے تو اُسکو اختیار ہی چاہے مسلمانون کی نیت کرکے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے
تو یون کہے السلام علی من اتبع الہدی یہ ذخیرہ بین ہی- سلام کرنا زائرین کا تحیہ ہی یعنے جو کسی کی زیارت
کو جاوے تو سلام کرے اور جو لوگ مسجد بین تلاوت قرآن و تسبیح کے لیے یا نماز کے انتظار بین بیٹھے ہین وہ لوگ
اسواسطے نہین بیٹھے ہین کہ زیارت کرنے والے لوگ یعنے ہماری ملاقات چاہنے والے لوگ ہمارے
پاس آوین پس ایسے وقت بین سلام کا وقت نہین ہی پس ایسے لوگون کو سلام نہ کرے اور اسی وجہ سے
مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر مسجد بین کسی آنے والے نے اُنکو سلام کیا تو اُن کو روا ہی کہ اُسکا جواب نہ دین یہ
قنیہ بین ہی- اگر آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہی تو اُسکو سلام کرنا مکروہ ہی اور ایسے ہی مذاکرہ علم کے وقت بھی
یہی حکم ہی اور اذان دینے و اقامت کہنے کے وقت بھی یہی حکم ہی اور صحیح یہ ہی کہ ان صورتون بین جواب سلام
بھی نہ دے یہ غیاثیہ بین ہی- اگر حالت تلاوت بین کسی نے سلام کیا تو مختار یہ ہی کہ جواب دینا واجب ہی

کذا فی وجیز الکردری۔ اسی کو صدر الشہید رہ نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رہ نے اختیار کیا ہی یہ محیط میں ہی۔ اور جمعہ و عیدین کے روز خطبہ کے وقت اور جب لوگ نماز میں مشغول ہون کہ اُن میں کوئی ایسا نہو جو نماز نہ پڑھتا ہو تو ایسے وقت میں سلام نہ کہے یہ خلاصہ میں ہی۔ اصل میں ہی کہ قوم کو نہ چاہیے کہ ایسے وقت یعنے وقت خطبہ کے چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہکر جواب دین یا سلام کا جواب دین صلوٰۃ الاثر میں ہی کہ امام محمد رہ نے امام ابو یوسف رہ سے یون روایت کی کہ لوگ سلام کا جواب دین گے اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہین گے پس یہ قول جو صلوٰۃ الاثر سے نقل ہی اس سے ظاہر ہوا کہ اصل مین جو مذکور ہی وہ امام محمد رہ کا قول ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ کا اس مین خلاف اس بنا پر ہی کہ اگر اُسنے فی الحال جواب نہ دیا پس آیا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جواب دیگا تو امام محمد رہ کے قول پر جواب دیگا و امام ابو یوسف رہ کے قول پر نہین دیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک قوم مین سب لوگ علمی مذاکرہ کرتے ہون یا ایک ذکر کرتا ہو اور باقی لوگ اُسکا کلام سُنتے ہون تو ان لوگون کو سلام نکہے اور اگر کہیگا تو گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی فقہ سیکھنے والا اپنے اُستاد کو سلام نہ کرے اور اگر سلام کیا تو اُسکا جواب دینا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص ذکر کرنے کی غرض سے بیٹھا خواہ کسی قسم کا ذکر ہو پھر اُسکے پاس کوئی آیا اور سلام کیا تو اُسکو روا ہی کہ جواب نہ دے یہ محیط مین ہی۔ بڈھے دلّگی باز کو یا رند یا کذاب یا بیہودہ گو کو اور جو لوگون کو بُرا کہتا رہتا ہو اور جو بازارون مین عورتون کو گھورتا ہو ایسے لوگون کو سلام نہ کرے بشرطیکہ ان لوگون کا توبہ کر لینا معلوم نہوا ہو یہ قنیہ مین ہی اور جو شخص گاتا ہو یا پیشاب کرتا ہو اور جو کبوتر اُڑایا کرتا ہو اُسکو سلام نہ کرے اور حمام مین سلام نہ کرے اور ننگے آدمی کو جسنے قوم کو ڈر سُنانے کے لیے یہ حالت بنائی ہی سلام نہ کرے اور ان لوگون پر جواب دینا بھی واجب نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور فاسقون کو سلام کرنے مین اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ ان کو سلام کرنے مین پہل نہ کرے یہ تمرتاشی مین ہی اگر کسی شخص کے پڑوسی سفیہ لوگ ہون کہ اگر یہ شخص اُن لوگون کو سلام کرتا ہو تو اس سے شرمندہ ہوکر شرارت و بدی چھوڑتے ہین اور اگر سلام نہین کرتا ہی تو فواحش پر کمر باندھتے ہین تو ظاہر اس مسئلہ مین یہ شخص معذور ہی یہ منتفرقات قنیہ مین ہی۔ اور جو شخص بطور لہو و لعب کے شطرنج کھیلتا ہو اُسکو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر بطریق تادیب و زجر کے اُسکو سلام نہ کیا تاکہ ایسا کام چھوڑدے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر یہ شخص شطرنج کو تشحیذ خاطر یعنے تیزی ذہن کے واسطے کھیلتا ہو تو اُسپر سلام کرنے مین کچھ ڈر ہی اور منتقیٰ مین لکھا ہی کہ ابو حنیفہ رہ نے شطرنج کھیلنے والے کو سلام کرنے مین کچھ باک نہین خیال فرمایا

سلہ جواب دیگا اقول یون ہی نسخہ اصل مین ہی اور ظاہر صحیح یہ کہ امام ابو یوسف کے قول پر جواب دے نہ امام محمد رہ کے قول پر فافہم ۱۲ سلہ ڈر سنانے الخ عرب کا دستور تھا کہ جب خوفناک دشمن سے کوئی واقف ہوتا تو ننگا ہوکر چلاتا اور اپنا نام (النذیر العریان) رکھتا تھا ۱۲ سلہ تیزی الخ جواب سلام مین بوجہ وجوب کے یہ احتیاط ہی اگرچہ اسطرح شطرنج کھیلنا بھی مکروہ ہی ۱۲ سلہ یعنے جو مشغول ہو ۱۲ سلہ بیوقوف جاہل ۱۲ سلہ یعنے سلام کرے ۱۲

بدین غرض کہ جس فعل مین مبتلا ہی اُس سے دوسری طرف مشغول ہو جاوے مگر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو لوگ
کی تحقیر کی غرض سے اُنکو سلام کرنا مکروہ جاتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص پیخانہ مین پیخانہ پھرتا ہی یا پیشاب
کرتا ہی اُسکو کسی نے سلام کیا تو سلام کرنے والے کو ایسی حالت مین سلام نہ کرنا چاہیے لیکن اگر اُسنے سلام کیا
تو پیخانہ والے کے حق مین امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اپنے دل سے اُسکے سلام کا جواب دے زبان سے
نہ دے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور فارغ ہونے کے بعد بھی جواب
نہ دے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے اور اگر اجنبی عورت نے کسی مرد
کو سلام کیا پس اگر وہ عورت بڈھی ہو تو یہ مرد اُسکو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سُن لے
اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے اور اگر مرد اجنبی نے کسی عورت کو سلام کیا تو اسکے برعکس
حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو میرا سلام کہدے تو اُسپر واجب ہے گا
یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور امام محمد رح نے کتاب السیر کی باب الجعائل مین ایک حدیث روایت کی جو اس امر پر دلالت
کرتی ہی کہ اگر شخص غائب کا سلام کسی نے کسی کو پہونچایا تو اُسکو چاہیے کہ پہلے اُسکو جس نے سلام پہونچایا ہی سلام کرے
پھر اُس غائب کو سلام کرے کذا فی الذخیرہ **قال المترجم** یہ حدیث بہت صحیح ہی اور صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کا
سلام بکر کو پہونچایا تو بکر کو چاہیے کہ زید سے یون کہے و علیک و علیہ السلام ہکذا روی فی الحدیث فاحفظہ جواب سلام
کی فرضیت بدون اسکے ساقط نہین ہوتی کہ جسنے سلام کیا تھا اُسکو جواب سُنا دے جیسا کہ جواب واجب نہین ہوتا ہی
جب تک کہ سلام کو نہ سناوے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو تو چاہیے کہ اپنے لبون کی جنبش
اُسکو دکھلاوے اور یہی حکم چھینک کے جواب کا ہی یہ کبری مین ہی اور کلمہ کی انگلی سے سلام کرنا مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین
ہی چھینکنے والے کو جواب دینا واجب ہی اگر خود چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا پس تین مرتبہ تک اُسکو جواب دے
پھر اسکے بعد اُسکو اختیار ہی چاہے جواب دے یا نہ دے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چھینکنے والے کے پاس جو شخص حاضر
ہی اُسکو چاہیے کہ چھینکنے والے کو تین بار تک اگر وہ ایک ہی مجلس مین مکرر چھینکے تو جواب دے پھر اگر اُسنے
تین بار سے زیادہ چھینکا تو چھینکنے والا ہر بار الحمد للہ کہے گا اور جو اُسکے پاس ہی وہ اگر ہر بار اُسکا جواب دے
تو اچھا ہی اور اگر نہ دے تو بھی اچھا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر ایک شخص
نے کئی بار چھینکا اور مرد حاضر نے اُسکو ہر بار جواب دیا تو خیر اور اگر تاخیر کردی پھر آخر مین جواب دیا تو ایک ہی
جواب کافی ہو جاوے گا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر خارج نماز کسی شخص نے چھینکا تو اُسکو چاہیے کہ اللہ تعالی
کی حمد یون کرے کہ الحمد للہ رب العالمین یا یون کہے الحمد للہ علی کل حال۔ اسکے سوا اور کچھ نہ کہے
اور جو شخص حاضر ہو اُسکو جواب دینا چاہیے اس طرح کہ یرحمک اللہ۔ پھر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ہی۔ اور

ف قال المترجم حدیث صحیح مین ہی کہ ایک مرد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین چھینکا اور الحمد للہ کہا پس آپ نے جواب یرحمک اللہ دیا پھر دوسری
پھر اُسنے چھینکا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے زکام ہی یعنے جواب ندیا اور شاید یہ حکم خاص زکام کی صورت مین ہو ۱۲ ف یعنے جواب مین یہ الفاظ کہے ۱۲

یا یون کہے - یہدیکم اللہ ویصلح بالکم - اُسکے سواے اور کچھ نہ کہے یہ محیط مین ہی ایک عورت نے چھینکا پس اگر بڈھی ہو تو اُسکو جواب دے اور اگر جوان ہو تو دل مین اُسکا جواب دے یہ خلاصہ مین ہی اگر کسی مرد نے چھینکا تو عورت اُسکو جواب دیگی پھر اگر یہ عورت بڈھی ہو تو مرد اُسکو جواب دیدے اور اگر جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے یہ ذخیرہ مین ہی - جوان خوبصورت عورت نے چھینکا تو سواے اُسکے محرم مردون کے کوئی اُسکو آواز سے چھینک کا جواب نہ دے یہ غرائب مین ہی - اگر اذان کی حالت مین کسی نے چھینکا تو حمد کرے اور حاضر آدمی اُسکو جواب دیگا اور قاضی عبد الجبار معتزلی نے کہا کہ وہ حمد نہ کرے یہ قنیہ مین ہی - اگر نماز پڑھنے والے نے چھینکا اور کسی نے اُسکا جواب دیا کہ یرحمک اللہ پھر نمازی نے کہا کہ غفر اللہ لے ولک تو جواب ہو جائیگا اور اُسکی نماز فاسد ہو جائے گی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

آٹھوان باب - آدمی کا جسکو دیکھنا اور چھونا حلال ہی اور جسکا حلال نہین ہی اُسکے بیان مین جاننا چاہیے کہ نظر کے مسائل چار قسم ہین اول مرد کا مرد کو دیکھنا دوم عورت کا عورت کو دیکھنا سوم عورت کا مرد کو دیکھنا چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا پس ہم قسم اول کا بیان کرتے ہین کہ مرد کو مرد کی طرف نظر کرنا سواے اُسکے مقام ستر کے سب جگہ جائز ہی کذا فی المحیط اور اسی پر اجماع ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور مقام ستر مرد کا اُسکے ناف سے لیکر آخر گھٹنے تک ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ناف سے نیچے بال جمنے کی جگہ تک ظاہر الروایۃ کے موافق مقام ستر ہی پھر واضح ہو کہ اُسکی بہ نسبت گھٹنے کا ستر ہونا کم ہی اور بسبب شرمگاہ کی بہ نسبت ران کا ستر ہونا کم ہی پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھا تو اُسکو نرمی کے ساتھ منع کرے اور اگر وہ باصرار جھگڑے پر آمادہ ہووے تو اُس کے ساتھ جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو سختی سے منع کرے اور اگر وہ جھگڑے پر آمادہ ہو تو اُسکو نہ مارے - اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو حکم کرے کہ اسکو چھپاوے اور اگر وہ جھگڑا کرنے لگے تو اُسکو ادب کے واسطے مارے یہ کافی مین ہی - ابانہ مین لکھا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ حمامی کسی نہانے والے مرد کا مقام ستر دیکھے یہ تاتارخانیہ مین ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہر مراد ستر سے سواے شرمگاہ کے ہی پس سواے شرمگاہ کے باقی ران و گھٹنا علماے نزدیک مختلف فیہ ہی چنانچہ مذہب مشہور امام مالک و حمیدی وغیرہ سے ران ستر نہین ہی اگرچہ بروایت حدیث ترمذی کہ جسکی امام ترمذی نے تحسین کی ہی ران مقام ستر مین سے ہی پس امام اعظم رح نے بسبب مختلف فیہ ہونیکے بضرورت اُسکو جائز رکھا ہی واللہ تعالے اعلم اور مرد کا جسقدر جسم دوسرے مرد کو دیکھنا مباح ہی اُسکا چھونا بھی مباح ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اسمین ڈر نہین ہی کہ حمام والا کسی مرد کے پشم کے بال نورہ لگاکر اپنے ہاتھ سے صاف کرے بشرطیکہ اپنی آنکھیں بند کیے رہے - مگر فقیہ ابو اللیث رح نے

لہ جو بات فقط ضرورت کے وقت ہی بغیر ضرورت کے نہین ہی - اور نورہ لگاکر پشم کے بال صاف کرنے مین
قول پر فافہم ۱۲ ہی ہاتھ سے صاف کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی - اور قسم ثانی کو ہم اس طرح بیان کرتے ہین کہ جہان
اپنا نام و النذیر ا

کھیلنا بھی مکروہ ہی ۱۲ ظ انسان ہی لیکن یہ قسم خاص کر مردون کے بیان مین ہی ۱۲ لہ یعنے مقام پیشاب و پیخانہ ۱۲

جہان مرد کو مرد دیکھ سکتا ہے وہین عورت کو عورت دیکھ سکتی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور یہی اصح ہے یہ کافی مین ہے
اور کسی عورت کو یہ جائز نہین ہے کہ شہوت سے دوسری عورت کا پیٹ دیکھے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور نیک پارسا
عورت کو نہ چاہیے کہ کسی بدکار عورت کو اپنے آپ کو دیکھنے دے کیونکہ بدکار عورت اُسکا حال و وصف مردون سے
بیان کریگی پس نہ اپنی اوڑھنی و خمار اُسکے پاس نہ رکھے۔ اور مومنہ عورت کو یہ حلال نہین ہے کہ مشرکہ باندی یا کتابیہ عورت کے
سامنے کپڑے اُتار دے لیکن اگر یہ عورت اُسی کی باندی ہو تو یہ حکم نہین یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور قسم سوم کا بیان
یہ ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ایسا ہے جیسے مرد کا مرد کو دیکھنا لہ اُسکے تمام بدن کو سوائے ناف سے لیکر
گھٹنے کے آخر تک دیکھنا روا ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عورت مذکور یہ بات قطعاً و یقیناً جانتی ہو کہ اگر مین نے مرد
اجنبی کے بعض بدن کو جو مرد کو دیکھنا جائز ہے دیکھا تو میرے دل مین شہوت جوش نہ کرے گی اور اگر یہ جانتی ہو کہ شہوت
جوش کرے گی یا اسمین شک ہو یعنے دونون باتون کا کہ جوش کرے گی یا نہ کرے گی گمان برابر ہو تو میرے
نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ عورت اپنی آنکھ کو بند کرے ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہے پس امام محمدؒ
نے استحسان ایسی صورت مین ذکر فرمایا کہ جب اجنبی مرد کو دیکھنے والی عورت ہو تو یہ حکم ہے اور جس صورت مین
مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھنے والا ہو تو فرمایا کہ فلیجتنب بجہدہ یعنے واجب ہے کہ اپنی کوشش سے نظر ڈالنے
سے اجتناب کرے اور یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ دیکھنا حرام ہے اور صحیح یہ حکم دونون صورتون مین یہی ہے
اور عورت اجنبی مرد کا بدن کسی جگہ سے نہ چھووے بشرطیکہ کوئی اُن مین سے جوانی کی نوبت پر حد شہوت پر ہو اگرچہ
دونون اپنی ذات پر شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہون۔ اور باندی کے حق مین روا ہے کہ اجنبی مرد کے تمام بدن کو
سوائے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دیکھے اور اسقدر بدن جسکا دیکھنا جائز ہے اُسکو چھو سکتی ہے بشرطیکہ دونون
شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہون۔ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ لوگون مین بدون کسی منکر کے انکار کی یہ عادت جاری
ہے کہ باندی اپنے مولاۃ کے شوہر کے پانون دابتی ہے اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ چھونا جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ قسم
چہارم کا بیان یون ہے کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا چار طرح پر ہے اول یہ کہ مرد اپنی جورو یا باندی کو دیکھے دوم
مرد ایسی عورتون کی طرف دیکھے جو ہمیشہ کے واسطے اُسپر حرام ہین جنکو محرمات کہتے ہین سوم مرد کسی اجنبی آزاد عورت
کو دیکھے چہارم مرد کسی غیر کی باندی کو دیکھے پس مرد کا اپنی عورت یا باندی کو سر سے پیر تک دیکھنا حلال ہے
خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو اور یہ بات ظاہر ہے لیکن اولے یہ ہے کہ ان دونون مرد و عورت مین سے
کوئی دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے کذا فی الذخیرہ۔ اور باندی سے اس مقام پر وہ باندی مراد ہے جس کے
ساتھ وطی کرنا حلال ہے اور اگر ایسی باندی ہو جسکے ساتھ وطی حلال نہین ہے مثلاً مجوسیہ یا مشرکہ باندی اسکی ملک ہے
یا اُسکی ماں بہن رضاعی ہو یا اُسکی جورو کی ماں یا بیٹی ہو تو اس مرد کو اُسکی شرمگاہ کا دیکھنا حلال نہین ہے۔ اور
ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اولے یہ ہے کہ جماع کے وقت اپنی جورو کی فرج دیکھے تاکہ لذت پوری ہو

ل یعنے خواہ عورت اجنبی مرد کو یا مرد اجنبی عورت کو دیکھے صحیح یہ ہے کہ حرام ہے ایسی صورت مین ۱۲ منہ ه یعنے اپنے تئین بچا سکے ۱۲

حاصل ہو یہ تبیین میں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رح سے دریافت کیا کہ
ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہے اور عورت اُسکے آلۂ تناسل کو مس کرتی ہے تاکہ اُسکا آلۂ تناسل
کھڑا ہو جاوے پس آیا آپ کے نزدیک اسمین کوئی برائی ہے فرمایا کہ نہیں اور مجھے امید ہے کہ اُسکو ثواب
ملیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک تو اپنی جورو کو جماع کے واسطے ننگا کر سکتا
ہے اور مجد الائمہ ترجمانی و رکن الصباغی اور حافظ سائلی نے فرمایا کہ بیت میں اگر دونوں ننگے ہو جاویں تو کچھ
ڈر نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر مرد و اُسکی عورت دونوں لیٹے ہوں وطی نکرتے ہوں تو ایسی حالت میں کچھ ڈر
نہیں ہے کہ اُنکے محارم پکار کر اُنکے پاس جاویں مگر بلا اجازت کوئی نہ جاوے اور یہی خادم کا حکم ہے جبکہ
مرد و عورت خلوت میں ہوں یا مرد اپنی باندی کے ساتھ خلوت میں ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے
اپنی باندی کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو کوٹھری میں لے گیا اور کواڑ بند کر لیے کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس باندی سے
وطی کرنا چاہتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے اسکی سوت کے سامنے یا اپنی باندی
کے سامنے وطی کی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اسی وجہ سے اہل بخارا
نے چھت پر سونا مکروہ جانا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ کسی مرد کا اپنی محرمات ابدی کو دیکھنا سو اسکا بیان اس طرح
ہے کہ ہر مرد ایسی عورت کا جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے ہر مقام زینت ظاہرہ و باطنہ کو دیکھ سکتا ہے
اور مواضع زینت یہ ہیں۔ سر۔ بال۔ گردن۔ سینہ۔ کان۔ بازو۔ ہاتھ۔ ہتھیلی۔ پنڈلی۔ پاؤں۔ چہرہ۔
پس سر کی زینت تاج و اکلیل سے ہوتی ہے۔ اور بال کی زینت عقاص سے۔ اور گردن میں قلادہ ہوتا ہے
اور سینہ بھی ایسا ہی ہے۔ اور قلادہ حائل ہے کہ کبھی سینہ تک پہونچتی ہے۔ کان گوشوارہ کے واسطے ہے۔
اور بازو مقام دملوج ہے۔ اور ہاتھ مقام کنگن ہے۔ اور ہتھیلی مقام انگوٹھی و منہدی وغیرہ سے
رنگین کرنے کا ہے اور پنڈلی میں خلخال ہوتی ہے اور قدم میں رنگ منہدی ہوتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور کچھ
ڈر نہیں ہے کہ آدمی اپنی ماں و بالغہ بیٹی و بہن و ہر ایسی عورت کے جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے جیسے نانی و دادی
و پرنانی و پردادی وغیرہ علیٰ ہذا القیاس اور اولاد کی اولاد وغیرہ اور پھوپھیاں و خالاؤں کے بالوں کو
دیکھے یا سینہ و گیسوؤں و پستان و بازو و ہاتھ کی طرف نظر کرے مگر ان لوگوں کی پیٹھ و پیٹ کو اور جس قدر
بدن ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک ہے وہ نہ دیکھے اور یہی حکم اس عورت کا ہے جو عورت بسبب رضاعت
کے یا بسبب دامادی قرابت کے اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہو جیسے باپ یا سگے دادا پردادا
وغیرہ کی جورو و بیٹے یا سگے پوتے و پرپوتے وغیرہ کی جورو و جیسے اُس عورت کی بیٹی جس سے اُس نے

ف۱ مترجم کہتا ہے مجھکو اس روایت کی صحت معلوم نہیں فی واللہ اعلم ۱۲ منہ ف۲ خادم غلام یا باندی ۱۲ منہ ف۳ و غیرہ سے یہ مراد کہ چاہیے اسی طرح کتنا ہی رشتہ نیچا دور ہوتا جاوے ۱۲ منہ ف۴ یعنی بیت کی کوئی مقدار نہ مقرر کی ۱۲ منہ ف۵ جیسے ماں۔ بہن نانی۔ دادی وغیرہ ۱۲ منہ ف۶ یعنی جگہ بدن کی زینت کے واسطے ہوتی ہے ۱۲ منہ ف۷ لعلہ بطور سر بند کے جو اسے مرتفع کرتی ہیں ۱۲ ف۸ یعنی ایک قسم کا زیور ہے گردن میں ڈالتی ہیں وہ کبھی سینہ تک پہونچتا ہے ۱۲

نکاح کرکے وطی کر لی ہو اور اگر اُس عورت سے وطی نہ کی ہو تو اُسکی بیٹی بمنزلہ اجنبی عورت کے ہو یعنے جو
حکم اجنبی عورت کی صورت میں مذکور ہوا ہو وہی اُسکا حکم ہو۔ اور اگر حرمت مصاہرہ یعنے دامادی کی وجہ سے
جو عورتیں دائمی حرام ہو جاتی ہیں بسبب زنا کے ہو تو ہمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضوں نے فرمایا کہ
زنا کی وجہ سے جو حرمت مصاہرہ ہو اُسمیں دیکھنا و چھونا مباح نہیں ہوتا ہو یعنے جس عورت سے زنا کیا اُسکی
ماں کو مثلاً دیکھنا و چھونا مثل مذکورہ بالا کے جائز نہیں ہو اور شمس الائمہ سرخسی رح نے فرمایا کہ اس سے
بھی دیکھنا و چھونا مباح ہو جاتا ہو کیونکہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہو جاتی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو
اور یہی صحیح ہو یہ محیط میں ہو اقول وفیہ خلاف الشافعی وغیر واحد بناء علی مارواہ البخاری فی جامعہ الصحیح ولیس
ہذا مقام نقلہا ان شئت فلتراجعہا اور واضح رہے کہ یہ دیکھنا جو حلال بیان کیا گیا ہو اُسی صورت میں ہو کہ جب
اپنی ذات سے شہوت جوش کرنے سے بیخوف ہو اور اگر اسکو اپنی ذات پر شہوت کا خوف ہو تو مباح
نہیں ہو اور یہی حال چھونے کا ہو کہ چھونا جبھی مباح ہو کہ جب اپنے اوپر اور اُس عورت پر جو محرمات ابدیہ
میں سے ہو شہوت کا خوف نہو اور اگر اپنی ذات پر یا اُس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہو شہوت کا
خوف ہو تو اُسکو اس عورت کا چھونا مباح نہیں ہو۔ اور یہ حلال نہیں ہو کہ کسی محرمات ابدیہ کے پیٹ کو یا
پیٹھ کو یا پہلو کو دیکھے اور نہ ان چیزوں میں سے کسی کا چھونا حلال ہو یہ محیط میں ہو۔ اور بیٹے کو روا ہو
کہ اپنی ماں کی خدمت کی غرض سے اپنی ماں کا پیٹ ملے یا پیٹھ دباوے بشرطیکہ کپڑے کے اوپر سے ہو یہ قنیہ
میں ہو شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے شیخ امام ابو بکر سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر مرد پنڈلیوں تک
پاؤں دباوے تو کچھ ڈر نہیں ہو اور اگر ران کو دباوے تو مکروہ ہو مگر کپڑے کے باہر سے چھو سکتا ہو
اور فرماتے تھے ہر مرد اپنے والدین کے پاؤں داب سکتا ہو اور والدین کی ران نہیں داب سکتا ہو اور
فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ اس امر کو مباح جانتے تھے کہ ران کو دباوے اور اُسکو چھووے خواہ کپڑے کے
اوپر سے ہو یا نہو یہ غرائب میں ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ مرد کو جائز ہو کہ ایسی عورت کے ساتھ جو ہمیشہ
ہمیشہ کے واسطے حرام ہو سفر کرے اور اُسکی خلوت میں بیٹھے بشرطیکہ اپنی ذات پر شہوت سے بے خوف
ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے اُسکے ساتھ سفر کیا یا خلوت میں بیٹھا تو مجھکو شہوت ہوگی یا اُسکو شہوت
ہوگی پس اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو یا شک ہو تو اُسے ایسا کرنا مباح نہیں ہو اور اگر سفر میں
مرد کو ضرورت پیش آئی کہ محرمات ابدیہ میں سے کسی عورت کو اُٹھا کر سوار کرے یا سواری پر سے اُتارے تو کچھ
ڈر نہیں ہو کہ کپڑے کے اوپر سے اُسکا پیٹ یا پیٹھ پکڑ کر سوار کرے یا اُتارے اور اگر اُسکو اپنی ذات پر یا اُسکی
ذات پر شہوت کا خوف ہو تو کوشش کے ساتھ اس سے پرہیز کرے اور اُسکی صورت یہ ہو کہ اگر اُس عورت
سے خود سوار ہو جانا یا اُترآنا ممکن ہو سکے تو بالکل اس سے دور رہے اور اگر اُس سے یہ بات ممکن نہو تو
یہ مرد اس امر میں بہت تکلف کرے یعنے بہت سے کپڑے کے اوپر سے اُسکو پکڑے تاکہ اُسکے بدن کی حرارت

اُسکو نہ پہونچے اور اگر یہ ممکن نہو تو اپنے دل سے شہوت دور کرنے کے واسطے تکلف کرے یعنی اُس کے
ساتھ ایسے فعل کا جس سے قضاے شہوت ہوتی ہی ہرگز قصد نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی- اور غیر شخص کی باندی
کی طرف نظر کرنے مین وہی حکم ہی جو محرمات کی طرف نظر کرنے مین ہی اور غیر کی باندی کے پیٹ و پیٹھ کو دیکھنا حلال
نہین ہی جیسا کہ محرمات کے حق مین ہی- اور محمد بن مقاتل رازی یون فرماتے تھے کہ غیر کی باندی کے ناف کے نیچے
سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہین ہی اور اسکے سواے تمام بدن کی طرف نظر کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور جو
باندی کہ مدبرہ ہی یا مکاتبہ ہی یا ام ولد ہی وہ مثل باندی کے ہی اور جو باندی مستسعاۃ ہی یعنی سعایت کر رہی
ہی کہ مقدار معلوم یعنی مثلاً مال کما کر دیدے تو آزاد ہو جاوے وہ مثل مکاتبہ کے ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی
یہ کافی مین ہی اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہی اُسکا چھونا بھی حلال ہی بشرطیکہ اپنی ذات پر اور
اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف ہووے یہ محیط مین ہی اور ہمارے بعضے مشائخ کے نزدیک غیر کی باندی کو سوار
کرنے و اُتارنے مین پکڑنا و دبوچنا روا نہین ہی مگر اصح یہ ہی کہ اگر اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف
ہو تو ہمین کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی- اور امام محمد رح نے کسی کتاب مین غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنے
اور خلوت کرنے کا حکم ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے ہمین اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ حلال نہین ہی اور
اسی طرف حاکم شہید رحمہ اللہ نے میل کیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعضون نے
فرمایا کہ حلال ہی اور اسی پر شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے یہ محیط مین ہی- اور اگر باندی کو خریدنے کا
قصد رکھتا ہو تو سواے اُسکے پیٹ و پیٹھ کے جہان جہان دیکھنا حلال ہی اُسکو چھو سکتا ہی اگرچہ شہوت ناک
ہو جانے کا خوف کرتا ہو یہ سراج الوہاج و ہدایہ مین ہی- اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر کسی شخص نے کوئی باندی
خریدنیکا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکی پنڈلیان و سینہ و دونون ہاتھ پورے چھووے اور کھلے ہوے اعضا کی طرف
دیکھے یہ کافی مین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ان اعضا کا دیکھنا بسبب ضرورت کے مباح ہی اگرچہ
اُسکو شہوت ہو جاوے مگر چھونا درصورتیکہ اُسکو شہوت ہو جانے کا خوف ہو مباح نہین ہی یا اُسکا غالب
گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہوگی تو بھی مباح نہین ہی کیونکہ چھونا ایک نوع کا استمتاع ہی اور درحالیکہ خرید کا قصد
نہ رکھتا ہو تو چھونا و دیکھنا اس شرط سے مباح ہی کہ شہوت سے مامون ہو یہ ہدایہ مین ہی- اور بالغہ باندی
ایک ازار مین فروخت کے واسطے نہ پیش کیجاوے اور ازار سے وہ کپڑا مراد ہی جو اُس کے ناف سے گھٹنے
تک ڈھانکتا ہو یہ اسوجہ سے ہی کہ باندی مذکور کا پیٹ و پیٹھ ستر عورت ہی پس اُسکے پیٹ و پیٹھ کا کھولنا جائز نہین
ہی- اور جو باندی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو یعنی اُسپر شہوت ہوتی ہو تو وہ مثل بالغہ باندی کے ہی کہ ایک ازار
مین پیش نہ کیجائیگی یہ امام محمد رح سے مروی ہی بدین وجہ کہ اشتہا موجود ہی یہ تبیین مین ہی اور اجنبی عورتون
کیطرف نظر کرنے کے واسطے ہم کہتے ہین کہ اجنبی عورتون کے ظاہری مواضع زینت کیطرف نظر مباح ہی اور جو جگہ ظاہری زینت
کی ہی وہ ظاہر الروایۃ کے موافق چہرہ اور ہتھیلی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دیکھنے والے کے دل مین غالب گمان یہ ہو کہ

مجھے شہوت ہو جائیگی تو اُسکا دیکھنا بھی حرام ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اجنبی عورت کے چہرے کا دیکھنا اگر شہوت سے نہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اجنبیہ کا قدم دیکھنا بھی مباح ہے اور دوسری روایت میں امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اجنبیہ کے قدم کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے۔ جامع البرامکہ میں امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اجنبیہ کے ہاتھوں کا دیکھنا دھونے اور پکانے کیوقت جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اُسکے دونوں اگلے دانتوں کا دیکھنا بھی مباح ہے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ یہ دیکھنا بہ نظر شہوت نہو۔ یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر شہوت ہو جانے میں شک ہو تو بھی نظر مباح ہے کذا فی الکافی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اجنبیہ عورت کی ساق یعنی پنڈلی کیطرف نظر مباح ہے بشرطیکہ شہوت سے نہو اور اگر جانتا ہو کہ دیکھنے سے مجھے شہوت ہوگی یا گمان غالب ہو کہ شہوت ہو جائیگی تو بکوشش اجتناب کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں ہے اُسکا بدن سے جدا ہو جانے کے بعد بھی اصح قول کے موافق دیکھنا جائز نہیں ہے جیسے سر کے بال اور قدم کے کاٹے ہوئے ناخن اور پشم کے بال یہ زاہدی میں ہے۔ اور اجنبیہ کے چہرہ و ہتھیلی کا چھونا حلال نہیں ہے اگرچہ شہوت سے مامون ہو اور یہ اُس صورت میں ہے کہ عورت اجنبیہ جوان لائق اشتہا ہو اور اگر وہ عورت ایسی نہو کہ اُسکی طرف خواہش و شہوت ہو تو اُسکے ساتھ مصافحہ کرنے اور اُسکا ہاتھ چھونے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح اگر مرد بڈھا ہو کہ اپنی ذات پر اور اُس عورت اجنبیہ کیطرف سے شہوت سے بیخوف ہو تو اجنبیہ سے مصافحہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اپنی ذات پر یا اُسکی طرف سے شہوت ہونے سے بے خوف نہو تو اس سے اجتناب کرے پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے درصورتیکہ مرد چھونے والا ہو فقط یہ شرط لگائی کہ عورت بڈھی ہو اور یہ شرط نہیں فرمائی کہ مرد ایسا ہو کہ وہ لائق جماع کرنے کے نہیں ہے اور درصورتیکہ عورت چھونے والی ہو فرمایا کہ جب دونوں بڈھے ہوں کہ مرد بھی قابل جماع کرنے کے نہو اور عورت بھی جماع کرنے کے لائق نہو تو باہم مصافحہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے پس فتوی کے وقت تامل کے ساتھ فتوے دینا چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اور بڈھی اجنبیہ عورت سے کپڑے کے اوپر سے معانقہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اگر کپڑے اُسکے ایسے ہوں کہ اُن سے کپڑوں کے نیچے کا حال کھل جائے تو جائز نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کسی عورت کے بدن پر کپڑے ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اُسکے کینڈے کیطرف نگاہ کرے کیونکہ اُسکی نظر کپڑوں پر ہوگی نہ جسم پر پس اگر ایسا ہوا کہ جیسے عورت مذکورہ کوٹھری میں ہے اور مرد اجنبی نے دیواروں پر نظر ڈالی۔ یہ جبوقت ہے کہ اُسکے کپڑے اُسکے بدن سے ایسے چسپیدہ نہوں کہ بدن کا حال صاف معلوم ہوتا ہو جیسے ترکی قبا اور نہ ایسے باریک ہوں کہ جنسے بدن کا حال معلوم ہوتا ہو اور اگر کپڑے ایسے ہوں تو اپنی آنکھ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ لباس بدین معنی کہ اُس کے بدن کیواسطے ستر نہیں ہے ایسا ہے

---

۵۱ کذا فی النسخۃ والصحیح عندی نظر مباح نہیں ہے فانظر المقدمۃ ۱۲م　۵۲ یعنے ناگاہ سوائے عمداً نہ دیکھے ۱۲

۵۳ ران ایسی ہے اور ہاتھ ایسے ہیں اور سینہ ایسا موٹا یا دبلا ہو ۱۲ منہ

گر جیسے اُسکے اوپر جال پڑا ہی۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ یہ عورت اجنبیہ حد شہوت تک پہونچ گئی ہو اور اگر نابالغہ
ہو کہ اُسکے مثل عورت سے خواہش جماع نہین ہوتی ہی تو اُسکے دیکھنے و چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اُسکے بدن
کو حکم عورت حاصل نہین ہی اور نہ اُسکے دیکھنے و چھونے مین خوف فتنہ ہی۔ پھر واضح ہو کہ کبھی اجنبیہ آزاد عورت
کی طرف دیکھنا بسبب ضرورت کے جائز ہو جاتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اجنبیہ عورت خواہ کافرہ ہو یا مسلمہ ہو دونون
یکسان ہین اور ایک روایت مین یہ ہی کہ کافرہ کے بال دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور قاضی نے اگر
کسی اجنبیہ پر کوئی حکم جاری کرنا چاہا یا گواہ نے اُسپر گواہی دینی چاہی تو ان دونون کو اُسکا منھ دیکھنا جائز ہی
اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہو جائیگی مگر یہ چاہیے کہ اس سے ادائے شہادت کا یا اُسپر حکم دینے کا قصد ہو یہ قصد
نہو کہ شہوت رانی کے واسطے اُسکو دیکھیں لیکن اور کسی اجنبی کی گواہی اُٹھانے مین یعنی اُسکے گواہ ہو جاوین اُس کے
چہرہ کا دیکھنا در صورتیکہ دیکھنے سے شہوت ہوگی بعض مشائخ نے فرمایا کہ مباح ہی جیسا کہ گواہی ادا کرنے کے وقت
مباح ہی مگر اصح یہ ہی کہ مباح نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کرنے
کا ارادہ کیا تو اُسکو دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ اور جو لڑکا
کہ حد شہوت تک پہونچگیا ہو وہ مثل بالغ کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ لڑکا اگر مردون کی حد تک پہونچگیا تو اُسکا حکم مثل
مردون کے ہی اور اگر صبیح ہو تو اُسکا حکم مثل عورتون کے ہی وہ سر سے قدم تک عورت ہی شہوت سے اُسکی
طرف دیکھنا حلال نہین ہی۔ اور بدون شہوت کے دیکھنا اور اُسکے ساتھ خلوت مین بیٹھنا روا ہی اسی وجہ سے
اُسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہین دیا جاتا ہی کذا فی الملتقط۔ لیکن نماز کے حق مین مثل مردون کے ہی یہ غیاثیہ
مین ہی۔ اور فرج کی طرف دیکھنا ختنہ کنندہ اور قابلہ و طبیب کو وقت معالجہ کے جائز ہی مگر جہان تک طبیب سے
ممکن ہو چشم پوشی کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور مرد کو حقنہ کے واسطے دوسرے مرد کی فرج[1] کا دیکھنا جائز ہی ایسا
ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ اگر کسی مرد پر دُبلاپن بہت ہوا اور طبیب
نے کہا کہ حقنہ سے تیرا دبلاپن زائل ہو جائیگا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ حقنہ کی جگہ حقنہ کیواسطے کھول دے اور یہ صحیح
ہی کہ اسواسطے کہ بہت دُبلاپن ایک قسم کا مرض ہی کہ انجام کار منجر بہ دق و سل ہو جاتا ہی۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے
شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ حقنہ فقط ضرورت کے وقت جائز ہی اور اگر حقنہ کی کوئی ضرورت نہو مگر اُسکا نفع ظاہر
ہو مثلاً حقنہ سے اُسکو جماع کی تقویت حاصل ہو جاوے تو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر دُبلاپن ہو پس اگر
ایسا دُبلاپن ہو جس سے خوف تلف (ہلاکت ۱۲) ہو تو حلال ہے ورنہ حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ ماں و بہن و بیٹی کے پاس جبتک اجازت طلب نہ کر لیوے تب تک
نہ جاوے۔ اور اپنی جورو کے پاس بدون اجازت لینے کے چلا جاوے فقط سلام کرے یہ تاتارخانیہ مین

ف۱ فرج سے مراد مقعد ہی کیونکہ حقنہ عورت کی پیشاب گاہ و مرد کے سوراخ مین خلاف اصطلاح اطبا بلکہ ممکن نہین ۱۲

ف۲ ڈاڑھی مونچھ والا ہو گیا ۱۲ ف۳ مثلاً عورتون کی صف سے اگلی صف مین ہوگا ۱۲ منہ

ایک عورت کے ایسی جگہ قرحہ ہوگیا جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں ہے تو یہ حلال نہیں کہ اُس جگہ کو دیکھے
مگر کسی عورت کو سکھلا دے کہ وہ علاج کرے اور اگر کوئی ایسی نہ ملے جو اُسکا علاج کرے یا ایسی عورت نہ ملے
جو تبلانے سے علاج کرنا سمجھ جاوے اور عورت مریضہ کے حق میں بلاء یا درد یا ہلاک کا خوف ہو تو عورت
مذکو راس جگہ کے سواے سب جگہ چھپاوے پھر مرد اُسکا علاج کرے اور سواے اس جگہ کے جہاں قرحہ ہے
باقی سب سے جہان تک ہو سکے چشم پوشی کرے اور اس حکم میں محرمات ابدیہ و غیر محرمات ابدیہ میں کچھ فرق
نہیں ہے اسواسطے کہ جو جگہ عورت تھی یعنے اُسکا چھپانا واجب ہے اُسکی طرف بسبب محرمیت کے نظر کرنا حلال
نہیں ہوجاتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایسا غلام جس سے اپنی مولاۃ حرہ سے قرابت
محرمیت نہیں ہے اُسکا اپنی ولاۃ مذکورہ کی طرف دیکھنے کا حکم مثل مرد اجنبی کے ہے کہ اُسکے چہرہ و ہتھیلیوں
کو دیکھ سکتا ہے اور جہان مرد اجنبی آزاد عورت اجنبیہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے وہان نہ دیکھے
خواہ یہ غلام خصی ہو یا مخنث ہو بشرطیکہ مردوں کی حد تک پہونچ گیا ہو اور وہ مجبوب جس کا
پانی خشک ہوگیا ہو سو ہمارے بعض مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے عورتوں کے ساتھ اُسکا خلط ملط ہونا
جائز[12] رکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ اجازت نہ دیجائیگی بلکہ منع کیا جائے گا۔ اور غلام اپنی مولاۃ کے
پاس بلا اجازت لینے کے بالاجماع جا سکتا ہے اور سیہ بھی اجماع ہے کہ غلام کے ساتھ اسکی مولاۃ
سفر نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور جو غلام خصی ہیں وہ جب تک حد بلوغ تک
نہ پہونچے ہوں تب تک عورتوں کے پاس چلے جانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور حد بلوغ کی مدت
پندرہ سال کی مقرر کی گئی ہے اسواسطے کہ خصی کو احتلام نہیں ہو سکتا ہے۔ اور ایک خصی ہو
یا زیادہ ہوں سب کا حکم یکسان ہے کہ سب جا سکتے ہیں یہ کبرے میں ہے حسن بن علی مرغینانی
رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا مستحاضہ یا حائضہ پر لازم ہے کہ نماز کے وقت اپنی فرج کو
دیکھے فرمایا کہ نہیں اور بھی شیخ رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے مرنے کے
بعد اس کی ہڈیان کیطرف مثل جمجمہ کے دیکھنا جائز ہے فرمایا کہ نہیں دیکھنا جائز ہے۔
یہ تاتارخانیہ میں تیمیہ سے منقول ہے۔ اپنے غلام یا اپنی باندی یا اپنی جورو سے
لواطت کرنا حرام ہے۔ اگر کسی کی جورو کا وہ پردہ جو اُسکی فرج اور مقعد کے درمیان ہے
پھٹ گیا ہو تو شوہر کو اُس کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر یہ جانتا ہے کہ آلۂ تناسل
فقط سوراخ فرج میں جائے گا سوراخ مقعد میں کبھی نہ پڑے گا تو جائز ہے اور اگر شک ہو
تو وطی نہیں کر سکتا ہے کذا فی الغرائب

ل قولہ حائضہ اطلاق بنظر تفہیم عام ہے ۱۲ ع واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ عورت مرکر بوسیدہ ہوگئی اور گوشت اتر جانے کے بعد ہڈیان صاف ہوگئیں
تو اُسکا دیکھنا محتمل ہے شاید یہ مراد ہو کہ فوراً بعد موت کے واللہ تعالی اعلم ۱۲ ع آزاد عورت مالک غلام ۱۲ ع قبل جماع کے ۱۲ ع جسکو استحاضہ کا مرض ہو ۱۲

نوان باب۔ اُن لباسون کے بیان مین جنکا پہننا مکروہ ہی اور جنکا مکروہ نہین۔ سیاہ رنگ کا پہننا اور عمامہ کا چھور پشت پر آدھی پیٹھ تک دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا مندوب ہی یہ کنز مین ہی۔ اور مشائخ نے عمامہ کی چھور کی مقدار مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایک بالشت ہو اور بعض نے کہا کہ آدھی پیٹھ تک ہو اور بعض نے کہا کہ موضع جلوس تک ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور جب عمامہ کو از سر نو باندھنا چاہین تو چاہیے کہ عمامہ کے پیچون کو جس طرح باندھتا تھا اُسی طرح (یعنی پیچ پیچ تہ کرکے) کھول لے اور ایکبارگی زمین پر نہ ڈال دے یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور ٹوپی پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور بتحقیق صحیح ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ جاننا چاہیے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک حریر کا پہننا جسکا بانا و تانا دونون ریشم ہوتا ہی مردون کو ہر حال مین حرام ہی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ لڑائی کی حالت مین مکروہ نہین ہی۔ شرح قاضی امام اسبیجابی مین لکھا ہی کہ صاحبین کے نزدیک مردون کو حریر پہننا لڑائی کی حالت مین جبھی مکروہ نہین ہی کہ جب ایسا گندہ ہو کہ ہتھیار کے زخم سے بچا سکے کذا فی المحیط اور اگر باریک ہو کہ اس لائق نہو تو یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہو تو بلا خلاف اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور عامہ مشائخ کا یہی قول ہی اور شیخ الاسلام نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو پس اگر ریشم دکھلائی دیتا ہو تو مردون کو اُسکا پہننا مکروہ ہی اور اگر نہ دکھلائی دیتا ہو تو نہین مکروہ ہی اور یہ حکم غیر حالت جنگ کا ہی۔ اور حالت حرب کا یہ حکم ہی کہ جسکا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم کا ہو تو حالت جنگ مین اُسکا پہننا مباح ہی کیونکہ جب غیر حالت جنگ مین اسکا پہننا مباح ہی تو حالت جنگ مین ایسی چیز کا پہننا باوجود ضرورت گنجایش کے بدرجۂ اولی مباح ہوگا اور جس کا بانا ریشم اور تانا غیر حریر ہو تو بالاجماع حالت جنگ مین اُسکا پہننا مباح ہی یہ محیط مین ہی مردون کو دیبا کا پہننا مکروہ ہی اور اُسکے تکیہ بنانے اور اُس پر سونے مین ڈر نہین ہی اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رہ کا قول مثل قول امام محمد کے ہی اسکو صدر الشہید رہ نے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رہ سے مروی ہی کہ دیبا و حریر پر بیٹھنا[1] کراہت کے حق مین ایسا نہین ہی جیسا ان دونون کا پہننا ہی پس اگر اس قول سے کہ دونون پر بیٹھنا مثل پہننے کے نہین ہی یہ مراد ہی کہ بالکل کراہت[2] نہین ہی تو دیبا پر بیٹھنے مین امام محمد رہ سے دو روایتین ہوگئین کیونکہ ظاہر مذہب انکا یہ ہی کہ دیبا پر بیٹھنا مکروہ ہی اور اگر قول مذکور سے اثبات کراہت مراد ہی تو مسئلہ مین دو روایتین نہونگی بلکہ دونون باتین یعنے بیٹھنا لیٹنا دونون مکروہ ہونگی لیکن پہننا زیادہ مکروہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ بعد لڑائی مین حریر و دیبا پہننے مین ڈر نہین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور یہی اصح ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ عیون مین ہی کہ مردون کو خز پہننے مین امام اعظم رہ کچھ باک نہین جانتے تھے اگرچہ اُسکا تانا ابریشم یا حریر ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جن کپڑون مین ریشم زیادہ ہوتا ہی جیسے خز وغیرہ تو ان مین کچھ ڈر نہین ہی اور جس کپڑے مین ظاہرا

[1] بیٹھنا یعنے پہننا سخت مکروہ ہی ۱۲ [2] اقول اس لیے کہ کراہت متعلق مثل ہی اور اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بالکل کراہت نہو کیونکہ سالبہ بلا وجود موضوع کے صادق ہوتا ہی دوم یہ کہ کراہت اسقدر نہین ہی پس اگر اول ہو تو دو روایتین ہوگئین اور دوم پر روایت واحدہ ہی ۱۲

ریشم ہو وہ مکروہ ہے اسی طرح جسکا ایک خط خز اور ایک خط ریشم ہوا اور وہ ظاہر ہو تو اس میں خیر نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مردوں کے حق میں خز پہننے میں کچھ باک نہیں سمجھتے تھے اگرچہ اُسکا تانا حریر ہو مگر یہ بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ اُنکے زمانہ میں خز اسی حیوان آبی کے بالوں سے جسکو عربی میں خز و تصاعہ اور ترکی میں قندز کہتے ہیں بنایا جاتا تھا اور اس زمانے میں ریشم عفن سے تیار ہوتا ہے پس مثل قز کے مکروہ ہونا واجب ہے یہ ملتقط میں ہے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ خز میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ شہرت کی نیت نہو ورنہ اسمیں خیر نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور جس چیز کا پہننا مردوں کو مکروہ ہے وہ غلمان[1] یعنے غلاموں و لڑکوں کو بھی مکروہ ہے اسواسطے کہ نص میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سونا و ریشمی کپڑا اپنی امت کے ذکروں پر بدون قید بلوغ و آزادی کے حرام کیا ہے پس گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اُنکو پہنایا کیونکہ ہم لوگ اُنکی حفاظت کے واسطے مامور ہیں یہ تمرتاشی میں ہے۔ ریشم کا لحاف نہیں جائز ہے کیونکہ یہ ایک طرح کی پوشش ہے اور اگر بچہ کے گہوارہ پر ریشمی چادر ڈالی جاوے تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ یہ پہننا نہیں ہے اسی طرح ریشمی کلہ[2] مردوں کے واسطے مباح ہے کیونکہ وہ مثل بیت کے ہے یہ قنیہ میں ہے اور اسیجابی میں ہے کہ حریر کا غلاف تکیہ بنانے میں ڈر نہیں ہے کذا فی التمرتاشی اور فتاوی عصیر و فتاوی ابو الفضل کرمانی میں ہے کہ مردوں کے واسطے حریر کا غلاف بنانا مکروہ ہے کہ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا ہے نہیں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور حریر کا پردہ بنانے اور دروازہ پر لٹکانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے یہ فتاوی شرح مختار میں ہے۔ ایک دلال حریر کا کپڑا فروخت کرنے کے واسطے اپنے کندھوں پر ڈالے ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اپنے ہاتھ اُسکے آستینوں میں نہ ڈالے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مشائخ کے درمیان اس امر میں گفتگو ہے یہ قنیہ میں ہے۔ عامہ علماء نے فرمایا کہ عورتوں کو حریر خالص پہننا حلال ہے یہ محیط میں ہے اور جس کپڑے پر ریشم کا کام ہو یا ملفوف بحریر ہو وہ عامہ فقہاء کے نزدیک حلال ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کپڑے میں ریشمی کام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ چار انگل یا اس سے کم ہو اور اسمیں کوئی اختلاف بیان نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح السیر میں ذکر کیا کہ ریشم سے کام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر کوئی مقدار بیان نہ کی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک عمامہ کا طرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انگل سے چار انگل ہے جو ہمارے بالشت کے برابر ہے تو یہ قدر روا ہے اور نجم الائمہ بخاری رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ رخصت میں چار انگل اس طرح معتبر ہیں کہ نہ بالکل مضموم[3] ہوں اور نہ بالکل منشور ہوں اور ظہیر الدین تمرتاشی نے فرمایا کہ چار انگل جیسے ہیں اپنی ہیئات پر معتبر ہیں اہل سلف کے انگل نہیں ضرور ہیں[4] اور فتاوی ابو الفضل کرمانی میں چار انگل منشورہ لکھے ہیں اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ منشورہ چار انگل کی مقدار سے احتراز کرنا ادب ہے۔ فتاوے ابو الفضل کرمانی میں لکھا ہے کہ اگر عمامہ میں کئی جگہ ریشمی کام ہو تو وہ جمع کرکے دیکھا جائے گا کہ کس قدر ہے اور

---

[1] غلمان جمع غلام اگر بمعنے طفل و کودک لیا جاوے تو گو نہ تکرار ہے اور بعدم تطابق دلیل آں بندہ بجمیع اجزائہ و اگر بمعنے غلام یعنی مملوک لیا جاوے تو کوئی خرابی نہوگی کیونکہ جمع اسکی بھی غلمان آتی ہے ۱۲ منہ [2] مچھروں وغیرہ کے بچاؤ کے واسطے پلنگ کے گرد مثل کوٹھری کے بنا لیتے ہیں ۱۲ منہ [3] یعنے ملے ہوئے [4] یعنے جواز کا حکم اتفاقی نہیں ہے

شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جمع نہیں کیا جائیگا اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ متفرق کام میں جمع کرنے میں وکرنے میں اختلاف ہے اور نجم الائمہ بخاری نے فرمایا کہ متفرقات کام میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع نہ کیا جاوے لیکن اگر یوں ہو کہ کپڑے کا ایک خط ریشمی ہو اور دوسرا غیر ریشمی ہو جسکے سبب ریشمی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے جیسا کہ بقالی کے جمع التفاریق میں مذکور ہے۔ اور اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہو جیسے عمامہ میں طرہ ہوتا ہے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع کر کے اُسکا اندازہ نکیا جاوے گا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ایسی پیٹی ہو جسکے دونوں کنارے جو آپس میں ملائے جاتے ہیں چاندی کے ہوں تو اُسکے استعمال میں ڈر نہیں ہے اور منطقہ مفضضہ کو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور اگر وسط منطقہ میں جا کہ دیبا ہو تو بعض نے فرمایا کہ اس کے استعمال میں ڈر نہیں ہے بشرطیکہ چار انگل عرض نہو اور بعض نے فرمایا کہ مرد و نکو اُسکا استعمال کرنا جائز نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔ مردوں کو حریر کی ٹوپی اور سونا چاندی پہننا مکروہ ہے اور جس کپڑے پر ریشم کشیدہ یا کچھ سونا و چاندی سیا ہو بشرطیکہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ہو وہ بھی مکروہ ہے اور ٹوپی کے کنارے میں یہ چار انگل ہو تو کچھ ڈر نہیں اسی طرح اگر عمامہ کے کنارے میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگرچہ پر ایسا کام ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ فتاوی آہو میں ہے کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ریشم کے کنٹھے میں جکن بنائی گئی یا کاڑھا گیا تو مرد کو اسکا پہننا کیسا ہے تو فرمایا کہ چاہیے کہ مکروہ نہو کیونکہ وہ مستہلک ہو گیا پس تابع ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ وہ تابع ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص کو برف میں چلنا پڑتا ہے اور اُسکو ہمیشہ برف کیطرف نظر کرنا بینائی کو مضر ہوتی ہے۔ تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ وہ اپنی آنکھ پر ابریشم کے خمار سیاہ ڈالے۔ میں کہتا ہوں کہ چشم رمد میں بدرجہ اولے یہ جائز ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور ایسا جبہ جس میں خز بطور بھرت[۱] بھرا ہوا اُسکے پہننے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے سیر کبیر میں ہے۔ کہ اگر مرد کی ازار بطور بھرت دیبا کی یا سونے کے تاروں کی ہو تو غیر حالت جنگ میں بھی اُسکے پہننے میں کچھ ڈر نہیں کذا فی الذخیرہ قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ فلو کان کذلک لم توخذ بہذہ الروایۃ والمترجم کا تہ لم یحصلہ جداً۔ بعض مشائخ کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مرد کیواسطے حریر کے تکیہ میں کچھ ڈر نہیں ہے اور صدر الشہید رحمہ نے ایمان الواقعات میں ذکر کیا کہ صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور صدر الشہید رحمہ کے حاشیہ شرح جامع صغیر میں اُن کے خط سے مرقوم ہے کہ تکیہ حریر میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے کذا فی المحیط ریشم کا بنایا ہوا تکیہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے اسیطرح ریشمی ٹوپی کا اگرچہ عمامہ کے نیچے ہو اور ریشمی ہمیانی کا جو لٹکائی جاتی ہے یہی حکم ہے کذا فی القنیۃ ریشمی تکیہ میں اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق مکروہ ہے اسی طرح فصد لینے والے کی پٹی ریشمی مکروہ ہے اگرچہ چار انگل سے کم ہو کیونکہ وہ خود

[۱] قولہ چشم رمد یعنے جس آنکھ میں رمد ہو اور عدد رمد ہوتا ہے آنکھ کی سپیدی میں یہ اطبا کی اصطلاح ہو پس یہ حکم صورت درم میں ہوگا اور شاید یہاں عام پیرمغی چشم مراد ہو واللہ اعلم ۱۲ [۲] یوں ہی نسخہ میں موجود ہے اصہ یہ بقیار کے قابل روایت نہیں بلکہ مخالف ہے ورنہ کاتب کی غلطی ہے ۱۲

اصل ہی کذا فی التمرتاشی اور جامع الفتاوے مین محمد بن سلمہ رح سے روایت ہی کہ جس نے ریشمی تکہ کے ساتھ نماز
پڑھی تو نماز جائز ہی۔ مگر وہ شخص گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے قز کو قبا کے اندر بھرا تو ڈر نہین
ہی کیونکہ وہ تابع ہوگیا اور اگر قبا کا استر یا ابرہ قز کا بنایا تو مکروہ ہی کیونکہ ابرہ و استر دونون مقصود ہوتے ہین
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ شرح قدوری مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ قز کا کپڑا جو قز اور ابرے کے
درمیان ہوتا ہی مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ٹوپی کا ریشمی استر
مکروہ ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ عورتون کے واسطے سونے کے تارون کا کارچوبی بنا ہوا کپڑا پہننے مین کچھ ڈر
نہین ہی مگر مردون کے واسطے فقط چار انگل تک روا ہی اس سے زیادہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی مردون کے
واسطے کسم۔ زعفران۔ ورس کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور امام ابی حنیفہ
رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ سرخ رنگ و سیاہ رنگ مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ دریافت
کیا گیا کہ دنیا مین زینت و تجمل کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے
اسوقت آپ کے بدن مبارک پر ہزار درم قیمت کی ایک چادر تھی اور گاہ گاہے[1] چار ہزار درم کی چادر اوڑھے
ہوئے نماز کو کھڑے ہوتے تھے اور آپ کے اصحاب مین سے ایک شخص ایک روز چادر خز اوڑھے ہوئے
داخل ہوئے پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ کو نعمت عطا فرماتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اپنی نعمت
کا اثر اسکے بدن پر دیکھے اور امام ابو حنیفہ چار سو دینار کی قیمت کی چادر اوڑھتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی صوف
و بالون کا پہننا انبیا علیہم السلام کی سنت ہی کیونکہ یہ تواضع کی نشانی ہی اور پہلے پہل اسکو حضرت سلیمان علی نبینا
و علیہ السلام نے پہنا ہی۔ اور حدیث[2] مین ہی کہ اپنے دلون کو لباس صوف پہنکر روشن کرو کہ یہ دنیا مین ذلت ہی اور
آخرت مین نور ہی اور لوگون کی تعریف و بڑائی سے اپنا دین بگاڑنے سے بچے رہو یہ غرائب مین ہی۔ اچھے
کپڑے پہننا مباح ہی بشرطیکہ تکبر نہ کرے اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایسے کپڑے پہنکر ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا یہ
سراجیہ مین ہی۔ کسی کی موت پر تاسف کرنے کے واسطے کپڑون کا سیاہ و اکہب[3] رنگنا جائز نہین ہی اور صدر الحسام
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منزل میت مین کالے کپڑے کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ امام سرخسی نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ
عام اوقات مین دھلے ہوئے کپڑے پہننا چاہیے اور بعض اوقات مین اللہ تعالی کی نعمت ظاہر کرنیکے واسطے حسن لباس
پہنے مگر ہر وقت نہ پہنے کہ اسمین محتاج مسلمانون کو ایذا ہوتی ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اسیطرح اگر ایک جبہ
سے جاڑا جاتا رہے تو نہ چاہیے کہ دو تین جبہ لاد کر ظاہر کرے کیونکہ اسمین محتاجون کے حق مین ایذا دہی
ہی پس اس لباس سے بسبب ایذاے غیر کے ممانعت ہی یہ محیط مین ہی۔ اور زنار بلا خلاف مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین
ہی اور مرد کو ایسا پائجامہ جو پشت پا تک لٹکتا ہو مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی اور بعض مشائخ سے

[1] گاہ گاہے ترجمہ قولہ ربما علے مذہب بعض المحققین اور یہ اختیار اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ ایسی روایت ہی ۱۲ منہ [2] یہ حدیث موضوع
ہی اور اس بارہ مین کچھ ثابت نہین ہی۔ اکہب بھورک میلا سیاہی مائل ۱۲ [4] تابع نہین ہوتے ہین ۱۲ [5] یعنی صدر الشریعۃ شیخ حسام الدین رح ۱۲

روایت ہے کہ مرقع اور موٹا کپڑا پہننا سنت اسلام میں سے ہے پائجامہ پہننا سنت ہے اور یہ لباس مرد و عورت کے واسطے بہت پردہ پوش ہے یہ غرائب میں ہے۔ عورت کو اپنے گھر میں سر کھولنا روا ہے پس بدرجہ اولیٰ یہ روا ہے کہ اپنے محارم کے سامنے ایسی خمار اوڑھے جس سے اسکے نیچے کا بدن معلوم ہو یہ قنیہ میں ہے۔ لباس میں کپڑے کو کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہے۔ اور ازار و قمیص کا لٹکانا بدعت ہے ازار کو چاہیے کہ ٹخنوں سے اونچی رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردوں کے واسطے ہے اور عورتیں اپنے ازار کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تاکہ ان کے قدموں کے پیٹھ ڈھکی رہے اگر کسی مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہ ہو تو ہمیں تنزیہی کراہت ہے یہ غرائب میں ہے اقول فیہ نظر فافہم۔ سوائے نماز کے غیر وقت میں سدل میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے فرمایا کہ بدون قمیص کے مکروہ ہے اور قمیص و ازار کے ساتھ مکروہ نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے جیسا کہ نماز میں مکروہ ہے اور صحیح قول شیخ ابو جعفر کا ہے کہ مکروہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے میں ڈر نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح کے بدن شریف پر سنجاب تھا اور ضحاک رح کے سر شریف پر سمور کی ٹوپی تھی یہ غیاثیہ میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ سب درندوں کی اور انکے سوائے مردار کی کھال کی دباغت کی ہوئی و ذبح کی ہوئی کی ٹوپیں بنانے میں ڈر نہیں ہے اور فرمایا کہ دباغت کرنا ہی اسکی ذکوۃ ہے یہ محیط میں ہے۔ چیتے و تمام درندہ جانوروں کی کھال سے دباغت کرنے کے بعد مصلی یا زین کا میسرہ بنانے میں ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر وضو کے واسطے یا ناک کی میل کے واسطے کوئی کپڑا بنا لے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ اگر کوئی کپڑا پسینا پوچھنے کیواسطے اپنے ساتھ رکھے تو مکروہ ہے کیونکہ یہ نئی نکالی ہوئی بات بدعت[1] ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے انہیں سے کوئی بات براہ تکبر کی تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے ازراہ ضرورت و حتیاج کی تو مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں ہے ہشام نے اپنی نوادر میں فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رح کے پاؤں میں دو نعلین دیکھیں جنمیں چو گردا لوہے کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں تو میں نے پوچھا کہ آیا آپ اس نئی بات سے باک کرتے ہیں فرمایا کہ نہیں تو میں نے ان سے کہا کہ سفیان و ثور بن یزید دونوں اسکو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ راہبوں کے ساتھ مشابہت[2] ہے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی پاپوش پہنتے تھے جنمیں بال لگے ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی راہبوں کا لباس ہے پس امام ابو یوسف رح نے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جن باتوں میں بندوں کے واسطے بہتری ہے انمیں صورت کی مشابہت کچھ مضر نہیں ہے اور پاپوش میں ایسی مضبوطی کرنے میں بہتری ہے کہ بعض زمین ایسی ہوتی ہے کہ اسکی مسافت بعیدہ بدون ایسی مضبوطی کے طے نہیں ہو سکتی ہے یہ منتقرقات محیط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس

[1] اس بدعت سے خلاف طریقہ مراد ہے ورنہ امور دنیاوی میں بدعت کا اطلاق داخل وعید بدعت شرعی نہیں ہے واللہ اعلم لقولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد فتامل فیہ ۱۲ [2] مشابہت میں اشارت ہے کہ مشابہت مکروہ وہ ہے کہ جو طریقہ سنت میں نہ ہو اور اسکی وجہ سے آدمی ایسا مشتبہ ہو جاوے کہ گویا اسی قوم فاجرین سے ہے خواہ بالکلیہ تشبہ ہو یا بعض علامات میں ہو حتیٰ کہ اگر اس سے کچھ علامت پائی نہ جاوے تو کراہت ہوگی حتیٰ کہ کہ ڈاڑھی اگر چہ ترکی و نصیح ہو مگر ہندوستان میں کرانیوں سے تشبہ ہو کر مکروہ ہو گیا فافہم ۱۲

ایک صندلی ہو جسکے قدم کی جگہ ایک پھلی چاندی کے تارون کی بنی ہوئی ہو اور یہ تار ایسے ہین کہ علیحدہ کر لیے جاسکتے ہین تو عورت مذکور کو اُسکا استعمال کرنا جائز ہے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور شرح طحاوی مین ہے کہ مکاعب مین چاندی کالانا ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے مکروہ ہے اور امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے کذا فی القنیہ۔ اگر کسی شخص کی کوٹھری مین دیبا کا فرش بچھا ہوا ور دروازہ پر دیبا کا پردہ لٹکا ہو یہ سب تجمل کی غرض سے ہو وہ شخص اس فرش پر نہ بیٹھتا ہو اور نہ سوتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے اسکو امام محمد رح نے صریح بیان فرمایا ہے اسواسطے کہ دیبا سے انتفاع حرام ہے اور فرش دیبا سے انتفاع یون ہے کہ اسپر بیٹھے یا اسپر سووے یہ کبرے مین ہے۔ لکڑی کی جوتی بنانا بدعت ہے اور ابو القاسم صفار سے مروی ہے کہ سرخ چمڑے کا موزہ فرعون کا تھا اور سپید چمڑے کا موزہ ہامان کا تھا اور سیاہ موزہ علماء کا ہے اور مین نے بیس بڑے فقیہون کی فقہاے بلخ سے ملاقات کی مگر مین نے کسی کے پاس سرخ یا سپید موزہ نہ دیکھا اور نہ مین نے کسی کو سُنا کہ اُسنے کبھی اپنے پاس رکھا ہو اور روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ موزہ رکھا کہ آپ کو دو سیاہ موزے ہدیہ بھیجے گئے تھے پس آپنے لیکر پہنے تھے یہ قنیہ مین ہے

دسوان باب۔ سونے و چاندی کے استعمال کے بیان مین۔ عورتون ولڑکون ومردون کو سونے وچاندی کے برتن مین کھانا وپینا واُس سے تیل ڈالنا وخوشبو لگانا مکروہ ہے کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسنے چاندی یا سونے کے برتن سے اپنے سر و بدن پر تیل ڈالا ہو اور اگر اُسنے برتن کے اندر ہاتھ ڈالکر اُسمین سے تیل نکالکر اپنے ہاتھ سے استعمال کیا تو کچھ ڈر نہین ہے اسیطرح اگر چاندی وسونے کے پیالے مین سے کھانا نکالکر روٹی وغیرہ کسی چیز پر رکھ لیا پھر کھایا تو بھی کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین ہے اگر چاندی کی کُپی سے تیل اپنے سر پر ڈالا تو مکروہ ہے اسیطرح اگر اُس سے اپنی ہتھیلی پر نایا پھر اپنے سر پر یا داڑھی مین ملا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غالیہ ہو تو ڈر نہین ہے کیونکہ غالیہ جب برتن مین ہوتا ہے اُس سے سر پر نہین نایا جاتا ہے۔ اور چاندی وسونے کے چمچے سے کھانا مکروہ ہے اور چاندی وسونے کے خوان پر کھانا مکروہ ہے و چاندی وسونے کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہے اسی طرح اگر چاندی وسونے کا آفتابہ ہو اُس سے وضو کرنا بھی مکروہ ہے اسی طرح چاندی و سونے کے مجمر مین خوشبودار وغیرہ چیز جلاکر دُھونی لینا مکروہ ہے لیکن فقط تجمل کے واسطے ہو تو ایسا نہین ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اسی طرح سونے وچاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا سرمہ دانی بنانا بھی مکروہ ہے اسیطرح سونے وچاندی کی ہر ایسی چیز جس سے بدن کو نفع پہونچے مکروہ ہے۔ یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور سونے وچاندی کے طشت مین وضو کرنا مکروہ ہے۔ یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ سونے وچاندی کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ ہے اس حکم مین مرد وعورت یکسان ہین۔ اور آئینہ جو سونے یا چاندی کا بنایا گیا ہو اُسمین دیکھنا اور سونے وچاندی کے قلم سے لکھنا مکروہ ہے اور سونے وچاندی کی دوات کا بھی یہی حکم ہے اور اس مین مرد وعورت یکسان ہین یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے گھر مین سونے کے کٹورے تجمل کے واسطے ہون اُس سے

وہ شخص پانی نہ پیتا ہو تو ڈر نہیں ہے اسکو صحیح امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے اسواسطے کہ انتفاع حرام کیا گیا ہے اور
ان ظروف سے انتفاع پینے کے کام میں لانا ہے یہ کبری میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ چاندی کے ظروف سے جو چیز
ہاتھ ڈال کر نکال کر استعمال کیجاوے اسمیں ڈر نہیں ہے اور جو چیز برتن سے ریختہ کیجاوے جیسے اشنان و روغن و
غالیہ وغیرہ کے مانند تو مکروہ ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور ظرف مذہب یا مفضض سے کھانے و پینے میں ڈر نہیں
ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے و چاندی پر نہ رکھے اور اسیطرح ظروف و کرسیوں و سریرین سے جو مفضض ہو نگا بھی
یہی حکم ہے بشرطیکہ نشست اسکی سونے و چاندی پر نہو اسی طرح اگر آئینہ کا حلقہ سونے و چاندی کا ہو تو بھی یہی
حکم ہے اسیطرح مجمرو لگام و زین و سقر و رکاب کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ سونے و چاندی پر نشست نہو اور امام ابویوسف
رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ان سب کو مکروہ فرمایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ انھین
کے ساتھ ہیں اور بعض نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح کے ساتھ ہیں کذا فی التمرتاشی اور زاد میں ہے کہ صحیح امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کا قول ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور جن کپڑوں پر سونے و چاندی سے لکھا گیا ہو انکا پہننا مکروہ نہیں ہے
اسیطرح ہر مموہ کا استعمال یعنے سونے و چاندی سے تموبہ ہو مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر وہ چیز گلائی جاوے تو اسمیں سے کچھ
نہ نکلیگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ جس کپڑے میں سونے و چاندی سے لکھا ہو وہ مرد کو پہننا
نہ چاہیے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر چھری کے پھل میں یا تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اگر وہ جگہ جہاں چاندی ہے گرفت کی ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ مطلقاً
مکروہ ہے اور وہ ملمع کہ اگر جدا کریں تو کچھ نہ نکلے اسکے استعمال میں بالاجماع کچھ ڈر نہیں ہے یہ کافی میں ہے سیر میں لکھا
ہے کہ تلوار کو سونے سے محلی نکرنا چاہیے اگرچہ لڑائی و جہاد میں ہو اسواسطے کہ لڑائی میں حلیہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا
ہے حلیہ فقط زینت کیواسطے ہوتا ہے مولف عفا اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ حکم تلوار کے حق میں ہے تو تلوار کی حمائل کے
حق میں بدرجۂ اولے یہی حکم ہے یہ تمرتاشی میں ہے تلوار کی حمائل و پٹی کو چاندی سے محلی کرنے میں کچھ ڈر نہیں
ہے سونے سے محلی کرنا نہیں جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر کوئی چھری پوری چاندی مفضض ہو اور سونے یا چاندی
سے بندھی ہوئی ہو تو اس سے انتفاع مکروہ ہے لیکن اگر سونا یا چاندی مقام گرفت سے ایا سطرف ہو کہ اسکا ہاتھ
سونے یا چاندی پر نہ پڑے تو ایسا نہیں ہے کذا فی محیط السرخسی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب چاندی
کی صورت میں دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ قلم تراش و مہندو
مقراض و مقلمہ و دوات و آئینہ کا سونے سے محلی کرنا جائز نہیں ہے اور چاندی سے محلی کرنے میں دو صورتیں ہیں
اور لڑائی کے واسطے جو چھری ہو اسکا محلی کرنا مباح ہے اور مکتوبات میں چاندی ہونا مکروہ ہے یہ امام ابویوسف سے
مروی ہے اور امام اعظم و امام محمد رح کا قول اسکے برخلاف ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور سونے و چاندی کی گل میخین بنانے

۱؎ شکستہ کا حلقہ یا نپر دبا ہوا ۱۲ ۲؎ قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ علت تو چاندی میں بھی جاری ہے اور شاید فرق کا منشا یہ کہ سونے کی انگوٹھی
مطلقاً ممنوع ہے بخلاف چاندی کے فافہم ۱۲ منہ ۳؎ یعنی استعمال کرنا ہو ۱۲ منہ ۴؎ سونے یا چاندی کی قلعی کار کیا ہو ۱۲ ۵؎ یعنے سونا و چاندی کچھ نہ نکلے گا ۱۲

میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اسکا دروازہ مکروہ ہے۔ اور جب ہاتھ کی چھنگلیا میں سونے کی انگوٹھی ہو اس سے پانی
پینے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور کھانے و پینے و تیل لگانے میں سونے و چاندی کے استعمال کرنے یا سونے
و چاندی پہ بیٹھنے میں سوائے زیور کے سب باتوں میں عورتیں و مرد یکسان ہیں یہ فتاوی قاضی خان میں
ہے۔ واضح ہو کہ جو برتن اس طرح مضبب ہو کہ اسکی ٹونٹی یا دہانہ پر چاندی یا سونے کا پتردار چوڑا حلقہ ہو اس سے
پانی پینے وغیرہ میں ہمارے بعضے مشائخ نے اس طرح تفصیل کی ہے کہ پیالے کا ضباب اگر اسواسطے ہو کہ اسکی وجہ
سے پیالہ کا تقوم رہے واسطے زینت کے نہو تو موضع ضباب پر منہ رکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر زینت کیواسطے
ضباب لگا ہو پیالہ کے تقوم کے واسطے نہو تو ضباب پر منہ رکھنا مکروہ ہے اور اس قائل نے ایک مسئلہ سے
استدلال کیا ہے جسکو امام محمد رح نے سیر کی باب الانفال میں ذکر فرمایا ہے جسکی صورت یہ ہے کہ سردار لشکر نے
غازیوں سے کہا کہ جو شخص سونا یا چاندی پاوے وہ اُسی کا ہے پس ایک شخص کو ایک پیالہ سونے یا چاندی سے
مضبب ہاتھ لگا یا قدح مضبب ہاتھ لگا پس اگر اُسکا ضباب زینت پیالہ کے واسطے ہو اسواسطے نہو
کہ پیالہ کا تقوم ہے تو یہ ضباب اُس شخص کا ہوگا جسنے اُسکو پایا ہے اور اگر یہ ضباب اسواسطے ہو کہ پیالہ
کا تقوم رہے چنانچہ اگر یہ ضباب الگ کر دیا جاوے تو پیالہ باقی نہیں رہتا ہے تو ضباب اُس شخص کو نہ ملیگا جسنے
پایا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ لڑائی میں سونے و چاندی کے خود یا جوشن پہننے میں ڈر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے
ہتھیاروں پر سونے و چاندی کا ملمع کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے عقیق و بلور و شیشہ و زبرجد و رانگ کے
ظروف میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ کذا فی خزانۃ المفتین اور یاقوت کے برتنوں کے استعمال میں بالاجماع مضائقہ نہیں ہے
یہ سراج الوہاج میں ہے۔ سونے و چاندی سے ملمع کیے ہوئے برتنوں کے استعمال میں بالاجماع کچھ ڈر نہیں
ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور نابالغ کو موتی پہنانے میں ڈر نہیں ہے اور یہی حکم بالغ کا ہے اور بچہ کو اگر مذکر ہو
تو خلخال و کڑے پہنانا مکروہ ہے۔ یہ سراجیہ میں ہے اور مرد کو چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہے کہ جب ایسی صفت پر
بنی ہوئی ہو جیسی مرد پہنتے ہیں اور اگر عورتوں کی انگوٹھیوں کے طور پر ہو تو مکروہ ہے یعنی اسمیں دو نگینہ ہوں
یہ سراج الوہاج میں ہے اور چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہے جب مردوں کے انگوٹھیوں کے طرز پہ بنی ہو اور
اگر عورتوں کی انگوٹھیوں کے طرز پر ہو مثلاً اُسمیں دو یا تین نگینہ ہوں تو مرد کو اسکا استعمال مکروہ ہے۔ یہ خلاصہ
میں ہے۔ اور سوائے چاندی کے دوسری چیز کی انگوٹھی پہننا مرد کو مکروہ ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اور سونے کی انگوٹھی پہننا
صحیح مذہب کے موافق مرد کو حرام ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ تجنیس میں ہے کہ لوہے پیتل تانبے۔ رانگے
کی انگوٹھی پہننا مرد و عورت دونوں کو مکروہ ہے۔ اور عقیق کی انگوٹھی پہننے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور ذخیرہ
میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور قاضی خان میں لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔
اور یشب کے مانند چیزوں کی انگوٹھی پہننے میں مثل عقیق کے کچھ ڈر نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ اور یہی صحیح ہے یہ جواہر
اخلاطی میں ہے۔ ہڈی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور لوہے کی انگوٹھی پہننے میں بشرطیکہ اُسپر

چاندی لپیٹی گئی ہو یا ملمع کی گئی ہو حتے کہ لوہا نظر نہ آوے کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین ہے اور انگوٹھی مین فقط حلقہ معتبر ہے کیونکہ انگوٹھی کا قوام اسی سے ہے اور نگینہ کا کچھ اعتبار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ کہ نگینہ پتھر کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو سراج الوہاج مین ہے اور دانت کے چھید کو سونے کی کل میخون سے بند کرنے مین ڈر نہین ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ انگوٹھی کی چاندی ایک مثقال تک ہونی چاہیے اسپر زیادہ نہ کیجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ پورا مثقال بھی نہونے پاوے اور یہی اثرہین وارد ہے[له] یہ محیط مین ہے۔ اور چاندی کی انگوٹھی پہننا اسی شخص کو مسنون ہے جسکو مہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے سلطان و قاضی وغیرہ اور جسکو مہر کرنے کی حاجت نہو اسکو ترک کرنا افضل ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے ذکر فرمایا کہ بعضے لوگون نے سوا صاحب حکومت کے غیر شخص کیواسطے انگوٹھی پہننا مکروہ جانا ہے مگر عامۂ علماء نے جائز فرمایا ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور جب انگوٹھی پہنے تو چاہیے کہ اسکا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھے اور پشت کیطرف نہ رکھے بخلاف عورتون کے کہ عورتین اوپر رکھین گی اس لیے کہ عورتین زینت کے واسطے پہنتی ہین اور مرد مہر کرنے کے واسطے پہنتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اولےٰ یہ ہے کہ انگوٹھی کو بائین چھنگلیا مین پہنے داہنی چھنگلیا اور باقی انگلیون مین نہ پہنے اسواسطے کہ داہنی چھنگلیا مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہے حالانکہ داہنی و بائین دونون مین پہننا جائز ہونا ثابت ہوا ہے اور دونون طرح پہننا اثر مین وارد ہے یہ ذخیرہ مین ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر مین فرمایا کہ سونے سے دانت نہ باندھے اور چاندی سے باندھے اور امام محمد رح کی یہ مراد ہے کہ جب دانت ہلنے لگین اور انکے گر جانے کا خوف ہو اور اس شخص نے چاہا کہ مین انکو باندھون تو چاہیے کہ چاندی سے باندھے اور سونے سے نہ باندھے مگر یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور خود امام محمد رح نے فرمایا کہ سونے سے بھی باندھ سکتا ہے۔ اور جامع صغیر مین امام ابو یوسف کا قول ذکر نہین کیا بعض مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح امام محمد رح کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر کسی کے دانت ہلنے لگے اور انکو گر جانے کا خوف ہو پس اسنے سونے یا چاندی سے باندھا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہے۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ دانت و ناک مین فرق ہے پس دانت کے حق مین فرمایا کہ سونے سے باندھنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور ناک کے حق مین اسکو مکروہ جانا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہے کہ اپنا اکھڑا ہوا دانت پھر اپنے منھ مین جا کر باندھ دے اور اگر دوسرے کے دانت کو اسنے اس طرح اپنے منھ مین لگایا تو مکروہ ہے کذا فی السراج الوہاج بشر رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح نے دوسری مجلس مین فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے اسکو دریافت کیا تو امام اعظم رح نے اسکے دوہرانے واعادہ کرنے مین فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے کسی شخص کی انگلیون

له یعنے حدیث یا قول و فعل صحابی یا تابعی رضی اللہ عنہم ۱۲ منہ

کی پورین کاٹ ڈالی گئین تو اُسکو روا ہے کہ سونے و چاندی کی پورین بناکر لگاوے بخلاف اسکے اگر ہاتھ یا پوری انگلی کاٹ ڈالی گئی تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔

گیارھوان باب۔ کھانا کھانے مین کراہت و اُسکے متصلات کے بیان مین۔ کھانے کے چند مراتب ہین ایک فرض ہے کہ جس سے مر نہ جاوے پس اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہانتک کہ مر گیا تو عاصی ہوا دوم جسپر ثواب ملتا ہے یعنے مقدار فرض سے اسقدر زیادہ کھاوے جس سے کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھنا اُسپر آسان ہوجاوے سوم مباح ہے یعنے اُس سے بھی زیادہ کھاوے اور اسکی انتہا سیری تک ہے اس غرض سے کہ بدن کی قوت بڑھ جاوے اور اسمین نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے اور آخرت مین اسقدر کا حساب آسان ہے بشرطیکہ طعام حلال ہو چہارم حرام ہے وہ یہ ہے کہ سیری سے بھی زیادہ کھا جاوے لیکن اگر اس غرض سے ہو کہ کل کے روز کے روزہ مین تقویت رہے یا مہمان کو کھانے مین شرم نہ ہو تو سیری سے زیادہ کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور ریاضت کے واسطے کھانے مین ایسی کمی کرنا کہ آخرکار ادائے فرائض سے عاجز ہو جاوے جائز نہین ہے۔ ہان نفس کو اسقدر بھوکا رکھنا کہ ادائے عبادت سے عاجز نہ ہو جاوے مباح ہے اور اسمین نفس کے واسطے ریاضت بھی ہے اور اسمین طعام کی خواہش دگوارائی بھی ہوجاتی ہے بخلاف صورت اول کے کہ اُسمین نفس کا ہلاک کرنا ہے اسی طرح جو نوجوان جوش شہوت سے خوفناک ہے اُسکو مضایقہ نہین کہ اپنے تئین کھانے سے روکے تاکہ بھوک سے اُسکی شہوت ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اس طرح ہو کہ ادائے عبادت سے عاجز نہ ہو جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر کبھی شخص نے اپنے بدن کی اصلاح[1] کے واسطے بقدر حاجت کے یا حاجت سے زیادہ کھایا تو کچھ ڈر نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے حاجت سے زیادہ اسواسطے کھایا کہ قے کرے تو حسن[2] نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہے اور کہا کہ مین نے انس بن مالک رضہ کو دیکھا کہ طرح طرح کا کھانا کھاتے اور زیادہ کھاتے پھر قے کر دیتے تھے اور یہ اُنکو نافع ہوتا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور سالنون مین جسکے ساتھ روٹی کھائی جاوے کثرت کرنا اسراف مین سے ہے لیکن اگر حاجت ہو تو روا ہے مثلاً ایک ہی سالن سے جی گھبرا گیا پس چند طرح کا پکوائے تاکہ ہر ایک مین سے تھوڑا تھوڑا کھائے تاکہ مجموعہ اسقدر ہو جاے کہ طاقت پر قادر ہو یا اس نے یہ قصد کیا کہ ضیافت کے واسطے لوگون کو گروہ گروہ بلاوے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا پڑ جاوے تو اسمین کچھ ڈر نہین ہے۔ یہ خلاصہ مین ہے چند طرح کا طعام پکوانا دسترخوان پر حاجت سے زائد روٹیان رکھنا اسراف ہے لیکن اگر یہ قصد ہو کہ ضیافت کے واسطے لوگون کے گروہ ایک بعد دوسرے کے بلاتا جاوے یہانتک کہ کھانا پورا ہو جاوے تو کچھ

[1] اصلاح وہ معتبر ہے جو کار خیر کی نیت سے موافق شرع ہو مانند قوت عبادت و تعلیم و جہاد وغیرہ حتی کہ اہل و عیال کے لیے کمانا وغیرہ بر خلاف اسکے جو پہلوتہی کرتا ہے کہ وہ تحریمی مکروہ بلکہ شدید ہے ۱۲ منہ

[2] قال المترجم یونہی نسخے مین موجود ہے اور ظاہر احسن رہ سے مراد حسن بن زیاد نہین ہین کیونکہ انھون نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نہین دیکھا پس مراد حسن بصری رحمہ اللہ تعالے تابعی مشہور ہین واللہ تعالے اعلم ۱۲ منہ

ڈر نہیں ہے کیونکہ اسمیں فائدہ ہے اور یہ بھی اسراف میں سے ہے کہ روٹی بیچ بیچ میں سے کھالے اور کنارے
چھوڑ دے یا ایک روٹی میں سے پھولی ہوئی کھالے اور باقی چھوڑ دے کیونکہ اسمیں ایک طرح کا تجبر ہے
لیکن اگر دوسرا شخص اسکو کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے چنانچہ اگر روٹیوں میں سے کوئی روٹی چھانٹ کر کھائی
کوئی نہ کھائی تو جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اسکا ترک کر دینا اسراف میں سے
ہے بلکہ چاہیے کہ اسکو پہلے اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھاوے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور روٹی کی تعظیم میں سے
ایک یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کرے سالن کا انتظار نہ کرے یہ اختیار شرح مختار
میں ہے۔ اور کھانے سے پہلے و پیچھے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں
یہ ادب ہے کہ پہلے جوان لوگ شروع کریں پھر بڈھے لوگ ہاتھ دھوویں اور بعد کھانے کے اس کے برعکس
چاہیے کذا فی الظہیریہ اور نجم الائمہ بخاری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر کھانے سے پہلے کسی شخص نے ایک ہاتھ یا دونوں
ہاتھوں کی انگلیاں دھو ڈالیں تو دونوں ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہوگی اسواسطے کہ طریقہ سنت یوں
مذکور ہے کہ دونوں ہاتھ دھووے اور ہاتھ کا اطلاق پہونچے تک ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور کھانے سے پہلے ہاتھ
دھو کر انکو رومال سے نہ پوچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے اور بعد کھانے کے ہاتھ
دھو کر پوچھ ڈالے تاکہ طعام کا اثر بالکلیہ زائل ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور تتمہ میں ہے کہ میرے والد
رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کھانے کے وقت کلی کرنا بھی مثل ہاتھ دھونے کے سنت ہے تو فرمایا کہ نہیں یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر چوکرے کسی نے ہاتھ دھوئے یا سر دھویا یا اسکو جلایا پس اگر اسمیں کچھ لگاؤ آٹے کا
نہیں رہا تھا بلکہ فقط چوکر چوپاؤں کے کھانے کے لائق تھا تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور
نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ کھانے کے بعد آٹے یا ستو سے ہاتھ دھونا کیسا ہے
جیسا اشنان[۱] سے ہاتھ دھوتے ہیں تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام ابوحنیفہ رح اس میں کچھ باک نہیں
جانتے تھے اور ایسے ہی امام ابو یوسف رح بھی اور یہی میرا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جنب[۲] کو خواہ مرد ہو یا عورت
دونوں ہاتھ دھونے و کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے مگر حائض[۳] کے واسطے مکروہ نہیں ہے اور
ہر صورت میں منھ کا پاک رکھنا مستحب ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور چاہیے کہ پانی برتن سے
اپنے ہاتھ پر خود ڈالے کسی دوسرے سے استعانت نہ لے چنانچہ ہمارے بعضے مشائخ سے منقول ہے کہ فرمایا
کہ یہ مثل وضو کے ہے اور یہ لوگ وضو میں کسی غیر سے استعانت نہیں لیتے ہیں یہ محیط میں ہے اور سنت طعام یہ ہے کہ
اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور اگر اول میں بسم اللہ بھول جاوے تو یوں
کہے بسم اللہ علے اولہ و آخرہ یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ آواز بلند سے کہے
تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہیں انکو بھی تلقین ہو جاوے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر طعام حلال ہو تو بسم اللہ

۱؎ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے ۱۲ ۲؎ جسپر غسل واجب ہے ۱۲ ۳؎ جس عورت کو حیض آیا ہو ۱۲

کھکر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے (چاہے جیسا ہو یعنے حلال ہو یا مشتبہ ہو یا حرام ہو یہ قنیہ میں ہے) اور الحمد للہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرنا چاہیے لیکن اگر ساتھی لوگ فارغ ہو گئے ہوں تو خیر یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت سے ہے یہ خلاصہ میں ہے اور کھانا کم کھاوے یہ غرائب میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ فضل بن غانم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ طعام کو پھونکنا کیا مکروہ ہے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر پھونک آواز سے مثل اف کے ہو تو مکروہ ہے اور نفخ[ع] کی ممانعت کے یہی معنی ہیں۔ اور جلتا ہوا کھانا نہ کھاوے اور کھانے کو نہ سونگھے اور کھانے کی چیز یا پینے کی چیز میں نہ پھونکے۔ اور یہ بھی سنت سے ہے کہ کھانا شروع کرنے میں درمیان میں سے کھانا نہ شروع کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور سنت ہے کہ رومال[1] سے پوچھنے سے پہلے انگلیوں کو خوب چاٹ لے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور پیالہ کا چاٹنا سنت ہے یہ خلاصہ میں ہے اور جو طعام خوان سے گرے اسکو کھا لینا سنت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور تکیہ لگاکر کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ تکبر کی راہ سے نہو اور ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کہ یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور تکیہ لگاکر کھانا پینا یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھ کر یا ٹیک لگاکر مکروہ ہے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ سر راہ کھانا مکروہ ہے اور سر کھلے ہوے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ بھوک سے جب مخمصہ کی حالت پہونچ جاوے تو مردار چیز میں سے اسقدر کھا لینا جس سے ہلاکت کا خوف جاتا رہے روا ہے کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے اضطرار کی تعریف میں گفتگو کی ہے یعنے وہ حالت مخمصہ جس میں مردار حلال ہو جاتی ہے وہ کب ہوتی ہے سو بعض نے فرمایا کہ جب ایسی حالت پہونچ جاوے کہ اسکو جان جاتی رہنے کا خوف ہو اور ابن المبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب ایسی حالت ہو کہ اگر بازار میں داخل کیا جاوے تو کسی مال اسباب پر کیسا ہی عمدہ ہو نظر نہ ڈالے سواے اس مردار کے۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب فرائض ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے اور بعض نے فرمایا کہ تین دن بعد اور صحیح یہ ہے کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے اسواسطے کہ لوگوں[ع] کے طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ اور مشائخ رح نے مردار خواری کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اسکا کھانا حرام ہے مگر مضطر سے اسکا گناہ دور کر دیا گیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ وہ حلال ہو جاتا ہے مضطر[ع] کو اسکا ترک کرنا روا نہیں ہے یہ غرائب میں ہے اگر بھوک سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف کرے اور اسکے رفیق کے پاس کھانا ہو تو روضہ میں مذکور ہے کہ ضمانت شرط کرے اس سے اسقدر طعام کو بھوک دفع ہونے کے لیے کافی ہو خلاصہ میں ہے۔ اور جو شخص مخمصہ میں پھنسا اور اسکے پاس رفیق کا طعام ہے مگر اس نے اس سے اکراہا یہ قیمت نہ لیا بلکہ صبر کیا یہاں تک کہ بھوک سے مرگیا تو ثواب پاویگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر پیاس سے جان جانے کا خوف ہو حالانکہ اسکے رفیق کے پاس پانی ہے تو اسکو جائز ہے

---

[1] اس ملک کی عادت کے موافق کہ لوگ کھانا کھاکر رومال سے ہاتھ مل ڈالتے تھے ورنہ دھونے سے پہلے ایسا کرے ۱۲ منہ [ع] یعنی حدیث میں جو نفخ یعنے پھونکنا منع ہے اسکے اتم ۱۲ [ع] کوئی شخص دو ہی دن میں مرنے کے قریب ہوتا ہے ۱۲ [ع] نہایہ میں اگر نہ کھاوے اور جان ہی دیدے تو ثواب ہوگا مگر یہ قول نہیں صحیح ہے ۱۲

کہ رفیق کے ساتھ بدون ہتھیار کے لڑائی کرکے بقدر دفع تشنگی کے پانی لے لے اور اگر رفیق کی نسبت بھی موت کا خوف ہو تو کچھ پانی لے لے اور کچھ چھوڑ دے اور اگر بھوک سے مضطر ہوا اور طعام کا مالک اسکو دینے سے روکتا ہے تو اسکو لے لینا روا ہے مگر اس سے قتال نہ کرے اور اگر نہ لیا یہان تک کہ مر گیا تو گنجایش ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر کوئی شخص پیاس سے مضطر ہوا اور ایک کنوئین مین پانی ہے مگر وہان کوئی شخص اسکو پانی لینے سے منع کرتا ہے تو اس شخص کو جائز ہے کہ منع کرنے والے سے مقاتلہ کرے یہ تہذیب مین ہے۔ اور شیخ ابو نصر رح سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکو کسی شخص نے اپنی ملک و حیازت مین کر لیا ہے جیسے طعام یا وہ پانی جو اُسنے اپنے برتن مین بھر لیا ہے یا اپنی ملک مین کر لیا ہے پس اگر وہ شخص مضطر کو نہ دے تو مضطر کو اس سے سوائے ہتھیارون کے اور طرح لڑائی کرکے لینا جائز ہے اور کنوئین وغیرہ کے مانند کسی مقام کے پانی سے اگر کوئی روکے تو مضطر کو اس سے ہتھیار سے و بدون ہتھیار کے سب طرح مقاتلہ کرنا جائز ہے۔ یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کو پیاس سے مر جانے کا خوف ہوا اور اُسکے پاس شراب موجود ہے پس اگر اسکو علم ہو کہ شراب پینے سے پیاس بجھ جائیگی تو شراب کو بقدر پیاس دور کرنے کے پی سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے ایک مضطر نے مردار بھی کھانے کو نہ پایا اور مر جانے کا خوف ہوا پس ایک شخص نے اُس سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالے یا کہا کہ میرے بدن مین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو مضطر کو ایسا کرنا روا نہین ہے اور حکم دہندہ کو ایسا حکم کرنا بھی صحیح نہین ہے جیسا کہ مضطر کو یہ روا نہین ہے کہ اپنے بدن سے کوئی ٹکڑا قطع کرکے کھاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ باپ کو اگر اپنے فرزند کا مال کھانے کی حاجت پڑی پس اگر شہر مین ہوا اور بسبب فقر کے اسکی ضرورت ہو تو مفت کھاوے اور جنگل مین ہوا اور بسبب کھانا نہونیکے اسکی ضرورت ہوئی پس اگر غنی ہو بیٹے اسکو صدقہ حلال نہو تو بقیمت کھاوے یہ خلاصہ مین ہے۔ باپ کو اپنے بخیل بیٹے کا مال لینا حلال نہین ہے۔ الا جبکہ ضرورت ہوا اور اگر بیٹا سخی ہو تو بغیر ضرورت کے وقت بھی لینا جائز ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اور اگر حالت مخمصہ مین کسی نے مردار کھانے سے انکار کیا یا روزہ رکھا اور نہ کھایا یہان تک کہ مر گیا تو گنہگار ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر بھوکا ہوا اور نہ کھایا باوجودیکہ قادر تھا یہانتک کہ مر گیا تو گنہگار ہوگا یہ کبری مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ محتاج جب وقت نکلنے و طلب کرنے سے عاجز ہوا اُس وقت لوگون پر اسکو کھانا کھلانا فرض[1] ہے اور اس مسئلہ مین تین صورتین ہین ایک یہ کہ محتاج جب وقت باہر نکلنے سے عاجز ہوا تو ہر شخص پر جو اُس کے حال سے آگاہ ہوا یہ فرض ہے کہ بشرط قدرت اسکو بقدر کھانا کھلائے جس سے وہ نکلنے و ادائے عبادت پر قادر ہو جاوے حتے کہ اگر اُسکے حال سے واقف لوگون مین سے کسی نے اسکو کھانا نہ دیا اور وہ مر گیا تو گناہ سب پر ہوگا اسی طرح

[1] فرض ہے حتے کہ حدیث مین وارد ہے کہ چالیس گھر دون تک اسکا وبال رہیگا جب کہ وہ رات کو بھوکا رہگیا ہو اسکو مترجم نے عین الہدایہ مین ترجمہ کیا ہے ۱۲ منہ

اگر اُس شخص کے پاس جو اُس کے حال سے آگاہ ہوا اسقدر نہو کہ اُس محتاج کو کھلاوے ولیکن اُسکو یہ قدرت ہو کہ نکل کر لوگون کو اُسکے حال سے آگاہ کرے تاکہ وہ لوگ خبر گیری کرین تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہوگا پھر اگر لوگون نے خبر گیری نہ کی تو جسقدر لوگ واقف ہوے تھے سب لوگ اگر محتاج مذکور بھوک سے مرجاوے تو گنہگار ہونگے لیکن اگر ایک نے اُسکے حال کی خبر گیری کر لی تو باقی سب کیطرف سے ساقط ہوجاویگی دوم یہ کہ محتاج نکلنے پر قادر ہو مگر کسب پر قادر نہین ہو تو اُسپر واجب ہو کہ نکلنے اور جو شخص اُسکے حال سے واقف ہو پس اگر اُسپر محتاج کا کچھ حق وجب ہو تو اُسپر واجب ہو کہ اُسکو اُسکا حق ادا کردے اور اگر محتاج مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو تو اُسپر واجب ہو کہ کمائی کرے اور سوال کرنا اُسکے حق مین حلال نہین ہو سوم یہ کہ اگر محتاج کمائی سے عاجز ہو نگر اُسپر قادر ہو کہ نکلکر لوگون کے دروازون پر جاوے تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہو پس اگر اُس نے ایسا نہ کیا اور مرگیا تو اللہ تعا کے نزدیک گنہگار ہوگا پھر امام محمد رہ نے فرمایا کہ دینے والا بہ نسبت لینے والے کے افضل ہو اور اس مین بھی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دینے والے نے حق واجب ادا کیا حالانکہ لینے والا کمائی کرنے پر قادر ہو مگر محتاج ہو تو اس صورت مین بالاتفاق دینے والا افضل ہو دوم یہ کہ دینے والا اور لینے والا دونون متبرع ہون چنانچہ دینے والے کا متبرع ہونا ظاہر ہو اور لینے والے کے تبرع کی یہ صورت ہو کہ لینے والا کمائی پر قادر ہو تو اس صورت مین دینے والا افضل ہو سوم یہ کہ دینے والا متبرع ہو اور لینے والے پر لینا فرض ہو مثلاً وہ کمائی سے عاجز ہو تو اس صورت مین دینے والا اہل فقہ کے نزدیک افضل ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ جب فلان شخص نے میرے مال مین سے لیا تو اُسکو حلال ہو پھر فلان شخص نے بدون اس بات کے علم کے کہ اُس نے مباح کردیا ہو اُسکا کچھ مال لے لیا تو جائز ہو اور ضامن نہوگا۔ یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلال کیا تو وہ مال اُسکو حلال ہوگا اور اگر یون کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے اُس سے بری کردیا تو بری نہوگا۔ اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صواب یہ ہو کہ بنا بر قول محمد بن سلمہ رہ کے بری ہوجاوے گا یہ وجیز کردری مین ہو ایک شخص نے دوسرے سے کہا انت فی حل من مالی حیثما اصبتہ فخذ ماشئت یعنے تجھے میرا مال حلال ہو جہان ملے تو جسقدر چاہے سے لے تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ خاصۃً درم و دینار سے اُسکو حلت ہوگی اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ قائل کی زمین سے فواکہ یا اُسکی بکریون کے گلہ مین سے کوئی بکری یا ایسی ہی کوئی چیز لے لے۔ اور اگر کوئی درخت خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسمین سے جسقدر چاہے کھالے اور جسکو چاہے ہبہ کردے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہو اور یہ کہنا مباح کرنا ہو یہ سراج الوہاج مین ہو ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے میرے چھوارے کسقدر کھائے ہین اُسنے کہا کہ پانچ حالانکہ اُس نے دس چھوارے کھائے تھے تو جھوٹا نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے یہ کپڑا کتنے کو خریدا ہو اُسنے کہا کہ پانچ کو حالانکہ دس درم کو خریدا ہو تو بھی کاذب نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ مری ہوئی مردار مرغی کے پیٹ مین سے اگر انڈا نکلا تو کھایا جاسکتا ہو اسیطرح اگر مردار بکری کے

تھنون سے دودھ برآمد ہوا تو پیا جا سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ ریشم کے کیڑون کے بچے کھانے مین نہین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی۔ اور بھڑون کے بچے کے کھانے مین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ بزغالہ و برہ[ع] اگر گدھی کا دودھ پلاکر پالا گیا تو امام محمد رہ نے ذکر کیا کہ اُسکا کھانا حلال ہی مگر مکروہ ہی۔ اور اگر کوئی بکری شراب پی گئی اور اُسیوقت ذبح کی گئی تو مکروہ نہین ہی۔ اور اگر دیر ہوگئی تو مثل چھوٹی ہوئی مرغی کے قید کیجائیگی۔ گوشت کا کیڑا شوربے مین گر پڑا تو شوربا نجس نہوگا مگر کیڑا کھایا نہ جائیگا اور اسیطرح شوربا بھی نہ کھایا جائیگا بشرطیکہ یہ کیڑا اسمین گر کر پھٹ گیا ہو اور اگر آدمی کا پسینا یا ناک کی ریٹ یا آنسو شوربے مین گر پڑے تو اس شوربے کا کھانا حلال ہی اور اسی طرح اگر پانی مین گرے اور پانی غالب ہو تو اُسکا پینا بھی حلال ہی لیکن طبیعت ایسی چیز کو پلید سمجھ کر پرہیز کرتی ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت ہانڈی پکاتی ہی کہ اتنے مین اُسکا شوہر ہاتھ مین ایک شراب کا پیالہ لیے آیا اور شراب کو ہانڈی مین ڈال دیا پھر عورت نے ہانڈی مین سرکہ ڈالدیا یہان تک کہ شوربے مین سرکہ کے مانند کھٹائی ہوگئی تو اسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک ہانڈی مین نجاست گر پڑی تو شوربا کھانا روا نہین ہی اور اگر ہانڈی مین اُبال کیوقت نجاست گری ہو تو گوشت بھی کھانا روا نہین ہی اور اگر غلیا نکی حالت نہو تو گوشت دھو کر کھانا روا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ امام محمد رہ سے مروی ہی کہ مستعمل پانی سے آٹا گوندھنے مین ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی۔ بلی کے جھوٹے پانی سے اگر آٹا گوندھکر روٹی پکائی گئی تو آدمی کو اُسکا کھانا مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور یہ بات مکروہ ہی کہ آدمی میدہ نکالکر اُسکی روٹی خود کھاوے اور چوکر اپنے مملوکون کے کھانے کیواسطے چھوڑ دے اگر گوبر کے اندر کوئی روٹی پائی گئی پس اگر گوبر سختی کے ساتھ ہو تو گوبر دور کر کے روٹی کھائی جائیگی کیونکہ وہ نجس نہین ہوئی ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی مترجم کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک اگر گوبر کی سختی سے خشک گوبر مراد ہی تو یہی حکم ہی اور اگر بالکل خشک نہو تو محل تامل ہی فلیتامل اگر روٹی کا ٹکڑا گوہ مین دیکھا تو اُسکے چھوڑ دینے مین معذور ہی مگر اُسکا دھونا لازم ہوگا یہ متفرقات قنیہ مین ہی۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوہا اپنے منھ سے روٹی کو کترتا ہی تو اُسکا کھانا جائز ہی فرمایا کہ ہان بسبب ضرورت کے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ آدمی کا دانت ایک ٹوکری گیہون کے ساتھ پس گیا تو آٹا نہ کھایا جائیگا اور نہ جانورون کو کھلایا جائیگا بخلاف اسکے اگر اُسکی ہتھیلی کی کھال مکھی کے پر کے برابر چھل کر طعام مین مختلط ہوگئی تو یہ طعام کھایا جائیگا کیونکہ اسمین عام بلوے و ضرورت ہی اسی طرح اگر آٹا گوندھنے مین پسینا گر پڑا تو قلیل پسینا کھانے سے مانع نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر اونٹ یا بکری کی مینگنی مین جو نکلا تو اُسکو دھوکر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر گائے کے گوبر اور گھوڑے کی لید مین نکلا تو نہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ جوار و مسور و ماش و اسکے مثل چیزون کا ایسے بچہ مین دھونا جنمین چیزین چھلک کر گرتی جاتی ہون مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ گوشت جب بدبودار ہوجاے تو اُسکا کھانا حرام ہی۔ اور گھی و دودھ و روغن زیتون تیل جب بدبودار ہوجاوے تو حرام نہین ہوتا ہی۔ اور طعام جب متغیر ہوکر اوس گیا تو نجس ہوجاتا ہی

ع بھیڑی بکری کا بچہ ۱۲ ہ ہ یعنے بعد تین روز کے ذبح کیجاوے ۱۲ ہ یعنے مونگ اور یہی حکم نہی ماش کا ہی ۱۲

اور پینے کی چیزین متغیر ہونے سے حرام نہین ہوتی ہین یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی جس جانور کا گوشت کھایا
جاتا ہی اُسکا بچہ وان اگر وقت ذبح کے اُسکے ساتھ متصل ہو تو حلال ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر گرمی کے دنون مین کوئی شخص
کسی کے پھلون مین گذرا اور پھل درختون کے نیچے گرے پڑے ہین اور اُسنے اُنکو کھانا چاہا پس اگر شہر مین ہو تو
کھانا روا نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اُنکے مالک نے صریح مباح کر دیا ہی یا بدلالت عادت مباح کرنا جانتا ہو تو
کھا سکتا ہی۔ اور اگر باہر شہر کے باغ مین ہو پس اگر پھل ایسے ہون کہ باقی رہتے ہین جیسے اخروٹ وغیرہ
تو بھی نہین کھا سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ مالک کے مباح کرنے سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہون کہ باقی
نہین رہ سکتے ہین تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صدر الشہید رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مختار یہ ہی
کہ تناول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی جب تک صریحًا یا عادۃً ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور غیاثیہ مین لکھا
ہی کہ مختار یہ ہی کہ جب تک یہ معلوم نہو کہ پھلون کا مالک کھا لینے پر راضی ہی تب تک نہین کھا سکتا ہی انتہے
اور اگر گانون مین ہو پس اگر ایسے پھل ہون جو باقی رہتے ہین تو نہین لے سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ اجازت سے
آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہون جو نہین باقی رہ سکتے ہین تو مختار یہ ہی کہ تناول کرنے مین ڈر نہین ہی جب تک
ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور اسمین سے کچھ باندھ لانا نہین جائز ہی کذا فی التاتارخانیہ عن جامع الجوامع۔
اور اگر پھل درخت پر لگے ہون تو افضل یہ ہی کہ کسی جگہ سے نہ لے الا باجازت لیکن اگر ایسا موضع ہو جہان
یہ پھل بہت ہون یہ معلوم ہو کہ مالکون پر کھا لینا کچھ گران نہ گذرے گا تو کھا سکتا ہی مگر یہ روا نہین کہ باندھ لاوے
قال المترجم وہو الصحیح لما ورد فی الحدیث الصحیح۔ اور اگر پت جھاڑ مین درخت کے پتے راہ مین گرے
ہون اور کسی شخص نے بدون اجازت مالک درخت کے کچھ پتے اُٹھائے پس اگر مثل شہتوت وغیرہ کسی ایسے
درخت کے پتے ہون جنسے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی تو اُسکو لینا جائز نہین ہی اور اگر لے لیے تو ضامن ہوگا
اور اگر ایسے پتے ہون جو کام مین نہین آتے ہین تو لے سکتا ہی اور اگر اُٹھا لیے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہی
اور اگر دوست کے گھر مین گیا اور دیگچی گرم کر کے کچھ کھایا تو جائز ہی اور اگر اپنے دوست کے باغ انگور مین
سے کچھ لیا اور وہ جانتا ہی کہ مالک باغ کو گران نہ گذرے گا تو کچھ ڈر نہین ہی مگر آدمی کو چاہیے کہ خوب غور کر لے
کہ طمع کرنے والا اکثر غلطی کرتا ہی یہ ملتقط مین ہی۔ دریاے جاری مین سے پھل نکال لینا اور کھانا جائز ہی اگرچہ بکثیر
ہون کیونکہ اگر چھوڑ دیے جاوین تو بگڑ جاوین گے پس اُٹھا لینے کی اجازت بدلالت ثابت ہو گئی یہ محیط
سرخسی مین ہی۔ ہیزم جو پانی مین سے نکال لیجاوے اگر وقت نکالنے کے اُسکی کچھ قیمت نہو تو حلال ہی اور
اگر قیمت ہو تو حلال نہین ہی۔ یہ سراجیہ و خلاصہ و محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوی مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پھر تیسرا یہان تک کہ دس ہو گئے اور اُنکی قیمت ہو گئی
تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے مقام واحد مین پائے تو اُنکا حکم مثل لقطہ کے ہی اور اگر مواضع متفرقہ مین پائے

ملہ مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی کیونکہ حدیث صحیح مسلم سے ثبوت ہوتا ہی ۱۲ منہ ملہ اور یہی اصح وادق بحدیث صحیح ہی ۱۲

تو اسکو حلال ہین جیسے کہ اگر ایک شخص نے خرما کی گٹھلیان مقامات متفرقہ سے جمع کین یہانتک کہ اُنکی قیمت ہوگئی تو یہ اسکو حلال ہین اور فقیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ہے کہ اخروٹ خواہ اُس نے ایک ہی جگہ سے پائے ہون یا مقامات متفرقہ سے پائے ہون بہرحال وہ مثل لقطہ کے اسکو حلال نہین ہین اگر وہ غنی ہو بخلاف خرما کی گٹھلیون کے کیونکہ خرما کی گٹھلیان لوگ پھینک دیتے ہین پس پھینک دینے کیوجہ سے وہ مباح ہوجاتی ہین اور اخروٹ کو نہین پھینکتے ہین لیکن اگر اخروٹون کو اُس نے اخروٹ کے درخت کے نیچے پایا تو چن لے جیسے بالیان اگر زمین مین باقی رہگئی ہون تو چن لے سکتا ہے یہ حاوی مین ہے اگر چند لوگون نے ایک بھٹا خریدا پھر آپس مین کہا کہ جو شخص پوست اُتار کر دانہ ظاہر کرے اُسپر واجب ہوگا کہ اسکے مثل دوسرا بھٹا خرید کر کھاوے پس ایک نے ایسا کیا اور موافق شرط کے جو لوگون نے اُسپر لازم کی تھی دوسرا بھٹا خریدا تو اُسکا کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ تعلیق بالشرط ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک درخت ایک مقبرہ مین لگا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت اس زمین مین مقبرہ بنائے جانے سے پہلے اُگا ہو تو مالک زمین اس درخت کا مستحق ہے جو چاہے کرے اور اگر زمین موات ہو اُسکا کوئی مالک نہو اور اُس زمین کو اس محلہ و گانون کے لوگون نے مقبرہ بنالیا ہو تو درخت مذکور کا اور جس قدر جگہ مین اُگا ہے اُتنی زمین کا وہی حکم ہوگا جو قدیم وقت مین تھا اور اگر مقبرہ بنائے جانے کے بعد اُگا ہو پس اگر جانے والا کوئی شخص معلوم ہو تو اُسی کا ہوگا مگر اُسکو چاہیے کہ درخت مذکور کا ثمن صدقہ کردے اور یہ اگر درخت خود اُگا ہو تو اُسکا حکم قاضی کی راے پر ہے اگر قاضی کی راے مین اُسکا قطع کرکے مقبرہ کے مصرف مین لانا مصلحت ہے تو ایسا کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر کسی توانگر نے ایسی چیز سے جو فقیر کو صدقہ دیگئی ہے کھایا پس اگر فقیر نے اُسکو کھانا مباح کیا تو اُسکا کھانا حلال ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اگر فقیر نے وہ چیز غنی کی ملک مین دیدی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہے ابن السبیل کو اگر کچھ مال صدقہ دیا گیا پھر ابن السبیل اپنے مال تک پہونچ گیا اور ہنوز صدقہ مذکور موجود ہے تو اُسکو اس صدقہ سے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اسی طرح اگر فقیر کو صدقہ دیا گیا پھر وہ غنی ہوگیا حالانکہ صدقہ مذکور موجود ہے تو اُسکو بھی اس صدقہ مین سے کھانے مین ڈر نہین ہے۔ مٹی کھانا مکروہ ہے یہ فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ اگر اُسکو اپنی جان پر یہ خوف ہو کہ اگر مین نے اُسکو کھایا تو اس سے بیماری یا آفت پیدا ہوجائے گی تو اُسکا کھانا مباح نہین ہے اسی طرح سواے مٹی کے ہر چیز مین بھی یہی حکم ہے اور اگر اسمین سے بہت کم کھاتا ہے یا کبھی کھا لیتا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ دریافت کیا گیا کہ جو مٹی مکہ معظمہ سے لاتے ہین جسکو طین حمرہ کہتے ہین اُسکے کھانے مین

ف یعنے کہا کہ تجھے اسمین سے کھانا حلال ہے قولہ ملک مین دیدے یعنے ہبہ کردے ۱۲ منہ ف یعنے ملکیت مین ۱۲ ف مسافر محتاج فی المال ۱۲

بھی ویسی کراہت ہی جیسے اس مٹی کے کھانے کے بارے مین حدیث شریف مین وارد ہی فرمایا کہ کراہت
سب مین یکسان ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی بعض فقہاء سے دریافت کیا گیا کہ بخاری مٹی یا
اُس کے مانند مٹی کھانا کیسا ہی تو فرمایا کہ جب تک مضر ہونے کا گمان ہو تب تک کچھ ڈر نہین
ہی اور مٹی کھانے کی کراہت اس وجہ سے نہین ہی کہ مٹی حرام ہی بلکہ اس وجہ سے ہی کہ بیماری اُبھارتی ہی -
اور امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ ابن ابی لیلے خریدی ہوئی باندی کو مٹی کھانے کی وجہ سے
واپس کرتے تھے[ل] اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ مٹی کھانا کیسا ہی فرمایا کہ عاقل کا کام نہین ہی یہ حاوی
مین ہی ۔ عورت اگر مٹی کھانے کی عادت کرے تو اُسکو ممانعت کیجا سکتی ہی - اگر اس سے اُسکے جمال مین نقصان
آتا ہو یہ محیط مین ہی ۔ اور فالودہ اور اقسام اقسام کے کھانے مرغوب کھانے مین ڈر نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور
طرح طرح کے فواکہ کے ساتھ تفکہ کرنے مین ڈر نہین ہی مگر ترک کرنا افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی ۔ کھڑے ہو کر
پانی پینے مین ڈر نہین ہی اور چلتے ہوے پانی نہ پیئے لیکن مسافرون کے واسطے رخصت ہی - اور ایک سانس
سے اور سقایہ کی ٹونٹی یا مشک کے دہانہ سے منھ لگا کر پانی نہ پیئے کیونکہ اسمین یہ خوف ہی کہ حلق مین کوئی مضر چیز
نہ چلی جاوے یہ غیاثیہ مین ہی - سقایہ کا پانی پینا غنی و فقیر دونون کو جائز ہی کذا فی الخلاصہ سقایہ مین سے برف
نکال لینا اور اپنے گھر لانا مکروہ ہی کیونکہ سقایہ اسواسطے بنایا جاتا ہی کہ اُسمین سے پانی پیا جاوے یا جازت
نہین ہوتی ہی کہ اپنے گھر بھی لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - سقایہ کا پانی اپنے گھر والون کے واسطے لے جانا
جائز ہی بشرطیکہ لیجانے کی اجازت ہوا ور اگر اجازت نہو تو نہین لے جاسکتا ہی یہ متفرقات وجیز کردری مین
ہی شراب کا ایک قطرہ سرکہ کے ایک گھڑے مین گر پڑا تو بعد ان تھوڑی دیر گذرے اُسکا پینا حلال نہین ہی - اور
اگر ایک کوزہ شراب ایک مٹکے سرکہ مین ڈالا گیا اور شراب کا مزہ و بدبو نہ پائی گئی تو سرکہ کا پینا فی الحال
حلال ہی یہ ملتقط باب اول مین ہی اپنے کافر باپ کو شراب نہین پلا سکتا ہی اور نہ اُسکو شراب کا پیالہ دے اور نہ اُسکے
ہاتھ سے لے اور نہ اُسکو معبد مین لیجاوے اور نہ وہان سے واپس لاوے اور اگر اسکی ہانڈی مین مردار یا سور کا
گوشت ہو تو اُسکی ہانڈی کے نیچے آگ روشن کرے[گرجا ۱۲] اور جس دسترخوان پر مردار رکھا جاتا ہو یا شراب پی جاتی
ہو اُسپر مسلمان نہ بیٹھے یہ فتاوے عتابیہ مین ہی - پیالے اور آبخورے روٹی پر رکھنا جائز نہین ہی ۔ یہ قنیہ مین ہی
امام صفار نے فرمایا کہ مین ضیافت مین جانے مین اپنے دل مین کچھ نیت سوا اسکے نہین پاتا ہون کہ نمک دانی
کو روٹی پر سے اُٹھا لون یہ خلاصہ مین ہی - اور اصح یہ ہی کہ اگر مملحہ سے روٹی زیادہ کھائی جاے تو مکروہ نہین

ل احتمال ہی کہ خود فی الواقع خرید کر واپس کرتے تھے یا یہ مراد ہی کہ اُن کے نزدیک یہ عیب ہی ایسا حکم دیتے تھے کہ مشتری نے اگر عیب لگایا کہ یہ باندی مبیعہ مٹی کھاتی ہی تو دعوی مسموع اور باندی اسکے بائع کو پھیر لینی پڑے گی ۱۲ منہ ک فی الاصل لا اجد فی نیتہ الذہاب الی الضیافۃ سواے ان ارفع المملحۃ عن الخبز فتحمل ان یکون المعنے ہکذا - مین ضیافت کو جانے مین کوئی نیت نہین پاتا سوا اسکے کہ روٹیون پر سے نمکین اُٹھا لون - ویدل علیہ ما فی بعض النسخ من لفظ من مکان عن کذا وما لعبد ذلک فافہم ۱۲ م
ہ یعنے مجازاً ۱۲ ع یعنے شوہر کو اختیار ہے شرعاً ۱۲

ہی یہ جامع میں ہی۔ اور جس کاغذ میں نمک ہو اسکا روٹی پر رکھنا اور نقول کا روٹی پر رکھنا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہ سب جائز ہی اور فرمایا کہ خوان انھیں چیزون کے واسطے ہوتا ہی اور ایسا ہی علاء الترجمانی وعلاء الحمامی نے فرمایا ہی اور ہم نے بخارا و سمرقند میں بڑے بڑے ائمہ کے سامنے لوگون کو ایسا کرتے دیکھا اور انھون نے منع نہ کیا مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ انکے سوائے اور کھانے کی چیزین جیسے زرا ورد وسینو سیج وغیرہ کا روٹی پر رکھنا سو سب کے نزدیک جائز ہی یہ قنیہ میں ہی۔ خوان سے روٹی لٹکا کر رکھنا مکروہ ہی بلکہ اسطرح رکھی جاوے کہ لٹکتی نہووے یہ ظہیریہ میں ہی۔ خوان کے نیچے برابر کرنے کے واسطے روٹی کا ٹکڑا رکھنے کے جواز میں مشائخ نے اختلاف کیا ہی یہ زاہدی میں ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی نمکدان روٹی پر رکھنا اور خوان سے روٹی لٹکانا اور پیالہ کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہونے کا فتوے نہین دیتے تھے اور انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑ دینا مکروہ ہونے کا فتوے بھی نہین دیتے تھے بشرطیکہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے اور ہمارے بعض مشائخ نے انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑنا مکروہ ہونے کا فتوے دیا ہی اگرچہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے یہ محیط میں ہی۔ اور شیخ علاء الترجمانی نے فرمایا کہ روٹی چھری سے کاٹنا مکروہ ہی اور شیخ ابو الفضل کرمانی و شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اور یہ مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر یکے مثل وغنی روٹی یعنے دو دھ سے گوندھی ہو تو مکروہ نہین ہی اور کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ایسی روٹی نہو تو یہ عجمیون کی عادت میں سے ہی یہ تاتارخانیہ میں تتمہ سے منقول ہی امام ثوری رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا کہ غیر کی روٹی سے ستمداد لینا کیسا ہی فرمایا کہ وہ غیر کا مال ہی اس سے اجازت لینی چاہیے اور اگر بدون اجازت لیے و بدون اشارہ کے ایسا کرے تو مین پسند نہین کرتا ہون اور جب تک ممکن ہو درخواست اجازت بھی نہ کرے کیونکہ یہ سوال ہی لیکن اگر دونون مین انبساط ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ ملتقط میں ہی پڑوسی لوگ جو باہم ایک دوسرے سے خمیر لیا کرتے ہین اور اٹکل سے کم و بیش و دیدیا کرتے ہین تو یہ جائز ہی یہ جواہر الفتاوے میں ہی۔ مسافرون نے اگر اپنا زاد راہ خلط کر دیا یا ہر ایک نے رفیقون کی تعداد پر درم دیدیے اور سب درمون کا کھانا خرید کر سب نے کھایا تو یہ جائز ہی اگرچہ ہر ایک کے کھانے کی مقدار میں تفاوت ہو کذا فی الوجیز للکردری

بارھوان باب۔ ہدایا و ضیافات کے بیان میں

ایک شخص نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا اسکی ضیافت کی پس اگر اسکا غالب مال حق حلال ہو تو قبول کرنے میں کچھ ڈر نہین ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ یہ ہدیہ یا ضیافت مال حرام سے ہی تو قبول نہ کرے اور اگر غالب مال اُسکا حرام ہو تو چاہیے کہ ہدیہ قبول نہ کرے اور طعام ضیافت نہ کھاوے لیکن اگر وہ شخص اسکو خبر دے کہ یہ مال حلال ہی کہ مین نے ورثہ مین پایا ہی یا کسی شخص سے قرض لیا

ے یعنی تو کو تونکی کثرت عادت سے میری نیت مین رہتا ہی کہ ایسا ہوگا اور مین ایسا کرونگا ۱۲ ے یعنے اکثر مال اسکا حلال ہے اور کچھ حرام بھی ہے ۱۲ ے یعنے جائز ہی یا نہین ۱۲ ے پیٹ بھرنے میں مدد لینا ۱۲ ے اس سے ظاہر ہے کہ نہ قبول کرنا اولی ہے ۱۲

ہے تو جائز ہے یہ ینابیع میں ہے۔ ظالم امیرون کا ہدیہ قبول کرنا نہیں جائز ہے اسواسطے کہ اکثر مال[1] انکا حرام ہوتا ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اسکا اکثر مال حلال ہے مثلاً یہ امیر صاحب تجارت یا زراعت ہو تو ڈر نہیں ہے کیونکہ لوگون کا مال قلیل حرام سے خالی نہیں ہوتا ہے پس اعتبار غالب کا ہے۔ اور یہی حکم ایسے امیرون کے کھانے کا ہے یعنی دعوت قبول کرنیکا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور ہمارے زمانے کے امیرون کے ہدیہ کا حکم کیا ہے سو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہمارے زمانہ کے امیرون کے ہدیہ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ جس نے ہدیہ دیا ہے اسی کو واپس دیا جاوے اور شیخ زاہد محمد بن حامد رح سے بھی دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ بیت المال میں رکھا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رح نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا ہے اور یہ بات شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے سامنے بھی ذکر کی گئی تھی تو فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ مذہب یہی ہے کہ بیت المال میں جمع کیا جاوے لیکن میں نے اس روایت پر اس خوف سے فتوے نہ دیا کہ بیت المال میں رکھا جائے گا اور حاکم لوگ پھر اسکو اپنی نفسانی خواہشون و لہو و لعب میں خرچ کرینگے اور یہ بات تو ہمکو معلوم ہے ہمارے زمانہ کے حاکم لوگ بیت المال کو اپنی شہوات کے واسطے رکھتے ہیں جماعت مسلمین کیواسطے نہیں رکھتے ہیں[3] یہ محیط میں ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ سلطانی جائزہ[2] قبول کرنے میں علما نے خلاف کیا ہے۔ بعضون نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جبتک یہ معلوم نہو کہ یہ حرام میں سے دیتا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں لیتے ہیں لینگے جبتک ہمکو کوئی شے بعینہ حرام معلوم نہو جاوے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور شرح حیل الخصاف میں شمس الائمہ رح نے ذکر کیا کہ شیخ ابو القاسم حکیم جائزہ سلطانی لیتے تھے اور انکا یہ طریقہ تھا کہ اپنی ضرورتون کیواسطے قرض لیتے تھے پھر سلطانی جائزہ لیکر اس سے اپنا قرضہ ادا کر دیتے تھے اور ایسے مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ اُدھار خرید سے پھر جس مال سے چاہے دام ادا کر دے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میں نے امام اعظم رح سے ایسے مسائل کا حیلہ دریافت کیا تو مجھکو یہی جواب دیا یعنی جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور لوگون کو نہ چاہیے کہ ظالمون کا کھانا کھاوین اس غرض سے کہ انپر انکے افعال کی تقبیح و مرتکبات سے زجر ثابت ہو اگرچہ کھا لینا حلال ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو صدقہ لینا حلال نہیں ہے اسکے حق میں یہ افضل ہے کہ سلطان سے جائزہ لے کر ایسے لوگون کو جنکو صدقہ حلال ہے بانٹ دے یا یہ کہ قبول نہ کرے تو فرمایا کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ امر صدقہ لینے کے مشابہ ہے پھر شیخ رحمہ اللہ تعالے سے کہا گیا کہ کیا یہ بات نہیں ہے شیخ ابو نصیر رح نے اسحق بن احمد و سمعیل رح کا جائزہ لے لیا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ ہان لیکن ان دونون کے پاس ایسا مال بھی تھا جو دونون نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی

---

[2] جائزہ صلہ و بخشش و مراد یہ ہے کہ جو بطور عطیہ کے دیا جاوے ۱۲ منہ [1] یعنے اکثر مال کیسا ہے ۱۲ [3] بلکہ جماعۃ مسلمین کا اسمین حق بھی نہیں جانتے ہیں ۱۲ منہ

فقیر نے سلطان سے جائزہ قبول کر لیا باوجود علم اس بات کے کہ سلطان نے اسکو غصب کیا ہے پس آیا اُسکو
حلال ہے تو فرمایا کہ اگر سلطان نے مال مغصوب دوسرے درموں میں ملا دیا ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر بعینہ مال
مغصوب بدون خلط کرنے کے اس فقیر کو دیدیا تو نہیں جائز ہے اور فقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جواب
بنا بر قیاس قول امام اعظم رہ کے تخریج کیا ہے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو دراہم کسی شخص سے غصب
کر لیے اگر انکو دوسرے درموں میں خلط کر دیا تو غاصب ان درموں کا مالک ہو جاتا ہے اور غاصب پر انکے مثل
دوسرے درم مالک کو تاوان دینے واجب ہوتے ہیں اور صاحبین رہ کی اصل پر یہ حکم ہے کہ غاصب انکا مالک
نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ دراہم غصب بعینہ اپنے مالک کی ملک رہتے ہیں پس جواب یہ ہوگا کہ فقیر مذکور کو ایسا جائزہ
سلطانی لینا حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص سلطان کے پاس گیا اور سلطان
نے کھانے کی کوئی چیز اُسکے سامنے کی پس اگر سلطان نے یہ چیز داموں سے خریدی ہے یا خریدی نہو مگر یہ شخص
نہ جانتا ہو کہ یہ چیز بعینہ مغصوب ہے تو اُسکا کھا لینا حلال ہے ایسا ہی مذکور ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ شخص سلطان کے
مال پر نظر کرے کہ غالب مال کیسا ہے اسپر حکم کی بنا رکھے کذا فی الذخیرہ یعنے اگر غالب مال سلطان حلال ہو تو کھا لے
ورنہ کھانا نہ چاہیے ہکذا فہمہ المترجم۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہو تو زید کو عمرو کی دعوت
قبول کرنے میں ڈر نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ جواب حکماً ہے اور دیانت کی راہ سے یہ افضل ہے
کہ اگر قرضخواہ کو معلوم ہو کہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہے یا اس کے نزدیک شبہہ ہو صاف معلوم نہ ہو تو
دعوت قبول نہ کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اشتباہ کی حالت میں جبھی پرہیز کرنا چاہیے کہ جب
یہ دیکھے کہ قرض لینے سے پہلے مثلاً ہر بیس دن بعد دعوت کیا کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے اُس نے یہ طریقہ اختیار کیا
کہ ہر دس روز بعد دعوت کرنے لگا یا کھانوں کے اقسام میں بڑھا کر کئی رنگ کا کھانا کر دیا اور اگر بعد قرض لینے
کے بھی اُسنے وہی طریقہ رکھا کہ بیس روز بعد دعوت کرتا رہا یا کھانوں میں کچھ نہ بڑھایا تو پرہیز نہ کرے
لیکن اگر وہ صاف ظاہر کر دے کہ میں قرض کی وجہ سے دعوت کرتا ہوں تو پرہیز کرنا واجب ہے یہ محیط میں ہے
دعوت قبول کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ واجب ہے اسکا ترک کرنا روا نہیں
ہے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ قبول کرے اگر دعوت ولیمہ ہو اور اگر ولیمہ نہو
تو اسکو اختیار ہے مگر قبول کر لینا افضل ہے کیونکہ قبول کرنے میں مومن کے دل کو خوشی پہونچتا ہے یہ تمرتاشی میں
ہے اگر کسی دعوت میں بلایا جاوے تو واجب ہے کہ قبول کرے اور وجب جبھی ہے کہ جہاں دعوت ہے وہاں کچھ
بدعت و معصیت[1] نہو اور اگر قبول کرنے سے انکار کیا تو گنہگار ہوگا اور ہمارے زمانے میں اسلم طریقہ یہ ہے کہ
قبول کرنے سے انکار کرے لیکن اگر یقیناً جانتا ہو کہ وہاں کچھ بدعت و معصیت نہیں ہے تو قبول کرنا اسلم ہے یہ
ینابیع میں ہے۔ اعلم العلماء الشیخ علاء الدین سمرقندی نے فرمایا کہ جو شخص ایسی دعوت میں مبتلا ہو جس میں حرام کا

---

[1] جیسے اس زمانے کی دعوتیں کہ اکثر ان مکروہات سے خالی نہیں ہوتی ہیں ۱۲ [2] دعوت قبول کرنا سنت ہے ۱۲ [3] یعنے واجب ہے ۱۲

شبہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ صاحب ضیافت سے کہے کہ تو یہ مال فلان فقیر کی ملک کر دے پس جب اُس نے فلان فقیر کی ملک کر دیا تو وہ فقیر کی ملک ہو گیا اور جب فقیر کی ملک ہوا تو جائز ہے کہ وہ دوسرے کی ملک کر دے اور یہ جو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ فقیر کا مال کھانا مکروہ ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جو مال اُسنے صدقہ سے حاصل کیا ہے اُسکا کھانا مکروہ ہے نہ یہ کہ جو مال فقیر نے دوسرے طور سے حاصل کیا ہے وہ مکروہ ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے آدمی کو چاہیے کہ جو فاسق اعلان کے ساتھ فسق کرتا ہو اُسکی دعوت قبول نہ کرے تاکہ وہ جان لے کہ تو اُسکے فسق سے راضی نہیں ہے اسی طرح جسکا غالب مال حرام ہو اُسکی دعوت بھی قبول نہ کرے جب تک وہ آگاہ نہ کرے کہ یہ مال دعوت حق حلال ہے اور اگر بالعکس ہو یعنے غالب مال حلال ہو تو قبول کرے جبتک اُسکے نزدیک ظاہر نہووے کہ یہ حرام ہے یہ تمرتاشی میں ہے اور روضہ میں لکھا ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرے مگر پرہیزگاری یہ ہے کہ قبول نہ کرے اور جو شخص زمین کو مزارعت پر لیتا ہے یا دیتا ہے اُسکی نسبت بھی یہی حکم ہے یہ وجیز کردری میں ہے سود خوار یا حرام کمائی والے نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا ضیافت کی اور اُسکا اکثر مال حرام ہے تو قبول نہ کرے اور نہ کھاوے جب تک کہ وہ خبر نہ کرے کہ اس مال کی اصلیت حلال ہے کہ میں نے ورثہ میں پایا ہے یا قرض لیا ہے اور اگر اُسکا غالب مال حلال ہو تو اُسکے ہدیہ قبول کرنے دو دعوت کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور دعوت عامہ مثل دعوت عرس یعنے طعام ولیمہ و ختنہ وغیرہ سے تخلف[1] کرنا نہ چاہیے یعنے انکار نہ کرے اور جب اُس نے قبول کر لی اور چلا گیا تو حق واجب ادا کر دیا خواہ کھاوے یا نہ کھاوے پس اگر نہ کھایا تو ڈر نہیں ہے اور فضل یہ ہے کہ کھاوے اگر روزہ دار نہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص دعوت ولیمہ میں بلایا گیا اور اُس نے وہاں گانا یا کسی قسم کا لہو پایا تو بیٹھ کر کھانے میں ڈر نہیں ہے پس اگر اُن لوگوں کی ممانعت کی قدرت رکھتا ہو تو منع کرے اور اگر نہ قدرت رکھتا ہو تو صبر کرے اور یہ حکم ایسے شخص کے واسطے ہے جو مقتدی نہو یعنے لوگ اُسکی پیروی نہ کرتے ہوں اور اگر ایسا ہو کہ لوگ دینی باتوں میں اُسکی پیروی کرتے ہوں اور وہ انلوگوں کے منع کرنے پر قادر نہو تو وہ مجلس سے نکل جاوے وہاں نہ بیٹھے اور اگر ایسا فعل ممنوع دستر خوان پر ہوتا ہو تو بیٹھنا نہ چاہیے اگرچہ ایسا شخص نہو کہ لوگ دین میں اُسکی پیروی کرتے ہوں اور یہ سب اس صورت میں کہ اُسکو وہاں حاضر ہو جانے کے بعد معلوم ہوا ہو۔ اور اگر حاضر ہونے سے پہلے ایسا معلوم ہو گیا ہو تو حاضر نہووے کیونکہ اُسپر حق[2] دعوت لازم نہیں ہوا بخلاف اسکے جبکہ وہ ناگاہ وہاں چلا گیا اور اُسکے سامنے یہ معاملہ ظاہر ہوا تو ایسا نہیں ہے کیونکہ حق دعوت اُسپر لازم ہو چکا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک شخص مقتدی ہو کہ لوگ دین میں اُسکی پیروی کرتے ہوں اور وہ لوگوں کے نزدیک محترم ہو یہ جانتا ہو کہ جب میں جاؤنگا تو لوگ اس فعل ممنوع کو ترک کر دینگے تو اُسپر جانا واجب ہے ورنہ نہ جاوے یہ تمرتاشی میں ہے ایک شخص نے بوجہ قرابت یا ولیمہ کے دعوت کی مجلس قرار دی یا فسق و فجور کے واسطے مجلس جمائی اور ایک مرد صالح

---

[1] یعنے باہم جٹائی پر ۱۲ [2] اُسکی دعوت کی نسبت ۱۲

کو ولیمہ کے واسطے بلایا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اس کے انکار کرنے پر وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہیں تو اسکو دعوت قبول کرنا مباح نہیں ہے بلکہ اسپر واجب ہے کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ نہی منکر ہے (اور نہی از منکر واجب ہے) اور اگر یہ شخص ایسا نہو کہ اسکے انکار سے وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہیں تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ دعوت قبول کرے اور کھانا کھاوے اور انکے فسق و فجور کا بطور وعظ ذکر کرے کیونکہ یہ اجابت دعوت ہے اور اجابت دعوت واجب ہے یا مندوب ہے پس یہ فعل ممنوع کیوجہ سے جو اس دعوت میں ہو انکار نہ کرے اور ولیمہ سنت ہے اور اسمیں ثواب عظیم ہے اور ولیمہ اسکو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نکاح کرکے لاوے اور اپنی جورو کے ساتھ سوئے تو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں و قرابت داروں و دوستوں کو بلاوے اور جانور ذبح کرکے انکے واسطے کھانا پکاوے اور جب وہ ضیافت تیار کرے تو ان لوگوں کو چاہیے کہ اسکی دعوت قبول کریں اور اگر نہ آئیں گے تو گنہگار ہونگے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دعوت قبول نہ کی اُسنے اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی کی پس اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جاوے گو نہ کھاوے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھاوے اور دعا کرے اور اگر نہ کھایا تو گنہگار و جفا کار ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اسمیں ڈر نہیں ہے کہ جس روز نکاح کرکے لایا اور سویا ہے اس روز دعوت کرے یا اُسکے دوسرے روز یا تیسرے روز دعوت کرے پھر عرس و ولیمہ عرس جاتا رہتا ہے کذا فی الظہیریہ یعنے تین روز تک تو حکم عرس باقی رہتا ہے اور دعوت ولیمہ ہو سکتی ہے پھر نہیں ہوتی ہے کذا زعم المترجم اور جن لوگوں کے یہاں موت ہوگئی ہو تو اول روز اُنکے یہاں کھانا بھیجنا اور اُنکے ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اسکے بعد پھر مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور ایام مصیبت و موت میں تین روز تک ضیافت کرنا مباح نہیں اور اگر تیار کی تو اُسمیں سے کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اہل مصیبت نے فقیروں کے واسطے کھانا تیار کیا تو بہتر ہے بشرطیکہ سب وارث بالغ ہوں اور اگر وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو تو ترکہ میں سے فقیروں کے واسطے کھانا کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص دعوت کے دسترخوان پر بیٹھا اور اس نے کھانے میں سے کچھ نکال کر غیر شخص کو دیا پس اگر جانتا ہے کہ صاحب دعوت اسپر راضی نہو گا تو اسکو دینا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہے کہ راضی ہوگا تو دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اُسکے نزدیک مشتبہ ہو تو از خود نہ دے اور نہ کسی کے مانگنے سے دے یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کھانے والے دو دسترخوانوں پر ہوں تو ایک دوسرے کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس بات پر یقین ہو کہ صاحب دعوت اسپر راضی ہوگا تو مضائقہ نہیں ہے اور کتاب الہبہ میں مذکور ہے کہ ایک دعوت میں چند دسترخوان بچھائے گئے ہیں پس ایک دسترخوان والوں میں سے کسی شخص نے دوسرے دسترخوان والے کو یا اسی دسترخوان والے کو کچھ دے دیا تاکہ کھاوے

ف مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ حدیث سے حکم نکال کر بطور روایت بالمعنی ذکر کیا ورنہ اس عبارت سے حدیث نہیں معلوم ہوئی اگرچہ دعوت قبول کرنے میں احادیث صحیحہ میں تاکید آئی ہے فافہم ۱۲ منہ ف جائز سے مراد مسنون ہے یا تو طیبہ بیان کراہت ہے ۱۲ منہ

تو یہ جائز ہی یہ ملتقط میں ہی۔ اگر مہمان نے کھانے مین کچھ کھانا دوسرے مہمان کو جو اسی دسترخوان پر اُس کے ساتھ مہمان ہی دیا تو مشائخ رحمہ اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُسکو ایسا کرنا حلال نہین ہی اور جس نے لیا ہی اُسکو کھانا حلال نہین ہی بلکہ لیکر اسی دسترخوان پر رکھدے پھر دسترخوان سے کھاوے اور اکثر مشائخ نے اسکو جائز رکھا ہی کیونکہ مہمان مذکور ایسے فعل کے واسطے عادۃً ماذون ہی۔ اور جو شخص دسترخوان پر ہو اُسکو یہ جائز ہی کہ جو شخص وہان کسی آدمی کو بلانے آیا اور کسی کام کو آیا ہی اُسکو کھانے مین سے کچھ دیدے کذا فی فتاوے قاضیخان اور صحیح اس باب مین یہ ہی کہ عرف عادت کی طرف نظر کرے دوستی و محبت پر حکم نہ لگاوے کذا فی الینابیع۔ اسی طرح صاحب دعوت کے فرزند یا اس کے غلام و اُسکے کتے و بلی کو نہ دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر مہمان دسترخوان پر سے مالک مکان یا غیر کی بلی کو نوالہ روٹی یا تکہ بوٹی یعنے قلیل دیدے تو استحساناً جائز ہی کیونکہ عادۃً اسکی اجازت ہی اور اگر مہمانون کے پاس مالک مکان یا غیر کا کتا ہووے تو مہمان کو گنجائش نہین ہی کہ بدون اجازت مالک مکان کے کچھ روٹی یا گوشت دیدے کیونکہ عادۃً ایسی اجازت نہین ہی اور اگر ہڈی یا جلی ہوئی روٹی دیدے تو دیسکتا ہی یہ ظہیریہ و ذخیرہ و کبری مین ہی۔ ایک شخص نے چند لوگون کو دعوت کے واسطے بلایا اور کئی دسترخوان بچھاکر ان لوگون کو علیحدہ علیحدہ بٹھایا تو ایک دسترخوان والون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے دسترخوان سے کوئی چیز اُٹھا کر کھاوے اسواسطے کہ صاحب دعوت نے ہر خوان والے کے واسطے وہی کھانا مباح کیا ہی جو اُس کے دسترخوان پر ہی نہ دوسرے دسترخوان کا اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ قیاساً یہی حکم ہی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر کسی ضیافت کے دوسرے دسترخوان والے کو دیدیا تو جائز ہی۔ اور اگر بعضے خادمون کو جو وہان خدمت کر رہے تھے کچھ دیدیا تو بھی استحساناً جائز ہی اسی طرح اگر مہمان نے دسترخوان پر سے ذراسی روٹی یا تھوڑا گوشت رکھ لیا تو بھی استحساناً جائز ہی اور اگر بگڑا کھانا یا جلی روٹی دیدی تو بالاتفاق جائز ہی کیونکہ ایسی اجازت اُسکے واسطے ثابت ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زلہ ربائی یعنے دسترخوان پر سے کچھ کھانا اُٹھا کر گھر لے جانا بلاخلاف حرام ہی لیکن اگر مضیف یعنے میزبان یعنے صاحب دعوت کیطرف سے اجازت و اطلاق حاصل ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ روٹی کھایا کرتا ہی اور روٹی کے ٹکڑے بچ رہتے ہین پس جمع ہو کر بہت سے ٹکڑے ہوگئے اور اُسکے اہل و عیال ان ٹکڑون کی خواہش نہین رکھتے ہین تو اُسکو اختیار ہی کہ مرغی و بکری و گائے وغیرہ کو کھلاوے اور یہ افضل ہی اور یہ نچاہیے کہ اُن ٹکڑون کو نہر مین یا راہ مین ڈالدے لیکن اگر چیونٹیون کے واسطے راہ مین ڈالے تاکہ چیونٹیان کھاجاوین تو جائز ہی ایسا ہی سلف رحمہم اللہ نے کیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کسی کو روا نہین ہی کہ مجنون کو مردار کھلاوے ہان بلی کو کھلاوے تو روا ہی اور اگر روٹی یا طعام نجس ہو جاوے تو جائز نہین ہی کہ نابالغ یا معتوہ کو یا ایسے جانور کو جسکا گوشت کھایا جاتا ہی کھلاوے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مردار سے کسی طرح انتفاع جائز نہین ہی اور نہ مردار کو سیکھے ہوے کتے

وبازوجرہ وغیر شکاری جانورون کو کھلاوے یہ قنیہ مین ہی۔ اور مہمان کے واسطے یہ مستحب ہی کہ جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ مہمان پر چار چیزین واجب ہین اول جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے دوم جو کھانا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے اُسپر راضی ہو سوم بدون اجازت مالک مکان کے نہ اُٹھے چہارم جب نکلے تو اُسکے واسطے دعا کرے اور میزبان کے حق مین مستحب ہی کہ بدون الحاح کے کبھی کبھی کہے کہ اور کھاؤ اور مہمانون کے سامنے کثرت سے خاموشی اختیار نہ کرے اور مہمانون کی نظر سے غائب نہو جاوے اور خادمون پر مہمانون کے سامنے غصہ نہ کرے اور مہمانون کی مہمانداری کی وجہ سے اہل وعیال کے روزینہ مین تنگی نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ افضل یہ ہی کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال پر اور جو فاضل بچے اسکو صدقہ[۱] کرے اور فاسق کو اُسکی قوت سے زیادہ نہ دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ کھاتے وقت سکوت کرنا مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی مشابہت ہی کذا فی السراجیہ اور کھانے کے وقت ساکت نہ رہے لیکن جو باتین کرے وہ نیک باتین و نیکون کی حکاتین ہون یہ غرائب مین ہی قال المترجم ایسی باتین جس سے انسان کسی فکر مین پڑ جاوے یا کھانے سے بالکل کسی دوسری طرف مشغول ہو جاوے اس سے اچھو ہو جاتا ہی کذا قالت الاطبار[۲] فالوجہ فی الکراہیۃ علے التفصیل فوق ما فصلوہ فتامل۔ اور میزبان دعوت کرنے والے کو چاہیے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کی عادت شریف کی پیروی کرکے خود مہمانون کی خدمت کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر تو نے چند لوگون کو دعوت مین بلا یا پس اگر تھوڑے لوگ ہون اور تو بھی انکے ساتھ بیٹھ گیا تو ڈر نہین ہی کیونکہ دستر خوان پر تیرا اُنکی خدمت کرنا مروت کی بات ہی اور اگر بہت لوگ ہون تو اُنکے ساتھ نہ بیٹھ بلکہ خود اُنکی خدمت کر اور مہمانون کے سامنے خادم پر غصہ نہ کر اور یہ نچاہیے کہ اُنکے ساتھ ایسا شخص بٹھلاوے جو اُن پر گران گذرے اور جب مہمان لوگ کھانے سے فراغت پاوین اور اجازت مانگین تو اُنکو روکنا نچاہیے اور جب قوم مین سے چند لوگ آگئے اور تھوڑے لوگون نے دیر کی تو جو لوگ پہلے آگئے ہین اُنکے مقدم کرنے کا استحقاق ہی بہ نسبت اُن لوگون کے جو پیچھے رہگئے ہین۔ اور صاحب دعوت کو چاہیے کہ جب تک پہلے ہاتھ دھونے کو پانی نہ لاوے تب تک پہلے ہی سے کھانا لاکر پیش نہ کرے اور قیاس یہ ہی کہ جو شخص آخر مجلس مین بیٹھا ہی اُس سے ہاتھ دھولانا شروع کرے اور اخیر مین اُس شخص کے ہاتھ دھولاوے جو صدرنشین ہی لیکن لوگون نے استحساناً یہ طریقہ رکھا ہی کہ پہلے جو شخص صدرنشین ہی اُسکی طرف سے ہاتھ دھولانا شروع کرتے ہین پس اگر ایسا کیا تو ڈر نہین ہی اور جب کھانے کے بعد مہمانون کے ہاتھ دھولانے چاہے تو مشائخ نے فرمایا کہ ہر بار طشت کا پانی پھینکنا مکروہ ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اسواسطے کہ جب پانی طشت مین چھلکر گری تو بسا اوقات دھولانے مین اُسکی چھینٹین اُڑکر کپڑے پر پڑتی ہین پس اُسکے کپڑے خراب ہونگے اور اگلے وقت کے لوگون کا کھانا کثر

---

[۱] یعنی حاجت سے فاضل مین صدقہ مستحب ہی اور ابتداے اسلام مین فاضل کو صدقہ کرنا واجب تھا پھر زکوۃ سے منسوخ ہوا وہو الاصح ۱۲ [۲] یا اطبا کا قول ہی لہذا مسئلہ مین زیادہ تفصیل کی ضرورت ہی ۱۲

روٹی وچھوارے ہوتے تھے یا کم چکنائی کا ہوتا تھا اور اس زمانے میں طرح طرح کے کھانے وسالن ہوتے
ہیں جنکو وہ کھاتے ہیں اور ہاتھوں میں چکنائی بھر جاتی ہے پس طشت کا پانی ہر بار پھینکنے میں کچھ ڈر نہیں ہے
اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دانتوں میں خلال کی پس جو کچھ دانتوں سے نکل کر زبان پر رہا
پس اگر اُسنے نگل لیا تو جائز ہے اور اگر پھینک دیا تو جائز ہے اور ریحان و آس و انار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہے
اور سیاہ بید کی لکڑی کا خلال مستحب ہے اور یہ نہ چاہیے کہ خلال اور جو کچھ دانتوں سے نکلا ہے وہ لوگوں کے
قریب پھینکے اسواسطے کہ اس سے انکے کپڑے خراب ہونگے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے پاس رکھے پس جب ہاتھ دھونیکے
لیے طشت آوے تو اسمیں ڈالدے پھر ہاتھ دھوئے کہ یہ فعل عمدہ اخلاق میں سے ہے یہ تاتارخانیہ میں بستان
سے منقول ہے

تیرھواں باب۔ درم وشکر لٹانے اور لوٹے ہوئے مال کے اور جو چیز اُسکا مالک پھینکدے اُسکے لینے
کے بیان میں۔ فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ جب لٹانے والے نے لوٹنے کی اجازت دیدی ہو تو لوٹ لینا
جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کچھ شکر و کچھ درم چند لوگوں کے سامنے رکھے اور کہا کہ جو چاہے ہمیں سے لے یا یوں
کہا کہ جو شخص ہمیں سے جو کچھ لے لے وہ اُسی کی ہوگی پس جسنے ہمیں سے کچھ لیا وہ اُسی کا ہو جائیگا اور دوسرے کو یہ
اختیار نہوگا کہ لینے والے سے لے لے یہ ذخیرہ میں ہے جن درموں و دیناروں و پیسوں پر اللہ تعالی کا نام لکھا ہو
انکا لٹانا بعض مشایخ کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی
وقال المترجم ہمارے زمانہ میں صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور یہی حکم کلمہ کے روپیہ وغیرہ کا ہے واللہ اعلم۔ اور جن درموں و
دیناروں و پیسوں پر کلمہ شہادت لکھا ہو اُنکے لٹانے میں مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے اسکو مکروہ نہیں
جانا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور دعوت و نکاح میں شکر و درم لٹانے میں ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ
میں ہے۔ اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور ہنوز موجود لوگوں نے اسکو لوٹا نہ تھا کہ ایک شخص آیا جو
لٹانے کے وقت موجود نہ تھا اور اُسنے بھی لوٹنی چاہی تو مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُسکو
لوٹ لینے کا اختیار ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر شکر لٹانے کے واسطے
پھینکی گئی اور وہ کسی شخص کے دامن یا آستین میں گری اور غیر شخص نے لے لی تو لینے والے کی ہوگی یہ منتقی
میں ہے اور یہی مسئلہ فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے اور جواب میں تفصیل ہے یعنے یوں بیان فرمایا کہ اگر اُسنے
اپنا دامن یا آستین اسواسطے پھیلائی تھی کہ اسمیں شکر گرے تو جسنے نکال لی ہے وہ نہیں لے سکتا ہے اُسکی نہوگی
بلکہ دامن و آستین والے کو اس سے واپس لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر نکاح میں شکر لٹائی گئی اور وہ
کسی شخص کی گود میں گری اور دوسرے نے لی لی تو جائز ہے بشرطیکہ اُس نے اپنی گود شکر لینے کے واسطے
نہ پھیلائی ہو اور اگر ایک شخص نے لوٹ کی چیز اپنے ہاتھ میں لی پھر اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور دوسرے نے

---

۱ اس کے دیار کے موافق ہے ۱۲ منہ ۲ قال المترجم یعنے جو شخص تم سے ۱۲ منہ ۳ یہی صحیح ہے ۱۲

اُٹھالی تو وہ چیز پہلے والے کی ہوگی یہ ینابیع مین ہی۔ اگر ایک شخص جامع مسجد کے مقصورہ مین گیا اور اُسمین شکر رکھی پائی تو اُسکا لے لینا جائز ہی مگر فقیہ ابو جعفر رہ نے فرمایا کہ نہین قال المترجم رحمہ اللہ و ہو الصحیح فی زماننا اور اگر سوق خانیذ مین گذرا اور وہان شکر پائی تو نہین لے سکتا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر زید نے عمرو کو دولھن پر لٹانے کے واسطے شکر یا درم دیے اور عمرو نے چاہا کہ اسمین سے کچھ اپنے واسطے رکھ لے تو درمون کی صورت مین اسکو یہ اختیار نہین ہی اور یہ بھی اختیار نہین ہی کہ عمرو یہ درم مثلاً خالد کو دیدے کہ وہ لٹادے اور خود عمرو لوٹنے والے کے ساتھ لوٹے اور شکر کی صورت مین اسکو اختیار ہی کہ جسقدر عادت کے موافق لوگ رکھ لیتے ہین اسقدر رکھ لے ایسا ہی مختار فقیہ ابو اللیث رہ سے بیان کیا گیا ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ عمرو کو یہ بھی اختیار ہی کہ شکر خالد کو دیدے تاکہ وہ لٹادے اور خود عمرو لوٹنے والون کے ساتھ لوٹے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ درمون کے مانند شکر مین بھی اسکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رہ سے مروی ہی کہ ایک شخص کا گدھا مر گیا اُس نے راہ مین ڈالدیا پھر ایک شخص نے آکر اسکی کھال کھینچ لی پھر گدھے کا مالک آیا تو اسکو کھال لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر اُس نے مردہ گدھے کو راہ مین نہ ڈالا ہو بلکہ کسی شخص نے مالک کے گھر مین سے لیکر اسکی کھال کھینچی ہو تو مالک کو اختیار ہی کہ اُس سے کھال لے لے اور جسقدر دباغت سے اُس مین زیادتی ہو گئی ہو اُسقدر دیدے اور یہی امام ابو یوسف رہ سے مروی ہی کہ بکری کے مالک نے مردار بکری پھینکدی پھر ایک شخص نے آکر اُسکی صوف و کھال لے لی اور دباغت کر ڈالی تو یہ کھال اُسی کی ہو جائیگی پھر اسکے بعد اگر مالک آیا تو اسکو کھال واپس لینے کا اختیار ہی مگر دباغت سے اسمین کچھ زیادتی ہو گئی ہو وہ واپس دے پس بکری کے مسئلہ کا حکم گدھے سے مخالف ہی اور جائز ہی کہ دونون مین سے ہر ایک مسئلہ دوسرے پر قیاس کیا جاوے پس ہر ایک مسئلہ مین دو دو روایتین ہو جاوینگی یہ محیط مین ہی۔ اگر فالیز کے پھل توڑ لیے گئے اور کچھ بقیہ بچ گیا اسکو لوگون نے لوٹ لیا پس اگر مالک نے اسی واسطے چھوڑ دیا ہو کہ لوگ لیجاوین تو کچھ ڈر نہین ہی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہوا کہ ایک شخص اپنی کھیتی اُٹھالے گیا اور کچھ بالیان باقی رہ گئین پس اگر اُسنے عادت کے موافق لوگون کے لیجانے کے واسطے چھوڑ دی ہون تو لیجانے مین ڈر نہین ہی اسی طرح اگر ایک شخص نے زراعت کیواسطے زمین کرایہ پر لی اور کھیتی بوئی پھر اپنی کھیتی اُٹھالے گیا اور کچھ بقیہ چھوٹ رہا جیسا کہ لوگ عادت کے موافق چھوڑ جاتے ہین پھر مالک زمین نے اسکو سینچا اور اُسکے سینچنے سے کھیتی اُگی تو وہ سب مالک زمین کی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

چودھوان باب - ذمیون اور اُن احکام کے بیان مین جو ذمیون کی طرف عود کرتے ہین

اگر ذمی لوگ مسجد الحرام یا باقی مساجد مین جاوین تو کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی تتمہ مین لکھا ہی کہ مسلمان

سلہ یہی ہمارے زمانہ مین صحیح ہی ۱۲ سکہ بشرطیکہ نجاست سے پاک ہون اور اس زمانہ مین جو تاہین کرنا دینی بھی صحیح ہی۔

عسہ اسمین امام مالک کا خلاف ہی ۱۲

کو بیعہ و کنیسہ میں جانا مکروہ ہے اور کراہت اس راہ سے نہیں ہے کہ مسلمان کو اسکے اندر داخل ہونے کا استحقاق نہیں ہے بلکہ اس راہ سے مکروہ ہے کہ وہاں مجمع شیاطین ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ذمیوں نے شہر کے اندر مسلمانوں سے ایک دار خریدکر جسکو مقبرہ بنایا تو شیخ رہ نے جواب دیا کہ جب ذمی لوگ اس دار کے مالک ہوگئے تو انکو اختیار ہے جو چاہیں کریں اگرچہ پڑوسیوں کے حق میں مضر ہو بخلاف اسکے اگر انھوں نے دار مذکور کو بیعہ یا کنیسہ یا آتشکدہ بنایا تو شہر میں یہ اختیار انکو حاصل نہ ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ نصرانی کے ہاتھ زنار بیچنے اور مجوسی کے ہاتھ قلنسوۃ بیچنے میں ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیوں سے یہ عہد لیا جاوے کہ وہ لوگ کستیجہ باندھا کریں **قال المترجم** کستیجہ ایک موٹا ڈورا ہوتا ہے کہ ذمی اہل کتاب لوگ کپڑوں کے اوپر مثل زنار کے باندھتے ہیں کذا فی اللغۃ تو ایک دفعہ شیخ رہ نے جواب دیا کہ یہ عہد لیا جائیگا اور ایک دفعہ یوں جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہوں تو انسے یہ عہد لیا جائیگا تاکہ پہچان پڑ جاوے یہ ... میں ہے۔ جو شخص مقتدی مشہور ہو اسکو اہل باطل و شر میں سے کسی شخص سے زیادہ اختلاط کرنا مکروہ ہے الا بقدر ضرورت روا ہے کیونکہ اس بطال شریر کی بات لوگوں کی نظر میں باعظمت ہوگی اور اگر کوئی شخص معروف نہو اور وہ اس شریر کے پاس اس غرض سے زیادہ جاتا آتا ہے کہ بدون گناہ کے اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے قدوری رہ نے فرمایا ہے کہ اگر مسلمان کے پاس نصرانیہ عورت ہو تو مسلمان کے گھر میں صلیب نصب نہ کرے مگر اسکے گھر میں جہاں چاہے نماز پڑھ سکتی ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسف رہ کی کتاب الخراج میں ہے کہ مسلمان کو اختیار ہے کہ اپنی کتابیہ باندی کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم کرے اور پھر اس کام کیواسطے جبر کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ آزاد کتابیہ عورت کا بھی حکم اسی قیاس پر ہو یہ تاتارخانیہ میں یتیمیہ سے منقول ہے اور امام محمد سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں کسی مشرک کو نہ چھوڑونگا کہ بربط بجایا کرے اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ جن باتوں سے مسلمان کو منع کرونگا ان سب باتوں سے مشرک کو بھی منع کرونگا سواے شراب و سور کے یہ ملتقط میں ہے امام محمد رہ نے فرمایا کہ مشرکوں کے برتنوں میں قبل دھونے کے کھانا پینا مکروہ ہے و باوجود اسکے اگر دھونے کے پہلے انکے برتن میں کھایا یا پیا تو جائز ہے اور حرام کھانے والا یا پینے والا قرار نہ دیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ برتن کو یہ نہ جانتا ہو کہ نجس ہے اور اگر جانتا ہو تو دھونے سے پہلے انمیں کھانا پینا جائز نہیں ہے اور اگر کھایا یا پیا تو حرام کھانے والا اور پینے والا قرار دیا جائیگا اور یہ مسئلہ مرغی کے جھوٹے کی نظیر ہے کہ جب یہ جانتا ہو کہ مرغی کی چونچ میں نجاست لگی تھی تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ اور مشرکوں کا پائجامہ پہنکر نماز پڑھنے کا ویسا ہی حکم ہے جو اُن کے برتنوں میں کھانے پینے کا حکم بیان ہوا ہے یعنے اگر یہ جانتا ہو کہ انکے پائجامہ نجس ہیں تو اس سے نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست نہ جانتا ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر پڑھ لی تو جائز ہو جائیگی اور یہود و نصاری کا طعام تناول کرنے میں خواہ ذبیحہ ہو یا اور کسی قسم کا کھانا ہو کچھ ڈر نہیں ہے اور خواہ یہودی یا نصرانی اہل حرب میں سے ہو یا غیر اہل حرب میں سے ہو حکم جواز یکساں

ف تحقیق مسئلہ و صحیح جواب مترجم کی جامع تفسیر اردو میں دیکھنا چاہیے ۱۲ ملف جسکی [illegible]

ہے اور خواہ یہودی و نصرانی بنی اسرائیل مین سے ہو یا غیر بنی اسرائیل سے ہو جیسے نصارائے عرب اور
مجوسیون کے کھانے مین ڈر نہین ہے سب طعام[1] اُنکا جائز ہے سوائے ذبیحہ کے کہ اُن کا ذبیحہ حرام ہے اور امام محمد رحمہ اللہ
نے ذکر نہ فرمایا کہ مجوسی وغیرہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا کیسا ہے اور حاکم عبد الرحمن کاتب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر
کوئی مسلمان اسمین ایک دو بار مبتلا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہے لیکن اسپر مداومت کرنا مکروہ ہے یہ محیط مین ہے
اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رحمہ نے فرمایا کہ اگر مجوسی کھانے وقت زمزمہ نکرتا ہو تو اُسکے ساتھ
کھانے مین ڈر نہین ہے اور اگر زمزمہ کرتا ہو تو اُسکے ساتھ نہ کھاوے کیونکہ کفر و شرک ظاہر کرتا ہے اور جسوقت کفر و شرک
ظاہر کرتا ہے اُسکے ساتھ نہ کھاوے اور ذمی کی ضیافت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اگرچہ دونون مین سوائے
شناسائی کے کچھ نہو یہ ملتقط مین ہے۔ اور تفاریق مین ہے کہ کچھ ڈر نہین ہے کہ کسی کافر کی بوجہ قرابت کے یا حاجت کے
ضیافت کرے یہ تمرتاشی مین ہے اور ذمیون کی ضیافت مین جانے مین ڈر نہین ہے ایسا ہی امام محمد رہ نے ذکر کیا ہے
اور ضحیۃ النوازل مین ہے کہ اگر مجوسی یا نصرانی نے کسی مسلمان کو اپنے یہان دعوت طعام مین بلایا تو قبول کرنا
مکروہ ہے اور اگر اس نے کہا کہ مین نے گوشت بازار سے خریدا ہے پس اگر نصرانی دعوت کرتا ہو تو ڈر نہین ہے پس جو حکم
نوازل مین نصرانی کے حق مین مذکور ہے وہ اُس روایت کے مخالف ہے جو ہم نے سابق مین امام محمد رہ سے نقل
کی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر مسلمان کسی مشرک کو بطور صلہ رحم کے کچھ دیوے خواہ مشرک مذکور اُسکا قریب ناتے دار
ہو یا بعید ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو تو کچھ ڈر نہین ہے اور حربی سے وہ کافر مراد ہے جو امان لیکر داخل ہوا ہو اور
اگر غیر مستامن ہو تو مسلمان کو نچاہیے کہ اُسکو صلہ رحم مین کچھ دے یہ محیط مین ہے۔ اور قاضی امام رکن الاسلام
علی سغدی رہ نے ذکر کیا کہ اگر مشرک حربی دار الحرب مین ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ اُسوقت مسلمانون اور اُن حربیون
مین مصالحت و مسالمت[2] ہو تو مسلمان کو حربی مشرک کو کوئی چیز صلہ رحم کے طور پر دینے مین ڈر نہین ہے یہ
تاتارخانیہ مین ہے یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہے کہ مسلمان نے مشرک کو صلہ رحم مین کچھ دیا اور اگر مشرک
نے مسلمان کو صلہ رحم مین کچھ دیا تو امام محمد رہ نے سیر کبیر مین متعارض حدیثین روایت کی ہین بعض احادیث مین یہ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہے اور بعض احادیث مین یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین قبول فرمایا پس ان احادیث مین توفیق ضرور ہے اور وجہ توفیق مین مشائخ
کی عبارات مختلف ہین پس فقیہ ابو جعفر ہندوانی رہ نے یون توفیق دی ہے کہ جس روایت مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ مشرک قبول نکرنا مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ ایسے مشرک کا ہدیہ قبول نہ کیا جسکی
طرف سے آنحضرت صلعم کے دل مین یہ گمان غالب ہوا کہ وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اُس شخص سے بطمع مال لڑائی کرتے ہین اللہ تعالی کا کلمہ بلند کرنے کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص

[1] اسی قیاس پر ہندؤن کا کھانا بھی جائز ہے تاوقتیکہ کوئی شے حرام کرنے والی معلوم نہو ۱۲ منہ۔ [2] مسالمت ماخوذ از سلم یعنے صلح
یعنے اس زمانے مین حربی کافرون سے باہم چند روز کے واسطے صلح ٹھہری ہو ۱۲

سے ہمارے زمانہ میں ہدیہ قبول کرنا نہیں جائز ہے اور جس حدیث میں ہدیہ قبول کرنا مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ آنحضرت صلعم کے غالب گمان میں یہ بات تھی کہ یہ شخص دل میں سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلعم اُس سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے و دین کی بڑائی کے واسطے لڑتے ہیں مال کیواسطے نہیں لڑتے ہیں اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ میں بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور بعض مشائخ نے دوسرے طور سے توفیق دی ہے کہ فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ کیا جسکی نسبت جانتے تھے کہ قبول کرنیسے میری سختی و عزت اُسکے حق میں کم ہو جائیگی اور بسبب قبول ہدیہ کے نرمی کرنی ہوگی اور جس شخص سے یہ جانتے تھے کہ قبول کرنے سے اُسکے حق میں اپنی سختی و عزت کی کمی نہوگی اور نہ نرمی کرنی ہوگی اُسکا ہدیہ قبول کر لیتے تھے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مسلمان و ذمی کافر کے درمیان معاملہ ہو لیس اگر ایسا ہو کہ اُس سے معاملت رکھنے سے چارہ نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی عورت یا مرد کے ماں و باپ کافر ہوں تو پھر اُن دونوں کو نفقہ دینا و اُنکے ساتھ احسان کرنا دونوں کی خدمت و زیارت کرنا لازم ہے اور اگر اُسکو خوف ہو کہ دونوں مجھے کفر کی طرف کھینچ لینگے اگر اُنکی زیارت کریگا تو یہ جائز ہے کہ دونوں کی زیارت ترک کر دے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور ذمی کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرے اور اگر اُسکے ہدایت کی دعا کی تو جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی ہے کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون کذا فی التبیین۔ اگر کسی یہودی یا مجوسی سے کہا کہ اے کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسپر گراں گذرے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ذمی سے کہا کہ اطال اللہ بقاءک یعنی اللہ تعالیٰ تجھے دیر تک دنیا میں رکھے پس اگر اُسکی نیت میں یہ بات ہو کہ اسواسطے دیر تک رکھے کہ یہ مسلمان ہو جاوے یا ذلت و خواری کے ساتھ جزیہ ادا کرتا رہے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ذمی کے واسطے طول عمر کی دعا کی تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے کیونکہ اسمیں تمادی علی الکفر ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے کہ اُسکی طول عمر میں ادائے جزیہ سے مسلمانوں کا نفع ہے پس یہ دعا واقع میں مسلمانوں کے واسطے ہوئی اور ذمی کے واسطے عافیت کی دعا کرنے میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کو کسی ضرورت کے واسطے خط لکھے تو یوں لکھے کہ السلام علی من اتبع الھدے یعنی سلام ایسے شخص پر جسنے حق کی تابعداری کی ہے اور کافر و مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملے ذمی سے مصافحہ مکروہ ہے اور اگر باوضو اُس سے مصافحہ کیا تو اپنا ہاتھ دھو ڈالے یہ غرائب میں ہے۔ اگر مسلمان کا پڑوسی نصرانی سفر سے واپس آوے اور مصافحہ نہ کرنے سے اُسکو اذیت و رنج پہونچے تو مسلمان کو اُس سے مصافحہ کر لینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے یہودی و نصرانی کی عیادت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور مجوسی میں اختلاف ہے یہ تہذیب میں ہے اور ذمی کی عیادت کرنی جائز ہے یہ تبیین میں ہے اور مشائخ نے فاسق کی عیادت کرنے میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسکی عیادت میں ڈر نہیں ہے۔ اور اگر کافر مر گیا تو اُسکے والد یا قریب سے اُسکی تعزیت میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ

ف اے میری قوم کو ہدایت دیدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں ۱۲ منہ ف مصیبت سے بچانا ۱۲

اسکے بدلے تجھے اس سے بہتر دے اور تیری اصلاح کرے بدین نیت کہ تیری اصلاح اسلام لانے سے
کردے اور اسکی جگہ تجھے مسلمان بیٹا عنایت کرے کیونکہ بہتری اسی کی ذات سے ظاہر ہوگی یہ تبیین میں ہے
ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر ذمی میت پر ایک مسلمان نے گواہی دی کہ مسلمان مرا ہے تو
نماز (جنازے کی نماز ۱۲) پڑھی جاوے گی اور اگر مسلمان میت پر ایک نے گواہی دی کہ مرتد مرا ہے تو نماز ترک نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام مجوسی خریدا اسنے اسلام لانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تونے مجھے مسلمان
کے ہاتھ فروخت کیا تو یا مجھے قتل کر ڈالا تو اسکو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو مجوسی کے ہاتھ فروخت کرے یہ سراجیہ
میں ہے۔ کوئی مسلمان مملوک کسی ذمی کی ملک میں نہ چھوڑا جائیگا بلکہ اسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو فروخت کردے
بشرطیکہ وہ محل بیع ہو یہ غرائب میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ایک یہودی حمام میں گیا پس آیا مسلمان حمامی
کو اسکی خدمت کرنا مباح ہے تو فرمایا کہ اگر اسنے یہودی سے پیسے لینے کی طمع سے خدمت کی تو ڈر نہیں ہے اور اگر اسکی تعظیم
کرکے خدمت کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نظر سے ایسا کیا تاکہ یہودی کا دل اسلام کی طرف میل کرے تو کچھ ڈر نہیں
ہے اور اگر یہودی کی تعظیم کرنے کو خدمت کی بدون اسکے کہ جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہے انمیں سے کچھ اسکی نیت میں ہو تو مکروہ
ہے اور علے ہذا اگر ذمی حمام میں داخل ہوا اور حمامی مسلمان ہے اس نے ذمی مذکور کی خدمت کی پس اگر اس نظر سے
خدمت پر آمادہ ہوا کہ شاید مسلمان ہو جاوے تو ڈر نہیں ہے اور اگر بدون امور مذکورہ کے نیت کے اسکی تعظیم
کے واسطے خدمت پر آمادہ ہوا یا اسکی تونگری کی نظر سے آمادہ ہوا تو مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور کسی مسلمان
کو نچاہیے کہ یہودی یا نصرانی سے توریت و انجیل و زبور کا حکم دریافت کرے اور نہ ان کتابوں کو لکھے اور نہ پڑھے
اور مطالب کے اثبات میں ان کتابوں کی آیات سے استدلال نہ کرے[له] اور مسلمان عالم لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رسالت کو ان آیات سے جو کتب توریت و صحف انجیل میں مذکور ہیں ثابت کرتے ہیں سو یہ اسواسطے ہے کہ جو بات خود
ان کافروں کے پاس ہے اس سے انپر الزام ہو یہ وجیز کردری میں ہے

پندرھواں باب۔ کسب کے بیان میں۔ کسب چند طرح کا ہوتا ہے ایک فرض ہے پس فرض اسقدر
کمائی ہے کہ جو اسکی ذات کو و اسکے عیال کو و اسکے قرضوں کے ادا کیواسطے اور جسکا نفقہ اسپر واجب ہے اسکے
نفقہ کے واسطے کفایت کرے اور اس سے زیادہ کمائی کو اگر ترک کرے تو روا ہے اور اگر اسقدر مال کمایا کہ
اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اسکو گنجائش ہے کیونکہ تحقیق یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے عیال کا روزینہ ایک سال کا جمع کر لیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اسی طرح اگر کسی کے والدین
تنگدست ہوں تو اسپر فرض ہے کہ بقدر کفایت انکے روزینہ کے واسطے کماوے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور ایک

[له] قولہ نہ کرے الخ یہ سبب اسوجہ سے ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے بیباک ہوکر مدت دراز سے آیات کے کلمات بدل ڈالے اور ابتدا یہ ہوئی کہ
یہودیوں میں بہتر فرقے ہوگئے اور ہر فرقہ دوسرے کے مفید لفظ کو اپنے نسخہ توریت میں بدل کر اپنے مفید کر لیتا تھا پھر حفظ توریت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ کو بھیجا تو یہودی دشمن ہوگئے اور آیات بشارت میں تحریف کی پھر عرصہ کے بعد یہود و نصاریٰ ہر ایک نے اپنی دائمی نبوت کا دعویٰ کرکے خوب تحریف کر ڈالی
اب ہرگز یہ پتہ نہیں چلتا کہ اصل آیات کیونکر ہیں اسی واسطے یہ ممانعت کا حکم ہے علاوہ بریں قرآن نے دین حق کو ختم کر دیا تو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ۱۲ منہ

کمائی مستحب ہے اور وہ اس مقدار سے جو بیان ہوئی ہے زیادہ ہو تاکہ فقیر کی مواسات کر سکے اور عزیز و اقارب
کی مجازات کر سکے اور ایسی کمائی میں کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہے اور ایک کمائی مباح ہے اور وہ اس
مقدار سے بھی زیادہ بغرض تجمل و زیادتی کے کماوے اور ایک کمائی مکروہ ہے وہ ایسی کمائی جو تفاخر و تکاثر کی غرض سے
جمع کرے اگرچہ مال حلال ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے **قال المترجم** اس بیان سے ثابت ہوا کہ کوشش کر کے کمانا
ہر شخص پر بشرائط فرض ہے پھر کتاب میں فرمایا کہ اور ایسے لوگوں کے حال پر التفات نہ کرنا چاہیے جو مسجدوں
و خانقاہوں میں بیٹھے سب سے انکار کرتے ہیں آنکھیں اُٹھائے لوگوں کا مال تاکتے ہیں اور لوگوں کے مال کی طرف ہاتھ
پھیلائے ہیں اور اپنے کو متوکل کہتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسے نہیں ہیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور امام
ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے کہ ایک قوم جمع ہو کر کسی جگہ گوشہ گیر ہو جاوے اور یہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ
کی عبادت کیا کریں اور اچھی پاک چیزوں سے پرہیز کریں یعنے لباس و طعام سے اور اپنے نفوس کو دنیوی کام
سے فارغ کریں حالانکہ کسب حلال و شہر میں جمعہ و جماعات کی پابندی واجب الزم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور
بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو قاری کسب کو چھوڑ دیتا ہے وہ اپنے دین[عہ] کو کھاتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور کمائی کے
اسباب میں سے افضل جہاد ہے پھر تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صناعت[عہ] ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور
بعض کے نزدیک تجارت بہ نسبت زراعت کے افضل ہے اور اکثروں کے نزدیک زراعت افضل ہے یہ وجیز کردری
میں ہے ایک اجنبیہ عورت ایک مرد کے گھر میں گوشہ نشین ہو گئی اسکو وہ شخص روز روٹی و روٹی دیتا ہے تو سوت اس
شخص کے حق میں حلال ہے بشرطیکہ اُسنے عورت کے ذمہ سوت کاتنا شرط نہ کیا ہو یہ قنیہ میں ہے مرد اگر عورتوں کے
مثل سوت کاتے تو مکروہ طریقہ ہے کہ یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے یہ قنیہ میں ہے جس شخص کے پاس ایک دن کا روزینہ
ہو اسکو سوال حرام ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ ناپاک خبیث ہے یہ ینابیع میں
ہے۔ منتقی میں بروایت ابراہیم رحمہ اللہ امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر رونے والی عورت نے رونے سے مال جمع
کیا یا طبلچی یا مزامیر والے نے طبلہ و مزامیر سے مال جمع کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ان افعال کے بجا لانے پر
مال شرط کر کے لیا ہے تو جن لوگوں سے لیا ہے انکو واپس کر دے اگر پہچانے اور امام محمد رح کے اس قول کے کہ مال شرط
کر کے لیا ہے یہ معنی ہیں کہ دینے والے نے رونے والی عورت سے رونے سے پہلے بمقابلہ رونے کے مال ٹھہرا دیا ہو
یا بمقابلہ گانے کے مال شرط کر دیا ہو کہ اگر گاوے تو اسقدر مال دینگے اور یہ حکم اسوجہ سے ہے کہ جب لینا شرطیہ ہوا تو یہ مال
بمقابلہ معصیت کے ہوا پس مال لینا بھی معصیت ہو گا اور ایسے مال سے چھٹکارے کی یہی راہ ہوتی ہے کہ واپس دیوے
سو اس مقام پر بھی یہی ہے کہ جو کچھ لیا ہے وہ واپس کرے اگر واپس کر سکے یعنے جس سے لیا ہے اسکو پہچانے اور اگر اسکو
نہ پہچانے تو اسکی طرف سے صدقہ کر دے تاکہ اُسکے مال کا اسکو نفع پہونچ جاوے جبکہ عین مال اُسکو نہیں پہونچ سکتا ہے اور
اگر لینا شرطیہ نہو یعنے شرط نہ کی ہو کہ اگر ان افعال کو بجا لاوے تو یہ دینگے تو لینا معصیت نہوگا کیونکہ مالک نے رضامندی

عہ یعنے دین فروشی کرتا ہے اور کھاتا ہے ۱۲ عہ دستکاری ۱۲

سے خود دیدیا ہو پس اُسکا ہوگا اور حلال ہوگا - اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر گانے والی عورت نے گانیکی
کمائی سے قرضہ ادا کیا تو قرضخواہ کو یہ مال لینا حلال نہیں ہو لیکن حکم قضا میں قاضی اُسکو لینے پر مجبور کریگا اور
بقیاس مسئلہ متقدمہ کے یہ کہا جا سکتا ہو کہ اگر گانے والی نے بدون شرط کے کمایا ہو تو قرضخواہ کو لے لینے کی گنجایش ہو
اور امام محمد رح نے کتاب الکسب میں ذکر فرمایا ہو کہ خصی کی کمائی مکروہ ہو اور اس سے یہ مراد نہیں ہو کہ جو مال خصی کمائے
وہ مکروہ ہو بلکہ یہ غرض ہو کہ خصی کرنے پر جو مال لیوے وہ مال مکروہ ہو اور اُس کا خصی کرنا مکروہ ہو یہ محیط میں ہو
ایک شخص جامع مسجد میں تعویذ بیچتا ہو اور تعویذوں پر توریت و انجیل و فرقان لکھا ہو اور ان تعویذوں کے عوض مال
لیتا ہو اور کہتا ہو کہ میں ہدیہ دیتا ہوں تو اُسکو حلال نہیں ہو یہ کبرے میں ہو - اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکی کمائی حرام ہو تو
اُسکے وارثوں کے حق میں یہ اولے ہو کہ یہ مال اُسکے مالکوں کو واپس کردیں اور اگر مالکوں کو نہیں پہچانتے ہیں تو صدقہ
کردیں اور اگر کمائی بعض ایسی وجہ سے ہو جو حلال نہیں ہو اور بیٹا اس بات کو جانتا ہو پھر باپ مرگیا اور بیٹا اسکو
بعینہ نہیں پہچانتا ہو تو شرعاً اُسکے حق میں حلال ہو مگر پرہیزگاری یہ ہو کہ اس نیت سے صدقہ کردے کہ میرے باپ کے
خصوم کی طرف سے صدقہ ہو یہ ینابیع میں ہو - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ایک قوم مسلمان نے
شراب میراث پائی تو ان وارثوں میں تقسیم کیجائے گی لیکن شراب سرکہ کر ڈالی جاوے گی پھر ان لوگوں
میں تقسیم ہوگی یہ خلاصہ میں ہو قال المترجم شراب کو سرکہ کر ڈالنا بعض کے نزدیک نہیں جائز ہو و ہو الصحیح واللہ اعلم
ایک شخص کے پاس مال ہو جس میں شبہہ ہو پس اُسنے اپنے باپ کو صدقہ میں دیدیا تو کافی ہو اور یہ شرط نہیں ہو کہ اسکو
صدقہ دیدے اسی طرح اگر ایک شخص خرید و فروخت کرتا ہو اور اس حالت میں اسکا بیٹا اُس کے ساتھ ہو اور
اس تجارت میں بہت سی بیوع فاسدہ واقع ہوئی ہیں پھر اُسنے تمام مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردیا تو عہدہ سے
نکل گیا یہ قنیہ میں ہو - فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سلطان کے حکم سے مال حاصل کیا اور حرام
تاوانوں وغیرہ سے مال جمع کیا پس آیا کسی شخص کو جو یہ بات جانتا ہو ایسے شخص کا کھانا حلال ہو تو فقیہ رح نے فرمایا کہ
میرے نزدیک اُسکے دین کے واسطے یہ اچھا ہو کہ اُسکا کھانا نہ کھاوے مگر حکماً کھانا روا ہو بشرطیکہ یہ کھانا اُس
شخص کے ہاتھ میں جو کھانا چاہتا ہو غصب کا یا رشوت کا نہ آیا ہو یہ محیط میں ہو - توانگری پر شکر کرنیکی بنسبت فقیری
پر صبر کرنا افضل ہو اور کمائی میں اس قصد سے مشغول ہو جانا کہ ہم نیک راہ میں اُسکو خرچ کرینگے اسکی بہ نسبت کمائی
سے باز رہنا اولے ہو کذا فی السراجیہ - اقول یہ حکم کسب مباح کا ہو

سولھواں باب - زیارت قبور و مقابر میں قرأت قرآن و میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے و

اُسکے متعلقات کے بیان میں - زیارت قبور میں کچھ مضائقہ نہیں ہو یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہو اور ظاہر قول امام محمد رح
کا اس امر کو مقتضی ہو کہ عورتوں کے واسطے بھی زیارت قبور جائز ہو چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے مردوں کی تخصیص

ف قال المترجم اسمیں تردد ہے کیونکہ بہرحال اسنے معصیت کے وسیلہ سے مال کمایا اور آگے سے اسمیں روایت نہیں آئی اور حق بدلائل کہ لینا
چاہیے کہ مکروہ ہو اور عدول نچاہیے کہ اصح یہ فی الفتح وغیرہ ۱۲ منہ ف یعنے حرام ہو یا حلال ۱۲

نہیں فرمائی ہے اور کتاب الاشربہ میں ہے کہ مشائخ نے عورتوں کے واسطے قبروں کی زیارت کرنے میں اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور میں کچھ مضائقہ نہیں ہے تہذیب میں لکھا ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے و کیفیت زیارت از قرب و بعد بقیاس زندگی میت سکے ہے[۵۱] یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے اور جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعتین پڑھے ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے پھر اسکا ثواب میت کو پہونچاوے تو اللہ تعالے میت کی قبر میں ایک نور بھیجتا ہے اور مصلی کو ثواب کثیر عطا فرماتا ہے پھر مقابر کی طرف روانہ ہو اور راہ میں لایعنی باتوں میں مشغول نہو جاوے پھر جب مقبرہ میں پہونچے تو اپنی جوتیاں اُتار دے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کیطرف منھ کر کے کھڑا ہو کر یوں کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم لنا سلف و نحن بالاثر[۵۲] یہ غرائب میں ہے۔ اور جب دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے اور اگر شہید کی زیارت کو گیا ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[۵۳] اور اگر مسلمانوں و کافروں کی قبریں مختلط ہوں تو یوں کہے السلام علی من اتبع الہدی[۵۴] پھر سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی پڑھے پھر سورت اذا زلزلت اور الہکم التکاثر پڑھے یہ غرائب میں ہے۔ اور شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے سے منقول ہے کہ فرمایا کہ مقابر میں اخفاء کے ساتھ بدون جہر کے قرآن شریف پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور ڈر نہیں ہے۔ اور مقبرہ میں قرآن پڑھنا جبھی مکروہ ہے کہ جب جہر سے ہو اور اخفاء کے ساتھ پڑھنا روا ہے کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ ختم کرے اور صدر ابو سحق الحافظ نے اپنے استاد شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا مقابر میں پڑھنا روا ہے خواہ اخفاء کرے یا جہر کرے اور سوائے سورۃ الملک کے مقابر میں قرآن نہ پڑھے اور جہر و اخفاء کی تفصیل[۵۵] نہیں فرمائی یہ ذخیرہ کی فصل قراۃ القرآن میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے قبروں کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہے کہ اُسکو آواز قرآن سے انسیا پس ہوگا تو پڑھے اور اگر یہ قصد نہیں ہے تو اللہ تعالے قرأت قرآن کو سنتا ہے۔ جہاں کہیں ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکے وارث نے اُسکی قبر کے پاس ایسے شخص کو بٹھلایا جو قرآن پڑھے تو اصح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور یہی قول امام محمد رح کا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ زیارت قبور کے واسطے چار روز افضل ہیں دو شنبہ پنجشنبہ۔ جمعہ۔ شنبہ پس جمعہ کے روز بعد نماز کے زیارت کا وقت اچھا ہے اور شنبہ کو طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ کے روز دن میں اول وقت اور بعض نے فرمایا کہ آخر وقت اسی طرح جو راتیں متبرک ہیں اُن میں زیارت افضل ہے خصوصاً شب برات میں اسی طرح متبرک اوقات میں زیارت افضل ہے جیسے ذی الحجہ کے دس دن اور دونوں عیدین اور یوم عاشورا و باقی مواسم میں یہ غرائب میں ہے۔ اگر مقبرہ کے پاس ہو کر گذرا

[۵۱] عبارۃ الاصل ہکذا و کیفیۃ الزیارۃ ذلک المیت سے حیوتہ من القرب و البعد انتہے و ادرجع سالے المقدمۃ ۱۲ منہ

[۵۲] اے اہل قبور تمپر سلام ہے اللہ تعالے ہمکو تمکو بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے قدم بقدم ہیں ۱۲

[۵۳] تمپر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا اب آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے ۱۲

[۵۴] اسپر سلام جسنے ہدایت کی پیروی کی ۱۲

[۵۵] تفصیل یعنے مطلقاً منع کیا اور یہی قول صحیح و صواب ہے اور آیندہ قول مضمرات اس کے مقابلہ میں ٹھیک نہیں ہے اگرچہ اصح کہا جاتا ہے ۱۲

اور اہل قبور کے واسطے اُن کے ثواب پہونچانے کی نیت سے کچھ قرآن پڑھا تو ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے
اور ابو بکر بن سعید رح سے منقول ہے فرمایا کہ زیارت قبور کے وقت سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے
کیونکہ مجھے روایت پہونچی ہے کہ جس شخص نے سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ دی تو اگر میت غیر مغفور ہو گی تو اُسکی
مغفرت کیجائیگی اور اگر میت مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت کیجائے گی اور ثواب قراءت اس مغفور کو ہبہ
کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے دس بار سورۂ اخلاص پڑھی تو بہت بہتر ہے اور جو شخص خوب پورا کرنا
چاہے اُسکو چاہیے کہ بقدر سورۂ اخلاص پڑھنے پر تضرع و عاجزی کے ساتھ دوسری سورتیں بڑھا دے
اور جو شخص کسی قبر پر بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ میت کے سر سے عذاب و تنگی و تاریکی چالیس
برس تک دور کر دیتا ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور ابو یوسف ترجمانی نے کہا کہ قبر پر ہاتھ رکھنے کو ہم سنت نہیں جانتے ہیں
اور نہ ہمکو اُسکا مستحب ہونا معلوم ہے مگر ہم اس میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتے ہیں اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ ہم نے[ل]
سلف لوگوں سے بلا انکار ایسا ہی پایا اور شمس الائمہ مکی رح نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے[ع] یہ قنیہ میں ہے اور قبر کو مسح
کرنا نچاہیے اور نہ اُسپر بوسہ دے کہ یہ نصرانیوں کی عادت ہے مگر والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں مضائقہ نہیں ہے
یہ غرائب میں ہے یتیمہ میں ہے کہ شیخ خجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے والدین کی قبر اور قبروں کے بیچ
میں ہے پس آیا جائز ہے کہ وہ شخص مسلمانوں کی قبروں سے دعا و تسبیح کرتا ہوا اپنے والدین کی قبروں تک پہونچکر
اُنکی زیارت کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے بشرطیکہ بدون اور قبروں کے روندے ہوئے پہونچ سکتا ہو اور بھی
شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا قطعہ زمین ملک قبروں کے بیچ میں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی زمین میں
تصرف کرے اور اُسکا راستہ سوائے قبروں کے اوپر سے اور طرف سے نہیں ہے پس آیا اُسکو اختیار ہے
کہ قبروں پر قدم رکھکر وہاں جایا کرے تو فرمایا کہ اگر ان قبروں میں میت کو تابوت میں دفن کیا ہے تو مضائقہ
نہیں ہے اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تابوت میں مدفون نہوں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ ایک شخص نے مقبرہ میں راستہ دیکھا تو تحری کرے پس اگر اُسکے دل میں یہ ہے کہ یہ نیا راستہ
لوگوں نے قبروں کے اوپر سے نکال لیا ہے تو اس راستہ میں ہو کر نگذرے اور اگر اُسکے دل میں ایسا نہ پڑے
تو چلا جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ قبر پر نہ چڑھنا اولےٰ ہے اور شیخ وبری رحمہ اللہ تعالیٰ
اسمیں گنجائش دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبور کی چھتیں بمنزلہ گھر کی چھتوں کے ہیں پس نہ چڑھنے میں ڈر نہیں
ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں انگاروں پر
روندتے چلوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں قبر کو روندتا چلوں اور علاء الترجمانی نے کہا
کہ قبر کو روندنے سے گنہگار ہوگا اسلیے کہ قبر کی چھت حق میت ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے

ل یعنے ہم ایسا ہی پاتے ہیں اور سلف سے کوئی انکار و ممانعت مروی نہیں ہے ١٢ منہ ع بدعت خلاف سنت کیونکہ
سنت میں ایسا مذکور نہیں ہے اور یہی احوط ہے ١٢

روایت ہے کہ بعض علماء نے قبروں پر چلنا روا رکھا ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ قبر کی چھت پر چلے یہ
خزانۃ المفتین میں ہے اور میت کے چہرہ سے چادر اٹھانا بغرض اسکے منھ دیکھنے کے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے
اور اس فعل میں کراہت جبھی ہے کہ جب بعد دفن کے ایسا کرے یہ تتمہ میں ہے۔ ایک شخص دوسرے کی زمین میں دفن
کیا گیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے اسکو کھاڑ ڈالے یا چھوڑ دے تا قبر کو برابر کر کے اسکے اوپر زراعت کرے
یا وارث سے گڈھے کی قیمت لے لے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک حاملہ عورت کو سات مہینہ کا حمل ہو گیا تھا اور
بچہ اسکے پیٹ میں پھڑکتا تھا پھر وہ عورت مر گئی اور دفن کر دی گئی پھر خواب میں دکھلائی دی کہ وہ کہتی ہے کہ میرے
بچہ پیدا ہوا ہے تو میری قبر نہ کھودی جائیگی یہ سراجیہ میں ہے۔ کوچوں و بازاروں میں مقبرہ بنانا مکروہ ہے اور اگر کوئی
کاشانہ اسواسطے بنایا کہ اسمیں بہت سے مردے دفن کریں تو بھی مکروہ ہے اسواسطے کہ مقابر پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔
اور موت سے پہلے اپنے واسطے تابوت تیار کر رکھنا مکروہ ہے اور تابوت کے اندر رکھکر نماز جنازہ مکروہ ہے یہ قنیہ میں ہے
اور گلاب کے پھول و ریاحین قبروں پر رکھنا اچھا ہے اور اگر پھول کی قیمت صدقہ کرے تو بہت اچھا ہے یہ غرائب
میں ہے۔ اور پہلی راتوں میں قبروں پر چراغ لیجانا بدعت ہے یہ سراجیہ میں ہے جنازے کا کپڑا پھاڑ دیا جاوے اسیطرح کہ
جس کام میں پہلے استعمال کیا جاتا تھا اس کام میں مستعمل نہ ہو سکے اور متولی کو اسکا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اسکو فروخت کر کے
اسکے داموں میں کچھ مال زیادہ ملا کر دوسرا کپڑا خرید لے کذا فی جواہر الفتاوے واللہ اعلم

سترھواں باب۔ غناء و لہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیان میں۔

قال المترجم غناء گانا لہو مثل غنا
و مزامیر وغیرہ کے باقی معاصی باقی گناہ کے کام۔ امر بالمعروف جو کام شرع میں کرنا چاہیے اسکا حکم دینا اور جو نہ کرنا چاہیے
اس سے منع کرنا نہی از منکر ہے خالی گانے[1] میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ غنا مطلقاً حرام ہے اور
اسکی طرف کان لگانا معصیت ہے اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہے اور اگر اچانک سن لیا تو پھر گناہ نہیں
ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گاوے کہ اس سے قافیہ و فصاحت سمجھ جاوے تو کچھ مضائقہ
نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اگر تنہا ہو اور دفع وحشت کے واسطے گاوے تو جائز ہے مگر بطریق لہو کے نہ ہو اور
اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے اور اگر شعر میں حکمت کی بات یا عبرت کی بات یا فقہ ہو تو مکروہ نہیں ہے یہ
تبیین میں ہے۔ اور جو اشعار مباح ہیں انکے پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر شعر میں کسی عورت کی تعریف ہو
پس اگر کوئی عورت خاص ہو اور وہ زندہ موجود ہو تو مکروہ ہے اور اگر مر گئی ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر فرضی ہو تو نہیں
مکروہ ہے اور نوازل میں ہے کہ ردیکا شعر پڑھنا جنمیں ذکر فسق و شراب و امرد کا ہو مکروہ ہے اور امرد میں اعتبار
اسی طور پر ہے جیسا ہم نے عورت کے باب میں بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ شعر میں کراہت
کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اسمیں ایسا مشغول ہو جاوے کہ اسکو قرأت قرآن و ذکر اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے
اور اگر ایسا نہو تو مضائقہ نہیں ہے جبکہ اسکی نیت یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے مجھے علم تفسیر و حدیث میں مدد ملے گی

[1] مراد انکی خوش الحانی اور نظم ادا کرنا ہے اور راگ مطلقاً حرام ہے ۱۲ منہ

ظہیریہ میں ہے تتمہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ اپنے تئیں صوفی کہتے ہیں اور انھوں نے اپنا لباس ایک طرح کا خاص کر لیا ہے اور لہو و رقص میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنے واسطے منزلت کے مدعی ہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افتروا علی اللہ کذبا ان لوگوں نے اللہ تعالے پر بہتان باندھا ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جب یہ لوگ سیدھی راہ سے ترچھے ہیں پس آیا عام لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا خوف دور کرنے کے واسطے ایسے لوگ شہر سے دور کر دیے جاویں فرمایا کہ رنج دہندہ چیز کو راہ سے دور کرنا انکا پشت کے واسطے اکمل ہے اور دیانت کے واسطے امثل ہے اور پاک سے پلید کو الگ کرنا پاکیزہ والے ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے قال گانا و قوالی و رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہیں وہ حرام ہے اور اسکی طرف قصد کر کے جانا و وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے اور یہ اور غنا و مزامیر یکسان ہے اور اہل تصوف نے اسکو جائز رکھا ہے اور اگلے مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہیں پس شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگلے مشائخ رح نے ایسا نہیں کیا ہے کہ جیسا یہ لوگ کرتے ہیں چنانچہ اُنکے زمانہ میں بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر پڑھا جو اُنکے حال کے موافق پڑا جس نے اُنکے دل کو نرم کر دیا اور جسکا قلب رقیق ہوتا ہے وہ جب ایسا لفظ سنتا ہے جو اُس کی حالت کے موافق پڑتا ہے تو اکثر اُسکی عقل پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے اور اُس سے حرکات بے اختیاری صادر ہوتی ہیں اور ایسی بات کچھ بعید نہیں ہے کہ بدین معنی روا ہوا اور اسپر مواخذہ نہ کیا جاوے اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وے لوگ ایسے فعل کرتے تھے جیسے اس زمانہ کے فاسق لوگ جو بُری باتوں کو مباح کرتے ہیں اور جنکو احکام شرعی کا علم نہیں جاہل ہیں کرتے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ دیندار و پرہیزگار لوگوں کے افعال سے تمسک کرتے ہیں یہ جواہر الفتاوے میں ہے اور ابو یوسف رح سے دریافت کیا گیا کہ سوائے نکاح کے اگر عورت دف کو بدون فسق کے مثلاً بچے کے واسطے بجاوے پس آیا آپ کے نزدیک مکروہ ہے فرمایا کہ میں مکروہ نہیں جانتا ہوں اور فرمایا کہ جس سے لعب فاحش گانے کا پیدا ہوتا ہے اسکو میں مکروہ جانتا ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے قال المترجم اس زمانہ میں عورتوں کا ڈھول بجانا مجھے غیر متحقق ہے جسکو امام ابو یوسف رح نے مکروہ فرمایا ہے پس وہ بھی مکروہ ہے واللہ اعلم عید کے روز دف بجانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے قلت وفیہ نظر اور مزاح[1] کرنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ انسان ایسا کلام نہ کرے جس سے گنہگار ہو یا یہ قصد ہو کہ ہم جلیس لوگ ہنسیں یہ ظہیریہ میں ہے کشتی لڑنا بدعت ہے اور آیا نوجوانوں کے واسطے اجازت ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ بدعت نہیں ہے اور کشتی لڑنے میں ایک اثر روایت کیا گیا ہے لیکن غور کرنا چاہیے کہ اگر نوجوان نے بغرض لہو ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے اور اسکو ممانعت کیجائیگی اور اگر بدین غرض ایسا کرتا ہے کہ قوت حاصل ہو تاکہ کافروں سے اچھی طرح قتال کر سکے تو جائز ہے اور اسکو ثواب ملے گا پس اس کا حال مثل

[1] مزاح خوش طبعی اور وجہ اس زمانہ میں دل لگی کے لفظ سے بولتے ہیں وہ عام ہے اور اکثر ممنوع باتین ہوتی ہیں اور مزاح مروی از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یون ہے کہ جیسے حضرت انس ابن مالک رح سے فرمایا کہ او دو کان والے پس ہر چند کہ خوش طبعی ہے لیکن صحیح ہے علے ہذا کئی احادیث میں اسی قبیل سے مزاح مذکور ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

شراب مثلث کے ہی کہ اگر شراب مثلث کے استعمال میں سرور و لہو مقصود ہو تو منع کیا جائے گا اور جھڑکا جائے گا
اور اگر جہاد کرنے والا ہو اور اسکی غرض یہ ہو کہ جہاد میں قوت و طاقت حاصل ہو تو جائز ہی یہ جواہر الفتاوے
میں ہی۔ قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ ایام گرما میں نوجوان لوگ جو خرپزون سے کھیلتے ہیں یعنے
ایک دوسرے کو خرپزون سے مارتا ہی تو یہ مباح غیر مستنکر ہی یہ جواہر الفتاوے کے باب سادس
میں ہی۔ شطرنج و نرد و تیرہ گوٹی و چودہ گوٹی کھیلنا مکروہ ہی اور یہ سب کھیل سوائے شطرنج کے بالاجماع
حرام ہیں اور رہی شطرنج تو اُسکا کھیلنا ہمارے نزدیک حرام ہی اور جو شطرنج کھیلتا ہی آیا اُسکی عدالت ساقط
ہوتی ہی یا گواہی قبول ہوگی سو اگر اُسنے شطرنج سے جوا کھیلا تو عدالت ساقط ہو جائیگی اور اُسکی گواہی قبول
نہوگی اور اگر جوا نہ کھیلا تو عدالت ساقط نہوگی اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رحمہ اللہ نے شطرنج کھیلنے
والون کو سلام کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا ہی اور صاحبین رح نے انکی تحقیر کے واسطے اُن کو سلام کرنا مکروہ فرمایا ہی یہ
جامع صغیر میں ہی جھوٹ بولنا حرام ہی لیکن لڑائی و جہاد میں روا ہی تاکہ کافر کو دھوکا دیوے اور دو شخصوں میں صلح کرانے
میں روا ہی اور اپنی جورو کو راضی کرنے میں روا ہی اور ظلم ظالم دفع کرنے میں روا ہی اور جھوٹ کے ساتھ تعریض مکروہ
ہی الا بضرورت مثلاً تو نے کسی سے کہا کہ کھانا کھا اُس نے کہا کہ میں نے کھایا ہی اور مراد یہ ہی کہ میں نے کل
کے روز کھایا تھا تو یہ جھوٹ ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی اور جو شخص گناہ کا قصد کرے اور عزم کر لے یعنے ضرور
کرونگا اور اصرار کرے یعنے برابر جمارہے تو گنہگار رہوگا یہ ملتقط میں ہی وقال المترجم میرے نزدیک اگرچہ
یہ بات اچھی نہیں ہی اور قلب کے میل پر دلالت کرتی ہی لیکن گنہگار ہونا منظور فیہ ہی جب تک کہ صادر نہو یا
دوسرا اسکی وجہ سے مبتلا نہو جاوے واللہ تعالیٰ اعلم۔ امر بالمعروف میں پہلے یہ چاہیے کہ پہلے مہربانی و نرمی کے ساتھ
ہو تاکہ موعظت و نصیحت پوری پوری اثر کرے پھر اگر نہ مانے تو زبان سے سختی کے ساتھ ہو مگر بدزبانی و فحش نکلے
پھر اگر نہ مانے تو ہاتھ سے مثلاً شراب بہاوے اور معازف تلف کر ڈالے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کتاب البستان میں
ذکر فرمایا ہی کہ امر بالمعروف چند طرح کا ہوتا ہی اگر اپنی غالب راے میں یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے امر بالمعروف کیا
تو یہ لوگ قبول کر کے بری بات سے باز رہیں گے تو اُسپر امر بالمعروف واجب ہوگا اُسکو ترک نہیں کر سکتا ہی اور اگر
اپنی غالب راے سے یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے انکو بُرے کام چھوڑنے کا حکم کیا تو مجھے بُرا کہیں گے اور گالیان
دینگے تو امر بالمعروف نکرنا افضل ہی اسی طرح اگر یہ جانتا ہو کہ میرے امر بالمعروف سے یہ لوگ مجھے مارین گے
اور میں صبر نہ کرونگا اور باہم عداوت پیدا ہو جائے گی اور قتال اُٹھ کھڑا ہوگا تو ترک کرنا افضل ہی اور اگر یہ
جانتا ہو کہ میں صبر کرونگا اگر وہ مارین گے اور کسی سے شکوہ نہ کرونگا تو کچھ مضائقہ نہیں ہی کہ اُن لوگون کو منع
کرے اور یہ شخص مجاہد ہوگا یعنی جہاد کا ثواب پاویگا اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ لوگ قبول نہ کرینگے مگر اُنکی طرف سے مار پیٹ

لہ قولہ نہو جاوے الخ لیکن یہ جبھی کہ وہ فعل قلبی نہو جیسے زنا نہ عورت سے محض محبت کو دل میں جماوے ولیکن زنا جبھی ہوگا کہ صادر ہو
اور تحقیق اسکی تفسیر مواہب الرحمن کے سورہ بقر کے خاتمہ میں ہی ۱۲

وگالی گفتاری کا بھی خوف نہو تو اسکو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے لیکن منع کرنا افضل ہے[1] یہ محیط مین
ہے اگر کسی کے سامنے امر بالمعروف پیش آیا یعنے ایسا موقع پیش آیا کہ وہان امر بالمعروف کرے اور اسکو خوف ہوا کہ اگر
مین نے امر بالمعروف کیا تو قتل کیا جاؤنگا پس اگر اسنے امر بالمعروف کیا اور قتل کیا گیا تو شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین
ہے - اور بعض نے فرمایا ہے کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا امرا پر واجب ہے اور زبان سے علماء پر واجب[2] ہے
اور دل سے امر بالمعروف یعنے دل سے برا جاننا عوام پر واجب ہے اور اسی کو امام زندویسی نے اختیار کیا
ہے یہ ظہیریہ مین ہے - امر بالمعروف کے واسطے پانچ باتون کی ضرورت ہے اول آنکہ علم چاہیے کیونکہ جاہل سے
امر بالمعروف بخوبی نہین ہوسکتا ہے دوم آنکہ امر بالمعروف سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا و ثواب مقصود ہو
سوم آنکہ جسکو امر بالمعروف کرتا ہے اسکے حال پر شفقت کی نظر ہو پس اسکو نرمی و مہربانی سے منع کرے چہارم آنکہ
امر بالمعروف کرنے والا صبور و حلیم آدمی ہو پنجم آنکہ جس بات کے کرنے کا حکم کرتا ہے اسکو خود کرتا ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم
مین داخل نہو جاوے کہ لم تقولون ما لا تفعلون یعنے کیون ایسے کام کو کہتے ہو جسکو تم خود نہین کرتے ہو
اور عوام مین سے کسی کو نہ چاہیے کہ قاضی یا مفتی یا عالم مشہور کو امر بالمعروف کرے کیونکہ اسمین ترک ادب ہے اور
اسوجہ سے کہ بسا اوقات یہ بات ہوتی ہے کہ انکو بسبب ضرورت کے یہ بات مباح ہو اور عامی آدمی بسبب لاعلمی کے
اس سے واقف نہو یہ غرائب مین ہے قلت توضیح ذالک فی تفسیر الکبیر - ایک شخص نے کسی کو برا کام جو شرع مین نہین
ہے کرتے دیکھا اور یہ دیکھنے والا خود یہی بات کرتا ہے تو اسکو منع کرنا لازم ہے اسواسطے کہ اسپر دو باتین واجب ہین
ایک یہ کہ خود یہی بات نہ کرے دوم یہ کہ یہی بات سے منع کرے پس اگر اسنے ایک واجب[3] ادا نہ کیا تو دوسرا اسکے
ذمہ سے ساقط نہوگا یہ خزانۃ المفتین و ملتقط و محیط مین ہے - ایک شخص کو معلوم ہوا کہ زید برا بری بات
کیے جاتا ہے پس آیا اسکو روا ہے کہ زید کے باپ کو یہ امر لکھ بھیجے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکے علم مین یہ بات ہو کہ
اگر مین نے زید کے باپ کو لکھا تو اسکا باپ اسکو منع کرنے اور باز رکھنے پر قادر ہوگا تو اسکو لکھ بھیجنا حلال ہے اور
اگر یہ جانتا ہو کہ اگر اسکے باپ نے منع کرنا چاہا تو اسکے باز رکھنے پر قادر نہوگا تو اسکو لکھنا نہ چاہیے اور یہی حکم
زوجین یعنے جورو و خصم مین ہے اور یہی حکم سلطان و رعیت و حشم یعنے لشکر سلطانی مین ہے اور امر بالمعروف جبھی واجب
ہوتا ہے کہ جب یہ جانے کہ یہ لوگ سماعت کرینگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کو کسی کام
کرنے کا حکم دینا چاہا اگر خوف کرتا ہے کہ اگر مین نے حکم کیا تو شاید میرے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو یون کہے کہ
(خوب آید ای پسر اگر این کار کنی یا نکنی) ای بیٹے اگر تو یہ کام کرے تو اچھا ہے یا نہ کرے اور حکم نہ دے تاکہ اسپر
نافرمانی کا عذاب نہ پڑے یہ قنیہ مین ہے - ایک شخص نے ایک فحش[4] بات کی پھر توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع ہو گیا تو کسی کو یہ بات نہ چاہیے کہ جو شخص مسلمانون کا امام سردار ہو اسکو اسکے فعل کی خبر کردے تاکہ اس پر

[1] محیط الخ اور یہی قول صحیح ہے کما فی الشامی و فتح القدیر ۱۲ [2] صحیح یہ ہے کہ عالم پر واجب ہے ۱۲ [3] یعنے خود نہ چھوڑا تو منع کرنا ساقط نہوگا ۱۲ [4] ظاہر از زناکاری یا لواطت مراد ہے ۱۲

حد ماری جاوے اسواسطے کہ عیب پوشی مندوب ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ کسی شخص کا مال چرا تا ہے تو فرمایا کہ اگر اسکی طرف سے ظلم کا خوف نہو تو خبر کر دے اور اگر خوف ہو تو سکوت کرے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر میں فسق ظاہر کیا تو چاہیے کہ پہلے اُس سے جا کر کہے تاکہ عذر پورا ہو جاوے پس اگر وہ باز رہے تو اُس سے تعرض نہ کرے اور اگر باز نہ رہے تو امام کو اختیار ہے چاہے اُسکو قید کرے اور چاہے زجر کرے اور چاہے ادب کیواسطے کوڑے مارے اور چاہے اُسکو گھر سے نکالدے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے شراب بنانے والے کا گھر پھونکدیا اور امام زاہد صفار سے مروی ہے کہ انھوں نے فاسق کے فسق کے باعث سے اُسکا گھر اُجاڑ دینے کا حکم دیا اور فتاوی نسفی میں ہے کہ شراب کے خم توڑ دینے اور شراب میں نمک ڈال دینے سے اُسکا قائل نہو گا اور توڑنے والے پر اِنمیں سے کسی بات کی ضمان واجب نہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ اگر مشک[1] میں نصرانی یا مسلمان کی شراب ہو تو میں اُسکو پھاڑ ڈالونگا اور امام اعظم رہ کے نزدیک اگر اس سے کسی طور پر انتفاع ممکن ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر مسلمان تنہا کسی گروہ کفار پر حملہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر چہ اسکی غالب راے میں یہ ہو کہ میں قتل کیا جاؤنگا بشرطیکہ اسکی راے غالب میں یہ ہو کہ میرے حملہ کرنے سے اِن کافروں کو گزند پہونچے گا خواہ قتل کا گزند پہونچے یا زخمی ہونے کا یا ہزیمت یعنی بھاگ جانے و شکست کھانے کا گزند پہونچے گا اور اگر اسکی غالب راے میں یہ ہو کہ میرے تنہا حملہ کرنے سے میں ہی قتل کیا جاؤنگا ان مشرکوں کو قتل یا زخمی ہونے یا شکست کھانے کا کچھ گزند نہ پہونچے گا تو اسکو تنہا حملہ کرنا مباح نہیں ہے اور قیاس کی دلیل سے اُسکو تنہا حملہ کرنا ہر حال میں مباح ہے اگر چہ جانتا ہو کہ میں قتل کیا جاؤنگا یہ محیط[2] میں ہے۔ اگر ایک شخص نے فاسق مسلمانوں کی ایک قوم کو منکر شرعی سے منع کرنا چاہا اور اسکی غالب راے میں یہ ہے کہ میں اس ممانعت سے قتل کیا جاؤنگا اور ان لوگوں کو اسکے مانند کسی بات کا گزند نہ پہونچے گا تو اُسکو ممانعت پر قدم کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ عزیمت ہے اگرچہ اُسکے حق میں یہ رخصت ہے کہ سکوت کرے یہ ذخیرہ میں ہے گھوڑے و بیل کی گردن میں جرس لٹکانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور چوپایوں کی گردن میں جرس ڈالنے میں علما نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے کہا کہ جرس لٹکانا تمام سفروں میں مکروہ ہے خواہ جہاد ہو یا غیر جہاد ہو اور یہ قائل جیسا سفر میں مکروہ کہتا ہے ویسا ہی حضر میں بھی مکروہ کہتا ہے اور نابالغ کے پاؤں میں جلاجل[3] ڈالنے کو بھی مکروہ کہتا ہے اور امام محمد رہ نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا کہ غازیوں کو دارالحرب میں جرس کو استعمال میں رکھنا جو ہمارے علما کے نزدیک مکروہ ہے وہ اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اگر دارالحرب میں چوپاؤں کی گردنوں میں جرس ہوگا تو دشمن لوگ واقف ہو جاوینگے کہ مسلمان لوگ وہاں ہیں جہاں سے جرس کی آواز آتی ہے پس اگر مسلمان لوگ تھوڑے ہونگے

[1] مشک میں شراب کا رکھنا وہاں کا دستور تھا ۱۲ منہ [2] محیط الخ یہی صحیح ہے چنانچہ تفسیر قولہ تعالیٰ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ تفسیر مواہب الرحمن میں دیکھو ۱۲ منہ [3] یعنے گھنگرو ۱۲ [4] یعنے حالت جہاد میں لشکر اسلام سے ۱۲

تو مبادرت کرکے اُنپر ٹوٹ پڑین گے اور مسلمانون کو قتل کرین گے اور اگر مسلمان لوگ بہت ہون گے تو کافر لوگ اُنسے بچاؤ کرکے اپنے اپنے قلعون مین پناہ گیر ہوجاوینگے اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر دار الاسلام مین قافلہ سوارون کا جنگل مین اور اُنکو چور راہزنون سے کھٹکا ہو تو اُنکو سبھی چوپایون کی گردنون مین جرس لٹکانا مکروہ ہے تاکہ چور راہزن اِن لوگون سے واقف ہوکر اُنکے قتل کردینے و مال چھین لینے پر آمادہ نہو جاوین۔ اور جو حکم ہمنے جرس مین بیان کیا ہے وہی جلاجل کا حکم ہے۔ امام محمد رہ نے کتاب السیر مین فرمایا کہ یہ جب صورت ہین کہ دار الاسلام مین جرس سے راحلہ والے کا نفع ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور فرمایا کہ جرس مین کچھ پورے نفع ہوتا ہے چنانچہ ایک یہ ہے کہ اگر قافلہ مین سے کوئی شخص بھٹک گیا تو وہ جرس کی آواز سے جا ملتا ہے اور ایک یہ ہے کہ جرس کی آواز سے ہوام اللیل یعنے موذی جانور مثل بھیڑیا سانپ بچھو وغیرہ رات مین قافلہ سے دور بھاگ جاتے ہین اور ایک یہ ہے کہ جرس سے چوپاؤن کو چلنے مین خوشی ہوتی ہے پس جرس بمنزلہ حدی کے ہے یہ محیط مین ہے۔ محتسب نے اگر روئی والے کو عام رستہ پر روئی رکھنے سے منع کیا مگر اُس نے نہ مانا پس محتسب نے اُسکی روئی مین آگ لگا دی اور وہ جلگئی تو محتسب ضامن ہوگا لیکن اگر روئی رکھنے مین فساد معلوم ہوا اور جلادینے مین مصلحت معلوم تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہے

اٹھارھوان باب تداوی و معالجات کے بیان مین اور اِس باب مین عزل و اسقاط ولد کا بھی بیان ہے۔

دوا کرنے مین مشغول ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ صحت دینے والا اللہ تعالی ہے اور اُسنے دوا کو سبب مقرر کردیا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہے کہ دوا شافی ہے تو نہین جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ ہڈی سے دوا کرنا روا ہے جبکہ بکری یا گاے یا اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کسی چوپایہ کی ہڈی سواے آدمی و سور کے ہو کہ آدمی و سور کی ہڈی سے دوا کرنا مکروہ ہے پس امام محمد رہ نے سواے آدمی و سور کی ہڈی کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقاً جائز کردیا ہے کوئی تفصیل اُسکی نہ فرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہوا اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو پس یہ حکم علے الاطلاق ایسے حیوان کی ہڈی مین جاری ہے جو ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ اُسکی ہڈی طاہر ہے خواہ تر ہو یا خشک ہو اُس سے ہر طرح کا انتفاع تری کے ساتھ و خشکی کے ساتھ سب طرح جائز ہے پس اُس سے دوا کرنا بھی ہر حال مین جائز ہے اور اگر حیوان مردار کی ہڈی ہو تو اُس سے خشک ہونے کی حالت مین انتفاع جائز ہے اور جب تر ہو تو انتفاع نہین جائز ہے اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہے ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُس سے دوا کرنا نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے قال المترجم وہو الاصح۔ اور اجزاے آدمی سے انتفاع نہین جائز ہے بعضون نے کہا کہ بوجہ نجاست کے نہین جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ بوجہ کراہت کے استعمال کرنا نہین جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے اور امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہین جائز ہے لیکن سور کے بالون سے اساکفہ یعنے موزہ دوزون کو انتفاع لینا جائز ہے اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ بالون سے بھی نفع اُٹھانا نہین جائز ہے مگر قول امام اعظم رہ کا اظہر ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی بیماری ظاہر ہوئی اور اُس سے طبیب نے کہا کہ تجھکو خون نکلوانا چاہیے مگر اُسنے نہ نکلوایا یہانتک کہ مرگیا تو گنہگار نہوا سواسطے کہ اُسکو یہ

یقین نہ تھا کہ ہمین میرے حق مین شفا ضرور ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ہر شخص کیواسطے پچھنے لگانا مستحب ہی
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور حاملہ عورت کو جب تک بچہ نہ پھڑکے تب تک پچھنے لگانا و فصد لینا نہ چاہیے اور جب بچہ پھڑکے
تو جب تک قریب ولادت زمانہ نہو تب تک جائز ہی اور قریب ولادت کے بنظر حفاظت حمل نہین جائز ہی لیکن اگر پچھنے و فصد
کے ترک سے اسکو کھلا ضرر پہونچنا نظر آوے تو جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت کو ایک مہینہ کا حمل ہی اُس نے
خون نکلوانے کے واسطے پیٹھ پر جونک لگانے کا قصد کیا تو طبیب سے دریافت کرے پس اگر اسنے کہا کہ حمل کو ضرر
پہونچیگا تو ایسا نہ کرے یہ کبری مین ہی۔ اگر حاملہ عورت نے اپنی صحت نفس کیواسطے دوا پی تو کچھ مضائقہ نہین
ہی اور یہ اولے ہی اور اگر بچہ مردہ یا زندہ ساقط ہو گیا تو اُس عورت پر کچھ عذاب نہوگا یہ ینابیع مین ہی۔ اور آدھا
مہینہ چاند کا گذر جانے کے بعد سنیچر کے روز پچھنے لگانا بہتر اور خوب نافع ہی اور آدھا مہینہ گذرنے سے پہلے مکروہ
ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ اگر کوئی شخص بیمار ہوا یا رمد چشم کی بیماری ہوئی (یعنے ملتحمہ پر ورم ہو گیا)
اور اُس نے علاج نہ کیا یہان تک کہ مر گیا تو گنہگار نہوگا یہ ملتقط مین ہی اگر کسی شخص کو دست شروع ہوے یا اُس کی دونون
آنکھون مین رمد کی بیماری ہوئی اور اُسنے علاج نہ کیا یہان تک کہ مرض نے اسکو ضعیف و ناتوان کر دیا اور وہ مر گیا تو گنہگار
نہوگا اور اس صورت مین اور بھوک کی صورت مین مرجانے مین فرق ہی کہ اگر بھوکا ہوا اور باوجود قدرت کے اُس نے غذا نہ
کھائی اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور فرق یہ ہی کہ بھوک مین مقدار قوت کے کھانا آدمی کو یقیناً سیر کر دیتا ہی پس نہ کھانا اپنے نفس
کا ہلاک کرنا ہوا اور معالجہ و دوا کرنا ایسا نہیں ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ گدھی کا دودھ مرض وغیرہ کے واسطے مکروہ ہی اسی طرح
اُسکا گوشت بھی مکروہ ہی اور ہر حرام چیز سے دوا کرنے کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور دوا کرنا اونٹ
کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت سے مکروہ ہی یہ جامع صغیر مین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اسباب مزیل ضرر چند طرح
کے ہین ایک وہ جن پر یقین ہوتا ہی جیسے پانی پیاس کے ضرر کو دور کرتا ہی اور روٹی بھوک کے ضرر کو دفع
کرتی ہی اور ایک وہ جنپر گمان ہوتا ہی جیسے فصد و پچھنے لگانا و مسہل پینا و باقی طب کے علاج یعنے برودت کا علاج
حرارت سے و حرارت کا علاج برودت سے اور یہ اسباب طب[1] مین ظاہر ہین اور ایک موہوم ہوتے ہین جیسے داغ دینا
و رقیہ کرنا پس جو اسباب ایسے ہین کہ اُنپر یقین ہوتا ہی تو اُنکا ترک کرنا توکل نہین ہی بلکہ خوف موت کے وقت
اُنکا ترک کرنا حرام ہی اور جو اسباب موہوم ہین اُنکا ترک کرنا شرط توکل ہی کہ اسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بیان کیا ہی۔ اور جو اسباب مظنون ہین یعنے بیچ بیچ مین ہین جیسے اُن اسباب کے
ساتھ جو اطبا کے نزدیک ظاہر ہین علاج کرنا سو یہ توکل کے منافی نہین ہی بخلاف موہوم اسباب کے اور اُنکا
چھوڑنا حرام نہین ہی بخلاف اُن اسباب کے جنپر یقین ہوتا ہی مگر بعض اشخاص کے حق مین اور بعض حالتون مین
اُسکے کرنے کی بہ نسبت اُسکا چھوڑنا افضل ہوتا ہی پس اُسکا درجہ دو درجون کے بیچ مین ہی یہ فصول عمادیہ فصل

[1] موہوم یعنے محض وہمی و خیالی ہین اُنپر جو اس فطرت سے یا عقل سے کوئی دلیل قوی نہین ہی سواے قیاسی تجربہ کے پس ان مین سے بدتر وہ ہین جنکو
جھاڑ پھونک کہتے ہین۔ واضح ہو کہ توکل یہ ہے کہ ہر تدبیر وغیرہ مین اللہ تعالی پر بھروسا کرے پس اگر کسی صورت مین ایسا کیا تو توکل رہا اور نہ کیا تو توکل نہ رہا ۱۲ منہ

چونتیس ہیپہ اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے مین مضائقہ نہین ہی اور بلاضرورت بالغ مرد کو کسی عورت کے دودھ پینے مین متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی مریض سے طبیب نے شراب پینے کے علاج کو کہا تو ایک جماعت ائمہ بلخ سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ دیکھے کہ اگر وہ یقیناً جانتا ہی کہ اچھا ہو جاوے گا تو اُسکو شراب پینا حلال ہوگا اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد رحمہ سے نقل کیا کہ پینا نہین حلال ہی کذا فی الذخیرۃ قال المترجم وہو الصحیح عند بعض المحققین واختارہ المترجم وفی الہدایۃ اور نہین جائز ہی کہ شراب سے کسی جراحت کا علاج کرے یا چوپایہ کی پیٹھ لگی ہو اُسکا علاج کرے اور نہین جائز ہی کہ کسی ذمی کو پلاوے اور نہین جائز ہی کہ بچہ کو بطور دوا کے پلاوے اور اگر پلاویگا تو اُسکا وبال پلانے والے پر ہوگا انتہے۔ اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفا رخون یا پیشاب پینے یا مردار کھانے مین ہی اور اُسنے مباح چیزون مین سے اُسکے قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اُسکو پینا و کھانا جائز ہی اور اگر طبیب نے کہا کہ اس سے تجھے جلدی شفا ہو جائیگی تو اسمین دو وجہین ہین۔ اور اگر دوا کی تاثیر مین شراب کے قائم مقام دوسری چیز نہ ملے تو تھوڑی سی شراب بطور دوا کے پینا آیا حلال ہی یا نہین سو اسمین دو وجہین ہین یہ تمرتاشی مین ہی اگر ایک شخص سے طبیب حاذق نے کہا کہ تیری بیماری بغیر سانپ کھائے یا سانپ کھائی یا بغیر ایسی دوا کھائے جسمین سانپ ملا گیا ہو نہ جائیگی تو بیمار کو اُسکا کھانا حلال نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور تریاق کھانا مکروہ ہی بشرطیکہ اسمین سانپ کا جزو ہو اور تریاق فروخت کرنا جائز ہی اور اگر نہ جانتا ہو کہ اسمین سانپ کا جزو ہی تو تریاق کھانا روا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور دوا کے واسطے کبوتر کی بیٹ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ علک[1] چبانے مین عورتون کے واسطے بلا خلاف کچھ مضائقہ نہین ہی اور مردون کیواسطے چبانے مین اختلاف ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ عورتون و مردون دونون کے حق مین کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ کوئی غرض صحیح ہو اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی شیخ ابو مطیع سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت موٹی ہونے کیواسطے فتیت[2] کے مانند چیزین کھاتی ہی تو فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین ہی جب تک سیری سے زیادہ نہ کھاوے اور اگر اُسنے سیری سے زیادہ کھائی تو اسکو حلال نہین ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر عورت اپنے شوہر کے واسطے اپنے آپ کو موٹا کرنا چاہے تو مضائقہ نہین ہی اور مرد کیواسطے یہ مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے مرارہ یعنے پتا دوا کی غرض سے اپنی اُنگلی مین پہنا تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ آٹے کی لبدی اگر جراحت پر باندھی پس اگر اسمین شفا سمجھتا ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر بچون کو کوئی بیماری لگ گئی ہو تو اُنکے داغ دینے مین مضائقہ نہین ہی اسی طرح نشان کے واسطے بہائم کو داغ دینے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور چہرہ پر داغ دینا مکروہ ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ قرآن کے ساتھ ستر قلیہ مین اختلاف ہی

[1] مترجم کہتا ہی کہ بعض محققین کے نزدیک یہی صحیح ہی۔ واضح ہو کہ اس مین دونون قولون کی تصحیح کی گئی بلکہ شقی یہ سمجھ لے کہ لیکن یہی قول دوم ظاہر ہی واللہ تعالے اعلم

[2] علک درحقیقت ایک قسم کا گوند ہی جو منہ خوشبو کرتا ہی فتیت روٹی چور کر شل حریرہ کر لیتے ہین سیری سے زائد سوا اسے خاطر مہمان کے البتہ مکروہ ہی ۱۲

مثلاً قرآن کو کسی مریض پر یا جسکو بچھو نے کاٹا ہو پڑھکر پھونکے یا ورق پہ لکھکر اُسکی گردن وغیرہ مین لٹکاوے یا طشت مین لکھکر اُسکو دھو کر مریض کو پلاوے پس اسکو عطا و مجاہد و ابو قلابہ نے مباح فرمایا ہو اور نخعی و بصری نے مکروہ فرمایا ہو یہ خزانۃ الفتاوے مین ہو اور اس طرح رقیہ کرنا مشاہیر مین بلا انکار ثابت ہوا ہو۔ اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اُسکا خون بند نہین ہوتا ہو پس چاہا کہ اُسکے خون سے اُسکی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہو اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی حکم دیا ہو بشرطیکہ اسمین شفا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو قال المترجم اور شیخ ابو المکارم نے نقل کیا کہ ایک جماعت ائمہ رہ نے اسکو مکروہ جانا ہو[۵۱] و اللہ اعلم۔ تعویذ لٹکانے مین مضائقہ نہین ہو لیکن پیخانے جانے کے وقت اور جماع کرنے کے اُسکو الگ کردے یہ غرائب مین ہو۔ اگر کسی عورت کا خاوند اُسکو مبغوض رکھتا ہو پس اُس نے چاہا کہ مین تعویذ رکھون تاکہ مجھے دوست رکھے تو جامع صغیر مین لکھا ہو کہ یہ حرام ہو حلال نہین ہو یہ حاوی مین ہو اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اُسکے خون سے حمل کا سر لیپنا مکروہ ہو یہ فتاوی غیاثیہ مین ہو۔ شہاب الدین آمالی نے کہا کہ راستہ کی پڑی ہوئی قتیا اُٹھاکر جلانے اور جسکو نظر لگی ہو اُسکے سر کے گرد پھرانے مین مضائقہ نہین ہو اور اسکی نظیر یہ ہو کہ خائف بچہ کے سر پہ موم پگھلا کر جما دیتے ہین اور شیخ لیادی نے فرمایا کہ یہ بھی جائز ہو کہ جب اس سے شفا کا اعتقاد نہو یہ قنیہ مین ہو۔ کھیتون و فالیزون مین کھوپڑی کی ہڈیان نظر نہ لگنے کے واسطے رکھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ بات آثار سے ثابت ہوئی ہو کذا فی فتاوی قاضی خان قال المترجم فیہ نظر۔ ایام نوروز مین پرچہ لکھکر بھوت پریت کے خوف سے دروازون پر چپکانا مکروہ ہو کذا فی السراجیہ اور ایام نوروز مین پرچے لکھنا مکروہ ہو اور دروازون پر چپکانا حرام ہو کیونکہ اسمین اسم اللہ تعالی کی اہانت و مجوسون کے ساتھ مشابہت ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو قال المترجم یہ وہی مسئلہ سراجیہ ہو۔ اور اُسمین ہوام کا لفظ ہو پس ہوام سے اگر سانپ بچھو وغیرہ ہوام الارض مراد ہین تو یہ معنی ہین کہ ان جانورون کے واسطے دروازون پر پرچہ چپکاوے و فیہ ما فیہ و تحقیق مترجم کے نزدیک یہ معلوم ہوتا ہو کہ کفار عرب بعض ارواح کی نسبت یہ قائل ہوتے تھے کہ وہ آکر ستاتے ہین اور اُسکے ایام وہی ہوتے ہین جو نوروز کے ہین یا ہندوستان مین دیوالی کے ہین پس میرے نزدیک یہی مراد ہو اور مفصل تحقیق ہوام حدیث کے بعض شراح نے بیان کی ہو فلیراجع الیہ۔ اگر خوشبو وغیرہ جلائی تو بعض نے فتوی دیا ہو کہ یہ فعل عوام جہال کا ہو یہ سراجیہ مین ہو ایک شخص نے اپنی عورت آزاد کی بلا اجازت اُس سے عزل کیا یعنے جب انزال ہونے کو ہوا تو فرج سے باہر انزال کیا بدین وجہ کہ زمانہ کے خیال سے جیسا اولاد نالائق ہونے کا خوف کرتے ہین وہ خوف اُسکو بھی ہوا تو ظاہر جواب کتاب یہ ہو کہ اُسکو یہ گنجائش نہین ہو اور اس مقام پہ مذکور ہو کہ روا ہو کیونکہ یہ زمانہ خراب ہو

[۵۱] مکروہ اقول اول اصح ہو جب تک کہ فساد اعتقاد نہو ۱۲ [۵۲] قولہ جانا اقول یہی اصح ہو و اللہ تعالی اعلم ۱۲ [۵۳] زمانہ جاہلیت مین عقیقہ مین ایسا کرتے تھے اور بعض اخبار مین بھی آیا ہو ۱۲ [۵۴] مضائقہ اقول یہ قول مع کھیتون کی کھوپڑی کے بلا دلیل و خلاف سلف و ضعیف ہین اور ائمہ متقدمین سے اسمین کچھ بھی روایت نہین ہو۔ ہان لوگون نے تعویذ و عملیات کے طور پر کہا ہو تو حق یہ کہ اگر اس سے اعتقاد شفا نہو تب جائز ہو۔ اور دیوالی وغیرہ مین گھر کے اندر آیۃ الکرسی وغیرہ تلاوت کرے مگر لکھکر دروازے پر لٹکانا و چسپان کرنا کسی صورت مین روا نہین ہو ۱۲ منہ

یہ کبریٰ مین ہی اور اسکو اختیار ہی کہ اپنی عورت کو عزل سے منع کرے یہ وجیز کردری مین ہی اگر عورت نے بچہ کو پورے اعضا ظاہر ہونے کے بعد گرادیا تو ایک باندی یا غلام واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ پیٹ مین بچہ کی پوری خلقت مانند بال و ناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط کیواسطے علاج کرنا نہین جائز ہی اور اگر خلقت پوری ظاہر نہوئی ہو تو جائز ہی اور ہمارے زمانہ مین ہر حال مین جائز ہی اور اسی پر فتوے۵ ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ تنبیہ مین لکھا ہی کہ مین نے شیخ علی بن احمد سے بچہ کی صورت بن جانے سے پہلے اسکے اسقاط کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ آزاد عورت کے بچہ مین نہین جائز ہی بالاتفاق یہی ایک قول ہی اور باندی بچہ مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ ممنوع ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی قال المترجم ہو الصحیح المختار۔ مرضعہ کو یعنی جو عورت دودھ پلاتی ہی اسکو دوا کے واسطے اپنا دودھ دینا نہین جائز ہی لیکن بشرطیکہ بچہ کے حق مین مضر ہو وے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت جو دودھ پلاتی ہی اسکے حمل ظاہر ہوا اور اسکا دودھ منقطع ہوگیا اور عورت مذکور کو اپنے بچہ کے حال پر مرجانے کا خوف ہوا اور اس بچہ کے باپ کو اتنی گنجائش نہیں ہی کہ کوئی دائی نوکر رکھے تو اس عورت کو مباح ہی کہ جب تک پیٹ مین نطفہ یا مضغہ یا علقہ ہی اسکو کوئی عضو نہین بنتا ہی تب تک خون بہا دینے کا علاج کرے اور جنین کی خلقت بغیر ایک سو بیس روز کے نہین ظاہر ہوتی ہی کہ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہی اور چالیس روز تک علقہ اور چالیس روز تک مضغہ رہتا ہی یہ خزانۃ المفتین و فتاوے قاضی خان مین ہے۔

اُنیسوان باب۔ ختنہ کرنے و خصی کرنے و ناخن کاٹنے اور مونچھین کاٹنے اور سر منڈانے اور مرد و عورت کے اپنے بال منڈانے اور عورت کے اپنے بالون مین بال وصل کرنے کے بیان مین۔ ختنہ مین مشائخ کا اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ ختنہ سنت ہی اور یہی صحیح ہی یہ غرائب مین ہی۔ ختنہ کے واسطے وقت مستحب سات برس سے لیکر بارہ برس تک ہی اور یہی مختار ہی کذا فی السراجیہ اور بعض نے کہا کہ وقت ولادت سے سات روز کے بعد سے جائز ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اور عورتون کے ختنہ کے بارے مین مختلف روایات ہین بعض مین مذکور ہی کہ سنت ہی اور ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی للخصاف رحمہ اللہ تعالی مین ذکر کیا کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہی یہ محیط مین ہی ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا مگر پوری کھال نہ کٹی پس اگر نصف سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ کیا ہوا ہوگا اور اگر نصف یا نصف سے کم کٹی ہو تو نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور صلوۃ النوازل مین لکھا ہی کہ اگر لڑکا بے ختنہ رہگیا پھر ایسا ہوگیا کہ ختنہ کے واسطے اسکی کھال نہین کھینچی جاسکتی ہی الا بتشدید یعنی شدت سے کھینچنے سے کھنچ سکتی ہی اور اسکا حشفہ یعنی سر ذکر ظاہر ہی کہ اگر اسکو دیکھنے والا دیکھے تو اسکو معلوم ہو کہ گویا ختنہ کیا ہوا ہی تو ایسے شخص کو ثقہ و ہوشیار

---

۵ قولہ فتوے قول ہی طرح رد المحتار وغیرہ مین لکھی ہی ولیکن آخر زمانہ والدین کا فتوی بہت مخدوش ہی کیونکہ کسی دلیل سے یہ اعتبار نہیں ہو تاکہ کوئی اپنی اولاد کو قتل کرے اور اللہ تعالی اپنی مخلوق کو علم کے ساتھ پیدا کرتا ہی پس اسکے بعد جو قول مذکور ہو وہی صحیح دلائل سے ہی فافہم ۱۲

حجامون کو دکھلایا جاوے پس اگر وہ لوگ کہین کہ اسکا ختنہ نہیں ممکن ہو سکتا ہی تو ختنہ نکیجاوے گی بلکہ چھوڑ دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ بوڑھا ضعیف اگر اسلام لایا اور وہ ختنہ کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا پس اگر ہوشیار آدمیون نے کہا کہ یہ نہیں برداشت کر سکتا ہی تو چھوڑ دیا جاویگا اسواسطے کہ عذر کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز ہی تو سنت کا ترک کرنا بدرجہ اولے جائز ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ بالغ کا ختنہ اگر وہ خود کر سکے تو کرے ورنہ نہ کیا جاوے گا لیکن اگر وہ ایسی عورت سے نکاح کر سکے یا ایسی باندی خرید سکے جو اسکا ختنہ کرے تو کرے اور کرخی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہی کہ حمامی اسکا ختنہ کرے یہ فتاوی غیاثیہ میں ہی ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اسکی کھال بڑھ گئی پس اگر اُسنے حشفہ کو چھپا لیا تو کاٹ ڈالی جائیگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہی اور باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کا ختنہ کرے اور اُسکے پچھنے لگاوے اور اُسکی دوا کرے اور اسی طرح باپ کے وصی کو بھی یہ اختیار ہی اور ماموں و چچا کے وصی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ ایسا کرے لیکن اگر یہ لڑکا اُسکے عیال میں ہو تو ہو سکتا ہی پس اگر وہ لڑکا اس سے مرگیا تو استحسانًا اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر ماں نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اور واقعات ناطفی میں ہی کہ ماموں و چچا کے وصی کو ایسا اختیار نہیں ہی اگرچہ طفل اُسکے عیال میں ہو یہ تمرتاشی میں ہی۔ اور باپ کا باپ یعنی سگا دادا اور اسکا وصی بمنزلہ باپ کے ہی اور ماں کے وصی کو ایسا کرنا نہیں جائز ہی اگرچہ لڑکا اُسکے عیال میں ہو یہ فتاوی قاضی خان و ملتقط میں ہی۔ اور اگر اُسنے طفل مذکور کے پچھنے لگائے یا ختنہ کیا یا اُسکا قرحہ باندھا تو وہ ضامن ہی اسواسطے کہ وہ ولی نہیں ہی یہ حاوی میں ہی اور عورتوں کے کان چھدانے میں مضائقہ نہیں ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور لڑکیوں کے کان چھدانے میں مضائقہ نہیں ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسا کرتے تھے حالانکہ ممانعت نہیں پائی گئی یہ کبرے میں ہی۔ بنی آدم کا خصی کرنا باتفاق حرام ہی اور گھوڑے کا خصی کرنا شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ حرام ہی اور سوائے گھوڑے کے اور بہائم میں اگر کچھ منفعت ہو تو مضائقہ نہیں ہی اور اگر خصی کرنے میں منفعت نہو اور کچھ دفع ضرر نہو تو حرام ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ بلی کے خصی کرنے میں اگر اُسمیں نفع یا دفع ضرر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہی یہ کبرے میں ہی۔ روضہ زندویسی میں ہی کہ سر کے بالوں میں طریقہ سنت یہ ہی یا تو مانگ دار پٹے بال رکھے یا سر منڈواوے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ سر منڈانا سنت ہی اور اسکو علمائے ثلثہ کی طرف منسوب کیا کذا فی التاتارخانیہ وانما صح عند المترجم الفرق فقط ولم یصح ان الحلق سنۃ وغایۃ ما ثبت الجواز الا ان یقال بالسنۃ ہہنا لعم فعل الصحابۃ رضی اللہ عنہم فافہم واللہ اعلم۔ ہر جمعہ کو سر منڈانا مستحب ہی کذا فی الغرائب قال المترجم فیہ نظر۔ اگر مرد نے حج میں سے سر منڈوا دے اور بالوں کو سیدھا لٹکتا چھوڑے پیچیدہ نہ کرے

قولہ حاجی اقول یہ رسم نو ونمود ہی کہ حاجی لوگ حمام میں نورا لگاتے ہیں پس یہ حکم منقطع ہوگا ۱۲ منہ ؎ مترجم کے نزدیک سنت فقط یہی ہی کہ بال درمیان سے مانگ کرکے رکھے اور منڈانا سنت نہیں لیکن جواز اسطرح ثبوت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے آپ کے اصحاب نے منڈایا اور بعض نے اکثر یہی کیا تاکہ غسل میں احتیاط ہو پس شاید سنت یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے ہی ۱۲ منہ

تو مضائقہ نہیں ہے قال المترجم اصح یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے فا حفظہ۔ اور اگر پیچیدہ کیا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں یعنی کافرون و مجوسیون کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے ملک میں بالون کو بدون پیچیدہ کیے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں ولیکن درمیان سے سر نہیں منڈاتے ہیں بلکہ کنارون سے کاٹ دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ سر منڈانا اور دونون طرف سے پٹے چھوڑ دینا جائز ہے بشرطیکہ لٹکتا چھوڑا ہوا ور اگر سر پر باندھا تو نہیں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور قزع مکروہ ہے یعنے تمام سر منڈاوے اور بعض چھوڑے بقدر تین انگل کے جس کو چٹیا کہتے ہیں یہ غرائب میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ گدی منڈانا مکروہ ہے لیکن پچھنے لگانے کیوقت منڈا دینا مکروہ نہیں ہے یہ ینابیع میں ہے قال المترجم یہ روایت شاہد ہے کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک بال رکھنا سنت ہے فافہم۔ اور ناخن کاٹنا سنت ہے لیکن دار الحرب میں نہ کاٹنا اور چھوڑ رکھنا مندوب ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور افضل یہ ہے کہ ناخن کاٹے اور مونچھون کو خوب کترے اور زیر ناف یعنے عانہ کے بال مونڈے اور ہر ہفتہ میں ایک بار نہا کر اپنے بدن کو صاف کرے اور نہیں تو پندرہ روز میں ایک بار ایسا کرے اور نہیں تو چالیس روز بعد ضرور کرے پھر اُسکا عذر قبول نہوگا پس ہفتہ وار تو افضل ہے اور پندرہ روز درمیانی مدت ہے اور چالیس روز انتہا ہے کہ چالیس روز بعد اُسکا عذر مقبول نہوگا اور مستحق وعید ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور بغل کے بالون کا منڈانا جائز ہے مگر اُکھاڑنا اولے ہے اور عانہ کے بالون کو زیر ناف سے مونڈنا شروع کرے اور اگر اُسنے نورہ لگا کر عانہ کے بال گرا دیے تو جائز ہے یہ غرائب میں ہے جامع الجوامع میں ہے کہ موے زیر ناف کو خود مونڈے اور اگر حجام نے مونڈے تو جائز ہے بشرطیکہ اپنی آنکھ بند کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے ناخن کاٹنے یا سر منڈانے کے واسطے جمعہ کا روز مقرر کر لیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر سوائے جمعہ کے اور دنون میں وہ جائز سمجھتا ہے مگر اُسنے جمعہ تک تاخیر دی مگر تاخیر حد سے گذر گئی یعنے مثلاً ناخن بہت بڑھے تھے اور اُس نے نہ کاٹے اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ جسکے ناخن بڑھے ہوتے ہیں اُسکی روزی تنگ ہوتی ہے اور اگر اُسنے حد سے تجاوز نکیا بلکہ جو اخبار جمعہ کی فضیلت میں ہیں اُنکے اعتقاد پر تبرک سمجھکر جمعہ تک تاخیر کی تو مستحب ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور چاہیے کہ ناخن کاٹنا داہنے ہاتھ سے شروع کرے اور داہنے ہاتھ پر ختم کرے یعنی داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے پھر دوسرے بائین کے کاٹتا ہوا داہنے کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پاؤن کے ناخن میں داہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پاؤن کی چھنگلیا پر ختم کرے اور حکایت ہے کہ ہارون رشید خلیفہ وقت نے امام ابو یوسف سے دریافت کیا کہ رات میں ناخن کاٹنا کیسا ہے فرمایا کہ ہان روا ہے تو ہارون رشید نے پوچھا کہ اسکی دلیل کیا ہے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الخیر لا یؤخر[1] یعنے بھلے کام میں دیر نہ چاہیے کذا فی الغرائب اور جب اپنے بال کتروائے یا ناخن کتروائے تو چاہیے کہ تراشا ناخن و بال کو دفن کردے اور اگر پھینکدیا تو مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر پاخانہ یا غسلخانہ میں

[1] یہ حدیث سے مستفاد کیا گیا ہے جس کو کسی راوی نے حدیث کہدیا ورنہ امام ابو یوسف محدث ہیں ۱۲

پھینکنے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری[1] پیدا ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے چار چیزیں دفن کی جاویں ناخن و بال و خرقہ حیض و خون یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بال منڈائے اسمیں جوئیں بھری ہوئی تھیں تو انکو دفن کرے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اپنی مونچھوں کو یہانتک کترواے کہ مثل بھوؤں کے ہو جاویں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور بعض اگلے بزرگ لوگ مونچھوں کے کنارے چھوڑ دیتے تھے کذا فی الغرائب ہمارے ملک میں بھی یہی دستور ہوگیا قال المترجم طحاوی میں شرح آثار سے ذکر فرمایا ہے کہ مونچھوں کا کترنا اچھا ہے اور کترنے کی یہ صورت ہے کہ اسقدر کاٹ دے کہ اوپر کے ہونٹھ[2] کے اونچے کنارے سے اوپر ہو جاوے اور فرمایا کہ منڈانا سنت ہے اور یہ کترنے سے بہت اچھا ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و صاحبینؒ کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیوں کے واسطے مونچھیں بڑھانے میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ دشمنوں کی آنکھوں میں ہیبت ناک معلوم ہوں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کسی کی ڈاڑھی بڑھ جاوے تو اُسکے کنارے چھانٹ دینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر جسقدر مٹھی سے بڑھی ہو کتر دے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر مٹھی سے بڑھی ہوئی بہت دراز ہو تو چھوڑ دے یہ ملتقط میں ہے۔ اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہے یعنے آدمی اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑے پھر جسقدر اُسکی مٹھی سے بڑھی رہے اُسکو کتر دے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ رہ سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور امام ابو یوسف رہ سے مروی ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور بھوؤں کے بال لے لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور چہرہ کے بال لینے میں مضائقہ نہیں ہے جبتک کہ مخنث کی سی صورت نہو جاوے یہ ینابیع میں ہے۔ اور فنیلتین کا نوچنا بدعت ہے اور واضح ہو کہ نیچے کے ہونٹھ کے بیچ میں ڈاڑھی تک جو بال ہیں اُسکے دونوں طرف اگر بال جمے ہوں تو وہ فنیلتین ہیں یہ غرائب میں ہے اور ناک کے بال نہ نوچے کیونکہ اس سے آکلہ پیدا ہو جاتا ہے قال المترجم یعنے ایک دانہ نکلتا ہے اور وہ بدہوتا ہے بڑھتا جاتا ہے اور سڑتا جاتا ہے اور بدبودار ہوتا ہے کذا قیل۔ اور سینہ اور پیٹھ کے بال منڈانا ترک ادب ہے یہ قنیہ میں ہے۔ دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور حالت جنابت میں بال منڈانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے اگر عورت نے اپنے سر کے بال منڈائے پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے جو اُسکو عارض ہوگئی ہے بال منڈائے ہیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر مردوں کی مشابہت کیواسطے ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے یہ کبرے میں ہے۔ ایک مجنونہ کے سر میں درد وغیرہ کی بیماری پیدا ہوئی اور اُسکا کوئی ولی نہیں ہے تو جو شخص اُسکے سر کے بال مونڈے وہ محسن ہے لیکن چاہیے کہ عورتوں و مردوں کی تمیز کے واسطے کوئی علامت عورت کے مناسب چھوڑ دے یہ ملتقط میں ہے۔ آدمی کے بال میں بال جوڑنا حرام ہے خواہ اُسی کے بال ہوں یا غیر کے ہوں یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر عورت نے

---

[1] یعنے یہ امر بسبب عارضی بیماری کا ہے یا عادت علت ہو جاتی ہے ۱۲ منہ [2] یعنے اوپر کے ہونٹھ کے اوپر کے کنارے سے کم ہو جاوے اور بعض مشائخ مغرب نے حدیث کے یہی معنی بیان کیے اور مونڈنے کو بدعت کہا ۱۲ منہ

اپنے گیسو و قرون[عه] مین کچھ اونٹ کے بال رکھے تو مضائقہ نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی عورت نے غیر کے بال اپنے بالون مین وصل کیے ہون تو اُنکے ساتھ اُنکی نماز جائز ہے یا نہین جائز ہے اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور فرمایا کہ اگر کسی غلام کی پیشانی پہ بال نہون تو تاجرون کو روا ہے کہ اُسکی پیشانی پہ بال معلق لٹکا دین کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر غلام خدمت کے واسطے ہو جسکو بیچنا مقصود نہو تو اُسکے ساتھ ایسا نہ کرے یہ محیط مین ہے قال المترجم ہذا ما التست ما حصل کیف وان المشتری اذا اشتراہ للخدمۃ لا بد لہ ان ینزع عنہ ذلک فلیس فیہ ما یوجب حسنا وظنی انہ تصحیف والصحیح من الروایۃ فی تلک المسئلۃ ما قال فی فتاوے قاضی خان اور اگر غلام کی پیشانی پر بال ہون تو تاجر کو روا ہے کہ اُسکی پیشانی کے بال منڈاوے کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہے اور اگر غلام خدمت کیواسطے ہو اُسکے فروخت کی نیت نہو تو اُسکے ساتھ ایسا کرنا مستحب نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔

بیسوان باب - زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان مین مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مردون کے واسطے سرخی سے خضاب کرنا سنت ہے اور یہ مسلمانون کے نشان و علامات مین سے ہے اور رہا سیاہی سے خضاب سو اگر غازیون مین سے کسی نے کیا تاکہ دشمنون کی نظرون مین ہیبت ہو تو مشائخ نے اتفاق کیا ہے کہ یہ اچھا ہے اور اگر کسی شخص نے اسواسطے کیا کہ عورتون[عه] کی نظرون مین اُسکی زینت ہو اور عورتین اُسکو پسند کرین تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور بعض نے اسکو بلاکراہت جائز رکھا ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جیسا مجھے پسند ہے کہ عورت میرے واسطے زینت کرے ویسا ہی اُسکو پسند ہے کہ مین اُسکے واسطے زینت کرون یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور امام رح سے مروی ہے کہ خضاب اچھا ہے لیکن حنا و کتم و وسمہ سے ہو اور مراد امام کی ڈاڑھی و سر کے بال ہین اور غیر حالت جنابت مین بھی خضاب کرنے مین اصح قول کے موافق کچھ مضائقہ نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور سر و ڈاڑھی مین غالیہ ملنے مین مضائقہ نہین ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے اور سپید بال اُکھاڑ ڈالنا بغرض زینت مکروہ ہے نہ بغرض آنکہ دشمنون کی نظرون مین جہاد مین ہیبت پیدا ہو ایسا ہی امام سے منقول ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور مذکر بچہ کے ہاتھ اور پاؤن رنگنا نہ چاہیے الا اس حالت مین کہ کوئی ضرورت پیش آوے اور عورتون اور مونث کے واسطے یہ جائز ہے یہ ینابیع مین ہے ایسے مرد نے جسپر غسل واجب ہے یعنی جنبی نے خضاب لگایا اور انسے[حاشیہ ۱۲] خضاب کو پھر ایک عورت نے لگایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے لیکن عورت اس خضاب کے ساتھ نماز نہین پڑھ سکتی ہے اور اگر مرد جنبی نے موضع خضاب کو دھو کر خضاب لگایا تو عورت اس سے نماز پڑھ سکتی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر عورت زینت کے لیے اپنے بالون مین پیتل یا تانبے یا پوت یا لوہے وغیرہ کی مہرہ گرہ بنا کر لٹکاوے یا ان چیزون کے کنگن پہنے تو مضائقہ نہین ہے اور اگر بچہ کی پنڈلیون مین باندھے یا اُسکے بہلانے کو اُس کے

عه کذا روے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲ عه یہ خضاب خشبو اسکا ہے ... عه یعنے اپنی جورودن ۱۲ عه ایک قسم کی خوشبو مرکب

گہوارہ میں باندھدے تو بھی مضائقہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ مردون کو سرمہ اثمد لگانے میں بالاتفاق کچھ
مضائقہ نہیں ہے اور سیاہ سرمہ اگر زینت کے واسطے ہو تو بالاتفاق مکروہ ہے اور اگر زینت مقصود نہو
تو اختلاف ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور امام محمد رہ نے
فرمایا کہ اگر لوگون میں تجمل کے واسطے کوئی مرد اپنے گھر میں سونے و چاندی کا تخت رکھے اور اسپر
دیبا کا فرش بچھاوے مگر کبھی اسپر سوتا و بیٹھتا نہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ ایسا بزرگان
سلف صحابہ و تابعین سے منقول ہے یہ محیط میں ہے اور جس قدر عمارت کی ضرورت ہو اتنی عمارت
بنانے میں مضائقہ نہیں ہے اور مکروہ جبھی ہے کہ جب ایسی عمارت بناوے جسکی اسکو احتیاج نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ
مین ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نقشی نمدون سے اپنے بیت کی دیوارون
مین دیوار گیری لگائی پس اگر جاڑا دور کرنا مقصود ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر مقصود زینت ہے تو مکروہ ہے
اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی شرح السیر مین فرمایا کہ دیوارون کی دیوار گیری نمدہ سے لگانا اگر بقصد دفع سردی ہو
تو مکروہ نہیں ہے اور اسقدر زیادہ کیا کہ اسی طرح اگر گرمی دور کرنے کے واسطے دیوارون مین خس پوش یعنی گھاس
(مثل خس وغیرہ کے) لگائی تو بھی مکروہ نہیں ہے اور مکروہ ان باتون مین سے وہی ہے جو بقصد زینت ہو یہ ذخیرہ
مین ہے۔ اور دروازون پر پردہ ڈالنا مکروہ ہے اسکو صریح امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے سیر کبیر مین فرمایا ہے
کیونکہ اس مین زینت و تکبر ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو فعل بغرض تکبر کے ہو وہ مکروہ ہے اور اگر حاجت و ضرورت
کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور کسی جگہ ایسی چیز لٹکانا جس مین ذی روح
کی تصویر ہو جائز نہیں ہے اور جسمین غیر ذی روح کی تصویر ہو اسکا لٹکانا جائز ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور آدمی کے واسطے
جائز ہے کہ اپنے بیت مین صوف و کتان و روئی کے جیسے کپڑے چاہے فرش بچھاوے خواہ وہ رنگین ہون خواہ
سادے ہون خواہ نقشی ہون یا بے نقشی ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے ساتھ خدمت
کے واسطے خادم ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن یہ چاہیے کہ خادم سے اُسی قدر خدمت لے جسکی وہ طاقت
رکھتا ہے اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر آدمی سوار ہو کر غلام کو جلو مین لیکر جاوے تو جہان چاہے جاوے بشرطیکہ
غلام پا پیادہ ساتھ چل سکتا ہو اور اگر اُس سے یہ برداشت نہو سکے تو ایسا مکروہ ہے یہ محیط مین ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ پیدلون کو ساتھ لیکر سوار ہو کر چلنا جبھی مکروہ ہے کہ جب یا ذ تکبر مقصود ہو یہ ملتقط مین ہے
اور یہ مستحب ہے کہ نماز عشاء کے بعد غلام و باندی کو چھٹی دیدے تاکہ وہ سو رہے یا آرام کر لے اور مالک پر واجب ہے
کہ مملوک کو نماز کے وقتون مین کام مین نہ پھنساوے کیونکہ مملوک آدمی نماز کے حق مین اصلی آزادی پر باقی ہے
یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے منقول ہے۔ اور مولی پر واجب ہے کہ مملوک کو اسقدر فرصت دے کہ وہ قرآن شریف
مین سے اسقدر سیکھ لے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے اور یہی حکم زوجہ کا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اپنے غلام کی
گردن مین لوہے کا طوق ڈالنا مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ مین اکثر غلام خصوصاً ہندو غلام بھاگ

جاتے ہیں اور پاؤں میں بیڑی ڈالنا مکروہ نہیں ہے یہ تمرتاشی میں ہے

اکیسواں باب۔ اس بیان میں کہ بنی آدم میں اور حیوانات میں کن کن جراحات کی گنجایش ہے اور حیوانات میں کسکا قتل کرنا روا ہے اور کسکی گنجایش نہیں ہے۔ فتاوے ابو اللیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت مر گئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو عورت مذکور کا پیٹ بائیں طرف سے چاک کیا جائے اسیطرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور منقول ہے کہ ایسا فعل امام اعظم کی اجازت سے کیا گیا تھا سو اسکا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ میں ہے اور نہ بچہ وارث نہوگا اگر ماں کے پیٹ میں پھڑکتا ہو کیونکہ پھڑکنا کبھی پانی و خون مجتمع کی وجہ سے ہوتا ہے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ اگر باکرہ عورت سے فرج کے سوائے دوسری جگہ سے جماع کیا گیا اور اسکو حمل رہگیا باین طور کہ نطفہ اسکے فرج میں ٹپک گیا پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اسکا پردہ بکارت انڈا ڈال کر یا درم کے کنارے سے توڑ دیا جائیگا کیونکہ بدون اسکے بچہ نہیں نکلے گا اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں بچہ معترض ہو گیا یعنے بینڈا ہو کر چوڑان میں پڑ گیا اور لوگوں کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سوائے اسکے کہ بچہ کے عضو عضو جدا کیے جاویں اور اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو ماں کی جان کا خوف ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مر گیا ہو تو ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر زندہ ہو تو ہم اسکو جائز نہیں دیکھتے ہیں کہ اسکا عضو عضو جدا کیا جائے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر کسی عضو میں آکلہ[1] پھیل گیا تو اس عضو کے کاٹ ڈالنے میں مضائقہ نہیں تاکہ آگے نہ پھیلے یہ سراجیہ میں ہے آکلہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹ ڈالنا اور پیٹ میں جو چیز ہو اسکے باعث سے پیٹ چاک کرنے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر کسی مرد نے چاہا کہ زائد انگلی یا کوئی عضو دیگر قطع کرے تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس شخص سے ایسا قطع کیا جاوے وہ اکثر ہلاک ہو جاتا ہے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اکثر بچ جاتا ہو تو اسکو قطع کرنے کی گنجایش ہوگی مرد یا عورت نے اپنے فرزند کی زائد انگلی قطع کی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور ماں و باپ کو ولایت حاصل ہے کہ اپنے بچہ کا معالجہ کریں اور یہی مختار ہے اور اگر سوائے ماں و باپ کے کسی دوسرے نے ایسا کیا اور بچہ مرا تو وہ ضامن ہوگا اور ماں باپ بھی جبھی ایسا کرنے کے مختار ہونگے کہ جب اس فعل سے ہاتھ میں سستی آ جانے یا زخم متعدی ہو جانے کا خوف نہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کے بدن پر سلعہ[1] زائدہ ہے وہ اسکا قطع کرنا چاہتا ہے پس اگر اکثر اسکے قطع کرنے سے آدمی مر جاتا ہو تو ایسا نکرے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک جراح نے ایسی باندی خریدی جسکے سوائے سوراخ پیشاب کے دوسرا سوراخ نہیں ہے تو اسکو رتق پھاڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ باندی مذکور دردناک ہو جائے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر مثانہ میں پتھری پیدا ہو جاوے تو مثانہ چاک کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور کیسانیات میں ہے کہ جراحات خوفناک و قروح عظیمہ و سنگ مثانہ وغیرہ ایسی چیزوں میں اگر یہ کہا جاوے کہ

لہ سلعہ بدن میں گرہ بد گوشت کی پڑ جاتی ہے شاید ہندی میں اسکو بتوڑی کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ کہ ہذا التفسیر
کہ طلبۃ الفقہاء ۱۲ منہ سہ یعنے گوشت میں پھیلتا چلا جاتا ہے اور کھائے جاتا ہے ۱۲

آدمی کبھی بچ جاتا ہے اور کبھی مر جاتا ہے یا یہ کہا جاوے کہ بچ جاتا ہے مرتا نہیں ہے تو چیر پھاڑ کا معالجہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر کہا جاوے کہ بالکل نہیں بچتا ہے تو ایسا علاج نہ کیا جاوے بلکہ چھوڑ دیا جاوے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس کٹہا کتا ہو جو اُسطرف سے گذرتا ہے اُسکو کاٹ کھاتا ہے تو اُس گانوں والوں کو اختیار ہے کہ اس کتے کو قتل کر ڈالیں اور اگر گانوں والوں نے کتے والے سے اطلاع کر دی مگر اُسنے اس کتے کو قتل نہ کیا پھر اُسنے کسی آدمی کو کاٹا تو کتے والا ضامن ہوگا اور اگر کتے والے کو آگاہ کرنے سے پہلے اُس کتے نے کسی کو کاٹا ہو تو وہ ضامن نہوگا یہ نیابیع و خلاصہ میں ہے ایک گانوں میں بہت کتے ہیں اور گانوں والونکو ان سے ضرر پہونچتا ہے تو وہ لوگ کتے پالنے والوں سے کہیں کہ انکو قتل کر دو اور اگر وہ انکار کریں تو قاضی سے نالش کریں کہ قاضی ان لوگوں پر یہ لازم کر دے گا کہ اپنے اپنے کتے کو قتل کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور ملتقط نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک کتا ہے حالانکہ اُسکو اس کتے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اس کے پڑوسیوں کو کتے سے ضرر پہونچتا ہے پس اگر شخص مذکور نے اس کتے کو اپنے مکان میں باندھ رکھا تو پڑوسیوں کو اُسکے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُس نے کوچہ میں چھوڑ دیا ہے تو وہ لوگ منع کر سکتے ہیں پس اگر اُسنے مان لیا تو خیر ورنہ قاضی یا محتسب سے نالش کریں کہ وہ اسکو اس سے منع فرماوے اسی طرح اگر کسی نے گانوں میں مرغی یا گدھی کا بچہ یا گائے کا بچہ پالا ہو تو یہی حکم ہے یہ دو صورتیں ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اجناس میں ہے کہ چاہیے کہ آدمی کتا پالے الا اس صورت میں کہ اُسکو چوروں وغیرہ سے خوف ہو اسی طرح شیر و چیتا و کفتار و سب درندہ جانوروں کا یہی حکم ہے اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ حراست کے واسطے کتا رکھنا شرعاً جائز ہے اسی طرح شکار کرنے کے واسطے مباح ہے۔ اسی طرح حفاظت زراعت و مواشی کیواسطے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ذبح کیا یا گدھا ذبح کیا تو سہیں سے اپنی بلی کو کھلانا جائز ہے اور اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے سور یا مردار میں سے اُسکو کھلاوے یہ سراجیہ میں ہے۔ بلی اگر موذی ہو تو نہ ماری جاوے اور نہ اُسکی گوشمالی کیجاوے بلکہ تیز چھری سے ذبح کر دیجاوے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے کسی چوپایہ سے وطی کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ چوپایہ اُسی کی ملک ہو تو اُس سے کہا جاویگا کہ اسکو ذبح کر کے جلاوے اور اگر اسکی نہو تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے کہ وطی کرنے والے کو بقیمت دیدے پھر وطی کرنیوالا اُسکو ذبح کر کے جلا دیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ وہ ایسے جانوروں سے ہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہے اور اگر ایسے جانوروں میں سے ہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہے تو ذبح کی جاویگی اور جلائی نہ جاویگی یہ فتاوےٰ قاضیخان میں ہے اور اجناس میں ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ ذبح کر کے استحساناً جلا دیجاوے گی لیکن اس فعل سے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا ہے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ اور ٹڈی کو قتل کرنے میں مضائقہ

ف[1] قال المترجم اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ شخص اول جس نے بضرورت کتا پالا ہے وہ بے ضرورت پالنے کی وجہ ہر روز اپنی پانچ نیکیاں کم کرتا ہے اور پڑوسیوں کو تنگ کرنے سے گنہگار رہتا ہے اور دوسرا شخص ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ

نہین ہی کیونکہ وہ شکار ہی کھانے کے واسطے اُسکا مار ڈالنا روا ہی تو دفعہ ضرر کے واسطے بدرجۂ ادنے روا ہوگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی مگر اُسکا جلانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چیونٹی کے قتل مین اختلاف ہی اور مختار
یہ ہی کہ اگر اُس نے ایذا رسانی شروع کی یعنے جسوقت اُس نے ایذا پہونچائی تو اُسکے قتل مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر
اُس نے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اُسکا قتل مکروہ ہی۔ اور بالاتفاق اُسکا پانی مین ڈالنا مکروہ ہی اور جون کا مارنا ہر حال
مین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی اور جون و بچھو کا آگ سے جلانا مکروہ ہی اور جون کو زندہ پھینک دینا مباح
ہی لیکن براہ ادب مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر غازیون نے دار الحرب مین بچھو پایا تو اُسکو قتل نکرین لیکن
اُسکا ڈنک اپنے بچاؤ کیواسطے نکال ڈالین اور قتل نہ کرین کہ اُسکے قتل کرنے مین اُنکی نسل جاتی رہے گی اور کفار سے
ضرر دفع ہو جائیگا اور ہمین کفار کا فائدہ ہی اسیطرح اگر دار الحرب مین اپنے فرودگاہ مین سانپ پایا پس اگر اُسکے دانت کو
توڑ سکین تو دانت توڑ کر چھوڑ دین تاکہ اپنے حق مین ضرر نہ پہونچے اور اُسکو قتل نہ کرین کہ اسمین قطع نسل ہی اور اسمین کافرونکو
منفعت ہی حالانکہ ہم لوگ اُنکی ضرر رسانی کے واسطے مامور ہین اور زنبور و حشرات الارض کا قتل کرنا آیا ابتداءً بدون اُنکی
ایذا رسانی کے شرعاً مباح ہی اور آیا ثواب ملیگا تو فرمایا کہ ثواب نہین ملیگا لیکن بصورت ایذا انکو قتل کرنا روا ہی اور بدون
ایذا کے تامل ہی۔ پس اولی یہ ہی کہ انمین کسی کے قتل سے تعرض نکرے یہ جواہر الفتاوے مین ہی اور ایک چیونٹی کیوجہ سے
تمام چیونٹیون کا گھر پھونک دینا مباح نہین ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ پیلا آفتاب مین ڈالنا کہ کیڑے مرجاوین روا ہی
کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ ہمین آدمیون کا نفع ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ مچھلی آفتاب مین ڈال دی جاتی ہی تاکہ مرجاوے
حالانکہ مکروہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور دنبہ کی چکتی کاٹ ڈالنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی جب کہ اُسکی
دم سے چھوٹ کر لٹک پڑی ہو اور دنبہ کو چلنے سے باز رکھتی ہو کہ چل چل کر گلے سے ملجاوے اور پیچھے رہنے
مین بھیڑیے کا خوف ہو۔ اسی طرح اگر گدھا بیمار ہوا اور اُس سے نفع حاصل کرنے کے لائق نرہا تو کچھ ڈر نہین
ہی کہ اُسکو ذبح کرڈالے تاکہ اُسکی تیمارداری سے راحت پاوے یہ فتاوے عتابیہ مین ہی کشتی مین آگ لگی
اور لوگون نے گمان غالب کیا کہ اگر ہم لوگ دریا مین کود پڑین تو تیر کر نجات پاوینگے تو اُنپر واجب ہی
کہ کود پڑین اور اگر یہ پیش آیا کہ اگر کشتی مین رہتے ہین تو جلین گے اور اگر دریا مین کودتے ہین تو ڈوبین گے
تو اُنکو اختیار ہی چاہین کشتی مین پڑے رہین یا دریا مین کود پڑین۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو قتل کیا اُسکا
گناہ بہ نسبت دوسرے کو قتل کرنے کے زیادہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اعوان یعنے سلطانی سرہنگون کو اور سعاۃ کو یعنے
جو لوگ سلطان و سرہنگون سے لوگون کا مال ناحق لینے پر لگائی بجھائی کرتے ہین اور ظلمہ یعنے ظالم حاکمون کو
ایام فترت یعنے فتور حکومت ہو بوجہ غدر وغیرہ کے ایسے وقت مین قتل کرنا کیسا ہی تو بہت سے مشائخ نے
ان لوگون کا قتل مباح ہونے کا فتوے دیا ہی اور امام صفار رح سے منقول ہی کہ شیخ جصاص نے احکام القرآن
مین یہ فقرہ وارد کیا ہی کہ جو شخص لوگون پر ضریبہ باندھے یعنے ناحق محصول مقرر کرے اُسکا خون حلال ہی۔ اور
سید امام ابو شجاع سمرقندی فرماتے تھے کہ ان لوگون کا قتل کرنے والا ثواب پاویگا اور فتوے دیتے تھے

کہ سرہنگ سلطانی کافر ہوتے ہین اور ایسا ہی قاضی عماد الدین بھی اُنکے کفر کا فتوے دیتے تھے مگر ہم اُنکے کفر کا فتوے نہین دیتے ہین یہ محیط مین ہے - امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ اگر فتنہ واقع ہو یعنے غدر و قتال وغیرہ تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بیٹھا رہے پھر اگر اُسکے گھر مین کوئی شخص گھس گیا اور اسکو قتل کر کے اُسکا مال لے لینا چاہا تو اُس سے قتال کرے اور اگر مارا گیا تو ہم امید کرتے ہین کہ وہ شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور باز کو زندہ پرندے سکھلانا کہ وہ زندہ کو پکڑ کر کھا جاوے مکروہ ہے اور اگر ذبح کر کے اُس سے سکھاوے تو مضائقہ نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے

بائیسوان باب - اولاد کا نام و کنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان مین - اللہ تعالے کے نزدیک نامون سے عبد اللہ و عبد الرحمن دو نام بہت پسند ہین قال المترجم ہذا لفظ الحدیث - لیکن اس زمانہ مین ان نامون کے سوائے دوسرے نام رکھنا اولے ہے کیونکہ عوام لوگ پکارنے مین ان نامون کی تصغیر کرتے ہین اور جو نام اللہ تعالی کی کتاب مین پائے جاتے ہین جیسے علی و کبیر و رشید و بدیع وغیرہ ان نامون پر نام رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ نام مشترک ہین اور بندون کے حق مین ان نامون سے جو مراد ہوتی ہے وہ معنی نہین مراد ہوتے ہین جو اللہ تعالی پر اطلاق کرنے مین مراد ہوتے ہین یہ سراجیہ مین ہے اور فتاوے مین لکھا ہے ایسا نام رکھنا جسکو اللہ نے اپنے بندون مین سے کوئی اس نام کا نہین ذکر فرمایا اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے اور نہ مسلمانون نے استعمال کیا ہے مختلف فیہ ہے اور اولے یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھے یہ محیط مین ہے - اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکا نام نہ رکھا جاوے اور امام محمد رح نے خلاف کیا ہے اور جس شخص کا نام محمد ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے کہ وہ ابو القاسم اپنی کنیت رکھے اور یہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو سو یہ منسوخ ہے اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی یہ سراجیہ مین ہے اور اگر کسی نے اپنے بالغ بیٹے کی کنیت ابو بکر وغیرہ رکھی تو صحیح یہ ہے کہ اس مین کچھ مضائقہ نہین ہے کہ لوگ اسمین تفاول نیک یون سمجھتے ہین کہ یہ لڑکا عنقریب ثانی الحال مین بکر کا باپ ہو جائیگا اور یہ مراد نہین ہوتی ہے کہ وہ فی الحال ایسا ہی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کو نام لے کر پکارے یا عورت اپنے شوہر کو نام لے کر پکارے یہ سراجیہ مین ہے پسر و دختر کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنے ولادت سے ساتوین روز بکری ذبح کر کے لوگون کی ضیافت کرنا اور بچے کے بال اُترو ادینا سو یہ مباح ہے نہ سُنت ہے نہ واجب ہے یہ وجیز کردری مین ہے - اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے عقیقہ کے حق مین ذکر کیا ہے کہ جسکا جی چاہے کرے جسکا جی چاہے نہ کرے اور اس سے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہے پس سنت ہونے سے مانع ہے اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ نہ پسر کی طرف سے عقیقہ کیا جاوے اور نہ دختر کی طرف سے اور یہ کراہت کیطرف اشارہ ہے یہ بدائع کی کتاب الاضحیہ مین ہے

۱۲ سنت یعنی تاکیدی اور صحیح

تئیسواں باب غیبت اور حسد اور نمیمہ و مدح کے بیان میں۔ ایک شخص نے کسی شخص کی برائیاں غمخواری کے ساتھ بیان کیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر اسنے اس سے بدگوئی و نقصان حرمت کا قصد کیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے غیبت میں اہل نواح و اہل قریہ کی غیبت کی تو یہ غیبت نہیں ہے جبتک کہ کسی قوم معروف[1] کا نام نہ لے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو مگر لوگوں کو اپنے ہاتھ و زبان سے تکلیف دیتا ہو تو جس حالت میں وہ ہے اسکا ذکر کرنا غیبت نہوگی اور اگر سلطان کو اسکی خبر کر دی تاکہ سلطان اسکو زجر کرے تو خبر دینے والے پر گناہ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ زید نے عمرو کو ایک کپڑا عاریت یا کچھ درم قرض تین روز کے وعدے پر دیے مگر عمرو نے اسکو چند روز تک نہ دیا اور بہت تاخیر کی پس زید نے لوگوں کے سامنے اسکو خائن و کذاب بیان کیا تو ہمیں معذور رکھا جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نہیں روا ہے الا دو میں ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالی نے مال دیا ہے اور وہ اسکو اللہ تعالے کی فرمانبرداری میں خرچ کرتا ہے اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے علم دیا ہے اور وہ لوگوں کو سکھلاتا ہے اور اسکے ساتھ حکم دیتا ہے یہ حدیث بظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ ان دو میں حسد مباح ہے کیونکہ یہ تحریم سے استثنا ہے اور تحریم سے استثنا اباحت ہوتا ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا مقتضائے ظاہر حدیث ہے اور حسد ان دو میں بھی حرام ہے جیسا ان دونوں کے سوائے اور باتوں میں حرام ہے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ انسان کو نہ چاہیے کہ غیر پر حسد کرے اور اگر حسد ہی کرے تو ان دونوں میں حسد کرے نہ اسوجہ سے کہ ان دونوں میں حسد مباح ہے بلکہ ایک اور بات کی وجہ سے وہ یہ ہے کہ انسان دوسرے پر عادۃً جبھی حسد کرتا ہے جب دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہے پس اپنے واسطے اس نعمت کی تمنا کرتا ہے اور ماسوائے ان دونوں کے اور امور دنیا نعمت نہیں ہیں اس لیے کہ انکا مآل اللہ تعالی کی نارضامندی ہے اور نعمت وہ ہے جس کا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہو اور یہ دونوں ایسے ہیں جنکا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہے پس یہ دونوں نعمت ہیں اور ان دونوں کے سوائے جو ہیں وہ نعمت نہیں ہیں اور واضح ہو کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ حسد جسکی برائی حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غیر کے پاس کوئی نعمت دیکھکر یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جاوے اور میرے پاس آجاوے اور اگر اسنے فقط یہ تمنا کی کہ میرے پاس یہ نعمت آجاوے تو اسکو حسد نہیں کہتے ہیں بلکہ غبطہ ہے اور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر بعینہ یہ نعمت اپنے واسطے تمنا کرے تو یہی حرام مذموم ہے اور اگر اسکے مثل اپنے واسطے تمنا کرے تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ حسد مذموم ہے حسد کرنیوالے کو ضرر پہونچاتا ہے سوائے ان دونوں کے جنکو حدیث میں استثنا کیا ہے کہ انمیں محمود ہے کیونکہ درحقیقت حسد نہیں بلکہ غبطہ ہے اور حسد یہ ہے کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ جسپر حسد کرتا ہے اس سے یہ نعمت جاتی رہے اور اسکے واسطے تکلف

---

[1] یعنی بطور معرفہ ان کی شناخت ہو جاوے کہ فلاں فلاں ۱۲ منہ

کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ نعمت بموقع یعنے بے جگہ ہے اور غبطہ کے یہ معنے ہین کہ اپنے واسطے اسکے مثل نعمت کی تمنا کرے بدون اسکے کہ تکلف کرے اور غیر سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے یہ محیط مین ہے۔ کسی شخص کی تعریف کرنا تین طرح پر ہے اول یہ کہ اسکے بررو تعریف کرے اور اسی سے ممانعت کی گئی ہے دوم یہ کہ اُسکے سامنے تعریف نہ کرے مگر یہ جانکر کہ میری تعریف کی خبر اُسکو پہونچ جائے گی پس یہ بھی ممنوع ہے اور سوم یہ کہ اُسکے پیٹھ پیچھے تعریف کرے اور یہ پروا نہو کہ اُسکو یہ خبر پہونچے گی یا نہ پہونچے گی اور تعریف بھی اُسی قدر کرے جو بات اُسمین موجود ہے تو اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے۔

چوبیسوان باب۔ حمام مین داخل ہونے کے بیان مین۔ عورتون کے حمام مین داخل ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ فقط عورتین ہی ہون کیونکہ عام بلویٰ ہے اور جب داخل ہون تو ازار کے ساتھ داخل ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور بدون ازار کے عورتون کا حمام مین داخل ہونا حرام ہے یہ سراجیہ مین ہے اگر مرد بدون ازار کے حمام مین داخل ہو تو حرام ہے اور اگر یہ امر اُسکی عادت ہو تو گواہی مین اُسکی تعدیل نہوگی اور اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا اس فعل سے رجوع کرنا اور توبہ کرنا ثابت نہوا ہو ورنہ سقوط عدالت کے واسطے عادت ہونا ضرور نہین ہے بلکہ اگر ایک مرتبہ بھی حمام مین بلا ازار داخل ہوا تو عدالت ساقط ہو جانیکے واسطے کافی ہے یہ غرائب مین ہے۔ اور اگر کسی نے نہانا چاہا تو لنگی دور کرکے ننگا نہو جاوے اگرچہ تنہا ہو اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور شیخ ابو نصر دبوسی رہ نے فرمایا کہ اگر آب روان وغیرہ مین حالت تنہائی مین ننگے ہوکر غسل کیا تو مکروہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے اور لڑکے حمام مین جانا آدمیت سے نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ حمام مین اعضا کا دبوانا بلا ضرورت مکروہ ہے اور فتاوے اہل سمرقند مین ہے کہ مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے دبوانا مباح ہے اور ناف و گھٹنے کے بیچ مین مباح نہین ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے کہا کہ دو شرطون کے ساتھ اسمین مضائقہ نہین ہے ایک یہ کہ خادم اُسکی ڈاڑھی نہ دھووے اور دوم اُسکے پانون نہ دابے یہ متفرقات ذخیرہ مین ہے۔ اگر حمام مین ازار کھول کر ننگے ہونے کی کوئی جگہ مقرر ہو تاکہ ازار دھوکر نچوڑے پس اس جگہ ایسا کیا تو مضائقہ نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ اگر کسی نے حمام مین اپنی لنگی نچوڑنے کا قصد کیا اور اُسکے پاس دوسری ازار نہین ہے تو اسپر نچوڑنا واجب نہین ہے لیکن اُسپر پانی بہاوے اور اُسی قدر اُسکے واسطے کافی ہوگا اور یہ حکم امام ابو یوسف رہ سے روایت کیا گیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر حمام کے بیت صغیر مین ازار نچوڑنے کے واسطے ننگا ہو گیا یا ناف کے بال مونڈنے کیواسطے ننگا ہوا تو بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہے اور بعض نے کہا کہ گنہگار ہوگا اور بعض نے کہا کہ

ف۱ یعنے اگر اُس نے گواہی ادا کی اور تزکیہ کے وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بلا ازار حمام مین جایا کرتا ہے اس سے اُسنے توبہ نہین کی ہے تو اُسکی تعدیل نہوگی یعنے گواہ عادل قرار نہ دیا جائے گا ۱۲ منہ ف۲ یعنے عادت ہونے سے ۱۲

ذرا دیر کے واسطے جائز ہی یہ غرائب مین ہی

پچیسوان باب - بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان مین - آدمی کو چاہیے
کہ جبتک خرید و فروخت کے احکام نہ جانے کہ کون صورت مین جائز ہی اور کون نہین جائز ہی تب تک
تجارت مین مشغول نہو یہ سراجیہ مین ہی - اور اسکو حلال نہین ہی کہ اپنے شریک سے دریافت کرنے
سے پہلے فروخت کرے بلکہ شریک کو آگاہ کرے خواہ وہ لے یا نہ لے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ
ندب پر محمول ہی اور شریک کو آگاہ کرنے سے پہلے بیچنا مکروہ ہی لیکن یہ جو فرمایا کہ حلال نہین ہی اس سے
یہ مراد ہی کہ مندوب نہین ہی **قال المترجم** وعلی ہذا مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہوگا واللہ اعلم -
مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ جو چیز بازار سے خریدی
جاتی ہی اور بیقین معلوم ہی کہ بازاری لوگ ترکون سے اور ایسے لوگون سے جنکا اکثر مال حرام ہی خرید
فروخت کرتے ہین اور ان لوگون مین باہم سود و عقود فاسدہ جاری ہین تو اسکا کیا حال ہی
تو فرمایا کہ یہان تین صورتین ہین جس مال موجود کی نسبت اسکا غالب گمان یہ ہو کہ اسکو ان لوگون
نے ظلم کے ساتھ غیر سے لیا ہی اور بازار مین فروخت کرتے ہین تو اسکو خریدنا نہ چاہیے اگرچہ وہ دست بدست
ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین چند بار خرید فروخت ہوکر پہونچ گیا ہو دوم یہ کہ یون جانے کہ مال حرام
بعینہ قائم ہی لیکن وہ مال غیر سے مختلط ہوگیا ہی اسی طرح کہ اسکی تمیز نہین ہوسکتی ہی تو بنا بر اصل امام اعظم رح کے خلط کیوجہ
سے اسکی ملک مین داخل ہوجائیگا لیکن اُس سے خریدنا نہ چاہیے جبتک کہ وہ اپنے خصم کو عوض دیکر راضی نکرے
اور اگر اُس سے خرید لیا تو کراہت کے ساتھ اسکی ملک مین آجاویگا اور سوم یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب کیا ہوا یا بطور
سود وغیرہ کے لیا ہوا مال عین باقی نہین رہا ہی اور بائع دوسری چیز کو فروخت کرتا ہی تو جو شخص ایسا جانتا ہی
اسکو ایسے بائعون سے خریدنا جائز ہی اور یہ سب جو بیان ہوا فتوی کے واسطے طریقہ بیان ہوا ہی - اور اگر
کسی سے ممکن ہوسکے کہ ان لوگون سے کچھ نہ خریدے تو اولی یہ ہی کہ ان لوگون سے کچھ نہ خریدے اور
شاید یہ بات بلاد عجم مین متعذر نہین ہوسکتی ہی - اور مین نے سُنا کہ بلاد عرب مین ایک خاص بازار ہوتا ہی
جس مین فقط حلال فروخت ہوتا ہی اور ایک بڑا بازار ہوتا ہی جس مین ہر چیز فروخت ہوتی ہی پس جو شخص خریدار
حلال مین سے کچھ خریدنا چاہے تو وہ لوگ اسکے ہاتھ فروخت نہین کرتے ہین الا اُس صورت مین کہ اسکا
مال حلال ہو اور اگر عوام مین سے کسی شخص نے اُنکے ساتھ تجارتی معاملہ کرنا اور اُنکے ساتھ خرید و فروخت
چاہی تو وہ لوگ اسکو حکم کرتے ہین کہ اپنا سب مال صدقہ کردے پھر اسکو زکوۃ کے مال سے دیتے ہین اور کہتے
ہین کہ اس مال سے ہمارے ساتھ تجارت کرے اور اسکا نام کتاب مین لکھ لیتے ہین کہ اسکا اصل مال حلال ہی اسنے
فلان فلان سے زکوۃ کا مال لیا ہی پھر اسکے ساتھ معاملہ کرتے ہین اور فی الجملہ بات یہی ہی کہ بلاد عجم مین طلب حلال
بہت دشوار ہی چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین تو اپنے اوپر یہ لازم کرلے کہ حرام محض کو

چھوڑ دے کیونکہ شبہ سے خالی تو تجھکو کوئی چیز نہ ملے گی یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ زید کا گمان غالب ہے کہ بازار
والون کی بیع کے اکثر معاملات فاسد ہونے سے خالی نہین ہین پس اگر غلبہ حرام[۱] کو ہو تو اسکے خریدنے سے
پرہیز کرے ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے خرید الو بائع نے جو چیز بطور فاسد خریدی تھی وہ اس مشتری کو حلال ہوگی
جب کہ اسکا عقد اخیر صحیح ہو یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی پھر اُسنے بعد خرید کے واپس لی تو جس صورت مین
مخالف عادت و رسم ہووے جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کو مکروہ
جانتے تھے کہ بیع کے وقت کوئی شخص اپنے سلعہ یعنے مال متاع کی تعریف کرے یہ ملتقط مین ہے۔ اور تاجر کے واسطے
مستحب ہے کہ اسکو اسکی تجارت اداے فرائض سے غافل نہ کرے پس جب نماز کا وقت آوے تو تجارت
کو چھوڑ دینا چاہیے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نجس کپڑا بیچنے و بیان نہ کرنے مین مضائقہ
نہین ہے اور اگر اسکا گمان یہ ہو کہ مشتری اس سے نماز پڑھیگا تو مستحب یہ ہے کہ اسکو بیان کردے یہ غرائب مین
ہے نوازل مین ہے کہ شیخ نصیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہودی یا نصرانی یا غلامون کے
بدن کی پُرانی پوستین خریدی اور اسپر کوئی اثر نجاست کا نہین دیکھتا ہے پھر اُسکو اُسنے بغیر دھوئے
ہوئے استعمال کیا تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اسکو یہ گنجایش ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ قاضی خان مین ہے کہ
چڑیا مار سے عصافیر خرید کر اُنکا چھوڑنا جائز ہے بشرطیکہ یہ کہدے کہ جو شخص پکڑلے اسی کی ہین اور چھوڑ کر
اپنے ملک سے باہر نہ کرے اور شیخ برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہین جائز ہے کیونکہ اس مین مال
کا ضائع کرنا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جوسکا استبرا نکرے گا یا جس جگہ جماع
کرنا چاہیے یعنے فرج کے سوا اسے جگہ یعنے دُبر سے جماع کریگا روا ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ ایک
شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکے دودھ ہے پس اُسکو دائی گیری پر اُجرت پر دیا تو اُسکو اختیار رہے گا کہ
اس باندی کو مراجعہ سے فروخت کرے ایک شخص نے ایک باندی فروخت کی پھر مشتری نے خریدنے سے
انکار کیا و بائع کے پاس گواہ نہین ہین تو باندی مذکور سے وطی نہ کرے گا الا اس صورت مین کہ خصومت ترک
کرکے مشتری کی قسم پر راضی ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد کے ایک
باندی خریدی تو مشتری پر اُس سے وطی کرنا حرام نہین ہے لیکن مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے یتیمہ مین ہے
کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر یا گانون والون نے اُن باٹون کو جنسے درم و ریشم تولا
جاتا ہے بڑھا دیا مگر ایسا بڑھایا کہ اور شہرون کے باٹون سے موافق نہ رہے اُنکے برخلاف زیادتی کردی اور
خود باہم ان باٹون سے خرید فروخت کرنے پر دار مدار رکھا مگر بعضے ان گانون والون مین سے اُنکے
موافق ہوگئے اور بعضون نے موافقت نہ کی پس آیا زیادتی کرنے والون کو اس زیادتی کا اختیار ہے تو فرمایا کہ نہین
پھر دریافت کیا گیا کہ اگر سب لوگ اس زیادتی پر جو اور شہرون کے باٹون سے مخالف ہے اتفاق کرلین تو کیا حکم ہے

[۱] اور بنا بر قول صاحبین رحمہ اللہ کے مکروہ ہے ۱۲ م۔ ۵ یعنے زیادہ معاملات حرام ہون اور تھوڑے حلال صحیح ہون ۱۲

فرمایا کہ پھر بھی یہی حکم ہے ایک شخص کو اناج خریدنے کے واسطے وکیل کیا اُس نے شکستہ سو درم کو خرید کر موکل کو
اس سے آگاہ کر دیا مگر موکل نے اسکو درست سو درم دیے پس وکیل نے ان کے عوض شکستہ دراہم خرید کر
سو درم بائع کو دیدیے تو جس قدر زیادتی باقی رہیگی وہ وکیل کو حلال ہے اور اگر بجائے وکیل کے
مضارب ہو تو اُسکو حلال نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور فقیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دس درم کو
ایک کپڑا خریدا اور ایک دانگ کم اسکو دیا تو فرمایا کہ بائع کو قبول کرنا نہ چاہیے جب تک مشتری یہ نہ کہے کہ
تجھے حلال ہے یا تجھے دیا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے گوشت یا مچھلی یا پھلوں میں سے کچھ خریدا اور
مشتری چلا گیا اور اُس نے آنے میں دیر لگائی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائے گی تو بائع کو اختیار
ہے کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے اور دوسرے کو اس سے خریدنا حلال ہوگا اگر ایک شخص بیمار ہوا
اور اُسکے بیٹے یا باپ نے بدون اُسکے حکم کے مریض کی ضرورت کی چیز اُس کے پیسہ سے خرید دی تو جائز ہے
یہ سراجیہ میں ہے۔ اور جلالہ یعنی اونٹنی جسکی پلیدی کھانے کی عادت ہے اور چھوٹی مرغی نر کی بیع جب تک
اُسمیں بدبو باقی ہو مکروہ ہے۔ اور شہاب الدین آلی نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس صاف
بے مٹی ملے گیہوں ہیں پس اُس نے چاہا کہ ہیں فروخت کرے واسطے اس میں اسقدر مٹی ملادوں جیسے عادت کے
موافق گیہوں میں ہوا کرتی ہے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک قسم یہ کہ شخص نے ایک بائع سے ایک
باندی خریدی مگر وہ بائع کے سوائے دوسرے کی ہے یا کپڑا خریدا جو بائع کے سوائے دوسرے کا ہے پھر
مشتری نے اس باندی سے وطی کی یا وہ کپڑا پہنا حالانکہ اسکو اسکا علم نہیں ہے کہ وہ غیر کا ہے پھر معلوم ہوا پس آیا مشتری پر کچھ
گناہ ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جماع کرنا گناہ اور سوم [illegible] ہے لیکن مشتری کے ذمہ سے
گناہ ساقط ہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وطی حلال نہیں دوسری چیز کو [illegible] سے جماع کرنے میں ثواب ملیگا
اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غیر کی منکوحہ ہے فتوی کے [illegible] شوہر ثانی نے اس سے وطی کرلی ہے تو
اس مسئلہ میں بھی اختلاف مذکور واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ لوہے [illegible] یہ ہے کہ [illegible] وغیرہ ایسی چیزوں کی انگوٹھی بیچنا
مکروہ ہے اور کھانے کی مٹی بیچنا مکروہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کسی شہر والے بلاد نے روٹی و گوشت کا بھاؤ مقرر کرلیا اور
یہ بات اس شہر والوں میں شائع ہو گئی پھر ایک شخص نے شہر والوں میں سے ایک درم کی روٹی یا گوشت خریدا اور
بائع نے اسکو بھاؤ سے کم دیا اور مشتری کو یہ معلوم نہیں پھر اسکو معلوم ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ بقدر نقصان کے
واپس لے کیونکہ جو بات معروف ہو وہ مثل مشروط کے ہے اور اگر مشتری اس شہر والوں میں سے نہ
ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ روٹی کا نقصان واپس لے مگر گوشت کا نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ تبیین

میں ہے

ف ۱؎ یعنی جیسے [illegible] کے ساتھ وطی حلال [illegible] مستحب [illegible] ثواب ملتا ہے ویسے ہی بیان ہے ۱۲ منہ ف ۲؎
یعنی نہیں جانتا ہے ۱۲ ف ۳؎ یعنی کول میں بڑھا دیا ۱۲

چھبیسواں باب ۔ اس بیان میں کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہے اور اسکو اسکے دونوں والدین نے یا ایک نے یا ان کے سوائے دوسرے اقارب نے منع کیا یا قرضخواہوں نے روکا یا غلام نکلنا چاہتا ہے اسکو اسکے مولی نے منع کیا یا عورت سفر کرنا چاہتی ہے جسکو اسکے شوہر نے منع کیا بالغ بیٹا اگر ایسا فعل کرنا چاہتا ہو کہ جسمیں دین کی راہ سے ضرر نہیں اور نہ والدین کا کوئی گناہ ہے مگر اسکے والدین اس فعل کو مکروہ جانتے ہیں یعنی برا سمجھتے ہیں تو اجازت لینا ضرور ہے بشرطیکہ اسکو اس فعل کے نکرنے کا چارہ ہو قال المترجم یعنی اگر ایسا فعل ہے کہ ناچار کرنا پڑے تو بلا اجازت بھی کرے گا فافہم ۔ اگر دونوں والدین کے پورے حقوق کی مراعات متعذر ہو مثلاً اس کے ماں میں و باپ میں رنجش ہو کہ ایک کی مراعات سے دوسرا رنجیدہ ہو تو بیٹا امور تعظیم و احترام کی طرف راجع ہیں اُن میں باپ کو ترجیح دے اور جو امور خدمت و انعام کی طرف راجع ہیں ان میں ماں کی رعایت رکھے اور علاء الائمہ حامی سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ احترام میں باپ کو ماں سے مقدم رکھے اور ماں کو خدمت میں مقدم رکھے پس اگر وہ بیت کے اندر بیٹھا ہو اور دونوں اس کے پاس آئے تو باپ کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جاوے اور اگر دونوں نے اس سے پانی طلب کیا اور دونوں میں سے کسی نے خود اس کے ہاتھ سے نہ لیا تو پہلے ماں کو دیدے یہ قنیہ میں ہے ۔ امام محمد رح نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سوائے جہاد کے تجارت یا حج یا عمرہ وغیرہ کے واسطے سفر کرنے کا قصد کیا اور اس کے والدین نے اسکو مکروہ جانا پس اگر دونوں کے ضائع ہونے اور بربادی کا خوف ہو مثلاً دونوں تنگدست ہوں اور دونوں کا نفقہ اسی کے ذمہ ہو اور مال اس کا اسقدر نہیں ہے کہ ان دونوں کا نفقہ بھی دے اور زاد و راحلہ بھی لے تو یہ شخص بدون ان دونوں کی اجازت کے سفر نہیں کر سکتا ہے خواہ اس سفر کرنے والے لڑکے کی نسبت اس سفر میں ہلاکت کا خوف ہو مثلاً دریا میں کشتی پر جانا چاہتا ہے یا سخت سردی میں جنگل میں پڑ کر خشکی کی جانا چاہتا ہے یا اس سفر میں ولد مذکور کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو اور اگر فرزند کو اپنے والدین کے ضائع ہونے کا خوف نہو مثلاً دونوں خوشحال ہوں اور انکا نفقہ اسکے ذمہ نہو پس اگر ایسا سفر ہو کہ اسمیں فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف نہ ہو تو فرزند کو اختیار ہوگا کہ بدون دونوں کی اجازت کے سفر کو چلا جاوے اور اگر ایسا سفر ہو کہ اسمیں فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے نہیں جا سکتا ہے اجازت لیکر جاوے یہ ذخیرہ میں ہے اسیطرح اگر طلب نفقہ کیواسطے پردیس کو جانا چاہا تو بھی ایسا ہی حکم ہے کہ اگر اس سفر میں اسکی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو بمنزلہ سفر تجارت کے ہے اور اگر اسکی ہلاکت کا خوف ہو تو بمنزلہ سفر جہاد کے ہے یہ حکم اسوقت ہے کہ تجارت کیواسطے اسلام کے شہروں میں کسی شہر کو جانا چاہا ہو اور اگر دشمن کے ملک یعنی دار الحرب میں امان لیکر جانا چاہا اور والدین نے اسکے سفر کو مکروہ جانا پس اگر کوئی بات ایسی نہو کہ جسکی وجہ سے اسکی نسبت خوف کیا جاتا ہو اور جن کفار کے ملک میں جانا چاہتا ہے وہ لوگ وفائے عہد میں مشہور ہوں اور فرزند مذکور ایسا شخص ہے کہ اسکے اس سفر میں منفعت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ والدین کے خلاف رائے عمل کرے اور

اگر مسلمانون کے لشکر کے ساتھ دار الحرب مین تجارت کی نیت سے جانا چاہتا ہی اور اُسکے دونون والدین یا
ایک نے اسکو مکروہ جانا اور جس لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہی وہ زبردست بڑا لشکر ہی کہ غالب راے کے موافق
اسپر دشمن کے ضرر کا خوف نہین ہوتا ہی تو بغیر دونون کی اجازت لیے جا سکتا ہے اور اگر غالب راے
مین کافرون کی طرف سے اس لشکر پر غلبہ کا خوف ہو تو بلا اجازت نہ جاوے اسی طرح اگر سریہ یعنی چھوٹا لشکر
کسی سردار کی ماتحتی مین جاتا ہے یا ٹکڑا سوارون کا ہو یا اسکے مثل تو بھی بغیر دونون کی اجازت کے نہین جا سکتا ہی
اسواسطے کہ سرایا مین اکثر ہلاکت کا خوف ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص بدون والدین کی اجازت کے طلب
علم کے واسطے نکلا تو مضائقہ نہین ہی۔ اور ایسی نافرمانی عقوق مین شمار نہین ہی اور بعض نے فرمایا
کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ فرزند ڈاڑھی والا ہوا اور اگر امرد سادہ رو ہو تو باپ کو اختیار ہی کہ اس کو اس
خروج سے منع کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر تعلیم کے واسطے نکلا پس اگر تعلیم و حفاظت
عیال دونون پر قادر ہو تو دونون کا اجتماع افضل ہی اگرچہ بقدر کفایت ہی حاصل ہو ولو حصل مقدار[1] مالابد منہ
الی القیام بامر العیال لا یخرج الخ اور اگر اولاد کا خوف ہو تو تعلیم کے واسطے سفر نہ کرے یہ تاتارخانیہ
مین ینابیع سے منقول ہی۔ اور اگر بحر مین تجارت وغیرہ کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر سفر کا قصد کیا
پس اگر ایسا ہو کہ درصورت کشتی غرق ہونے کے اپنے آپ کو غرق سے (سمندر ۱۲) کسی سبب سے جس سے غرق سے آدمی بچتا
ہے بچا سکے تو اس کو کشتی کی سواری حلال ہے اور اگر اپنے آپکو غرق سے کسی سبب سے جیسے غرق سے آدمی
بچتا ہے نہ بچا سکے تو اسکو کشتی کی سواری حلال نہین ہی اور اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ نے دار الحرب مین امان
لیکر جانیکا مسئلہ قیاس کیا ہی یعنی فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ درصورت مشرکون کے اس کے قتل کا قصد
کرنے کے کسی سبب سے جیسے قتل سے آدمی بچتا ہی اپنے آپ کو قتل سے بچا سکے تو اُسکو دار الحرب مین اسطرح
جانا حلال ہی اور اگر اس سے مشرکون کا قصد قتل دفع نہو سکے تو حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کوئی عورت تین روز
یا زیادہ کا سفر بلا محرم نہ کرے اور تین روز سے کم مین مختلف روایات ہین امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مین مکروہ
جانتا ہون کہ عورت بلا محرم ایک روز کا سفر کرے اور ایسا ہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالی
سے مروی ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ تین روز کے حق مین روایات متفق ہین
اور رہا تین روز سے کم سو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ یہ بہ نسبت تین روز کے خفیف ہی یہ محیط
مین ہی۔ اور شیخ[2] حماد رحمہ نے فرمایا کہ اگر عورت بدون محرم کے صالحین یعنی پرہیزگار لوگون کے ساتھ
سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی۔ اور نابالغ و معتوہ حکم محرم مین نہین ہین اور بالغ عاقل محرم ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور باندی و ام ولد کو اس زمانہ مین بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہی یہ وجیز
کردری مین ہی۔ اور فتوے اسی پر ہی کہ اس زمانہ مین باندی وام ولد کا بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہی یہ سراجیہ

[1] کذا فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲ [2] ابن ابی سلیمان شیخ امام ابی حنیفہ ۱۲

ستائیسواں باب۔ قرض ودین کے بیان مین۔ قرض کے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص درم یا دینار یا کوئی مثلی چیز دے جسکا مثل ثانی الحال مین دے سکے اور دین یہ ہو کہ اُسکے ہاتھ کوئی چیز اجرت معلومہ کے عوض مدت معلومہ کے وعدہ پر فروخت کرے یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ لینا کسی ضروری حاجت کیواسطے کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہو درحالیکہ اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین اسکو ادا کردونگا اور اگر کسی نے اس نیت سے قرضہ لیا کہ ندونگا تو یہ حرام خوری ہو یہ قنیہ مین ہو۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہو تو ناطقی رح نے ذکر کیا کہ ہم کو اُمید ہو کہ اگر اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین ادا کردونگا تو عاقبت مین ماخوذ نہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہو۔ ایک شخص پر دوسرے کا حق ہو مثلاً زید پر عمرو کا حق آتا ہو اور عمرو کہین غائب ہوگیا کہ نہ اُسکا پتہ ٹھکانا معلوم ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ وہ جیتا ہو یا مرگیا تو زید پر یہ واجب نہین ہو کہ شہرون شہرون اُسکو ڈھونڈھے یہ قنیہ مین ہو۔ شیخ نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ سے انکار کیا پس آیا قرضخواہ اُس سے قسم لے یا نہین تو فرمایا کہ اُسکو قسم لینے کا اختیار ہو پھر اگر قرضخواہ طالب مرگیا تو وہ قرضہ وارثون کا ہوگیا پھر اگر قرضدار نے وارثون کو ادا کردیا تو قرضہ سے بری ہوگیا مگر اُسپر درنگی و انکار کا گناہ ہوگا اور اگر نہ ادا کیا تو اُسکا ثواب قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہ ہوگا یہ حاوی مین ہو۔ اور اگر قرضدار انکار کرتا چلا جاتا ہو اسی حالت مین طالب یعنی قرضخواہ مرگیا تو اُسکا ثواب آخرت مین قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا خواہ اُسنے قرضدار سے قسم لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر قرضدار نے پھر قرضہ وارثون کو ادا کردیا تو قرضہ سے بری ہوگیا اور اگر قرضدار اقرار کرتا ہو اور قرضخواہ مرگیا تو اکثر مشائخ نے فرمایا کہ آخرت مین حق خصومت میت کو حاصل نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ میت کو حاصل ہوگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ قرضہ اول کا یعنی میت کا ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر میت کے قرضدارون سے جو میت کا قرضہ اُنپر آتا تھا کسی ظالم نے وصول کرلیا تو میت کے قرضے اُنپر باقی رہینگے یہ ملتقط مین ہو۔ ایک شخص پر لوگون کے غصوب یعنی اموال غصب مین اور مظالم یعنی ایسے اموال ہین جو اُسنے ایسے طور پر حاصل کیے ہین جنکا اُسپر مظلمہ ہو اور جبایات ہین یعنی ناحق لوگون کو تاوان دار کرکے وصول کیے ہین پس اُس نے اللہ تعالیٰ کے حضور مین توبہ کی اور وہاں لوگون کو جنکے اموال اُسپر اس طرح دین ہورہے ہین نہین پہچانتا ہو پس اُس نے اسقدر مال بہ نیت ادا فقیرون کو صدقہ کردیا تو معذور ہوجائیگا اور اگر اسقدر مال والدین و مولودین کے صرف مین کردیا تو بھی معذور ہوگا اسی طرح اگر اُسنے مالون کو حرمت سے پاک کرنا چاہا تو بھی یہی طریقہ ہو۔ ایک شخص پر متفرق لوگون کے حقوق ہین بدین طور کہ اُس نے لینے مین زیادتی کی اور دینے مین کم دیا پھر اُس نے اُن حقوق کی مقدار کو اپنے دل سے انداز کیا اور جسقدر اُسکے دل مین جما اسقدر کے عوض ایک کپڑا جسکی قیمت بھی اسیقدر انداز کی گئی تھی صدقہ کردیا تو عہدہ سے چھوٹ جاویگا اور شیخ مؤلف رح نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی صورتون مین اُسی جنس سے صدقہ کرنا جو اُس پر واجب ہو چھٹکارے کے واسطے شرط نہین ہو کذا فی القنیہ قال المترجم وظنی ان ہذا فیما اذا لم یعرف البحر والنقصان بخصوصہ ایضا فیما وقع فیہ معنی الایمان

کما لایعرف اہل المفقود فلیتامل فیہ۔ ایک شخص مر گیا اور اُسپر قرضہ ہے اور وارث کو حال معلوم نہوا پس اُسنے سب
اُسکی میراث کھالی تو شداد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا اُسکے قرضہ میں ماخوذ نہوگا اور اگر وارث کو مورث کے قرضہ کا
حال معلوم ہوگیا تو اُسپر واجب ہے کہ مورث کے ترکہ سے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اگر جاننے کے بعد بیٹے کو فراموش
ہوگیا تو وہ عاقبت میں ماخوذ نہوگا اسی طرح اگر ودیعت ہو اور وہ بھول گیا یہانتک کہ مر گیا تو بھی عاقبت میں
ماخوذ نہوگا۔ زید کا عمرو پر قرضہ ہے اور دونوں راہ میں چلے جاتے ہیں پس راستے میں چور راہزن لوگ نکلے اور انھوں
نے ان دونوں کے اموال لینے کا قصد کیا پس قرضدار نے اس حالت میں قرضخواہ کا قرضہ دینا چاہا تو بعض مشائخ نے
فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ ادا کرے اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ نہ لیوے اور فقیہ ابو اللیث رح نے
فرمایا کہ میرے نزدیک ایسی حالت میں قرضخواہ کو نہ لینے کا اختیار ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک
شخص قرضہ کے مواخذہ میں قید کیا گیا اور اُسکے قرضے لوگوں پر آتے ہیں تو قاضی اُسکو قید سے نکالے گا
تاکہ وہ لوگوں پر دعوے کرے پھر اگر اُسکو لوگوں سے کچھ حاصل نہو تو قاضی اُسکو دوبارہ قید کرے گا
یہ عنوان القضاۃ میں ہے۔ ایک مسلمان کا نصرانی پر قرضہ آتا ہے پس نصرانی نے شراب نکال کر فروخت کرکے
اُسکے ثمن سے مسلمان قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا تو مسلمان کو لے لینا جائز ہے کیونکہ نصرانی کو شراب بیچنا مباح ہے اور اگر
مسلمان کا دوسرے مسلمان پر قرضہ ہو اور مسلمان قرضدار نے شراب فروخت کرکے اُسکے دام سے کر اس سے
قرضخواہ کا قرضہ دیا تو قرضخواہ کو یہ مال اپنے قرضہ کے ادا میں لینا مکروہ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک
شخص کو ایسے شخص نے جسکو درم کی شناخت ہے عدالی درم اسوجہ سے واپس دیے کہ چونکہ یہ کھوٹے ہیں
میں انکو نہ لونگا تو اب اسکو روا نہیں ہے کہ کھرے درموں کے حقدار کو یہ کھوٹے درم بجائے کھرے درموں
کے دے اور وہ ناداستگی میں لیے لیتا ہے اسواسطے کہ یہ غدر و تلبیس ہے یہ قنیہ میں ہے۔ زاد میں لکھا ہے کہ زید کا
عمرو پر قرضہ آتا ہے اُسنے عمرو سے اپنے قرضہ کے مثل درم لے لیے اور اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالے پھر
اُسکو معلوم ہوا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ نہیں ہے اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ وہ زیوف کے مثل قرضدار کو دیکر اُس سے کھرے درم واپس لے اور جامع صغیر میں امام اعظم رح کا قول امام
محمد رح کا قول بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک شخص کے قرضے لوگوں پر آتے ہیں اور وہ لوگ
غائب ہیں پس قرضخواہ نے کہا کہ میرا جسپر کچھ آتا ہے وہ حلت میں ہے یعنے اُسکو حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو
اختیار باقی رہیگا کہ اُن لوگوں سے اپنا مال جو اُنپر آتا ہے وصول کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی تحلیل
جائز ہے اور وہ لوگ حلت میں ہو جاوینگے جبکہ اُنپر قرضہ ہو اور اگر کوئی معین چیز ہو تو وہ چیز اُنسے لے سکتا ہے
اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو اور اُسنے دوسرے کو بدین شرط بری کیا کہ مجھے خیار ہے تو بری کرنا صحیح ہوگا اور
خیار باطل ہے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے سب قرضداروں کو بری کر دیا اور
زبان سے اُنکے نام بیان نہ کیے اور نہ دل میں اُن سب کی یا کسی ایک کی نیت کی تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا

ف یعنی صاحبین کا یہی بیان کیا ہے ۱۲

کہ ابن مقاتل نے ہمارے علماء سے روایت کی کہ قرضدار لوگ بری نہونگے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضدار حلت میں ہی
تو ابن مقاتل نے کہا کہ ہمارے علماء کے قول کے موافق اُسکے قرضدار لوگ بری نہونگے اسیطرح اگر کہا کہ شہر رے
میں میرا کچھ نہیں ہی پھر دوسرے روز ایک دار کی نسبت جو شہر رے میں واقع ہی یہ دعوی کیا کہ بیس برس سے میرا
ہی تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک اُسکو یہ اختیار ہی اور ابن مقاتل نے کہا کہ میرے نزدیک دونوں مسئلوں میں
اُسکے قرضدار لوگ بری ہوجاوینگے اور اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہی ایک شخص نے حکم دیا
کہ تم لوگ فلان شخص کے بیٹے کو پانچ درم دیدو کیونکہ میں نے اُسکے مال میں سے کچھ کھایا تھا اور اگر ابن فلان یعنے فلان
کا بیٹا نہ پاؤ تو اُسکے وارثوں کو دیدو اور اگر وارثوں کو نہ پاؤ تو اُسکی طرف سے یعنے ابن فلان کیطرف سے صدقہ کر دو پھر ان لوگوں نے
ابن فلان کی بی بی کو پایا اور کسی کو نہ پایا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ عورت اُس سے اپنے مہر کا دعوی کرتی ہو اور
اُسکے سوائے کوئی اور وارث معلوم نہوتا ہو تو مہر میں اُسکو دیدیں اور اگر مہر کا دعوے نہ کرتی ہو بلکہ کہتی ہو کہ ابن فلان
یعنے اُسکے شوہر کے کوئی اولاد نہیں تھی تو اُسکو ان درموں کی چوتھائی ملے گی یہ قنیہ میں ہی اگر کسی نے بقال کے
پاس ایک درم رکھا کہ جو چاہے گا اُس سے لیگا تو یہ مکروہ ہی اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک مرد فقیر کے پاس
ایک درم ہی وہ ڈرتا ہی کہ اگر میرے پاس رہا تو برباد ہوجائیگا یا میں اُسکو اپنی ضرورت میں اُٹھا ڈالونگا لیکن
اور کاموں کی بہ نسبت اُسکو بقال کیطرف حاجت زیادہ ہوتی ہی چنانچہ نمک مصالحہ وغیرہ چیزیں خریدنے کی ضرورت
پڑتی ہی اور اُسکے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ہر وقت جس چیز کی ضرورت پیش آوے اُسکو خریدے پس اُسنے
بقال کو درم دیدیا تاکہ جسوقت جو ضرورت پیش آتی جاوے اُسکو تھوڑا تھوڑا اُسکے حساب سے اُسکی درم میں سے
لیتا جاوے یہاں تک کہ درم پورا ہو جاوے یعنے بمقابلہ پورے درم کے چیزیں لیلے تو یہ فعل مکروہ ہی اسواسطے
کہ اس فعل کا حاصل یہ نکلتا ہی کہ یہ ایسا قرض ہی جس سے نفع حاصل ہوتا ہی پس مکروہ ہوا لیکن اس باب میں حیلہ
یہ ہی کہ جب ایسا قصد ہو تو درم بقال کو ودیعت دیدے پھر اُس سے جو چاہے لیتا جاوے لیکن اگر یہ درم ضائع ہوجاوے
تو بقال پر کچھ واجب نہوگا کیونکہ یہ ودیعت تھا پھر جب بقال سے تھوڑا تھوڑا لیا تو جو اُس نے تھوڑا تھوڑا بمقابلہ
اُس چیز کے جو اُس سے لی ہی دیا ہی اُسکا مالک ہوتا جائیگا پس جو مقصد ہی وہ بلا کراہت حاصل ہو جاوے گا یہ
نہایہ میں ہی تجرید میں لکھا ہی کہ اگر کسی سونار کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک درم وزن کی انگوٹھی اپنے پاس سے
بنادے اور ایک دانگ مزدوری مقرر کی پس اُسنے بنائی تو درم وزن سے زیادہ لینا نہیں جائز ہی یہ تاتارخانیہ میں
ہی قرض مشاع جائز ہی چنانچہ اگر دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ اسکا نصف تیرے پاس آدھے نفع پر
مضاربت پر ہی اور نصف میں نے تجھے قرض دیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری میں ہی سرکہ و مربا و رب و شیرہ انگور و شہد
و تیل و گھی کا قرض لینا پیمانہ سے جائز ہی اور لوہے کا اور اسی طرح تانبے و پیتل کا وزن سے قرض لینا جائز ہی اور
بھلیہ اور کولہیاڑی اور آرہ و نشتر و مٹی کا برتن و شکون ان سب کا قرض لینا نہیں جائز ہی سوت کا وزن سے قرض لینا
جائز ہی اور شیشہ کا قرض لینا نہیں جائز ہی اور گدھیوں سے نوالہ کا قرض لینا نہیں جائز ہی اور رکٹ دا بخیر کا لوکرون کسے

حساب سے قرض لینا نہیں جائز ہے اور ہمارے نزدیک کسی قرض پر میعاد نہیں ثابت ہوتی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے نوازل میں ہے کہ ایک پر قرض تھا اور قرضخواہ اسکو وصول کرنے پر آیا پس قرضدار نے اسکو درہم قرض کے دیے اور کہا کہ انکو پرکھ لے اور وہ طالب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر قرضدار نے کچھ نہ کہا ہو اور طالب نے لے لیا پھر مطلوب کو دیا کہ اسکو پرکھ دے اور وہ تلف ہو گئے تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے

اٹھائیسواں باب۔ ملوک سے ملاقات کرنے اور انکے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور ملوک کے سوائے غیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور مرد کو غیر مرد کا منھ چومنے و اسکے متصلات کے بیان میں۔ ابو اللیث حافظ سے روایت ہے۔ کہ سلاطین کے پاس جانا مکروہ ہے اور وہی فتوے دیتے تھے پھر اس سے رجوع کیا اور فتوے دیا کہ مباح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص کو حاکم امیر نے بلایا اور اس سے چند باتیں دریافت کیں پس اگر وہ ان باتوں میں موافق حق کے کہتا ہے تو اسکی طرف سے برائی پہونچتی ہے تو اس شخص کو نہیں چاہیے کہ خلاف حق بات کہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ اپنے نفس کے قتل یا اتلاف عضو یا اتلاف عضو غیر یا اپنے مال کے اتلاف کا خوف نہو اور اگر ایسا خوف ہو تو خلاف حق کہدینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کے واسطے تواضع حرام ہے یہ ملتقط میں ہے اگر کسی شخص نے سلطان کے واسطے بطور تحیہ کے سجدہ کیا اور اُسکے سامنے زمین چومی تو کافر نہ کہا جائیگا لیکن گنہگار ہوگا کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور یہی مختار ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے سلطان کو بہ نیت عبادت سجدہ کیا یا اُس کے دل میں کچھ نیت نہ تھی تو ضرور کافر ہو گیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر مسلمان سے کہا گیا کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھکو قتل کر دینگے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس مرد مسلمان سے عبادت کا سجدہ کرنے کو کہتے ہیں تو اُس کے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکے حق میں صبر کرنا افضل ہے اور اگر ظالموں نے تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرنے کو کہا ہے عبادت کا سجدہ کرنے کو نہیں کہا ہے تو اُسکے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ عظیم کے سامنے زمین چومنا حرام ہے اور فاعل و راضی دونوں سخت گنہگار ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ علماء و زاہدوں کے سامنے زمین چومنا فعل جہال ہے اور فاعل و راضی دونوں سخت گنہگار ہیں یہ غرائب میں ہے۔ اور سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے یہ تمرتاشی میں ہے اللہ کے غیر کی خدمت کرنا کھڑے ہو کر ہاتھ پکڑ کر اور جھک کر جائز ہے اور سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کیواسطے

ف۱ عظیم بادشاہ حاکم مختار چنانچہ عظیم الروم اور اس لفظ میں اشارہ ہے کہ وہ سلطان و امیر مسلمانوں کا کہ ان رہا اُس پر ایسا لفظ اطلاق کیا جائے جو کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے ۱۲ منہ ف۲ یعنی شرع سے جاہلوں کا کام ہے اور کرنے والا اور اس کام پر رضامند خواہ عالم ہو یا صوفی ہو دونوں گنہگار ہیں ۱۲ م ف۳ یعنی ایسی عاجزی جو جناب باری تعالیٰ کے لائق ہے یا مراد یہ کہ تواضع پر مجبور نہیں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو نہ غیر کیوجہ سے ۱۲ م ف۴ یعنے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کی نیت کرے اور ظاہر میں ان مردود کے دکھانے کو ایسا کرے ۱۲ ف۵

نہین جائز ہی یہ غرائب مین ہی رہا کلام ہاتھ کو بوسہ دینے مین سو اگر اُسنے اپنے ہاتھ کو غیر کے واسطے چوما تو مکروہ ہی اور اگر غیر کا ہاتھ چوما پس اگر عالم یا سلطان عادل کے ہاتھ کو بوجہ اُسکے علم و عدل کے بوسہ دیا تو مضائقہ نہین ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی اور اگر سوائے عالم و سلطان عادل کے کسی مسلمان کا ہاتھ چوما پس اگر اس سے مسلمان کی تعظیم و اکرام مقصود ہو تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اس سے عبادت مقصود ہو یا یہ غرض ہو کہ دنیاوی مال و متاع کچھ اس سے مل جائیگا تو مکروہ ہی اور شیخ صدر الشہید رہ اس فصل مین بلا تفصیل کراہت[ا] کا فتوی دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ عالم و سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہی اور ان دونون کے سوائے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی کسی عالم یا زاہد سے یہ درخواست کی کہ اپنا قدم بڑھا دے تاکہ اسکو بوسہ دے تو یہ رخصت نہین ہی اور نہ وہ شخص اس بات کو قبول کرے یہ بعض کے نزدیک ہی اور بعض کے نزدیک یہ درخواست قبول کرے اسی طرح اگر اُسنے اُسکا سر یا ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی تو بھی یہی حکم ہی یہ غرائب مین ہی اور اپنے دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا جیسا جہال[۲] لوگ کیا کرتے ہین یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی رہا کلام منھ چومنے مین سو فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد دوسرے مرد کا جو فقیہ یا عالم یا زاہد ہو منھ چومے بغرض اعزاز دین تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر ایک مرد دوسرے مرد کا منھ یا پیشانی یا سر چومے تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم ہذا ہو المختار اور امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک یہ مکروہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منھ کو یا ہاتھ کو یا کسی جگہ کو بوسہ دے اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ تقبیل[۳] و معانقہ ازار[۴] واحد مین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر معانقہ قمیص یا جبہ کے اوپر سے ہو یا منھ چومنا بطور بر ہو نہ از راہ شہوت تو سب کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر لقا[۵] یا وداع کے وقت ایک عورت دوسری عورت کا منھ یا گال چومے تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک بوڑھا سفر سے آیا اور اُسنے اپنی بہن کا جو بوڑھی ہی بوسہ دینا چاہا تو فرمایا کہ اگر اسکو اپنے نفس پر خوف ہو تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی ایسا ہی خلف رہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہی یہ حاوی مین ہی۔ فقیہ ابو اللیث رہ نے ذکر کیا ہی کہ بوسہ دینا پانچ طرح کا ہوتا ہی بوسہ رحمت جیسے باپ اپنے بچہ کو بوسہ دے و بوسہ تحیت جیسے بعض مومن بعض مومن کو بوسہ دے و بوسہ شفقت جیسے بچہ اپنے باپ کو بوسہ دے و بوسہ مودت جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے و بوسہ شہوت جیسے مرد اپنی عورت یا اپنی باندی کو بوسہ دے اور بعض نے ایک بوسہ اور بڑھایا ہی یعنی بوسہ دیانت یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا یہ تبیین مین ہی ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کو جو پانچ یا چھہ برس کی ہی شہوت سے بوسہ دیا تو شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ

[ا] یعنے ہاتھ چومنا مطلقاً مکروہ ہی ۱۲ [۲] سخت جاہل لوگ ۱۲ [۳] تقبیل منھ چومنا اور معانقہ گلے لپٹنا اور ازار واحد یعنی فقط ایک لنگی یا پائجامہ پہنے ہو ۱۲ منہ [۴] یعنے شرعاً اجازت نہین ہی ۱۲ [۵] ملنا یا رخصت کرنے ۱۲

لڑکی اُس کے باپ پر حرام نہین ہو جائیگی کیونکہ وہ مشتہات نہین ہی اور اس پسر نے اگر اسکو مشتہات تصور کر لیا تو اسپر لحاظ نہ کیا جائیگا اور اگر اُس کے باپ کی جورو اسقدر بڈھی ہو کہ حد شہوت سے خارج ہو گئی ہو اور اس پسر نے اسکو شہوت سے بوسہ دیا تو وہ اس کے باپ پر حرام ہو جائیگی یہ حاوی مین ہی۔ اور مصافحہ جائز ہی اور مصافحہ کا سنت طریقہ یہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے دونون ہاتھون مین اپنے دونون ہاتھ رکھے اور درمیان مین کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہووے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔

انتیسوان باب اشیاء مشترکہ سے نفع لینے کے بیان مین۔ امام محمدرح نے شروط الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شریک غائب ہو اور دوسرے نے چاہا کہ اسمین کسی شخص کو رکھے یا کسی کو کرایہ پر دیدے تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی یعنے ازراہ دیانت اسکو یہ روا نہین ہی اور حکم قضا مین اسکو ممانعت نہ کیجائیگی پس اگر اُسنے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو دوسرے شریک کا حصہ دیکھا جائیگا کہ اسمین سے کسقدر ہی پس اسقدر حصہ اگر شریک مذکور کو کسی طور سے دے سکتا ہی تو دیدے ورنہ صدقہ کردے اور اسکا حال مثل غاصب کے ہوگا کہ اگر غاصب نے غصب کرکے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو اسکو صدقہ کریگا یا مغصوب منہ کو دیدیگا اور جسقدر کرایہ خاص شریک مذکور کے حصہ مین آیا ہی وہ اسکو حلال ہی یہ اسوقت ہی کہ اُسنے دوسرے کو بسایا ہو اور اگر خود اُسمین رہا درحالیکہ اسکا شریک غائب ہی تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی یعنے ازراہ دیانت اسکو یہ اختیار نہین ہی جیسا کہ دوسرے کو بسانے مین ہی اور استحسانًا اسکو یہ اختیار ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون مین سے ایک غائب ہو تو حاضر کو گنجائش ہی کہ بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور پورے دار مین سکونت کرے اسی طرح اگر ایک خادم دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک غائب ہو گیا تو حاضر کو اختیار ہی کہ بقدر اپنے حصہ کے خادم سے خدمت لے اور اگر دابہ ہو یعنے سواری کا جانور ہو تو حاضر اسپر سواری نہین لے سکتا ہے اور اجارات النوازل مین محمد بن مقاتل سے روایت ہی کہ شریک حاضر دار مین سے بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور امام محمدؒ سے مروی ہی کہ حاضر کو اختیار ہی کہ اگر بشرط عدم[۱] سکونت دار مذکور کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو پورے دار مین سکونت کرے اور ابن ابی مالکؒ نے امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ زمین مشترک کی صورت مین حاضر کو بقدر اپنے حصہ کے زراعت کرنے کا اختیار نہین ہی اور دار کی صورت مین اختیار ہی اور نوادر ہشام مین یون مذکور ہی کہ اسکو دونون صورتون مین یہ اختیار ہی یہ محیط مین ہی اگر ایک دابہ یعنے چوپایا دو شخصون مین مشترک ہو اسکو ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے سواری یا اسباب لادنے کے کام مین لایا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ صغرے مین ہی اور اگر ایک دار ایک قوم مین مشترک ہو تو بعض کو اختیار ہی کہ اسمین

---

[۱] یعنے یہ خوف ہو کہ اگر اسمین کوئی نہ رہیگا تو وہ گر کر خراب کھنڈل ہو جائیگا ۱۲ منہ

اپنا چوپایہ باندھے اور اُسمیں وضو کرے اور اُسمیں اپنی لکڑیاں رکھے اور اگر اس سے کوئی شخص مر گیا تو وہ ضامن
نہوگا اور شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت شریکوں کے اُسمیں کنواں کھودے یا عمارت بنالیوے اور اگر
بنائی یا کنواں کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور عمارت توڑ لینے کا حکم دیا جائے گا یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔
شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چاہا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کی طرف
اپنی ملک میں بسبب ضرورت کے دیوار پھوڑ کر ایک دروازہ لگائے تو فرمایا کہ قاضی اس میں یہ لحاظ
کرے گا کہ اگر اہل کوچہ کو کچھ ضرر نہ پہونچتا ہو اور اُسنے یہ دروازہ مضبوط لگایا ہو جیسے کہ مثل دیوار کے ہو گیا
تو اُسکو منع نہ کرے گا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر بنا ظلہ بنانا چاہا یعنی چھتا بنانا چاہا
اور اس میں عوام کا کچھ ضرر نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں
سے ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ منع کرے اور دور کرے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایک
کو ممانعت کا اختیار ہے دور کرنے کا اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
کسی کو دور کرانے اور گرانے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُس نے کوچہ غیر نافذہ میں نیا چھتا ایجاد کیا
تو ہمارے نزدیک اسمیں ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ شریکوں کی اجازت معتبر ہے اور
آیا عام راستہ پر چھتا بنانا مباح ہے سو فقیہ ابو جعفر طحاوی نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہوگا بشرطیکہ
کسی کی خصومت کرنے سے پہلے اُسنے ایجاد کیا ہو اور اگر کسی نے خصومت کی پھر بھی اُسنے بنایا تو بنانا مباح
نہیں ہے اور نہ اُس سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے اور اگر چھوڑ رکھا تو گنہگار ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انتفاع مباح ہے بشرطیکہ اس سے عام مسلمانوں کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ محیط میں ہے
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی دیوار پر کہگل لگا کر مسلمانوں کی
ہوا کو شاغل کر دیا تو قیاساً یہ ہے کہ اسکو دور کرا دیا جاوے اور استحساناً دور نہ کرائی جاوے اور اپنے
حال پر چھوڑ دی جاوے گی۔ اور نصر بن محمد مروزی تلمیذ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے
کہ جب وہ اپنی دیوار کو جو جانب کوچہ ہوتی کہگل کراتے تو اُسکو کھرچ کر کہگل لگاتے تھے تاکہ ہوا میں
سے کچھ نہ لے اور شیخ نصیر بن یحییٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہتیر کوچہ سے خارج ہے یا
شریک کی دیوار پر رکھا ہے اور اُسنے چاہا کہ اُسکو اُکھاڑے یا قطع کرے تو فرمایا کہ اگر کوچہ نافذہ ہو تو اُسکو یہ اختیار
ہے کہ اُکھاڑ لے اور جب اُکھاڑ دیا تو پھر اُسکو اسی طرح بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی اور شہتیر والے کو اُسکے برقرار
رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر کوچہ غیر نافذہ ہو پس اگر شہتیر کی یہ صورت قدیمی ہو تو اسکے مالک کو حق القرار
حاصل ہوگا اور شریک کو اُسکے اُکھاڑنے کا استحقاق نہوگا اور اگر اُسنے توڑ دیا تو اُسکو دوبارہ بنا دینے کی اجازت دیجائیگی

ف۱ یعنے جو راہ عام لوگوں کی گذرگاہ ہے اور خالی فضا ہے جس سے یہ لوگ گذرتے ہیں پس بقدر عوض چھتے [illegible]
کے کم کر دیا فافہم ۱۲ م ف۲ یعنے اس خالی چوکھران میں سے جو راستہ گاہ ہے ۱۲ منہ

اور اگر قدیمی نہو تو اُس کے مالک کو توڑ لینے کا استحقاق ہے اور جب اُسنے اُکھاڑ لیا تو دوبارہ بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی یہ
تاتارخانیہ مین ہے منتقی مین تحریر ہے کہ اگر عام راستہ پر پاخانہ یا چھتا بنانا چاہا تو مین اس سے اُسکو منع کرونگا اور اگر اُسنے
بنا لیا پھر لوگون نے نالش دائر کی تو مین اسمین غور کرونگا پس اگر اسمین ضرر ہوگا تو حکم کرونگا کہ اسکو توڑ دے
اور اگر اسمین ضرر نہوگا تو اپنے حال پر چھوڑ دونگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے پاخانہ اپنے احاطہ
مکان سے خارج رکھا داخل دار نکیا اور اسمین ضرر کچھ نہیں ہے تو چھوڑ دونگا اور اگر اُس نے دار مین داخل
کیا تو اس سے منع کیا جائیگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ مین ایک شخص کا چھتا ہو
تو اہل کوچہ کو اُسکے ڈھا دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ کسکی بنیاد کیا ہوئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ راستے
کوچہ ہوجانے کے بعد بنا لیا ہے تو منہدم کیا جا سکتا ہے اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو دونون صورتون مین منہدم
کیا جاسکتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہین کہ اگر اسمین ضرر ہوگا تو منہدم کیا جائے گا
ورنہ نہیں اور حاصل یہ ہے کہ جو چھتا عام راستہ پر واقع ہو پس اگر اسکا حال دریافت نہو تو بنا بر قول امام محمد
رحمہ اللہ تعالے کے وہ جدید قرار دیا جائے گا حتے کہ امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ اُسکو دور کرا دے
اور جو کوچہ غیر نافذہ مین ہو اور اُسکا حال دریافت نہو تو وہ قدیمی قرار دیا جائے گا حتی کہ کوئی شخص اُسکو
دور نہیں کر سکتا ہے۔ اور شیخ الاسلام یعنے خواہرزادہ نے فرمایا کہ کوچہ غیر نافذہ مین ایسے حکم کی تاویل یون
ہے کہ ایک دار یا اراضی مین ایک قوم کے درمیان مشترک ہو جنمین ان لوگون نے اپنے اپنے رہنے کے گھر و حجرے بنا لیے
اور ایک کوچہ اپنی آمد و رفت کا چھوڑ دیا حتی کہ وہ راستہ اُنکی ملک رہا تو یہ حکم ہے اور اگر در اصل کوچہ احاطہ کیا گیا
ہو مثلاً اُن لوگون نے دار بنایا اور یہ راستہ آمد و رفت کیواسطے چھوڑ دیا تو ایسے راستہ پر چھتا واقع ہونے کا وہی
حکم ہے جو عام راستہ پر چھتا واقع ہونے کا حکم ہے۔ اور شیخ الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اُنھون نے فرمایا
کہ کوچہ خاص اُسکو کہتے ہین کہ جسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد معلوم ہو اور اگر اسمین اتنے لوگ ہون
جنکی تعداد بطور احصار معلوم نہین ہے تو وہ کوچہ عامہ ہے پس ایسے کوچہ مین جو چھتا ہو اُسکا حکم وہی ہے جو
عام راستہ پر چھتا ہونے کا حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کوچہ غیر نافذہ کے
وسط مین ایک گھورا ہے پس اہل کوچہ مین سے کسی ایک نے چاہا کہ اپنا پاخانہ دور کر کے اُسکو اس گھورے
پر منتقل کرے حالانکہ اس سے پڑوسیون کو ایذا پہونچتی ہے تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اختیار ہے کہ شخص مذکور کو اس سے
منع کرین اور اسی طرح ہر ایسی بات سے جس سے اُنکو سخت ایذا پہونچتی ہے منع کر سکتے ہین یہ حاوی مین ہے۔
ایک شخص نے ایک کوچہ نافذہ مین پڑوسیون کی رضامندی سے پاخانہ بنانا چاہا پھر ہنوز اسکی عمارت تمام
نہوئی تھی کہ پڑوسیون نے اُسکو ممانعت کی حالانکہ اسمین اُنکا کوئی کھلا ضرر نہیں ہے تو اُنکو یہ اختیار ہے کہ منع کرین
یہ غرائب مین ہے۔ فتاوے ابو اللیث رحمہ اللہ مین ہے کہ ایک شخص نے کوچہ غیر نافذہ مین اپنے دار کے دروازہ
پر مربط بنایا جسمین اپنا چوپایہ باندھا کرتا تھا تو اہل کوچہ مین سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ اُسکا یہ مربط توڑ دے

مگر اُسکو دروازہ پر چوپایہ باندھنے سے منع نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ جب کوچہ غیر نافذہ ہی تو ایسا ہی ہے جیسا ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہی کہ ہر ایک کو اُسکے نصف مین سکونت رکھنے کا اختیار ہی مگر کچھ عمارت بنانے یا کنوان کھودنے کا اختیار نہین ہی اور مربط بنانا عمارت بنانے مین سے ہی اور دروازہ پر چوپایہ باندھنا از قبیل سکونت ہی اور ہمارے ملک مین یہ رسم ہی کہ اپنے گھرون کے دروازون پر جانور چوپایہ باندھتے ہین۔ اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو بشرط سلامت ہر ایک کو اپنے دروازہ پر اپنا چوپایہ باندھنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا بیت جو ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی اور بیت مذکور کا جناح بھی ہی منہدم کر دیا تو اُسکو اختیار ہی کہ جیسا تھا ویسا ہی بنالے اور پڑوسی اُسکو منع نہین کرسکتے ہین بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو ہر ایک کو اُس جناح کے توڑ دینے کا اختیار ہی اگرچہ قدیمی ہو اور قدیم و جدید کا فرق فقط کوچہ غیر نافذہ مین ہوتا ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنا بیت منہدم کر دیا اور بنایا نہین حالانکہ پڑوسیون کو اس سے ضرر ہوتا ہی پس اگر شخص مذکور کو وسعت ہو اپنے بنانے پر قادر ہو تو پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار ہی اور مختار یہ ہی کہ پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بڑا دار جس کا پرنالہ ایک جگہ گرتا تھا وہ ایک جماعت کے ہاتھ شرکت مین فروخت کیا گیا پھر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ دار مذکور علیحدہ کرکے ہر ایک نے اپنا پرنالہ اسی جگہ پر گرایا جہان مشترک کا پرنالہ گرتا تھا پس اُس منہرہ پر بہت سے پرنالے گرنے لگے پس آیا پڑوسیون کو اس سے منع کرنے کا اختیار ہی تو ہمارے زمانہ کے بعضے مفتیون نے یہ فتوی دیا تھا کہ اُنکو ممانعت کا اختیار نہین جیسا کہ اگر بائع نے اُس مین لوگون کی جماعت کو بسایا یا جیسے ایک شخص سے ایک جماعت نے ایک دار خرید کر اسمین سکونت اختیار کی اور ان سب لوگون کے استعمال کا پانی اُسکے پرنالہ سے بہا تو پڑوسی منع نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ بہت سے پرنالہ ہوجانے سے سوائے اسکے کہ پانی کی کثرت ہو اور کچھ ضرر نہین ہی اور پانی کی کثرت سے ممانعت نہین ہوسکتی ہی یا جیسے اگر کوچہ غیر نافذہ مین اپنا دار ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کیا تو اہل کوچہ اُسکو منع نہین کرسکتے ہین اگرچہ اہل کوچہ کو یہ ضرر لازم آتا ہی کہ راستہ مشترکہ مین گذرنے والون کی کثرت ہوگئی۔ پھر یہ فتوے اور جواب ہمارے شیخ نجم الائمہ حلیمی کے پاس آیا پس اُنھون نے توقف فرمایا اور اپنے شاگردون و ہم عصرون سے چند روز تک بحث کی پھر اُنکی یہ رائے قرار پائی کہ پڑوسی اُسکو منع کرسکتے ہین بخلاف مثالون مذکورہ کے کہ ان مین ضرر لازمی و دائمی نہین ہی اور صورت مذکورہ اسکے برخلاف ہی اور رشد الدین سے مروی ہی کہ ایک شخص نے عام نہر مسلمانون کے نفع کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین اپنے فناے دار مین ایک درخت جمایا اور اس کوچہ مین سوائے اسکے اور بھی درخت ہین پھر اہل کوچہ مین سے ایک نے یہ چاہا کہ اسکو اکھاڑ دے اور دوسرے درختون سے تعرض نہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسیطرح اگر جناح جو جادۂ راستہ مین دار سے باہر نکلا ہوا

ہیں اُسکے توڑنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر مرد محتسب ہو کہ ان سب چیزون سے تعرض کرے تو حکم ایسا نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فقیہ ابو نصر رحمہ نے فرمایا کہ اگر عام نہر کے کنارے ایک درخت جمایا جو آنے جانے والون کے حق مین کچھ مضر نہین ہی تو اسکو مباح ہی اور مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ اُس سے مواخذہ کرے کہ اسکو دور کر دے اور اگر اسنے وقف کر دیا تو وقف ہو جائیگا اور ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق اسکو یہ اختیار نہین ہی اور محمد بن سلمہ رحمہ سے منقول ہی کہ انھون نے اپنے دروازہ پر دوکان اور اپنے چوپایہ کا مربط بنایا پس شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس بارہ مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ مین اسکو راہ صواب سے دور نہین جانتا ہون کذا فی المحیط اور فتاوے قاضی خان مین ایسی صورت مین یہ حکم لکھا ہی کہ بنانے والے کو ایسا اختیار نہین ہی یعنی جائز نہین ہی ۱۲ انتہی اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دروازہ کے نہر کے کنارے درخت جمائے یعنی نا جائز ہے ۱۲ اور ان درخت و اُسکے درمیان جادہ راستہ ہی پس یہ مکروہ ہی فرمایا کہ اگر یہ درخت نہر کو یا اہل نہر کو ضرر نہ پہونچاتے ہون تو مجھے امید ہی کہ لگانے والے کو لگانے مین گنجائش ہی اور جو شخص اسکی موت کے بعد وارث ہو وہ ان درختون کے حق مین بجائے میت کے قرار دیا جائیگا یہ حاوی مین ہی یعنی جائز ہے ۱۲۔ نوازل مین ہی کہ ایک شخص نے نہر عام کے کنارے درخت لگایا پھر ایک شخص جو اس نہر مین شریک نہین ہی آیا اور اُسنے درخت لگانے والے سے اس درخت کے اُکھاڑ لینے کا مواخذہ کیا پس اگر درخت مذکور اکثر لوگون کو ضرر دیتا ہو تو اسکو مواخذہ کا اختیار ہی مگر اولے یہ ہی کہ یہ بات حاکم کے سامنے دائر کرے تاکہ حاکم اسکو اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر خاک یا کیچڑ مسلمانون کے عام راستہ سے اُٹھائی تو کیچڑ کے دنون مین جائز ہی بلکہ اولی ہی اور جب کیچڑ کے دن نہون اور یہ خاک و مٹی مثل زمین کے نہو یعنے ضرر دیتی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر زمین کے مثل ہو اور اُٹھانے والے کو اُسکے کھودنے کی ضرورت پڑے پس اگر راہ چلنے والون کو مضرت پہونچے تو اسکو یہ روا نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ بیچ راستہ سے کیچڑ یا نہر عام کے کنارے سے مٹی لے لینا نہین جائز ہی کیونکہ وہ عام لوگون کا حق ہی لیکن والی کی اجازت سے روا ہی اور نوازل مین ہی کہ اگر اس مین راستہ خراب نہوتا ہو تو اُٹھا لینے مین مضائقہ نہین ہی اور والی کی اجازت کا ذکر نہین کیا کذا فی القنیہ۔ امام وقت ۱۲ اور شیخ ابو بکر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک زقیقہ غیر نافذہ مین مٹی سانی تو فرمایا کہ اگر راستہ مین تنا چھوڑ دیا کہ لوگون کی آمد و رفت ہو سکے اور جلدی اسکو اُٹھا لیتا ہی اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہی تو اسکو منع نہ کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہ زقیقہ غیر نافذہ مین مثل مربط و دوکان و شیرہ بنانے کے واسطے مٹی سانا جائز رکھتے تھے یہ حاوی مین ہی شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ شہر پناہ کی دیوار کی مٹی کا حکم کیا ہی فرمایا کہ اسکا اُٹھا لیجانا جائز نہین ہی پھر پوچھا گیا کہ اگر دیوار مین سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ پڑا جسکی کچھ احتیاج نہین ہی فرمایا کہ اسکا اُٹھا لیجانا مضائقہ نہین رکھتا ہی یہ غرائب مین ہی۔ ایک سبیل کی حوض ہی اُس سے ایک شخص نے پانی کی مشک بھری تو اسکو یہ نہ چاہیے کہ حوض مذکور کے کنارے رکھے اور اگر ایسا کیا اور حوض کے کنارے مین نقصان پہونچا تو وہ۔

شخص ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ۔

تیسواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔ ایک شخص کی جورو فاسق یعنے بدکار ہے کہ جھڑکنے سے باز نہیں آتی ہے تو اُسکا طلاق دیدینا واجب نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر مرد نے اپنی عورت کے منھ میں اپنا آلۂ تناسل داخل کر دیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ مکروہ ہے اور بعض نے اسکے برخلاف کہا ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت اپنے خاوند کی باندی یا غیر کی باندی کو مارتی ہے اور سمجھانے سے نہیں مانتی ہے تو اُس مرد کو عورت مذکورہ کے مارنے کا اختیار ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا شافعیہ مذہب کی عورت کو یہ اختیار ہے کہ حیض سے گیارھویں دن اپنے شوہر کو جو حنفی مذہب ہے اپنے آپ سے وطی کرنے دے تو فرمایا کہ فتوے دینے والا اپنے مذہب کے موافق فتوے دیگا جو شخص فتوے مانگتا ہے اُس کے مذہب کے موافق نہ دے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک باندی مرض الموت میں بیمار ہوئی تو اُسکا آزاد کر دینا اولے ہے تاکہ آزاد مرے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو اُسکے حق میں یہ بات مکروہ ہے لیکن اگر اس دودھ پینے بچے کے مرجانے کا خوف کرتی ہو تو ایسا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے حرام چیز مثل شراب وغیرہ کے دوسرے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی پس اگر ایسے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی ہے جو اُسکے حرام ہونے کا معتقد ہے مثلاً مسلمان کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کے واسطے رکھے جو اباحت کا معتقد ہے مثلاً کافر کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر سرکہ بنانے کے واسطے اپنے گھر میں شراب رکھ چھوڑی تو جائز ہے گنہگار[1] نہوگا۔ اور اگر طبلہ طنبور وغیرہ ان معازف وملاہی کی چیزوں میں سے کوئی رکھی تو مکروہ ہے گنہگار ہوگا اگرچہ اُنکو استعمال نہ کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ترکوں وامراء وغیرہ میں سے چند لوگ ایک مجلس فسق وفساد میں مجتمع ہوئے اور شیخ الاسلام نے اُنکو فعل منکر سے منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے پھر محتسب اور سید امام اجل کے دروازے سے چند لوگ اسواسطے گئے کہ اُنکو متفرق کرکے اُنکی شراب بہا دیں اور فقہاء کی ایک جماعت کو ساتھ لے گئے پھر کچھ شراب پاکر بہا دی اور بعض مٹکوں میں سرکہ کرنیکے واسطے نمک ڈالا پھر شیخ کو اسکی خبر دیگئی تو فرمایا کہ کچھ شراب نہ چھوڑو سب بہا دو اور خم توڑ ڈالو اور باقی شراب بھی بہا دو اگرچہ اسمیں نمک ڈالا گیا ہے اور فرمایا کہ عیون المسائل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے محتسبانہ مسلمانوں کی شراب بہا دی اور اُنکے خم شراب توڑ ڈالے اور مشکیزہ جسمیں شراب تھی پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہیں ہے اسیطرح اگر ذمیوں نے شراب کو مسلمانوں میں ظاہر کیا اور کسی نے بطور امر بالمعروف کے ذمیوں کی شراب بہا دی و شراب کے خم توڑ ڈالے اور مشکیزہ پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں یتیمہ سے منقول ہے اور بوڑھے جاہل کو چاہیے

---

[1] یہ ہمارے نزدیک ہے اور دوسروں کے نزدیک گنہگار رہیگا اور ایسا کرنا بھی نہیں چاہئے ہے ۱۲

کہ نوجوان عالم کے آگے چلنے و بیٹھنے و کلام میں پیشقدمی کرے یہ سراجیہ میں ہے اور نوجوان عالم بوڑھے
غیر عالم سے اور عالم شخص غیر عالم قریشی سے پیشقدم ہوگا ورنہ ندویسی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا
شاگرد پر دونوں برابر یکسان ہیں یعنے جاہل کو نچاہیے کہ عالم کے سامنے گفتگو میں پیشقدمی کرے اور مجلس میں
اسکی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ اسوقت غائب ہو اور اسکی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اسکے آگے نہو اور شوہر کا حق جورو پر
اس سے بھی بڑھکر ہے اور عورت اپنے خاوند کے مباح فعل میں جسکے کرنے کا خاوند اسکو حکم کرے تابعداری کرے اور اپنی ذات پر
شوہر کے منافع مقدم کرلے یہ وجیز کردری میں ہے۔ نجم الائمہ حلیمی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دار وقف میں جسکو اجارہ
پر لیا ہے پائخانہ بنایا اور اسمیں روشندان رکھا اور پڑوسی مقابل کہتا ہے کہ جب ہم لوگ اپنی چھت پر یا پائخانہ یا دروازہ
میں ہوتے ہیں تو اسکے شاگرد لوگ ہمکو جھانکتے ہیں پس یہ روشندان بند کرا دے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور ایک
شخص نے اپنی زمین میں جوار بوئی اور اسکے اکھاڑنے میں پڑوس والے کھلا ضرر اٹھاتے ہیں تو انکو اسکے ممانعت
کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ شاعب[2] جو راہ میں بنی ہوئی ہیں انکی نسبت کسی کو خصومت کرنیکا اور انکے
دور کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور ربض[3] شہر کی مٹی اٹھالیجانا کسی کو روا نہیں
ہے کیونکہ وہ حصن ہے اور اس سے عام کا حق متعلق ہے ہاں اگر دیوار شہر کی گرے اور اسکی کچھ حاجت نہو تو اٹھالیجانا
جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور تجنیس ملتقط میں ہے کہ امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی چھت اور اسکے پڑوسی
کی چھت برابر ہو اور چھت پر چڑھنے میں پڑوسی کے گھر میں نظر پڑتی ہو تو پڑوسی کو اختیار ہے کہ جبتک وہ اپنی
چھت پر پردہ نہ بنادے تب تک اسکو چھت پر چڑھنے سے منع کرے اور اگر نظر پڑوسی کے گھر میں نہ پڑتی ہو
لیکن اگر پڑوسی لوگ چھت پر ہوں تو انپر نظر پڑتی ہو تو پڑوسی اسکو چھت پر چڑھنے سے منع نہیں کرسکتا ہے
اور امام ناصر الدین نے فرمایا کہ یہ ایکطرح کا استحسان ہے اور قیاس یہ حکم ہے کہ وہ اس فعل سے منع کیا جاوے گا
یہ ذخیرہ میں ہے۔ تتمہ میں ہے کہ میں نے شیخ ابو حامد رہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے کھیت کی
زمین اونچی ہے پس اسکو روا ہے کہ نہر کو کھول کر ایک روز یا آدھا روز پانی بہاکر اپنی زمین سیراب کرے
اگرچہ نیچے والے لوگ راضی نہوں یعنے نہر کے بہاؤ پر اس شخص کی زمین سے جو لوگ نیچے کی طرف
ہیں وہ راضی نہوں تو فرمایا کہ ہاں اور ایسی ہی شیخ حمیر الوبری رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے ایک شخص راستہ میں جاتا تھا راہ میں پانی تھا پس اسکو راہ نہ ملی سوائے ایک شخص غیر کی
زمین میں کہ اسمیں ہوکر راہ تھی تو اس زمین میں ہوکر چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور فتاوے
اہل سمرقند میں غیر کی زمین میں ہوکر گذر جانے کے مسئلہ میں تفصیل مذکور ہے یعنے اگر زمین غیر میں چہار دیواری یا کوئی اور
چیز حائل ہو تو اسمیں سے ہوکر نہ گذرے اور اگر چہار دیواری نہو تو اسمیں ہوکر گذرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور
حاصل یہ ہے کہ اس باب میں لوگوں کی عادت کا اعتبار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے

[1] کذا فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲ [2] مثاعب پانی بہنے کی نالیاں ۱۲ [3] ربض دیوار گرد شہر یعنے شہر پناہ خام ۱۲

غیر کی زمین مین ہوکر گذرنا چاہا پس اگر سوائے اسکے دوسری راہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہوکر نہ گذرے اور اگر
نہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہوکر گذر سکتا ہے جبتک کہ مالک اُسکو منع نہ کرے اور جب منع کرے تو نہین گذر سکتا ہے اور یہ حکم
اکیلے آدمی کے حق مین ہے اور اگر ایک جماعت ہو تو یہ لوگ بدون اُس شخص غیر یعنے مالک زمین کی رضامندی کے
اُسکی زمین سے ہرگز نہین گذر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے فتاوی مین ہے کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا
کہ جو راستہ نیا بنا لیا گیا ہو تو ہمین چلنا کیسا ہے تو فرمایا کہ اگر صاحب ملک نے اسکو نکالا ہو تو ہمین چلنا جائز ہے جبتک
یہ ظاہر نہو کہ یہ غصب ہے اور شیخ ابوبکر رہ نے فرمایا کہ شاذان بن ابراہیم بازار قطانین مین گذرتے تھے اور کوچہ
اصفہانیہ کے سرے پر اپنا حجر باندھتے تھے اور ایسا ہی شیخ نصیر کرتے تھے اور شیخ ابوبکر رہ نے فرمایا کہ اکثر میری
راہ یہی ہے اور مین اُسکی آمدورفت مین مضائقہ نہین جانتا ہون اور فقیہ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس کوچہ کے
لوگ جنازہ دوسرے راستہ سے نکالتے تھے اور اس بازار مین آمدورفت مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ حجر ہے لیکن
ان علماء کے قول کو لینا بہ نسبت ان عوام کے قول کے اولے ہے پس اُس سے گذرنا اور وہان سے جنازہ نکالنا
کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہے یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص کی نہر کا مجری دوسرے شخص کے دار مین ہے اور صاحب
نہر بیچ نہر مین سے یا نہر کی کنارہ مین ہوکر نہین جا سکتا ہے اور اُسکو منظور ہوا کہ نہر مذکور کی اصلاح کرے
حالانکہ مالک دار اُسکو اپنے دار مین داخل ہونیسے منع کرتا ہے تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو اجازت دیدے
کہ وہ اپنی نہر درست کرلے یا اُسکے مال سے تو خود درست کردے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین اور دیوار
کی صورت مین بھی یہی حکم ہے اور اُسکی صورت یون ہے کہ ایک شخص کی دیوار کا رُخ دوسرے شخص کے دار کیطرف ہے اور اُسنے دیوار
پر کہگل لگانی چاہی مگر مالک دار نے اپنے دار مین آنیسے اسکو روکا حالانکہ سوائے دار مین ہوکر کسی اور طور سے وہ اپنی دیوار مین
کہگل نہین لگا سکتا ہے تو شیخ بلخی رح نے فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنی دیوار مین کہگل لگانیسے منع نہین کر سکتا ہے ہان یہ اختیار ہے کہ اُسکو
اپنے دار مین داخل ہونیسے منع کرے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر دیوار مذکور گر پڑی اور مالک دیوار نے اپنی دیوار کی مٹی منتقل کرنی
چاہیے اور بدون دار مین داخل ہونیکے کسی طور سے نہین اٹھا سکتا ہے تو فرمایا کہ مالک دار کو اختیار ہے کہ اپنے دار مین داخل ہونے
دے پھر دریافت کیا گیا کہ آیا وہ شخص اپنا مال اسکے دار مین چھوڑدے تو فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنا مال لینے سے منع نہین کرسکتا ہے اپنے
دار مین آنے دینے سے ممانعت کر سکتا ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین آنیکی اجازت
دیدے یا خود اُسکی مٹی یا نہر نکالدے یہ ذخیرہ مین ہے واقعات ناطفی مین لکھا ہے کہ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین ہوکر گذرتی
ہے اور مالک نہر نے چاہا کہ زمین مین ہوکر اپنے نہر تک جاکر اُسکی اصلاح کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے ہان اپنی نہر کے
اندر اندر ہوکر جا سکتا ہے اور اگر نہر تنگ ہو کہ اُسمین چلنا ممکن نہو تو بھی غیر کی زمین مین ہوکر نہین جا سکتا ہے
اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ کے ہے کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم کچھ نہین ہوتا ہے اور
موافق قول صاحبین رح کے نہر کے واسطے حریم ہوتا ہے پس صاحب نہر اپنے نہر کے حریم پر چل سکتا ہے اور بعض
نے فرمایا کہ یہ حکم سب کے قول کے موافق ہے اور تاویل مسئلہ یہ ہے کہ مالک نہر نے اپنے نہر کا حریم مالک زمین

کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو پھر ایسا واقع ہوا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کسی غیر کی زمین میں بدون اس کی اجازت کے
گذرا پس اگر اسکے چلنے سے زمین مذکور میں ضرر ہوا ہو مثلاً زراعت ہو یا رطبہ ہو تو اسپر واجب ہوگا کہ اس سے استحلال کرا لے
یعنی معاف کرالے ورنہ نہیں لیکن اگر مالک زمین نے اسکو گذرتے دیکھ لیا ہو تو استحلال واجب ہوگا کیونکہ اسنے اسکو
اس فعل سے ایذا دی ہے اور اگر کسی غیر کی زمین میں آمد و رفت کا حق حاصل ہو پھر حجت یعنی گواہوں کے ساتھ قاضی
سے ثابت کرانے سے پہلے گھوڑے یا گدھے سمیت گذرا تو اسکو ایسا اختیار نہیں ہے کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے پیلے
ابریشم سے نکالنے کے واسطے منوال[۱] کھڑی کی تو پڑوسیوں کو منع کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ اُن لوگوں کو دخان
و کیڑوں کی بدبو سے ضرر پہونچتا ہو اور نجم الائمہ بخاری رح سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے والدین کے
گھر میں انکی رضامندی سے عنابیات سینے کا کارخانہ کھڑا کیا تو جار ملاصق کو ممانعت کا اختیار نہیں ہے اور اگر
اپنے واسطے طاحونہ بنایا تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے بنایا تو پڑوسی منع کرسکتے ہیں اور جو شخص
بعد عشاء کے طلوع فجر تک سونے کا کام کھٹ کھٹ کوٹکر کرتا رہتا ہو تو اسکو پڑوسی منع کرسکتے ہیں بشرطیکہ انکو
اس کام سے ضرر پہونچتا ہو کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے ایک بستان بنایا اور اپنے پڑوسی کی دیوار کے نیچے درخت
جمائے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا ہے کہ اسکے واسطے کوئی تقدیر نہیں ہے کہ کتنی دور ہٹا کر لگاوے بلکہ واجب ہے کہ پڑوسی کی دیوار
سے اتنی دور ہٹا کر جماوے کہ انکی دیوار کو مضرت نہ پہونچے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ ایک شخص کا حجرہ ہے جسمیں
برف رہتی ہے پھر اسکے پڑوسی نے چاہا کہ اسکے پہلو میں الاؤ آگ کا بنا دے تو اس سے منع نہ کیا جائے گا مگر اولیٰ یہ ہے
کہ ایسا نہ کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار میں اصطبل بنایا حالانکہ
پہلے وہ مسکن تھا اور اس سے اسکے پڑوسی کو ضرر پہونچتا ہے پس اگر چوپایوں کا منہ پڑوسی کے دیوار کی طرف ہو تو وہ منع
نہیں کرسکتا ہے اور اگر چوپایوں کی پچھاڑی اسکی دیوار کی طرف ہو تو اسکو ممانعت کا اختیار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔
ایک نانبائی نے بزازوں کے بیچ میں اپنی دوکان جمائی تو اس سے منع کر دیا جائے گا اسی طرح جو ضرر عام ہو
اسکا یہی حکم ہے اور ایسا ہی شیخ ابو القاسم رح نے فتوے دیا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور جو شخص شوربا پکا کر یا بھون کر
فروخت کرتا ہے تو اسکو ممانعت نہ کیجائے گی کیونکہ اسمیں خوشبو ہے ہر شخص کے واسطے اسمیں ضرر نہیں ہے بلکہ بعض
کو اسمیں لذت ملتی ہے لیکن اگر اسکی دوکان کا دھواں ہمیشہ رہتا ہو تو ممانعت ہوسکتی ہے یہ قنیہ میں ہے۔ شیخ محمد بن مقاتل
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا پانی چرا کر اپنی زمین یا باغ انگور کو دیا تو فرمایا کہ جو پیداوار ہو
وہ اسکے واسطے حلال ہوگی بمنزلہ اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کے جو یا بھوسا غصب کرکے اپنے جانور کو
کھلائے اور اسکو موٹا کیا تو اسپر واجب ہوگا کہ جو غصب کیا ہے اسکی قیمت دے اور جانور میں جسقدر موٹائی آئی ہے وہ
حلال ہے اور واضح ہو کہ قیمت کا ذکر سہو سے واقع ہوا اور صحیح یوں ہے کہ جو غصب کیا ہے اسکے مثل دینا واجب ہوگا اور

---

۱ منوال بطور بیٹھک کے بلند کرتے ہیں جسکے دھویں و بدبو سے دماغ پریشان ہوسکتا ہے اور اسی قیاس پر چمڑے والوں کا کارخانہ ہے
جسکی بدبو سے لوگوں کو ایذا ہو اور اسی طرح ضرر عام کی ممانعت صحیح روایت ملتقط میں منصوص ہے ۱۲

فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ بعضے زاہدون کا قصہ منقول ہے کہ بغیر وقت نوبت یعنی باری کے خلاف وقت مین پانی اُسکے
باغ انگور مین چلا آیا تو اُسنے حکم کیا کہ میرے انگور کے درخت کاٹ ڈالے جاوین مگر ہم انگور کو قطع کرنے کا حکم
نہین دیتے ہین لیکن اگر انگور کے پھل جو پیدا ہون وہ صدقہ کریدے تو اچھا ہے مگر پھر صدقہ کرنا باعتبار حکم کے واجب
نہین ہے یہ محیط مین ہے اور فقیہ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین بدون
اُسکی اجازت کے زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم نہوا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی پھر مالک زمین کو
معلوم ہوا اور وہ رضامند ہو گیا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہے فرمایا کہ ہان پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مالک
زمین نے کہا کہ مین راضی نہین ہون پھر کہا کہ مین راضی ہوا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہے فرمایا کہ ہان
اس صورت مین بھی حلال ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے
ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے زمین جور کو اُسکے متصرفین سے مزارعت پر لیا تو شیخ ابو القاسم رح
نے فرمایا کہ کاشتکارون کا حصہ اُن لوگون کو حلال ہے اگر اُنھون نے زمین مذکور مزارعت پر لی ہو یا اجارہ پر
لی ہو اور اگر جو زمین درختان انگور یا اور قسم کے درخت ہون پس اگر اُن درختون کا مالک معلوم ہو تو
کاشتکارون کو حلال نہین ہے اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہے کیونکہ ایسی زمین کی تدبیر کا اختیار جسکا مالک معلوم نہو
سلطان کو ہے اور ایسی زمین بمنزلہ زمین موات کے ہوگی مگر سلطان پر لازم ہوگا کہ نصف پیداوار مساکین کو صدقہ
دیدے اور اگر ایسا نکریگا تو گنہگار ہوگا اور کاشتکارون کو اپنا اپنا حصہ حلال ہوگا اور جو شخص اُنکی رضامندی سے
اُسمین سے کچھ کھائیگا اسکو بھی کھانا حلال ہے اگرچہ ایک نوع کے شبہ سے خالی نہین ہے مگر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین غالباً
جو ہاتھ آتا ہے اسمین شبہ ہوتا ہے پس مسلمان پر یہی واجب ہے کہ جسکو حرام معائنہ کرے فقط اسی سے دور بھاگے ایک عورت
کا شوہر زمین جور مین ہے اُسکے پاس مال ہے جو سلطان کیطرف سے حاصل کرتا ہے اور وہ عورت کہتی ہے کہ مین زمین
جور مین تیرے ساتھ نہین رہونگی تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر کا کھانا کھایا اور یہ کھانا
بعینہ مال غصب نہین ہے تو عورت مذکور کو اس کھانے کی گنجایش ہے اسیطرح اگر شوہر مذکور نے اُس عورت کیواسطے
کھانا یا کپڑا اپنے مال سے جسکی اصل حلال نہین ہے خرید کیا تو عورت مذکور کو اس جامہ و نان کے استعمال کی شرعاً گنجایش ہے اور
گناہ شوہر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ ارض جور اُس زمین کو کہتے ہین جسکا مالک اس بات پر قادر نہو کہ اسمین زراعت کر کے خراج ادا
کرے پس وہ شخص اپنی زمین امام المسلمین یعنی خلیفہ وقت کو دیدیتا ہے تاکہ اُسکی منفعت بجاے خراج کے مسلمانون کیواسطے
ہو اور اصل زمین اُسکے مالک کی ملک رہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک جماعت پر ناحق کی جبایت باندھی
گئی یعنی محصول بطور ٹکس وغیرہ کے ناحق مقرر کیا گیا پس اگر ان مین سے کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنے اوپر سے اس
جبایت کو دور کر سکتا ہے تو بقدر اپنے حصہ کے اپنے اوپر سے دور کرے بشرطیکہ ایسا نہو کہ اسکا حصہ باقیون پر ڈالا جاوے
ورنہ اولے یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر سے بھی دور نکرے ایک شخص نے دوسرے کی زراعت پر کوئی ظلم ہوتا تھا اسکو دفع کردیا
پس اُس مظلوم نے اس مددگار کے واسطے کچھ دینار دیے پھر مددگار نے واپس نہ کر سکے تا فقط ایک درم بعوض اُن

بیس دینار کے عوض فروخت کیا تاکہ یہ دینار اسکو حلال ہو جاوین تو حلال نہین ہے اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ یہ موافق قول امام محمد رحمہ کے ہے اور شیخین کے قول کے موافق آپس مین مضائقہ نہین ہے لیکن اگر بائع نے بطور تابعیہ بیع کی ہے تو بیع نہوگی یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص کے پاس نان و نفقہ عیال ہین اور لوگ راہ کی حفاظت کرنے اور قافلہ کی پیش روی کرنے مین اُسکے محتاج ہین پس اگر اُس سے ممکن ہو کہ راہ کی حفاظت کرے اور اُسکے عیال ضائع نہون تو حفاظت کرنا افضل ہے اور اگر دونون باتون کا سر انجام اُس سے نہوسکے تو عیال کی پرورش کرنا افضل ہے اور اگر اُسنے راہ کی حفاظت کا سر انجام کیا پھر اسکو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اگر اُسنے نہ لیا تو افضل ہے اور اگر لے لیا تو لینا حرام نہین ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اسمعیل متکلم نے کہا کہ اگر موذی کو اُس شخص نے جسکو موذی نے ایذا دی ہے بار ہا سلام کیا اور موذی کے سلام کا جواب بھی دیتا رہا اور موذی کے ساتھ احسان کرتا رہا یہان تک کہ موذی کا گمان غالب یہ ہوا کہ اسکے دل سے وہ بات ایذا کی جاتی رہی ہے اور میری طرف سے کشادہ دل ہوگیا ہے تو موذی معذور نہوگا اور اُسپر واجب ہے کہ اُس سے معاف کرالے اور اسمعیل متکلم نے کہا کہ موذی نے ایک شخص کو ایذا دی اور فی الحال اُس سے معاف نکرایا اسوجہ سے کہ وہ کہتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے ابھی غصہ مین ہے مجھے معاف نہ کریگا تو معاف کرانے مین دیر کرنے مین معذور نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے امیر دن وغیرہ کے چرواہے کو روٹی دی تاکہ میری بکریان اسکے حظیرہ یا زمین مین رات کو رکھا کرے جیسی کہ عادت جاری ہے تو یہ جائز نہین ہے اسیطرح اگر دوسری بکریان خود چرواہے کی مالک ہون تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ یہ رشوت ہے اسی طرح اگر اُسنے روٹی دینے مین یہ شرط صریح نہ لگائی کہ رات مین میری بکریان وہان رکھا کرے تو بھی جائز نہین ہے کیونکہ یہ امر رواج کی راہ سے مشروط ہی پس دینے والے کو اختیار ہے کہ جو اُسنے دیا ہے وہ واپس کرے اور اسمین حیلہ یہ ہے کہ بکریون کو اُسکے مالک سے عاریت لے لے پھر بکریون کا مالک چرواہے کو حکم دے کہ ان بکریون کو رات مین مستعیر کے پاس رکھے پھر جس قدر دیتا ہے وہ اُسکو بطور احسان کے دیدے نہ بطور اجرت کے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چرواہا بدون کچھ لیے ہوئے فقط اُسکے حکم سے بکریان رات کو وہان رکھے تو بھی دینا رشوت ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ قیلولہ[1] کرکے رحمت حاصل کرنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان قیلولہ نہین کرتا ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور قیلولہ بین المنجلین[2] مستحب ہے یعنی میان راس الشعیر و میان راس الحنطہ اور مستحب ہے کہ آدمی پہلے چت لیٹے پھر ایک ساعت داہنی کروٹ پر قبلہ رُخ لیٹے پھر بائین کروٹ پر سووے کذا فی السراجیہ اور طلوع آفتاب کے بعد سونا اور مغرب و عشار کے درمیان سونا مکروہ ہے اور مین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک عشار کی نماز کے بعد سونے سے کوئی سونا پسندیدہ تر نہ تھا اور چاہیے کہ ایسے بچھونے پر سووے جو نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ کڑا ہو درمیانی ہو اور اپنے گال کے نیچے اپنی داہنی ہتھیلی

[1] قیلولہ یعنی دوپہر کو خفیف لوٹ پوٹ لینا خواہ نیند آوے یا نہ آوے ۱۲ منہ [2] کذا فی النسخۃ الموجودۃ اور مراد یہ کہ گرمی کے موسم مین ۱۲ [3] یعنے شیطان کے خلاف کیا کرو ۱۲

رکھے اور یاد کرے کہ عنقریب مین اسی طرح قبر مین تنہا لیٹون گا کہ میرے ساتھ سواے میرے اعمال کے کچھ نہوگا
اور کہا گیا ہی کہ داہنی کروٹ پر لیٹنا مومن کی لٹائی ہی اور بائین کروٹ پر لیٹنا بادشاہون کی لٹائی ہی اور چت
آسمان کی طرف منھ کرکے لیٹنا انبیا علیہم السلام کی لٹائی اور اوندھے منھ کے بل لیٹنا کافرون کی لٹائی ہی
اور اگر کسی کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اور اسکو پیٹ مین درد ہو جانے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے
کہ اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ دے اور اسپر سو رہے اور سوتے وقت تہلیل و تحمید و تسبیح کے ساتھ اللہ تعالی
کی یاد کرتا رہے یہان تک کہ اسکو نیند آجاوے اسواسطے کہ سونیوالا اسی حال پر اٹھایا جائیگا جسپر سویا تھا
یعنی برابر اسکو ثواب ملتا رہیگا اور میت قیامت کے روز اسی حال پر اٹھایا جائیگا جسپر مرا تھا پھر صبح سے پہلے اپنی
خوابگاہ سے اٹھ کھڑا ہو کہ زمین اللہ تعالی سے شکایت کرتی ہی یعنی ایک تو جو شخص زنا کرکے زمین پر غسل کرتا ہی اور ایک
جو خون ناحق زمین پر بہایا جاتا ہی اور ایک جو صبح کے بعد سوتا ہی اسکی اللہ تعالی سے شکایت کرتی ہی اور جب خواب
سے جاگے تو اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہو اور عزم صمیم کیے ہوے کہ جسکو اللہ تعالی نے حرام کیا ہی اس سے بچونگا
اور یہ نیت کیے ہوے کہ بندگان خداے تعالی مین سے کسی پر ظلم نہ کرونگا اس حالت سے جاگے یہ غرائب
مین ہی فتاوی آہو مین لکھا ہی کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہاڑ سے چکی کا
پتھر کاٹا مگر سب نہین کٹا تھا کچھ رہگیا تھا کہ چھوڑکر چلا آیا پھر دوسرا شخص آیا اور اسنے باقیماندہ پتھر کاٹ لیا تو فرمایا
کہ وہ پتھر دوسرے کا ہوگا اسوجہ سے کہ پہلے شخص نے اسکو اپنے احراز مین نہین کر لیا تھا یہ تتارخانیہ مین ہی
اناج کی ایک ڈھیری ہی اسکے کسی جانب کچھ نجاست پہونچی اور بطور یقین نہین معلوم کہ کہان پہونچی ہی پھر اسنے اس مین سے
ایک قفیز یا دو قفیز جدا کرکے اسکو دھو ڈالا یا بیع و ہبہ کرکے اپنی ملک سے نکال دیا تو باقی ڈھیری کی طہارت کا حکم دیا
جائیگا اور اسکا کھانا حلال ہوگا اور ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ مین کوئی روایت نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے
اسکو ایک مسئلہ سے جو سیر کبیر مین مذکور ہی استخراج کیا ہی وہ مسئلہ اس صورت سے مذکور ہی کہ دار الحرب مین مسلمانون نے
کافرون کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس قلعہ مین مسلمانون کا کوئی ذمی داخل ہوا پھر مسلمانون نے وہ قلعہ فتح کرلیا اور قلعہ
کے مرد گرفتار کیے اور یہ بات یقیناً جانتے ہین کہ ذمی انھین لوگون مین گرفتار ہی مگر مسلمان لوگ نہین پہچانتے
ہین کہ بعینہ یہ ذمی ہی مگر گرفتارون مین سے ہر شخص یہ دعوے کرتا ہی کہ وہ ذمی مین ہون تو مسلمانون کو ان کا
قتل کرنا حلال نہین ہی اور اگر ذمی کے قلعہ مین داخل ہونے کے بعد اہل قلعہ مین سے کوئی شخص قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو
یا باہر نکل گیا ہو تو مسلمانون کو انکا قتل کرنا حلال ہوگا اسواسطے کہ جب ایک قتل کیا گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا
تو یہ یقین نہ رہا کہ ان مین وہ شخص ضرور ہی جسکا قتل کرنا حرام ہی کیونکہ جایز ہی کہ جسکا قتل حرام تھا وہی قتل ہو گیا
یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر مردار کی پگھلائی ہوئی چربی تیل مین مل گئی تو اس سے چراغ روشن
کرنا یا دباغت مین خرچ کرنا جائز ہی بشرطیکہ تیل زیادہ ہو یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کوئی دستاویز کسی بالغ کے سامنے

؎ یعنی بجز خود نیاوردہ است ۱۲ ؎ مگر مسلمان اسکو بعینہ نہین پہچانتے ہین ۱۲

پڑھی گئی یعنے اُسکو پڑھکر سُنائی گئی حالانکہ وہ نہیں سمجھتا ہے کہ اس میں کیا مضمون ہے پھر وہ بالغ ہوا تو اُسکو روا نہیں ہے کہ جو کچھ اُسمیں ہے اُسکی گواہی دے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بالغ کو دستاویز پڑھکر سنائی جائے اور وہ اُس کے مضمون کو نہ سمجھتا ہو تو بالغ کو یہ روا نہیں ہے کہ جو کچھ اُسمیں ہے اُسکی گواہی دے۔ فقیہؒ نے فرمایا کہ عشاء کے بعد سمر یعنے افسانہ کی باتیں کرنے کو بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے مکروہ کہا ہے اور بعضے نے اجازت دی ہے اور فقیہ نے فرمایا کہ سمر تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ علمی مذاکرہ ہو تو یہ سو رہنے سے افضل ہے دوم یہ کہ اگلے لوگوں کے جھوٹے قصے اور دروغ باتیں اور مسخرہ پن کی باتیں اور مضحکہ ہو تو یہ مکروہ ہے اور سوم یہ کہ موانست کی باتیں ہوں مگر جھوٹ سے اجتناب ہو اور باطل باتیں نہوں تو اسمیں مضائقہ نہیں ہے مگر اسکا ترک افضل ہے اور اگر ایسا کریں تو چاہیے کہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح و استغفار کی طرف رجوع کریں کہ اس ذکر کا خاتمہ بخیر ہو اور جو باتیں شہروں وغیرہ میں نئی پیدا ہوتی ہیں انکی خبر دریافت کرنے میں مختار یہ ہے کہ خبر دریافت کرنے اور خبر دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ عالم اپنے جی سے اس طرح باتیں کرے کہ میں عالم ہوں تاکہ اُسکا علم ظاہر ہو اور اُس سے لوگ مستفید ہوں مگر ضرور چاہیے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بیان ہو یعنی یوں باتیں کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کذا فی الغرائب۔ فقیہ نے فرمایا کہ علم کے اقسام ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھے ہیں مگر فقہ کے مانند نہیں پس آدمی کو چاہیے کہ اُس کے نزدیک فقہ کا سیکھنا سب سے زیادہ لائق اہتمام ہو اور جب وہ فقہ میں سے اچھا حصہ حاصل کر پاوے تو اُسکو چاہیے کہ اسی پر قناعت نکرے بلکہ علم زہد و کلام حکمت حکماء و شمائل صالحین کو دیکھے اور آدمی پر علم کا طلب کرنا اسقدر فرض ہے کہ اُسکو شرائع و امور معاش جو ضروری ہیں معلوم ہو جاویں جیسے وضو و نماز وغیرہ باقی شرائع و امور معاش در اسکے سوا فرض نہیں پس اگر اُسنے علم انکا بھی حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو اُسپر گناہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور نوازل میں ابو القاسم سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ احادیث کی طلب و جستجو کرنا مفلسوں کا پیشہ ہے اور مراد یہ ہے کہ جب کسی نے حدیث کو طلب کیا اور حدیث سے فقہ حاصل نکی کذا فی التاتارخانیہ اقول قصر دکسر دلا آخذ بہ فافہم۔ اور علم نجوم[۱] اسقدر حاصل کرنا جس سے قبلہ و اوقات نماز پہچانے مضائقہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ علم کلام سیکھنا و اُسمیں نظر کرنا و مناظرہ کرنا سوائے قدر و حاجت کے مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں جواب اس طرح ہے کہ کثرت سے مناظرہ کرنا اور مجادلہ میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنا اشاعت بدع و فتن و تشویش عقائد کی جانب مؤدی ہوتا ہے اور یہ ضرور ممنوع ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور مسئلہ کلامیہ کو اگر ٹھیک طور پر نہ جانتا ہو تو اُس میں مناظرہ نہ کرے اور امام محمد مسئلہ کلامیہ میں مناظرہ کرتے تھے یہ ملتقط میں ہے۔ اور شیخ امام ابو الیسر صدر الاسلام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اُن کتابوں کو جنکو متقدمین نے علم توحید میں تصنیف کیا ہے ملاحظہ کیا پس بعض کو

[۱] اقول علم نجوم سے اگر اصطلاحی معنے مراد ہیں تو جمہور علماء کے خلاف ہے کہ اُنھوں نے مطلقاً حرام کہا اور اگر یہ مراد ہے کہ ستاروں کی شناخت اس غرض سے ہو تو یہ حکم موافق کتاب الٰہی ہے اور یہی معنی لینا صواب ہے اور تمام تحقیق تفسیر مترجم سے تلاش کرنا چاہیے ۱۲ م

ہین نے فلاسفہ مثل اسحاق کندی و اسقرازی وغیرہما کی تصنیف سے دیکھا یہ سب دین مستقیم سے خارج و طریقہ
قویم سے برگشتہ ہین ان کتابون کو دیکھنا جائز نہین ہے اور انکا رکھنا جائز نہین ہے کیونکہ یہ کتابین شرک
و گمراہی سے بھری ہوئی ہین اور فرمایا کہ ہم نے اس فن مین بہت سے معتزلہ مثل عبدالجبار رازی
و جبائی و کعبی و نظام وغیرہ کی تصانیف پائی ہین سو ان کتابون کا دیکھنا اور انکا رکھنا بھی جائز نہین ہے
تاکہ شکوک نہ پیدا ہون اور عقائد مین ضعف و سستی نہ آجاوے اسی طرح فرقہ مجسمہ مثل محمد بن ہیثم وغیرہ
نے بھی اس فن مین کتابین تصنیف کی ہین ان کتابون کا دیکھنا اور رکھنا بھی حلال نہین ہے کیونکہ یہ لوگ
بدعتیون مین سے زیادہ بدتر ہین۔ اور ابوالحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کی تصحیح کے واسطے بہت سی کتابین
تصنیف کین پھر جب اللہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے فضل سے اسکو ہدایت عطا کی تو اس نے ایک کتاب تصنیف کی
جس سے اسکو توڑا جو معتزلہ کے مذہب کی تصحیح مین تصنیف کیا تھا لیکن ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت نے
ابوالحسن اشعری کے بعضے مسائل مین غلطی ثابت کی ہے جس مین ابوالحسن اشعری نے خطا کی ہے سو جو شخص ان
مسائل پر واقف ہوا اور اسکی خطا کو پہچانے تو اسکو اسکی کتابون مین نظر کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور عامہ اصحاب
شافعی نے اسی کو اختیار کیا ہے جسپر ابوالحسن اشعری جما ہے حالانکہ ان مسائل کی تعداد جنمین ابوالحسن اشعری نے
خطا کی ہے طویل ہے اسی طرح ان کتابون کے رکھنے مین جنکو ابو محمد عبداللہ بن سعید القطان نے تصنیف کیا ہے مضائقہ
نہین ہے اور یہ شیخ ابوالحسن اشعری سے مقدم ہے اور اسکے اقوال اہل سنت و جماعت کے اقوال کے موافق ہین سوائے چند
مسئلون کے جنکی تعداد دس تک نہین پہونچتی ہے پس اسقدر مسئلون مین اسنے البتہ اہل سنت سے خلاف کیا ہے لیکن
ان کتابون مین نظر کرنا اسی شرط سے حلال ہے کہ جس جس مسئلہ مین مصنف نے خطا کی ہے اسپر واقف ہو یہ ظہیریہ
مین ہے۔ اور علوم مذمومہ مین سے علوم فلاسفہ ہین چنانچہ جو شخص علم مین متبحر نہو اور جو اہل تحقیق نہین یعنے
جن دلائل سے وہ مغلوب ہوتے ہین وہ سب نجانتا ہو اور جس قسم کے وہ لوگ اعتراض کرتے ہین ان کے
شبہات کے دفع کرنے اور انکے اشکالات کے جواب سے واقف نہو تو اسکو انکی کتابون مین نظر کرنا جائز نہین
ہے علوم تین طرح کے ہوتے ہین ایک علم نافع اسکی تحصیل واجب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و ماسوائے
اللہ تعالیٰ سے اور پیغمبرون کی پیدائش کا علم ہے اور اسکے بعد علم حلال و حرام و امر و نہی اور وہ احکام جنکے
ساتھ انبیا علیہم السلام بھیجے گئے ہین اور ایک علم جس سے اجتناب واجب ہے اور وہ سحر و علم فلسفہ و طلسمات ہے
اور علم نجوم سوائے قدر حاجت کے کہ جس سے اوقات نماز و طلوع فجر و توجہ بقبلہ و راہ کی شناسائی ہو اور ایک وہ علم
جسمین کوئی ایسا نفع نہین ہے جسکو جاننے والا آخرت مین لیجاوے اور وہ علم جدال و مناظرات ہے پس ایسے علم کی طرف
مشغول ہونا ایک ایسی چیز کے واسطے عمر برباد کرنا ہے جسکا آخرت مین کچھ نفع نہین ہے اور اس علم مین اسی واسطے مشغول

سلہ فلاسفہ الخ واضح ہو کہ علم منطق فقط چند قواعد کلیہ کا نام ہے اور ان مین مضائقہ نہین و لیکن مانند ہمہ مہیات و شرح سلم وغیرہ کے جو مسئلہ الٰہیات سے مختلط ہین حالانکہ گمراہ لوگ بعید علم معرفت سے گردرون کوس دور ہین وہ دین و دنیا مین رائگان بلکہ معرفت سے برگشتہ یعنے محض ضلالت ہین اور مترجم بعد واقفیت کے خوب نصیحت کرتا ہے و لا ینبئک مثل خبیر واللہ تعالیٰ ہو الہادی بلکہ علم طلب اس سے بدرجہا بہتر ہے فافہم ۱۲ منہ

ہوتے ہیں کہ اپنے خصوم کو مغلوب کریں یہ غرض نہیں ہوتی ہے کہ حق ظاہر کریں اور مسائل میں جو فرق ہے اسپر وقوف
ہو اور احکام سے تناقض دور کریں پس اگر اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے علم میں جو اسکے حق میں دنیا یا آخرت میں
مفید ہو مشغول ہووے اور عمر ضائع نہ کرے تو اولی ہے کذا فی جواہر الفتاوے اگر دو شخصوں نے علم نحو وغیرہ
سیکھا مگر ایک کی نیت یہ ہے کہ سیکھ کر دوسروں کو تعلیم کرے اور دوسرے کی نیت یہ ہے کہ سیکھ کر خود عمل کرے
تو اول افضل ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ تمویہ و حیلہ مناظرہ میں آیا حلال ہے پس اگر اس شخص سے کوئی شاگرد رشید[1] یعنی
نیک راہ وغیرہ بانصاف بلا تعنت گفتگو کرتا ہے تو اسکے ساتھ تمویہ و حیلہ حلال نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا شخص گفتگو کرتا ہے
جسکا مطلب یہ ہے کہ اسکو زیر کرے و براہ تعنت گفتگو کرتا ہے تو اسکو حلال ہے کہ جس حیلہ سے اپنے نفس کو بچا سکے عمل میں لاوے
اسواسطے کہ تعنت کو دفع کرنا جس طور سے ممکن ہو مشروع ہے یہ محیط میں ہے۔ جامع الجوامع میں ہے کہ عاصی کو
بدین غرض تعلیم دینا کہ عصیان سے پرہیز کرے جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ عربی زبان باقی تمام زبانوں سے
افضل ہے اور یہی اہل جنت کی زبان ہے پس جو شخص سیکھے یا دوسرے کو سکھلاوے اسکو ثواب ہے یہ سراجیہ میں
ہے۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ علم ایسے ہی شخص سے حاصل کرے جو امین ہو یعنی ثقہ ہو یہ غرائب میں ہے علم
اور فقہ کا حاصل کرنا اگر نیت خیر ہو تو آدمی کے تمام نیک کاموں سے افضل ہے اسی طرح صحت نیت کے ساتھ
علم کا پڑھانا بھی یہی حکم رکھتا ہے کیونکہ یہ اعم ہے لیکن شرط اسکے ساتھ یہ ہے کہ آدمی پر جو باتیں فرض ہیں ان میں کسی طرح
کا نقصان نہ آنے پاوے اور صحت نیت سے یہ مراد ہے کہ علم کو اللہ تعالی کے واسطے آخرت کی نیت سے تحصیل کرے دنیا و
جاہ کا طلب کرنا مقصود نہو اور اگر اسنے جہالت سے نکل جانا اور خلق کو نفع پہونچانا اور احیاے علم کی نیت کی تو بھی
کہا گیا ہے کہ اسکی نیت صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور جو شخص تصحیح نیت پر قادر نہو اسکو ترک کرنے کی بہ نسبت
علم سیکھنا افضل ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور متعلم یعنی طالب العلم کو چاہیے کہ اپنے علم میں بخیل نہو اگر اس سے کوئی شخص
کتاب عاریت مانگے یا کسی مسئلہ کی فہم میں مدد دے یا اسکے مثل تو اس میں بخل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ علم حاصل
کرنے سے خلق کی منفعت چاہتا ہے پس فی الحال منفعت کو روکنا نہ چاہیے اور امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا
کہ جو شخص اپنے علم میں بخل کرے وہ تین میں سے ایک بات میں مبتلا ہوگا یا مر جائیگا پس اسکا علم جاتا رہیگا یا سلطان
کے مواخذہ میں مبتلا ہوگا یا جو علم جانتا ہے وہ بھلا دیا جائیگا اور طالب علم کو چاہیے کہ علم کی توقیر کرے
اور یہ نہ چاہیے کہ کتاب کو خاک پر رکھے اور جب پیخانہ سے نکلے اور کتاب کو چھونا چاہے تو مستحب ہے کہ وضو کرے
یا دونوں ہاتھ دھو ڈالے پھر کتاب کو لے اور طالب علم کو چاہیے کہ تھوڑی معیشت پر راضی ہو اور عورتوں[2]
سے ایک گوشہ میں رہے مگر یہ نہ کرے کہ کھانے پینے و سونے سے اپنے نفس کی حفاظت ترک کرے
اور طالب علم کو چاہیے کہ لوگوں سے معاشرت و مخالطت کم رکھے اور لا یعنی باتوں میں مشغول نہو اور طالب العلم
کو چاہیے کہ ہمیشہ درس رکھے اور اپنے ساتھیوں سے یا تنہا خود مسائل کا ذکر کیا کرے اور طالب علم کو چاہیے

---

[1] یعنی نیک راہ والا ۱۲ منہ [2] یعنی عورتوں سے بچا رہے ۱۲ منہ ۱۲

کہ اگر اُس سے اور کسی شخص سے منازعت و خصومت واقع ہو تو اُس سے نرمی کا برتاؤ کرے اور انصاف سے
چلے تاکہ اُس کے و جاہل کے درمیان فرق ہو اور آدمی کو چاہیے کہ اپنے اُستاد کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے
کسی مال کی اُسکے ساتھ تنگی نہ کرے اور اگر اُس سے سہو ہو جاوے تو سہو میں اُسکی اقتدا کرے یہ غرائب میں
ہے۔ اور معلم کا حق اپنے والدین اور باقی تمام لوگون کے حق پر مقدم رکھے اور اگر اپنے اُستاد کو کہا کہ یا مولانا تو
مضائقہ نہیں ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے مولا[ف۱]
کے سامنے کھڑا ہو یعنی استاد کے سامنے اسی طرح اگر اپنے سے افضل کو یہ لفظ کہا تو مضائقہ نہیں ہے اور جس نے
اُسکو بھلائی کی تعلیم کی اگرچہ ایک حرف ہو اُسکے ساتھ تواضع سے پیش آوے اور یہ نچاہیے کہ اُسکو خوار سمجھے
اور نچاہیے کہ اُس سے بڑھکر کسی دوسرے کو برگزیدہ کرے اور اگر ایسا کیا تو کرنیوالے نے گویا اسلام کی مٹھیون[ف۲]
میں سے ایک مٹھی توڑ ڈالی اور استاد کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ اُسکا دروازہ نہ بجاوے۔ بلکہ اُسکے برآمد
ہونے کا منتظر رہے اور جسکو تعلیم دے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو اہلیت علم رکھتا ہو اور جو اہلیت رکھتا ہو اُس سے علم کو پوشیدہ
نہ کرے اور اگر اُسنے علم ایسے کو سکھلایا جو اُسکا اہل نہیں ہے تو اُسنے ضائع کیا اور اگر ایسے شخص سے جو علم کی اہلیت
رکھتا ہے علم کو دریغ رکھا تو ظلم و جور کیا اور ابن مقاتل سے مروی ہے کہ علم میں نظر کرنا پانچ ہزار دفعہ قل ہو اللہ احد
پڑھنے سے افضل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے تھوڑا قرآن پڑھا پھر چھوڑ گیا پھر اُسکو فراغ حاصل ہو
تو پورا قرآن ختم کرے اور پورے قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک
شخص سے ممکن ہو کہ رات میں نماز پڑھے یا دن میں علم دیکھے تو اگر وہ شخص ذہین ہو تو اسکا علم پر نظر کرنا افضل
اور زیادہ حاصل کرے کیونکہ علم میں نظر کرنا نماز سے افضل ہے اور تمام قرآن کا پڑھنا نفل نماز سے افضل ہے۔ یہ
خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر معلم چاہے کہ مجھے ثواب حاصل ہو اور میرا عمل انبیا علیہم السلام کے عمل کی طرح
ہو تو اُسکو چاہیے کہ پانچ باتون کو یاد رکھے اول آنکہ اجرت نہ ٹھہراوے اور نہ تقاضا کرے بلکہ جو شخص اُسکو
دیدے اُس سے لے لے اور جو نہ دے اُسکو چھوڑ دے اور اگر حروف تہجی یعنی الف بے وغیرہ اور تختیون کی حفاظت
کرنے پر اجرت شرط کر لی تو جائز ہے دوم یہ کہ ہمیشہ باوضو رہے سوم یہ کہ پوری کوشش تعلیم میں صرف کرے
اور اس کام میں متوجہ رہے چہارم آنکہ لڑکے جب جھگڑا کریں تو اُن میں عدل سے کارروائی کرے اور ایک کا
دوسرے سے انصاف دلاوے اور یہ نکرے کہ امیرون کے لڑکون کی طرف میل کرے اور فقیرون کے
لڑکون کی طرف توجہ نکرے پنجم یہ کہ دکھ دینے والی مار نہ مارے اور حد سے تجاوز نکرے کیونکہ اُن سے قیامت
کے روز حساب لیا جائیگا۔ ایک گانون کے لوگون نے بیج جمع کرکے امام مسجد کے واسطے زراعت کر دی
مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ پیدا اور حاصل ہو وہ امام کو دینے سے پہلے بیج کے مالکون کی ہوگی یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے

ف۱ یعنی اپنے مولے کے سامنے والترجمۃ للتفہیم فافہم ۱۲ ف۲ یہ تشبیہ ہے اور معنی یہ کہ برتن کے گرفت
مقام جسکو فارسی میں دستگی کہتے ہیں اور مقصود ترک طریقہ اسلام ہے ۱۲ منہ

فقیہوں کے واسطے بیت المال میں سے کچھ حصہ نہیں ہے لیکن اگر کسی فقیہ نے اپنے تئیں سب کام سے فارغ کر کے اسی کام میں لگا دیا ہو کہ لوگوں کو فقہ و قرآن سکھلاوے تو اُسکو ملیگا یہ حاوی میں ہے۔ کتاب القاضی میں ہے کہ قاضی کو مال یتیم میں تبرع کرنے کا اختیار نہیں ہے الا خاصۃً قرض دینے میں بدین وجہ کہ یتیم کا مال قرض اُس کے قرضداروں پر بحفاظت رہیگا۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعضے لوگوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنیکی اجازت دی ہے اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے الا اُس صورت میں کہ عذر ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور روٹی کا ٹکڑا پھاڑ کر پانی میں پھینک دینا مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ بیفائدہ مال کا ضائع کرنا ہے یہ سراجیہ میں ہے شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص موت کی تمنا کرتا ہے آیا مکروہ ہے فرمایا کہ اگر روزی کی تنگی یا دشمن کی طرف سے رنج پہونچنے یا مال جاتے رہنے کے خوف سے یا اسکے مثل کسی سبب سے ایسا کرتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر اس وجہ سے تمنا کرتا ہے کہ اہل زمانہ کی حالتیں بدل گئیں ہیں پس اُسکو بھی خوف ہے کہ میں گناہ میں مبتلا ہو جاؤں تو مضائقہ نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص ایک کوٹھری میں تھا اُسمیں زلزلہ آیا تو میدان کی طرف اُسکا بھاگ جانا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے بدین وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کی طرف گذرے پس آپ نے چلنے میں جلدی فرمائی پس آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ قضاء اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں فرمایا کہ قضاء اللہ سے قضاء اللہ کی طرف جاتا ہوں اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی زمین میں وبا پھیلے تو تم اُس میں داخل نہو اور اگر ایسی زمین میں وبا پھیلے جسمیں تم موجود ہو تو وہاں سے نہ نکلو۔ اور شیخ طحاوی نے مشکل الآثار میں اس حدیث کو روایت کرکے کہا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ وہ شخص اپنے حال کو دیکھے اگر اسکی حالت یہ ہو کہ اگر میں اس زمین میں جس میں وبا ہے گیا اور مبتلا ہو گیا تو میرے دل میں بیٹھ جائیگا کہ میں اس میں آنیکی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں اور اگر وہاں موجود ہے اور جانتا ہے کہ اگر میں نکلا اور بچ گیا تو میرے دل میں یہ آویگا کہ میں اپنے نکل جانے کی وجہ سے بچ گیا ہوں تو ایسے شخص کو داخل ہونا اور نکلنا نچاہیے تاکہ اُسکا اعتقاد ربانی محفوظ رہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ جانتا ہے کہ ہر بات اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتی ہے اور سوائے اُس بات کے جو اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں لکھی ہے مجھے کچھ آفت نہ پہونچے گی تو داخل ہونے یا باہر نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور فقیہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ لوگوں سے مدارات رکھے اور چاہیے کہ نرمی سے بات کرے اور چاہیے کہ ہر نیک و بد و سنی و مبتدع سے کشادہ پیشانی خندہ روئی سے ملے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ کچھ مداہنت نہ کرے اور نہ ایسی کوئی بات کہے کہ جس سے وہ سمجھے کہ میرے مذہب سے یہ شخص راضی ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور آدمی نے جس مکان کو کرایہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا ہے اُسکو اختیار ہے کہ اُس کی حالت دیکھنے کے واسطے اور جہاں قابل مرمت ہو اُسکی مرمت کرنے کی غرض سے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک باجازت مستاجر و بلا اجازت مستاجر داخل ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک بدون اجازت مستاجر کے

داخل نہیں ہوسکتا ہی کذا فی التاتارخانیہ قال المترجم ہمارے زمانہ مین امام اعظم رح کے قول پر فتوے ہونا
چاہیے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز لیکر بھاگا اور اپنے گھر مین گھس گیا تو اس شخص کے حق مین
مضائقہ نہیں ہی کہ اسکا پیچھا کرے اور اسکے گھر مین گھسکر اس سے چھین لاوے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کے ہزار درم
دوسرے شخص کے گھر مین جا پڑے اور اسکو خوف ہوا کہ اگر مالک مکان کو آگاہ کرتا ہون تو مجھے منع کرے گا
اور مجھے میرا مال نہ دے گا پس آیا بدون اسکی اجازت کے اسکے گھر مین چلا جاوے تو شیخ بن مقاتل نے
فرمایا کہ اسکو چاہیے کہ پرہیزگار لوگون کو اس سے آگاہ کردے اور اگر وہان کوئی اہل صلاح نہو پس اگر
یہ ممکن ہو کہ اسکے گھر مین بدون کسی کے آگاہ کرنے کے داخل ہوکر اپنا مال لے لے تو ایسا کرے اور یہ حکم اسوقت
ہی کہ مالک مکان کی طرف سے اسکو خوف ہوا اور اگر خوف نہو تو بدون اسکی اجازت کے داخل ہونا حلال نہیں ہی
بلکہ مالک مکان کو آگاہ کرے تاکہ وہ اسکو داخل ہونے کی اجازت دے یا اسکا مال اسکو نکال لاوے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ تتمہ مین ہی کہ شیخ ابو الفضل کرمانی سے دریافت کیا گیا کہ جولاہے جو آٹا مانڈی مین استعمال
کرتے ہین اور دھوبی جو نشاستہ کلف مین استعمال کرتے ہین آیا اسمین یہ لوگ معذور رہون گے فرمایا کہ کچھ مضائقہ
نہیں ہی اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اسکو نہیں پسند کرتا ہون اور اس سے پرہیز کرنا میرے
نزدیک پسندیدہ ہی اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ جو روئی اہداب[1] المنفعۃ مین لگائی جاتی اور جلاکر
استعمال کیجاتی ہی پس آیا جائز ہی فرمایا کہ ہان جائز ہی اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ فتیل
مکروہ ہی اور مین نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ اگر ابابیل نے کوٹھری مین گھونسلا بنایا اور اسکی بیٹ کپڑے
و بوریہ وغیرہ پر گرتی ہی پس آیا اگر صاحب مکان نے اسکو دور کردیا اور اسکا گھونسلا جس مین چھوٹے چھوٹے
بچہ ہین نکالکر زمین پر پھینکدے یا تو معذور ہوگا تو فرمایا کہ نہیں بلکہ صبر کرے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کتاب
الاستحسان مین ذکر فرمایا کہ وہ شخص باز رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک قوم کے مکان کے
فنار مین ایک کنوان کھودا تو ابن رستم نے روایت کی ہی کہ اسکو حکم دیا جائے گا کہ پاٹ کے برابر کردے اور
نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر کسی نے مسجد کی دیوار گرادی تو یہی اسکو حکم دیا جائیگا کہ درست کردے اور نقصان
کا ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے مکان کی دیوار جو اسکی ملک ہی گرادی یا اسکے مکان مین کنوان کھودا تو نقصان
کا ضامن ہوگا اور یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ دیوار بنادے یا کنوان پاٹ کر برابر کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور
وطی کرنے کے وقت کلام کرنا مکروہ ہی اور بعد طلوع فجر کے نماز تک سوائے نیک بات کے کچھ کلام نہ کرے اور
بعض نے فرمایا کہ نماز کے بعد طلوع آفتاب تک بھی یہی حکم ہی اور سوتے[2] وقت ہنسنا مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی
اور مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بہت لوگ ماہ صفر مین سفر نہیں کرتے ہین اور نہ اس مہینہ مین کوئی

[1] اہداب چادر وغیرہ کی شکن اور کپڑے کا کونا کذا فی الاصل اہداب المنفعۃ وارجع الی المقدمۃ ۱۲
[2] یعنے رات کو سوتے وقت ۱۲

کام مثل نکاح و دخول وغیرہ کے شروع کرتے ہیں اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانیکی خوشخبری سناوے میں اُسکو جنتی ہونے کی خوشخبری دوں
پس آیا یہ حدیث صحیح ہے اور اس مہینہ میں کچھ نحوست اور کام شروع کرنے سے ممانعت ہے اور اسی طرح جب
چاند برج عقرب میں ہوتا ہے تب بھی سفر نہیں کرتے ہیں اسی طرح جب چاند برج اسد میں ہوتا ہے تب کپڑا قطع نہیں
کرتے ہیں اور نہ پہنتے ہیں پس آیا بات یوں ہے جیسا ان لوگوں نے زعم کیا ہے تو فرمایا کہ صفر کے حق میں جیسا یہ لوگ
کہتے ہیں یہ وہ بات ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے حالت جاہلیت و کفر میں عرب لوگ اس مہینہ کے حق میں کہتے تھے
اور برج عقرب و برج اسد میں چاند ہونے کی صورت میں جو بات یہ لوگ کہتے ہیں یہ نجومیوں کی باتیں ہیں کہ وہ لوگ
اپنی باتیں رواج دینے کے واسطے افترا کرتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ محض
جھوٹ ہے کذا فی جواہر الفتاوے قال المترجم شیخ رحمہ اللہ نے صحیح جواب فرمایا ان باتوں میں سے کسی بات
کی اصل نہیں ہے اور جو بات بلفظ حدیث ذکر کی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانیکی آہ یہ حدیث محض موضوع ہے
اسکی کچھ اصل نہیں ہے نص علیہ الثقات من اہل الحدیث فاستقم اگر کسی نے اچھا خواب دیکھا تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرے
کہ یہ نعمت ہے پھر چاہے کسی ثقہ آدمی سے بیان کرے یا بیان نہ کرے یہ دونوں جائز ہیں ہے۔ اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص
کہے کہ ہم لوگوں پر ستارہ ثریا سے بارش ہوئی قال المترجم کانت جہلۃ العرب تقول مطرنا بنوء کذا فی حدیث مسلم فلما
من اللہ تعالی بالاسلام انکروا تلک المقالۃ ولکن اذا صدر عن مسلم قیل کرہ لہ لما انہ ینبغی من حسن الظن بالمسلم و
الا فہو کفر یا یوں کہے کہ طلع السہیل فبرد اللیل یعنی سہیل ستارہ نکلا سو رات میں سردی ہونے لگی اس واسطے کہ
سہیل کچھ سردی و گرمی نہیں لاتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یوں نہ کہے اللہ تعالی نے میرا
فلاں عمل برگزیدہ کیا اور شیخ نخعی رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ قرأۃ فلاں یا سنت ابوبکر کیونکہ سنت
فقط اللہ تعالی اور اُسکے رسول کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے اسلمت فی کذا یعنی میں
نے اس بارہ میں اسلام کیا بلکہ یوں کہے اسلفت فی کذا کیونکہ اسلام اللہ تعالی ہی کے واسطے ہے یہ فتاوے عتابیہ
میں ہے قال المترجم قولہ اسلمت فی کذا یعنی مثلاً میں نے سو درم کے عوض دس من گیہوں کی بیع سلم کی مگر لفظ
اسلام کی شرکت کی وجہ سے اسکو منع کر دیا و اسلفت فی کذا اسی معنی میں ہے و التفصیل فیما اسلفنا فتذکر اور چاند
دیکھنے کے وقت چاند کی تعظیم کے واسطے اسکی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر اپنے ساتھی کو دکھلانے کے واسطے
اسکی طرف اشارہ کرے تو مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ فتاوے میں ہے کہ شیخ نصیر نے فرمایا کہ میں نے
حسن بن ابی مطیع سے دریافت کیا کہ نہر مغصوب سے وضو کرنا یا پانی پینا کیسا ہے فرمایا کہ اگر وہ نہر وہیں ہو جہاں
تھی تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر اسکو اپنی جگہ سے تحویل کر دیا ہو تو میں مکروہ جانتا ہوں کہ اس سے کوئی شخص نفع
اٹھاوے اور شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی نصب کی اور اسکا پانی غیر شخص کی
زمین میں بدون اُسکی رضامندی کے بہایا تو فرمایا کہ حلال نہیں ہے اور جو شخص اُسکے غصب سے واقف ہو اُسکو

حلال نہین ہے کہ یہ طاحونہ خریدے اور نہ یہ حلال ہے کہ اسکو اُجرت پر لے اور نہ یہ حلال ہے کہ وہان کچھ اناج لیجاوے
کہ با جرت پسواوے یا بطور عاریت پیسے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی گواہی لکھی اور لوگون نے
جنکی دستاویز ہے ادائے شہادت کی درخواست کی اور دستاویز مین سوائے اسکے جماعت گواہان نہین ہے یا انکی
گواہی جلد قبول ہونے والی ہے تو اسکو ادائے شہادت کا ترک کرنا روا نہین ہے اور اگر دستاویز مین اس کے
سوائے ایک جماعت ہو کہ وہ لوگ گواہی ادا کرتے ہین تو اسکو ادائے شہادت سے انکار کرنے کی
گنجائش ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک آزاد ہے پھر دوسرے شخص نے جو قبضہ والے کے
آزاد ہونے کو نہین جانتا ہے اسکے ساتھ یون قرارداد کی کہ تو مجھے اسکو ہبہ کر دے اور مین بھی اسکا ثمن تجھے ہبہ
کردون پس قابض نے قبول کر کے ایسا ہی کیا اور اُس شخص نے اسپر قبضہ کر لیا پھر آزاد مذکور اس کے قبضہ مین
مر گیا تو قابض اول پر ثمن واپس کر دینا واجب ہوگا اور از راہ دیانت وہ معذور نہوگا کہ مشتری مذکور کو ثمن
واپس نہ دے یہ غرائب مین ہے۔ یتیمہ مین ہے کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ سرہنگان سلطانی مین
سے کوئی سرہنگ ایک کوچہ مین گیا اور اُسکے پاس ایک خط ہے جسمین یہ لکھا ہے کہ اہل کوچہ اسکو اسقدر دین
پس سرہنگ مذکور نے ایک شخص محلہ والے کو پکڑ کر مسجد مین یا کسی دوسری جگہ قید کیا پس آیا گرفتار کو یہ کہنا چاہیے
کہ فلان و فلان یعنی میرے پڑوسیون کو بھی دو جبکہ یہ خط سب کے نام ہے اور حال یہ ہے کہ یہ شخص جو گرفتار
ہوا اسقدر مال جو اسمین لکھا ہے اکیلا ادا کرنے پر قادر نہین ہے یا اسکو یہ چاہیے کہ سکوت کرے اور جو تکلیف اُسپر
پہونچے اسپر صبر کرے تو فرمایا کہ صبر کرنا اولے ہے۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد
حمیر الوبری و عمر الحافظ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی اولاد ہے وہ اُن کے واسطے لباس بنالایا پس اُسنے
دیتے وقت اُنسے کہا کہ یہ لباس ان اولاد کے پاس میری طرف سے عاریت ہے تاکہ اگر وہ ایک سے لیکر دوسرے
کے لباس مین صرف کرے تو اسپر ضمان واجب نہو پس آیا اسکو یہ اختیار ہے یا اسپر یہ واجب ہے کہ انکی ملک کر دے
یا یہ واجب ہے کہ انکی حاجت کو دفع کرے حالانکہ وہ عاریت دینے سے دفع ہو جاتی ہے تو ان مشائخ نے فرمایا کہ اسپر
واجب یہی ہے کہ انکی حاجت کو دفع کرے اور وہ عاریت دینے سے دفع ہو جائیگی پھر مین نے یہی مسئلہ شیخ ابو الحسن رح
بن علی المرغینانی کو لکھا تو فرمایا کہ جیسا ان لوگون نے جواب پایا ہے اسی کے موافق شخص مذکور کو اختیار ہے کہ اولاد کو
اُن کا لباس بطور عاریت دیدے۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد سے دریافت کیا کہ زوجہ
کے حق مین بھی یہی حکم ہے فرمایا کہ ہان کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک شخص کی کئی اولاد ہین اُسنے اپنے تمام مال کا
کسی ایک اولاد کے واسطے اقرار کر دیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی قاضی نے اسکا اقرار باطل کیا پس اگر کسی
تاویل سے جو شرع مین معتبر ہے باطل کیا حالانکہ وہ قاضی فقیہ ہے تو جائز ہے ورنہ نہین جائز ہے ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے

ف۱ قال المترجم شاید طاحونہ کا حکم کرنا غیر کی زمین مین بے اجازت ہو لیکن اجزائے کلام مروجہ متبادر ہے نہ خلاف سیاق ۱۲ منہ
ف۲ اسمین اشارہ ہے کہ اگر یہ نکال ڈالا جاوے تو نصاب شہادت باقی نہ رہے ۱۲ منہ

اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب اُسکی اولاد سب صالح ہون اور اگر بعضے فاسق ہون پس اُس نے سب مال کا اقرار اولاد صالح کے واسطے کر دیا تو گنہگار نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی اور غبار بٹھلانے کیواسطے راستے مین پانی چھڑکنے مین مضائقہ نہین ہی مگر حاجت سے زیادہ چھڑکنا حلال نہین ہی یہ ملتقط مین ہی اگر کسی نے پنجرے مین بند کرکے بلبل لٹکائی تو جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی بعضے مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے زمین موات کو زندہ کرے پس وکیل نے اُس زمین کو زندہ کیا یعنے مزروعہ و آباد کیا آیا وہ وکیل کی ہوگی جیسے لکڑیان و گھاس لانے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت مین ہوتا ہی یا وہ زمین موکل کی ہوگی جیسے کہ بیع و اجارہ وغیرہ تصرفات مین وکیل کرنے مین ہوتا ہی تو فرمایا کہ اگر امام وقت نے موکل کو اس زمین کی احیاے کے واسطے اجازت دی ہو تو موکل کی ہوگی یہ غرائب مین ہی شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کو وکیل مطلق کیا یعنے کسی خاص کام کی تقیید نہین کی اُس نے وکالت قبول کی پھر زید نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وثیقہ نامہ لکھدے اُسنے لکھکر عمرو کو دیا پھر یہ وثیقہ عمرو کے پاس سے ضائع ہوگیا یا پھٹ گیا یا کسی شخص نے اُسکو پھاڑ ڈالا پس آیا عمرو کو اختیار ہی کہ بعینہ ایسا وثیقہ دوسرا بدون کمی و بیشی کے لکھدے تو فرمایا کہ ہان جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ جو شخص خناق ہو یعنے لوگون کا گلا گھونٹ کر راہ مین مار ڈالتا ہو یا پھانسی لگاکر مار ڈالتا ہو اور ساحر یعنے جو شخص جادو کرتا ہو یہ دونون قتل کر ڈالے جاوینگے کیونکہ یہ دونون زمین مین فساد کرتے پھرتے ہین اور اگر دونون توبہ کرین تو ان کی طرف سے قبول نہ کیجائیگی یعنے امام وقت قبول نہ کرکے انکو قتل کریگا اور اگر دونون پکڑے گئے پھر دونون نے توبہ کی تو انکی طرف سے قبول نہوگی بلکہ دونون قتل کیے جاوینگے اور یہی حکم زندیق کا ہی جو اپنی طرف لوگون کو بلانے مین معروف ہوا اور اسی پر فتوے ہی کذا فی خزانۃ المفتین

کتاب التحری

یعنی مشتبہ چیزون مین بحالت ضرورت دلی جزم و یقین پر عمل کرنا

اسمین چار باب ہین

باب اوّل۔ تحری کی تفسیر و رکن و شرط و حکم کے بیان مین جب کسی شی کا حقیقت حال دریافت ہونا متعذر ہو

قال المترجم تاویل مسئلہ یہ ہی کہ فاسق کا فسق ایسے طور پر ہو کہ جس سے شرعًا میراث سے محرومی کے قابل ہی ورنہ اسمین تامل ہی ۱۲ منہ ٹ؎ یعنی موات جسکا کوئی مالک نہو امام کے اختیار مین ہو ۱۲ منہ ٹ؎ پھانسی جیسے عرف مین معتبر ہی اور انگریزی پھانسی شرط نہین ہی ۱۲ منہ ٹ؎ فی الاصل خناق تا بالیقین لک منہا یعنے اگر دونون توبہ کرین تو اسے قبول نہوگی اقول اگر عبارت مین خرابی کتابت نہین تو شاید یہ حکم بطریق زجر ہی اور توبہ بطریق دیانت قبول ہوگی اور تحقیق مسئلہ تفسیر مترجم سے دیکھنا چاہیے ۱۲ م ٹ؎ قولہ زندیق یعنے لامذہب مترجم کے نزدیک صحیح یہ ہی کہ زندیق سے وہ مراد ہی جو دو خدا کا قائل ہی جیسا کہ اصول دین زردشتی ہی وہو المعروف عندہم اور شمول اس مین ہر ملحد و نیچری لامذہب ہی ۱۲

اسوقت اُسکو غالب رائے سے طلب کرنے کو تحری کہتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ تحری کا رکن یہ ہے کہ قلب سے طالب صواب ہو اسواسطے کہ تحری کا قیام اسی کے ساتھہ ہے اور جواز تحری کی شرط یہ ہے کہ مطلوب مشتبہ ہونیکی حالت مین تمام دلائل و قوف معدوم ہون کیونکہ تحری جب ہی حجت قرار دیگئی ہے کہ جب حالت مشتبہ ہو اور دلیل موجود نہو اسواسطے کہ ایسی حالت مین ضرورت تحری بدینوجہ ہے کہ مطلوب تک پہونچنے سے عاجز ہے اور حکم تحری یہ ہے کہ تحری سے جو کام واقع ہو وہ شرعًا براہ صواب واقع ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ دو شخصون نے تحری کی اور درحقیقت ایک شخص تحری کرکے مصیب ہوا دوسرا نہوا تو ثواب مین دونون برابر ہونگے اسواسطے کہ جو مصیب ہوا ہے تو اب مصیب ہونے کا خاصۃً اُسکو ملیگا یہ مجموعۃ الفتاوے مین ہے۔ ایک شخص کے نزدیک نماز کے وقت مین اشتباہ ہوا یعنی اگر اُسکو وقت کے ہوجانے مین شک ہے تو تحری نہ کرے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ وقت ہوجانے کا یقین ہوجاوے اور اگر وقت نکلجانے مین شک ہے تو اُس روز کی اس نماز کی نیت کرے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ ایک شخص نے جنگل مین تحری کرکے ایک طرف کو نماز پڑھی حالانکہ آسمان صاف ہے لیکن وہ نجوم نہین پہچانتا ہے پھر اُسکو معلوم ہوا کہ مین نے قبلہ رُخ نہین پڑھی ہے مجھسے خطا ہوگئی تو ہمارے اُستاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اُسکی نماز جائز ہوگئی اور سوائے شیخ رہ کے اور مشائخ رہ نے فرمایا کہ جائز نہوگی اسواسطے کہ مثل چاند و سورج وغیرہ کے جو دلیلین معتاد ظاہر ہین اُنمین کسی کا عذر جہالت مقبول نہوگا ہان دقائق علم ہیئات و صور نجوم ثوابت کے نہ جاننے مین وہ معذور رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک عورت پردہ دار لباس مین لپٹی ہوئی ہے وہ ایسے کسی کو نہین پاتی ہے جو اُسکو قبلہ کی طرف متوجہ کردے پس اگر وقت تنگ ہوگیا اور اُسنے کسی کو نپایا تو وہ تحری کرکے نماز پڑھے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ اصل کے باب صلوٰۃ المریض مین ایک مسئلہ لکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبلہ کی جہت کے بارے مین جیسے شہر سے باہر تحری کرنا جائز ہے ویسے شہر کے اندر بھی جائز ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ چند لوگ مریض ایک مکان مین ہین اُنھون نے رات کو جماعت کی نماز پڑھی کہ ایک اُنمین سے امام ہوگیا یا بعض نے قبلہ کی طرف پڑھی اور بعض نے غیر قبلہ رُخ پڑھی حالانکہ یہ سب گمان کرتے ہین کہ ہمنے بطریق صواب کام کیا ہے یعنے اُن لوگون نے تحری سے ایسا کیا تو ان لوگون کی نماز جائز ہے کیونکہ حالت اشتباہ مین اس طرح تحری کر لینا تندرست لوگون سے جائز ہے تو مریضون کو بدرجہ اولی جائز ہے اور اس مسئلہ سے ہمارے استدلال کی وجہ[1] یون ہے کہ امام محمدؒ نے ان لوگون کی نماز جائز ہونے کا حکم دیدیا بدون اس تفصیل کے کہ مکان مذکور داخل شہر ہے یا خارج شہر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مہمان ہوا اور رات کا وقت ہوا اور اُسکو کوئی ایسا نملا جس سے دریافت کرے اور اُسنے نفل نماز کا قصد کیا تو اُسکو تحری کر لینا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین مسئلہ مہمان کو ذکر کیا کہ اگر آدمی کسی شخص کے گھر مین مہمان ہوا اور لوگ سو رہے اور مہمان نے رات مین تہجد کی نماز کا قصد کیا اور لوگون کا جگانا جانب قبلہ دریافت کرنے کے

---

[1] اقول وجہ استدلال مین ضعف ظاہر ہے الا اظہر یہ کہ تندرست سے حالت اشتباہ مین جائز ہے تو مریض سے بدرجہ اولی جواز ہے اور اغنا یہ کہ اس سبب کے مجموعہ سے استدلال لیا جاوے ۱۲ منہ [2] جس روز جس نماز مین شک ہوا ہے ۱۲ منہ

واسطے اسکو ناگوار معلوم ہوا تو ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ اسکو تحری کرنا جائز نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر فریضہ نماز پڑھنے کا قصد کرتا ہے تو اسکو تحری کرنا جائز نہیں ہے اور اگر تہجد کی نماز کا قصد کرتا ہے تو اسکو تحری کرنا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح روایت ہمارے مشائخ سے یہی ہے کہ شہر میں اسکو تحری کرنا جائز نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم نماز مریض کے بارہ میں مذکور ہے وہ اس بات پر محمول کیا گیا ہے کہ جس مکان میں مریض لوگ ہیں وہ مکان کسی رباط میں ہے۔ اور وہاں رہنے والے اور لوگ نہیں ہیں کذا فی المحیط۔ ایک شخص ایک قوم کی مسجد میں گیا پس اگر اہل مسجد سے وہاں کوئی ہو تو اسکو تحری کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دریافت کر لینا واجب ہے اور اگر اس نے تحری کر کے نماز پڑھی تو جائز نہو گی لیکن اگر تحری کرنے میں اسکو قبلہ کی جہت ٹھیک ملگئی ہو تو نماز ہو گئی اور اگر اہل مسجد میں سے کوئی نہو اور اس نے تحری کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اسنے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو نماز جائز ہو گئی اور اگر بدون تحری کیے ہوے نماز پڑھ لی تو ایسی صورت میں نماز جائز نہو گی اور اگر اپنی مسجد میں اسکو ایسا اتفاق ہوا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حکم مثل بیت کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ غیر کی مسجد کے مانند اسکا بھی حکم ہے اور فتاوے حجتہ میں لکھا ہے کہ دو شخص جنگل کو گئے اور ہر ایک نے تحری کی اور ہر ایک کی تحری دوسرے کی تحری کے برخلاف واقع ہوئی تو دونوں کی نماز جائز ہو گی اور اگر دونوں میں سے کسی کی راے میں درمیان نماز میں یہ آیا کہ دوسرے کی جہت قبلہ کی طرف ہے تو پھر جاوے اور اسکی اقتدا کرے پس اگر اسنے تکبیر کا استقبال کر لیا تو جائز ہے ورنہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور قبلہ کی جہت کے تحری کرنے کے بہت سے مسائل کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکے ہیں

باب دوم۔ زکوٰۃ میں تحری کرنے کے بیان میں۔ اگر تحری کرنے کے بعد اسکو اس شخص کے حال میں جسکو زکوٰۃ دی ہے اشتباہ ہوا اور اسکی غالب راے میں یہ آیا کہ وہ فقیر ہے یا جسکو دی ہے اسنے خبر دی کہ میں فقیر ہوں یا کسی دوسرے عادل نے اسکو خبر دی کہ یہ فقیر ہے یا اسنے اسکو فقیروں کے لباس میں دیکھا یا فقیروں کی صف میں بیٹھا دیکھا یا دیکھا کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہے اور اسکے دل میں آیا کہ یہ فقیر ہے تو ان سب صورتوں میں اگر اسکو معلوم ہو گیا کہ یہ فقیر ہے یا اسکی راے غالب میں وہ فقیر نظر آیا یا اسکو کچھ معلوم نہو یا اسکی غالب راے میں وہ غنی معلوم ہوا یا اسکو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہے تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول میں جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی یہی حکم ہے لیکن سواے ایک صورت کے کہ جب اسکو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت جو دیا ہے وہ اسکے مال کی زکوٰۃ ادا ہونے کے واسطے کافی نہیں ہے پھر جس صورت میں یہ ظاہر ہوا کہ جس شخص کو دیا ہے وہ غنی ہے اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صدقہ جائز ہو گیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول کے موافق آیا لینے والے کو بھی لینا حلال ہے یا نہیں سو ہمیں مشائخ نے اختلاف کیا

ف ۱ اقول ایسی صورت ہے کہ مسجد کی محراب و جانب قبلہ مثل ہمارے دیار کے بنائی نہیں گئی ہے بلکہ فقط چہار دیواری و چھت وغیرہ ہے ۱۲ منہ ف ۲ یعنے مریض کو تحری سے نماز پڑھ لینا جائز ہونے کا حکم اس بات پر محمول الخ ۱۲

ہے بعض نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ مال مدعی کو بطریق تملک واپس دے پھر آیا دینے والے کو بھی ثواب ملیگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ مجاملہ و نیکوئی کرنے کا ثواب ملیگا صدقہ کا ثواب نہ ملے گا اور کتاب الحجۃ امام ابو یوسف میں سے مسئلہ مختلف فیہا میں شاہد پیش کیا ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہے کہ اُسنے کسی پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ طاہر نہ تھا تو ذکر فرمایا کہ جب تک اُسکو معلوم نہوا تب تک کافی ہے اور جب معلوم ہو گیا تو نماز کو اعادہ کرے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس بیان سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف رح نے اس نماز کو ادا سے کافی فرمایا ہے جبتک اُسکو در حقیقت فاسد ہونے کا علم نہیں ہوا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ اسی طرح ہر نماز جو فاسد واقع ہوئی ہے حالانکہ مصلی گمان کرتا ہے کہ جائز واقع ہوئی ہے اور وہ فاسد جاننے سے پہلے مر گیا تو پھر عتاب نہوگا کیونکہ اعتبار اُس گمان کا ہے جو اُسکے نزدیک ہے اس حقیقت حال کا اعتبار نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے[1] اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہم نے نظیر اُس روایت کی ہے جو امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خرید کر اُس سے بار بار وطی کی پھر وہ باندی استحقاق میں لے لیگئی تو اُسکی وطی اس مشتری کے حق میں حلال تھی اور اُسکا ضمان ساقط نہوگا اور بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رح کے وطی حرام ہے لیکن مشتری پر گناہ نہوگا یہ محیط میں ہے۔

تیسرا باب۔ کپڑوں و مسالیخ و ظروف و موتی میں تحری کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص کے پاس تین یا زیادہ کپڑے ہوں اور بعض نجس اور بعض پاک ہوں پس اگر کسی علامت سے دونوں کی تمیز ممکن ہو تو تمیز کر لیجاوے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار پیش آوے یعنی مثلاً ایسا کوئی کپڑا نہ پاوے جو بیقین طاہر ہو اور اُسکو نماز کی ضرورت ہے اور اُسکے پاس ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے دونوں یا زیادہ کپڑوں میں سے کوئی کپڑا دھو ڈالے تو وہ شخص تحری کرے یعنی اپنے قلب سے توجہ کر کے جو اُسکو اپنی کوشش سے پاک نظر آوے اُس سے نماز پڑھ لے اور اگر حالت اختیاری ہو یعنی ایسی ضرورت پیش نہ آوے پس طاہر غالب ہوں تو تحری کرے اور اگر نجس غالب ہوں یا دونوں برابر ہوں تو تحری نکرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو کپڑے ہوں میں اُسنے تحری کی اور اُسکی تحری میں آیا کہ یہ کپڑا دونوں میں سے طاہر ہے پس اُسنے اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اُسکی غالب رائے میں یہ آیا کہ وہ دوسرا طاہر ہے پس اُسنے اُس سے عصر کی نماز پڑھی تو نہیں جائز ہے کیونکہ جب ہمنے ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا تو جس کپڑے سے ظہر پڑھی ہے وہی طاہر ٹھہرا اور اس حکم کی ضروریات میں سے یہ بات ہے کہ دوسرے کی نجاست کا حکم ہو پس دوسرے کی نجاست کا حکم جاری ہونے کے بعد اسکے برخلاف اُسکی غالب رائے کا اعتبار نہوگا پھر اگر اُسکو اس بات کا یقین ہوا کہ جس سے میں نے ظہر کی نماز پڑھی ہے وہی نجس ہے تو نماز ظہر کا اعادہ کرے اسی طرح اگر اُسکے دل میں تحری نہ آئی ہو بلکہ اُسنے دونوں میں سے ایک کپڑا لیکر اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ صورت اور جس صورت میں اُسنے تحری سے ایسا کیا ہے دونوں یکساں ہیں

[1] کیونکہ وہ خصائص باری تعالیٰ میں سے ہے بندہ کو یہ علم کہاں ہے ۱۲ منہ [2] جو تغیر ہونے کا دعوی کرتا ہے ۱۲

پس مسلمان کا فعل صحت پر محمول کیا جائے گا جب تک نجس ہونا ظاہر نہو پس یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پاک
ہی کپڑا ہے اور اُسکی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جائے گا جب تک اسکے برخلاف ظاہر نہو اور اگر کسی کے
پاس تین کپڑے ہون اور اُسنے تحری کر کے ایک سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی نماز
پڑھی اور تیسرے سے مغرب کی نماز پڑھی پھر پہلے سے عشاء کی نماز پڑھی تو ظہر و عصر کی نماز جائز ہے مغرب و
عشاء کی نماز فاسد ہے کیونکہ جب اُسنے پہلے دوسرے کپڑے سے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور بذریعہ جواز
ہر دو نماز کے دونون کپڑون کی پاکی کا حکم دیا گیا تو تیسرا کپڑا متعین ہوگیا کہ نجس ہے پس اس سے مغرب کی نماز جائز
نہوئی پھر عشاء کی نماز اُسنے پاک کپڑے سے پڑھی مگر ایسی حالت مین پڑھی کہ اُسپر مغرب کی قضا واجب تھی پس
بسبب ترتیب کی رعایت کے عشاء بھی جائز نہوئی اور دوسری روایت کے موافق عشاء کی نماز جائز ہوگی یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ نوادر مین ہے کہ اگر دو کپڑون مین سے ایک نجس ہو پس اُس نے ایک کپڑے سے بدون تحری
کیے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر اُسکی تحری مین یہ آیا کہ پہلا کپڑا پاک ہے تو امام ابو حنیفہ
نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی نماز نہین پڑھی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جائز ہے یہ محیط مین ہے۔
دو شخص سفر مین ہین اور دونون کے پاس دو کپڑے ہین ایک نجس ہے اور دوسرا طاہر ہے پس ہر ایک نے تحری
کر کے ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور دوسرے کی تحری مین دوسرا کپڑا پاک نظر آیا اُس نے اُس سے پڑھی تو
دونون مین سے ہر ایک کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک امام ہو گیا اور دوسرے نے اُسکی اقتدا
کی تو امام کی نماز جائز ہوگی مقتدی کی جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ دو شخص کھیلتے تھے پس ایک شخص سے ایک
قطرہ خون کا ٹپکا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ مجھ سے نہین ٹپکا ہے پھر ہر ایک نے تنہا نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی اور اگر
ایک نے دوسرے کی اقتدا کی تو مقتدی کی نماز جائز نہوگی اور اسی جنس کا دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ تین آدمی کھیلتے
تھے پھر ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا یا ایک نے آہستہ سے پادا یا زور سے پادا پھر سب نے اس سے
انکار کیا پھر تینون مین سے ایک شخص ظہر مین امام ہوا اور دوسرا عصر مین اور تیسرا مغرب مین تو ظہر کی نماز
سب کی جائز ہے اور عصر کی نماز اُس شخص کی جو مغرب مین امام ہوا ہے نہین جائز ہے اور مغرب کی نماز اُن دونون شخصون کی
جو ظہر و عصر مین امام ہوے ہین نہین جائز ہے یہ تو ایک روایت ہے اور امام مغرب کے حق مین دو روایتین
ہین اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ سب نمازین جائز ہین یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص سفر مین ہو اور اسکے
پاس چند برتن ہین بعضے پاک ہین اور بعضے نجس ہین پس اگر پاک برتن زیادہ ہون تو حالت اختیار و حالت
اضطرار دونون صورتون مین پینے و وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کر لینا روا ہے اور اگر نجس زیادہ ہون یا
مساوی ہون تو حالت اختیار مین پینے یا وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کرنی جائز نہین ہے اور اگر حالت

ف قال المترجم اس مسئلہ مین دو باتین چاہییے ہین اول یہ کہ تینون کپڑے پاک نجس سے مخلوط ہین دوم یہ کہ پاک کا زیادہ
ہونا اور نجس کا کم ہونا معلوم ہے ۱۲ منہ ف یعنی تیسرا یا نید دو کا نشانہ نماز وغیرہ جو جائز ہے ۱۲ منہ ف جبکہ انکار نہین کیا ۱۲

اضطراری ہو تو پینے کے واسطے بالاجماع تحری کرے اور وضو کے واسطے ہمارے نزدیک تحری نہ کرے
بلکہ تیمم کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر پاک اور نجس پانی مین نجاست کا غلبہ ہو تو سب کو بہادے پھر تیمم کرے اور
یہ احتیاط ہے واجب نہین ہے پس اگر اُسنے سب پانی بہاکر تیمم کیا تو احوط ہے تاکہ پانی نہونے کی حالت مین اُسکا
تیمم یقینی ہو اور اگر اُسنے نہ بہایا تو بھی کافی ہے اور طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ دونون پانی باہم مخلوط
کردے پھر تیمم کرے اور اسمین زیادہ احتیاط ہے اسواسطے کہ بہا دینے سے اُسکی منفعت بالکل جاتی رہیگی اور ملا دینے
سے نہ جاتی رہیگی اسواسطے کہ مخلوط کر دینے کے بعد اپنے چارپایہ یا سواری کو پلا سکتا ہے اور جسوقت حاجت ہو اُسوقت
خود بھی پی سکتا ہے پس بہا کرنا اولی ہے اور المنبع مین ہے بعض متاخرین نے یون فتوی دیا ہے کہ احتیاطاً دونون برتنون
کے پانی سے وضو کرے اسواسطے کہ زوال حدث یقینی ہوگا مگر ہم ایسے نہین ہین کہ اس فتوی کو اختیار کرین اسواسطے
کہ اگر اُسنے ایسا کیا تو ایسے پانی سے وضو کرنے والا ہوا جسکے نجس ہونے کا اسکو یقین ہے اور اسکے اعضا نجس ہو جاوینگے
خصوصاً اسکا سر کہ وہ نجس پانی سے مسح کرنے سے نجس ہو جائیگا پھر وہ طاہر نہوگا اگرچہ پاک پانی سے اُسپر مسح کرے
پھر ایسا حکم دینے کے کچھ معنی نہین ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی تو اسکی نماز
جائز ہو جائیگی اگر اُسنے سر مین دو جگہ سے مسح کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر سفر مین کسی شخص کا برتن اُسکے برتنون
مین ملگیا حالانکہ وہ لوگ اُسوقت موجود نہ تھے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تحری کرے اور ایک برتن لے کر
اس سے وضو کرے اور یہ بمنزلہ طعام مشترک کے ہے کہ اگر چند لوگون کا طعام مشترک ہو اور اہل شرکت غائب
ہون اور ایک شخص حاضر ہو جسکو اپنے حصہ طعام کی ضرورت ہوئی تو بقدر اپنے حصہ کے لے لے اسی طرح اگر کسی
کی گروہ روٹی اُسکے ساتھی کی روٹی مین مختلط ہوگئی تو بعض نے فرمایا کہ تحری کر کے لے لے اور بعض نے فرمایا
کہ پانی کے برتن اور گروہ روٹی دونون صورتون مین تحری نہ کرے بلکہ ساتھیون کے آنے تک انتظار کرے
اور یہ سب حالت اختیار کا حکم ہے اور حالت اضطرار مین سب صورتون مین تحری جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے
اگر ایک شخص کے پاس پوست کشیدہ بکریان ہون جنمین بعضی مردار ہون پس اگر علامت سے تمیز ممکن ہو تو
ہر حال مین تمیز کر لے اور کھاوے وہ مباح ہے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار ہو یعنی اسکو
ایسی جو یقینی ذکوۃ ہوئی یعنے شرع مین جس طرح سے حلال ہو جاتی ہے ویسی حلال کی ہوئی نہ ملی اور وہ کھانے
کی طرف مضطر ہو تو ہر حال مین تحری کر کے کھاوے اور اگر حالت اختیاری ہو پس اگر حرام غالب ہون یا حلال
مردار دونون برابر ہون تو تحری کر کے کھانا جائز نہین ہے اور اگر حلال غالب ہون تو تحری کر کے تناول کر سکتا
ہے یہ محیط مین ہے۔ اور واضح ہو کہ مردار و حلال کی شناخت مین سے ایک یہ ہے کہ مردار جب پانی مین ڈالی جاوے
تو جسمین جو خون باقی رہجاتا ہے وہ پانی پر تیر آتا ہے اور حلال کی ہوئی پانی مین بیٹھ جاتی ہے اور لوگ کبھی
اس بات کو اسطور سے پہچانتے ہین کہ مردار مین دم و رطوبت زیادہ باقی رہجاتی ہے اور جلد فاسد ہو جاتی ہے لیکن یہ سب

ه یعنے تیمم جائز ہوگا ۱۲ منہ ه یعنے پانی بھرا ہوا برتن ۱۲ منہ ه یعنے پہچان اُسکی ۱۲ منہ ه اسکے پانی سے ۱۲

اس صورت ہیں معدوم ہوگا کیونکہ جب مردار اسوجہ سے مردار ہیکہ اسکو مجوسی نے ذبح کیا ہی یا مسلمان نے عمداً تسمیہ چھوڑ کر ذبح کیا ہی یہ مبسوط میں ہی اور اگر مردار چربی کے ساتھ ملا ہوا روغن یا روغن زیتون یا تیل غالب ہو تو اسکا کھانا حلال نہیں ہی مگر سواے کھانے کے اور طور سے نفع لینا حلال ہی اسواسطے کہ جب حلال غالب ہو تو حرام جو مغلوب ہی وہ حکماً اسمیں ہالک ہوجاتا ہی یعنے معدوم ہوجاتا ہی پس ہمنے کھانے کے سواے اور طور سے نفع اٹھانے ہیں حرام کو جو مغلوب ہی مثل ہالک یعنی کالمعدوم اعتبار کیا اسلیے کہ کھانے کے سواے اور طور سے نفع اٹھانے ہیں نجاست مانع نہیں ہوتی ہی چنانچہ کھیتوں ہیں گوبر مٹی ملا ہوا اور کھاد ڈالنا جائز ہی مگر کھانے کے حق ہیں ہمنے احتیاطاً حرام کو حقیقۃً موجود اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی ہیں ہی

چوتھا باب۔ متفرقات ہیں۔ ایک شخص کی چار باندی ہیں اُسنے انہیں سے ایک باندی کو آزاد کردیا پھر یہ بھول گیا کہ کس کو آزاد کیا ہی تو وطی کے واسطے اسکو تحری کرنے کا اختیار نہیں ہی اور جس طرح اس صورت ہیں اسکو وطی کرنیکے واسطے تحری کا اختیار نہیں ہی ویسے ہی بیع کیواسطے تحری کرنے کا اختیار نہیں ہی اور حاکم اس شخص اور ان باندیوں کے درمیان تخلیہ نہ دیگا یعنے اسکو اختیار مطلق کا موقع کہ جو چاہے ان سے کرے حاکم نہ دیگا یہانتک کہ وہ باندی جو آزاد کی ہوئی ہی معلوم ہوجاوے اور اگر اُسنے انہیں سے تین باندیاں فروخت کردیں اور حاکم نے اُنکی بیع جائز ہونے کا حکم دیدیا اور جو باقی رہی ہی اسی کو آزاد قرار دیا پھر ان باندیوں ہیں سے جن کو اُسنے فروخت کیا ہی کوئی بوجہ پھر خرید لینے یا ہبہ یا میراث کے اُسکی ملک ہیں آئی تو اُسکو روا نہیں ہی کہ اُس سے وطی کرے اسواسطے کہ قاضی نے جو حکم دیا ہی وہ جہالت کے ساتھ بغیر علم حکم دیا ہی اور جو حکم قضاء بغیر علم ہو اُسکا کچھ اعتبار نہیں ہی لیکن اگر اُسنے اس باندی سے نکاح کر لیا تو وطی کرنا حلال ہی کیونکہ اگر وہی آزاد ہوگی تو اسکے اور اُسکے درمیان نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد نہیں تھی تو اسکی مملوکہ ہوگی تو بھی بوجہ ملک کے حلال ہوگی یہ مبسوط ہیں ہی۔ ایک قوم ہیں ہر ایک کے پاس ایک ایک باندی ہی پھر ایک نے اپنی باندی کو آزاد کردیا پھر اُن لوگوں نے آزاد کی ہوئی کو نہ پہچانا کہ کون ہی تو انہیں سے ہر ایک کو اپنی باندی سے وطی کرنے کا اختیار ہی یہانتک کہ معلوم ہو کہ یہ باندی اُس شخص کی آزاد کی ہوئی ہی تب پھر اُس سے وطی نہیں کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی ہیں ہی اور اگر ان لوگوں ہیں سے کسی کی غالب راے ہیں یہ ہو کہ یہ باندی وہی ہی جسکو آزاد کرنے والے نے آزاد کیا ہی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ اُس سے نزدیکی نکرے اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی تو جبتک اُسکو یقین نہوجاوے تبتک یہ فعل حرام نہوگا۔ اور اگر اس قوم کی سب باندیوں کو ایک ہی شخص نے خرید کیا جو اس حال کو جانتا ہی تو اُسکو کسی باندی سے قربت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا یہانتک کہ آزاد کی ہوئی باندی کو پہچانے اور اگر سب باندیوں کو سواے ایک باندی کے خرید کیا تو ان خریدی ہوئی باندیوں سے اُسکو وطی کرنا حلال ہی پھر اگر اُسنے باقی باندی بھی خریدی تو پھر اُن ہیں سے کسی باندی سے وطی نہیں کرسکتا ہی اور نہ ان ہیں سے کسی باندی کو فروخت

---

[1] مسئلہ کی تمام روایت سابق ہیں گذر چکی ہی ۱۲ منہ

کرسکتا ہی یہان تک کہ اُنہین سے آزاد کی ہوئی باندی کو جانے اسی طرح اگر مشتری انھین باندیون کے مالکون مین سے ایک ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص کے پاس سرکہ کے دس مٹکے ہین اُن مین سے ایک مٹکے مین اُسنے ایک چوہا مرا ہوا پایا اور نکال کر پھینک دیا پھر وہ بھول گیا کہ مین نے کس مٹکے مین سے نکالا تھا تو وہ بلی کو چھوڑے سو بلی جس مٹکے پر بیٹھے وہی نجس ہی اور باقی مٹکے پاک ہین کذا فی القنیہ

وفیہ نظر ۱۲

کتاب احیاء الموات

اور اسمین دو باب ہین

باب اول۔ موات کی تفسیر اور موات مین جن تصرفات کا امام المسلمین کو اختیار ہی انکے بیان مین اور جس وجہ سے موات مین ملک ثابت ہوتی ہی اور جس سے ملک نہین فقط حق ثابت ہوتا ہی اُس کے بیان مین۔ اور موات کے حکم کے بیان مین۔ ارض موات اُس زمین کو کہتے ہین جو آبادی[1] شہر وغیرہ سے باہر خاص کسی کی ملک نہو اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص متعلق ہو۔ پس جو زمین داخل آبادی ہو وہ بالکل موات نہوگی اور اسیطرح جو بلدہ سے خارج ہی لیکن بلدہ کے مرافق مین سے ہی مثلاً آبادی کے لوگ وہان سے لکڑیان لاتے ہین یا اُنکی چراگاہ ہی وہ بھی موات نہوگی حتے کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہین ہی کہ یہ قطعات زمین کسی کو عطا کرے اسی طرح جس زمین سے نمک اور تار وغیرہ ایسی چیزین نکالتی ہین جس سے مسلمان لوگ بے پروا نہین ہوسکتے ہین یعنی بہرحال اُسکے حاجتمند ہین وہ بھی موات نہین ہی حتے کہ امام کو یہ اختیار نہین ہی کہ ایسی زمین کسی کو قطاع دے یعنے اُسکے واسطے یہ قطعہ مین علیحدہ کردے پھر آیا یہ شرط ہی کہ ارض موات آبادی سے دور ہو سو امام طحاوی نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی ہی کہ وہ آبادی سے دور ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ شرط نہین ہی حتے کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جسکا پانی خشک ہوگیا یا بڑا نیستان ہو جسکا پانی خشک ہوگیا اور کسی کی ملک نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ ارض موات ہی اور موافق روایت امام ابو یوسفؒ کے اور یہی قول طحاوی رہ کا ہی وہ ارض موات نہوگی مگر جواب ظاہر الروایۃ کا صحیح ہی اسواسطے کہ موات ایسی زمین کا نام ہی جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے پس جب وہ کسی کی ملک نہین اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص ہی تو وہ منتفع نہوگی پس یہ زمین موات ہوگی خواہ آبادی سے قریب ہو یا بعید ہو یہ بدایع مین ہی۔ اور قدوری نے فرمایا کہ جو زمین قدیم سے اُجاڑ ہو اُسکا کوئی مالک نہو یا مملوک ہو مگر زمانہ اسلام مین اُسکا کوئی معین مالک معلوم نہوتا ہو اور وہ قریہ سے اسقدر دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہائے کنارہ پر کھڑا ہوکر بلند آواز سے پکارے تو وہان آواز سنائی نہ دے تو وہ موات ہی اور قاضی فخر الدینؒ نے فرمایا کہ موات کی تعریف مین جو اقوال ہین اُنمین سے اصح یہ ہی کہ آدمی آبادی کے

[1] قولہ آبادی شہر وغیرہ سے آہ اسواسطے کہ اطلاق بازمین معمورہ پر عرب کی زبان ہے پس خاص شہر کا ترجمہ کرنا سہو ہی کما وقع للمتفحص فاستقم ۱۲

کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہاں تک آواز پہونچے وہ فناے قریہ ہے کہ اُسکی طرف لوگوں کو اپنے مویشی چرانے اور اسکے سوائے اور کاموں کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے بعد جو زمین ہے وہ موات ہے بشرطیکہ اُس کا کوئی مالک معلوم نہو اور قریہ سے دور ہو تا جو اس قول میں مذکور ہے موافق شرط امام ابو یوسفؒ کے ہے اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اعتبار ہے کہ اہل قریہ کا ارتفاق درحقیقت اُس سے منقطع ہو اگرچہ قریہ سے قریب ہو اور شمس الائمہ رح نے مختار امام ابو یوسف رح پر اعتماد کیا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور امام کو اختیار ہے کہ قطعہ موات کسی کو عطا کرے پس اگر امام نے موات میں سے کوئی قطعہ کسی کو دیا اگر اُسنے اُسکو آباد نہ کیا چھوڑ دیا تو تین سال تک اُس سے تعرض نکرے گا پھر جب تین سال گذر جاویں تو پھر وہ عود کر کے موات ہوگی اور امام کو اختیار ہوگا کہ وہ قطعہ کسی دوسرے کے نام کر دے اور زمین موات میں امام اعظم رح کے نزدیک امام المسلمین کی اجازت سے آباد وغیرہ کرنیسے ملک ثابت ہوتی ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک فقط احیاء سے یعنے آباد کرنے سے مالک ہوتا ہے اور ذمی بھی مثل مسلمان کے موات کو احیاء کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی شخص نے بدون اجازت امام المسلمین کے ارض موات کو زندہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا مالک نہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اُسکا مالک ہو جائے گا اور ناطفی نے ذکر کیا کہ قاضی اپنی ولایت میں اس بات میں مثل امام المسلمین کے ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد ترک کر دیا اور بعد ازاں دوسرے شخص نے اُسکی زراعت کی تو بعض نے کہا کہ دوسرا شخص اُسکا مستحق ہوا اور اصح یہ ہے کہ پہلا ہی اُسکا مستحق ہے اسواسطے کہ وہ احیاء کرنے کی وجہ سے اُسکا مالک ہوا ہے پس چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے خارج نہو جائیگی۔ اور اگر زمین کی تحجیر کی تو اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق یہ کام احیاء نہیں ہے کیونکہ احیاء اسکو کہتے ہیں کہ زمین کو قابل زراعت کر دے اور تحجیر یہ ہے کہ اُس میں پتھر رکھکر علامت کر دے یا جو کچھ اُسمیں گھاس و کانٹے وغیرہ ہیں اُسکو کاٹ کر کوڑے کرکٹ وغیرہ سے پاک کرکے کانٹے وغیرہ کو اُسکے گرداگرد یا جو کچھ اُسمیں کانٹے وغیرہ لگے ہیں سب کو جلا کر صاف کر دے اور ان سب میں سے کوئی بات مفید ملک نہیں ہے لیکن جسنے ایسا کیا ہے وہ بہ نسبت دوسروں کے اس قطعہ زمین کے حق میں اولے ہے لیکن تین برس تک اس کے ہاتھ سے نیجائیگی پس کسی کو نہ چاہیے کہ تین سال گذرنے سے پہلے اس زمین کی احیاء کرے اور یہ حکم از راہ دیانت ہے اور از راہ حکم یہ ہے کہ اگر تین سال گذرنے سے پہلے کسی نے اُسکو زندہ قابل زراعت کیا تو اُسکا مالک ہو جائیگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر ارض موات میں کسی نے بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اُس زمین کی احیاء ہے اسواسطے کہ اس طرح پتھر جمانا بمنزلہ عمارت کے ہے اور اگر اُسکے گرد چہار دیواری بنائی یا اُسکو اسطرح مستحکم کر دیا کہ پانی سے محفوظ ہے تو یہ بھی احیاء ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور احیاء کے معنی یہ ہیں کہ اُسمیں عمارت بناوے یا درخت لگاوے یا جوتے یا سینچے کذا فی الخلاصہ اور ماوراء النہر و خوارزم کی اراضی موات نہیں ہے اسواسطے کہ وہ غنیمت میں داخل ہے پس فتح اسلام میں انتہا یہ جو مالک یا بائع ہو یا اُسکے وارث ہوں اُنکو دیجائیگی اور اگر اُنمیں سے کوئی معلوم نہو تو ایسی صورت میں حاکم کو تصرف کا اختیار ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور رہوار اراضی مملوکہ ہو جب اُسکے مالک میں سے کوئی باقی نہ رہے تو اُسکا حکم

مثل نقطہ کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ مثل زمین موات کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر زمین موات میں کسی جگہ میں عمارت بنائی یا کسی قدر میں کھیتی بوئی یا اس زمین کیواسطے کاریز وغیرہ بنائی تو اُس کے لیے وہ جگہ جہاں عمارت بنائی ہے یا کھیتی کی ہے بطور ملک ہوگی اور باقی نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر نصف سے زیادہ کی احیاء کی تو پوری زمین کا احیاء قرار دیا جائیگا اور اگر آدھی زمین کو زندہ کیا تو اُسکو اُسی قدر ملیگی جسقدر زندہ کی ہے باقی نہ ملیگی پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کثرت کا اعتبار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جسقدر اُسنے نہیں زندہ کی ہے یعنی ہنوز موات ہے اگر وہ زندہ کی ہوئی کے بیچ میں ہو تو یوں قرار دیا جائیگا کہ اُسنے کل کو زندہ کیا ہے اور اگر زمین موات ایک کونہ میں چھوٹ رہی ہو تو اسقدر باقی کا احیاء نہ قرار دیا جائے گا یعنے اسقدر کی اُسکی ملک نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور ابن سماعہ رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ اگر زمین موات میں کنواں کھود کر زمین مذکور زمین پانی دیا تو اُسکی احیاء کردی خواہ اُس میں زراعت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر زمین مذکور میں نہریں کھود دیں تو احیاء نہوگا لیکن اگر ان نہروں میں پانی جاری کردیا تو احیاء ہے اور اگر زمین موات کی گھاس جلادی تو احیاء نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر نیستان یا جنگل ہو پس اُسنے نرکل کاٹ کر یا درخت کاٹ کر زمین برابر کی تو یہ احیاء ہے یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس قطعہ زمین کی میرے واسطے احیاء کرے پس وکیل نے احیاء کی تو وہ قطعہ موکل کا ہوگا بشرطیکہ امام المسلمین نے موکل کو اسکے احیاء کی اجازت دی ہو یہ قنیہ میں ہے اور جو زمین خراب آبادی کے قریب ہے اُسکی احیاء ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے کذا فی الکنز یعنی اگر اُسکو کسی نے احیاء کیا تو اُسکا مالک نہوگا و احیاء کا حکم ثابت نہوگا علی ما مر من التفصیل فتذکر اور دجلہ و فرات نے جو زمین چھوڑ دی ہے یعنے پانی کی دھار ہٹ کر یہ زمین چھوڑ کر بہنے لگی ہے پس اگر ایسا نظر آوے کہ شاید دھار پھر اسی جگہ بہنے لگے تو اُسکی احیاء نہیں جائز ہے کیونکہ اُسکے نہر ہو جانے کی حاجت عام لوگوں کو ہے اور اگر ایسا نظر نہ آوے کہ پھر دھار یہاں عود کریگی تو وہ موات ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک زمین غرق ہو کر بحر ہو گئی پھر اُس میں سے پانی جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے خراب ہو گئی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے اُس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا کہ یہ زمین مالک قدیم کی ہوگی قال المترجم ہو الاصح۔ اور بعض نے کہا کہ جسنے احیاء کی ہے اُسکی ہوگی قال المترجم لم یوخذ بہذا کذا فی القنیہ۔ امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تیرا جی چاہے فلاں زمین موات کو زندہ کر کے اُس سے انتفاع حاصل کر مگر میری ملک نہوگی پس اُسنے احیاء کی تو اُسکا مالک نہوگا کیونکہ یہ شرط امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ امام رح کے نزدیک بدون اجازت امام المسلمین کے موات کا مالک نہیں ہوتا ہے پس جب امام نے اُسکو مالک ہونے کی اجازت نہ دی تھی تو احیاء کرنے سے وہ مالک نہوگا یہ مضمرات میں ہے ایک شخص نے ارض موات کو زندہ کیا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکے گردکی زمین کا احیاء کیا یہاں تک کہ شخص اول کی زمین کے چاروں طرف اُسنے احاطہ کر لیا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کی زمین سے جو اُسنے زندہ کی ہے اپنی زمین میں آمد و رفت کیا کرے

ملہ یعنے جس قدر قطعہ کے احیاء کی امام نے اجازت دی ہو ۱۲ ملہ یعنے اگر اُسنے زندہ کی تو بمنزلہ اصل کے ہے ۱۲ منہ ملہ یعنی اُسکا احیاء جائز [illegible]

اور اگر اُس شخص کی زمین زندہ کردہ کے گرد چار آدمیوں نے اگر چار جانب سے زمین موات کو زندہ کر کے اُسکی زمین کو سب طرف سے گھیر لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جس زمین سے چاہے اپنی زمین میں آمد و رفت کیا کرے بشرطیکہ چاروں نے ساتھ ہی چار جانب سے احیاء کیا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زمین موات میں زندہ کرنے کی غرض سے کنواں کھودا اور پانی نکلنے میں ایک ہاتھ باقی رہگیا تھا کہ دوسرے شخص نے آکر اُسی زمین میں کنواں کھودا تو اس زمین کا شخص اول مستحق ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اُسنے احیاء کو ترک کر دیا ہے اور ترک کی مقدار ایک مہینہ مقرر کی گئی ہے اگر اُسنے ایک مہینہ تک ترک کیا تو البتہ دوسرا مستحق ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں شخص اول نے فقط ایک ہاتھ کھودا ہو تو اُسکا وہ حکم ہے جو تحجیر کا حکم ہے احیاء نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مثل دجلہ کے کوئی دریا ہو اُس پر چراگاہ ہو اور ایسی جگہ جہاں سے جلانے کی لکڑیاں لائی جاتی ہیں تو یہ سب اُس شخص کی ہونگی جسنے اُس زمین کو زندہ کیا ہے لیکن اگر یہ زمین کسی قریہ کی فناء ہو اور احیاء سے اُسکی فناء فاسد ہوئی جاتی ہے تو وہ شخص احیاء سے منع کیا جاویگا اور والی کو اختیار ہے کہ جس زمین میں پٹّے ندی کا راستہ ہے اُسکو احیاء کے واسطے کسی کے نام کر دے بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کے حق میں ضرر نہو اور فرمایا کہ ایسا اختیار فقط خلیفہ کو ہے یا جسکو خلیفہ نے متولی مقرر کیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر پہاڑ کی جڑ میں کنواں کھودا تو اُسکے اعلیٰ تک مالک ہو جائیگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور واضح ہو کہ ارض موات کے حق میں دو حکم ہوتے ہیں ایک حکم حریم دوم حکم وظیفہ پس حکم حریم میں دو طرح بیان ہے اول اصل حریم کا بیان دوم مقدار حریم کا بیان پس اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ جس نے زمین موات میں کنواں کھودا اُس کنوئیں کے واسطے اصل حریم ضرور ہے حتیٰ کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے حریم میں کنواں کھودنا چاہا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُسکو منع کرے اسی طرح چشمہ کے واسطے بالاجماع حریم ہے رہا مقدار حریم کا بیان سو چشمہ کے حریم کی مقدار بالاجماع پانسو گز ہے کذا فی البدائع۔ پھر بعض نے فرمایا کہ یہ پانسو گز چاروں طرف سے ہیں یعنے ہر طرف سے ایکسو پچیس گز ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے پانسو گز مراد ہیں اور گز سے گز مکسر جو چھ مٹھی کا ہوتا ہے مراد ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور بیر عطن یعنی جو کنواں ایسا ہوتا ہے جسکے جانوروں کو پانی پلا کر اُسکے گرد آرام دیتے ہیں اُسکا حریم چالیس گز ہوتا ہے کذا فی البدائع اور بعض نے فرمایا کہ چالیس گز چاروں طرف سے ہر طرف سے دس دس گز مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور سینچنے کے کنوئیں کا حریم صاحبین کے قول کے موافق اُسکا حریم ساٹھ گز ہوتا ہے اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ میں سوائے چالیس گز کے اور زیادہ نہیں جانتا ہوں اور اسی پر فتویٰ ہے اور صدر الشہید نے قضاء جامع صغیر کی شرح میں فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے احیاء ارض موات کے لیے زمین مذکور میں نہر بنائی تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم کا مستحق نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک مستحق ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ بالاجماع اُسکے واسطے حریم کا مستحق ہوگا اور نوازل میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہر کا حریم ہر دو طرف اُسکے عرض کا نصف ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ بقدر عرض نہر کے ہے اور فتویٰ امام ابو یوسف رح کے قول پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اور دوم بیان حکم وظیفہ کا سو

؎ جس زمین الخ اسواسطے کہ راستہ اُسکا اول سے مستحق ہے اور ہر طرف سے اُسکو اختیار ہے ۱۲ ؎ گز سے گز شرعی مراد ہے ۱۲

اگر مسلمان نے زمین موات کو زندہ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اُس نے زمین عشری ف۱ کے تحت کی زمین موات کو زندہ کیا ہے تو یہ بھی عشری ہوگی اور اگر زمین خراجی ف۲ کے تحت کی زمین موات زندہ کی ہے تو وہ خراجی ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اُسنے عشر کے پانی سے زندہ کیا ہے تو وہ عشری ہے اور اگر خراجی پانی سے زندہ کی ہے تو خراجی ہے اور اگر زمین موات کو کسی ذمی نے زندہ کیا تو بہر حال وہ خراجی ہے جیسے ہی ہو یہ بالاجماع ہے اور یہ مسائل کتاب العشر والخراج کا مسئلہ ہے یہ بدائع میں ہے اور امام محمدؒ سے نوادر میں یہ روایت ہے کہ سینچنے کے کنوئیں کا حریم ساٹھ گز ہے لیکن اگر اُسمیں ستر گز رسی لگتی ہو تو رسی کی قدر اسکا حریم ہوگا تاکہ وہ کنوئیں سے انتفاع حاصل کر سکے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر امام المسلمین کی اجازت سے کسی شخص نے جنگل میں کنوئیں کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکے حریم میں کنوان کھودا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ جو دوسرے شخص نے کھودا اُسکو پاٹ دے اسیطرح اگر اُسنے اس مقام پر کوئی عمارت بنائی یا زراعت کی یا اور کوئی بات کی تو شخص اول کو اس سے ممانعت کر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ وہ اسمقام کا مالک ہو گیا ہے اور اگر پہلے شخص کے کنوئیں سے کوئی چیز ہلاک و تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ متعدی و ظالم نہیں ہے اور اگر دوسرے شخص کے کنوئیں میں گر کر کوئی چیز مر جاوے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ یہ کنوان جو اُسنے کھودا ہے کہ جو باعث اُسکی ہلاکت کا ہوا ہے اسمیں دوسرے شخص کھودنے والے نے تعدی و ظلم کیا ہے اور اگر دوسرے شخص نے بھی امام المسلمین کے حکم سے شخص اول کے کنوئیں کے قریب نہ اُسکے حریم میں دوسرا کنوان کھودا پھر پہلے شخص کے کنوئیں کا پانی ٹوٹ گیا اور معلوم ہوا کہ اسکا پانی دوسرے شخص کے کنوان کھودنے کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو پہلے شخص کا اُسپر کچھ استحقاق نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے ارض موات ف۳ میں کاریز نکالی تو بالاجماع اسکے حریم کا مستحق ہے۔ رہا اسکے مقدار کا بیان سو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ کاریز بمنزلہ کنوئیں کے ہے پس اُسکا حریم بھی اسی قدر ہوگا جسقدر کنوئیں کا ہوتا ہے لیکن امام محمدؒ نے فقط اسیقدر ذکر کیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا ہے اور ہمارے مشائخ نے اسپر زیادہ کیا اور فرمایا کہ کاریز اگر ایسے موقع پر ہو کہ جہاں پانی روئے زمین پر ظاہر بہتا ہے تو کاریز بمنزلہ چشمہ جوشندہ کے ہے کہ اُسکا حریم مثل چشمہ کے پانچسو گز ہوگا بالاجماع اور جس جگہ کاریز کا پانی روئے زمین پر نہ جاری ہو تو کاریز بمنزلہ نہر کے ہوگی مگر فرق یہ ہے کہ وہ زمین کے نیچے بہتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اراضی موات میں حریم کا استحقاق ہر طرف سے حاصل ہوتا ایسی ہی جگہ میں ہے جہاں دوسرے کسی کا حق متعلق نہو اور اگر دوسرے کسی کا حق متعلق ہو تو ایسا نہیں ہے چنانچہ اگر زمین موات میں کسی شخص نے کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اس شخص کے کنوئیں کے ایک طرف حریم کی انتہا پر اپنا کنوان کھودا تو جس طرف پہلے شخص کے کنوئیں کی حریم ہے اُس جانب سے اس دوسرے شخص کو اسکے کنوئیں کے واسطے حریم نہ ملیگی ہاں باقی تین طرفوں میں جنمیں کسی کا حق متعلق نہیں ہے اُسکو حریم ملیگی یہ نہایہ میں ہے ایک کاریز دو شخصوں میں مشترک ہے پھر دونوں میں سے ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ زمین مذکور کو اس کاریز سے سینچے یا اُسکا پانی اسکی ریز سے مقرر کرے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اپنے

ف۱ زمین عشری وہ ہے جسکی پیداوار دسواں حصہ دینا پڑتا ہے ۱۲ ف۲ زمین خراجی وہ ہے جسکا سالانہ روپیہ دینا پڑتا ہے اور ہندی میں خراج کو لگان کہتے ہیں ۱۲ ف۳ ارض موات وہ زمین جو غیر مزروعہ و افتادہ کسی کی خاص ملک نہ ہو ۱۲ ف۴ حریم گرد اگرد ۱۲ ف۵ کاریز وہ نالی پٹی ہوئی جو آبپاشی کے واسطے کسی چشمہ یا دریا سے کاٹ لیجاتی ہے ۱۲

شریک سے زیادہ لیوے کیونکہ اس زمین کا پانی اسکا رزق ہے نہ تھا حالانکہ شریک کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت شریک کے اُس سے زیادہ پانی لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زمین موات میں درخت لگائے اگر باجازت امام ہوں تو یوسف کے نزدیک یا بلا اجازت امام المسلمین تو صاحبین رح کے نزدیک[ل] یا وہ شخص ان درختوں کے واسطے حریم کا مستحق ہے حتے کہ اگر دوسرا شخص آیا اور اسنے ان درختوں کے برابر پہلو میں اپنے درخت لگانے چاہے تو اسکو ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں تو امام محمد رحنے یہ صورت کتاب میں ذکر نہیں فرمائی اور ہمارے مشائخ رحنے فرمایا کہ بقدر پانچ گز کے حریم کا مستحق ہوگا اور یہی حدیث میں وارد ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے زمین موات میں ایک کنواں دونوں نے اپنے خرچہ سے اس شرط سے کھودا کہ کنواں دونوں میں سے ایک کا اور حریم دوسرے کا ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ دونوں نے خلاف موجب شرع باہم صلح قرار دی ہے اسواسطے کہ شرع نے حریم کو بدین غرض کنوئیں کے تابع کیا ہے کہ کنوئیں کا مالک اُس سے انتفاع حاصل کرسکے پس حریم مالک چاہ کا ہوگا سو جب کنواں ایک کے واسطے مشروط ہوا تو حریم بھی اُسی کا ہوگا اور اگر کنواں دونوں میں مشترک ہو تو حریم بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ کنواں و اُسکا حریم دونوں میں برابر مشترک ہو بشرطیکہ دونوں میں سے فلاں شخص بہ نسبت ایک کے زیادہ خرچ کرے تو بھی نہیں جائز ہے پس جسنے زیادہ دیا ہے وہ زیادتی کی مقدار میں سے نصف مقدار دوسرے سے واپس لے گا کیونکہ ان دونوں نے ایک شئے مباح کے احراز میں شرکت کی ہے تاکہ یہ مباح دونوں میں مشترک ہو اور احراز مباح کی شرکت اس امر کو مقتضی ہے کہ خرچہ بقدر ملک ہو پس جب ایک کے ذمہ زیادہ خرچہ کی شرط لگائی تو شرط صحیح نہیں ہے اور جسقدر اُسکی طرف سے زیادہ خرچ کیا ہے وہ واپس لے گا اسواسطے کہ اُسکی طرف سے اُسکے حکم سے خرچ کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو شخصوں نے باہم یہ شرط لگائی کہ ایک نہر کھودیں و ایک زمین موات کو زندہ کریں اور نہر ایک شخص کی ہو اور زمین دوسرے کی ہو تو یہ جائز نہیں حتے کہ یہ سب ان دونوں شخصوں میں مشترک ہوگی اور جب دونوں میں مشترک ہوئی تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور سے اپنی خاص زمین سینچے اور اگر شریکوں نے باہم کسی ایک شریک کے ذمہ زیادہ خرچہ شرط کیا تو جائز نہیں ہے اور وہ واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دو نہریں دو گانوں کی ایک ہی جگہ واقع ہیں اُن دونوں کے درمیانی حریم میں اختلاف واقع ہوا پس جتنی جگہ دونوں نہروں میں سے کسی ایک نہر کی مٹی میں گھری ہو یعنے ایک نہر کی مٹی نکالکر ڈالی گئی ہو اور وہ جگہ اس نہر والوں کے قبضہ میں ہو تو اُس جگہ کے باب میں اسی نہر والوں کا قول قبول ہوگا اور دوسری نہر والوں کا دعویٰ شرکت اتنی جگہ میں زبانی تصدیق نہ کیا جائیگا۔ الا اُس صورت میں کہ وہ لوگ اپنے دعوے کے گواہ پیش کریں اور جتنی جگہ دونوں نہروں کے بیچ میں خالی پڑی ہو یعنے دونوں نہروں میں سے کسی نہر کی مٹی سے گھری نہو اور دونوں گانوں والوں کو اسمیں تنازع ہو تو وہ دونوں گانوں والوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی لیکن اگر کسی گانوں والوں نے

[ل] امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ و محمد رحمہ اللہ ۱۲ منہ

اپنے گواہ پیش کیے کہ یہ خاص ہماری ہے تو اُنکی ہوگی اور اسیطرح کا مسئلہ آخر کتاب المزارعۃ مین گذر چکا ہے یہ کبرے مین ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم نہوگا الا اس صورت مین کہ حریم ہونے کے گواہ قائم کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ اُسکو بقدر مسناۃ کے ملیگا جسپر چل سکے اور نہر کی مٹی اُسپر ڈالے یہ شرح قدوری مین ہے۔ اگر کسی شخص نے جنگل مین مکان[ا] بنایا تو اُسکے حریم کا مستحق نہوگا اگرچہ کوڑا ڈالنے کے واسطے حریم کی حاجت رکھتا ہے اسوجہ سے کہ قصر سے بدون حریم کے انتفاع ممکن ہے اور کنوین پر اسکا قیاس نہ کیا جائیگا کیونکہ کنوین والے کو جسقدر ضرورت ہوتی ہے اُسکی بہ نسبت اُسکو حریم کی ضرورت کم ہے یہ کافی و تبیین مین ہے۔ اگر ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین ہو تو جب یہ شخص اپنا کنوان اگروا دے تو اُسکی مٹی اُس شخص کے دار مین ڈالنے کا استحقاق نہین رکھتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے کسی شخص نے چاہا کہ کسی مسجد مین یا محلہ مین کنوان کھودے پس اگر اسمین کسی جہت ضرر نہو اور ہر وجہ سے نفع ہو تو اُسکو یہ اختیار ہے اس مقام پر یون ہی ذکر فرمایا ہے اور کتاب الصلوۃ سے پہلے باب المسجد مین ذکر فرمایا کہ مسجد مین کوئی کنوان نہ کھودا جاوے اور جو شخص کھودے وہ ضامن ہوگا اور فتوے اسی[۲] قول پر ہے جو باب المسجد مین ذکر فرمایا ہے یہ کبرے مین ہے

دوسرا باب۔ نہرون کے اُگارنے اور اُنکی صلاح کے بیان مین۔ تین طرح کی نہرین ہوتی ہین بعضی ایسی نہرین ہین جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہے اور بعضی ایسی ہین کہ اُنکا اُگارنا نہر والون کے ذمہ اس طرح ہے کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جائیگا اور بعضی ایسی ہین کہ اُنکا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہے لیکن اگر وہ لوگ انکار کرین تو مجبور نہ کیے جاوینگے پس اول یعنی جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہے وہ نہرین ہین جو بڑی بڑی ہین اور مقاسم مین داخل نہین جیسے دجلہ و فرات و سیحون و جیحون و نیل[۳] کہ اگر ان نہرون مین اُگارنے کی ضرورت ہو تو اُگارنا و اُسکے کنارے کی درستی سلطان پر واجب ہے کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال مین مال نہو تو مسلمانون کو اُس کے اُگارنے پر مجبور کریگا اور اس کام کے واسطے اُنکو گھرون سے باہر نکالکر لیجا دیگا پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا کہ ان دریاؤن مین سے کوئی نہر کاٹ کر اپنی زمین کو لیجاوے تو اُسکو اختیار ہوگا بشرطیکہ عام کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر عام کو ضرر ہو مثلاً نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے اور اُس سے غرق کا خوف ہو تو اُسکو ایسی نہر کاٹنے سے ممانعت کیجائیگی اور دوم یعنی جنکا اُگارنا و اصلاح اہل نہر پر اسطرح لازم ہے کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جاوے یعنی امام المسلمین اُنپر جبر کرے پس ایسی نہرین وہ ہین جو بڑی بڑی نہرین کہ قسمت مین داخل ہین اور اُنپر گانون آباد ہین پس اگر ایسی نہرون مین اُگارنے و اصلاح کی ضرورت ہوئی تو یہ اہل نہر پر لازم ہے اور اگر اُنھون نے اس سے انکار کیا تو امام المسلمین اُنکو اس امر پر مجبور کریگا اسواسطے کہ اُسکا ضرر عام ہے اور نہ اُگارنے مین جتنے لوگ اس سے پانی

---

[۱] احاطہ مکان ۱۲ [۲] قول ظاہر مراد یہ ہے کہ عین مسجد مین کنوان نہ کھودا جاوے اور فناے مسجد مین کھودنا جیسا معروف ہے مضائقہ نہین رکھتا ہے واللہ اعلم ۱۲ [۳] کتاب مین ہے کہ نیل یک دریا روم مین ہے مگر مترجم کو اسکا پتہ معلوم نہوا ظاہر ادہ دریاے مصر ہے یا مصر تحت روم تھا اس وجہ سے ایسا کہا ہو واللہ اعلم ۱۲

پاتے ہین انکے حق مین پانی کی قلت ہو اور دور نہین ہو کہ اسکی وجہ سے اناج کی پیداوار مین بہت کمی آجاوے اور گران
ہوجاوے پس جب ایسی صورت ہو کہ پانی کی زیادتی کا نفع اُن لوگون کو پہونچے گا اور نہ اُگارنے کا ضرر عام کو
ہوگا تو اُن لوگون کو جنکی تقسیم مین داخل ہو اُسکے اُگارنے پر مجبور کیا جائیگا اور کسی کو یہ اختیار نہین ہو کہ ایسی نہر مین
سے اپنے واسطے نہر کاٹ کر لیجاوے خواہ یہ بات اہل نہر کے حق مین مضر ہو یا نہو اور ایسی نہر کے پانی مین استحقاق
شفہ[1] نہین ہو یعنے پانی سے سیراب[2] ہونے کا استحقاق نہین ہو اور جس نہر کا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہو اور در صورت
انکار کے انپر جبر نہ کیا جائیگا وہ نہر خاص ہو اور نہر خاص مین اختلاف ہو بعض نے فرمایا کہ اگر دس آدمیون کی یا اس سے
کم لوگون کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گانون ہو کہ اُسکا پانی ان گانون والون مین تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہو
اُسمین شفہ کا استحقاق ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر چالیس آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہو اور
اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر سو آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص
ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہزار سے کم کیواسطے ہو تو خاص ہو اور راجح قول یہ ہو کہ یہ رائے مجتہد کے سپرد
ہو حتی کہ وہ جس قول کو ان اقوال مین سے چاہے اختیار کرے پھر نہر خاص کی صورت مین اگر بعضے شریکون نے
اُسکا اُگارنا چاہا اور باقیون نے انکار کیا تو شیخ ابوبکر بن حامد بلخی رح نے فرمایا کہ امام ان لوگون کو جو انکار کرتے ہین
مجبور نکریگا اور اگر ان لوگون نے جو اُگارنا چاہتے ہین اُگارا تو متطوع[3] قرار دیے جاوینگے اور شیخ ابوبکر اسکاف رح
نے فرمایا کہ اُن لوگون پر اسواسطے جبر کیا جائیگا اور خصاف رح نے نفقات مین ذکر فرمایا کہ قاضی اِن لوگون کو حکم دیگا
کہ تم لوگ یعنے جنکو اُگارنے کی خواہش ہو اُسکو اُگروالو اور جب ان لوگون نے ایسا کر لیا تو اُن کو اختیار ہوگا
کہ باقیون کو اس نہر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کرین یہان تک کہ یہ لوگ حصہ رسد کے
موافق اُگارنے کا خرچہ اُنکو دیدین اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہو۔ اور اگر سب وارثون
نے اگارنے سے انکار کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق امام المسلمین اُنکو مجبور نہ کریگا اور بعضے متاخرین نے
فرمایا کہ مجبور کریگا۔ اور اگر حصہ دار لوگ نہر مذکور اُگارنے پر متفق ہوئے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ نہر
اوپر کی طرف سے اُگارنی شروع کیجائیگی پھر جب کسی شخص کی زمین سے تجاوز کر جاوے تو اُگارنے کا خرچہ
اُسکے ذمہ سے دور ہو جائیگا اور جو باقی ہین[4] انپر رہیگا۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اُگارنے
کا خرچہ کا مجموعہ اول سے آخر تک کا ان سب پر بحساب مین و مقدار اراضی کے پھیلایا جائیگا اور پانی پینے والون
پر خرچہ مین سے کچھ لازم نہوگا کیونکہ وہ حصہ دار نہین ہین مگر فتوے کے واسطے مشائخ رح نے امام اعظم رح کا
قول لیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اس صورت کا بیان یہ ہو کہ اگر نہر کے شریک دس[5] ہون لیس
ابتداے نہر سے اُگارنے کا خرچہ ہر ایک کے ذمہ دسوان حصہ ہوا یہان تک کہ ایک کی زمین سے جب

---

[1] شفہ اصل مین منہ سے پانی پینے کو کہتے ہین اور یہان مراد اُس سے پانی پینا و جانورون کو پلانا سوائے سینچنے وغیرہ کے ۱۲ [2] احسان کرنے والے ۱۲ [3] مثلاً چوپاون کو لاکر پلانا ۱۲ [5] علی ہذا القیاس دوسرا و تیسرا ۱۲

تجاوز کر جاوے تو باقیون پر نو حصہ ہو کر ہر ایک پر نوان حصہ ہوگا یہان تک کہ دوسرے کی زمین سے تجاوز کر جاوے پھر باقی لوگون پر خرچہ آٹھ حصہ ہو کر ہر ایک پر آٹھوان حصہ ہوگا علی ہذا القیاس آخر نہر تک یہی صورت ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اول نہر سے آخر تک سب خرچہ دس حصے ہو کر ہر ایک پر دسوان حصہ ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین مین نہر سے پانی آنے کا دہانہ وسط زمین مین ہو پھر اُسنے نہر کو اپنے دہانہ سے اپنی وسط زمین تک اُگار دیا پس آیا امام اعظم رح کے موافق اسکے ذمہ سے اُگارنا ساقط ہو جائیگا تو بعض نے فرمایا کہ ساقط نہوگا جبتک اسکی زمین سے تجاوز نہ کر جاوے اور یہی صحیح ہے۔ اور جب اُگارنا اسکی زمین سے تجاوز کر یگا پس آیا اسکو اختیار ہے کہ نہر کا دہانہ کھول کر اپنی زمین سینچے تو بعض نے فرمایا کہ اسکو کھول لینے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہین کھول سکتا ہے جبتک پوری نہر اُگارنے سے فراغت نہو جاوے کیونکہ اگر اسنے قبل اس کے کھول لی تو شریکون سے پہلے اسکو پانی ملجائیگا جو فقط اُسی کو ملیگا اور اسی وجہ سے بعض متاخرین نے فرمایا ہے کہ اسفل نہر سے اُگارنا شروع کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ کے خاص راستہ کے اول سے آخر تک اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی تو اول راستہ کی اصلاح بالاجماع سب اہل کوچہ پر ہوگی پھر جب درست کرتے ہوے کسی شخص کے دار تک پہونچین پس آیا اُس سے خرچہ اصلاح دور کیا جائے گا یا نہین سو اس مسئلہ کے واسطے کوئی روایت نہین ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فقیہ ابو جعفر سے حکایت کی ہے کہ مین نے مشائخ کی بعض کتب مین دیکھا ہے کہ بالاتفاق اُس شخص سے خرچہ دور کیا جائے گا۔ اور اگر نہر عظیم ہو اور اُسپر چند گانون آباد ہون جنکو اس نہر سے پانی ملتا ہو اور ایسی نہر کو فارسی مین کام کہتے ہین پس اہل نہر نے اس نہر کے اُگارنے پر اتفاق کیا اور اُگارتے ہوئے ایک گانون کے نہر کے دہانہ تک پہونچے پس آیا ان لوگون کے ذمہ سے اُگارنے کا خرچہ دور کیا جائیگا سو اس مسئلہ کی بھی کوئی روایت اصل مین نہین ہے اور شیخ الاسلام رح نے فرمایا کہ نوادر مین مذکور ہے کہ ان لوگون سے خرچہ اُگرائی بالاتفاق دور کیا جائیگا اور نہر خاص کے قیاس پر چاہیے کہ اس گانون والون سے خرچہ اُگرائی دور نہ کیا جاوے جب تک کہ اس گانون کی زمین سے بالکل تجاوز نہ کرے یہ محیط مین ہے

کتاب الشرب

اور اسمین پانچ باب ہین

باب اول۔ شرب کی تفسیر و اُسکے رکن و شرط حل و حکم کے بیان مین۔ شرب کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ شرب اسمٌ

ف یعنے اس دہانہ سے اس نہر عظیم سے گانون مین پانی جاتا ہے پس گانون والون کو اس دہانہ تک اُگارنے کی ضرورت ہے پس جب یہانتک پہونچے تو خرچہ انلوگون سے دور ہونا چاہیے ۱۲ ف نہر سے نہر خاص مراد ہے ۱۲

حصہ پانی کو کہتے ہین جو اراضی کے واسطے ہو نہ غیر اراضی کے واسطے اور رکن شرب پانی ہے اسواسطے کہ
شرب کا قیام اسی سے ہے۔ اور شرب کی شرط علت یہ ہے کہ شرب کا حصہ دار ہو اور حکم شرب یہ ہے کہ سیرابی حاصل ہو
اسلیے کہ حکم شے کا وہ ہوتا ہے جسکے واسطے یہ شے کیجاوے اور زمین کو اسواسطے پانی دیا جاتا ہے کہ سیراب
ہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ پانی چند انواع ہین اول بحر کا پانی اور وہ تمام خلق کے واسطے عام ہے چاہین
اُس سے پانی پئین یا زمین سینچین یا نہر مین پانی لیجاوین حتے کہ اگر کسی شخص نے بحر کے پانی سے نہر کے ذریعہ سے
کاٹ کر اپنی زمین مین پانی لیجانا چاہا تو اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی۔ اور بحر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہے
جیسے سورج و چاند و ہوا سے نفع لینا پس جس طرح جی چاہے نفع اُٹھاوے منع نہ کیا جائیگا دوم بڑے بڑے دریاؤن
کا پانی جیسے جیحون و سیحون و دجلہ و فرات و نیل پس ایسے دریاؤن سے لوگون کو علے الاطلاق پانے پینے کا استحقاق
ہے اور زمین سینچنے کا حق ہے مثلاً کسی نے زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکے سینچنے کے واسطے ان دریاؤن
مین سے کسی سے نہر کاٹ کر لیگیا پس اگر عام لوگون کو اس سے ضرر نہ ہوا اور نہ وہ نہر کسی کی ملک مین ہو تو اُسکو
اختیار ہے اور لوگون کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُسپر اپنی پن چکیان و دوالیہ نصب کرین بشرطیکہ عام کو مضرت نہ پہونچتی ہو
اور اگر عام لوگون کو اسمین ضرر ہو تو اُنکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ عام ضرر دفع کرنا واجب ہے اور ضرر پہونچنے
کی صورت یہ ہے کہ مثلاً یہ خوف ہو کہ نہر کاٹنے سے پانی اس طرف جھک پڑے گا اور نہر کا کنارہ ٹوٹ جائے گا
اور اراضی و دیہات غرق ہو جاوینگے اسی طرح ساقیہ[1] و دالیہ اس دریا سے کاٹ کر نکالنے مین بھی یہی حکم ہے
سوم وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص مین جاری ہو پس اس مین غیر لوگون کو حق شفہ حاصل ہے یعنے خود پی سکتے
ہین اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتے ہین اور چہارم وہ پانی جو کسی نے اپنے مٹکے وغیرہ کسی ظرف مین بھر کر
اپنے احراز مین کر لیا ہو پس ایسے پانی مین سے کسی کو یہ جائز نہین ہے کہ بدون اُسکی اجازت
کے کچھ سے لے اور بھر لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ اُسکو فروخت کرے کیونکہ احراز سے اُسکا مالک
ہو گیا پس وہ مثل شکار و گھاس کے ہو گیا لیکن ایسے پانی کی چوری مین ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ اس مین شرکت کا
شبہہ ہے حتے کہ احراز کرنے والے کی عدم موجودگی مین کسی شخص نے یہ پانی چورایا حالانکہ وہ پورا انصاب ہے یعنے اس
پانی کی قیمت اسقدر درم ہین جتنے درمون کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ اور جو پانی کسی شخص کے کنوین یا حوض مین ہے اُسمین غیر کو ایک طرح کی شرکت ہے بایں طور کہ خود
وہ پانی پی سکتا ہے اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتا ہے حتے کہ اگر کسی شخص نے غیر کے کنوئین یا حوض سے
پانی پینے کے واسطے لیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ اس شخص سے پانی واپس لے اور ایسی صورت پیش آنی

---

[1] ساقیہ چھوٹی نہر مانند نالی کے اور دالیہ جیسے وغیرہ سے اس طرح پانی لینا کہ نہر سے کاٹکر ایک گڑھا لادین اور وہان ڈھیکلی لگا کر سینچین
[2] نہ کاٹا آخر اسکی وجہ یہی ہے کہ پانی در اصل مباح ہے اور اسکی قیمت صرف ضرورسی حالت ہے جس سے انتظام مین خلل ہو تو لائق سزاے حدود
نہین ہے اسیواسطے تمام پانی ٹوٹ جانے کی صورت مین شفہ سے منع نکرنا قول امام رح ہے اور مشائخ نے مصلحۃً منع کا فتوے دیا ہے جب کہ پانی
بکثرت ملسکتا ہے ۱۲ م[3] جبکہ عام لوگون کو ضرر نہ پہونچتا ہو ۱۲ ع[4] یعنے شکار کو پکڑ لیا اور گھاس کو اپنے صرف مین کر لیا ۱۲ ح[5] یعنے عام کی شرکت ۱۲

ہو کہ شفہ سے پینے اور جانورون کے پلانے سے تمام پانی ٹوٹا جاتا ہی تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا
کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق کنوئین یا حوض کا مالک منع نہین کر سکتا ہی اور شمس الائمہ
سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہی اور اکثرون کے نزدیک اُسکو منع کرنے کا
اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین امام المسلمین نے شفہ یعنے لوگون کے پینے و
چوپاؤن کے پلانے کے واسطے ایک نہر جاری کی پھر بعضے آدمیون نے چاہا کہ نہر مذکور پر اپنی بستان لگاوین
پس اگر عام لوگون کے شفہ مین ضرر نہو تو انکو گنجایش ہی اور اگر ضرر ہو تو بستان لگانے والون کو یہ گنجایش نہین
ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک قوم کی نہر ہی اور اُسکے پہلو مین غیر شخص کی زمین ہی جس کا شرب اس نہر مین سے
نہین ہی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس نہر مین سے پانی پیے اور اپنے چوپاؤن کو پلاوے اور وضو
کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس نہر سے اپنی زمین یا درخت یا کھیتی کو پانی دے اور نہ یہ اختیار ہی
کہ اپنی زمین کے واسطے اس نہر پر دولاب قائم کرے اور اگر یہ چاہا کہ مشک یا برتن کے ذریعہ سے اس
نہر سے پانی اُٹھا اُٹھا کر اپنی کھیتی یا درخت کو سینچے تو اس مین مشائخ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ
اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ فتاوے قاضی خان وغیرہ مین
ہے۔ بعض نے فرمایا کہ زمین والا اس سے منع نہ کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ و کافی و تبیین و ظہیریہ مین ہی۔
اور اگر چند لوگون نے چاہا کہ اس نہر سے اپنے چوپاؤن کو پانی پلاوین تو مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت
مین کہ ان لوگون کے پانی پلانے سے اس نہر کا پانی منقطع و فنا نہو جاوے تو اہل نہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ ان
لوگون کو منع کرین اور اگر ان لوگون کے پلانے سے پانی منقطع ہو جاوے مثلاً بہت اونٹ ہون تو اہل نہر
کو ممانعت کرنے کا اختیار ہوگا اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی پلانے سے نہر کا کنارہ ٹوٹ
جاوے یا خراب ہو جاوے تو اہل نہر کو منع کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ نہین اسی طرح چشمہ اور وہ حوض جس مین
بدون احراز کسی کے تب کے پانی آگیا ہی وہ بھی بمنزلۂ نہر خاص کے ہی اور سقایہ کے پانی سے یعنی جو پینے کے
واسطے رکھا گیا ہی وضو کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعضون نے جائز رکھا ہی اور بعضون نے فرمایا
کہ اگر پانی بہت ہو تو وضو جائز ہی ورنہ نہین۔ اور اسی طرح جو پانی کہ پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُس مین یہی
حکم ہی شیخ کہ مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ حوض جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسکے پانی سے وضو کرنا جائز نہین ہی
اور وضو کرنے والا منع کیا جائے گا اور یہی صحیح ہی۔ اور یہ جائز ہی کہ سقایہ کا پانی اس غرض سے اپنے گھر
لیجاوے کہ اُسکے اہل و عیال پئین۔ اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ غیر کے نہر یا چشمہ یا کاریز سے اپنی زمین یا کھیتی کو
سینچے خواہ ایسا کرنے پر مضطر ہو یا نہو اور اگر بدون اجازت مالک نہر کے کسی نے نہر کے پانی سے اپنی زمین یا کھیتی سینچی
تو جسقدر اُسنے پانی لیا ہی اُسکا تاوان اُسپر واجب نہوگا لیکن اگر اُسنے کئی بار اس طرح پانی لیا پس اگر سلطان کی
راے مین آوے تو ایسے شخص کو مارنے و قید کرنے کی سزا دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر

نہر خاص یا کسی شخص کے حوض یا کنوئیں میں سے کسی اجنبی نے چاہا کہ وضو یا کپڑے دھونے کے واسطے گھڑے سے پانی بھرے تو امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی چشمہ یا کنواں یا حوض یا نہر کسی شخص کی ملک کے اندر ہو تو جو شخص اس میں سے پانی پینا چاہتا ہے صاحب ملک کو اختیار ہے کہ اسکو اپنی ملک میں آنے سے منع کرے بشرطیکہ اس شخص کو اس پانی سے قریب دوسرا ایسا پانی جو کسی کی ملک میں نہیں ہے مل سکتا ہو اسواسطے کہ صاحب ملک اپنی ملک میں دوسرے کے داخل ہونے سے ضرر اٹھاتا ہے اور اگر دوسرا شخص جو پیاسا ہے قریب ایسا پانی نہ پاتا ہو تو صاحب نہر سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو نہر سے پانی لادے یا اسکو نہر تک جانے دے تاکہ خود پی لے بشرطیکہ نہر کا کنارہ نہ توڑے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو پانی اسکے حوض وغیرہ میں ہے اسمیں اس شخص پیاسے کا حاجت کے وقت حق متعلق ہو گیا ہے۔ اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب صاحب نہر نے اسکو اپنی ملک میں کھودا ہو اور اگر زمین موات میں کھودا ہو تو نہر والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس پیاسے کو منع کرے اسواسطے کہ زمین موات مشترک تھی اور نہر کھودنا حق مشترک کے احیاء کے واسطے ہے یعنی عشر و خراج کے واسطے پس احیاء سے شفہ کی شرکت قطع نہوگی اور اگر اسنے اس شخص کو منع کیا حالانکہ وہ شخص پیاس کے سبب سے اپنی جان یا اپنے جانور کی جان تلف ہونے کا خوف کرتا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے اور اگر پانی کسی شخص کے ظروف میں محرز ہو تو جو شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف کرتا ہے اسکو یہ اختیار نہیں کہ پانی کے مالک سے منع کرنے کی صورت میں ہتھیار سے لڑائی کرے ہاں بغیر ہتھیار کے لڑائی کرسکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پانی کے مالک کے پاس بہت پانی ہو اور اگر بہت نہو تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پانی اسقدر ہو کہ دونوں کی جان بچا سکتا ہو دوم یہ کہ ایک ہی کی جان بچانے کے واسطے کافی ہو پس اگر دونوں کی جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہیے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے اور اگر فقط ایک کے واسطے ہو تو مالک کے واسطے چھوڑ دے یہ نہایہ میں ہے۔ اور گھاس میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ گھاس زمین مباح میں ہو پس اسمیں سب لوگ شریک ہیں یعنے اسمیں سے گھاس چھیل لادیں و چرادیں جیسے نہر کے پانی میں شریک ہوتے ہیں دوم یہ کہ کسی شخص کی مملوکہ زمین میں بدون اگائے ہوئے خود اگی ہو تو مالک زمین قبل احراز کے یعنے جب تک اسکو اپنے حرز میں نہ لاوے تب تک کسی کو منع نہیں کرسکتا ہے لیکن اسکو یہ اختیار ہے کہ لوگوں کو گھاس کے لیے اپنی زمین میں داخل ہونے سے منع کرے اور ہمارے مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو شخص اس گھاس کو لینا چاہتا ہے اگر اسمیں اور مالک زمین میں جھگڑا ہو الپس اگر گھاس کا طالب اس گھاس سے قریب کسی زمین مباح میں گھاس پا سکتا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اسکو منع کرے اور اگر نہ پا سکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو گھاس دیدے

ل پینا کیونکہ حق ثابت ہے بخلاف سینچنے کے کہ اس میں دوسرے کو ضرر پہونچیگا ۱۲ ل یعنے اپنی ملک میں داخل ہونے سے ۱۲

یا اسکو آنے کی اجازت دے تاکہ وہ خود لے لے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر مالک زمین نے گھاس اُگائی ہو مثلاً زمین کو جوت کر اسمین پانی دیا ہو تاکہ اُسکے جانورون کے واسطے گھاس جمے تو وہ اس گھاس کا زیادہ مستحق ہے یعنے اُسی کو ملیگی اور کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ بدون اُسکی اجازت کے اسمین سے کچھ گھاس لے سکے کیونکہ یہ اُسکی کمائی ہے اور کمائی کمانے والے کی ہوتی ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر کوئی شخص اُسکی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے داخل ہوا اور گھاس چھیل لی تو اُسکو واپس لینے کا استحقاق نہوگا خواہ اُسنے سینچی اور اُسکی پرداخت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اُسکی بیع بھی جائز نہین ہے اور ہمارے مشائخ متاخرین سے مروی ہے کہ اگر مالک زمین نے اُسکو سینچا و اُسکی پرداخت کی تو اُسکا مالک ہوگیا پس بیع جائز ہے اور اگر اُسکی بلا اجازت کسی نے گھاس چھیل لی تو اسکو واپس لینے کا اختیار ہوگا - اسی طرح چراگاہون کا اجارہ دینا بھی جائز نہین ہے اور اسکے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ مالک زمین سے قطعہ زمین معلومہ اجارہ لے پھر اُسکی گھاس اُسکو مباح ہوگی یہ مضمرات مین ہے - پھر واضح ہو کہ گھاس سے وہ نبات مراد ہے جو ساق دار ہو اور زمین پر منتشر اور پھیلی ہوئی ہو اور جو ساق دار ہو وہ درخت ہے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالے نے فرمایا کہ خار سپید و سرخ جسکو عربی مین غرقد کہتے ہین درخت کی قسم سے ہے گھاس نہین ہے حتے کہ اگر کسی کی زمین غرقد اُگی اور کسی شخص نے کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس لے اور خارہائے سبز نرم جسکو اونٹ کھاتے ہین اُسکے باب مین امام محمد رحمہ اللہ سے نوادر مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اُسکو منجملہ گھاس کے قرار دیا ہے اور دوسری روایت مین اُسکو منجملہ درخت کے قرار دیا ہے سو اسمین اختلاف الروایۃ نہین ہے بلکہ جس کو بمنزلہ گھاس کے قرار دیا ہے وہ خار سبز وہ ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہو اور اسمین ساق نہو اور جسکو درختون کی قسم قرار دیا ہے وہ ہے جو ساق دار ہو پس حاصل یہ ہے کہ جو نبات ساق پر قائم ہو اگر وہ کسی کی زمین پر اُگے تو وہ اُسکی ملک ہوگی اور لوگون مین مشترک نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اور کلنٹے مثل گھاس کے ہین اور تیر و فیروزہ و زرنیخ مثل درخت کے پس اگر کسی نے ان چیزون مین سے کچھ لے لیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور ملتقط مین ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چراگاہون مین جلانے کے واسطے لکڑی ہو اور یہ چراگاہین کسی کی ملک ہون تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اسمین سے لکڑیان لاوے الا مالک کی اجازت سے لاسکتا ہے اور اگر اُسکی ملک مین نہون تو لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اگرچہ یہ لکڑیان یا جس مقام پر لکڑیان ہین کسی قریہ یا اہل قریہ کی طرف منسوب ہو یہ ذخیرہ مین ہے - اور کبرے مین ہے کہ اگرچہ یہ لکڑیان یا مقام جسمین لکڑیان ہین کسی گانون یا اُسکے لوگون کی طرف منسوب ہو تاہم یہ لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہے جب تک یہ نجانے کہ کسی کی ملک ہے اور یہی حکم زرنیخ و کبریت کا اور اُن پھلون کا ہے جو چراگاہون

ؔ زرنیخ ہرتال ہے اور اسکو درخت کے مانند قرار دیا یعنے وہ گھاس کی طرح عام مباح نہین ہے ۱۲

وجنگلون مین ہوتے ہین یہ مضمرات مین ہو اور لکڑیان چننے والا فقط لکڑیون کے چننے سے لکڑیون کا مالک ہو جاتا ہو اسکی احتیاج نہین رہتی ہو کہ اُنکے بوجھ باندھے اور جمع کرلے تب اُسکی ملک ثابت ہو اور کنوین سے پانی بھرنے والا فقط ڈول کو بھر لینے سے اُسکا مالک نہین ہوتا ہو جب تک کہ ڈول کو کنوین کے منھ سے ایک طرف نہ کرلے یہ قنیہ مین ہو۔ اور اگر کسی شخص کی زمین مملحہ ہو لینے نمک کی جھیل ہو پس اس پانی مین سے کسی نے لے لیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی جیسے اگر اُسکے حوض مین سے پانی لیتا تو ضمان واجب نہوتی اور اگر یہ پانی جھیل کا نمک ہو گیا تو پھر کسی شخص کو اُسکے لینے کی راہ نہین ہو اسی طرح اگر نہر پھیلنے سے کہ اُسکی زمین مین ایک گز یا زیادہ گارا مٹی ہوگئی تو کسی کو اس مٹی مین سے مٹی لینے کا اختیار نہین ہو اور اگر لیلی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہو۔ اور آگ مین شرکت کا بیان اس طرح ہو کہ اگر کسی شخص نے جنگل مین آگ جلائی تو اُسمین کسی کا حق نہین ہو مگر ہر شخص کو یہ اختیار ہو کہ جہان آگ جلتی ہو وہان سے روشن کرلے اور گرمی سے اپنے کپڑے خشک کرے اور اُسکی روشنی مین کام کرلے لیکن اگر یہ چاہا کہ اُسمین سے کوئی انگارا لیجاوے پس اگر آگ کے مالک نے منع کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ آگ کیا ہو لکڑی ہو یا کوئلہ ہو جسکو آگ روشن کرنے والے نے اپنی حرز مین کر لیا ہو پس وہ اُسکی مالک ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط نار مین شرکت ثابت رکھی ہو اور نار حرارت کا جوہر ہو نہ لکڑی و کوئلہ پس اگر اُسنے انگارے مین سے تھوڑا لیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اسقدر ہو کہ اگر آگ کا مالک اُسکو کوئلہ کر ڈالے تو اُسکی کچھ قیمت ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کر لے اور اگر اسقدر کم ہو کہ کوئلہ کر ڈالنے کی صورت مین اُسکی کچھ قیمت نہو تو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہین ہو اور ہر شخص کو اختیار ہو کہ اسقدر خفیف بے قیمت کو بدون اجازت مالک کے بھی لے لے اسواسطے کہ لوگ اس قدر سے عادۃً منع نہین کرتے ہین اور جو منع کرے وہ متعنت ہو اور ہمنے بیان کر دیا ہو کہ تعنت کرنے والا شرعاً تعنت سے منع کیا گیا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو کوئلہ ہو جاوے تو کسی کو اُسمین سے انگارا لینے کا اختیار نہین ہو اسواسطے کہ اُسکی لامحالہ کچھ قیمت ہوگی اور اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو راکھ ہو جاوے تو اُسکو اختیار ہو کہ اُسمین سے انگارا لے لے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ آگ مباح لکڑی سے جلائی ہو مثلاً کھڑا درخت سلگا دیا جیسا کہ جنگلون مین کرتے ہین بدون اسکے کہ پہلے اُسکو اپنے حرز مین کرکے تب آگ جلائی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اُسمین سے انگارا لیجاوے اگرچہ ایسی صورت ہو کہ درصورت بجھ جانے کے وہ کوئلہ ہو جاوے اور اگر جلانے والے نے لکڑی کو پہلے اپنے حرز مین کرکے پھر جلائی ہو حتے کہ لکڑی اُسکی ملک ہو گئی ہو تو اُس مین وہی تفصیل ہو جو ہم نے بیان کی

یہ محیط مین ہو

دوسرا باب۔ شرب کی بیع و اُسکے متصلات کے بیان مین قال المترجم مسیل جس راہ سے پانی کا سیلان ہو یعنے بہے۔ مجری جس راہ سے جاری ہو۔ قال فی الکتاب اگر کسی شخص نے ایک بین مع دوسری زمین کے شرب کے اجارہ دی تو نہین جائز ہے اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور تیرے ہاتھ اسکا شرب فروخت کیا پس آیا شرب کی بیع جائز ہے سو مشائخ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہے اسواسطے کہ شرب بیع مین مقصود ہو گیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اسواسطے کہ شرب مقصود نہین ہوا بلکہ تابع رہا ہے بدین وجہ کہ اُسنے شرب کا کچھ ثمن نہین بیان کیا ہے کہ اگر شرب کا ثمن بیان کرتا مثلاً یون کہتا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور اسکا شرب سو درم کو فروخت کیا تو بلا خلاف جائز نہوتی کیونکہ اس صورت مین شرب ہر وجہ سے مقصود ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہے اور بعض مسائل شرب کے کتاب البیوع مین گذر چکے ہین اگر کسی شخص نے زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحساناً اجارہ مین داخل ہو جائے گا اور اگر زمین خریدی اور اُسکے شرب یا پانی کی مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل کوئی بیع مین داخل نہوگی اور اگر بیع مین شرب کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہوگا اور مسیل نہین۔ اور اگر زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہے خرید کیا تو بیع مین شرب و مسیل دونون داخل ہو جاوینگی اسی طرح اگر زمین کو مع اُسکے مرافق کے خرید کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص سے کہا کہ ایک روز تو مجھے اپنی نہر سے پانی پلا حتی کہ مین اپنی نہر سے تجھے ایک روز پانی پلاؤن گا تو یہ جائز نہین ہے اسی طرح اگر پانی پلانے کے مقابلہ مین کپڑا یا غلام قرار دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسرے نے پانی پلا کر کپڑا یا غلام لے لیا تو واپس کرے اور پینے والے پر بمقابلہ اس انتفاع کے کچھ لازم نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا بعوض اسکے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کرے گا یا میرے اس جانور پر ایک مہینہ سوار ہو یا اسی قبیل سے اور معاوضات مقرر کیے تو یہ سب باطل ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا پانی مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا مگر زمین فروخت نہ کی اور اس گانون کا رواج یہ ہے کہ پانی پر خراج پڑتا ہے اور پانی مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا جاتا ہے تو بیع جائز ہے اور مشتری پر خراج لازم نہوگا اور اگر بیع مین دونون نے مشتری پر خراج کی شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہونا چاہیے اور اگر شرط نہ کی ہو تو خراج بائع پر بحالہ باقی رہیگا اور خراج مین ہم عرف کا اعتبار نہین کرتے ہین اسواسطے کہ خراج کے معاملہ مین امام کی طرف سے ایسا حکم ہے پس عرف سے اسکا توڑنا ممکن نہین ہے۔ ایک شخص نے بدون زمین کے شرب خرید کیا اور اُسپر قبضہ کر کے اپنی زمین کے ساتھ فروخت کیا تو شرب کی بیع جائز نہین ہے الا اس صورت مین کہ بائع اول جائز رکھے کیونکہ مشتری خالی شرب کو خرید کر قبضہ کرنے سے اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ بیع کسی شی موجود پر واقع نہین ہوئی آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اُسنے زمین و شرب کو فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگرچہ بیع کے وقت

پانی منقطع ہوا اسواسطے کہ بیع اُسپر واقع ہوئی ہے جو وقتاً فوقتاً حادث ہوتا جائے گا پس مسئلہ مذکورہ میں
بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ شرب بائع اول کی ملک میں باقی ہے اور بعض نے فرمایا کہ بدون زمین کے
فقط شرب کی بیع کا حکم بیع فاسد کے مثل ہے پس جب اُسنے قبضہ کرکے شرب کو فروخت کیا تو جائز ہونا واجب
ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک نہر دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں میں سے ایک شخص
نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو میں ہے فروخت کی اور نہر کے اُس طرف ایک راستہ ہے اور بیعنامہ
میں زمین مبیعہ کی جانب نہر کی حد میں راستہ بیان کیا تو شیخ ابو نصرؒ نے فرمایا کہ نہر بیع میں
داخل نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ داخل ہوگی اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر
شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اسکو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کرکے اسکو آزاد کردیا تو عتق
جائز ہے اور غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر باندی ہو اور اُس سے وطی کرلی اور وہ حاملہ ہوگئی تو باندی
مذکورہ اسکی ام ولد ہو جاوے گی اور مشتری پر اسکی قیمت و عقر لازم ہوگا اور کتاب البیوع کی روایت کے موافق عقر
لازم نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک زمین کو دوسری زمین کے شرب کے ساتھ
فروخت کیا تو بعض مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی فتاوی قاضیخان۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ شرب جب زمین کے ساتھ فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن میں سے حصہ ہوگا یہ سراجیہ
میں ہے۔ فتاوے فضلی رحمہ اللہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قطعہ باغ انگور ہیں اُسنے ایک قطعہ ایک
شخص کے ہاتھ اور دوسرا دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دونوں قطعوں کا مجرا ایک ہی ہے پھر قطعہ
اعلیٰ کے مشتری نے نیچے کے قطعہ کے خریدار کو اس مجری سے روکا پس یہ مسئلہ فتاوی مذکور میں ذکر کیا مگر
جواب ذکر نہ کیا اور حقیقت اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں یا تو دونوں قطعوں کا مالک ایک ہی شخص ہوگا یا
مختلف ہونگے پس اگر ہر دو قطعات کے مالک مختلف ہوں پس اگر شرب کو بیع میں ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب
بیع میں داخل نہوگا اور اگر ذکر کیا ہو خواہ صریحاً خواہ دلالۃً تو ہر مشتری کو اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا
استحقاق ہوگا اور ہر مشتری اپنے بائع کا قائم مقام ہوگا اور اسمیں تاخر و تقدم کا کچھ اعتبار نہوگا اور اگر مالک
ایک ہی شخص ہو پس اگر شرب کو بیع میں ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع میں داخل نہوگا اور اگر ذکر
کیا پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعہ کے واسطے پانی جاری کرنے کا استحقاق نہوگا
لیکن اگر بائع نے قطعہ بالا فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کرلی ہو کہ میرے واسطے اس مجری سے
اپنے قطعہ زیرین میں پانی لیجانے کا استحقاق ہوگا تو استحقاق باقی رہے گا اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے فروخت
کیا ہو تو دونوں قطعہ کے خریداروں کو اپنے اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا یہ محیط میں
ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ہیں انہیں سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے مکان کی چھت پر

عه وہ جرمانہ جو نکاح صحیح کے خلاف وطی سے واقع ہو ۱۲

ہوکر بہتا ہو پس جس مکان کی چھت پر پانی بہتا ہو اُسکو مالک نے ایک شخص کے ہاتھ مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہو فروخت کیا پھر دوسرا مکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری اول نے چاہا کہ دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اُسکے چھت کے پانی بہانے سے منع کرے تو اُسکو یہ اختیار ہو لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے مشتری اول سے یہ شرط کر لی ہو کہ جو مکان مین نے نہین فروخت کیا ہو اُسکے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کی چھت پر ہوکر رہے گا تو اس صورت مین منع نہین کر سکتا ہو نوازل مین ہو کہ دو دار باہم متلاصق ہین اُن مین سے ایک کی عمارت بنی ہوئی ہو اور دوسرا خراب ہو پس اُس نے خراب کو فروخت کیا اور بنے ہوئے مکان کے پرنالہ کے گرنے کی جگہ اور اُسکے برف کے ڈالنے کی جگہ اسی خراب کھنڈل کے مکان مین ہو اور مشتری اُس پر راضی ہوگیا تھا پھر اُسنے ممانعت کرنی چاہی تو اُسکو ممانعت کا اختیار ہو لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے اپنے واسطے پانی کی مسیل و برف ڈالنے کا حق استثنا کر لیا ہو تو پانی کی مسیل کا استثنا تو جائز ہو مگر برف ڈالنے کا استثنا نہین جائز ہو اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر اُسکے مکان کا پرنالہ اس دار مین ہوا اور اُسکے چھت کی مسیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم ہوگیا کہ یہ قدیم ہو تو اسکی مسیل اپنے حال پر رہیگی اگرچہ شرط نہ کر لی ہو اسی طرح اگر اُسکے چھتون کی مسیل دوسرے شخص کے دار کی طرف ہو اور اُس طرف اُسکا قدیمی پرنالہ ہو تو مالک دار کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو منع کرے اور فتوی فقیہ ابو اللیث رح کے قول پر ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ نوازل مین ہو کہ ایک شخص کی چھت کا پانی اُس کے پڑوسی کی چھت پر بہا استحقاق بہتا تھا پھر پڑوسی کی چھت گر پڑی تو اُسکی درستی کرنا یعنی بنانا پڑوسی کے ذمہ ہو اور وہ اُسکے بنانے پر مجبور نہ کیا جائے گا جیسا کہ علو اور سفل[1] مین ہوتا ہو اور جس کو پانی بہانے کا استحقاق تھا اس سے کہا جائے گا کہ پڑوسی کی چھت پر جس جگہ سے پانی جاری ہوتا تھا وہان ایک ناودق[2] رکھ لے تاکہ پانی اُس کی راہ سے بہکر گرنے کی جگہ پر گرے یہ خلاصہ مین ہو۔ اور لقالی مین ہو کہ ایک شخص نے اپنی زمین مع اسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کی قدر کفایت پانی ملے گا وہ سب نہ ملے گا جو بائع کے لیے تھا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص کی زمین ہو اور اس زمین مین نہر خاص ہو۔ پس اُس نے نہر مذکور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی تو اصل مین مذکور ہو کہ بدون ذکر کے نہر کا حریم مثل راستہ کے بیع مین داخل نہ ہوگا پھر اگر مشتری نے چاہا کہ اس زمین مین ہوکر اپنے اطراف نہر پر اصلاح کرنے کے واسطے جاوے تو بدون رضامندی مالک زمین کے نہین جا سکتا ہو ہان بیچ نہر مین ہوکر جاوے اور اگر نہر عامہ کے کنارے کسی شخص کی زمین ہو تو عامہ کو اس زمین مین ہوکر نہر پر پانی پینے پلانے اور جنگل کی اصلاح کے واسطے جانے کا اختیار ہو مالک زمین انکو منع نہین کر سکتا ہو بشرطیکہ عامہ کے واسطے اس زمین کے سوائے دوسرا راستہ نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک زمین مین ایک کنوان ہو اور زمین و کنوان دونون دو شخصون مین مشترک ہین

---

[1] نیچے کا مکان ۱۲ [2] پرنالہ جیسے سوراخ دار نل کے شکل ہوتا ہو ۱۲

پھر ایک نے اپنے کنوین کا حصہ مع اُسکے راستہ کے جو زمین مین ہو کر ہے فروخت کیا اور اپنا حصہ زمین فروخت نہ کیا تو یہ جائز نہین ہے کیونکہ اُسنے قطعہ معلومہ مین سے اپنا حصہ ایسے مقام سے جو اُس کے اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہے فروخت کیا پس بدون اجازت اُس کے شریک کے جائز نہ ہوگا جیساکہ مشائخ نے دو شخصون کے درمیان مشترک دار مین فرمایا کہ اگر ایک نے اپنے حصہ کو بیت معین مین سے فروخت کیا تو بدون رضامندی شریک کے نہین جائز ہے پس ایسا ہی اس مقام پر ہے اور اصل مین یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے اور یہ تفصیل نہین فرمائی کہ کنوئین اور راستہ دونون کی بیع ناجائز ہے یا فقط راستہ کی بیع جائز نہین ہے پس بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ بالاجماع کنوئین کی بیع جائز اور راستہ کی بیع ناجائز ہے اور شیخ الاسلام نے شرح مین کہا کہ یہی قول اصح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر نصف کنوان بغیر راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہے اور مشتری کے واسطے زمین سے ہو کر راستہ نہوگا اور اگر اُس نے کنوئین و زمین دونون مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین مین اُسکا حصہ آدھا ہے تو پوری بیع جائز ہے اس واسطے کہ مبیع معلوم ہے اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائیگا اور اس بیع کے صحیح ہونے مین شریک کا کچھ ضرر نہین ہے یہ مبسوط مین ہے اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مشتری نے پانی کا وہ حصہ خریدا جس کو اُس کا مالک اپنے شریکون کے ساتھ گانون کے نیچے کی طرف لیجاتا تھا حالانکہ خریدار کی زمینین گانون کے اوپر کی طرف ہین اور اسمین ضرر ہے تو فرمایا کہ اگر بائع نے مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا ہے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین جسکا شرب اس نہر مین سے ہے سینچے لیکن مشتری کو بائع کی نوبت کے روز پانی لینے کا اختیار دیا جائیگا اور باقی شریکون کے پانی لینے کی حاجت کے واسطے نہر بھری ہوئی رہے گی یہ حاوی مین ہے

تیسرا باب

ان چیزون کے احکام مین جنکو انسان نئی بناوے اور جنسے منع کیا جائیگا اور جن سے نہین کیا جائیگا اور جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہین ہے۔ واضح ہو کہ نہرین تین طرح کی ہین ایک نہر عام جو کسی کی مملوک نہو جیسے فرات و جیحون دوم نہر عام جو عام لوگون کی مملوک ہو جیسے نہر مرو و بلخ سوم نہر خاص جو خاص جماعت کی مملوک ہو۔ پس جو نہر عام کسی کی مملوک نہو اُس مین سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ نہر کھود کر اپنی زمین مین لیجاوے بشرطیکہ دریاے مذکور کو ضرر نہ پہونچتا ہو[عہ] اور اگر ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بہ نسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولے ہے اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر اعظم مین سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے یا کوہ بڑھلوے پس اگر عام لوگون کو مضر ہو تو نہین جائز ہے اور اگر انکو مضر نہو تو جائز ہے۔ ایک شخص نے نہر اعظم کے بہاو پر اپنی زمین مین ایک پن چکی قائم کی اور کسی کو اس سے ضرر نہین پہونچتا ہے مگر اُسکے بعض پڑوسیون نے منع کرنا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور

عہ یعنے نہر کے بہاؤ مین خریدار کی زمین اول مین ہے اور بائع اپنا حصہ اس سے نیچے کی طرف لیجاتا تھا اسلئے صورت ضرر سابق مین مذکور ہوئی ہے ۱۲ منہ

نہر مملوک جسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر شرکت عام ہو اور شرکت عام کے یہ معنی ہین کہ اُسمین سو یا زیادہ شریک ہین تو اُسکا حکم یہ ہی کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اُسمین سے نہر کھود کر اپنی زمین موات مین جسکو اُسنے زندہ کیا ہی لیجاوے تو وہ اس سے منع کیا جائیگا خواہ یہ امر اہل نہر کے واسطے مضر ہو یا نہو اور جو نہر مملوک کہ اُسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر اُسمین شرکت خاصہ ہو اور شرکت خاص کے معنی یہ ہین کہ اُس مین سو سے کم شریک ہون تو اُسکا بھی یہی حکم ہی جو ہمنے نہر مشترک عامہ مین بیان کیا ہی کہ اگر اُسمین سے نہر کاٹ کر کوئی شریک اپنی زندہ کی ہوئی زمین مین لیجاوے تو منع کیا جائیگا خواہ اہل نہر کو مضر ہو یا نہو۔ اور اگر اہل نہر نے چاہا کہ نیچے والے لوگون کی طرف پانی جانے سے روک دین پس اگر پانی بکثرت ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے اور بند نہ کیا جاوے تو ہر شخص کو اپنا حصہ شرب بخوبی پہونچ جاوے تو اوپر والون کو بند کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر نہر مین پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے بدون نہر بند کیے اپنا حق شرب نہین پاسکتے ہین تو اس مین دو صورتین ہین کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے تو نیچے والون کو اس سے بالکل انتفاع حاصل نہو یعنے نہر ہی اس پانی کو چوس جاوے تو اوپر والون کو روکنے و بند کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر اتنا پانی ہو کہ درصورت نہر کے چھوڑ دینے کے نیچے والے بھی انتفاع حاصل کرین تو اوپر والے بند نہین کرسکتے ہین بلکہ پہلے یہی کیا جائے گا کہ نہر چھوڑ کر نیچے والے سیراب کیے جاوین گے پھر اسکے بعد اوپر والون کو اختیار ہوگا کہ نہر کو بند کرلین تاکہ پانی انکی اراضی پر چڑھ جاوے اور امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ہمارے مشائخ رحمہ اللہ نے استحسان کیا ہی کہ درصورتیکہ نیچے والے نہر بند کیے جانے سے انکار کرین تو امام المسلمین دن تقسیم کردے گا پھر اوپر والے اپنی باری کے دنون مین جو چاہین کرین تاکہ نیچے والون سے ضرر دور ہو اور واضح ہو کہ جس صورت مین اوپر والون کے واسطے نہر بند کرنا روا ہی اسمین اُنکے واسطے یہی روا ہی کہ نہر کو مثل لیچ وغیرہ کسی چیز سے بند کرین اور یہ روا نہین ہی کہ مٹی سے بند کرین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باہم سب راضی ہوے کہ اہل نہر اُنکو یہان تک بند کرلین کہ اُنکی اراضی سیراب ہو جاوین تو جائز ہی اور اگر باہم اسطرح صلح کی کہ ہر شخص اپنی باری کے روز نہر کو بند کرے تو بھی جائز ہے اسوجہ سے کہ نہر مین کبھی پانی اس قدر قلیل ہوتا ہے کہ ہر شخص کو سینچنے کے واسطے بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جو پانی پہاڑ سے گرتا ہی اور جنگل مین روان ہوتا ہی اسمین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اوپر والون کو اختیار ہی کہ اس پانی کو بند کرلین اور نیچے والون کی طرف جانے سے روک دین لیکن اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حاجت سے زائد لقصد ضرر رسانی اہل زیرین کے پانی کو روکین اور اسی کو امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جب وہ پانی جنگل مین آگیا تو مثل نہر مشترک کے ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو نہر مشترک مین مذکور ہوا ہی ہان اگر کوئی بہتا پہاڑ سے نیچے آئی اور جنگل کے روے زمین پر پھیل گئی تو اس پانی پر جسکا ہاتھ پہلے پڑا اُسی کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اور اُسپر اُنکی اراضی ہون اور قوم مین سے

ایک شخص نے چاہا کہ اس نہر مین سے کاٹ کر ایک نہر اپنی ایک زمین مین جسکا شرب اُس نہر سے تھا یا ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے تھا لیجاوے تو بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی پس ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہین ہی کاٹ لیجانے کی صورت کا اسوجہ سے اختیار نہین ہی کہ وہ شریکون کی بہ نسبت زیادہ پانی لینا چاہتا ہی اور اسوجہ سے کہ وہ مشترک کنارۂ نہر کو توڑنا چاہتا ہی اور جس صورت مین کہ ایسی زمین مین لیجانا چاہے جسکا شرب اسی نہر سے ہی تو عدم جواز کی یہ وجہ ہی کہ وہ مشترک کنارۂ نہر کو توڑنا چاہتا ہی۔ اسی طرح اگر ایک نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر وہ جگہ جہان پن چکی قائم کرنا چاہتا ہی اُسکی ملک ہو مثلاً نہر کے دونون کنارے یا بطن نہر اسکی ملک ہو اور اُسکے غیرون کو پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر پن چکی قائم کرنے مین پانی کے اجرا مین ضرر ہوتا ہی تو وہ شخص منع کیا جائے گا اور اگر ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر نہر مذکور پر دالیہ یا سانیہ قائم کرنا چاہے تو اُسکا بھی وہی حکم ہی جو ہم نے پن چکی کی صورت مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر نہر خاص پر ہر ایک کا ہندان ہو تو کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنا کوہ بڑھا لے اگرچہ اہل نہر کے حق مین مضر نہو اور اگر نہر اعظم مین کوہ ہو پھر اُس نے اپنی ملک مین ایک یا دو کوہے بڑھا لیے حالانکہ اس سے اہل نہر کو کچھ ضرر نہین ہی تو اُسکو اختیار ہی یہ کافی مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی نہر خاص ہی جسمین نہر اعظم سے پانی آتا ہی اور قوم مین سے ہر ایک کا اس نہر مین معین کوہ ہی پھر ایک نے چاہا کہ اپنا کوہ بند کر کے دوسرا کھول دے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو جیسے فرات و دجلہ و سیحان و جیحان اور یہ نہر خاص اُسکی خاص ایک زمین کے سینچنے کے واسطے ہی اسمین اُسکا شریک نہین ہی اور وادی کبیر پر اور نہرین واقع ہین پھر شخص مذکور نے اپنی اس زمین کو خفیف سمجھکر چاہا کہ اپنی نہر کا پانی اپنی دوسری زمین کی طرف لیجاوے تو کتاب مین فرمایا کہ اگر یہ امر اُسنے پانی کی بڑھاو کی حالت مین کیا اور وادی کا پانی بہت کثرت سے ہی کہ نہرون والے اس پانی کے جو یہ شخص لیے جاتا ہی محتاج نہین ہین اور اُن کو مضر نہین ہی تو اس نہر والے کو اختیار ہوگا کہ پانی جہان چاہے لیجاوے اور اگر وادی کے نہرون والون کو ضرر پہونچتا ہو اور وہ لوگ اس پانی کے محتاج ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس زمین کے سوائے دوسری زمین کی طرف پانی لیجاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا کوہ ایک قوم کی مشترک نہر مین ہو پھر اُسنے چاہا کہ اُسکو پست کر دے اور زمین اُسکا رہ دے تاکہ پست ہو کر پانی زیادہ بھرے تو کتاب مین مذکور ہی کہ

ك دالیہ بمانند ڈھینکلی اور سانیہ اس سے چھوٹا ہوتا ہی ۱۲ منہ ك یہ نام بڑے بڑے دریاؤن کے ہین فرات و دجلہ شام مین و سیحان و جیحان بھی شام مین ہین و جیحون و سیحون تاتار مین ہین اور ظاہر اجن جنگلو مین بہتے ہین انکو بھی اسی کے نام سے بولتے ہین قال الخطیب ه و لم ار فیہا مثل دجلۃ وادیا۔ یعنی مین نے دنیا مین مثل دجلہ کے کوئی وادی نہین دیکھی پس دجلہ وادی ہی اور دریا بھی جو جلسہ ہی ۱۱ روٹ ۱۱۱ صفحہ ۱۵۰ مستند

اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس اُگارنے مین اپنی ملک مین یعنے کوہ مین تصرف کرتا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ پست تھا اور ریت آجانے سے پٹ کر بلند ہو گیا تھا پس وہ اُگارنے و پست کرنے مین یہ چاہتا ہی کہ اُسکو حالت سابقہ پر لاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ ایسا ہی بلند بنا ہوا تھا اور اب اُسکو پست کرنا چاہتا ہی تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ وہ اس فعل سے یہ چاہتا ہی کہ زیادہ پانی لے یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنا کوہ جو پست ہی اُسکو بلند کرے تاکہ اُسکی زمین مین پانی کم آوے تو اُسکو یہ اختیار ہی اور بنا بر قول ہمارے شیخ امام کے یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ بلند کرنے سے یہ چاہتا ہی کہ جیسا دراصل تھا ویسا کردے اور اگر یہ چاہتا ہو کہ جس حالت پر اصل مین تھا اُس سے متغیر کردے تو منع کیا جائے گا اور شیخ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہی کہ وہ کسی حال مین منع نہ کیا جائے گا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے ایک شخص نے اپنا کوہ چوڑا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اسمین اُس کے حق سے زائد پانی جائیگا پس اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر نیچا ؤ نہر کا اُگارنا چاہا تو جائز ہی اور اگر نہر کا چوڑائو زیادہ کرنا چاہا تو نہین جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نہر مرو جو ایک بڑی نہر ہی اور مرو مین اہل مرو کے اس نہر مین حصون کے کنوئین ہین اور وہ معروف ہین پھر ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکا شرب اس نہر سے نہین ہی پس اُس شخص نے مرو کے اوپر سے ایسی جگہ سے جسکا کوئی مالک نہین ہی ایک نہر کھود دی اور اس نہر عظیم سے اُسمین پانی پہونچایا تو فرمایا کہ اگر یہ نہر جو اُسنے نئی تیار کی ہی اہل مرو کے پانی کے حق مین کھلا ہوا ضرر دیتی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور وہ اس بات سے منع کیا جائیگا سلطان اُسکو منع کردے اور اسی طرح ہر شخص اُسکو منع کرسکتا ہی اسواسطے کہ نہر عظیم کا پانی حق عامہ ہی اور عوام مین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ذات سے ضرر دفع کرے اور اگر یہ امر اہل مرو کے حق مین مضر نہو تو اُسکو ایسا کرنے کا اختیار ہی منع نہ کیا جائے گا - اسواسطے کہ وادی عظیم مین جو پانی ہی وہ اصلی اباحت پر رہے گا اور جب تک تقسیم مین داخل نہو تب تک کسی کا حق نہو گا اسی واسطے مسئلہ کو اس طرح مفروض کیا کہ اُس نے مرو کے اوپر سے نہر کھود دی ہی اور اگر اُن لوگون کے حق مین مضر ہو تو ہر شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہی کہ دوسرے کو ضرر پہونچاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پس اُس نے چاہا کہ اُسپر پُل باندھکر اُسکو مضبوط کرے تو اُسکو اختیار ہی اور اگر اُسپر پُل بندھا ہوا ہو مضبوطی ہو پس اُس نے چاہا کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اُسکو توڑ دے پس اگر اُسکے توڑنے سے اسمین پانی زیادہ نہ آتا ہو تو اُسکو اختیار ہی کیونکہ وہ اپنی خالص ملک کی عمارت دور کرتا ہی اور اگر اس سے پانی زیادہ آتا ہو تو بوجہ حق شرکا کے اُسکو ممانعت کیجائیگی یہ کافی مین ہی۔ اور مین نے دریافت کیا کہ

دو شخص[1] کی مشترک نہر جسکے نہر اعظم سے پانچ کوہ ایک قوم مین مشترک ہر ایک کی ایک نہر جنمین سے بعض کے دو و بعض کے تین کوئین ہین پس نیچے والون نے اوپر والون سے کہا کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ پانی لیتے ہو اسواسطے کہ پانی کے چڑھاؤ اور کثرت کی وجہ سے تمھارے دہانون مین پانی زیادہ جاتا ہی اور ہمارے یہان تک جسقدر پانی پہونچتا ہی وہ تھوڑا اور نیچا ہوتا ہی پس ہم چاہتے ہین کہ تم لوگ بھی اسیقدر کمی کر لو اور ہم تمھارے سینچنے کے واسطے چند ایام معلومہ مقرر کر دین کہ اُن دنون ہم اپنے کوئین بند رکھا کرین اور تم ہمارے واسطے اسی طرح ایام معلومہ مقرر کر دو کہ اِن دنون تم اپنے کنوئین بند رکھا کرو تو فرمایا کہ انکو یہ اختیار نہین ہی اور جس طرح چلا آتا ہی اُسی حال پر چھوڑا جائے گا کیونکہ ایکبار اُسکی تقسیم ہو چکی پس بعض کو یہ اختیار نہو گا کہ دوسری تقسیم کی درخواست کرے پھر اصل یہ ہی کہ جو امر قدیمی پایا جاوے وہ اسی طرح چھوڑ دیا جائیگا اور اُسمین تغیر بدون کسی حجت کے نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر نیچے والے لوگون نے کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ نہر کا دہانہ چوڑا کر دین اور اُس مین زیادہ کنوئین بنا دین اور اوپر والون نے کہا کہ اگر تم لوگون نے ایسا کیا تو پانی کی کثرت ہو جائے گی جسسے کہ ہماری زمین مین سیلان ہوگا اور ہماری اراضی نمناک ہو جاوے گی تو بھی نیچے والون کو کوئی نئی بات پیدا کرنے کا اختیار نہوگا اور[2] اگر انمین سے کسی شخص نے ہر روز کے حساب کوئی کنوئین بعوض کسی قدر معاوضہ کے فروخت کیا یا اجارہ پر دیا تو نہین جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی تجاوز کر کے اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا پس اگر اُسنے اسطور سے جاری کر دیا تھا کہ پانی اُسکی زمین مین نہین ٹھہرتا تھا بلکہ جا کر پڑوسی کی زمین مین قرار پکڑتا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین مین ٹھہر کر وہان سے کچھ دیر بعد تجاوز کر کے پڑوسی کی زمین مین جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اُس سے کہدیا ہو کہ درمیان مین مضبوطی و بندش کرے تاکہ میری زمین مین پانی نہ آنے پاوے مگر اس نے بندش نہ کی تو استحساناً ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پیشتر نہین کہا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اُنچائی پر ہو اور پڑوسی کی نچائی مین ہو اور وہ جانتا ہی کہ اگر مین نے اپنی زمین مین پانی دیا تو پڑوسی کی زمین مین تجاوز کر جائیگا تو ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درمیان مین بندان باندھدے تاکہ پانی تجاوز نہ کرے اور جب تک بندان نہ باندھے تب تک اُسکو سینچنے سے ممانعت کیجائیگی اور اگر اُسکی زمین اُنچائی پر نہو تو منع نہ کیا جائے گا اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عامہ کتب مین یون مذکور ہی کہ اگر اُسنے غیر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن ہوگا اور اگر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی زمین مین سوراخ و چھید ہون پس اگر اُس نے چھیدون کو جانکر بند نہ کیا ہو یہان تک کہ پڑوسی کی زمین خراب ہو گئی تو ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے بغیر حق زمین کو سینچا یا اپنی باری کے سوا دوسرے وقت مین سینچا یا اپنے حق سے زیادہ سینچا یا نہر مین نہر کی برداشت سے زیادہ پانی جاری کر دیا یا پانی کو کسی نہر یا موضع کی طرف روان کر دیا جہان روان کرنے کا استحقاق نہین ہی یا ایسی صورتین

[1] کذا فی الاصل و تحریر ہا فی المقدمہ ۱۲ [2] یہ مسئلہ مختلف وضع کے ساتھ اپنے اپنے مناسب موقع پر ذکر ہو چکا ہی ۱۲

مین نہر کو بند کر دیا جسمین اسکو بند کرنے کا استحقاق نہین ہے اور پانی چڑھ آیا اور نہر کے کنارے سے بہنا شروع ہوا یا اُس نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا یہان تک کہ پانی نہر کے کنارہ سے بہنا شروع ہوا اور اُسنے کسی شخص کی کھیتی کو خراب کر دیا تو ان سب صورتون مین یہ شخص ضامن ہوگا کہ اسنے تعدی کی ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو سینچا اور بعبرا یا پھر اسکا پانی دوسرے شخص کی زمین مین تجاوز کر گیا اور اُسکو غرق کر دیا یا وہ نمناک ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُس نے معتاد سینچنا سینچا ہو کہ لوگ عادت کے موافق ایسا سینچتے ہون اور اگر اُس نے غیر معتاد سینچا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین مین چوہے کے بل ہون کہ وہ پڑوسی کی زمین تک تجاوز کر گئے ہون پس اُن سوراخون کی راہ سے پانی گیا اور اُسکی زمین غرق ہوگئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس شخص کو چوہون کے بل سے آگاہی نہ تھی تو ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے تعدی نہین کی ہے اور اگر جانتا تھا تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے تعدی کی اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہر کا دہانہ کھولا اور نہر مین سے پانی بہکر اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا اور وہ غرق ہوگئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے نہر مین اس قدر پانی روان کیا جس قدر عرف وعادت کے موافق ایسی نہر مین جاری کیا جاتا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی روان کر دیا جسقدر ایسی نہر مین عرف وعادت کے موافق نہین روان کیا جاتا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین مین گھانس یا کٹے ہوئے ٹھٹے جلائے پھر آگ دائین بائین چھٹک گئی اور اُس نے کسی غیر کے مال مین سے کچھ جلا دیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ اس سبب کے برانگیختہ کرنے مین متعدی وظالم نہین ہے اسواسطے کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی ملک مین مطلقاً آگ جلائے اور اپنی ملک مین مالک کا تصرف کرنا بشرط سلامت متقید نہین ہوتا ہے اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب آگ جلانے کے وقت ہوا بند ہو اور اگر ایسے وقت آگ جلائی کہ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ یہ جانتا تھا کہ ہوا اس آگ کو غیر کی ملک مین اُڑا لیجائے گی تو یہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اُسنے غیر کی ملک مین آگ جلائی کہ اس صورت مین ضامن ہوتا ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے اپنے پرنالہ مین کوئی چیز بہائی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ پرنالہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہے پس یہ چیز جو اُس نے بہائی ہے اُس شخص کے کپڑون پر پڑی تو جس نے بہائی ہے وہ ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنی ملک مین بہائی ہے یہ مبسوط مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ ایک نہر ایک قوم کی زمین مین جاری ہے پھر وہ نہر شق ہوگئی اور قوم کی بعض زمین خراب کر دی تو زمین کے مالکون کو اختیار ہے کہ اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کرین کہ نہر کی عمارت درست کرو اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہین کر سکتے ہین یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے پن چکی کی نہر مین ایک بکری مردار ڈال دی پھر پانی اُسکو بہا لیجا کر

سلہ یعنی یہ شرط نہین ہوتی کہ مالک اپنی زمین مین اس طرح تصرف کرے کہ غیر کی طرف ضرر متعدی نہو بلکہ ایسے تصرف مین کہ جسکا عام ضرر ظاہر نہو جیسے چمڑا سڑانا وغیرہ کہ یہ درحقیقت دوسرون پر ضرر ہے ۱۲

بہا لیگیا پس اگر نہر کو اُگارنے کی احتیاج نہ پڑے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اُگارنے کی احتیاج پڑے تو وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اسی وجہ سے نہر خراب ہوگئی ہے۔ اور واضح ہو کہ در صورتیکہ نہر اُگارنے کی احتیاج نہیں پڑی ہے۔ مردار بکری ڈالنے والے کو متعدی نہیں قرار دیا اسواسطے کہ یہ امر اُسکی قوت کی دلیل ہے اور چاہیے کہ یون کہا جاوے کہ جیسے اُسنے بکری مردار ڈالی ہے ویسے ہی پانی مین بیٹھ گئی اور ٹھہری پھر بہ گئی تو ہر حال مین اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ و کبریٰ مین ہے - ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پھر پانی کو نہر مین روان رہنے دیا یہان تک کہ اُسکی زمین سے آگے تجاوز کر گیا اور حال یہ تھا کہ نیچے کی طرف نہر مین کسی شخص نے مٹی ڈالدی ہے پس پانی رُک کر ایک طرف کو جھکا اور کنارہ توڑ کر پانی تجاوز کر گیا اور ایک شخص کی روئی کا کھیت خراب کر دیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے نہر مین مٹی ڈالدی ہے - اور جسنے نہر مین پانی چھوڑ دیا ہے اُسپر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ نہر مین اُسکا حق ہو یہ خلاصہ مین ہے - ایک شخص کی نہر ایک شخص کے دار کے قریب ہے پس اُسنے نہر مین پانی جاری کیا اور پانی ایک بل مین ہو کر پڑوسی کے گھر مین داخل ہوگیا تو مشائخ رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر اُسنے اسقدر پانی جاری کیا جسکو نہر برداشت کر سکتی ہے اور بل چھپا ہوا تھا اور اگر بل نہوتا تو پڑوسی کے گھر مین پانی نہ جاتا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی نہ بہایا جسکو نہر برداشت نہین کر سکتی ہے اور پانی تجاوز کر کے اِس پڑوسی کے دار مین چلا گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر بل ظاہر ہو اور وہ جانتا ہو کہ پانی تجاوز کر کے اُس بل سے پڑوسی کے گھر مین چلا جائیگا تو ضامن ہوگا - یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے - ایک شخص نے اپنا درخت جو نہر کے کنارے لگا ہے قطع کیا اور مٹی نہر مین گری اور اُسکو بند کر دیا پس مالکان نہر نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا تاکہ وہ نہر مین پانی جاری کردے کہ مٹی تر ہو جاوے اور اُسکا اُگارنا آسان پڑے پھر مزدور سو گیا یہان تک کہ نہر بھر گئی اور پانی تجاوز کر کے ایک شخص کا کھلیان غرق کر دیا تو مزدور پر ضمان واجب نہوگی اور درخت کاٹنے والا سو اگر درخت نے جھکر نہر کے دونون جانب گھیر لیے اور راہ تنگ کر دی ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نہر کے دونون کنارے تک نہ پہونچا ہو بلکہ راہ کھلی ہو تو کاٹنے والا ضامن ہوگا - ایک شخص نے نہر بند کر دی اور پانی سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہوگا یہ جیز کردری مین ہے - فتاوے عتابی مین ہے کہ اگر کسی شخص نے نہر کا پانی کھول کر چھوڑ دیا پس پانی بڑھ گیا یا نہر کو کھولا اور اُسمین پانی نہ تھا پھر پانی آگیا تو ضامن نہوگا اور اسی پر اعتماد ہے اور اگر شریکون کی نہر بند کر دین یہان تک کہ نہر بھر گئی اور کنارہ شق ہو گیا اور ایک شخص کا روئی کا کھیت غرق ہو گیا یا ایک شخص نے نہر مین پانی چھوڑ دیا اور اس نہر سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین نکلی ہوئی ہین جنکے دہانے کھلے ہین پس اِن دہانون سے پانی بھرا

ــــــــــــــــــــ

[1] مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اگر نہر مین اُسکا کچھ حق نہوتا تو پانی جاری کرنے سے ضامن ہوتا کیونکہ پانی تو جاری تھا بلکہ تاوان صرف اسوجہ سے ہوا کہ اُس نے نہر کا دہانہ کھولا ہے یا اسوجہ سے کہ اُسنے تا حق اپنی زمین سینچ لی جیسے اوپر گذرا فافہم لیکن بفعل خود امر زیادہ رد اسپر ضمان کا فتوی نہیں ہے ۱۲ حسین روئی سے مراد تھی ۱۲

اور کسی شخص کا کھیت برباد ہوگیا تو دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا اور فتاوے صغرے میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا شرب تلف کر دیا باین طور کہ اُسکے شرب سے اپنی زمین سینچ لی تو امام بزودی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور شرب الاصل کی شرح میں امام سرخسی نے ضمان شرب کی صورت یوں ذکر فرمائی ہے کہ دیکھا جاوے کہ اگر شرب کی بیع جائز ہوتی تو یہ شرب کتنے کو خریدا جاتا پس وہی مقدار ضمان ہے اور امام خواہرزادہ رح نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ خلاصہ میں ہے شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے دار میں پانی کا مجری ہے[قال وہو الاشبہ ۱۲] اُسنے اُسکو تحویل کر کے اپنے دار کے ایک کنارہ پر کر دیا پس اسوجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار منہدم ہوگئی تو فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے مجری و پڑوسی کی دیوار کے درمیان کشادہ جگہ چھوڑ دی ہو مگر پانی کی وجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار نمناک ہوگئی تو فرمایا کہ وہ ضامن ہے خواہ اُسنے جگہ چھوڑی یا نہ چھوڑی ہو اس سبب سے کہ اُسنے مجری کی تحویل کرنے میں ظلم کیا کیونکہ غیر کے حق میں تصرف کیا پس جو خرابی اس سے پیدا ہوا اُس کا وہ ضامن ہے اور اگر اُسنے مجری اول کو اپنے حال پر چھوڑ دیا مگر اُسنے یہ دوسرا مجری بنایا تو فرمایا کہ اگر اُسنے جدید مجری و پڑوسی کی دیوار کے درمیان بقدر دگز کے جگہ چھوڑی ہو تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو اُسنے اپنی ملک میں پیدا کی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ یعنی جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب اُسنے نہر سے پانی ایسی جگہ سے نکالا ہو جہاں سے نکالنے کا اُسکو استحقاق نہیں ہے اور اگر اُسنے ہر دو کنارہ نہر[یعنی کوئی کنارہ ۱۲] کو ایسی جگہ سے شق کیا ہو جہاں اُسکو استحقاق ہے اور وہاں سے دوسری جگہ پانی جاری کیا ہو تو وہ دونوں صورتوں میں ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ مجری و دیوار جار کے درمیان جگہ چھوڑی ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک زمین ایک نہر عام کے کنارے واقع ہے یا دریاے فرات کے کنارے[۱۲] واقع ہے اور عام لوگوں کو اس زمین میں ہوکر سینچنے[قدمرت المسئلہ ۱۲] و اصلاح نہر کے واسطے آمد و رفت کا استحقاق حاصل ہے تو مالک زمین کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُنکو منع کرے بشرطیکہ سواے اس زمین کے اُنکا کوئی راستہ نہو یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہے اُسکا شرب اسی نہر سے ہے پھر اُسنے دوسری زمین خریدی جسکا شرب اس نہر سے جو اُسکے زمین اول کے پہلو میں واقع ہے نہیں ہے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی زمین میں سے دوسری زمین کیطرف پانی جاری کرے یا دوسری زمین کو بجاے پہلی زمین کے قائم کرے اور اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسری زمین میں جو درخت میں یا کھیتی ہے اُنکو سیراب کرے الا یہ کہ پہلی[۱] زمین پانی سے بھر جاوے اور اُس سے پانی روک دے پھر دوسری زمین کی طرف پانی کھولدے پھر ایسا ہی مرۃ بعد اخری کئی بار کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کے دار میں واقع ہوا اور صاحب نہر کو اُسکے اُگارنے کی ضرورت ہوئی[قدمرت المسئلہ ۱۲] پس اگر وہ شخص نہر کے اندر اندر چلکے

---

[۱] قال المترجم تاویل اس مسئلہ میں یہہ ہے کہ نہر مشترک میں باری کے دن بٹے ہوئے ہیں پس جس دن اسکی باری ہے اوسدن نہر کا وہ پانی لے سکتا ہے اور اسکے لینے کی صورت یہ ہے جو بیان کی ہے لیکن شرب میں مشائخ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ ضرورت سے زاید نہیں لے سکتا ہے اور انکے نزدیک اس حکم میں تامل ہے یا یہ تاویل ہے کہ جس زمین میں درخت و کھیتی ہے اُسکا شرب بھی اسی نہر سے ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

تو جاوے اور اگر نہ جا سکے تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو اپنے دار مین آنے کی اجازت دے یا تو اُسکے مال سے اسکی نہر اُگرا دے یہ غیاثیہ مین ہے - ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہے اُسنے نہر کی اصلاح کیواسطے دوسرے کی زمین مین داخل ہونا چاہا اور مالک زمین نے منع کیا تو اُسکو اختیار نہین ہے لیکن اگر وہ نہر کے اندر اندر جا سکتا ہو تو جاوے اور یہی حکم کاریز کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول کے موافق ہے کہ اُنکے نزدیک نہر کیواسطے حریم نہین ہے پس نہر کے کنارے جو بند آب ہے وہ مالک زمین کا ہوگا پس اُسکو منع کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر بند آب کے حریم نہر ہوتا ہے پس بند آب صاحب نہر کا ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ نہر کی درستی کے واسطے اس بند آب پر ہو کر جاوے بخلاف اسکے اگر مسلمانون نے چاہا کہ مشرعہ[1] سے پانی لینے کے واسطے کسی شخص کی زمین مین ہو کر جاوین اور سوا اسکے اُنکے واسطے کوئی راستہ نہین ہے تو اُنکو اختیار ہے اور نوازل مین مذکور ہے کہ اگر نہر تنگ ہو کہ وہ شخص نہر کے اندر اندر ہو کر نہ جا سکے تو مالک زمین کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو اجازت دیدے کہ وہ اُسکی زمین سے ہو کر اپنی نہر کو درست کرے یا مالک زمین اُسکی نہر کو خود درست کرے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہے پس ایک نے اُسمین بندش بنادی یعنی پانی روک دیا پس اُسکے شریک کی بعضی کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہوگئی اور بعضی پانی کی کثرت سے تباہ و غرق ہوگئی تو فرمایا کہ جو ڈوب کر تباہ ہوگئی اُسکا ضامن ہوگا اور جو پانی نہ ملنے سے تباہ ہوئی ہے اُسکا ضامن نہوگا - اور اگر اپنی زمین سینچنے کے واسطے نہر عامہ کو بند کر دیا اور اپنی زمین سینچ کر بند کو ویسا ہی چھوڑ دیا پس بند ہونے کے سبب سے پانی چڑھا اور ایک شخص کی زمین مین پہونچکر اُسکی کھیتی خراب کر دی تو مسئلہ مین دو صورتین ہین یا کسی شخص نے پانی جاری کر دیا ہے یا پانی خود جاری ہو گیا ہے پس اول صورت مین پانی جاری کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور دوسری صورت مین بند کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی[2] ایک شخص نے نہر عامہ سے اپنی زمین سینچی اور اس نہر عامہ سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین لوگون کی نکالی ہوئی ہین جن کے دہانہ کھلے ہوئے تھے پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی گیا اور اسوجہ سے ایک قوم کی اراضی خراب ہوگئین تو یہ شخص ضامن ہوگا گویا اُسنے ان نہرون مین خود پانی جاری کیا ہے یہ محیط مین ہے - نوادر مین ہے کہ ایک ساقیہ پر ایک قوم کی اراضی واقع ہین ہر ایک کی دس جریب ہے اور اس سے ایک شخص کے حصہ مین اسکی زمین کی ضرورت سے زائد پانی ہے اور شریکون کو اس مقدار سے زاید حاجت ہے تو اُسکے شریک لوگ اس زائد کے مستحق ہین تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی کو اپنی دوسری زمین کی طرف روان کرے اور یہ مسئلہ مشابہ اس صورت کے نہین ہے کہ اگر ایک قوم کے درمیان مشترک پانی مین سے ایک شخص کا چھٹا حصہ یا دسوان حصہ یا اس سے کم و بیش حصہ ہو اور اُسنے اپنا اسقدر حصہ اپنی خاص نہر مین لے لیا تو اس صورت مین اُسکو اختیار ہے کہ اس پانی کو چاہے اپنی جسقدر زمینون مین پہونچاوے اور اگر اسکو اس پانی کی طرف حاجت نہو تو اُسکے شریکون کو اس پانی کے لینے کی کوئی راہ نہین ہے - ایک نہر چار آدمیون مین مشترک ہے مثلاً زید و عمرو و بکر و خالد کے درمیان مشترک ہے اور اس

[1] جہان سے پانی پینے کی جگہ ہو ۱۲ [2] یعنے جیسے خود جاری کرنے مین ضامن ہوتا ہے ویسا ہی یہ بھی ہے ۱۲

نہرین سے ہر ایک کا پانی لینے کا دہانہ اُسکی زمین مین ہی اور زید کے پانی لینے کے دہانہ سے قریب عمرو کا دہانہ ہی اور عمرو کے دہانہ سے قریب بکر کا دہانہ ہی اور بکر کے دہانہ سے قریب خالد کا دہانہ ہی پس اگر خالد نے اپنی زمین کو خشک رکھا تو اُسکا پانی بکر کے واسطے ہوگیا اور اگر خالد و بکر دونون نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو ان دونونکا پانی عمرو کے لیے ہوگیا اور اگر خالد و بکر و عمرو سب نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو سب کا پانی زید کے واسطے ہوگیا اور اگر فقط بکر نے اپنی زمین کو خشک رکھا باقیون نے نہین تو بکر کا پانی فقط خالد کیواسطے ہوگا اور اگر فقط عمرو نے اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو اُسکا پانی بکر و خالد دونون کے واسطے بحساب ہر ایک کی مساحت جریبی زمین کے ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مجری پانی کا ڈھانک دیا گیا تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر یہ بات قدیمی ہو یعنی کسی شخص نے جدید ڈھانکا ہو تو اہل مجری کو اختیار ہوگا کہ جسنے ڈھانکا ہی اُس سے اس کے کھولنے و ڈھانپ دور کرنے کا مواخذہ کرین یہ حاوی مین ہی۔ کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ مین جاری ہی وہ سال مین دو بار اُگاری جاتی ہی اور کوچہ مین بہت مٹی جمع ہو جاتی ہی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر رہتی ہو اُس سے تجاوز نکرتی ہو تو اہل کوچہ کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اُٹھا لینے کی تکلیف دین اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل کوچہ کو اختیار ہوگا کہ اہل نہر کو مٹی اُٹھا لینے کی تکلیف دین۔ ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہی پس اہل نہر نے اُسکو اُگر وایا اور مٹی زمین پر ڈالی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر ہو تو اُس شخص کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو مٹی یہان سے منتقل کرنے کا حکم دے۔ بارش کا پانی جمع ہونے کا ایک گڈھا ایک محلہ مین ایک شخص کے دروازہ کے پاس ہی پس وہ بھر گیا اور صاحب مکان کو اس سے ضرر پہونچتا ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ اس کنوئین کو پاٹ دے قال المترجم ہو الصحیح۔ اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جواب مین تفصیل ہونی چاہیے ہی کہ اگر یہ کنوان قدیمی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر جدید ہو تو اُسکو اختیار ہی قال المترجم خوف تلف کے مقابلہ مین جواب وہی ہی جو بعضے مشائخ نے فرمایا ہی فافہم ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین واقع ہی پس جب وہ شخص اپنا کنوان اُگروا دے تو اُسکو دوسرے کے دار مین مٹی ڈلنے کا استحقاق نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی ایک شخص نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا اور اُسوقت مین پانی منقطع تھا پھر پانی آگیا اور جہان سے اُس شخص نے کنارہ خراب کر دیا ہی وہان سے ایک شخص کی زمین مین آگیا اور زمین کو ضرر پہونچایا یا زمین مین کھیتی تھی اُسکو خراب کر دیا تو فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر پانی خود جاری ہوگیا ہی تو خراب کرنے والا ضامن ہوگا جبکہ یہ نہر عامہ ہو سواسطے کہ وہ شخص نہر کا کنارہ توڑنے مین جو اس بربادی کا سبب ہی ظالم ٹھہرا ہی اور اگر کسی دوسرے شخص نے پانی جاری کیا اور تیسرے شخص نے نہر کے سرے کا دہانہ کھولا ہی تو کنارہ توڑنے والا ضامن نہوگا بلکہ جاری کرنے والا اور کھولنے والا دونون ضامن ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہی کہ ایک بڑی نہر ہی ایک گانون والون کی اُسمین سے دو نہرین چھوٹی ہین اور ان دونون مین سے ہر ایک پر ایک پن چکی خانہ ہی پھر ایک پن چکی گھر خراب ہوگیا یعنے گر گیا اور اُسکے مالک نے چاہا کہ جبتک اپنا پن چکی گھر تیار کرے تب تک اسی نہر کا سب پانی دوسری نہر مین

جسپر دوسرا طاحونہ یعنے پن چکی خانہ بہر روان کرے حالانکہ اس سے دوسرے پن چکی گھر کو ضرر پہونچے گا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنا ضرر اسطرح دور کرے کہ دوسرے کو ضرر پہونچے اور اسی فتاوے مذکور مین لکھا ہے کہ ایک شخص کے بستان مین ایک حوض ہے جس مین ایک قوم کا روزمرہ کے استعمال کا پانی بہکر جمع ہوتا ہے اور وہ شخص ان لوگون کے مجری کا مقر ہے یعنے اقرار کرتا ہے کہ ان لوگون کا مجری اسطرح ہے اور یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان لوگون کا پانی اس مین آکر جمع ہونے کا قدیمی حق ہے اور حال یہ پیش آیا کہ اس حوض سے اسکی عمارت کو ضرر پہونچا پس اُسنے چاہا کہ ان لوگون کو حوض مذکور مین پانی بہانے سے منع کرے یہان تک کہ یہ لوگ حوض کو درست کرین پس اگر حوض مین کوئی ایسا عیب ہے جسکی وجہ سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہے یہ محیط مین ہے اور اگر نہر کا کنارہ شق ہوگیا اور اُس سے پانی بہتا ہے کہ لوگون کو اُس سے ضرر پہونچتا ہے تو اہل نہر کو حکم دیا جائیگا کہ اُس کو درست کرین یہ خزانۃ المفتین مین ہے فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ اگر ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہو اور اہل کوچہ مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اسمین سے پانی اپنے دار مین لیجاوے اور اپنے بستان مین جاری کرے تو پڑوسیون کو اختیار ہے کہ اُسکو اس کام سے منع کرین اور اُسکو بھی اختیار ہے کہ اگر پڑوسی ایسا کرنا چاہین تو اُنکو منع کرے اور اگر کسی نے اس سے پہلے ایسا کر لیا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مین نے ایسا جدید کیا ہے تو اہل کوچہ کو اُسکی ممانعت کا اختیار ہے اور اگر یہ حق اُسکو قدیمی حاصل ہو تو وہ منع نہ کیا جائیگا جیساکہ کوچہ مذکور مین اگر ظلہ یعنے چھتنا قدیمی ہو تو اُسکا حکم ہے۔ اور یہی فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ ایک گانون مین ایک شخص کو متفرق مقامات پر پانی روک کر بمقدار معلوم لینے کا استحقاق ہے پس اُسنے چاہا کہ مین اس سب کو جمع کر لون اور ایک رات دن لے لیا کرون تو اُسکو یہ اختیار ہے اسواسطے کہ جمع کرنے مین وہ اپنے حق مین تصرف کرتا ہے اور ایسا کرنے مین شریکون کا کچھ ضرر نہین ہے اسی طرح اگر گانون مین دو شخصون کے واسطے ایک نہر دیہ سے ایک روز کا شرب ہو اور دونون نے چاہا کہ ہم دونون اپنا پانی ایکہی روز مین لے لیا کرین تو دونون کو یہ اختیار ہے اور شریکون کو اختیار نہین ہے کہ ان دونون کو منع کرین یہ محیط مین ہے۔ پانی پینے یا چوپاؤن کو پلانے کے واسطے ایک نہر ہے اُسپر ایک شخص کا قدیمی چہ بچہ ہے وہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین داخل ہوگیا تو شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ اسمین قدیم و جدید کا کچھ اعتبار نہین اُسکو حکم دیا جائے گا کہ اُسکو دور کرے اور اگر اُسنے نہ مانا تو محتسب کے سامنے پیش کیا جاوے "تاکہ وہ دور کرا دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو سینچنا چاہا پھر اُسکو زبردستی کسی نے روکا یہان تک کہ کھیتی ضائع ہوگئی تو منع کرنے والا ضامن نہوگا جیساکہ اگر چرانے والے کو کسی نے اپنے مویشی تک پہونچنے سے روک لیا یہان تک کہ مویشی ضائع ہوگئین تو وہ ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے زید و عمرو کے درمیان ایک دیوار مشترک ہے اُسپر دونون کا لدان ہے پھر زید نے برضامندی عمرو کے یہ دیوار دور کر دی پھر برضامندی زید کے یہ دیوار اپنے مال سے بدین شرط بنائی کہ زید کے دار مین جو نہر ہے وہ مجھے عاریت دیدے

سلہ چہ بچہ ایک مضر چیز ہے تو کوچہ مین سے ایسی مضر چیز کا دور کرنا لازم ہے اور اس مین قدیمی کا اعتبار نہین ہے ۱۲

تاکہ مین اپنے دار مین اُس سے پانی جاری کر دن اور اُس سے اپنا پائین باغ سینچون پس زید نے ایسا ہی کیا اور نہر عاریت دیدی پھر زید کی راے مین آیا کہ اُسکو مجری مذکور نہ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اسواسطے کہ عاریت عقد لازم نہین ہی لیکن اس صورت مین یہ لازم ہوگا کہ عمرو کو جسنے دیوار بنائی ہی عمارت دیوار کا نصف مالک خرچہ دیدے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین ایک نہر ہی جسکو امام المسلمین نے لوگون کے پانی پینے و جانورون کے پلانے کے واسطے جاری کیا ہی پھر بعض لوگون نے چاہا کہ اس نہر پر باغ لگا دین پس اگر اس بات سے اہل شفہ کو ضرر نہ پہونچے تو روا ہی اور اگر اہل شفہ یعنے پانی پینے و پلانے والون کو ضرر پہونچے تو روا نہین ہی اور اگر اس نہر پر کسی نے درخت لگانے چاہے اور یہ نہر راستہ پر ہو پس اگر راستہ کے حق مین مضرت نہو تو روا ہی مگر لوگون کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ محیط مین ہی۔ ایک نہر جس سے ایک قوم پانی لیتی ہی ایک شخص کے باغ مین ہوکر گذری ہی تو باغ والے کو اختیار ہی کہ نہر مذکور کے دونون کنارون پر درخت جماوے لیکن اگر ان درختون کے بڑھنے و موٹے ہونے کے سبب سے اس قوم کی نہر تنگ ہو جاوے گی تو اسوقت اُسکو حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو جڑ سے قطع کرے لیکن اگر نہر مذکور کو وہ شخص دوسری طرف سے اسقدر کشادہ کرے کہ جتنی تنگی ہوئی بدین طریق کہ اصحاب نہر کے حقوق مین تفاوت نہ آوے تو ہوسکتا ہی کہ یہ حکم نہ دیا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور شیخ شداد رہ سے روایت ہی کہ اگر عام نہر پر کسی شخص نے مسلمانون کی منفعت کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو اختیار ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک نہر ایک شخص کے دار مین ہوکر جاری ہی اور صاحب دار اس نہر سے اپنے باغ کو پانی دیتا ہی پھر اُسنے اس نہر کے کنارے درخت جمائے پس اس نہر کا پانی ان درختون کی جڑون کی راہ سے دوسرے شخص کے دار کیطرف پہونچا اور رفتہ رفتہ اُس دار کی خرابی کا باعث ہوا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے یہ درخت حریم نہر پر نہین جمائے ہین تو اُسکو ان درختون کے قطع کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر درختون کی جڑین پڑوسی کے دار مین داخل ہوگئین ہون تو اسپر انکا قطع کرنا واجب ہوگا اور اگر اُسنے قطع نہ کیے تو پڑوسی کو بدون مرافعہ قاضی کے خود اختیار ہوگا کہ انکو قطع کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر نہر خراب ہوگئی ہو اور اہل نہر کو ایک شخص کی زمین مین گڈھا کھودنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس گڈھے سے اپنی نہر کی درستی کرین تو وہ شخص اپنی زمین فروخت کرنے پر کسی حال مین مجبور نہ کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس نہر سے اپنی زمین سینچے بشرطیکہ اہل نہر کو ضرر نہ پہونچے اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو منع کردین اور اگر بطن نہر دونون جانب اُسکے اس شخص کے ہون تو اُسکو سینچنے کا اختیار ہی اگرچہ اہل نہر کے حق مین ضرر پہونچتا ہو کذا فی المحیط

چوتھا باب۔ شرب کے مقدمہ مین دعوے و اُسکے متعلقات و گواہی کی سماعت کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعوی کیا تو قیاساً سماعت نہوگی اور استحساناً سماعت ہوگی یہ

عہ قد مرت المسئلہ فیما تقدم ۱۲ عہ یعنے اسکو شرب کا حق نہین ہی ۱۲ عہ جبتک اہل نہر منع نہ کرین ۱۲

محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین میں ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اسمیں پانی جاری کرنے سے منع کرے پس اگر وقت خصومت کے مالک نہر کی زمین کیطرف نہر میں پانی جاری ہو یا یہ معلوم ہو کہ قبل اس کے اس نہر سے پانی جاری ہو کر اسکی زمین میں جاتا تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کیجائیگی الا اس صورت میں نہ کیجائیگی کہ مالک زمین اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہے اور اگر وقت خصومت کے اسمیں پانی جاری نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے صاحب نہر کی زمین میں اس سے پانی جاری ہوتا تھا تو مالک زمین کے دعوی پر ڈگری کیجائیگی الا اس صورت میں نہ کیجائیگی کہ صاحب نہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہے منتقی میں ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک نہر عظیم سے ایک گاؤن والون کا شرب ہے اور یہ گاؤن والے داخل شمار نہیں ہیں پھر نہر کے اوپر کیطرف ایک قوم نے نہر کو روک دیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہے اور ہمارے قبضہ میں ہے اور نیچے والون نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ سب ہماری ہے تمہارا اسمیں کچھ حق نہیں ہے تو فرمایا کہ اگر خصومت کے روز نیچے والون کی طرف اسمیں پانی جاری ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی جیسی جاری ہے ویسی ہی جاری رہیگی اور اوپر والون اور نیچے والون سب کا شرب اسی نہر سے رہیگا جیسا کہ پہلے تھا اور اوپر والون کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور کو نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کریں۔ و اگر خصومت کے روز نیچے والے لوگون سے پانی منقطع ہو لیکن معلوم ہو کہ پہلے نیچے والون کی طرف پانی جاری ہوتا تھا اور اب اوپر والون نے نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر دی ہے یا نیچے والون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر ہماری طرف جاری تھی اسکو اوپر والون نے بند کیا ہے تو اوپر والون کو حکم دیا جائیگا کہ روک توڑ دیں اور نیچے والون کی طرف جاری ہونے دیں۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ اس نہر سے اوپر والون و نیچے والون کا شرب کیونکر تھا مگر اسقدر علم ہے کہ سب کا شرب اسی نہر سے تھا اور ہر فریق نے نہر پر پورے پورے اپنے قبضہ کا دعوی کیا اور کسی فریق کو دوسرے پر گواہی یا اور کسی وجہ سے کوئی ترجیح نہیں پائی جاتی ہے تو یہ نہر ان سب میں مشترک قرار دیجائیگی اور شرب کی تقسیم باعتبار مساحت اراضی کے ہوگی۔ پھر میں نے امام محمد رح سے کہا کہ اگر یہ لوگ جو شمار میں داخل نہیں ہیں اگر انہیں سے بعض نے اس نہر کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص یہاں معلوم کے واسطے ہے جسکے لوگ شمار میں داخل نہیں ہیں پس آیا آپ کے نزدیک ایسے دعوے و گواہی سے اس نہر کی ان گاؤن والون کے نام ڈگری کر دیجائیگی حالانکہ مدعا علیہم اسقدر ہیں کہ وہ شمار میں داخل نہیں ہیں انہیں سے بعضے مدعا علیہ حاضر ہوے ہیں حالانکہ انہیں بالغ و نابالغ سب ہیں تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یہ نہر بمنزلہ مسلمانون کے کوچۂ نافذہ کے ہو اور ایک قوم نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص ہماری ہے اور دون کی نہیں ہے تو یہ لوگ اسکے مستحق ہو جاوینگے اور وہ نہر عام جماعت مسلمانون کی نہر ہو جانے سے خارج ہو جائیگی اور قاضی ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ کے حاضر ہونے پر اکتفا کریگا اور اگر نہر کسی خاص قوم معروف کی ہو جو شمار میں داخل ہیں تو ان میں سے ایک شخص کے حاضر ہونے پر سب پر ڈگری نہ کریگا بلکہ جو شخص حاضر ہوا ہے فقط اسی پر ڈگری کریگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں جاری ہے دونون نے اسکے مسناۃ یعنے بند آب یعنی کنارے

پی پڑی ہیں جھگڑا کیا پس ہر ایک نے اُسکا دعوے کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے قبضہ میں ہے تو مالک زمین کے نام اُسکی ڈگری کیجائیگی اُسکو اختیار ہوگا کہ اُسمیں جو کچھ اُسکا جی چاہے درخت لگاوے و زراعت کرے اور مالک نہر کو ممانعت کیجائیگی کہ اُسپر اپنی نہر کی مٹی نہ ڈالے اور نہ اُسپر آمد و رفت رکھے مگر مالک زمین اُسکو منہدم نہیں کر سکتا ہے اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مالک نہر کی قرار دیجائیگی کہ اُسپر وہ اپنی نہر کی کیچڑ ڈالے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس بنا پر ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک نہر کا مالک اپنی نہر کے حریم کا مستحق ہے پس اُسکا حریم اُسی کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ وہ نہر کے تابع ہے پس اُسی کا ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہر کا حریم نہیں ہوتا ہے پس مسناۃ کسی کے قبضہ میں نہیں قرار دیجاسکتی ہے لیکن مسناۃ بہ نسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہے اسواسطے کہ مسناۃ درخت لگانے و زراعت کے لائق ہے جیسے زمین ہوتی ہے اور نہر اس کام کے لائق نہیں ہے اور جب دو آدمی ایسی چیز میں تنازع کریں جو دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہ ہو مگر دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ایسی چیز جو اس چیز کے مشابہ ہے جس میں جھگڑا ہے موجود ہے تو جسکے قبضہ میں جھگڑے کی چیز سے مشابہ چیز موجود ہے اُسکے نام اس چیز کی ڈگری کر دیجائیگی چنانچہ اگر دروازے کا ایک کنواڑ ایک شخص کے دروازے پر رکھا ہو اور اُسنے اور دوسرے آدمی نے لگے ہوے میں جھگڑا کیا پس اگر ایسی صورت ہو جو ہمنے بیان کی ہے تو لگے ہوے کی ڈگری اُس شخص کے نام ہوگی جسکے پاس اسکے جوڑ کا کواڑ موجود ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ ایسا اختلاف نہیں ہے اسواسطے کہ آگے بیان آتا ہے کہ ارض موات میں نہر کا حریم ہوتا ہے پس اختلاف[دروازہ وغیرہ ۱۲] اس مقام پر ایسی صورت میں ہے کہ جب مسناۃ مالک نہر کے قبضہ میں نہو باین طور کہ زمین سے متصل و برابر ہو زمین سے اونچی نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر حال اس امر کا شاہد ہے کہ یہ مسناۃ نہیں ہے منجملہ زمین کے ہے اسواسطے کہ اگر ایسا نہوتا تو وہ اونچی ہوتی تاکہ اُسپر نہر کی کیچڑ ڈالی جاوے اور صاحبین رح کے نزدیک صاحب نہر کے حریم ہونیکے واسطے ظاہر حال اس امر کا شاہد ہے کہ یہ نہر والے کی حریم ہے پس اماموں میں یہ اختلاف باعتبار ترجیح کے واقع ہوا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کی نہر ہے اور نہر کے کنارے سے دوسرے کی زمین ہے اور دونوں نے مسناۃ میں جھگڑا کیا پس اگر نہر و زمین کے درمیان مثل دیوار وغیرہ کے کوئی چیز حائل ہو تو مسناۃ مالک نہر کی ہوگی ورنہ مالک زمین کی ہوگی مگر مالک نہر کا اُسمیں حق ہے حتے کہ اگر مالک زمین نے اُسکو دور کر دینا چاہا تو مالک نہر اُسکو منع کر سکتا ہے اور مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُسپر اپنی کیچڑ ڈالے اور درخت لگاوے اور اُسمیں آمد و رفت رکھے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر نہر کے رقبہ میں دونوں نے اختلاف کیا پس اگر اُسمیں پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا قبول ہوگا کیونکہ اُسکے استعمال کیوجہ سے اُس کے قبضہ میں ہے اور اگر اُسمیں پانی نہو تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اُسنے یوں گواہ قایم کیے کہ اسکے واسطے نہر میں مجری ہے تو ایسی گواہی سے اُسکو پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہوگا رقبہ نہ ملیگا اسیطرح اگر تنازع میں یوں گواہ پیش کیے کہ اسکے واسطے اس نہر میں یا اس اجمہ میں پانی کا مصب ہے تو بھی اُسکو رقبہ نہ ملیگا صرف حق مصب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں ہے پھر زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز شرب کا دعوی کیا اور اُسکے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام ڈگری ہوگی اور یہی حکم پانی کی سبیل میں ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر مدعی نے مہینہ میں دو دن شرب کا دعوے کیا اور دونوں

سله قوله اجمہ نیستان جس میں پانی بھرا ہوتا ہے تو مصب لینے جائے ریختن آب والحاصل اسکو پانی بہانے کا حق ملیگا ۱۲

گواہون مین سے ایک نے مہینہ مین ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ مین دو روز شرب کی گواہی دی تو مذکور ہی کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے کچھ ڈگری نہوگی اور بقیاس قول صاحبین کے اُسکے نام ایک روز شرب کی ڈگری ہوگی اور یہ اس کتاب کے بعض نسخون مین مذکور ہی اور بعض مین نہین ہی اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین اختلاف جب ہوگا کہ جب ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک روز کے شرب کے اقرار پر اور دوسرے نے مدعا علیہ کے دو روز کے شرب کے اقرار پر گواہی دی اسواسطے کہ جسکی گواہی دی ہی وہ اقرار ہی اور دونون اقرارون مین سے کسی اقرار پر سوا ایک گواہ کے دوسرا نہین ہی اور اگر دونون نے اقرار پر نہین بلکہ نفس شرب پر اس طرح گواہی دی کہ اسکے واسطے ایک روز کا شرب ہی اور دوسرے نے دو روز کے شرب کی گواہی دی تو واجب ہی کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہی بالاتفاق گواہی مقبول ہو اور اگر دونون گواہون نے ایک روز کے شرب کی گواہی دی مگر ایام نہ بتلائے مثلاً یون نہ کہا کہ مہینہ مین سے ایک روز کا شرب یا سال مین سے یا ہفتہ مین سے اور نہ اُسکے واسطے رقبہ نہر مین کچھ ملک ہونے کی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مشہود بہ مجہول ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے دسوین حصہ نہر یا کاریز کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے دسوین حصے کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک گواہی باطل ہی اگرچہ دونون نے اقرار[1] مدعا علیہ کی گواہی دی اسواسطے کہ دونون گواہ لفظاً و معنی مختلف ہین اور صاحبین کے نزدیک استحساناً کمتر مقدار پر مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے پانچوین حصہ کی گواہی دی تو گواہی باطل ہی کیونکہ گواہ نے مدعی کے دعوے سے زیادہ مقدار کی گواہی دی ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہی اور اُسکا شرب اسی نہر سے ہی دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ زمین مدعی کی ہی مگر گواہون نے اُسکے شرب کا کچھ ذکر نہ کیا تو مین مدعی کے نام زمین کی اور اُسکے حصہ شرب کی ڈگری کردونگا اور اگر گواہون نے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اُسکے نام کچھ زمین کی ڈگری نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہزار درم مین خریدی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے یہ زمین مع اسکے شرب کے ہزار درم مین خریدی ہی تو گواہی جائز نہوگی اور اگر دوسرے گواہ نے یون گواہی دی ہو کہ اسنے یہ زمین مع اسکے ہر حق کے جو اس زمین کو ثابت ہی ہزار درم مین خریدی تو جائز ہی اسواسطے کہ دونون گواہ اس امر پر متفق ہین کہ اسنے زمین و شرب خریدا ہی اسواسطے کہ شرب حقوق زمین سے ہی پس جسنے یون گواہی دی کہ اُسنے زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی خریدا ہی تو اُسنے زمین و شرب دونون کی گواہی دی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اُن لوگون کی اراضی اُسپر واقع ہون اور بعض اراضی کے واسطے اس نہر سے ساقیہ ہین اور بعض کے واسطے والیہ ہین اور بعض زمینون کے واسطے نہ ساقیہ ہین نہ والیہ ہین اور نہ ان زمینون کا شرب اس نہر سے معروف[2] ہی اور غیر اس نہر کے دوسری جگہ سے معروف ہی پھر ان لوگون نے اس نہر مین اختلاف کیا پس مالک

---

[1] اقرار یعنے ہر ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کے واسطے اسقدر کا اقرار کیا ہی۔ حالانکہ یہ محتمل ہی کہ جسنے زائد اقرار کی گواہی دی وہ اول ہوا اور دوسرے سے مدعا علیہ نے کم کا اقرار کیا ہو لیکن با وجود اسکے گواہی باطل ہوگی ۱۲ منہ [2] معروف یعنے یہ بات معروف نہین کہ اس زمین کیواسطے پانی کہان سے ہی۔ ساقیہ پتلی نالی۔ والیہ بذریعہ ڈھینکلی وغیرہ کے ۱۲ منہ [3] یعنی بعبارۃ لا لفقہ قابل گواہی ۱۲ ع [4] یعنی جسکی گواہی اول مذکور ہوئی ہی ۱۲

زمین نے جسکا شرب معروف نہین ہی دعوی کیا کہ میری زمین کا شرب اس نہر سے ہی حالانکہ یہ زمین کنارۂ نہر پر واقع ہی تو قیاساً یہ حکم ہونا چاہیے کہ یہ نہر اُنھین لوگون مین مشترک ہو جن کے ساقیہ و والیہ ہین نہ اُن کے واسطے جنکی زمینین بلاشرب ہین لیکن امام رحمہ اللہ نے استحساناً یہ حکم دیا ہی کہ نہر ان سب لوگون مین بقدر ان کی اراضی کے کے جو کنارۂ نہر پر واقع ہین باہم مشترک ہوگی اسواسطے کہ نہر کھودنے سے زمینین سینچنا مقصود ہوتا ہی ساقیہ ووالیہ نہر پر لگانا مقصود نہین ہوتا ہی پس جو امر مقصود ہی اُسمین قبضہ ثابت ہونے سے سب کا حال یکسان ہی پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ سابق مین ان لوگون مین شرب کا یہ طریقہ تھا تو اُسی طریقہ سے اُن کا شرب مقرر ہوگا اور اگر یہ بات معلوم نہووے تو نہر مذکور کا شرب ان لوگون مین بحساب مقدار انکی اراضی کے منقسم ہوگا اور اگر ان زمینون مین سے کسی زمین کا شرب کسی دوسری نہر سے ثابت ہو تو اس زمین کا شرب اُسی دوسری نہر سے ہوگا پس اس نہر سے اُسکا کچھ شرب نہوگا اور اگر اس زمین کا شرب دوسری نہر سے معروف نہو اور زمین نے اس زمین کے واسطے اسی نہر سے شرب ہونے کی ڈگری کی اور مالک زمین مذکور کی اس زمین کے پہلو مین دوسری زمین ہی اُسکا شرب بھی معلوم نہین ہی تو مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی سب زمینون کا شرب جو باہم متصل ہین اسی نہر سے ہوگا اور قیاساً دوسری زمین کے واسطے اس نہر سے شرب کا بدون حجت کے مستحق نہوگا اور اگر اس شخص کی زمین کے پہلو مین دوسرے شخص کی زمین ہو اور اول شخص کی زمین دوسرے کی زمین اور نہر کے بیچ مین ہو اور دوسرے شخص کی زمین کا شرب بھی معلوم نہو اور پتہ نہ لگے کہ اُسکا شرب کہان سے تھا تو مین اُسکا شرب بھی اسی نہر سے قرار دونگا لیکن اگر یہ نہر کسی خاص قوم کی معروف ہو اور یہ شخص اس قوم مین سے نہو تو سوائے اس قوم کے غیر کے واسطے بدون حجت وگواہون کے اس نہر سے شرب مقرر نہ کرونگا اور اگر یہ نہر کسی اجمہ[1] مین گرتی ہو اور اسپر اقوام مختلف کی زمینین ہون اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اسکی حالت کیا تھی اور اصل مین یہ کسکی تھی پھر اہل اراضی و اہل اجمہ نے باہم تنازع کیا تو مین اہل الاراضی کے درمیان بتخصیص مشترک ہونے کی ڈگری کرونگا مگر ان لوگون کو یہ اختیار نہوگا کہ اہل اجمہ سے اسکا پانی روکین اور اہل اجمہ[2] کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے اجمہ مین روان ہونے سے مانع ہون یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص کی دو زمینین ایک نہر پر واقع ہین ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف ہی اور اُسنے دعوی کیا کہ ان دونون کا شرب اسی نہر سے ہی اور شریکون نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا پس اگر یہ زمین کسی دوسری نہر سے نہ سینچی جاتی ہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی اُسکے کنارے پر درخت لگے ہین اور دونون مین سے ہر ایک ان درختون کا مدعی ہی تو فرمایا کہ اگر ان درختون کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت اُسکے ہونگے اور اگر بہ تحقیق یہ معلوم نہو کہ ان درختون کا جمانے والا اصل مین کون شخص ہی تو پس[3] قدر

---

[1] اجمہ نیستان جس مین پانی بھرا ہو ۱۲ [2] یعنے معلوم نہو ۱۲ [3] بل القیاس ان لا یستحق الشرب من ہذا النہر للارض الاولی لتکیف بالاخرے کما قدم فتذکر ۱۲

درخت دونون مین سے کسی کے خاص مملوک مقام پر ہین وہ اسی کے ہون گے اور جس قدر مقام مشترک مین ہین وہ دونون مین مشترک ہونگے یہ ارشاد حکم ہے۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے کچھ درخت نہر یا ذ یا نات کے کنارہ لگے ہین اور ان درختون کی جڑون سے نہر کی دوسری طرف اور درخت اُگے اور اُس طرف ایک شخص کا باغ انگور ہے اور باغ انگور اور اُس کنارے کے بیچ مین راستہ ہے پس دونون مین سے ہر ایک نے ان درختون کا دعوے کیا تو فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ درخت اُن درختون کی جڑون سے اُگے ہین تو درختون کے مالک کے ہونگے اور اگر یہ بات معلوم نہووے اور ان درختون کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت غیر مملوک ہونگے انکا مستحق نہ باغ انگور والا ہے اور نہ درختون کا مالک ہے اور شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ نہر یا ذ یا نات کے کنارے ایک شخص کی زمین ہے اور نہر مذکور کے کنارے پر درخت لگے ہین پس مالک زمین نے اُنکا فروخت کرنا چاہا تو فرمایا کہ اگر یہ درخت بدون کسی شخص جمانے والے کے اُگے اور اہل نہر اسقدر لوگ ہون جو شمار مین داخل نہین ہین تو یہ درخت اُسکے ہونگے جس نے انکو کاٹ کر لے لیا اور مین پسند نہین کرتا ہون کہ مالک زمین بدون قطع کر لینے کے انکو فروخت کرے اور اگر اُن کا جمانے والا کوئی شخص ہو مگر وہ معلوم نہوتا ہو کہ کون ہے تو یہ مثل لقطہ کے ہین اور یہی شیخ رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہے اور اس نہر کے کنارے درخت لگے ہوئے ہین اور بعضے درخت محلہ کے میدان مین ہین پھر ایک شخص نے دعوے کیا کہ ان درختون کا لگانے والا فلان شخص ہے اور مین اُسکا وارث ہون تو فرمایا کہ اُسپر واجب ہے کہ گواہ لاوے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو ان درختون مین سے جسقدر درخت حریم نہر پر ہون وہ اہل نہر کے ہون گے اور جسقدر میدان محلہ مین ہون وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے کذا فی المحیط

(حاشیہ: جو اس کنارے پر لگے ہین ۱۲)

پانچوان باب۔ متفرقات کے بیان مین۔ اگر ایک شرب کا مالک مر گیا اور اُسپر قرضہ ہے تو اُسکا شرب بدون زمین کے اُسکے ادائے قرضہ کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا الا اُس صورت مین کہ اُسکے ساتھ زمین ہو تو زمین کے ساتھ فروخت کر کے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر امام المسلمین خالی اس شرب کو کیا کرے گا تو بعض نے فرمایا کہ ایک حوض بنا کر اُسمین باری کا پانی جمع کرے گا پھر جو پانی حوض مین جمع ہوا ہے اُسکو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کر کے اُسکا قرضہ ادا کرتا جائیگا اور اصح یہ ہے کہ زمین مع شرب کی قیمت اندازہ کرے اور زمین بدون شرب کی قیمت اندازہ کرے پس جسقدر تفاوت ہو اسقدر ثمن دین میت کے ادا کرنے مین صرف کرے اور اگر اُسنے اسقدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ سے ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ شرب ملا کر فروخت کر دے پس اُسکے ثمن سے زمین خرید کردہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو کچھ بچے وہ قرضخواہون کا ہے یہ کافی مین ہے۔ نقالی مین ہے کہ اگر زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس شرب مین سے بقدر کفایت ملیگا وہ سب جو بائع کے واسطے تھا

[۱] یعنی حکم قضاء یہی یون حکم دیا جائیگا و براہ دیانت جو اصل حال ہے اُسپر دونون عمل کرین یا اللہ تعالی کو معلوم ہوگا ۱۲

نہ ملیگا اور اگر ایسے شرب مین جو بدون زمین کے ہو میراث جاری ہوتی ہی اور شرب کی وصیت جائز ہی مگر تہائی مال سے معتبر ہوگی یعنے اگر یہ شرب وصیت کرنے والے کا تہائی مال متروکہ ہو تو وصیت مین دیا جائیگا اور مشائخ نے تہائی مال سے اعتبار کرنے کی کیفیت مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہی کہ اس موضع مین جو لوگ آنکنے والے ہین اُنسے دریافت کیا جاوے کہ اگر تمام علما اس امر پر متفق ہو جاوین کہ بدون زمین کے خالی شرب کی بیع جائز ہی تو تم لوگ اس شرب کو کتنے کو خریدو گے پس اگر ان لوگون نے کہا کہ سو درم کو خریدین گے تو اس طرح حساب کرلین کہ یہ اسکا تہائی مال ہی یا زیادہ ہی اور اکثر مشائخ نے یہ طریقہ بیان کیا ہی کہ اس شرب سے جو زمین نہایت قریب ہو اسمین سے ایک جریب زمین اس شرب مین ملاکر اندازہ کرین کہ اسقدر زمین مع شرب کے کتنی قیمت کی ہی اور بدون شرب کے کتنے کی ہی پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو وہی شرب کی قیمت ہی پس حساب کرلین کہ یہ تہائی ترکہ میت ہی یا نہین ہی اور اگر ایک نہر ایک قوم کے درمیان مشترک ہو اور ہر ایک کا شرب معلوم ہی پھر والی نے شخص[1] خاص کا شرب غصب کرلیا تو باقی تمام شریکون مین منقسم ہوگی اور غصب کا اعتبار سب کے حق مین ہوکر تقسیم جدید ہوگی اگرچہ والی نے کہا ہو کہ مین فقط ایک شخص کا شرب غصب کرتا ہون ایسا ہی یہ مسئلہ اصل مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر امیر خراسان نے ایک شخص کی زمین و شرب ضبط کرکے دوسرے کے نام عطیہ کردی تو جائز نہین ہی اور پہلے شخص یا اسکے وارثون کو واپس دیجائیگی اور مین نے امام ابویوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ امیر خراسان نے اس نہر اعظم مین ایک شخص کے واسطے شرب مقرر کیا حالانکہ یہ شرب سابق مین تھا یا اسکا شرب دو دکوہ[2] تھے پھر اُسنے اُسی قدر اُس شخص کے واسطے اور بڑھا کر اُسکے نام عطیہ کردیا اور اُسکا منفتح ایک زمین مین جسکا وہ شخص مالک ہی یا نہین ہی قرار دیا جائیگا تو فرمایا کہ اگر یہ امر عام لوگون کے حق مین مضر ہو تو نہین جائز ہی اور اگر مضر نہو تو جائز ہی بشرطیکہ یہ امر کسی غیر کی ملک مین واقع نہوا ہو اسلیے کہ سلطان کو اس امر کا اختیار ہی کہ جو عام کے فائدہ مند ہو نہ وہ جو عامہ کے حق مین مضر ہو اور اگر ایک شخص نے اپنے پتھرون سے ایک حاطہ فرات مین بنایا اور اُسپر پنچکی نصب کی تو میدان فرات مین اُسکو ایسا کرنا جائز نہین ہی اور اگر کسی نے اس سے اس بارہ مین خصومت کی تو اُسکو گرادے اسواسطے کہ موضع فرات مین مثل عام راستہ کے عامہ کا حق ہی اور عام راستہ پر اگر کوئی شخص عمارت بناوے تو ہر شخص کو اُس سے مخاصمہ کرنے اور ڈھا دینے کا اختیار ہی اور یہ حکم قضاءً ہی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالی یعنی براہ دیانت سو اگر یہ عمارت جو اُسنے فرات مین بنائی ہی کشتی یا پانی کے مجری کو مضر ہو تو اُسکو روا نہین ہی اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی کو مضر نہو تو اُسکو اس سے نفع حاصل کرنا روا ہی جیسا کہ عام راستہ پر عمارت بنانے کا حکم ہی کہ اگر آنے جانے والون کو ضرر پہونچتا ہو تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اس سے نفع اُٹھانے کی گنجایش ہی اور اگر کسی مسلمان یا ذمی نے اُس سے مخاصمہ کیا تو قضاءً اُسپر حکم جاری کیا جائیگا کہ اُسکو منہدم کردے اسیطرح اگر مکاتبون یا عورتون مین

[1] یعنی انہین سے ایک خاص شخص کا شرب غصب کرلیا تو یہ خصوصیت لغو ہوگی گو یا اُسنے نہر مین سے اسقدر حق نکال لیا تو باقی جیسا سب مشترک ہی ۱۲ [2] دو دکوہ یعنی دو جگہ سے دو نل لگواکر جسقدر پانی دن بھر یا دوپہر تک نکلا آوے ۱۲

کسی نے جھگڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور رہا غلام سو اس معاملہ میں خصومت نہیں کر سکتا ہے اور نابالغ بھی تابع ہے بمنزلۂ غلام کے وہ بھی خصومت نہیں کر سکتا ہے اور مغلوب العقل و معتوہ بھی ایسا ہی ہے لیکن اُسکی طرف سے اُسکا باپ یا وصی پدر خصومت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نہر عام پر بدون اجازت امام المسلمین کے یا نہر خاص پر بدون اجازت شریکوں کے پل باندھا اور مضبوطی سے باندھا کہ برابر اُسپر آدمی و جانور آتے جاتے تھے پھر وہ ٹوٹ گیا یا ڈہل گیا اور اُس سے کوئی آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو ضامن ہو گا اور اگر ایسے شکستہ پل پر دیکھ بھال کر عمداً کوئی آدمی گذرا یا عمداً اُسنے اپنا چوپایہ اُسپر سے ہانکا تو مر جانے کی صورت میں پل بنانے والا ضامن نہو گا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ہشام رح نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک گانوں میں ایک نہر جاری ہے اور اس گانوں والوں کو اس نہر سے خود پانی پینے و اپنے چوپاؤں کو پلانے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسپر اُنکے درخت لگے ہیں لیکن ان لوگوں کا کوئی حق اصل نہر میں نہیں ہے پھر اگر اہل نہر نے اس گانوں سے اپنی نہر کی تحویل چاہی حالانکہ اسمیں اہل دیہہ کی خرابی ہے تو فرمایا کہ اہل نہر کو یہ اختیار ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایک شخص کی کاریز خالصہ ہے اُسپر ایک قوم کے درخت ہیں پھر کاریز کے مالک نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے تحویل کر کے دوسری جگہ کھودے تو فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کاریز والے نے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو درختوں کا مالک اُسکا شفیع جوار ہو گا یہ محیط میں ہے۔ ہشام رح سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسف رح سے کہا کہ ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے ان سب نے سوائے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دیدی کہ اپنی زمین سینچ لے مگر ایک نے اجازت نہ دی یا شریکوں میں ایک نابالغ لڑکا ہے تو فرمایا کہ اُس شخص کو روا نہیں ہے کہ جب تک سب کے سب اجازت نہ دیں تب تک اپنی زمین سینچے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر ایک قوم نے باہم اتفاق سے مشترک نہر اس شرط سے کھودی کہ نہر مذکور اُن میں بقدر ہر ایک کے مساحت اراضی کے مشترک ہو اور خرچہ بھی ہر ایک پر اسی حساب سے پڑے پھر اُن لوگوں نے ایک شخص سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اُس سے زیادہ خرچہ غلطی سے وصول کیا تو بقدر زیادتی کے وہ شخص ان لوگوں سے واپس لے گا اور اگر غلطی سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اس سے کم وصول کیا تو جسقدر باقی رہا وہ بھی یہ لوگ اُس سے لے سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر صاحب کاریز و صاحب دار نے اس شرط سے صلح کی کہ کاریز والا اپنی کاریز دوسرے گوشہ میں تحویل کرے تو اسمیں رجوع نہیں ہو سکتا ہے بشرطیکہ اول کو باطل کر دینے پر صلح قرار پائی ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے انھوں نے اس امر پر باہمی صلح ٹھہرائی کہ ہر ایک کے واسطے شرب تقسیم کر دیں اور اُسمیں سے ایک شخص غائب ہے پھر وہ آیا پس اگر ان لوگوں نے اسکا حق پورا نہ دیا ہو تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اپنا حق پورا کرنیکے واسطے تقسیم کو توڑ دے اور اگر اُسکا حق پورا دیدیا ہو تو اُسکو تقسیم توڑنے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ تقسیم توڑنے سے کچھ فائدہ نہو گا اور یہ حکم بر خلاف تقسیم دور و اراضی کے ہے کہ اگر شریکوں میں سے کوئی غائب ہو اور غائب کی طرف سے کوئی خصم حاضر نہو تو جب وہ حاضر ہو اور راضی نہو تو اُسکو باقی شریکوں کی تقسیم توڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ اُن لوگوں نے اُسکا پورا حق

دیدیا ہو۔ ایک نہر کبیر ہو دوسری صغیر ہو ان دونون کے بیچ مین مسناۃ یعنی بند آب ہو اور بند آب کی اصلاح کی
ضرورت ہوئی تو اسکی اصلاح دونون نہر دن والون پر ہوگی اور خرچہ دونون پر آدھا آدھا پڑیگا اگرچہ یہ سب
دونون نہرون کا حریم ہو اور کمی و بیشی پانی کا اعتبار نہین ہو جیسے ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مشترک ہو اور ایک کا
لدان بہ نسبت دوسرے کے اسی دیوار پر زیادہ لدا ہو اور دیوار مذکور کی درستی کی ضرورت ہوئی تو جو کچھ خرچہ ہو وہ دونون
پر برابر تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک نہر کبیر مین سے دوسری نہر صغیر نکلی ہو پھر نہر صغیر کا دہانہ خراب ہو گیا اور یہ حاجت
ہوئی کہ پختہ اینٹون سے گچکاری کراکے اُسکا دہانہ مضبوط بنایا جاوے تو یہ سب خرچہ نہر صغیر کے مالک پر ہوگا یہ خزانۃ
المفتین مین ہو کسی شخص نے بطور تعیین ایک کوچہ کی نہر کی مرمت کیواسطے وقف کیا اور یہ نہر ایک دریہ سے گرنا
شروع تھی اُس سے اوپر ایک محلہ اور تھا جسمین وہ نہر بہتی ہوئی پھر اُس سے اوپر اس محلہ موقوف علیہا[1] مین وہ نہر
جاری تھی اور اسی کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہو پس نہر مذکور اس کوچہ تک
مرمت کردی گئی پھر لوگون نے چاہا کہ آگے بھی اسی وقف کے حاصلات سے نہر مذکور کی مرمت کرین تو جہان تک
اس کوچہ مین بہتی ہو جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہو اس سے زیادہ اس وقف سے مرمت نہ کیجائیگی
اور اگر یہ نہر ایک بڑی نہر سے جاری ہو کر ایک میدان مین بہتی ہو جہان کوئی اہل شفعہ[2] مین سے مستحق نہین ہو پھر
اُس میدان سے روان ہو کر اس کوچہ مین آتی ہو جہان کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہو تو یہ
نہر اوپر سے برابر یہان تک کہ جہان تک کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہو مرمت کی جائیگی
یہان تک کہ اس کوچہ کی حد سے تجاوز کر جاوے اور ان دونون صورتون مین فرق یہ ہو کہ پہلی صورت مین نہر مذکور
دو کوچون کی طرف منسوب ہو اور دوسری صورت مین بیچ مین کوئی کوچہ نہین ہو جس کی طرف نہر منسوب ہو پس
نہر مذکور ابتداے اس کوچہ کی انتہا تک جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہو اسی کوچہ کی طرف منسوب
ہوگی۔ اسی طرح اگر نہر مذکور کے اُگارنے کی ضرورت ہو تو اس وقف کے حاصلات سے نہ اُگاری جائیگی۔ اور
فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر درصورت نہ اُگارے جانے کے نہر مذکور کے مسناۃ یعنی بند آب کے خراب ہو جانے
کا خوف ہو تو حاصلات وقف مذکور سے اُگارنا[3] جائز ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ شیخ ابو القاسم سے
دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی زمین مین بھری یعنی نہر ہو پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو صاف کرکے اسکی مٹی کوڑا اسکی
زمین مین ڈالا پس آیا اس شخص کو اختیار ہو کہ ان لوگون سے یہ خاک کوڑا اپنی زمین سے دور کرانے کا مواخذہ
کرے تو فرمایا کہ اگر اُنھون نے حریم نہر پر ڈالنے کا قصد کیا ہو تو جسقدر حریم سے تجاوز کرکے اسکی زمین مین آ گیا ہو اُس کے
دور کرانے کا مواخذہ کرسکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک نے اپنی دیوار مین سے نصف دیوار فروخت کردی پھر مشتری
نے چاہا کہ اپنی نصف دیوار سے نہر عام کی طرف ایک دروازہ پھوڑے پس جب اُس نے اپنی ملک مین ایسا کرنا چاہا اور عام

---

[1] موقوف علیہا یعنے جو اس نہر پر وقف کیا گیا ہو ۱۲ [2] اہل شفعہ صرف پانی پینے و جانور کو پلانے والے یعنے انکو زمین سینچنے کا حق نہین ہو ۱۲ [3] اُگارنا یعنے مزدوری وقفت سے یہ کام لینا ۱۲

لوگون کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُنکو اختیار ہی اور اگر عام لوگون کو مضرت پہونچتی ہو مثلاً نہر ٹوٹی جاتی ہو تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ دیدیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہی ایسے پانی کی جس سے زمین سینچی جاوے کچھ ضرورت نہین ہی کہ شرب کی احتیاج اسی کو ہوتی ہی جسکے پاس زمین ہو اور مساکین کے پاس یہ نہین ہی اور شرب کا کچھ بدل نہین ہی جو شرب کے عوض مساکین کو تقسیم کر دیا جاوے کیونکہ وہ بیع اجارہ کے قابل نہین ہی۔ پس وصیت باطل ہوئی اور اگر یہ وصیت کی کہ فلان مسکین معین[1] کو اُسکی زندگی مین پانی دیا جاوے تو یہ جائز ہی باعتبار اُسکے معین ہونے کے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ جسکی تملیک کا وہ حالت زندگی مین اختیار نہین رکھتا ہی اُسکی تملیک کا بعد وفات کے بھی جواز نہین ہی اور اگر یون وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلان شخص کی زمین اتنے برس تک سینچی جاوے تو اُسکے تہائی مال سے یہ وصیت جائز ہی کیونکہ اگر وہ ہمیشہ کے واسطے اس طرح اُسکو پانی دینے کی وصیت کرتا تو جائز ہوتا پس جب اُسنے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک ایسی وصیت کی تو بھی جائز ہی اور اگر وہ شخص جسکے حق مین وصیت ہی اس میعاد سے پہلے مرگیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ شراب اگرچہ حقیقتہً عین ہی لیکن معنی منفعت ہی کہ وہ زمین کی تابع ہی جیسے اور منافع اور جو منافع کی وصیت ہوتی ہی وہ موصیٰ لہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہی اور اگر کسی کے واسطے شرب کی مطلقاً وصیت کی اُسکے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا پھر جسکے واسطے شرب کی وصیت تھی وہ مرگیا پس آیا وصیت باطل ہوگی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ وصیت باطل نہوگی اور شرب مذکور موصی لہ کے وارثون کو ملیگا اور یہی اصح ہی اور اگر کسی نے تعلیقاً کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یہ شرب مساکین کے واسطے صدقہ ہی تو یہ باطل ہی اور اگر کسی نے اپنی تہائی شرب کی بدون زمین کے فی سبیل اللہ تعالے یا حج یا غلام کے آزاد کرانے یا فقیرون کے واسطے وصیت کی تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ وصیت بیع شرب کی وصیت ہی اسواسطے کہ حج کرانا یا مملوک کی گردن آزاد کرانا عین شرب سے ممکن نہین ہی اور یہ امر شرب کے ثمن سے ہو سکتا ہی اور بدون زمین کے شرب کے بیع کی وصیت کرنا باطل ہی اور اور فقیرون کے واسطے شرب کی وصیت کرنا اُنکو صدقہ دینے کی وصیت ہی اور بدون زمین کی شرب کے صدقہ کرنے کی وصیت جائز نہین ہی اور اگر نہر مین سے اپنے تہائی حق کی وصیت کی کہ فی سبیل اللہ حج کرانے وغیرہ سب باتون مین جو مذکور ہوئی ہین جائز ہی اسواسطے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کے صدقہ کرنے کی وصیت ہی پس جائز ہی اور شرب اسمین تبعاً داخل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر خالی شرب پر بدون زمین کے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز ہی اور عورت مذکور کو شرب مین سے کچھ نہ ملے گا مگر اُسکا مہر المثل واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کسی عورت نے

[1] معین یعنے فقط اسوجہ سے جائز ہی کہ وہ معین ہی بخلاف غیر معین کے کہ اسمین محتاجی کے معنی دیکھنا چاہیے ۱۲ [2] موصی لہ جسکے واسطے وصیت کیجاوے ۱۲ [3] خلاصہ یہ کہ نہر مع پانی کے وصیت ممکن ہی اور فقط پانی دینا غیر ممکن ہی ۱۲

اپنے شوہر سے شرب پر بدون زمین کے خلع کیا تو یہ باطل ہے اور شوہر کو شرب میں سے کچھ نہ ملیگا ولیکن خلع صحیح ہے
اور عورت پر واجب ہوگا کہ وہ مہر جو اُسنے لیا ہے واپس کرے ۔ اور شرب کے دعوے سے اگر صلح کی تو باطل ہے پس
اگر اس شرب سے اُسنے مدت دراز تک زمین سینچی ہو تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہو گی اور اگر شرب پر قصاص قتل نفس سے یا
جان سے کم یعنی جراحت سے جسمیں قصاص ہے صلح کی تو صلح باطل ہے اور عفو جائز ہے اور قاتل پر یا جرح کرنیوالے
پر دیت اور ارش جراحت واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس نو جریب زمین ہے پس سیل نے اس
اراضی کی نہر خراب کر دی اور عورت مذکورہ نے ایک قوم کو اس نہر کی درستی کے واسطے بدین شرط اجارہ لیا کہ میں تمکو
زمین میں سے تین جریب زمین دونگی پس ان لوگوں نے نہر مذکور کو درست کیا تو شیخ علی بن احمد سے مروی ہے کہ شیخ موصوف
نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ اجارہ جائز ہو اور عورت مذکورہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ تین جریب زمین دینے سے انکار کرے
اور شیخ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ جواب صاحبین کے قول کے موافق ہے اور قیاس قول امام اعظم رح کے نہیں
جائز ہے اور اسی پر فتوے ہے اسواسطے کہ تین جریب مجہول ہیں۔ پس علے ہذا اگر عورت مذکورہ نے اجارہ پر مقرر
کرنے کے وقت اراضی مذکورہ سے تین جریب میں معین کر دی ہو تو بالاجماع اجارہ جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔
ایک شخص کا پانی کا مجری[1] دوسرے کے دار میں ہے پھر مجری خراب ہو گیا اور مالک دار نے مالک مجری سے اصلاح
مجری کا مواخذہ کیا تو صاحب مجری اپنے مجری کی اصلاح پر مجبور نہ کیا جائیگا اور یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کا
مجری دوسرے کی چھت پر ہے پھر چھت خراب ہو گئی تو چھت کے مالک کو یہ اختیار نہو گا کہ صاحب مجری سے
اپنی چھت کی درستی کا مواخذہ کرے پھر اگر نہر[2] صاحب مجری کی ملک ہو تو وہ اُسکی درستی کے واسطے ماخوذ ہوگا اور
بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہر کی درستی مالک مجری کے ذمہ ہے اور یہ مثل چھت کے نہیں ہے اسواسطے کہ پانی جو نہر میں
جاری ہوتا ہے وہ اُسکی ملک ہے پس وہ اس نہر کو اپنی ملک سے استعمال کرتا ہے پس اُسکی اصلاح اُسی کے ذمہ ہوگی
اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور ہمارے استاد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ فتوے قول اوّل پر ہے
اسواسطے کہ صاحب ملک پر اپنی ملک کی درستی لازم ہے یہ فتاوے کبرے میں ہے۔ ایک شخص کے دار میں ایک
نہر ہے جسکے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہونچتا ہے پھر دہلیز سے ایک عورت کے دار تک پہونچتا ہے اور
اُسمیں ضرر فاحش ہے پس اگر نہر مذکور کسی شخص کی ملک نہو صرف نہر کا مجری اس شخص کے دار میں ہے اور پانی میں
اہل شفہ یعنی پینے والوں و جانوروں کو پلانے والوں کا استحقاق ہے تو جس جس کو اس نہر سے مضرت پہونچتی ہے اُسپر اس
نہر کی اصلاح اور اپنے اوپر سے ضرر دور کرنا لازم ہے ایسا ہی حکم فقیہ ابو بکر الاعمش سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم
سے روایت ہے کہ اس نہر کی درستی اہل مجری پر لازم ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور
اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو داروں میں سے ہر دار کا علیحدہ مالک ہو اور ہر دو اعلے[3] نے اپنا دار ایک
شخص غیر کے ہاتھ مع اُسکے حقوق کے فروخت کیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے دار کے

[1] مجری جہاں سے پانی جاری ہو جیسے پرنالہ و موری و نالی وغیرہ ۱۲ [2] مثلاً نہر کا ٹکڑا اسکا ہے ۱۲ [3] یعنی قسیم نہر ۱۲

مشتری کو اپنی چھت پر پانی بہنے سے منع کرے اسی طرح اگر دو حائط یعنے چہار دیواری کے باغ وغیرہ ہون اور دوسرے حائط کا مجرے پہلے حائط مین ہو تو اسمین بھی ایسا ہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہے فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ ایک شخص کے پانی کی نالی یعنے مع رقبہ کے دوسرے کے دار مین ہے پھر مالک دار نے اپنا دار مع اُس نالی کے فروخت کیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی ہو گیا تو وہ ثمن مین بقدر حصہ نالی کے شریک ہوگا اور اگر اُسکا فقط مجری ہو یعنے پانی بہانے کا استحقاق ہو نالی کا رقبہ نہو تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملے گا اور اصل کی کتاب الشرب مین ایک مسئلہ لکھا ہے کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شرب کے واسطے حصہ ثمن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الاصل مین یون فرمایا کہ دو گواہون مین سے ایک نے یون گواہی دی کہ مدعی نے فقط زمین ہزار درم مین خریدی ہے اور دوسرے گواہ نے یون گواہی دی کہ اس نے زمین کو مع شرب کے ہزار درم مین خریدا ہے تو گواہی مقبول نہو گی اسواسطے کہ جس گواہ نے زمین مع شرب خریدنے کی گواہی دی ہے اُس نے بعض ثمن کو بمقابلہ شرب کے قرار دیا ہے پس اس روایت سے ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالی نے یہ گمان کیا کہ جو کچھ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے وہ خطا ہے حالانکہ جیسا انھون نے گمان کیا ہے ویسا نہین ہے اسواسطے کہ کتاب الشرب کے مسئلہ کا موضوع یہ ہے کہ زمین و شرب کا مالک ایک ہی شخص ہے اور یہ کہ زمین مع شرب کے فروخت کی گئی ہے اور جب شرب مع زمین کے فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہوتا ہے اور اس مسئلہ کا موضوع یہ ہے کہ شرب مالک رقبہ کے سوائے غیر شخص کا ہے پس شرب کی بیع صاحب شرب کے حق مین تنہا شرب کی بیع ہوئی اور جب تنہا شرب فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن سے کچھ حصہ نہین ہوتا ہے اور اگر مالک دار نے اپنا دار فروخت نہ کیا و لیکن مالک مسیل نے یہ کہا کہ مین نے اپنا حق جو مسیل مین ہے باطل کر دیا پس اگر اُسکو پانی بہانے کا حق حاصل ہو رقبہ اُسکی ملک نہو تو اُسکا حق باطل ہو جائے گا۔ اور اگر رقبہ اُسکی ملک ہو تو اُسکا حق باطل نہو گا اسواسطے کہ اعیان مین جو ملک ثابت ہو وہ بطلان[1] قبول نہین کرتی ہے یہ محیط مین ہے عیون مین لکھا ہے کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہے اور دونون نے چاہا کہ ہم مین سے ایک شخص ایک روز اپنے واسطے اسکو جاری کرے اور دوسرا دوسرے روز جاری کرے تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ یہ امر دونون کے حق مین نافع ہے اور ان دونون کے سوائے کسی غیر کے حق مین مضر نہین ہے۔ اور اگر دونون مین ہر شخص کے واسطے ایک نہر خاص ہو اور دونون نے باہم اس بات پر قرارداد کی کہ ہم مین سے یہ شخص دوسرے کی نہر سے سینچے اور دوسرا شخص اسکی نہر سے سینچے تو نہین جائز ہے جیسے مکان سکونت کا اجارہ اس طرح لینا ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ یہ بیع ہے اور شرب کی بیع جائز نہین ہے کذا فی الذخیرہ

[1] بطلان یعنی عین یا مین جیسے کسی کی ملک ہو اس ملک کا مٹانا ممکن نہین ہے بخلاف حقوق کے کہ وہ فقط مٹنے ہین پس عین کی ملکیت بھی فروخت وغیرہ سے جاتی ہے ۱۲

کتاب الاشربہ

اسمین دو باب ہین

باب اوّل۔ اشربہ کی تفسیر و اُن اعیان کے بیان ہین جنسے اشربہ بنائے جاتے ہین اشربہ کے نام و ماہیات و احکام کے بیان ہین۔ **قال المترجم** اشربہ جمع شراب لغت ہین و نیز اصطلاح طب ہین جو چیز پی جاتی ہو مگر شرع ہین یہ لفظ باصطلاح خاص اطلاق کیا جاتا ہو چنانچہ کتاب ہین[1] اسکی تفسیر یون فرمائی کہ شراب کا لفظ پینے کی ایسی چیز پر اطلاق کیا جاتا ہو جو حرام ہو اور شرابون کے نام بارہ ہین جس ہین سے سات انگور سے بنائی جاتی ہین یعنے خمر و باذق طلا و منصف بختج و جمہوری و حمیدی۔ اور دو مویز سے بنتی ہین یعنے نقیع و نبیذ اور تین چھوہارے سے بنتی ہین یعنے سکر فضیخ۔ نبیذ۔ اور انکی ماہیات کا بیان یون ہو کہ جو شراب ہین انگور سے بنتی ہین سو انمین سے اول خمر کی یہ ماہیت ہو کہ وہ آب انگور خام کہ جوش آجائے و شدت پیدا ہو کر جھاگ اُٹھنے اور پھر جوش سے بیٹھ جانے کے بعد خمر کہلاتا ہو یہ امام اعظم رہ کے نزدیک ہو اور صاحبین رہ کے نزدیک جوش آنے و اشتداد ہونے کے بعد وہ خمر ہو اگرچہ جھاگ نہ اُٹھین دوم باذق وہ پختہ آب انگور ہو کہ دو تہائی سے کم پکایا جاوے خواہ ایک تہائی پکے یا نصف یا خفیف جوش دیا جاوے مگر ایسا ہو جاوے کہ اُسکے پینے سے نشہ ہو اور جوش سے بیٹھ جاوے سوم طلاء یعنے مثلث وہ آب انگور ہو کہ پکایا جاوے یہانتک کہ دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہجاوے پھر مسکر ہو جاوے چہارم منصف یعنی آب انگور کہ پکانے ہین نصف جل جاوے اور نصف باقی رہجاوے اور پنجم بختج یعنے طلاء مثلث ہین پانی ڈالدیا جاوے کہ وہ رقیق ہو جاوے اور چھوڑ دیا جاوے یہانتک کہ اسمین اشتداد آجاوے اور اسکو شراب ابو یوسفی بھی کہتے ہین اس وجہ سے کہ امام ابو یوسف اسکو اکثر استعمال کرتے تھے[2] ششم جمہوری یعنی آب انگور خام جسمین پانی ملا دیا جاوے کہ ایک تہائی جلجاوے اور دو تہائی باقی رہے۔ اور جو شراب مویز سے بنائی جاتی ہو اور وہ دو طرح کی ہو ایک نقیع سو اسکی ماہیت یہ ہو کہ مویز کو پانی ہین بھگو یا جاوے یہانتک کہ اسکی شیرینی پانی ہین آجاوے پھر اسمین اشتداد جوش آوے اور جھاگ اُٹھین تب وہ نقیع ہو دوم نبیذ یعنی آب مویز خام جو پکایا جاوے اور جو شراب چھوہارے سے بنائی جاتی ہو اور وہ تین طرح کی ہوتی ہو ایک سکر یعنے خام آب تمر جبکہ اسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ سکر ہو[3] اور اسی پر اکثر اہل لغت کا فتوے ہو دوم فضیخ یعنی خام آب تمر ندب جب اسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین سوم نبیذ یعنے خام آب تمر جب کہ خفیف جوش دیا جاوے و اسمین ابال و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھے تو نبیذ ہو۔

[1] قال واکثرون نے یہ وجہ لکھی ہو کہ امام ابو یوسف نے اسکو ہارون رشید کے واسطے بنوا دیا تھا اور یہی قول اقرب ہو ۱۲ [2] قال المترجم و ہمارے ملک ہین تاڑی جو مشہور ہو اسی سکر کے حکم ہین داخل ہو وہ عندی کا لنہای ناقہم واللہ اعلم ۱۲ منہ [3] یہان حمیدی کا بیان اصل ہین نہین ہو ۱۲

اسی طرح نبیذ اُسکو بھی کہتے ہین کہ جس پانی مین چھوارے بھگوئے جاوین اور اُسمین شیرینی نکل آوے اور جوش و اشتداد آکر جھاگ اُٹھین - اور ان اشربہ کے احکام پانچ وجہ پر ہین ایک وجہ مین بالاجماع حلال ہے اور ایک وجہ مین بالاجماع حرام ہے اور ایک وجہ مین عامہ علماء کے نزدیک حرام ہے اور ایک وجہ مین ہمارے نزدیک حلال ہے مگر بعض لوگون نے خلاف کیا ہے اور ایک وجہ مین حلال ہے مگر امام محمدؒ نے خلاف کیا ہے سو جو بالاجماع حلال ہے وہ شراب شیرین ہے جسمین اشتداد نہ آیا ہو اور جو بالاجماع حرام ہے وہ خمر و سکر ہے جسکا بیان سے ہے - اور خمر کے واسطے چھ حکم ہین ایک یہ ہے کہ خمر مین سے تھوڑا پینا و بہت پینا سب حرام ہے اور اُس سے دوا وغیرہ کے طور پر انتفاع بھی حرام ہے دوم یہ کہ اُسکی حرمت کا منکر کافر ہے سوم یہ کہ جس طور پر لوگ متاع حاصل کرتے ہین مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خمر کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہے چہارم یہ کہ خمر کا تقوم[ق] باطل ہو گیا ہے حتے کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہو گا کذا فی محیط السرخسی لیکن مشائخ نے اُسکی مالیت ساقط ہو جانے مین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مال ہے اسواسطے کہ اُسمین حرص و بخل جاری ہے یہ کافی مین ہے - اور پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب و خون کے نجس غلیظ ہے اور ششم یہ کہ اُسکے تھوڑا یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہے اور شراب کو سرکہ کر ڈالنا مباح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور پکانا اُسمین کچھ موثر نہین ہے اسواسطے کہ پکانا شرع مین اس غرض سے ہوتا ہے کہ حرمت ثابت ہونے سے مانع ہو اور اس غرض سے نہین ہے کہ حرمت ثابت ہونے کے بعد پکانے سے باطل ہو جاوے اسلیے کہ پکانے کا اثر صفت نشہ کو زائل کرتا ہے اور جب وہ خمر ہو گئی ہے تو پھر موثر نہو گا پھر بعض نے فرمایا کہ ایسی خمر مین جب تک نشہ نہ آوے تب تک حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ قلیل میں سے حد واجب ہونا خام آب انگور کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ خام نہین رہی بلکہ پختہ ہو گئی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ایسی خمر کے پینے مین بھی حد واجب ہو گی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ کافی مین ہے - اور اگر شراب سرکہ ہو گئی اور اُسمین کچھ ترشی آ گئی لیکن اُسمین کچھ تلخی بھی ہے تو وہ امام اعظمؒ کے نزدیک سرکہ نہو گی یہانتک کہ بالکل اُسکی تلخی جاتی رہے اور صاحبین کے نزدیک تھوڑی ترشی آجانے سے بھی حلال ہو جاتی ہے اور یہ جب ہے کہ شراب خود بخود سرکہ ہو گئی ہو اور اگر آدمی نے نمک وغیرہ کے ذریعہ سے سرکہ کر ڈالا ہو تو ایسی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک حلال ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین ہے - اور شرح شافی مین ہے کہ اگر سرکہ شراب مین ڈالدیا گیا تو اُسکا کھانا روا ہے خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ غالب ہو مگر اُسمین ترشی آ گئی ہو اور بقیاس قول امام ابو یوسفؒ کے اگر شراب غالب ہو تو یہی حکم ہے اور اگر سرکہ غالب ہو تو مجموع النوازل مین مذکور ہے کہ اُسی وقت حلال نہو گی جب تک اتنی دیر نہ گذرے کہ جسمین یہ گمان ہو جاوے کہ شراب سرکہ ہو گئی ہے یہ خلاصہ مین ہے و امام محمدؒ نے اصل مین فرمایا کہ اگر شراب خمر مین گل سوسن خوشبو دار ڈالے گئے حتے کہ شراب مین اُسکی خوشبو آ گئی تو اس شراب سے تدہین و تطیب نہ چاہیے اور نہ اُسکی بیع مین ہے اگرچہ سوسن ڈالدینے سے اُسکی بو متغیر ہو گئی ہے اسواسطے کہ یہ شراب سرکہ نہین ہوئی اور شراب جبتک سرکہ نہو جاوے تب تک اُس سے انتفاع جائز نہین ہے اور کوئی عورت ایسی شراب سے کنگھی نہ کرے یہ بعض عورتون کی عادت ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے بالون

[ق] یعنے تقوم تو باطل ہے مگر فی نفسہ قیمت دار ہے یا نہین ۱۲

کی چمک زیادہ ہو جاتی ہے اور ایسی شراب سے اپنے بدن کی کسی جراحت کی دوا نہیں کر سکتا ہے اور اپنے چوپایہ کی پیٹھ
لگی ہوئی کی بھی اس شراب سے دوا نہیں کر سکتا ہے اور نہ ایسی شراب سے حقنہ لے سکتا ہے اور نہ احلیل میں ٹپکا سکتا
ہے یہ محیط میں ہے۔ اور شراب خمر سے مٹی کا گارہ کرنا اور چوپاؤں کو پلانا مکروہ ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنا سواری
کا جانور شراب کی طرف بڑھا لے گیا تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر شراب کو اٹھا کر جانور مذکور کی طرف لایا تو مکروہ ہے اور
ایسا ہی حکم مشائخ نے ایسے شخص کے حق میں دیا ہے جو شراب کو سرکہ کرنا چاہتا ہو کہ اسکو چاہیے کہ سرکہ کو شراب کی طرف اٹھا لیجا کر
اسمیں ڈالدے اور اگر شراب کو اٹھا کر سرکہ کے پاس لایا تو مکروہ ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کچھ
مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ شراب کا اٹھانا جبھی مکروہ ہے کہ پینے کے واسطے اٹھا لیجاوے اور اگر پینے کے واسطے
ایسا نکرے تو مضائقہ نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اسنے شراب کو سرکہ کرنے کے واسطے دھوپ سے سایہ میں اور
سایہ سے دھوپ میں اٹھا کر رکھا تو مکروہ نہیں ہے حالانکہ اس صورت میں شراب کا اٹھانا متحقق ہوا اور شیخ رہ فرماتے
ہیں کہ قول اول ہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور خمر شراب کسی نابالغ و ذمی کو نہ پلاوے اور جسنے پلایا گناہ اسی پر ہوگا یہ غیاثیہ
میں ہے اور خمر کو بطور سرمہ آنکھ میں لگانا یا خمر کی ناس لینا مکروہ ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر خمر سے
آٹا گوندھا اور اسکی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اسیطرح اگر گیہوں خمر میں
گر پڑے تو دھونے سے پہلے نہ کھائے جائیں گے پھر اگر دھولئے گئے خواہ پیسے گئے یا نہ پیسے گئے اور اُن میں خمر کی
بو و مزہ نہ پایا گیا تو اُن کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب یہ گیہوں
خمر کے اندر پھول نہ گئے ہوں اور اگر پھول گئے تو امام محمد رہ کے قول پر ہمیشہ کے واسطے ناپاک ہیں کبھی
پاک نہوں گے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر تین بار دھوئے جاویں اور ہر بار خشک کیے جاویں
پھر کھائے جاویں۔ علی ہذا اگر خمر میں گوشت پکایا گیا تو امام محمد کے قول پر ہمیشہ کے واسطے اسکا کھانا حلال نہوگا
اور امام ابو یوسف کے قول پر تین بار پاک پانی میں جوش دیا جاوے اور ہر بار ٹھنڈا کر لیا جاوے پھر کھایا جاوے
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شوربے میں سرکہ کی جگہ خمر ڈالدی اور شوربا پکایا گیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ شوربا نجس ہے
اور اگر اسمیں سے کوئی گھونٹ پی لیا تو حد نہ ماری جائیگی جبتک کہ نشہ نہ آوے اور اگر مچھلی یا نمک یا سرکہ میں خمر ڈالی گئی
اور مربی کیا گیا حتے کہ ترش ہوگیا تو اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ مسئلہ اصل میں بدون تفصیل کے مذکور ہے امام ابو یوسف
سے اس مسئلہ میں تفصیل مروی ہے یعنے امام ابو یوسف رہ فرماتے تھے کہ اگر مچھلی یا نمک بہ نسبت خمر کے کم ہو تو ترش
ہونے کے وقت پاک ہو جائیگا اور اسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر مچھلی یا نمک غالب یعنے زیادہ ہو تو پاک نہوگا
اور اسکا کھانا حلال نہوگا اگرچہ ترش ہو جاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر خمر کے مٹکے میں ایک چوہا گر کر مر گیا پھر

ف۵ قال المترجم ہمارے نزدیک بھی خمر کو سرکہ بنانے کا جواز بھی جب ہی ہوتا ہے کہ یہ عنصر اسکو بدون
مالک ہونے و مالک کرنے کے حاصل ہوئی ہو یعنے ملکیت حاصل کرنے کے ذریعہ سے ملکیت اختیاری نہو بلکہ بے اختیاری حاصل
ہوئی تو سرکہ کرے اور باوجود اسکے بھی بہت سے ائمہ نے سرکہ بنانا جائز نہیں رکھا کیونکہ اس میں امر ممنوع کا ارتکاب شامل ہے اور ضرورت اپنی حد پر
ہے جو تحلیل میں نہیں ہے جیسے شراب کو اٹھا کر دھوپ میں لانا وغیرہ لہذا امر احتیاط کو لحاظ رکھنا ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

چوہا نکال کر پھینک دیا گیا پھر وہ خمر سرکہ ہو گئی تو پاک ہو جائے گی اور اگر چوہا اسمیں سڑ کر پھوٹ گیا ہو تو سرکہ نجس ہو گا
اسواسطے کہ جسقدر اسمیں چوہے کے اجزاء ہیں وہ سرکہ نہیں ہوئے ہیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور بہو کی نظر
سے خمر کو دیکھنا حلال نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ فتاوی ماوراء النہر میں ہے کہ خمر کا ایک قطرہ ایک مشک پانی
میں گر پڑا پھر یہ پانی ایک مٹکے سرکہ میں ڈال دیا گیا تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ سرکہ خراب ہو جائے گا اور
سوائے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ فاسد نہو گا اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ
پانی بعینہ نجس نہ تھا بلکہ خمر کے مجاورت سے نجس ہوا پس جب یہ قطرہ خمر سرکہ میں پڑ کر سرکہ ہو گیا تو مجاورت جاتی رہی
پس پانی پھر پاک ہو جائے گا جیسے گردہ روٹی کا اگر خمر میں گر پڑا پھر سرکہ میں تو پاک ہو جائے گا اسیطرح اگر گردہ روٹی کا
خمر سے پکایا گیا پھر سرکہ میں گر پڑا یا کھیرا اگر خمر میں گر پڑا پھر سرکہ میں تو پاک ہو جائیگا بخلاف آٹے کے کہ اگر آٹا شراب
سے گوندھکر پکایا گیا تو روٹی نجس ہو گی پاک نہو گی اسواسطے کہ گوندھے ہوئے آٹے میں جو اجزاء خمر کے ہیں
وہ روٹی پکانے سے سرکہ نہیں ہوئے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی بکری کو خمر پلائی تو اسکا دودھ
اور گوشت مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ خمر اگرچہ اسکے معدے میں باقی رہی لیکن اسکے گوشت سے مختلط نہیں ہوئی
اور اگر خمر مستحیل ہو کر لحم ہو گئی تو بھی جائز ہے جیسے کہ مستحیل ہو کر سرکہ ہو جانے کی صورت میں جائز ہوتی ہے لیکن اگر
اس بکری کو اس کثرت سے خمر پلائی ہو کہ اسکے گوشت میں شراب کی بدبو آ گئی ہو تو اسکا گوشت مکروہ ہو گا جیسے کہ
اگر اسکی پلیدی کھانے کی عادت ہو گئی ہو تو مکروہ ہوتا ہے محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی ماکول اللحم نے شراب یعنی خمر پینے کی
عادت کر لی اور یہ حالت پہونچی کہ اسکے جسم سے خمر کی بدبو پائی جاتی ہے پس اگر بکری کی ایسی عادت ہو گئی ہو تو دس روز
اور گائے ہو تو بیس روز اور اونٹ ہو تو تیس روز اور مرغی ہو تو ایک روز قید رکھی جاوے کذا فی المحیط یعنی
شراب سے بچائی جاوے اور جو اسکی پاک غذا ہے وہ دیجاوے قال المترجم اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اس سے استفاع
مکروہ ہے اور اگر اسکو پی لیا مگر نشہ نہ چڑھا تو اسپر حد واجب نہو گی یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور اسکو سرکہ میں ڈالدینے کا
مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ سرکہ ہو جاتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو پیاس کیوجہ سے اپنی جان جاتی رہنے
کا خوف ہوا تو ہمارے نزدیک اتنی شراب جس سے اسکی پیاس دفع ہو پی لینا مباح ہے بشرطیکہ خمر اس پیاس کو دور
کر سکتی ہو جیسا کہ مضطر کے حق میں مردار و سور کا تناول مباح ہے اسیطرح اگر اسکو سانپ وغیرہ نے کاٹا کہ اسکو اپنی جان
کا خوف ہوا اور اس ضرر کو دفع کرنے والی سوائے خمر کے کوئی چیز نہیں پاتا ہے تو اسکو شراب پینا مباح ہے یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے اور فتاوی میں ہے کہ اگر ایسے شخص نے جو پیاس سے مرا جاتا ہے بقدر سیرابی کے شراب خمر پی
اور بیہوش ہو گیا تو اسپر حد واجب نہو گی اسواسطے کہ نشہ یہ مباح ہو گیا ہے اور اگر سیرابی سے کچھ زیادہ پی کر
بھی نشہ نہ آتا ہو تاہم چاہیے کہ اسپر حد لازم آوے جیسا کہ حالت اختیار میں اسقدر پینے و نشہ نہ آنے میں یہی حکم ہے یہ میں

ف پاک اگر کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر گدھا یا سور نمک کی جھیل میں مر کر نمک ہو گیا تو وہ ماہیت بدل جانے سے پاک ہو گیا ۱۲
فتح القدیر میں ہے ۱۲ ف یعنے جسکو ذبح کر کے گوشت کھانا حلال ہے ۱۲ ف یعنے بقدر زیادتی ۱۲

مین ہی۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علما کے نزدیک حرام ہین وہ یہ ہین باذق و منصف و نقیع مویز و تمر جو غیر مطبوخ ہو
اور سکر ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہین اور اصحاب ظواہر کہتے ہین کہ انکا پینا مباح ہی مگر صحیح قول عامہ علما
کا ہی لیکن ان شرابون کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہی حتے کہ ان شرابون کا پینے والا جب تک اسکو نشہ نہ
آوے تب تک اسکو حد نہ ماری جاوے گی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور منصف و باذق کی نجاست غلیظہ ہی یا خفیفہ سو
امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ جس شراب کا پینا حرام ہی اگر وہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے مین لگ جاوے تو
نماز جائز نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ ایسا ہی امام ابو یوسف سے ہشام رح نے روایت کیا ہی اور شیخ فضلی رح
سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول پر واجب ہی کہ انکی نجاست خفیفہ ہو مگر
فتوی اسی پر ہی کہ انکی نجاست غلیظہ ہی اور باذق و منصف و سکر و نقیع مویز کی بیع جائز ہی اور انکا تلف کر دینے والا
ضامن ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی اور بیع کی صورت مین امام اعظم رحمہ اللہ
کے قول پر فتوے ہی اور ضمان کی صورت مین اگر تلف کرنے والے نے حسبہ کا قصد کیا یعنے منکر چیز سے منع کرنے اور
دفع کرنے کا قصد کیا اور یہ قصد حالات و قرائن کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی تو فتوے صاحبین رحمہ اللہ کے
قول پر ہی اور اگر اسنے حسبہ کا قصد نہ کیا ہو تو ضمان واجب ہونے مین بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علما کے نزدیک حلال ہی وہ طلا ہی یعنے مثلث اور نبیذ تمر و مویز ہی کہ انکا پینا اسقدر
جسکے پینے سے نشہ نہو بغرض گوارا کے طعام و اللہ تعالی کی عبادت کیواسطے تقویت حاصل کرنے کیلیے جائز ہی اور اگر
بغرض لہو ہو تو نہین جائز ہی اور انمین سے اسقدر پینا کہ جس سے نشہ آجاوے حرام ہی اور یہ قول عامہ علما
کا ہی اور جب انکے پینے والے کو نشہ آجاوے تو اسپر حد شرعی واجب ہوگی اور انکی بیع جائز ہے اور انکے
تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہی و
امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے دو روایتین ہین مگر دونون مین سے اصح روایت موافق قول شیخین کے ہے
اور دوسری روایت امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے یون مروی ہی کہ ان شرابون مین سے قلیل و کثیر
سب حرام ہی۔ لیکن انکے پینے والے کو حد نہ ماری جائیگی جب تک اسکو نشہ نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی
اور ہمارے زمانہ مین فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی حتے کہ جو شخص حبوب و شہد و دودھ و انجیر
سے بنائی ہوئی شراب کو پیے اور اسکو نشہ آجاوے تو اسپر حد شرعی واجب ہوگی اسواسطے کہ ہمارے زمانہ
مین فاسق لوگ ان شرابون کے گرد ہوتے ہین اور انکا قصد انکے پینے سے نشہ و لہو ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور شیرہ انگور
اگر دھوپ مین رکھا گیا یہان تک کہ اسمین سے دو تہائی اڑ گیا تو امام ابو یوسف و امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے
نزدیک اسکا پینا حلال ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے کبرے مین ہی اور نوازل مین ہی کہ مین نے شیخ ابو سلیمان سے
پوچھا کہ ایک مثلث مین شیرہ انگور ملا دیا گیا تو فرمایا کہ پھر دوبارہ وہ پکائی جاوے یہانتک کہ اسمین سے دو تہائی اڑ جاوے

ف شاید اصحاب الظواہر سے فرقہ ظاہریہ مراد ہی کیونکہ اصحاب الظواہر کا لفظ تو امام مالک و شافعی و احمد کے اصحاب حدیث پر بھی بولا جاتا ہی حالانکہ وہ سب ان شرابون کو حرام کہتے و قائل ہین ۱۲

اور ایک تہائی باقی رہجاوے اور یہی امام محمد رح کا قول ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور بختج کی تفسیر مین مشائخ نے خلاف کیا ہے حاکم ابو محمد الکفینی نے فرمایا کہ بختج یون بنتی ہے کہ شیرہ انگور مین پانی ڈالدیا جاتا ہے پھر جوش آنے سے پہلے اسکو پکاتے ہین یہانتک کہ اسمین سے دو تہائی جلجاوے اور ایک تہائی باقی رہے پس شیرہ انگور مین سے دو تہائی سے کم جلتا ہے اور جبتک وہ شیرین ہو تب تک اُسکا پینا حلال ہے اور جب اسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تب اُسکا پینا تھوڑا و بہت سب حرام ہے اور بعض نے فرمایا کہ بختج وہی حمیدی ہے اور وہ یون بنتی ہے کہ مثلث مین پانی ڈالکر چھوڑ دیا جاوے یہانتک کہ اسمین اشتداد آجاوے اور اسکو ابو یوسفی بھی کہتے ہین سو جہ سے کہ امام ابو یوسف اُسکو بکثرت استعمال کرتے تھے اور آیا اسکی اباحت کیواسطے یہ بھی شرط ہے کہ پانی ڈالدینے کے بعد جوش و اشتداد آنیسے پہلے اُسکو خفیف پکایا جاوے یا یہ شرط نہین ہے سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ مثلث مین اُن کا اختلاف ہے پھر اگر اسمین جوش و اشتداد آگیا تو اُسکا پینا اُسیقدر حلال ہے جس سے نشہ نہ آوے اور اگر نشہ آگیا تو پینے والے کو حد ماری جائیگی اور شراب جمہوری یعنی آب انگور خام اسمین پانی ڈال دیا جاوے اور خفیف پکایا جاوے سو وہ جبتک شیرین رہے تب تک اُسکا پینا سب کے نزدیک حلال ہے اور جب اسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو اُسکا اور باذق کا ایک حکم ہے پھر اگر اُسکے بعد اُسکے عصارہ پر پانی ڈالا جاوے اور عصارہ لیکر پانی نکالا جاوے اور اسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ سب احکام مین مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے

دوسرا باب ۔ متفرقات مین ۔ اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسوان پیالہ اُسکے منہ مین ڈالا گیا اس نشہ مین ہوگیا تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ نشہ اُسکے اقرب کیطرف مضاف ہوتا ہے یہ سراجیہ مین ہے اگر عصارہ انگور کو عصارہ تمر یا نقیع مویز مین خلط کیا پھر اسکو پکایا تو حلال نہوگا یہانتک کہ دو تہائی جلجاوے اسیطرح اگر مطبوخ مین ایک پیالہ انگور کا عصارہ یا گدر چھوہارے کا عصارہ یا نبیذ تمر یا نقیع مویز ڈال دیا جاوے حالانکہ یہ سب خام ہے پھر دوبارہ پکانے سے پہلے اُس مین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اشتداد آجانے سے پہلے اُسکو دوبارہ پکا لیا پس شیرہ انگور خام ڈالا ہو تو جبتک پکانے سے اُسکا دو تہائی جل نجاوے تب تک حلال نہوگا اور اگر اشتداد بالا مین سے کسی کا ایک قدح ڈال دیا ہے تو فقط پکانا کافی ہے یعنے حلال ہو جائیگا اور اگر مطبوخ مین انگور یا چھوہارے یا مویز ڈالدیے پھر اسمین اشتداد آگیا تو معلے نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر ڈالا ہوا مقدار قلیل ہو کہ اُس سے شراب نہین بن سکتی ہے تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہے مطبوخ مذکور کا پینا حلال رہیگا اور اگر کثیر ہو کہ اُتنے سے شراب بن سکتی ہے اور اسمین دو بارہ پکائی جانے سے پہلے اشتداد آگیا تو مطبوخ حلال نرہیگا یہ ضیا شیہ مین ہے۔ اور اگر انگور بدون شیرہ نکالے جیسے ہین ویسے ہی پکائے جاوین پھر انکا شیرہ نکال لیا جاوے تو خفیف جوش دینا کافی ہے ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسف رح نے

ف قولہ استعمال الخ اور اظہر یہ کہ انھون نے ہارون رشید خلیفہ کیواسطے تجویز کیا ہو واللہ تعالے اعلم ۱۲ ف یعنی دسوان پیالہ جو زبردستی پلایا گیا اسیطرف نشہ مین ہونا منسوب ہوگا حالانکہ اکیلے اس سے نشہ نہین ہو سکتا ۱۲ منہ ف حالانکہ شیرہ مین دو تہائی جلانا چاہیے ۱۲

یوں روایت کی کہ جبتک پکانے سے اسکی دو تہائی نہ جل جاوے تب تک نہیں جائز ہے اور یہی حکم اصح اسواسطے کہ انگور میں اُسکا شیرہ موجود ہوتا ہے پس شیرہ نکالنے سے پہلے پکانا یا شیرہ نکالکر اسکو پکانا دونوں کا یکساں حکم ہونا چاہیے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر نبیذ تمر یا نبیذ عسل میں انگور ڈالدیا جاوے تو جب تک مثل شیرۂ انگور کے اسقدر نہ پکائی جاوے کہ اسمیں سے دو تہائی جلجاوے تب تک حلال نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر انگور و چھوہارے یا انگور و مویز کو خلط کر کے جوش دیا تو جبتک دو تہائی نہ جلجاوے تب تک حلال نہیں ہے جیسا کہ شیرۂ انگور کو نبیذ تمر یا نقیع مویز میں ملانے کا حکم مذکور ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر نبیذ مطبوخ ایسی ہو کہ دس روز تک یا زیادہ رکھے جانے سے بگڑ جاوے تو وہ حرام ہے اور اگر بگڑ جاوے تو حلال ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر تمر مطبوخ یعنی پکائے ہوئے چھوہارے کے ساتھ غیر مطبوخ انگور پانی ڈال کر بھگوئے جاویں اور دونوں میں جوش آجاوے تو فرمایا کہ اسکا پینا مکروہ ہے اور جبتک اُسکے پینے والے کو نشہ نہ آوے تب تک اسکو حد نہ ماری جائیگی بشرطیکہ تمر مطبوخ غالب ہوں اور اگر انگور خام غالب ہوں تو حد ماری جائیگی جیسا کہ خمر میں پانی ملا دینے کی صورت میں جو غالب ہو اُسکا اعتبار ہے پس ایسا ہی اس صورت میں ہے۔ اور اگر شیرۂ انگور پکایا گیا یہانتک کہ اسمیں سے تہائی جل گیا پھر اسکو ٹھنڈا کردیا پھر اسکو دوبارہ پکایا یہانتک کہ باقی کا نصف جل گیا پس اگر عصیر مذکور جسوقت دوبارہ پکایا ہے جوش آنے اور متغیر الحال ہو جانے سے پہلے دوبارہ پکایا تو اس مطبوخ کے پینے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ غلیان و اشتداد کیوجہ سے حرمت ثابت ہونیسے پہلے اسکا پکانا پایا گیا اور اگر اُسے مطبوخ میں جوش و اشتداد آنے و متغیر ہوجانے کے بعد اسکو پکایا ہو تو اسمیں خیر نہیں ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ ثبوت حرمت کے بعد پکانا پایا گیا پس نافع نہوگا اور اگر شیرۂ انگور دس رطل پکایا گیا یہانتک کہ اُسمیں سے ایک رطل جل گیا پھر اُسمیں سے تین رطل بہادیا گیا پھر چاہا کہ اسکو پکاوے تاکہ دو تہائی جلجاوے تو اسقدر پکاوے کہ اسمیں سے دو رطل و دو نویں حصے رطل کے باقی رہجاویں اسواسطے کہ جو رطل پکانے میں جل گیا تھا وہ تو ہر جزو میں داخل ہے اسواسطے کہ وہ اجزاے باقی میں داخل ہیں اُس سے دور نہیں ہوا ہے کیونکہ بعد جوش دینے کے جو باقی رہا ہے وہ اگرچہ بظاہر نو رطل ہے لیکن بمعنی دس رطل ہے پس دسواں رطل باقی نو رطل پر تقسیم کیا تو ہر رطل کے ساتھ ایک نواں حصہ رطل آیا اسواسطے کہ دسواں رطل انھیں میں داخل ہے۔ پھر جب اسمیں سے تین رطل بہادیے گئے تو تین رطل و تین نویں حصے رطل کے بہ گئے اور چھ رطل اور چھ نویں حصے رطل کے باقی رہے پس باقی کو اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو نویں حصے رطل کے باقی رہجاویں۔ اور اگر جوش دینے سے دو رطل جل گئے پھر اسمیں سے دو رطل بہادیے گئے تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و نصف رطل باقی رہے۔ اور اگر جوش دینے سے پانچ رطل اُڑ گئے پھر اُسمیں سے ایک رطل بہادیا گیا تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو تہائی رطل باقی رہجاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دیگ میں دس پیمانہ شیرۂ انگور اور بیس پیمانہ پانی ڈالا پس اگر یہ حالت ہو کہ جوش دینے میں پانی بہ نسبت شیرۂ انگور کے پہلے اُڑجاوے گا تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ آٹھ نویں حصے جل جاویں اور ایک نواں باقی رہجاوے اسواسطے کہ جب اُسکی دو تہائی جوش دینے سے جل گئی تو فقط پانی ہی جلگیا ہے پس اُسپر واجب ہے کہ

اسکے بعد پھر پکاوے یہانتک کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے اور اگر شیرۂ انگور سے پہلے پانی نہ جلے تو وہ شخص اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے اور اگر شیرہ انگور و پانی دونون ساتھ ہی جل جاتے ہوں تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے اسواسطے کہ پکانے سے دو تہائی شیرۂ انگور و دو تہائی پانی جل جائے گا اور ایک تہائی شیرۂ انگور وایک تہائی پانی رہجائے گا پس یہ اور جبکہ شیرۂ انگور تہائی یا دو تہائی تک پکاکر اُسمین پانی ملایا جاوے دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے اور جو شراب کہ جو و چینہ دانہ و سیب و شہد سے بنائی جاتی ہین جبکہ انمین اشتداد آجاوے خواہ وہ مطبوخ ہون یا غیر مطبوخ ہون تو اُنکا پینا اسقدر کہ نشہ نہ آوے امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رہ کے نزدیک اُنکا پینا حرام ہے اور فقیہ رہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الخلاصة قال المترجم وهو الصحيح الموافق بالاخبار الصحيحة اور اگر ان شرابون کے پینے سے اُسکو نشہ آیا تو نشے اور قدح خیر جس سے نشہ آیا ہے بالاجماع حرام ہے اور نشہ مین ہونے کی صورت مین وجوب حد مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ جو چیز اصل خمر یعنے تمر و انگور سے نہین ہے اُسمین حد نہ ماری جائیگی جیسا کہ بنج[1] و خرما و ریان کے دودھ سے نشہ ہو جانے مین حد نہین ماری جاتی ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی رہ نے ذکر کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو حد ماری جاویگی اور بعض نے کہا کہ یہ حسین بن زیاد کا قول ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسا پانی جسمین خمر ہے پی لیا پس اگر پانی غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و رنگ و بو نہ پائی جاوے تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر خمر غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و بو و رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد نہ مارونگا اور اگر اُسمین خمر کی بدبو نہ پائی گئی مگر مزہ پایا گیا تو حد ماری جائیگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے منھ مین خمر بھر لی پھر اُسکو کلی کردیا اور اُسکے پیٹ مین حلق کے اندر خمر مین سے کچھ نہین گیا تو بھی حد واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رہ سے روایت کی ہے اگر کسی شخص نے خمر مین روٹی چور کر مثل ثرید بنائی اور پھر اس روٹی کو کھایا پس اگر مزہ پایا جاتا ہو اور رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر شراب خمر سپید ہو اُسکا رنگ نظر نہ آتا ہو تو جب اُسکا مزہ پایا گیا تو مین اُسکو حد مارونگا۔ اور نقالی مین ہے کہ اگر دوا مرکب کرکے شراب خمر مین معجون بنائی تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنے حد مارے جانے کے واسطے اور اگر اُسنے اکراہ کا دعوی کیا تو بدون گواہ کے اُسکے دعوی کی تصدیق نہوگی اور اکراہ معتبر ہے کذا فی المحیط۔ اور اس فصل کے متعلقات سے تصرفات سکران کا بیان ہے یعنے جو شخص شراب کے نشہ مین ہو اور اُسنے کوئی تصرف کیا تو کیا حکم ہے سو جاننا چاہیے کہ جو شخص نشہ مین ہے یعنی مست ہے تمام تصرفات نافذ ہوتے ہین سوائے ردت کے یا جو حدود خالص اللہ تعالی ہین اُنکا اقرار کہ یہ نافذ نہین ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ جو شخص خمر سے یا اُن شرابون سے جو تمر و مویز سے بنائی گئی ہین مثل نبیذ و مثلث وغیرہ کے پینے سے مست ہوا اُسکے تمام تصرفات مثل طلاق و عتاق و اقرار بقرضہ و اقرار بعین اور یہ کہ اُسنے اپنی نابالغ بیٹی کا یا بیٹے کا نکاح کردیا اور قرض لینا و قرض دینا و ہبہ و صدقہ جبکہ موہوب لہ و متصدق علیہ قبضہ کرے یہ سب نافذ ہین اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابو بکر بن الاحید سے روایت ہے کہ

---

[1] بنج معرب بنگ و در لغت گوید اجوائن خراسانی و در طب اجوائن خراسانی دوائیست کہ مورث امراض سمی ست نہ منشی واللہ اعلم ۱۲

[2] ورنہ اُسکے حرام ہونے مین شک نہین ہے ۱۲

شیخ نے فرمایا کہ مست کے وہ سب تصرفات جو ہزل کے ساتھ نافذ ہوجاتے ہین اور اُنکو شروط فاسدہ باطل نہین
کرتے ہین نافذ ہونگے پس بیع و شراء نافذ نہوگی اور طلاق و عتاق و اقرار بالدین والعین اور ہبہ و صدقہ و تزویج صغیر و صغیرہ
سب نافذ ہونگے اور مست کی ردت ہمارے نزدیک استحساناً نہین صحیح ہی اور قیاساً صحیح ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ کفر کی نفی و انعدام
واجب ہی تحقق واجب نہین ہی اسی وجہ سے اگر کسی کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر روان ہوگیا تو اُسکی تکفیر نہ کی جائیگی اور
یہ حکم مست کا اسوقت ہی کہ جب وہ ایسی شراب سے مست ہو جو اصل خمر سے مثل ثمر و انگور و مویز کے بنائی گئی ہو اور اگر
شہد و سیب وغیرہ پھلون اور چینہ دانہ وغیرہ حبوب سے بنائی ہوئی شراب سے مست ہو تو اُسکے حق مین مشائخ نے اختلاف
کیا ہی اور یہ اختلاف مثل اس اختلاف کے ہی کہ اُسپر حد واجب ہوگی یا نہین سو جسکے نزدیک ان شرابون سے نشہ ہونے سے
حد واجب ہوتی ہی اُسکے نزدیک مست کے تصرفات نافذ ہوجاوینگے بنظر اُسکے زجر کے اور جسکے نزدیک اُسپر حد نہین ہی اور
وہ فقیہ ابوجعفر و شمس الائمہ سرخسی ہین اُنکے نزدیک اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اسواسطے کہ تصرف نفاذ اُسکے زجر کے
واسطے تھا پس جب ان دونون کے نزدیک اُسکے زجر کے واسطے اُسپر حد واجب نہوئی تو زجر کیواسطے اُسکے تصرفات
بھی نافذ نہونگے اور اگر بنگ و خر مادہ کے دودھ سے کسی کی عقل زائل ہوگئی تو اُسکے تصرفات نافذ نہونگے اسیطرح اگر کسی نے
شراب شیرین پی مگر اُسکے مزاج کو موافق نہوئی اور اُسکی عقل کم ہوگئی اور اُسنے طلاق دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی طلاق
واقع نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ سب اُس مست شراب کا حکم ہی جسنے برغبت خود شراب پی ہو اور اگر کسی نے مجبور و مکرہ
ہوکر شراب پی پھر اُسنے مست ہوکر طلاق دی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جسطرح اُسپر حد واجب نہین ہی اُسیطرح اُسکی
طلاق بھی واقع نہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ واقع ہوگی مگر قول اول ہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی نے
دوسرے کو وکیل کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق دیدے پھر وکیل نے شراب سے مست ہوکر طلاق دی تو شداد رح نے فرمایا کہ واقع نہوگی
اور صحیح یہ ہی کہ واقع ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ بنگ و مادیان خر کے دودھ کا نشہ بالاجماع حرام ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر کسی
شخص نے خمر کو نبیذ مین مخلوط کرکے پی لیا اور اُسکو نشہ نہ آیا پس اگر خمر غالب ہی تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر نبیذ غالب ہو تو حد
نہ مارونگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شیرہ انگور کو جوش دیکر تہائی جلا دینے کے بعد اُس سے علیق بنایا پس اگر اپنی حالت سے متغیر
ہوجانے سے پہلے علیق بنایا تو مضائقہ نہین ہی۔ اور اگر اُسمین جوش آنے و حالت عصیر متغیر ہوجانے کے بعد ایسا کیا تو
اُسمین خیر نہین ہی اسواسطے کہ جب اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حرام ہوگیا اور حرام سے جو علیق بنایا گیا
ہی وہ مثل خمر سے بنائے ہوئے کے حلال نہوگا اور قبل اشتداد آجانے کے وہ حلال ہی اور عصیر یعنی شیرہ انگور سے علیق بنانا
حلال ہی یہ مبسوط مین ہی جس دیگ مین شیرہ انگور پکایا جاتا ہی اُس دیگ کا قاعدہ مسطح ہوتا ہی اُسمین گہراؤ نہین ہوتا ہی اور
اُسکے گرد کے محیط جو مثل دیوارون کے ہوتی ہین وہ مستدیر بلند ہوتی جاتی ہین پس اُسکی بلندی دیوار کے تین ٹکڑے برابر
تقسیم کرکے اُسپر نشان دیتے ہین پس اوپر کے نشان تک بھر کر اُسکو پکاتے ہین یہانتک کہ دو تہائی جل جاوے اور
نیچے کی علامت تک باقی رہجاوے اور یہ لازم ہی کہ اُسکو علی الاتصال پکاتے رہین بیچ مین انقطاع نہو اور اگر دو تہائی
جل جانے سے پہلے بیچ مین پکانے مین انقطاع ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ مطبوخ کے

متغیر ہونے اور اسمین تلخی وغیرہ پیدا ہو جانیسے پہلے اُسنے پھر پکانا شروع کیا تو وہ حلال ہو جائیگا کیونکہ ایسا پکانا بمنزلہ علی الاتصال پکانے کے ہے اور اگر مطبوخ مین تلخی وغیرہ تغیر پیدا ہو جانے کے بعد اسنے پکانا شروع کیا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ اسکو بمنزلہ علی الاتصال پختہ کرنے کے اعتبار کرنا متعذر ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور رساق پینے جو باقی بقول سے پانی ڈال کر بطور شیرہ نکالنے سے نکلتا ہے اگر اُسمین جوش و شدت آجاوے و جھاگ اُٹھین تو بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم بمنزلہ نقیع موبز کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ خمر کا ایک مٹکا دریائے عظیم مین مثل فرات وغیرہ کے پاس سے چھوٹے مین بہا دیا گیا اور اس سے نیچے ایک شخص وضو کرتا ہے یا پانی پیتا ہے پس اگر اُسکو پانی مین خمر کا مزہ یا رنگ یا بدبو نہ آئی تو پینا و وضو کرنا حلال ہے اور اگر اسمین سے کوئی بات پائی گئی تو نہین مباح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ چند دانہ انگور نبیذ مین گر پڑے اور بھیگ گئے فرمایا کہ اگر علیحدہ اسقدر دانہ انگور بھیگ گئے جاتے اور انمین جوش آتا تو نبیذ مین بھیگ جانے اور جوش آجانے کے بعد نبیذ کا پینا بھی حلال ہوگا اور اگر ان دانون مین تنہا بھیگونے مین جوش و غلیان نہ آتا تو نبیذ مذکور کے پینے مین مضائقہ نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور ایک پیالہ پانی یا آب راکد مین خمر ڈالدی گئی کہ جسکا پانی بعض بعض سے خلط ہوتا ہے تو اس پانی کا پینا حلال نہین ہے اسواسطے کہ یہ پانی قلیل ہے جسمین نجاست لگ گئی پس نجس ہو جائیگا اور اگر اُسنے اس پانی کو پیا اسمین اگر خمر کا مزہ و رنگ و بو نہین پائی جاتی ہے تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر اسمین سے کوئی چیز پائی جاتی ہو تو حد ماری جائے گی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایک سرکہ کے مٹکے مین پڑ گئی تو فرمایا کہ اسمین خیر نہین ہے یعنی مکروہ ہے اور حاکم نے اسکے بعد منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایسی چیز مین ملائی گئی جو آنکھون سے نظر آتی ہے پس اگر یہ چیز غالب ہو تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک رطل خمر ایک مٹکا بھر سرکہ مین ڈالدی گئی تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہے پس ان دونون مسئلون مین غالب کا اعتبار کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ و امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ خمر اگر نبیذ شدید مین جو انکے نزدیک حلال ہے گر پڑے تو فرمایا کہ خمر اُسکو فاسد کرے گی یہ محیط مین ہے اور خمر کسی ظرف مین ڈالی گئی تو ظرف نجس ہو جائیگا اور اگر خمر اسمین سے نکالی گئی تو ظرف مذکور تین بار دھویا جاوے پس پاک ہو جائیگا بشرطیکہ پرانا ہو اور اگر ظرف جدید ہو اور اسمین خمر ڈالی گئی تو اماموں نے اختلاف کیا ہے امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین بار دھویا جاوے اور ہر بار خشک کیا جاوے پس پاک ہو جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کبھی پاک نہوگا اور بعضے مشائخ رح نے بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے فرمایا کہ ظرف اگر ہر بار خشک نہ کیا جاوے لیکن پے در پے اسمین پانی بھر اگیا تو جبتک پانی اسمین سے رنگ بدلا ہوا نکلے تب تک پاک نہوگا اور جب اُسمین سے پانی صاف غیر متغیر نکلے تو اُسکی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوے ہے۔ اور اگر شراب اس ظرف مین نہ نکالی گئی باقی رہی یہانتک کہ سرکہ ہو گئی تو امام محمد رحمہ اللہ نے اس صورت مین ظرف کا حکم کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور حاکم ابو نصیر مہرویہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو ظرف سرکہ کے موازی ہے وہ پاک ہوگا اور اوپر کے کنارہ جہان سے شراب گھٹتی ہوئی اتر گئی ہے قبل اسکے کہ سرکہ ہو جاوے وہ ناپاک ہے پس چاہیے کہ اُسکو سرکہ سے دھو ڈالا جاوے تاکہ

وہ بھی پاک ہو جاوے اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور اُسمین شیرۂ انگور لبریز بھر دیا گیا تو شیرۂ مذکور نجس ہو جائیگا اور اُسکا پینا حلال نہوگا اسواسطے کہ اس عصیر[۱] مین خمر مختلط ہو گئی۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس قدر اُس ظرف مین خمر ہے جب وہ سرکہ ہو گئی تو پورا برتن پاک ہو جائیگا اور اس تکلف کی حاجت نہین ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے لیا ہے اور اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے۔ اور شیرۂ انگور ایسے شخص کے ہاتھ جو اُس سے شراب بنائیگا فروخت کرنے مین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مضائقہ نہین ہے اور صاحبین نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور بعضے مشائخ رح نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر بھی مکروہ نہین ہے کہ جب اُسنے شیرہ انگور ذمی کے ہاتھ اتنے دامون کو بیچا کہ کوئی مسلمان اس سے اتنے دامون کو نہ لیگا اور اگر کوئی مسلمان اتنے دامون کو لیتا ہوا پایا جاوے تو ذمی کے ہاتھ جو اُسکو شراب بنادیگا فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ ایسا کہ جیسے کسی شخص نے باغ انگور فروخت کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ مشتری انگورون سے شراب بناوے گا تو کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ اُسکا قصد ثمن حاصل کرنا ہووے اور اگر شراب کا حاصل ہونا اُسکا مقصود ہو تو مکروہ ہے اور انگور کے درخت لگانے مین بھی یہی تفصیل ہے حکم ہے یعنی اگر انگور کے درخت لگانے سے یہ مقصود ہو کہ خمر حاصل ہو تو مکروہ ہے اور اگر انگور حاصل ہونا مقصود ہو تو مکروہ نہین ہے مگر افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرۂ انگور نہ بیچے جو اس سے خمر بناوے گا کذا فی فتاوے قاضی خان رحمہ اللہ تعالی

کتاب الصید

قال المترجم۔ صید جانور جو شکار کیا جاوے۔ ماکول اللحم جس کا گوشت کھایا جاتا ہے[۲] اصطیاد صید کرنا۔ صائد شکار کرنے والا معلم سکھلایا ہوا کتا و باز وغیرہ۔ وسیاتی تفسیر بعض ہذہ الالفاظ فی الکتاب

اسمین سات باب ہین

باب اول۔ صید کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان مین۔ جو حیوان متوحش کہ آدمی کے قبضہ سے ممتنع ہو وہ صید ہے خواہ وہ ماکول[۲] اللحم ہو یا غیر ماکول[۳] اللحم یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور فعل اصطیاد ایسے شخص سے جو اسکی اہلیت رکھتا ہے اپنے محل مین شرط کے ساتھ صادر ہونا صید کا رکن ہے اور حکم صید یہ ہے کہ حقیقۃً یا تقدیراً گرفتار کرنے کیوقت صید مین ملک ثابت ہوتی ہے اور تقدیراً گرفتار کر لینے سے ہماری مراد یہ ہے کہ صید کو حیز امتناع سے خارج کرے یعنی قبضہ سے ممتنع نرہے اور صید کھانے کی حلت پندرہ شرطون سے ثابت ہوتی ہے۔ پانچ شکار کرنے والے مین ہین ایک یہ کہ وہ ذکوۃ[۵] کی اہلیت رکھتا ہو دوم یہ کہ اُس سے ارسال پایا جاوے سوم یہ کہ ارسال مین اُسکے سا

[۱] عصیر انگور وغیرہ نچوڑا ہوا ۱۲ منہ [۲] ماکول اللحم وہ جانور جسکا گوشت کھایا جاتا ہے ۱۲ [۳] غیر ماکول اللحم جن کا گوشت کھانا شرعاً جائز نہین ۱۲ [۴] قولہ علے قول ابی یوسف رحمہ اللہ [۵] ذبح کرنے وغیرہ ۱۲

ایسا شخص شریک نہو جسکا شکار حلال نہین ہی۔ چہارم آنکہ عمداً تسمیہ نہ چھوڑے پنجم یہ کہ جسنے جانور چھوڑا ہی وہ ارسال اور شکار پکڑنے کے بیچ مین کسی اور کام مین مشغول نہو جاوے اور پانچ شرطین کتے مین ہین اول آنکہ معلم ہووے دوم آنکہ طریقہ ارسال پر چلا جاوے سوم آنکہ اُسکے ساتھ شکار پکڑنے مین ایسا جانور شریک نہو جاوے جسکا شکار حلال نہین ہی چہارم آنکہ جرح سے اُسکو قتل کرے پنجم آنکہ اُسمین سے نہ کھاوے اور پانچ صید مین ہین اول آنکہ حشرات الارض مین سے نہو دوم یہ کہ جانوران آبی مین سے نہو سوا مچھلی کے سوم آنکہ اپنے آپ کو اپنے پرون یا اپنے ہاتھ پاؤن کے ذریعہ سے بچاوے چہارم آنکہ اپنے دانتون سے یا اپنے مخلب[پنجہ] سے نہ کھاتا ہو۔ پنجم آنکہ ذبح تک پہونچنے سے پہلے شکاری جانور کی گرفت سے مر جاوے کذا فی النہایہ

باب دوم۔ اُن صورتون کے بیان مین جنسے صید کا مالک ہو جاتا ہی اور جنسے مالک نہین ہوتا ہی صید گرفتار ہونے سے ملک مین آجاتی ہی اور گرفتار کرنا دو طرح کا ہوتا ہی ایک حقیقی دوسرا حکمی پس حقیقی تو ظاہر ہی اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع ہی خواہ شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے جال پھیلایا[ا] اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا تو جال والا اسکا مالک ہو جاویگا خواہ اُسنے جال پھیلانے سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو اسواسطے کہ جال شکار ہی کیواسطے پھیلایا جاتا ہی حتے کہ اگر کسی شخص نے خشک کرنے کے واسطے پھیلایا اور اس مین شکار پھنس گیا تو اُسکا[ب] مالک نہو گا اسواسطے کہ وہ جال آپ[ت] اُسکا پکڑنے والا نہو گا۔ اور حکماً گرفتار کرنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہی جو شکار کرنے کے واسطے موضوع نہین ہی اُسکو بغرض شکار پکڑنے کے کام مین لایا چنانچہ اگر کسی نے خیمہ گاڑا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا پس اگر شکار پکڑنے کیواسطے خیمہ مذکور گاڑا ہو تو اُسکا مالک ہو جاویگا اور اگر اس غرض سے نہ گاڑا ہو تو مالک نہو گا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جال لگایا اور اُسمین شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے اگر اُسکو چھوٹ[ث] کر اُڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو وہ شکار جال والے کا ہو گا اسواسطے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول کے واسطے ہوا ہی اسواسطے کہ جال اسی واسطے موضوع ہی اور سبب ہنوز[ج] منتقض نہین ہوا تھا حتے کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے چھوٹ کر اُڑ جانے کے بعد اُسکو پکڑ لیا ہو تو وہ دوسرے کا ہو جاویگا اسواسطے کہ دوسرے شخص کے گرفتار کرنے سے پہلے شخص اول کا سبب گرفتاری منتقض ہو گیا تھا یہ کبرے مین ہی۔ اور اگر جال والے نے اُسکو پکڑ لیا ہو پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ بھاگے پھر دوسرے نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ اول کی ملک ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے اُسکا مالک ہو گیا ہی اور اُسکا ہاتھ سے چھوٹ بھاگنا بمنزلہ غلام کے اباق[ح] کے یا اونٹ کی سرکشی کرکے بھاگ جانے کے ہی اور اُس سے ملک زائل نہین ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ حاکم شہید نے منتقی مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ایسی بنادی کہ جس سے پانی اُسکی زمین مین آتا ہی تاکہ وہ مچھلیون کا شکار کرے پھر اس راہ سے اُسکی زمین مین پانی مع بہت سی مچھلیون کے آگیا پھر پانی خشک ہو گیا اور مچھلیان زمین مین باقی رہ گئین یا پانی خشک نہوا مگر کم ہو کر ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے مچھلیان پکڑی جا سکتی

ا قال اگر جال مین سے کسی راہگیر نے یہ جانور نکال لیا تو وہ مالک ہو گا اور جال والا واپس نہین کر سکتا ہی ۱۲ منہ ب یعنی کتے وغیرہ ۱۲ ت یعنے مثلاً دوسرا کتا جسکا شکار پکڑنا حلال نہین ہی ۱۲ ث یعنے ہنوز جال مین موجود تھا ۱۲ ح بھاگ جانا ۱۲

ہین تو کسی شخص کو اُن مچھلیون کے پکڑ لینے کی راہ نہین ہی۔ یہ مچھلیان مالک زمین کی ہوگئی ہین اور جو شخص پکڑ لے گا وہ ضامن ہوگا اور اگر پانی بہت باقی ہو کہ جسمین سے بدون شکار کیے مچھلیون کا پکڑنا ممکن نہو تو جس شخص نے شکار کر کے اُسمین مچھلیان پکڑ لین وہ اُسی کی ہونگی یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی نے پانی مین جال ڈالا اور دوسرے نے اُسمین شست ڈالی پھر جال مین مچھلی آگئی اور شست مین پھنس گئی پس اگر جال کے تنگ چھیدون مین ہو تو وہ جال والے کی ہوگی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے پانی مین شست پھینکی اور اُسمین کوئی مچھلی پھنسی پس اگر اُسکو خشکی مین جہان سے پکڑ سکتا تھا کھینچکر ڈالدیا ہی پھر وہ تڑپ کر پانی مین جا پڑی تو اُسکا مالک ہوگا اور اگر اُسکو پانی سے باہر نکال لانے سے پہلے شست کی ڈوری ٹوٹ گئی تو اُسکا مالک نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین مین کسی غرض سے گڈھا کھودا اور اُس مین کوئی شکار گر پڑا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا تو فرمایا کہ وہ شکار اُس پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر مالک زمین نے یہ گڈھا اسی غرض سے کھودا ہو کہ اُسمین شکار پھنسے تو اس شکار کا وہی حقدار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص کی زمین مین کسی شکاری پرندے انڈے دیے یا اُسمین کسی ہرن نے گھر بنایا اور دوسرے شخص نے آکر اُسکو لے لیا تو وہ اُسی کی ہوگی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ مالک زمین شکار سے اسقدر دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ نہ سکے اور اگر اسقدر قریب ہو کہ ہاتھ پھیلا کر اُسکو پکڑ سکتا ہی تو وہ مالک زمین کی ملک ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے ایک گڈھا کھودا مگر شکار کرنے کے واسطے نہین کھودا تھا پس اُسمین کوئی شکار گر پڑا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا پس اگر گڈھا کھودنے والا شکار سے اسقدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ لے تو یہ شکار اُسی کا ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور عیون مین مذکور ہی کہ اگر شکار کسی شخص کے دار مین داخل ہوا اور اُسنے دروازہ بند کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہی پس اگر اُسنے دروازہ شکار کے پکڑنے کے واسطے بند کیا ہو تو اُسکا مالک ہو گیا اور اگر اور کسی غرض سے بند کیا ہو تو مالک نہوگا حتی کہ اگر اُسکو کسی شخص نے پکڑ لیا تو پہلی صورت مین وہ مالک دار کا ہوگا اور دوسری صورت مین پکڑنے والے کا ہوگا۔ اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ قولہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہی اُسکے یہ معنی نہین ہین کہ اُسکے پکڑنے مین کچھ چارہ دہا تھ پاؤن ہلانے کی حاجت نہو بلکہ یہ معنی ہین کہ اُسکے پکڑنے کے واسطے جال وغیرہ لگا کر پکڑنے کی ضرورت نہو ذرا سی تدبیر سے ہاتھ آسکتا ہو اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر ایک شخص نے جال لگایا اور اُسمین شکار پھنسا پھر تڑپ کر اُسکو کاٹ دیا اور چھوٹ بھاگا پھر دوسرے شخص نے آکر اُس شکار کو پکڑ لیا تو جسنے پکڑا ہی اُسی کا ہوگا اور اگر حبالہ لگانے والا اپنے حبالہ کے پاس پہونچگیا ہو اور اسقدر نزدیک ہو گیا ہو کہ اگر چاہتا تو پکڑ لیتا پھر وہ تڑپ کر چھوٹ بھاگا اور اُسکو دوسرے نے پکڑ لیا تو وہ حبالہ والے کا ہوگا اسی طرح شکاری کتے و باز کے شکار کا بھی حکم اسی تفصیل سے ہی اور حبالہ حلقہ دار ڈورا ہوتا ہی جسمین شکار کا سر یا پاؤن پھنس جاتا ہی کذا فی الظہیریہ قال المترجم اور لغت مین بمعنی دام لکھا ہی ظاہرا وہ دام اسطرح کا مراد ہی۔ اگر کسی شخص نے شہر یا سواد شہر مین ایک

لے اور جو شخص شکار کرنے کو آوے تو مالک زمین کو اختیار ہی کہ اُسکو اپنی زمین مین نہ آنے دے اور اُسپر یہ واجب نہوگا کہ شکار کر کے مچھلیان اُسکو پہونچادے ۱۲ منہ ے یعنے اپنی ملک مین ۱۲

باز پکڑا جسکے پاؤن مین چمڑے کے تسمہ تھے یا جلاجل پڑے تھے اور پہچان پڑتا تھا کہ یہ پالو باز ہے تو اسپر واجب ہے کہ مثل لقطہ کے اُسکی شناخت کے واسطے پکارے تاکہ اُسکے مالک کو واپس دے اسیطرح اگر کوئی ہرن پکڑا جسکی گردن مین پٹہ وغیرہ پڑا تھا یعنی پالو معلوم ہوتا تھا اُسکا بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کسی نے کبوترون کے برج بنائے اور اسمین لوگون کے پالو کبوترون نے گھونسلے رکھے تو جسقدر اُنکے بچہ پکڑے وہ اُسکو حلال نہونگے اسواسطے کہ بچہ اُنکے ماں باپ کے مالک ہونے پر حلال ہوسکتے ہین پس انکا حکم مثل لقطہ کے ہے لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اُسکو حلال ہے کہ اپنی حاجت مین اُنکو کھاوے اور اگر غنی ہو تو اُسکو چاہیے کہ کسی فقیر کو صدقہ دیدے پھر اُس سے کسی قدر دام کو خریدے اور تناول کرے اور ہمارے شیخ امام شمس الائمہ ایسا ہی کرتے تھے اور اُنکو کبوترون کے گوشت سے بہت رغبت تھی یہ مبسوط مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکو گرادیا اور وہ غش ہوکر ایکدم پڑا رہا مگر اُسمین کہین جراحت نتھی پھر اُس سے غشی جاتی رہی اور وہ چلدیا یا پرند تھا کہ اُڑ گیا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مارکر گرادیا اور پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور اگر شخص اول نے اُسکو غشی کی حالت مین پکڑ لیا اور دوسرے نے بھی اُسکو اُسی حالت مین پکڑ لیا اور ہنوز وہ شکار نہ بھاگا اور نہ اُڑا تھا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارکر گرادیا اور ایسا زخم آیا کہ وہ اُٹھ نہین سکتا تھا پھر جبتک اللہ تعالی نے چاہا ایسا ہی پڑا رہا پھر وہ چنگا ہوگیا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور پکڑ لیا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور زخم کاری دیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کرسکتا تھا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ اُسکے لگا اور وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ معلوم ہو کہ دوسرے تیر سے مرا ہے یا یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے کس تیر سے مرگیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پہلے تیر سے مرا ہے تو حلال ہے اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا مگر اُسکو ایسا نہین کردیا کہ حیز امتناع سے خارج کردے یعنی ہنوز وہ تیر انداز کے قبضہ سے باہر تھا یعنے بھاگ جاسکتا تھا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کردیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائیگا اور اگر اول نے زخم کاری دیا ہو کہ سست کردیا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارکر قتل کردیا تو وہ شخص اول کا ہے اور نہ کھایا جائیگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے شکار مذکور نجات پاسکتا ہو تاکہ اُسکی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہو اور اگر پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے نجات نہ پاسکتا ہو مثلاً اسمین اسقدر حیات رہگئی جیسے مذبوح مین رہجاتی ہے یا اُسکا سر الگ ہوگیا تو حلال ہوگا اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اُس سے شکار زندہ نہین رہسکتا ہے لیکن اسمین حیوۃ بہ نسبت مذبوح کے زیادہ رہگئی مثلاً وہ کم و بیش ایک روز زندہ رہسکتا ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیوۃ کا کچھ اعتبار نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک حرام ہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیات کا اعتبار ہے پس امام محمد رح کے نزدیک اس صورت کا حکم اور جس صورت مین کہ تیر اول سے صید نجات پاسکتا ہو یکسان ہے یعنے حلال نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اسقدر کے جتنا اُسکی جراحت نے نقصان کردیا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب دوسرے تیر سے اُسکا مرنا معلوم ہو مثلاً تیر اول کے زخم سے اُسکی نجات ممکن معلوم ہوا اور دوسرے تیر کے زخم سے

اُسکی نجات ناممکن معلوم ہوتا کہ قتل دوسرے کی طرف منسوب ہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں زخموں سے مر گیا یا کچھ
معلوم و ثابت نہوتا ہو تو دوسرا شخص اُسکے واسطے جو اُسکے جراحت سے نقصان آیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے
غیر کے مملوک حیوان کو مجروح کرکے ناقص کر دیا پس جسقدر ناقص کیا ہے اُسکا ضامن ہوگا پھر دو زخموں سے جو جانور مجروح
ہوا ہے اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اسوجہ سے کہ اُسکی موت دونوں زخموں سے ہوئی ہے پس اُسکے نصف کا تلف
کرنے والا ہوا حالانکہ وہ غیر کا مملوک ہے پس دو زخموں سے مجروح کی نصف قیمت کا ضامن ہوا اسواسطے کہ اول نے
باختیار خود نہیں کہا اور ثانی نے اُسکو ایکبار اُسکی ضمان دیدی پس دوبارہ ضمان نہ لیگا پھر اُسکے آدھے گوشت حلال
کیے ہوئے کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شکار مذکور تیر اول سے ایسی حالت میں تھا کہ ذکوۃ اختیاری سے حلال ہو سکتا
تھا اگر اُسکو دوسرا شخص تیر نہ مارتا پس دوسرے نے تیر مار کر آدھا گوشت برباد کر دیا پس اُسکا ضامن ہوگا اور باقی
آدھے کا ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے ایکبار آدھے کی ضمان دیدی ہے پس اسمیں گوشت کی ضمان بھی داخل ہوگئی یہ کافی میں
ہے۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر پہونچنے سے پہلے دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر قتل کر دیا ہو تو اُسکا کھانا حرام نہوگا اور دوسرا
شخص پہلے شخص کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر پہلے شخص کے تیر مارنے کے بعد شکار کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیروں
بھاگتا ہو یا اُڑتا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر گرا کر قتل کر دیا تو وہ دوسرے کا ہے اور حلال ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے
اور اگر دو آدمیوں نے ایک شکار کو تیر مارا پھر ایک کا تیر دوسرے شخص سے پہلے پہونچ کر اُسکے لگا اور زخم کاری دیا
کہ وہ صید نہ رہا پھر دوسرے کا تیر پہونچکر لگا تو وہ اُس شخص کا ہے جسکا تیر پہلے لگا ہے اگرچہ دونوں نے ساتھ ہی تیر
پھینکے ہوں۔ اور اگر دونوں تیر ساتھ ہی لگے ہوں تو وہ دونوں کا ہے اسواسطے کہ ملک ثابت ہونے کے حق میں
تیر لگنے کی حالت ع کا اعتبار ہے تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار نہیں ہے اور حلال ہونے کے حق میں تیر پھینکنے کی حالت
کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر پہلے شخص کا تیر شکار کے لگا اور اُسکو مرتثہ کر دیا پھر اُسکو دوسرے کا تیر لگا اور قتل
کر دیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ شکار مذکور پہلے شخص کا ہے اور کھایا جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی شخص نے
ایک شکار کو تیر مارا اُسکے بعد دوسرے نے تیر مارا پھر دوسرا تیر پہلے تیر پر پڑا اور اُسکو لیے ہوئے چلا گیا یہانتک
کہ پہلا تیر شکار کے لگا اور اُسکو مجروح کرکے قتل کیا پس اگر تیر اول ایسے حال میں ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ بدون
دوسرے تیر کے شکار تک نہ پہونچتا تو شکار دوسرے کا ہوگا اسواسطے کہ وہی اُسکا پکڑنے والا قرار دیا جاویگا حتے کہ اگر
دوسرا شخص مجوسی ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اگر تیر اول ایسی حالت میں ہو کہ معلوم ہو کہ
وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک پہونچے گا تو شکار مذکور اول شخص کا ہوگا اسواسطے کہ پکڑنے میں وہ سابق ہے۔
حالانکہ اُسکا تیر خود کافی ہے لیکن اگر دوسرا شخص احرام میں ہو یا مجوسی ہو تو استحسانًا حلال نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور
منتقی میں حاکم شہید رح نے ذکر فرمایا کہ امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار میں داخل ہوا یا اُسکی
چہار دیواری کے باغ میں داخل ہوا یا بجائے ہرن کے حمار وحشی اس طرح داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کرنیکے

ع اگرچہ ساتھ نہ پھینکے ہوں ۱۲ منہ ۵ ساتھ لگے یا آگے پیچھے ۱۲

پکڑا جا سکتا ہو تو وہ مالک[1] دار کا ہی۔ اسی طرح اگر مچھلیون کے حظیرہ[2] مین اس طرح مچھلیان داخل ہوئین تو انکا بھی یہی حکم ہی مگر یہ حکم جو یہان مذکور ہے اُس حکم سے جو اصل مین ذکر فرمایا ہی مخالف ہے چنانچہ اصل مین مذکور ہے کہ اگر کسی شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اُسکا پیچھا کیا یہان تک کہ اُسکو کسی شخص کی زمین یا دار مین داخل کر دیا تو وہ شکار کتے والے کا ہوگا اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہانتک کہ اُسکو بھگا کر کسی شخص کے دار مین داخل کیا تو وہ اسی شخص کا ہی جو اُسکے پیچھے دوڑکر اُسکو لایا ہی کیونکہ جب اُسنے اُسکو بھگا لا کر مضطر کر دیا تو گویا اپنے ہاتھ مین پکڑ لیا یہ ذخیرہ مین ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر دونون ایسے امر پر متفق ہون کہ جس سے وہ پرند اصلی اباحت پر باقی ہو تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا خواہ اسنے ہوا مین سے پکڑا ہو یا اُسکے دار کے درخت پر سے شکار کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک مکان نے کہا کہ مین نے تجھ سے پہلے اسکا شکار کیا ہی اور شکاری نے اس سے انکار کیا پس اگر اُسنے ہوا مین سے پکڑا ہی تو شکاری کا ہوگا اور اگر اسکے دار مین سے یا اُسکے درخت پر سے پکڑا ہی تو قول مالک مکان کا قبول ہوگا اور اگر ہوا مین سے پکڑنے اور دیوار پر سے پکڑنے مین اختلاف کیا ہی تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی جاری نہر مین سے مچھلیان پکڑین جو بدون شکار کے نہین پکڑی جا سکتی ہین تو پکڑنے والے کی ہونگی اسی طرح اگر اجمہ[3] ہو جسکی مچھلیان بدون شکار کیے ہوئے نہین پکڑی جا سکتی ہین تو انکا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ اجمہ کا مالک ان مچھلیون کا محرز نہین ہی بلکہ محرز وہ ہوا جس نے پکڑی ہین اور اگر اجمہ کے مالک نے اسکے واسطے کوئی حیلہ کیا کہ اجمہ کا پانی نکال دیا اور مچھلیان باقی رہگئین تو وہ اجمہ کے مالک کی ہون گی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر اجمہ کے مالک نے پانی نکال دیا مگر مچھلیون کی غرض سے ایسا نہین کیا ہی تو بھی وہ مچھلیان پکڑنے والے کی ہونگی اور اگر اجمہ کا پانی زمین مین پیوست ہو گیا پس اگر اجمہ والے کا قصد مچھلیان پکڑنے کا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بدون شکار کے وہ نہین پکڑی جا سکتی ہین تو وہ شکار کرنے والے کی ہونگی اور اگر بدون شکار کے اُنکا پکڑنا ممکن ہو تو وہ مچھلیان اجمہ کے مالک کی ہونگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ منتقی مین داؤد بن رشید کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ شہد کی مکھیون نے ایک شخص کی زمین مین چھتے لگائے اور ان مین سے بہت سا شہد نکلا تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور کسی کو اُسکے لینے کی راہ نہوگی اور فرمایا کہ اُسکی زمین مین یہ شہد مشابہ اسکے نہین ہی کہ اُسکی زمین مین ہرن وغیرہ کوئی شکار رہتا ہی یا کسی پرند شکار نے انڈے دیے اور فرق کیطرف اسطرح اشارہ کیا کہ صید تو زمین مذکور مین آتا ہی اور چلا جاتا ہی اور انڈے مین سے بچے نکلکر اُڑ جاتے ہین ہان یہ صید و اُسکے انڈے خود شہد کی مکھیون سے مشابہ ہین پس اگر شہد کی مکھیان کسی نے پکڑ لین تو اُسی کی ہونگی اور شہد نہ کبھی صید تھا اور نہ کبھی صید ہوگا اور منتقی مین امام ابو یوسف رح

[1] یعنے مکان والا اسکا مالک ہو گیا ۱۲ [2] حظیرہ ایک جگہ قریب دریا کے بناتے ہین تاکہ جو مچھلی اسمین آجاوے وہ نکلنے نہ پاوے اور جانور ہون کا حظیرہ مانند کٹہرے کے لکڑیون سے بناتے ہین تاکہ گھوڑیان اس مین رہکر بچے جنین اور بڑے ہوا ہو ۱۲ [3] یعنے مثلاً مالک دار اُس پر ایسا دعوے نہ کرے جس سے کہ اُسکا استحقاق ثابت ہو ۱۲ منہ [4] دعوے مالک مکان ۱۲

سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص نے شہد کی مکھیون کے چھتے رکھے اور اُنمین شہد پیدا ہوا تو ان چھتون کے مالک کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور ملتقط مین لکھا ہی۔ کہ دو شخصون مین سے ایک شخص کی کبوتری ہی اور دوسرے کا کبوتر ہی تو جو بچے پیدا ہون وہ کبوتری والے کے ہونگے کذا فی التاتارخانیہ

تیسرا باب۔ شرائط اصطیاد کے بیان مین۔ شکار کرنے والا اہل ذکوۃ مین سے ہونا چاہیے یعنے ذبح کو اور تسمیہ کو جانتا ہو پس جو نابالغ و مجنون کہ ذبح و تسمیہ کو نہ جانتا ہو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور یہ چاہیے کہ ملت توحید پر ہو خواہ دعوی و اعتقاد دونون طرح سے جیسے مسلمان یا فقط دعوے سے نہ اعتقاد سے جیسے کتابی کذا فی الظہیریہ اور اسکے باوجود یہ بھی شرط ہی کہ وہ احرام مین نہو اور نہ حرام کا شکار کھیلا ہو حتے کہ محرم کا شکار نہ کھایا جائیگا اور نہ جو شکار حلال نے حرم مین شکار کیا ہو۔ اور باقی شکار جو مسلمان یا کتابی نے شکار کیا ہو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور تیر سے شکار کرنے مین تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور کتے و باز وغیرہ سے شکار کرنے مین انکے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور ہمارے نزدیک انکے چھوڑنے مین یہ شرط نہین ہی کہ کسی شکار معین پہ چھوڑے حتی کہ اگر تسمیہ پڑھکر کتے یا باز کو کسی شکار پر چھوڑا پس اُسنے یہ شکار یا دوسرا شکار پکڑا یا چند شکار پکڑے تو اسی تسمیہ سے سب شکار ہمارے نزدیک حلال ہونگے جبتک وہ اس چھوٹ کی روش پہ باقی رہے اور اگر تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا ہی تو شکار کا کھانا حلال ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور مجوسی یعنی آتش پرست اور بت پرست اور مرتد کا شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ ذکوۃ اختیاری کی اہلیت نہین رکھتے ہین پس ایسے ہی ذکوۃ اضطراری کی اہلیت بھی نہین رکھتے ہین یہ کافی مین ہی۔ اور اگر نصرانی نے کتا وغیرہ چھوڑا یا تیر مارا اور اس حالت مین مسیح کا نام لیا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ باز و کتے وغیرہ مین ارسال یعنے باختیار چھوڑنا شرط ہی حتے کہ اگر سکھایا ہوا کتا مالک سے چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے اُسکو سخت آواز دی اور تسمیہ پڑھا پس اگر اُسکے زجر کرنے سے منزجر ہوا یعنی شکار پکڑنے پر حرص طلب زیادہ نہ کی پھر شکار پکڑا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر اُسکی آواز سے منزجر ہو گیا یعنے شکار کی جستجو و پکڑنے پر زیادہ حریص ہو گیا تو یہ شکار استحساناً کھایا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا پھر اُسکو ایک مجوسی نے زجر کیا پس اُسکے زجر کرنے سے وہ منزجر ہو گیا یعنے شکار کا طالب حریص زیادہ ہو گیا تو جو شکار پکڑے اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور زجر سے یہ مراد ہی کہ بلند آواز سے اُسکو شکار پر اغرا کرے اور اگر مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا اور مسلمان نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہو گیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور جس شخص کا ذبیحہ نہین جائز ہی جیسے مرتد و محرم یعنے جو شخص احرام باندھے ہی اور عمداً تسمیہ ترک کرنیوالا اس حکم مین بمنزلہ مجوسی کے ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الصید مین اس مسئلہ مین کہ مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا اور مجوسی نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہو گیا یون ذکر فرمایا ہی کہ اُس کتے کے شکار کھانے مین جبھی مضائقہ نہوگا کہ جب مجوسی نے اُسکو زجر کیا ہی تو ایسی حالت ہو کہ کتا برابر

۱؎ شکار کیا یعنی مارا اور ذبح کیا ہو حتی کہ اگر باہر سے لاکر حرم مین ذبح کیا تو بھی مراد ہے ۱۲ ۲؎ یعنے اُسنے شکار پر چھوڑا ہی پس شکار کو چھوڑ کر کسی کام مین مشغول ہو جاوے اور نہ ٹھہر جاوے یا واپس آوے ۱۲ منہ ۳؎ اختیار حلال کرنا مثل بکری وغیرہ ۱۲ ۴؎ جسکو بلا اختیار حلال کرے جیسے وحشی وغیرہ ۱۲ ۵؎ یعنی باسم المسیح علیہ السلام ۱۲

شکار کی طرف جا رہا ہو اور اگر روش رسال سے ٹھہر گیا پھر اسکے بعد اسکو مجوسی نے زجر کیا اور اسکے زجر کو مان گیا
اور شکار کا طالب و حریص ہو گیا تو اس شکار کا شکار نہ کھایا جائیگا کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر کتے کو
کسی نے چھوڑا ہو مگر وہ خود اٹھکیا یا از خود اڑ کر شکار کے پیچھے ہوا پھر اسکو کسی مسلمان نے زجر کیا اور تسمیہ پڑھ دیا اور وہ
زجر کو مان گیا اور شکار کو پکڑا تو حلال ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ حلال نہو یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وہ منزجر نہوا ہو تو حلال
نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کتا چھوڑا اور عمداً تسمیہ چھوڑ دیا پھر جب کتا شکار کے پیچھے چلدیا تو تسمیہ پڑھکر اسکو زجر کیا
اور اسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا خواہ زجر کرنے سے وہ منزجر ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ینابیع میں ہے اور شکار کھیلنے
کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑنے و تیر مارنے میں کوئی ایسا شخص اُس کے ساتھ شریک
نہو جس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے جیسے آتش پرست و بت پرست و عمداً تسمیہ ترک کرنے والا[ل] اور اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ تیر
پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام میں مشغول نہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو جاوے اور کتے کے پیچھے ہو جاوے
اور اگر کتا اس چھوڑنے والے کی نظر سے اسطرح غائب ہوا کہ اسکو نظر نہیں آتا ہے پھر اسکو دیر کے بعد پایا کہ اُسنے شکار کو قتل
کیا تھا تو ہمیں دو صورتیں ہیں یا تو اسنے پیچھا کرنا نہ چھوڑا ہو یہاں تک کہ شکار کو اس طرح پایا اور کتا اسکے پاس موجود تھا
تو اس صورت میں قیاساً وہ شکار نہ کھایا جاوے اور استحساناً کھایا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ بجواب استحسان یہ شرط کہ کتا اسکے
پاس موجود ضروری ہے حتے کہ اگر شکار کو مردہ پایا اور کتا اسکے پاس سے ہٹ گیا تھا تو قیاساً و استحساناً وہ شکار نہ کھایا
جائیگا۔ اور اگر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا یہانتک کہ جب رات قریب آئی تو اسکی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا اور کتا
اسکے پاس موجود تھا اور شکار میں ایک جراحت تھی کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اسکو کتے نے مجروح کیا ہے یا دوسرے نے
تو کتاب میں فرمایا کہ میں اسکا کھانا مکروہ جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوانی و شمس الائمہ سرخسی نے تصریح کر دی کہ وہ نہ کھایا
جائیگا مگر شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے لیکن فتوی قول اول[ع] پر ہے کذا فی الظہیریہ اور
یہ سب اُس صورت میں ہے کہ شکار کو ایک جراحت سے مجروح پایا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتے کی جراحت ہے اور اگر علامت
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتے کے سوائے دوسرے کی جراحت ہے یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جراحت کتے کی ہے لیکن اسمیں دوسری
جراحت بھی ہو جو کتے کی جراحت نہیں ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا خواہ اُسنے جستجو اور پیچھا کرنا چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور اول
سے آخر تک یہی حکم باز و چرغ و شاہین وغیرہ میں ہے اور تیر کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اسکے لگا پھر شکار مذکور اسکی نظر
سے پوشیدہ ہو گیا پھر اسکو مردہ پایا اور اسمیں سوائے تیر کے دوسری جراحت ہے تو وہ نہ کھایا جائیگا اگرچہ جستجو میں برابر اسکے
پیچھے رہا ہو اور اگر مردہ پایا مگر اُس میں سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول
نہوا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جاوے اور اگر دوسرے کام میں مشغول ہوا ہو تو قیاساً و استحساناً نہ کھایا جاوے

ل عمداً تسمیہ ترک کرنے والا قول اس میں یہ شرط ضرور ہے کہ اعتقادی نہو کیونکہ مثلاً شافعیہ کے اجتہاد سے اس کی حلت اجتہادی
ہے تو جب وہ لوگ ہمکو خبر دیں کہ حلال ہے تو ہم کھا سکتے ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ نصرانی و یہودی کی طرف سے یہ خبر معتبر ہے
پھر اہل السنتہ سے کیونکر معتبر نہوگی اور جاہل متعصب کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ وہ عالم کی صورت میں اہل السنتہ کے
مجتہدوں میں فساد ڈالنا چاہتا ہو فافہم ۱۲ منہ ع ہ یعنے تحریمی ہے ۱۲

یہ محیط میں ہے۔ فتاوی آہو میں ہے کہ ایک شخص نے پانی میں ایک پرند کو تیر مارا اور مجروح کر دیا پھر تیر انداز موزہ اُتارنے میں مشغول ہوا پھر موزہ اُتار کر پانی میں گیا اور پرند کو رخم تیر سے مردہ پایا تو فرمایا کہ اسکا کھانا حلال ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ تیر انداز کا موزہ اُتارنے میں مشغول ہونا عذر نہیں ہے پس اُسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے اسکا کھانا حرام ہو گیا اور یہی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تیر مارا اور دوسرے کو اُسکے پیچھے جستجو کا حکم کیا تو فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کتا چھوڑا اور تسمیہ نہ پڑھا بھول گیا پھر قبل اسکے کہ کتا شکار تک پہونچے تسمیہ پڑھ دیا مگر کتے کو آواز دیکر نہ للکارا یہاں تک کہ اُسنے شکار پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور تیر میں ایسا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے کی صورت میں تدارک سہو اس طرح ممکن ہے کہ اسکو للکار دے اور تیر میں ممکن نہیں کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب شرائط صید کے بیان میں۔ آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک جماد جیسے تیر پیدا اور بلے پر وغیرہ اس کے مانند دوم حیوان جیسے کتا وغیرہ شکاری جانور درند باز و چرخ وغیرہ شکاری پرند پس اگر آلہ شکار حیوان ہو تو اسکی شرط میں سے یہ ہے کہ وہ سیکھا ہوا ہو اور کتا سیکھا ہوا نہ ہوگا تاوقتیکہ اس میں یہ بات نہو کہ وہ شکار کو ہمارے واسطے رکھ چھوڑے خود نہ کھا جاوے اور جب مالک اسکو بلاوے تو چلا آوے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ روان ہو جاوے پس کتے وغیرہ شکاری درندہ کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ شکار میں سے نہ کھاوے اور امام اعظم رح اسکے واسطے کوئی حد نہیں قرار دیتے تھے اور کوئی وقت نہیں مقرر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر شکاری درندہ سیکھا ہوا ہو تو اُسکا شکار کھانے اور بسا اوقات فرماتے تھے کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان پر وہ سیکھا ہوا ہو تو وہ سیکھا ہوا ہے اور بار ہا فرماتے تھے کہ جو شکار کھیلنے والے دانا ہے کار ہیں اُنکے قول کیطرف رجوع کیا جاوے جب وہ کہدین کہ یہ کتا سیکھا ہوا ہو گیا ہے تو وہ سیکھا ہوا ہوگا اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جب تین بار وہ شکار کو پکڑ کر کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہے اور یہی قول ابو یوسف و امام محمد رح کا ہے کذا فی المحیط۔ اور یہی اصح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی پھر صاحبین سے ظاہر الروایت کے موافق اسکا تیسری بار کا چھوڑا ہوا شکار حلال نہیں ہے بلکہ چوتھی بار کا چھوڑا ہوا حلال ہے اور صاحبین سے یہ بھی روایت ہے کہ تیسری بار والا شکار بھی جو اُسنے چھوڑ دیا ہے حلال ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور باز وغیرہ شکاری پرند کے حق میں شکار کو چھوڑ دینا نہ کھانا اُسکے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت نہیں ہے اُسکے سیکھے ہونیکی علامت یہی ہے کہ جب اُسکا پالنے والا اُسکو بلاوے تو وہ مان لے حتی کہ اگر باز وغیرہ نے شکار میں سے کھا لیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے باز کے حق میں فرمایا کہ جب سیکھا ہوا معلوم ہوگا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے پکارنے سے آجاوے بدون اسکے کہ گوشت کی طمع سے ایسا کرے اور اگر اُسکی یہ حالت ہو کہ پالنے والے کی آواز سے نہ آوے الا بطمع گوشت تو وہ سیکھا ہوا نہوگا اور جب یہ حکم لگا یا گیا کہ یہ باز سیکھا ہوا ہے پھر وہ باز اپنے پالنے والے کے پاس سے فرار کر گیا اور بلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اُسکا شکار حلال نہوگا۔ اسی طرح اگر کتے وغیرہ نے شکار میں سے کھا لیا تو سیکھے ہوئے ہونے کے حکم سے خارج ہو گیا اور امام اعظم رح کے نزدیک جتنے شکار اس سے پہلے پکڑے ہوئے اُسکے مالک کے پاس ہیں اُنکا کھانا حرام ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک جن شکاروں کو

اُسکے مالک نے اپنے حرز مین کر لیا ہو اور نہین کھایا ہو وہ حرام نہون گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اسوقت ہے کہ جب ان شکارون کی گرفتاری کا زمانہ قریب ہو اور اگر بعید زمانہ ہو مثلاً ایک مہینہ کے برابر گذر گیا ہو اور کتے کے مالک نے ان شکارون کا قیمہ بنا لیا ہو تو بلا خلاف حرام نہون گے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ اختلاف دونون صورتون مین ہے[۱۲ گوشت خشک] اور اسپر اتفاق ہے کہ ایسے کتے کے جتنے شکارون کو اسکے مالک نے اپنے حرز مین نہین کیا ہو وہ حرام ہونگے ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور ایسے کتے شکارون کی قدید بنالیے ہوئے ہو اگر اُسکے مالک نے فروخت کر دیا ہو تو شک نہین ہے کہ صاحبینؒ کے قول پر بکی بیع نہ ٹوٹے گی اور بنا بر قول امام اعظم رہ کے جبکہ بائع و مشتری نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کتا جاہل تھا سیکھا ہوا نہ تھا تو بیع ٹوٹ جانی چاہیے اور فرمایا کہ پھر اسکے بعد اس کتے کا شکار حلال نہوگا یہان تک کہ وہ سیکھ جاوے اور اُسکے سیکھنے کی حد وہی ہے جو ہمنے پہلے پہل اُسکے سیکھے ہوے ہونے کی پہچان مین باقوال مختلفہ بیان کر دی ہے اسیطرح اگر باز اپنے مالک سے فرار ہو گیا اور بلانے سے نہ آیا جسنے کہ اُسکے جاہل بغیر سیکھے ہوے ہونے کا حکم دیا گیا تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور پھر اگر اسکے بعد اسنے پے در پے تین بار اپنے پالنے والے کے آواز دینے پر فرمانبرداری کی تو اُسکے سیکھے ہوے ہو جانے کا حکم دیا جائیگا یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور اگر اُسنے شکار کا خون پی لیا تو شکار کھایا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر سیکھے ہوے کتے نے شکار پکڑا اور اُس سے اُسکے مالک نے لے لیا پھر مالک نے اسمین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے کھایا تو کتا اپنے حال سابق کے موافق سیکھا ہوا رہے گا۔ اسی طرح اگر مالک نے کتے کے پاس سے وہ شکار لے لیا پھر کتے نے اُچک کر مالک کے پاس سے شکار مین سے ایک ٹکڑا لے کر کھایا حالانکہ وہ مالک کے ہاتھ مین ہے تو یہ کتا سیکھا ہوا رہیگا اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر کتے نے شکار مالک کو دینے کے بعد اُسمین سے چرا لیا تو بھی کتا سیکھا ہوا رہیگا۔ اور اگر سیکھے ہوے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اُسنے حملہ کر کے شکار مین سے ایک لوتھڑا گوشت دانتون سے نوچ لیا اور شکار بھاگ گیا پس کتے نے وہ لوتھڑا کھایا پھر شکار کے پیچھے دوڑا اور اُسکو پاکر قتل کر ڈالا اور کچھ نہ کھایا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسکا شکار مین سے کھا لینا یہ اُس کے جاہل ہونے کی علامت ہے اور اگر کتے نے حملہ کر کے اُسکا گوشت نوچ لیا اور شکار بچ کر بھاگا پھر کتے نے اسکا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر ڈالا[۱۲ پھینکا ہوا] اور اس مین سے کچھ نہ کھایا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جو اُسکے بے سیکھے ہونے پر دلالت کرتا ہو اسواسطے کہ اُس نے شکار مذکور مین سے ایک ٹکڑا اسی واسطے نوچ لیا کہ زخم کاری لگے[۱] تاکہ اس سے اُسکے پکڑ لینے پر قادر ہو جاوے پس یہ امر بمنزلہ زخمی کرنے کے ہے۔ اور اگر کتے کے مالک نے شکار کو اُس کتے سے لے لیا اور کتا اُسکو قتل کر چکا تھا پھر اسکے بعد کتا واپس ہوا اور جو ٹکڑا نوچ کر ڈال دیا ہے اُسکے پاس گذرا اور اُسکو کھا لیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا۔ اور اگر کتے نے شکار کا پیچھا کیا اور اُسکی بوٹی نوچ لی اور کھائی حالانکہ شکار ہنوز زندہ تھا وہ کتے کے پاس سے چھٹک بھاگا پھر کتے نے اسیوقت ایک

---

[۱] کیونکہ خون اس کے مالک کی غذا نہین ہے ۱۲ [۲] اسمین اشارہ ہے کہ کتا عمداً اس ٹکڑے کیواسطے نہین آیا تھا ۱۲ منہ

دوسرا شکار پکڑ کر قتل کیا اور اسمین سے کچھ نہ کھایا تو اصل مین اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ مین اس شکار کا کھانا مکروہ جانتا ہون اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اسمین سے کھانا اسکے بے سیکھے ہوئے ہونے کی دلیل ہے - کذا فی البدائع قال المترجم بنابر تصریح شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی مکروہ سے تحریمی مراد ہے اور بنا بر تقریر شیخ الاسلام تنزیہی مراد ہے والاول اصح - ایک شخص نے کتا ایک شکار پر چھوڑا اسنے اسکو نہ پکڑا دوسرا شکار پکڑا پس اگر ارسال کی روش پر چلا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے یہ سراجیہ مین ہے - اگر کسی نے اونٹ کو تیر مارا اور وہ شکار کے لگا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا یا نہین تو جبتک یہ معلوم نہو کہ وہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا تب تک شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اونٹ کے حق مین اصلیت یہی ہے کہ وہ ہلا ہوا ہو پس اصل کے موافق لیا جائیگا یہان تک کہ خلاف اصل ثابت ہو[1] یہ کافی مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنے باز کو خرگوش پر چھوڑا اور اسنے اس ارسال مین دوسرے شکار کو پکڑا حالانکہ باز سوائے خرگوش کے کچھ شکار نہین کرتا ہے تو جو اسنے شکار کیا ہے وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر اس نے سور یا بھیڑیے کی طرف چھوڑا اور اسنے ہرن کا شکار کیا تو اسکا کھانا حلال ہے یہ ینابیع مین ہے - اور اگر باز کو ہرن پر چھوڑا حالانکہ وہ ہرن کا شکار نہین کرتا ہے پس اسنے کسی شکار کو پکڑا تو نہ کھایا جائیگا یہ تہذیب مین ہے - اور اگر اپنا کتا ایک شکار پر تسمیہ پڑھکر چھوڑا اسنے اسی ارسال مین بہت سے شکار ایک بعد دوسرے کے پکڑے تو سب حلال ہین اسی طرح اگر اسنے ایک شکار کو تیر مارا وہ اسکے لگ کر پار ہوگیا اور جا کر دوسرے کے لگا اور پار ہو کر جا کر تیسرے کے لگا ہو تو ہمارے نزدیک سب حلال ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر اسنے شکار کو پکڑا اور دیر تک دابے پڑا رہا پھر اسکے پاس سے دوسرا شکار گذرا اور اسنے اسکو پکڑ کر قتل کیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائیگا الا اس صورت مین کہ دوبارہ ارسال ہو یا جسمین زجر ممکن ہے اسکو تسمیہ کہکر اس طرح للکار دیا ہو کہ وہ منزجر ہوگیا ہو یعنی شکار کی جستجو زیادہ کرنے لگا ہو اور یہ اسوجہ سے ہے کہ فی الفور صید کرنا باطل ہوگیا ہے اسی طرح اگر کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا اور وہ شکار سے داہنے بائین ہو کر سوائے طلب شکار کے کسی بات مین مشغول ہوگیا اور اس ارسال مین فتور ہوگیا پھر اسنے کسی صید کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا الا اس صورت مین کہ ارسال جدید پایا جاوے یا شکاری جانور کو اسکا مالک زجر کرے یعنی للکارے اور تسمیہ پڑھدے اور وہ منزجر ہو جاوے یہ ایسے جانور مین جسکا زجر کرنا ممکن ہو اور وجہ نہ کھائے جانے کی یہ ہے کہ جب شکاری جانور سوائے طلب شکار کے دوسرے امر مین مشغول ہوگیا تو ارسال کا حکم منقطع ہوگیا پھر جب اسکے بعد وہ کوئی شکار کریگا تو خود وہ شکار پر دوڑا ہے پس اسکا شکار حلال نہوگا الا اس صورت مین کہ جس جانور کا للکارنا ممکن ہے اسکو اسکا مالک تسمیہ پڑھکر للکارے[2] یہ بدائع مین ہے - ایک شخص نے ایک شکار پر اپنا کتا چھوڑا اگر وہ خطا کر گیا اور اسکے سامنے دوسرا شکار پیش آگیا اسکو اسنے قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اور اگر کتا لوٹا اور لوٹنے مین اسکے سامنے کوئی شکار آگیا اسکو اسنے قتل کر دیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ ارسال کا حکم اسکے لوٹنے سے باطل ہوگیا اور بدون ارسال کے شکار حلال نہین ہوتا یہ خلاصہ مین ہے اگر کسی نے کسی شے کو شکار گمان کر کے اسپر کتا چھوڑا پھر وہ

---

[1] یعنی اصل سے خلاف ہو جانے کیواسطے دلیل سے ثبوت چاہیے اور اصلیت پر باقی رہنے کیواسطے ثبوت کی ضرورت نہین ہے ۱۲ منہ
[2] قال مرادیہ ہے کہ وہ للکار کو قبول بھی کرلے یعنی طالب شکار زیادہ ہو جاوے ۱۲ منہ [3] خواہ کتا وغیرہ ہو یا باز وغیرہ ہو ۱۲

وہ چیز شکار نہ نکلی پھر اُسکے سامنے شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے
اپنا کتا ایک چیز کو آدمی گمان کر کے چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پھر آدمی نہ تھا بلکہ شکار نکلا تو کھایا جائیگا اور یہی مختار ہے اسواسطے
کہ یہ امر ظاہر ہوا کہ اُسنے شکار پر چھوڑا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر چیتا شکار پر چھوڑا اور اسنے کمین گاہ مین گھات لگائی اور
شکار کا پیچھا نہ کیا جیسے اُسکی عادت ہوتی ہے تاکہ شکار پر قابو پاوے پس ایک ساعت درنگ واقع ہوا پھر اسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا
تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر کتا چھوڑا اور اسنے مثل چیتے کے دائون گھات کیے تو وہ بھی جو شکار کرے اُسکے کھانے مین مضائقہ
نہین ہے اسواسطے کہ یہ حکم ارسال مثل جست کرنے و دوڑنے کے ہے اسی طرح اگر باز چھوڑا اور وہ کسی چیز پر گر پڑا پھر وہان سے
اُڑکر شکار کو پکڑ لیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسیطرح تیر انداز نے اگر کسی شکار کو تیر مارا تو جس شکار کو اس روش مین اسی جہت
مین تیر لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر ایک شکار کے لگ کر پار ہو کر دوسرے کے لگ کر پار ہو کر تیسرے و چوتھے وغیرہ
کے لگے تو سب کھائے جاوینگے اور اگر تند ہوا نے تیر کو اُس رُخ سے کسی جانب داہنے بائین پھیر دیا اور وہ کسی شکار
کے لگا تو کھایا جائیگا اور اگر ہوا نے اُسکو اس رخ سے نہ پھیرا ہو تو جس شکار کے لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر تیر مذکور کسی دیوار
یا پتھر پر پڑا اور لوٹ کر کسی شکار کے لگا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر تیر ایک درخت سے ہو کر گذرا اور ہوا پر درخت سے
رگڑ کھاتا جاتا تھا لیکن تیر اپنی راہ سے سیدھا جا رہا تھا اور کسی شکار کے لگا اور اُسکو مار ڈالا تو وہ کھایا جائیگا اور اگر درخت
کے صدمہ سے تیر مذکور داہنے یا بائین کسی رُخ کو پھر کر کسی شکار کے لگا ہو تو وہ نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر تیر مذکور کسی دیوار
کو چھیلتا ہوا اپنی راہ پر سیدھا نکل گیا اور کسی شکار کو قتل کیا تو کھایا جائیگا یہ بدائع مین ہے۔ اگر مسلمان نے اپنا
سکھایا ہوا کتا کسی شکار پر چھوڑا پھر اُسکے ساتھ بے سکھا ہوا کتا یا ایسا کتا جسپر عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہین لیا گیا ہے یا
مجوسی کا کتا شریک ہو گیا تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو اول کتے کیطرف لوٹایا اور اول کتے کے
مجروح کرنے مین شریک نہوا اور شکار مذکور اول کتے کی جرح سے مر گیا تو اُسکا کھانا مکروہ ہے بعض نے فرمایا کہ کراہت
تنزیہی ہے اور بعض نے فرمایا کہ تحریمی ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رہ نے اختیار کیا ہے۔ کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے۔
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف لوٹایا یہانتک کہ اُسنے پکڑ لیا تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین
ہے اسواسطے کہ مجوسی کا فعل کتے کے فعل کی جنس سے نہین ہے پس مشارکت ثابت نہوگی اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو پہلے
کتے کی طرف نہ لوٹایا ہو لیکن اُسنے پہلے کتے سے دوڑ مین آگے نکل جانا چاہا تاکہ اول کتا بھی تیز دوڑا اور پہونچکر تنہا شکار
کو قتل کر ڈالا تو حلال ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر مجوسی نے کسی مسلمان کے ساتھ ملکر کمان کھینچی اور شکار کو تیر لگا تو اُسکا کھانا
حلال نہین ہے اور منجملہ شرط کلب و باز وغیرہ کے یہ ہے کہ ارسال کے بعد اُس سے پیشاب کرنے یا کھانے کا فعل صادر نہو اور اگر کتے وغیرہ کی
طرف سے ایسا فعل پایا گیا یا اُسنے بہت توقف کیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور منجملہ اُسکی شرائط کے یہ بھی ہے کہ اُسکا زخم جارح
یعنی جرح کنندہ ہو حتی کہ اگر اُسنے بدون جرح کے قتل کیا تو حلال نہوگا یہ زیادات و مختصر عصام مین مذکور ہے اور اصل مین
اس طرف اشارہ کیا کہ وہ حلال ہے چنانچہ اصل مین یون فرمایا کہ جب اُس نے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو حلال ہے اور اسکی تفصیل نہ فرمائی
کہ جرح سے قتل کیا یا مخنوق یعنے گردن دبا کر مار ڈالا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم و امام ابو یوسف سے سوائے روایت اصول کے

روایت کی ہے کہ شکار حلال ہے اگرچہ اُسنے جرح سے قتل نہ کیا ہو پس بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے جو حکم اصل
مین ذکر فرمایا ہے وہ امام اعظم و ابو یوسف کا قول ہے اور جو زیادات مین ذکر فرمایا ہے وہ اپنا قول ہے اور بعضے مشائخ نے
فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہے وہ کوتاہی کے ساتھ ہے یعنی مفصل ذکر نہ کیا اور جو زیادات مین مذکور ہے وہ درازی کے ساتھ
مفصل ہے اور صحیح وہی ہے جو زیادات مین ہے اور امام ابو یوسفؒ نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر اُسنے شکار کا کوئی عضو
توڑ دیا جس سے وہ مرگیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہے اسواسطے کہ توڑنا جراحت باطنی ہے پس جراحت ظاہری پر اُسکا اعتبار و
قیاس کیا گیا کذا فی المحیط قال المترجم فعلی ہذا الخنق ایضا کذلک وہذا یشہد بظاہرہ لمن ذہب الی ما اشیر الیہ فی الاصل قال اگر مسلمان نے
اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پس کتا اُس شکار تک پہونچ گیا اور اُسکو زخم دیا اور سست کر دیا پھر دوبارہ زخم یا
اور قتل کر دیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے دو کتے چھوڑے پس ایک نے اُسکو زخم کر کے سست کر دیا
پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اسواسطے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح نکرنا یہ تعلیم مین داخل نہین ہے پس عفو
قرار دیا گیا اور اگر دو آدمیون سے ہر ایک نے اپنا اپنا کتا چھوڑا اور شکار کو ایک کتے نے مجروح کر کے سست کر دیا پھر
دوسرے نے اُسکو قتل کر دیا تو شکار مذکور کھایا جائیگا اور وجہ یہی ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے مگر شکار مذکور پہلے کتے والے
کی ملک ہوگا یہ ہدایہ مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا سکھلایا ہوا کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے ٹانگ توڑ دی یا اسی طرح اُسکی
کونچین کاٹ دین کہ وہ شکار رہا پھر دوسرے شخص نے اسی شکار پر اپنا کتا چھوڑا اُسنے اُسکی دوسری ٹانگ توڑ دی
یا خوب کونچین کاٹ ڈالین پھر دونون کونچین کاٹنے سے شکار مذکور مرگیا تو ہم کہتے ہین کہ شکار مذکور شخص اول کا
ہے مگر اُسکا کھانا حلال نہین ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب دوسرے شخص نے اپنا کتا اُسوقت چھوڑا ہو کہ جب پہلے شخص کے
کتے نے شکار کو پاکر بہت زخمی کر دیا ہو اور اگر پہلے شخص کے کتے نے زخمی کیا ہو مگر خوب زخم کاری نہ پہونچایا ہو اور اُسکو
صید ہونے سے باہر نہ کیا ہو پھر دوسرے شخص نے اپنا کتا چھوڑ دیا اور اُسکے کتے نے پہونچکر اُسکو زخمی کر دیا اور زخم
کاری لگایا کہ جس سے وہ صید نہ رہا تو وہ شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر دونون کتون
کا زخم علیحدہ علیحدہ ایسا ہو کہ جس سے وہ شکار صید ہونے سے خارج نہین ہوتا ہے لیکن دونون کا زخم ملاکر ایسا ہے کہ جس
سے وہ جانور صید نہین رہتا ہے تو وہ شکار دونون کا ہوگا اسی طرح اگر دونون کتون نے اُس شکار کو ایک ہی
ساتھ پکڑ پایا ہو تو بھی شکار مذکور دونون کا ہوگا اور دونون صورتون مین حلال ہے اور اگر دوسرے شخص نے
اپنا کتا پہلے شخص کے کتے کے شکار پکڑ پانے سے پہلے چھوڑا ہو تو جسکا کتا پہلے شکار کو پکڑ لے یہ شکار اُسی کا
ہوگا جیسا کہ دو تیرون کی صورت مین حکم ہے اور حلت ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اپنا اپنا کتا ایک ہی ساتھ
چھوڑا پس ایک کے کتے نے دوسرے کے کتے سے پہلے شکار کو پکڑ کر اُسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کتے نے
اُسکو پکڑا تو یہ شکار اُسکا ہے جسکے کتے نے اُسکو پہلے پکڑا ہے اسی طرح اگر دونون نے آگے پیچھے چھوڑا مگر دوسرے کے

ل اگر کہا جاوے کہ پھر صحیح ہونے کے کیا معنے ہین جواب یہ کہ جو زیادات مین مذکور ہے وہ حکم صحیح ہے اور اسی پر اصل کا کلام
محمول ہے فافہم ۱۲ منہ ۵ یعنے جیسے شکار آدمی کے قابو سے باہر ہوتا ہے ایسا نہ رہا ۱۲

کتے نے اسکو پہلے پکڑ کر زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر پہلے کے کتے نے اسکو پکڑا تو یہ شکار دوسرے کا ہوگا اور اگر دونوں نے
اسکو ایکبارگی پکڑا یا ایک نے اسکو پہلے پکڑا مگر زخم کاری نہ پایا تھا کہ دوسرے نے اسکو پکڑا تو یہ شکار دونوں کا ہوگا یہ ذخیرہ
میں لکھا ہے۔ اور تجنیس خواہرزادہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ایسے شکار پر چھوڑا جسکو وہ آنکھوں سے نہیں دیکھتا ہے یا
ایسے شکار کو تیر مارا اور وہ شکار مر گیا اور یہ شخص اسکی جستجو میں پیچھے ہے پس اسکو پایا تو وہ حلال ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر باز
اپنی منقار یا چنگل سے شکار کو زخمی کیا اور بیہوش کر دیا یا کتے نے اسکو زخم کاری سے مجروح کیا پھر اسکا مالک آیا اور اتنا
قابو پایا کہ اسکو پکڑ لے مگر اسنے نہ پکڑا یہاں تک کہ باز یا کتے نے دوسری ضرب سے اسکا کام تمام کر دیا تو عامہ مشائخ
کے نزدیک اسکا کھانا حلال ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جو جانور معراض کے عرض کے صدمہ سے ہلاک ہوا اور جو جانور
گلولہ کے صدمہ سے مر جائے وہ نہ کھایا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اسی طرح اگر اسکو پتھر سے پھینک مارا اور پتھر بھاری
ہے اور اسمیں دھار ہے تو بھی یہی حکم ہے اگرچہ شکار کو مجروح کیا ہو اسواسطے کہ اس میں احتمال ہے کہ شاید پتھر کے بوجھ سے
مر گیا ہو اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اسمیں دھار ہو تو حلال ہوگا اسواسطے کہ اسکا مرجانا پتھر کی جراحت سے ہوگا اور اگر
پتھر ہلکا ہو اور اسکو لنبا مثل تیر کے بنایا اور اسمیں دھار ہے تو شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کو سنگ مروہ دھاردار پھینک مارا
اور اسنے پارہ گوشت جراحت سے جدا نہ کیا تو حرام ہے اسی طرح اگر سنگ مروہ پھینک مارا اور شکار کا سر جدا کر دیا
یا اسکی شہ رگیں وغیرہ کاٹ ڈالیں تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ لکڑی سے مارا یہاں تک کہ
اسکے بوجھ کی وجہ سے شکار مذکور مر گیا مجروح ہو کر نہیں مرا تو بھی حرام ہے الا اس صورت میں کہ جب ایسی لکڑی میں
دھار ہو کہ پارہ گوشت جدا کرے تو اس صورت میں حلال ہوگا کیونکہ یہ لکڑی مثل تلوار و تیر کے ہوگی اور اصل
یہ ہے کہ جب شکار کا مرنا قطعاً جرح کی طرف مضاف ہو تو حلال ہوگا اور اگر یقیناً گرانی کی طرف منسوب ہو یعنی بسبب
ثقل کے مر گیا تو حرام ہوگا اور اگر شک واقع ہوا یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ شکار مذکور بسبب جراحت کے ہلاک ہوا
ہے یا بسبب بوجھ کے مرا ہے تو احتیاطاً حرام ہے اور اگر شکار کو تلوار سے یا چھری سے پھینک کر مارا اور دھار کی
طرف سے اسکے لگی اور اسکو مجروح کر دیا تو حلال ہے اور اگر چھری پشت کی طرف سے یا تلوار قبضہ کی طرف سے اسکے
لگی ہو تو حرام ہے اور اگر شکار کو پھینک مارا اور وہ مجروح ہو گیا پھر جراحت سے مر گیا پس اگر جراحت خون بہتی ہو تو بالاتفاق
حلال ہے اور اگر خون نہ دیتی ہو تو بعضے متاخرین کے نزدیک حلال ہے خواہ جراحت صغیر ہو یا کبیر ہو اور بعض
متاخرین کے نزدیک خون دینا شرط ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک اگر جراحت کبیر ہو تو بدون خون دینے کے حلال ہے
اور اگر صغیر ہو تو حلال نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک تیر مارا پھر دوسرے شخص کا تیر اسکے معارض ہو گیا اور اسکو
اسکی سیدھی راہ سے رد کر دیا اور ایک شکار کے لگا اور اسکو قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور
زیادات میں مذکور ہے کہ وہ شکار کھایا جائیگا اور شمس الائمہ ابو محمد عبد العزیز احمد الحلوانی نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہے

ف۔ قال المترجم یہی جمہور علماء کا قول ہے اور معراض کے عرض سے حرام ہونا حدیث مرفوع سے ثابت ہے اور بندوق کا بھی یہی حکم ہے اور تحقیق مسئلہ
تفسیر مترجم میں ہے اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی یہی تصریح کر دی لیکن مولف فتح البیان نے غلطی سے شوکانی رحمہ اللہ
[illegible] سے نقل کیا فافہم ۱۲ م

اُسکی تاویل یہ ہے کہ دوسرے تیر مارنے والے کا قصد شکار کو تیر مارنا نہ تھا بلکہ غرض اُسکی تیر اندازی کا کھیل یا تیر اندازی سیکھنا
تھا یا اُسنے عمداً تسمیہ ترک کیا تھا سنئے کہ اگر اُسنے شکار مارنے کا قصد کیا ہو تو موافق روایت اصل کے حلال ہوگا
یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص مسلمان نے شکار کو تیر مارا اور دور رکھے ہوئے تیر کے لگا اور اُسکو اُٹھالے گیا اور شکار کے
تیر جا کر لگا اور اُسکو جراحت سے قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر معراض یا پتھر یا گولہ پھینکا اور وہ ایک تیر
پر پہونچا اور اُسکو اُٹھالے گیا اور یہ تیر ایک شکار کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو حلال ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مجوسی نے بعد
مسلمان کے تیر پھینکنے کے اپنا تیر مارا پس شکار تیر اول کے تیر پر پڑا اور لگا چلا گیا یہاں تک کہ مسلمان کا تیر شکار کے لگا پس
اگر معلوم ہو کہ اگر مجوسی کا تیر نہ ہوتا تو شکار تک نہ پہونچتا تو شکار حرام ہے اسی طرح اگر مجوسی کے تیر نے مسلمان کے تیر کو اُسکے روانی کے
رخ سے پھیر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مجوسی کے تیر نے اُسمیں قوت بڑھا دی ہو اور اُسکے روش کے رُخ سے برگشتہ نہ کیا ہو
تو شکار مسلمان کا ہوگا لیکن استحساناً حلال ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اُسکے تیر سے شکار فرار ہو گیا
یا اپنا کتا چھوڑا اور اُسکے کتے سے شکار فرار ہو گیا پھر مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا کتا چھوڑا تو شکار حلال ہوگا الا اس صورت میں
کہ مسلمان کے تیر مارنے و کتا چھوڑنے سے پہلے مجوسی کا تیر زمین پر گر پڑا ہو یا اُسکا کتا واپس ہو گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے
اگر حلالی شخص اور ایک شخص احرام باندھے ہوئے دونوں ایک شکار کے تیر مارنے میں شریک ہوئے تو اُس کا کھانا
حلال نہیں ہے جیسا کہ اگر مسلمان و مجوسی ایک شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو اُسکا کھانا حرام ہے یہ مبسوط میں ہے
تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے وقت اسلام ہونا حلال ہونے کے واسطے شرط ہے حتیٰ کہ اگر حالت اسلام میں ایک
شخص نے تیر مارا یا شکاری جانور چھوڑا پھر مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو حلال نہیں ہے یہ
غیاثیہ میں ہے۔ مجوسی اگر یہودی یا نصرانی ہو گیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ کھایا جائے گا اور نصرانی اگر مجوسی ہو گیا تو اُسکا شکار
و ذبیحہ نہ کھایا جائے گا اور مسلمان اگر مرتد ہو گیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر یہودی یا نصرانی ہو گیا تو
بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر چند لوگ مجوسیوں نے ایک شکار کو اپنے اپنے تیر مارے پھر شکار اُن کے
تیروں سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اُسنے تسمیہ پڑھکر تیر مارا اور مسلمان کا تیر اُسکے لگا اور اُسکو قتل کیا تو مسئلہ میں
دو صورتیں ہیں کہ اگر مجوسی کا تیر ہنوز زمین پر نہیں گرا تھا کہ مسلمان نے اُسکو تیر مارا تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہے الا اُس
صورت میں کہ مسلمان اُسکو زندہ پا کر حلال کر ڈالے تو حلال ہوگا اسوجہ سے کہ مجوسیوں نے تیر مارنے میں اُس کی
اعانت کی ہے حقیقتہً ذبح کرنے میں اعانت نہیں کی ہے اور حقیقتہً حلال کر ڈالنے کے ہوتے ہوئے تیروں سے اعانت
کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر مجوسیوں کے تیر زمین پر گر جانے کے بعد پھر مسلمان نے تیر مارا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے
تو اُسکا کھانا حلال ہے اسی طرح اگر مجوسیوں نے شکار پر اپنے کتے چھوڑے اور شکار اُنکے کتوں سے فرار ہو کر مسلمان
کی طرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مار کر قتل کیا یا اپنا کتا یا باز یا چرغ وغیرہ اُسپر چھوڑا اور کتے نے اُسکو پکڑ کر قتل کر دیا پس اگر مسلمان کا
تیر مارنا ایسی حالت میں تھا کہ جب مجوسی کا چرغ و باز وغیرہ شکار مذکورہ کے پیچھے تھا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اُسکے
واپس ہونے کے بعد تھا تو حلال ہوگا اسی طرح اگر شکار کے پیچھے کوئی بے سیکھا ہوا کتا یا بے سیکھا ہوا باز وغیرہ

ہو پھر شکار اُسکے سامنے سے بھاگتا ہوا مسلمان کیطرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا کتا یا باز اُسپر چھوڑا اور اُس نے پاکر قتل کیا تو ہمارے نزدیک بھی اُسی تفصیل سے حکم ہے جو ہمنے بیان کی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور صید میں یہ شرط ہے کہ اُسکی موت میں سوائے جراحت تیر یا کتے و باز وغیرہ کے کوئی اور سبب شریک نہو جیسے کسی مقام سے گر پڑنا یا پانی میں گر پڑنا یا کوئی جراحت موجود ہو یا جس سے وہم ہو کہ شاید اس جراحت سے مرا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر شکار کے تیر لگا اور وہ زمین پر گرا یا زمین پر پختہ اینٹیں بچھی ہوئی تھیں اُن پر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہے اور اگر پانی میں گرا یا پہاڑ پر۔ یا اونچے پتھر کے ٹیلہ پر یا درخت یا دیوار پر یا گاڑے ہوئے نیزے کی نوک پر یا کھڑی ہوئی اینٹوں پختہ یا خام کی نوک پر گر کر پھر زمین پر گرا تو حلال نہیں ہے اسواسطے کہ ان چیزوں سے احتراز ممکن ہے چنانچہ تردی[۱] سے احتیاط منفک ہی ہے پس اُسکا اعتبار واجب ہے اور احتمال پیدا ہوا کہ اُسکی موت شاید پانی یا تردی کی وجہ سے ہوئی ہو تو مبیح و محرم مجتمع ہوئے پس احتیاطاً وہ حرام رکھا گیا حتی کہ اگر پانی کا پرند ہو اور وہ پانی میں گرا اور اُسکا زخم پانی میں منغمس نہیں ہوا تو اُسکا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ پانی سے اُسکی موت کا احتمال نہیں ہے اور اگر اُسکا زخم پانی میں منغمس ہو گیا تو نہ کھایا جائیگا بسبب احتمال اس امر کے کہ شاید اُسکی موت پانی کی وجہ سے ہوئی ہو اور یہ سب ایسی صورت میں ہے کہ جب شکار کے ایسا زخم لگا ہو جس سے اُسکی زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ جس سے اُسکی زندگی کی امید نہو تو حلال ہے بشرطیکہ اُسمیں اتنی حیات رہگئی جیسے ذبح کرنے کے بعد مذبوح میں رہجاتی ہے مثلاً اُسکا سر جدا ہو گیا ہو پھر پانی میں گرا اسوجہ سے کہ اس صورت میں احتمال مذکور معدوم ہے اور اگر ان چیزوں میں سے کسی چیز پر گر کر مرا اور وہاں سے زمین پر نہ گرا اور یہ شی ایسی ہے کہ اُس سے قتل نہیں ہوتا ہے مثلاً چھت ہے یا پہاڑ ہے تو وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ برابر مستوی چیز پر گرنا مثل زمین پر گرنے کے ہے کیونکہ اس سے احتراز متعذر ہے اور اگر ایسی چیز ہو جس سے قتل ہو جاتا ہے جیسے نیزے کی دھار یا کھڑے ہوئے نرکل و کھڑی ہوئی اینٹیں پختہ و خام کی دھار یا ایسی کسی چیز پر گرا تو حلال نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہے کہ شکار کھیلنے والے کے پہونچنے سے پہلے وہ مر جاوے تاکہ بلاشبہہ و خلاف اُسکا حق ہو کیونکہ اگر شکار کرنے والا اُس تک پہونچا اور وہ زندہ موجود تھا تو اسمیں اقوال مختلفہ ہیں۔ اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہے کہ متنفر و متوحش ہو مالوف نہو جیسے وحوش و داجن[۲] ہوتے ہیں کذا فی المحیط

پانچواں باب۔ جو حیوان ذکوۃ قبول کر سکتے ہیں اور جو قابل ذکوۃ نہیں ہوتے ہیں اُنکے بیان میں۔ اگر کتا وغیرہ شکاری درندہ چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر اُسنے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اُسکا کھانا حرام ہوگا اور یہی حکم باز وغیرہ پرند شکاری اور تیر میں ہے اور وجہ یہ ہے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو باوجود اُسپر قادر ہونے کے ترک کیا اور یہ اُس صورت میں ہے کہ جب اُسکے ذبح کر دینے پر قادر ہوا اور اگر شکار ہاتھ آیا مگر یہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر نہیں ہے حالانکہ اُسمیں زندگی بہ نسبت مذبوح جانور کے زائد موجود ہے تو ظاہر الروایۃ میں وہ نہ کھایا جائیگا کذا فی الکافی

---

[۱] تردی یا رد جیسے گر پڑنا ۱۲ [۲] قال المترجم یقال ظبی واجن اذا الفت بمکان واستانست یعنے داجن وہ جانور وحشی جو کسی جگہ سے مانوس و مالوف ہو جاوے ۱۲ منہ

اور اسی پر فتوی ہے کذا فی التبیین - اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ وہ حلال ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذبح کرنے پر اسوجہ سے قادر ہوا کہ اُسکے پاس آلہ ذبح موجود نہ تھا تو وہ نہ کھایا جاوے اور اگر بسبب ضیق وقت کے قادر ہوا تو ہمارے نزدیک کھایا جاوے اور حسن بن زیاد و محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ استحساناً حلال ہے اور استحسان ہی کو قاضی فخر الدین معروف بقاضیخان نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اس جراحت کے ساتھ شکار ندکور کے زندہ رہنے کا وہم ہو اور اگر اُسکے زندہ باقی رہنے کا وہم نہو مثلاً کتے نے اسکا پیٹ پھاڑ دیا اور آنتین وغیرہ نکال دی ہین پھر زندہ شکار کھیلنے والے کے ہاتھ آیا اور مر گیا تو اُسکا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ اُسکے ہاتھ آنے سے پہلے اُسمین فعل ذکوۃ یعنی اضطراری خوب متقرر ہو چکا ہے اور اضطراب خفیف جو اُسمین باقی ہے وہ مذبوح کے مانند ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک وہ حلال نہوگا اور یہ قیاس ہے اسواسطے کہ شکار مذکور زندہ اُسکے ہاتھ آیا پس بدون ذبح کے حلال نہوگا جیسے متردیہ مین ہے اور یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے ذبح کرنا ترک کیا ہو اور اگر ذبح کر دیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی حلال ہوگا اسواسطے کہ اگر حیات مستقرہ باقی ہو تو ذبح کرنا اپنے موقع پر ہوا بالاجماع اور اگر اُسمین حیات مستقرہ نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ذکوۃ تو فقط ذبح ہے وہ پایا گیا اور صاحبین رح کے نزدیک وہ اگرچہ ذکوۃ کیواسطے حیات مستقرہ چاہیے علی نحو ما مر لیکن بدون ذکوۃ کے حلال ہے اسطرح متردیہ و نطیحہ و موقوذہ مین اور جسکے پیٹ کو بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہو اور اُنمین زندگی خفیہ یا ظاہر رہ گئی ہو پس اگر اُسکو ذبح کر دے تو حلال ہو جاوے گا یہ کافی مین ہے - اور اگر اُسکو زندہ پایا مگر نہ لیا پس اگر اتنا وقت ہو کہ اگر پکڑ لیتا تو ذبح کر سکتا تھا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر ذبح نہ کر سکتا تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایہ ایک شخص نے بیمار بکری ذبح کی حالانکہ اُسمین صرف اسقدر زندگی رہ گئی تھی جیسے مذبوح مین ذبح کیے جانے کے بعد رہجاتی ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ نہین رہی ہے اور مشائخ نے امام اعظم رح کے قول پر اس صورت مین خلاف کیا ہے اور قاضی اسبیجابی نے شرح طحاوی مین تصریح کی کہ امام اعظم رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ مین ہے اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہونچنے سے پہلے کسی دوسرے سبب سے صید نہ رہا پھر اسکے تیر لگا - تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ جسوقت اُسنے تیر مارا ہے اُسوقت وہ شکار تھا اور حلت کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے سوائے ایک مسئلہ کے جسکو امام محمد رح نے آخر کتاب الصید مین ذکر کیا ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر مارنے والا و شکار دونون حل مین موجود ہین اور ہنوز وہ تیر اُس شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرم مین داخل ہوا اور تیر اُسکے پیچھے تھا یہان تک کہ حرم مین اُسکے لگا اور وہ مر گیا یا حل مین آکر مر گیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہے پس اس صورت مین تیر کا صدمہ پہونچنے کے وقت کا اعتبار کیا ہے اور سوائے اسکے تمام مسائل مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے - یہ محیط مین ہے - ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا اور یہ سب حل مین موجود ہین پھر شکار مذکور حرم مین جا کر مر گیا یا حرم سے اسکو تیر مارا اور حل مین اُسکے لگا اور حل مین وہ مر گیا تو دونون صورتون مین نہین حلال ہے اسواسطے کہ اول صورت مین

ف ۱ متردیہ اوپر سے گرا ہو یعنی مرنے لگے موقوذہ گردن مروڑا ہو نطیحہ جسکو ایک سینگون والے نے مارا ہو مثلاً بکری کو دوسری سینگون والی نے مارا وہ مرنے لگی ۱۲ منہ ف ۲ یعنے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے موافق صریحا ۱۲ منہ ف ۳ یعنے احرام مین نہ تھا ۱۲

پورا کام حرم میں ہوا ہے اور دوسری صورت میں حرم سے ابتدا ہوئی ہے اور دوسری صورت میں اس شکار کھیلنے والے پر جرمانہ واجب ہوگا نہ اول میں۔ اسیطرح اگر حرم سے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اور اُسنے حرم سے باہر حل میں اُسکو قتل کیا تو شکار مذکور حلال نہوگا اور کچھ جرمانہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا اور وہ ایک مجوسی کے پاس اتنی دیر تک پڑا رہا کہ وہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر تھا پھر مر گیا تو حلال نہوگا کیونکہ مجوسی مذکور اسلام لاکر اُس کے ذبح کرنے پر قادر تھا۔ اور اگر کسی سوتے ہوئے کے پاس گرا اور حالت یہ تھی کہ اگر یہ سوتا ہوا شخص جاگتا ہوتا تو ذبح کرسکتا تھا پھر وہ مر گیا تو امام اعظم رح سے روایت ہے کہ وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ چند مسائل میں سوتا ہوا امام اعظم رح کے نزدیک مثل جاگتے ہوئے کے ہے اور منجملہ ان چند مسائل کے یہ مسئلہ بھی ہے۔ اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ وہ حلال ہے اور اگر ایسے نابالغ کے پاس جو ذبح کرنے کو نہیں جانتا ہے گرا ہو تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کو جانتا ہو تو حلال نہوگا یہ محیط میں ہے۔

چھٹا باب مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان میں۔ مچھلی اور ٹیڈی دونوں حلال ہیں فرق یہ ہے کہ ٹیڈی خواہ کسی علت سے مرے یا بلا علت مرے کھائی جائیگی اور مچھلی اگر بغیر علت مر جاوے تو نہ کھائی جاوے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک مچھلی پکڑی اور اُسکے پیٹ میں دوسری مچھلی پائی گئی تو اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اُسکو کتے نے کھایا اور پھر کتے کا پیٹ پھاڑ ڈالا گیا اور مچھلی نکلی تو کھائی جائیگی بشرطیکہ پوری ثابت ہو اور اگر کسی پرندے بیٹ کی اُسمیں مچھلی نکلی تو نہ کھائی جائیگی۔ اور اگر کسی مچھلی کو مارا کہ کچھ کٹ گئی تو کھائی جاویگی اور اگر کٹا ہوا ٹکڑا الجاوے تو وہ بھی کھایا جاویگا اور اصل یہ ہے کہ مچھلی جب کسی سبب حادث سے مر جاوے تو اُسکا کھانا حلال ہے اور اگر اپنی موت سے بدون کسی ایسے سبب کے جو ظاہر ہو جاوے تو نہ کھائی جاویگی اور اگر مچھلی کو پانی کے مٹکے میں ڈالدیا اور وہ مر گئی تو اُس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ سبب حادث سے مری ہے یعنے تنگی مکان کیوجہ سے اسیطرح اگر اُنکو کسی حظیرہ میں جہاں سے نکل نہیں سکتی ہیں جمع کردیا اور وہ بدون شکار کے اُنکے پکڑنے پر قادر ہے پھر یہ مچھلیاں اس حظیرہ میں مر گئیں تو اُن کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر بدون شکار کے پکڑی نہ جاسکتی ہوں تو اُنکے کھانے میں خیر نہیں ہے یعنے مکروہ ہے اور اگر ایک مری ہوئی مچھلی پائی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی میں ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسکا سر خشکی میں ہو تو اُس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور اگر اُسکا سر پانی میں ہو تو دیکھا جاوے کہ جس قدر خشکی میں ہے اگر نصف یا نصف سے کم ہو تو نہ کھائی جائیگی اسواسطے کہ سانس کا مقام پانی میں ہے پس موت کسی آفت سے نہوگی پس بمنزلہ اترائی ہوئی مردہ مچھلی کے ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ خشکی میں ہو تو کھائی جاوے گی اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے پس یہ ایسی صورت ہوگی جیسے کل مچھلی خشکی میں مری ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر ایک مچھلی پکڑی اور اُسکو باندھکر پانی میں ڈال دیا اور وہ مر گئی تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ آفت سے یعنی تنگی مکان کیوجہ سے مری ہے اسی طرح اگر جال میں مچھلی مری ہو پس اگر وہ جال سے نکلسکتی ہو تو حلال نہوگی اسواسطے کہ وہ ایسی ہے جیسے دریا میں مری ہوئی مچھلی ورنہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہے یعنی تنگی مکان کیوجہ سے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پانی منجمد ہوگیا اور تمام مچھلیاں برف کے نیچے مر گئیں تو فرمایا کہ چاہیے کہ سب مشائخ کے نزدیک کھائی جاویں اور اگر پانی کے اندر شست کی

ڈوری مین پھنسی ہوئی مچھلی خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر ڈورا بائع کو دیدیا اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا پھر ایک دوسری مچھلی نے آکر خریدی ہوئی مچھلی کو نگل لیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ نگلنے والی مچھلی بائع کی ہوگی کیونکہ اسی نے اسکا شکار کیا ہے اسواسطے کہ ڈورا اسکے ہاتھ مین ہے تو جو ڈورے مین پھنسی وہ اسکے قبضہ مین آئی پس اسی کی ہوگی پس خریدی ہوئی مچھلی اسکے پیٹ سے نکالکر مشتری کے سپرد کر دیجائیگی اور مشتری کو خیار ہوگا اگرچہ خریدی ہوئی مچھلی بسبب نگلے جانیکے ناقص ہوگئی ہو۔ اور اگر خریدی ہوئی مچھلی نے خود کسی مچھلی کو نگل لیا تو یہ دونون مشتری کی ہونگی اسواسطے کہ اسکا شکار مشتری کی مچھلی مملوکہ نے کیا ہے پس وہ مشتری کی ہوگی اور اگر پانی مین کسی مچھلی کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مرگئی یا پانی خشک ہوگیا پھر جال مین مچھلی مرگئی تو کھائی جاسکتی ہے لیکن جو مچھلی بلا سبب اپنی موت سے مرجاوے وہ نہ کھائی جائیگی اسواسطے کہ وہ مردار اترائی ہوئی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور جو مچھلی پانی کی حرارت یا برودت یا کدورت سے مرگئی تو اسمین دو روایتین ہین امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ نہ کھائی جاوے[1] اسواسطے کہ مچھلی بسبب پانی کی سردی و گرمی[گرمی ۱۲] کے اکثر نہین مرتی ہے پس بدون کسی آفت ظاہری کے مری پس مثل اترائی ہوئی کے نہ کھائی جائیگی اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ کھائی جاویگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہے کیونکہ مچھلی پانی کی سردی و کدورت سے مرجاتی ہے پس اسکا مرنا اسی پر محمول کیا جائے گا اور یہ حکم لوگون کے حق مین آسانی ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اترائی مچھلی نہ کھائی جانے کی اسوجہ سے نہین کہ وہ حرام ہے بلکہ اسوجہ سے کہ متغیر ہوجاتی ہے پس اس سے طبیعت نفرت کرتی ہے پس وہ خبائث مین سے ہوگی اور اگر پانی مین مرجاوے مگر اوپر نہ اترا وے تو کھائی جائیگی اسی طرح ہر مچھلی جو کسی سبب سے مرجاوے حلال ہے مثلاً اسکو لکڑی وغیرہ سے مارا یا مچھلی کو دوسری مچھلی یا دوسری چیز نے ٹکڑے کردیا یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے آدھی مچھلی پانی مین پائی تو حلال ہے کیونکہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ وہ پتھر وغیرہ کسی چیز سے ٹکڑے ہوگئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اسکو کسی آدمی نے تلوار وغیرہ سے کاٹ دیا ہے تو یہ اسکی ملک ہوچکی ہے پس اسکو نہ کھاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جریث[2] و مارماہی کو بلا ذبح کیے ہوئے کھانے مین مضائقہ نہین ہے یہ ہدایہ مین ہے شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دریائے جیحون سے ایک مٹکا نکالا اور مٹکے مین پانی و مچھلی تھی پھر مچھلی مرگئی تو آیا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہان اور شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ دریا کے برف پر نمک کا بورا پھیل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی مین مل گیا پس اس باعث سے دریا کی مچھلیان مرگئین پس آیا انکا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ روایت صحیح نہ ہو یعنی امام سے روایت نہین ہے کیونکہ وہ اصل سے اور بہت سے احکام صحیحہ یہ روایت مخالف ہے واللہ تعالی اعلم

[2] جریث ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے مارماہی ام مچھلی کسطرح ہوتی ہے بخلاف اسکے جسکو آسام والے مچھلی سمجھتے ہین وہ جائز نہین ہے ۱۲ منہ

ساتوان باب متفرقات کے بیان مین۔ اگر کسی شخص کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی اُسنے گمان کیا کہ شکار ہے پس کتا چھوڑا پھر کتے نے ایک شکار پکڑا اگر پیچھے ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی وہ آدمی یا گاے یا بکری تھی تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے آہٹ پائی اور یہ نجانا کہ یہ آہٹ شکار کی ہے یا دوسری چیز کی ہے اور کتا چھوڑا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ صحت ارسال مین شک واقع ہوا پس شک کے ساتھ صحت ثابت نہوگی۔ اور اگر آہٹ سنکر شکار گمان کیا اور کتا چھوڑ دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار ماکول اللحم یا غیر ماکول اللحم کی آہٹ تھی مگر کتے نے دوسرا شکار مارا تو وہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کتے نے اسی کو مارا جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی حالانکہ کتے کے مالک نے اسکو آدمی گمان کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار ہے تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ جب اُسکا صید ہونا متعین ہوگیا تو اُسکے گمان کا اعتبار نرہا یہ ہدایہ مین مذکور ہے اور منتقی مین ذکر فرمایا کہ اگر رات مین کسی کی آہٹ سنکر اسکو آدمی یا چوپایہ پالو یا سانپ گمان کیا اور اسکو تیر مارا پھر ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ سنی تھی وہ شکار ہے اور اُسکا تیر اُسی کو لگا جسکی آہٹ سنی تھی یا دوسرے شکار کے لگا اور قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارنے کے وقت شکار کا قصد نہین کیا تھا پھر فرمایا کہ شکار مذکور حلال نہین ہے الا دو وجہون سے ایک یہ کہ شکار کو قصد کرکے تیر مارے دوم یہ کہ جسکی آہٹ سُنی اور اُسکا قصد کرکے اُسکو تیر مارا ہے وہ شکار ہو خواہ ماکول اللحم ہو یا نہو اور یہ حکم اُسکا مناقض ہے جو ہدایہ مین مذکور ہے اور وجہ یہی ہے اسواسطے کہ مثل آدمی وغیرہ کو تیر مارنا اصطیاد نہین ہے پس اس اعتبار سے اُسکی تغییر ممکن نہین ہے اگرچہ اُسکا تیر کسی شکار کے لگے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ایسی چیز کیطرف جسکو درخت یا آدمی گمان کرتا ہے چھوڑا پھر وہ شکار نکلا اور اُس نے اُسکو پکڑا تو وہ کھایا جائیگا اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اُسنے شکار کیطرف چھوڑا ہے اور اگر اس گمان سے کہ یہ صید ہے چھوڑا پھر وہ صید نہ نکلا اور اُسکے سامنے کوئی دوسرا شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ فتاوے غیاثیہ مین ہے۔ اگر ہرن یا کسی پرند کو تیر مارا مگر دوسرے کے لگا اور جس کو مارا تھا وہ فرار ہوگیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالو تھا تو یہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ صید کے باب مین اصل توحش و تنفر ہے پس اصل پر گرفت کیجائیگی یہان تک کہ یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ پالو تھا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر دیکھنے کے وقت اُسکو شکار گمان کیا پھر اُسکی راے بدل گئی اور اُسکی راے غالب مین یہ آیا کہ جسکو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ پالو تھا تو جس شکار کو تیر لگا ہے وہ حلال ہے اسواسطے کہ جو فرار ہوگیا ہے وہ ہمارے نزدیک اپنی اصل کے حکم سے صید ہے تاآنکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ وہ صید نہین تھا اگر ایسے اونٹ کو جو وحشی نہین ہوگیا ہے تیر مارا اور وہ تیر کسی دوسرے شکار کے لگا اور اونٹ چلا گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی ہوگیا تھا یا نہین تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا جبتک یہ معلوم نہو جاوے کہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا اسواسطے کہ اُسکے حق مین اصل یہ ہے کہ پالو ہو و مستانس[1] ہو نہ متنفر اسی طرح اگر بندھے ہوئے ہرن کو شکار گمان کرکے تیر مارا اور وہ دوسرے ہرن کے لگا تو وہ نہ کھایا جائیگا کیونکہ جسکو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوے ہونے کیوجہ سے شکار نہین رہا تھا اسی طرح اگر اپنا کتا ایسے شکار پر جو اُسکے قبضہ مین مضبوط مقید ہے چھوڑا اور اُسنے دوسرے شکار کو پکڑکر قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا اسیطرح اگر اپنا چیتا ایک ہاتھی[2] پر چھوڑا اور اُسنے ہرن کو شکار کیا تو ہرن نہ کھایا جائیگا اور

[1] مستانس یعنے ہلا ہوا اور متنفر جو بھڑکتا ہو ۱۲ [2] قال مراد یہ ہے کہ پالو ہاتھی پر ۱۲ منہ

اگر مچھلی یا ٹڈی کو تیر مارا اور کسی شکار کے لگا تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے موافق کھایا جاوے
اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اصل یہ ہے کہ پالو جانور جب وحشی ہو جاوے اور ذکوٰۃ اختیاری سے حلال کرنا
ممکن نہو تو ذکوٰۃ اضطراری سے حلال ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر تیر شکار کے کھر یا سینگ پر لگا پس اگر خون آلود
کر دیا تو کھایا جاوے اور اگر خون آلود نہ کیا تو نہ کھایا جاوے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر شکار کو تلوار پھینک کر مارا
اور اسکا کوئی عضو جدا کر دیا تو پورا شکار کھایا جاوے سوائے اُس ٹکڑے کے جو جدا ہو گیا ہے اور اگر یہ عضو جدا نہو گیا ہو
تو یہ عضو بھی کھایا جائیگا اور اگر یہ عضو بذریعہ کھال کے اُسکے بدن پر لٹکتا ہو پس اگر ایسا ہو کہ کسی علاج سے اُسکے
جُڑ جانے کا گمان نہو تو وہ اور بالکل جدا دونوں یکساں ہیں اور اگر یہ گمان ہو تو بالکل جدا نہوگا اور پورا شکار کھایا جائیگا
اور اگر شکار مذکور کے طول میں دو ٹکڑے کر دیے ہوں تو پورا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ ایسا ہو جانیکے بعد شکار
مذکور کے زندہ رہنے کا کچھ وہم نہیں ہو سکتا ہے اور یہ بمنزلہ ذبح کے قرار دیا جائیگا اور اگر چوتڑ کی طرف سے تہائی بدن
اسکا کاٹ دیا ہو تو یہ جدا کر دینے کے حکم میں ہے تو سر کے متصل سے دو تہائی کھایا جائیگا اور ایک تہائی جو چوتڑ کیطرف سے
ملا ہوا تھا اور جدا ہو گیا ہے وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر سر کیطرف سے ایک تہائی کاٹ دیا تو پورا کھایا جائیگا اسواسطے کہ نصف سے
لیکر گردن تک مذبح ہے اسواسطے کہ اوداج[1] قلب سے دماغ تک ہوتی ہیں اور درصورتیکہ اُسنے چوتڑ کے متصل سے تہائی کاٹا ہے تو
ذکوٰۃ پوری نہیں ہوئی ہے اسواسطے کہ اُسنے اوداج کو نہیں کاٹا ہے بخلاف اسکے جب اُسنے سر کے متصل سے تہائی کاٹ کر
الگ کر دیا ہے تو اوداج کو کاٹ دیا پس ذکوٰۃ پوری ہو جائیگی اور شکار پورا کھایا جائیگا اسی وجہ سے اگر اُسنے اُسکے دو ٹکڑے
کر دیے تو ذکوٰۃ پوری ہو جاتی ہے کہ اوداج کٹ جاتی ہیں پس پورا شکار کھایا جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر
تسمیہ پڑھکر ایک شکار کو مارا اور اُسکے سر کا ایک ٹکڑا جدا کر دیا پس اگر یہ ٹکڑا آدھے سر سے کم ہو تو جس قدر جدا ہے وہ
نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر کٹ جانیکے بعد شکار کی زندگی کا وہم ہے اور اگر جدا کیا ہوا نصف سر یا زیادہ ہو
تو پورا شکار کھایا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کیا اور اُسکی حلقوم و اوداج کاٹ ڈالیں
لیکن اُسمیں حیات باقی تھی کہ ایک شخص نے اُسکے بدن سے ایک ٹکڑا قطع کر لیا تو ٹکڑا حلال ہوگا یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ کتاب الصید میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کا سیکھا ہوا کتا یا باز مار ڈالا تو اُسپر اسکی قیمت
واجب ہوگی اسی طرح اگر کسی کی بلی مار ڈالی تو بھی یہی حکم ہے اور جس چیز کی بیع ہم نے جائز ذکر کی ہے اُسکے
تلف کرنے سے ضمان واجب ہوگی اور سیکھے ہوئے کتوں کا ہبہ کرنا و وصیت[3] کرنا بالاجماع جائز ہے یہ محیط میں ہے۔
اور اگر کسی نے سلطان کیطرف سے کسی جنگل کو قبول کر لیا اُسمیں غیر شخص نے شکار کھیلا تو شکار اُسکا ہوگا جس نے
شکار پکڑا ہے اور یہ تقبّل صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور فرمایا کہ میں اس بات کو مکروہ[2] جانتا ہوں کہ زندہ
پرندے سے باز کو سکھلاوے کہ چڑیا کو پکڑ کر اسکو پھر کاٹے تاکہ باز اُسپر لوٹے اور فرمایا کہ ذبح کی ہوئی چڑیا سے سکھلاوے

ف۱ اوداج چار رگ گردن جو ذبح میں کاٹی جاتی ہیں جنمیں دو تو درحقیقت داہنی بائیں دو رگیں خون کی آمد و رفت کی ہیں ۱۲ ف۲ مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد ہے کیونکہ جاندار کو عبث تکلیف دینا بلا خلاف حرام ہے ۱۲ ف۳ یعنی فلاں شخص کو میرے بعد دیا جاوے ۱۲

یہ ذخیرہ کی فصل چھبیس[۲] کتاب الکراہیۃ میں ہی اور اگر شکار کو تیر مارنے میں ایک شخص حلال اور دوسرا محرم دونون شریک ہو گئے تو شکار مذکور کا کھانا حلال نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک مسلمان اس بات سے عاجز ہوا کہ تنہا اپنی کمان کو کھینچے پس ایک مجوسی نے اُسکو اُسکی کمان کھینچنے میں مدد دی تو شکار کا کھانا حلال نہوگا اسواسطے کہ محرم و محلل دونون جمع ہوے ہین پس حرام ہوگا جیسے کہ اگر ایک مجوسی نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور چھری مسلمان کے ہاتھ میں ہی اُس نے ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ صید کا رہا کر دینا آیا حلال ہی تو ہمارے اُستاد رحمہ اللہ تعالی نے سیر کبیر سے نقل کیا ہی کہ صید کا چھوڑ دینا مطلقاً حلال نہین ہی ہان اگر اُسکو اس طرح چھوڑا کہ جو شخص اُسکو پکڑے اُسکو مباح ہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف[۱] کیا ہی یہ فتاوی صغری میں ہی۔

کتاب الرہن

اسمین بارہ[۱۲] باب ہین

باب اول - رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین اور کیونکر رہن واقع ہوجاتا ہی اور کن الفاظ سے نہین واقع ہوتا ہی اور کس وجہ سے رہن لینا جائز ہی اور کس سے نہین جائز ہی اور کس چیز کا رہن جائز ہی اور کس کا نہین جائز ہی اور باپ و وصی کے رہن کے بیان مین

اور اس باب مین پانچ فصلین ہین

فصل اول - رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین واضح ہو کہ شرع مین کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گرو کر دینا جسکا وصول[۲] پانا اس چیز سے ممکن ہووے رہن[۳] کہتے ہین جیسے دیون حتی کہ بدون ظاہری و باطنی دین واجب کے رہن صحیح نہین ہی پس دین معدوم کے عوض رہن صحیح نہین ہی اسواسطے کہ رہن کا حکم یہ ہی کہ بھر پانے کی قدرت[۴] حاصل رہے اور استیفاد منفصل وجوب ہی یہ کافی میں ہی اور رہن کا رکن ایجاب و قبول ہی اسکی صورت یہ ہی کہ راہن کہے کہ مین نے یہ چیز بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہی رہن دی یا کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہی یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہون کہے اور مرتہن کہے کہ مین نے رہن کر لی یا مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہون کہے اور لفظ رہن شرط نہین ہی حتے کہ اگر کوئی چیز بعوض درمون کے خریدی پھر مشتری نے بائع کو ایک تھان دیا اور کہا کہ اسکو تو اپنے قبضہ مین رکھ یہان تک کہ مین تجھے اسکا ثمن دیدون تو یہ تھان رہن ہوگا

---

[۱] مترجم کہتا ہی کہ یہ اس بنا پر ہی کہ صید لوجہ گرفتاری کے ملک ہو گئی پھر اگر اُسکو وہ چھوٹ گئی تو اُسکی ملک سے خارج نہین ہوتی ہی اور اگر اُسنے خود چھوڑ دیا تو یہ حرکت حرام ہی کیونکہ اس نے لوگون کو حرام مین ڈالا اور کہدیا کہ جو کوئی پکڑے اُسکو مباح ہی تو بھی بعض نے نہین جائز رکھا کیونکہ خود دیدے اور بعض نے جواز رکھا ہی ۱۲ منہ [۲] خواہ وصول کل ہو یا بعض ہو ۱۲ برجندی [۳] مثال حق اور دیون جمع دین بمعنی قرضہ میعادی ۱۲ منہ [۴] یعنے دین واجب ہونا چاہیے ظاہری یا باطنی ۱۲

اسواسطے کہ مشتری مذکور نے عقد رہن کو اس معنی مین بیان کیا اور عقود مین معانی کا اعتبار ہوتا ہی یہ بدائع مین ہے۔ اور شرائط رہن کے چند انواع ہین بعضے نفس رہن کیطرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ رہن معلق بشرط[۱] نہو اور نہ کسی وقت کیطرف مضاف ہو اور بعضے راہن و مرتہن کی طرف راجع ہین سوان دونون کا عاقل ہونا شرط ہی حتی کہ مجنون و نابالغ لڑکے کا جو عاقل نہو رہن کرنا اور رہن لینا صحیح نہین ہی اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور حریت بھی شرط نہین ہی حتےکہ نابالغ ماذون و غلام ماذون کا عقد رہن صحیح ہی اسی طرح سفر[۲] بھی جواز رہن کے واسطے شرط نہین ہی[آزادی ۱۲] پس سفر و حضر دونون جگہ رہن صحیح ہی۔ اور جو شرطین مرہون کیطرف راجع ہین وہ چند انواع ہین ازانجملہ یہ کہ محل قابل بیع ہو یعنی وقت عقد کے موجود ہو مال مطلق قیمتی ہو ملوک ہو معلوم ہو مقدور التسلیم[بیع ۱۲] ہو پس ایسی چیز کا رہن کرنا جو وقت عقد کے موجود نہو جائز نہین ہی اور نہ ایسی چیز کا رہن کرنا جس مین موجود و عدم[جا سکتا ہی] دونون کا احتمال ہو جیسے کہا کہ جو پھل اس سال میرے باغ مین آوین یا جسقدر میری بکریان اس سال بچہ جنین یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہی وہ رہن ہی اور مردار و خون کا رہن کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ ان دونون کی مالیت بالکل نہین ہی اور حرم کے شکار و حالت احرام کے شکار کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ وہ مردار ہی اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اس واسطے کہ وہ ہرگز مال نہین ہی **ف** چونکہ رہن مین مال ہونا شرط ہی لہذا التفریع فرمائی کہ جس مین اصلی مالیت نہو مانند آزاد و خون و مردار کے یا عارضی نہو مانند حرم و احرام کے شکار کے تو رہن باطل ہی اھ اور ام ولد و مدبر مطلق و مکاتب کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہ لوگ ایک جہت آزاد ہین پس مال مطلق نہونگے اور مسلمان کو شراب و سور کا رہن جائز نہین ہی خواہ دونون یعنی راہن و مرتہن مسلمان ہون یا ایک مسلمان ہو اسواسطے کہ مسلمان کے حق مین شراب و سور کی مالیت معدوم ہی اسواسطے کہ رہن سے یہ غرض ہوتی ہی کہ راہن کیطرف سے ایفاے دین یعنی اداے دین اور مرتہن کیطرف سے استیفاء دین یعنی دین بھر پانا ہو اور مسلمان کیطرف سے شراب و سور سے اداے دین جائز ہی نہ دین کا وصول کرنا لیکن اگر راہن ذمی ہو اور مسلمان نے اس سے شراب رہن لی تو یہ شراب مسلمان کے ذمہ مضمون ہوگی اسواسطے کہ جب رہن صحیح نہوا تو یہ شراب مسلمان کے قبضہ مین بمنزلہ مال مغصوب کے ہوگی حالانکہ اگر مسلمان کسی ذمی کی[ضمانت مین ۱۲] شراب غصب کرے تو اسکے ذمہ مضمون ہوتی ہی اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن ذمی ہو تو یہ شراب اسکے ذمہ مضمون نہوگی اسواسطے کہ مسلمان کی شراب کسی کے ذمہ مضمون نہین ہوتی ہی۔ اور اہل ذمہ یعنی ذمیون کو شراب و سور کا رہن کر دینا اور ذمیون سے رہن کر لینا جائز ہی اسواسطے کہ ان کے حق مین یہ چیزین مال متقوم ہین جیسے ہم مسلمانون کے واسطے سرکہ و بکری ہی اور مباحات کا رہن بھی جائز نہین ہی جیسے شکار و جنگل کے ایندھن کی لکڑیان و گھاس وغیرہ جو عام کے واسطے مباح ہین اسواسطے کہ یہ چیزین فی نفسہا کسی کی مملوک نہین ہین اور رہن جائز ہونے کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ مال مرہون راہن کی ملک ہو حتےکہ غیر کا مال بدون اسکی اجازت کے بولایت شرعی رہن رکھنا جائز ہی جیسے نابالغ کا مال اسکا باپ یا وصی اسکے قرضہ مین یا اپنے قرضہ مین رہن رکھے تو جائز ہی[جیسے دریا سے علقمہ کا پانی ۱۲]

---

[۱] مثلاً یون کہے کہ جب یہ آوے تو رہن ہی پس نہین جائز ہی ۱۲ م [۲] قولہ سفر آہ اگرچہ کلام مجید مین رہن کا حکم حالت سفر مین بقید اتفاقی بیان ہی و تمام البحث فی تفسیر المترجم المسمی بمواہب الرحمن جامع البیان ۱۲ [۳] جسکو تجارت کی اجازت ہو ۱۲ [۴] یعنے کسی وجہ سے اسکی مالیت زائل نہوئی ہو ۱۲

پھر اگر باپ کے فک رہن کرانے سے پہلے وہ مال مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو جسقدر دین کے عوض رہن ہوا ہے اور جو اسکی قیمت تھی ان دونوں میں سے جو کم ہے اُسکے عوض میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس جسقدر قرضہ اُسکے تلف ہونے کے عوض ساقط ہوا ہے اُتنے کا باپ ضامن ہوگا اسلیے کہ باپ نے اپنا ذاتی قرضہ اپنے فرزند کے مال سے ادا کیا ہے پس ضامن ہوگا اور اگر یہ فرزند صغیر بالغ ہوگیا اور اُسوقت تک مال مرتہن کے پاس موجود ہے تو بقضاء قاضی سے پہلے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ مرتہن کے قبضہ سے واپس کر لے لیکن قاضی اُسکے باپ کو حکم دیگا کہ قرضہ ادا کر کے اپنے فرزند کا مال اُسکو چھڑا دے اور اگر فرزند بالغ مذکور نے اپنے باپ کا قرضہ خود ادا کر کے اپنا مال فک رہن کر لیا تو متبرع نہوگا یعنی جو کچھ اُسنے قرضہ کے ادا کرنے میں دیا ہے سب اپنے باپ سے واپس لے سکتا ہے اور جو حکم ہمنے باپ کی صورت میں ذکر کیا ہے سب وصی کی صورت میں ہے۔ اسی طرح غیر کا مال اُسکی اجازت سے رہن کر لینا جائز ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز عاریت اس غرض سے لی کہ مستعیر پر جو قرضہ ہے اُسکے عوض رہن کریگا تو رہن جائز ہے یہ بدائع میں ہے۔ جواز رہن کی شرط یہ ہے کہ مال مرہون مقسوم[1] محوز[2] مشغول سے فارغ[3] ہو اور یہ ہے کہ ایسے حق کے عوض ہو جسکا وصول[1] کرنا رہن سے ممکن ہو حتٰی کہ اگر ایسے حق کے عوض رہن کیا جسکا استیفاء رہن سے نہیں ہو سکتا ہے جیسے حدود و قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الرہن میں فرمایا کہ رہن جائز ہے الا مقبوض (یعنی رہن بدون قبضہ کیے ہوئے جائز نہیں ہے) پس امام محمد رح نے اس کلام میں یہ اشارہ فرمایا کہ جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہے اگر شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن جائز ہوجاتا ہے لیکن لازمی نہیں ہوتا ہے اور راہن کے حق میں لازمی جبھی ہوتا ہے کہ جب قبضہ مرتہن ہو جاوے پس قبضہ شرط لزوم ٹھہرا نہ شرط جواز جیسے ہبہ میں قبضہ کا حکم ہے لیکن اصح وہی ہے جو اول مذکور ہوا کذا فی المحیط۔ پھر ظاہر الروایۃ کے موافق عقد رہن میں تخلیہ[4] سے قبضہ ثابت ہوجاتا ہے جیسے بیع میں حکم ہے اور امام ابو یوسف رح سے ہے کہ مال منقول میں بدون نقل[5] کے قبضہ ثابت نہیں ہوتا ہے مگر اول اصح ہے اور جب تک مرتہن نے قبضہ نہ کیا ہو تب تک راہن کو اختیار ہے چاہے سپرد کرے یا رہن سے رجوع کر لے اور جب مرتہن کو مال مرہون سپرد کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو وہ قبضہ کرنے سے اُسکی ضمان میں ہو گیا یہ کافی میں ہے۔ اور صحت قبضہ کے شرائط چند اقسام کے ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ راہن اجازت دے اور اجازت دو طرح کی ہے یا جو صریح کے قائم مقام دوسری بدلالت پس اول قسم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً راہن کہے کہ میں نے تجھکو قبضہ کی اجازت دیدی یا میں راضی ہوا یا تو اپنا قبضہ کر لے اور علیٰ ہذا جو اسکے قائم مقام ہوں پس مرتہن کا قبضہ جائز ہوگا خواہ اسی مجلس میں قبضہ کر لے یا دونوں کے جدا ہونے کے بعد قبضہ کرے یہ استحسانا ہے اور بدلالت اجازت دینے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مرتہن راہن کے سامنے مال مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اسکو منع نہ کرے تو استحسانا قبضہ صحیح ہوگا۔ اور اگر ایسی چیز رہن کی جو متصل ہے بعوض ایسی چیز کے جسکے عوض رہن واقع نہیں ہوتا ہے مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھل یا اسکے مانند کوئی چیز جسکا رہن کر یا بدون

۱؎ اقول وصول سے مراد ہے کہ سب یا تھوڑا ۱۲ منہ ۲؎ مجموع محوزہ تصرف میں ہو ۱۲ ۳؎ یعنے اسمیں کسی کو کچھ لگاؤ نہو ۱۲ ۴؎ یعنے حقیقتہً ہاتھ کا قبضہ ضرور نہیں ہے کافی یہی ہے کہ راہن مرتہن سے کہدے کہ میں نے اس چیز سے روک اُٹھا دی وغیر ذلک ۱۲ ۵؎ یعنے مرتہن اُسکو اپنے قبضہ میں منتقل کر لیجاوے

جدا کر کے قبضہ کرنے کے نہیں جائز ہے پس اگر بدون اجازت راہن کے اُسنے قبضہ کیا تو قبضہ جائز ہوگا خواہ مجلس عقد میں اُسنے جدا کر کے قبضہ کیا ہو یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو اور اگر باجازت قبضہ کیا ہو تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے۔ ازانجملہ ہمارے نزدیک مال مرہون کی حیازت شرط ہے پس غیر مقسوم کا قبضہ صحیح نہوگا۔ خواہ وہ غیر مقسوم ایسا ہو جو محتمل قسمت ہے یا ایسا نہو اور خواہ اُسنے اجنبی کے پاس رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے پاس اور خواہ یہ شرکت بحالت عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہو گئی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ مال مرہون ایسی چیز سے فارغ ہو جو مرہون نہیں ہے پس اگر فارغ نہوگا مثلاً ایک دار رہن کیا اور اُسمین راہن کا اسباب بھرا ہے پس دار کو مرتہن کے سپرد کیا مگر اپنا اسباب بھرا رہنے دیا تو قبضہ جائز نہیں ہے۔ ازانجملہ یہ کہ مرہون اس چیز سے جو رہن نہیں ہے جدا متمیز ہو پس اگر متصل و غیر متمیز ہوگا تو اُسکا قبضہ صحیح نہوگا۔ اور ازانجملہ قبضہ کرنے کی اہلیت یعنی عقل موجود ہو اور قبضہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک قبضہ بطریق اصالت و دوسرا قبضہ بطریق نیابت پس جو قبضہ بطریق اصالت ہوتا ہے اُسکا یہ طریقہ ہے کہ آپ اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرے اور جو قبضہ بطریق نیابت ہو وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہے اور دوم وہ کہ اسکا مرجع نفس قبضہ ہے پس جو قبضہ بطریق نیابت کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہے وہ مثل باپ و وصی کے قبضہ کے ہے کہ باپ و وصی کا قبضہ کرنا نابالغ کیطرف سے جائز ہے اسیطرح عادل[2] کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے حتے کہ اگر مال مرہون مرد عادل کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ قرار دیا جائیگا اور جو قبضہ بطریق نیابت کہ نفس قبضہ کیطرف راجع ہوتا ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ اگر مال مرہون وقت عقد رہن کے مرتہن کے قبضہ میں موجود ہو پس آیا یہ قبضہ موجودہ قبضہ رہن کا نائب ہو جائیگا یا نہیں۔ سو قاعدہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہوں تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور اگر دونوں مختلف ہوں تو اعلےٰ ادنےٰ کا نائب ہوگا۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دوام قبضہ چاہیے پس اگر شیوع ہوگا تو دوام قبضہ رکھنے اور روک رکھنے سے مانع ہوگا پس رہن بھی جائز نہوگا خواہ شیوع ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت ہے یا ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت نہیں ہے اور خواہ یہ شیوع حالت عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہو جاوے یہی ظاہر الروایۃ ہے اور خواہ اُسنے اس غیر مقسوم کو کسی اجنبی کے ہاتھ رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے ہاتھ رہن کیا ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور حکم رہن کا بیان یہ ہے کہ مال عین مرہون کو مرتہن اپنے قبضہ میں رکھکر راہن سے روکنے کا مالک ہوتا ہے حتی کہ اپنا قرضہ وصول پانے تک اُسکے روکنے کا مستحق ہے اور اگر راہن مر گیا تو اُسکے قرضخواہوں کی بہ نسبت مرتہن اس مال مرہون کا مستحق ہے پس اس مال مرہون سے اپنا قرضہ پورا لینے کے بعد جو باقی بچے وہ باقی قرضخواہوں و وارثوں کو واپس ملیگا وہ اُنکا ہوگا اور اگر راہن مر گیا اور وہ مفلس مرا اور اُسپر بہت لوگوں کا قرضہ ہے تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت باقی قرضخواہوں کے زیادہ مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مال مرہون میں از راہ عین نقصان آجاوے تو بلا خلاف بقدر قرضہ ساقط ہو جانے کا موجب ہے اور اگر از راہ نرخ کمی آجاوے تو ہمارے ائمہ ثلاثہ[3] کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونیکا موجب نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے

[1] مراد محتمل قسمت سے یہ ہے کہ بعد تقسیم کے اُس سے اسیطرح کا فائدہ جو قبل تقسیم کے حاصل تھا اُٹھایا جا سکے ۱۲ منہ [2] زید نے عمرو کے پاس اُسکے قرضہ کے عوض ایک موتی رہن کیا مگر دونوں نے یہ قرار دیا کہ یہ موتی خالد کے پاس جو مرد عادل دیانتدار ہے رہیگا تو یہ عمرو کے پاس نہ رہیگا اور عادل یہاں عام ہے حتی کہ اپنا دونوں کا معتمد علیہ ہونا کافی ہے ۱۲ منہ [3] یعنی عاقل ہو پس مجنون و نابالغ جو عقد رہن کو نہ سمجھتا ہو ایسے کا قبضہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ [4] یعنی دونوں مضمون ہوں ۱۲

امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد ۱۲ منہ

فصل دوم ۔ ان صورتوں کے بیان میں جنسے رہن واقع ہو جاتا ہے اور جنسے نہیں واقع ہوتا ہے۔ ایک شخص نے ایک بیت خریدا اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھے ثمن دیدوں تو ہمارے اصحاب ثلثہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک رہن ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے پس زید نے عمرو کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھکو تیرا مال دیدوں تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ رہن ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن نہیں ہے ودیعت ہے اور اگر یوں کہا کہ اپنے مال کے عوض اسکو رہنے دے یا کہا کہ اسکو رہن رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے تیرا مال دیدوں تو بالاجماع رہن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم غلہ کے آتے ہیں اُسنے قرضخواہ سے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے بعوض اپنے حق کے لے لے اور مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرا دے تو فرمایا کہ یہ ادائے قرض ہے اسی طرح اگر قرضدار نے کہا کہ مجھے اپنے قبضہ کرینکے گواہ کرا دے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے دیدے تاکہ میں تیرے واسطے گواہ کرا دوں پس قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے لے لے اور میرے واسطے گواہ کرا دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے تیرا حق ادا کروں اور میرے واسطے ان درموں پر قبضہ کرنے کے گواہ کرا دے پس قرضخواہ نے یہ درم لے لیے تو یہ رہن ہے ادائے قرضہ نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے پاس یہ دار یا یہ زمین یا یہ گانوں رہن کیا اور رہن میں کچھ تخصیص نہ کی مطلق رکھا تو عمارت[1] داخل ہو جائیگی۔ اور زمین کے رہن میں درخت و باغ انگور جو اس زمین میں ہے داخل ہوگا اور رطبہ و زراعت[2] ابھی داخل ہو جائیگی یہ ینابیع میں ہے۔ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو قرضہ ادا کیا پھر اسکو کچھ مال دیا اور کہا کہ اسکو بطور رہن کے بعوض زیوف و ستوق درموں کے جو ادائے قرض کے درموں میں تھے لے لے تو یہ رہن بعوض اُن درموں کے جو ستوق ہوں جائز ہے اور جو زیوف ہوں اُنکے عوض یہ رہن جائز نہوگا اسواسطے کہ زیوف درموں کو ادائے قرضہ میں لے لینا استیفاء قرضہ ہے پس بعد استیفاء قرضہ کے رہن متصور نہیں ہو سکتا ہے بخلاف ستوق[3] کے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کچھ دراہم قرض لیے اور قرض دینے والے کو اپنا گدھا دیا تاکہ دو مہینہ تک جبتک قرض کے درم ادا کرے اسکو استعمال میں لاوے یا ایک دار دیا کہ تا مدت ادائے قرض دو مہینہ تک اسمیں سکونت رکھے تو یہ رہن نہوگا بلکہ بمنزلہ اجارہ[4] فاسدہ کے ہے اگر قرض دینے والے نے انکو استعمال کیا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ قفاعی نے اگر زنبیل[5] کو زون کے عوض رہن لیا تو رہن نہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تاکہ راہن کو آٹھ سو دینار قرضہ دے پس فقط اُسنے تین سو دینار دیے اور باقی کے دینے سے انکار کیا تو مال مذکور اسیقدر کے عوض رہن ہوگا کذا فی القنیہ

فصل سوم[6] جسکے عوض رہن جائز ہوتا ہے اور جسکے عوض نہیں جائز ہوتا ہے اسکے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ

---

[1] ستوق درحقیقت جنس درم سے نہیں ہیں پس استیفاء قرضہ نہوا پس رہن صحیح نہ ہوگا ۱۲ منہ [2] اقول اس صورت میں کوئی انعقاد اجارہ کے معنی نہیں ہیں ظاہر الصحیح عقد کی غرض سے ایسا حکم دیا ہے پس ظاہر ہوا کہ انعقاد اجارہ بدون ارکان صریح اجارہ کے بضرورت ہو سکتا ہے فاحفظہ ۱۲ منہ [3] یعنے ادائے قرضہ و وصول قرضہ ۱۲ منہ [4] رہن گانوں در رہن دار میں ۱۲ [5] گانوں و زمین کے رہن میں ۱۲

رہن جبھی صحیح ہوتا ہے کہ جب قرضہ واجب ہو یا اُسکے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے
اُجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہے اور جو قرضہ واجب نہوا اور نہ اُسکا سبب وجوب پایا جاوے جیسے درک[1] کے عوض
رہن دیا تو صحیح نہیں ہے پھر واضح ہو کہ قرضہ واجب کا درحقیقت واجب ہونا صحت رہن کیواسطے لامحالہ شرط نہیں ہے بلکہ
ظاہر میں اُسکا واجب ہونا کافی ہے چاہے درحقیقت وہ واجب نہوا اور اسکا بیان اُن چند مسائل میں جنکو امام محمدؒ نے جامع میں
ذکر فرمایا ہے موجود ہے ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے
اُس سے اس دعوی سے پانچسو درم پر صلح کی اور دراہم صلح کے عوض اُسکو پانچسو درم قیمت کا مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف
ہوگیا پھر دونوں نے راستی کے ساتھ اس امر پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو مرتہن پر راہن کیواسطے مال مرہون کی قیمت پانچسو
درم واجب ہونگے اور جاننا چاہیے کہ یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہے جو ازراہ ظاہر
واجب تھا کیونکہ انکار کے ساتھ صلح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بدل صلح ہمارے نزدیک واجب ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے
کہ اگر دونوں یہ مقدمہ قاضی کے سامنے لیجاویں اور سب واقعہ بیان کریں تو قاضی مدعا علیہ کے ذمہ بدل الصلح ادا کرنا
لازم کریگا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرے تو مدعی کی درخواست پر اُسکو قید کریگا پس معلوم ہوا کہ جب قرضہ کے عوض رہن
واقع ہوا ہے وہ ازراہ ظاہر واجب ہے اور جب رہن تلف ہوگیا تو مال مرہون تلف ہوجانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضہ کا وصول
پانے والا قرار دیا گیا پس ایسا ہے گویا اُسنے درحقیقت ہاتھ سے اپنا قرضہ وصول کر لیا اور درحقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی
صورت میں اگر راستی کے ساتھ دونوں باتفاق قرار کریں کہ مال واجب نہ تھا اور دعوے دروغ واقع ہوا ہے تو مدعی
یعنی مال لینے والے پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے واپس کر دے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے یہ ذخیرہ
میں ہے کفالت بالنفس کے عوض رہن نہیں جائز ہے اور قصاص نفس یا نفس سے کم کسی عضو کے قصاص کے عوض رہن
نہیں جائز ہے اور اگر جنایت خطا سے واقع ہوتی ہو تو رہن جائز ہوگا اور شفعہ کے عوض رہن نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے
اور خراج کے عوض رہن جائز ہے اسواسطے کہ خراج مثل تمام قرضوں کے قرضہ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کسی عورت
سے کسی قدر دراہم معین یا دینار ہائے معین پر نکاح کیا اور عورت مذکورہ نے اس مال معین کے عوض رہن لے لیا تو
ہمارے نزدیک نہیں صحیح ہے اور اگر خون سے کسی شی معین پر صلح کر لی اور اُسکے عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے یہ ینابیع
میں ہے اور اگر کوئی دار یا اور کوئی چیز کرایہ پر لی اور کرایہ کے عوض کچھ مال رہن دیا تو جائز ہے پھر اگر مستاجر کی پوری منفعت
حاصل کر لینے کے بعد مال مرہون راہن کے پاس تلف ہوگیا تو وہ اجرت کا وصول پانیوالا قرار دیا جائیگا اور اگر منفعت
حاصل کر لینے سے پہلے رہن مذکور تلف ہوگیا ہو تو رہن باطل ہو جائیگا اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ رہن کی قیمت واپس

---

[1] مثلاً بیع میں بائع نے یا بائع کیطرف سے دوسرے ضامن نے مشتری کو ضمان درک کر کے مواجبہ میں کچھ رہن دیا کہ اگر مبیع میں استحقاق ثابت ہوا اور رد الثمن بائع پر قرضہ ہو جاوے تو اُس کے عوض یہ مال رہن ہے تو ہنوز کوئی امر موجود نہیں اور اُسکا سبب موجود ہے پس صحیح نہوگا ۱۲ منہ [2] یعنی دعوے دروغ تھا ۱۲ [3] دعوے مدعی سے انکار کیا ۱۲ [4] پس یہ قرضہ واجب ہوا ۱۲ [5] یعنی جبکہ رہن تلف ہونے کیوجہ سے حکماً وصول کیا ہے ۱۲ [6] مثلاً عمداً قتل کیا یا ہاتھ کاٹ ڈالا ۱۲ [7] یعنی خطا سے قتل کیا یا ہاتھ کاٹا کیونکہ اس صورت میں دیت واجب ہوگی ۱۲ منہ

ہے اور اگر کسی درزی کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرا ایک کپڑا سی دے اور سلائی کر دینے پر درزی مذکور سے رہن لے لیا تو جائز ہے اور اگر اسی درزی کے خود ہی سلائی کر دینے پر رہن کیا ہو تو نہیں جائز ہے اسی طرح اگر اونٹ مکہ تک کرایہ کر لیا اور اونٹ والے سے بار برداری پر رہن لیا تو جائز ہے اور اگر اسی شخص معین کے خود اٹھانے یا کسی چوپایہ معین سے اٹھانے کے عوض رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسی چیز جسکے واسطے بار برداری خرچ پڑتا ہے کسی شخص سے عاریت لی اور دینے والے نے عاریت لینے والے سے اس شے کے واپس دینے پر رہن لیا یعنی مستعار کو بعد فراغ کے واپس کر دے تو یہ جائز ہے اور اگر خود مستعیر ہی کے واپس کر جانے پر رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مستعار چیز ہی کے عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ مال مستعار امانت ہوتا ہے اور اگر نوحہ کرنیوالی عورت یا گانے والی عورت کو اجرت پر مقرر کیا اور اجرت کے عوض رہن دیا تو نہیں جائز ہے اور یہ باطل ہوگا اسی طرح قمار کیوجہ سے جو قرضہ ہوا اسکے عوض رہن باطل ہے یا مردار و خون کے ثمن کے عوض مسلمانوں کیطرف سے کسی مسلمان یا ذمی کیواسطے شراب کے ثمن کے عوض یا سور کے ثمن کے عوض رہن باطل ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جب غلام نے جنایت کی ہو یا تو غلام قرضدار ہوا اسکے عوض رہن نہیں صحیح ہے اسواسطے کہ وہ غلام خود اپنے مولےٰ کے حق میں مضمون نہیں ہے چنانچہ اگر ہلاک ہو جاوے تو مولےٰ پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص سے معین درہموں کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان درہموں کے عوض کچھ رہن دیا تو باطل ہوگا اسواسطے کہ دراہم متعین نہیں ہوتے ہیں بلکہ فقط انکے مثل ذمہ لازم آتے ہیں اور رہن کی ضمانت ایسے دیون کی طرف ہو ذمہ واجب ہوئے ہیں نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ رہن العیون میں لکھا ہے کہ اعیان کے عوض رہن دینا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو امانت ہیں اور ایسا رہن باطل ہے دوئم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہیں یعنی دوسری چیز کے عوض ضمان میں ہیں جیسے مبیع بائع کے قبضہ میں درکہ ثمن کے عوض ضمان میں ہے اور ایسا رہن بھی نہیں جائز ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو بلا معاوضہ تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور یہ شیخ ابوالحسن الکرخی رحہ کا قول ہے اور سوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہیں جیسے غصب کیا ہوا مال عین یا ایسا مال عین جو نکاح میں مہر قرار دیا گیا یا اور اس کے مثل تو ایسے مال عین کے عوض رہن دینا صحیح ہے اور اگر رہن تلف ہو جاوے پس اگر مرتہن کے قبضہ میں تلف ہوا تو وہ مال مرہون اور مال عین ان دونوں کی قیمتوں میں سے جو مقدار کم ہو اسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا مال عین لے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہونے سے پہلے مال عین تلف ہو گیا تو مال مرہون بعوض قیمت کے رہن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے

فصل چہارم جسکا رہن جائز ہے اور جسکا نہیں جائز ہے اسکے بیان میں جس چیز کی بیع جائز ہے اسکا رہن بھی جائز ہے اور جسکی بیع نہیں جائز ہے اسکا رہن نہیں جائز ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا پھر زمین مذکور میں سے کسی قدر زمین پر کسی مدعی نے اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر غیر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن جائز رہیگا

ف اطلاق قرضہ کا بجہت تشابہ ہے ورنہ درحقیقت قرضہ نہیں بلکہ باطل حرام ہے ۱۲ م ف مسلمان کی قید اسواسطے لگائی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا قیمتی ہونا باطل ہے اور سور تو نجس العین ہے پس مسلمان اگر کسی ذمی کے لیے بھی ضامن ہوا اور قرضہ ثمن شراب ہو تو باطل ہے کیونکہ یہ اسپر واجب نہیں ہو سکتا ہے یہ مسئلہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان نے سود کی ضمانت کی تو باطل ہے فافہم ۱۲ منہ ف کیونکہ وہ خود باطل ہے ۱۲ منہ ف اسکی ضمان واجب نہیں ہے

اور مرتہن کو باقی کی بابت اختیار[عہ] حاصل نہوگا اور دوسرے مال کے رہن کر دینے کے مطالبہ کا اختیار اُسکو حاصل نہوگا بلکہ جسقدر زمین باقی رہی ہی وہ پورے قرضہ کے عوض رہن رہیگی یہ محیط مین ہی - اگر دو شخصون نے تیسرے شخص سے جسپر ان دونون کا قرضہ آتا ہی کچھ مال رہن لیا اور وہ دونون باہم شریک نہین یا اُن دونون مین شرکت نہین ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ دونون نے قبول کیا ہو اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے قبول کیا ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر دونون مرتہنون نے قبول کیا پھر راہن نے دونون مین سے ایک کا قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مال مرہون واپس کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے جنپر اسکا قرضہ آتا ہی ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہی اور یہ مال مرہون پورے قرضہ کے عوض رہن ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اُسکو نہ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر کسی شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض دو غلام رہن کیے پھر اُسکو پانچسو درم ادا کر دیے پھر اگر یہ چاہا کہ ایک غلام چھڑا لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر رہن کرنے کے وقت یون کہا ہو کہ مین نے یہ دونون غلام تجھے رہن دیے ہر ایک ان دونون مین سے بعوض پانچسو درم کے پھر اُسکو پانچسو درم ادا کر دیے اور چاہا کہ ایک غلام مرتہن سے چھڑا کر اپنے قبضہ مین کرے تو کتاب الزیادات کی روایت کے موافق اُسکو یہ اختیار ہی اور مبسوط کتاب الاصل کے موافق جبتک پورا قرضہ ادا نکرے تب تک یہ اختیار نہوگا بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو زیادات مین مذکور ہی وہ امام محمد رح کا قول ہی اور جو اصل مین مذکور ہی وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اسیطرح اگر قرضہ دو جنس مختلف پانچسو درم اور پانچسو دینار ہون اور راہن نے ایک جنس خواہ دینار یا درم ادا کر دیے تو بھی اُسکو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر ایک غلام دو شخصون کے پاس اس تفصیل سے کہ ہر ایک کے پاس نصف غلام رہن کیا تو نہین جائز ہی اور اگر دونون کے پاس مطلقًا[عہ] رہن کیا اور دونون نے قبول کیا تو جائز ہی اور اگر ایک ہی غلام کا آدھا چھ سو درم کو اور آدھا پانچسو درم مین رہن کیا تو نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر چھوہارے بدون درخت خرما کے یا درخت خرما بدون لگے ہوئے[عہ] چھوہارون کے یا درخت خرما و عمارت و کھیتی بدون زمین کے یا زمین بدون ان چیزون کے رہن کی تو نہین جائز ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ زمین بدون درخت خرما کے رہن کرنا جائز ہی اور اگر راہن نے رہن مین استثنا نہ کیا تو زمین کے رہن مین درخت خرما و چھوہارے لگے ہوئے اور کھیتی جمی ہوئی و عمارت داخل ہو جائیگی یہ تہذیب مین ہی - اور اگر درخت خرما و شجر و درختان انگور معہ اُنکے جمنے کی مقدار[عہ] زمین کے رہن کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر دس قطعہ زمین رہن کیے پھر ظاہر ہوا کہ ان مین سے ایک ٹکڑا وقف ہی اور دوسرا مشاع غیر مقسوم ہی تو باقی کا رہن صحیح ہوگا یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے دو بکریان بعوض تیس ۳۰ درم کے ایک بعوض دس ۱۰ درم کے اور دوسری بعوض بیس ۲۰ درم کے رہن کی اور یہ تعیین نہ کی کہ کون بعوض دس کے ہی اور کون بعوض بیس کے ہی تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ بکری تلف ہو جانے کے وقت دونون مین نزاع واقع ہوگا کیونکہ جب کوئی بکری تلف ہو گئی تو یہ معلوم نہوگا

عہ چاہے ترک کرے یا رہنے دے ۱۲ عہ یعنے تفصیل نہ کی ۱۲ عہ یعنے لگے ہوئے ۱۲ عہ یعنے جتنی جگہ مین وہ اُگے ہین ۱۲

کہ قرضہ میں سے کسقدر اُسکے مقابلہ میں ساقط ہوا اور اگر بیان کے ساتھ تعیین کر دی ہو تو جو بکری تلف ہو گی اُسکے مقابلہ میں جس قدر معین کیا تھا اُسقدر ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن کرنا جائز ہے مگر بعض علما نے اسمیں خلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ حیوان ف۱ ہلاکت کا نشانہ ہے پس بمنزلہ اُن چیزون کے ہوا جو جلد بگڑ جاتی ہین جیسے ردی وغیرہ جو جلد بگڑ جاتی ہین اُنکا رہن کرنا جائز نہین ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک دار وارثان بالغ و نابالغ مین مشترک ہے اس کو وصی اور بالغون نے رہن کیا بعوض خراج ف۲ ایک نے مین کے جو ان سب مین مشترک ہے تو ایک ہی صفقہ کے ساتھ رہن کرنا صحیح ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار ف۳ رہن کیا اور اسمین ایک دیوار مشترک ہے تو صحیح نہین ہے اور اگر دیوار مشترک کو مستثنے کر لیا تو صحیح ہے لیکن اگر دیوار مشترک کے ساتھ اُسکی کوئی دیوار متصل ہو تو صحیح نہوگا۔ ایک دار رہن کیا اور دیوار رہن مالک دار و پڑوسیون کے درمیان مشترک ہین تو صحن و چھت و اُن دیوارون کا رہن جو خاصۃً بدون کسی کی شرکت کے ہین صحیح ہے اور دیوار ہاے مشترکہ کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہین ہے اسواسطے کہ چھت تابع ہے یہ قنیہ مین ہے اور اگر اپنے دار مین سے کوئی بیت معین یا کوئی ٹکڑا معین رہن کرکے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک کی چیز فروخت کر دی اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے ان دونون عقدون کی اجازت دیدی تو صحیح نہین ہے۔ اور اگر مریض ف۴ نے کسی قرضخواہ کو کوئی مال رہن دیا تو صحیح ہے اگرچہ اُسکی قیمت نسبت قرضہ کے زیادہ ہو جیسے اُسکا ودیعت دینا صحیح ہے ولیکن اسکا حکم باقی قرضخواہون کے حق مین ظاہر و موثر نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار جسمین اُسکا اسباب ہے خواہ قلیل یا کثیر جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بدون اسباب کے رہن کیا یا بورے جنمین اس کا اسباب ہے جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بدون اسباب کے رہن کیا اور سب کو مرتہن کے سپرد کر دیا تو یہ جائز نہین ہے۔ لیکن اگر دار یا بورون کو اسباب مذکور سے خالی کر کے سپرد کرے تو جائز ہے۔ اور اگر اسباب بدون دار کے یا بورون کی متاع بدون بورون کے رہن کی اور سب سپرد کیا تو جائز ہے اور صورت اولے مین جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ہے کہ دار مین یا بورون مین جو متاع ہے وہ پہلے ودیعت دیدے پھر دار و بورہ مع دار و دیوار ۱۲ جو رہن کیا ہے مرتہن کے سپرد کرے تو رہن و قبضہ دونون صحیح ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور حسن رہ نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن دونون اُس دار کے اندر موجود ہین پس راہن نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے سپرد کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ راہن اس دار مین سے باہر نکلکر ف۵ پھر مرتہن سے کہے کہ مین نے یہ دار تیرے سپرد کیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے عمارت و دوکان جو زمین سلطانی پر بنی ہوئی ہے رہن کر کے مرتہن کے سپرد کر دی اور مرتہن اُسکو اپنے قبض و تصرف مین لایا اور سالہا سال اُسکو اجارہ پر دیا اور اُسکا کرایہ لیتا رہا تو رہن صحیح نہین ہے اور مرتہن نے جو کچھ اُسکا کرایہ لیا ہے وہ اُسکو حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور اگر گھوڑے ف۶ پر پڑی ہوئی زین یا اُسکے منھ مین دی ہوئی لگام یا اُسکے گلے مین بندھے ہوے گلو بند کی رسی رہن کی اور مرتہن کو گھوڑا مع زین و لگام و گردن بند سپرد کر دیا تو رہن پورا نہوگا

ف۱ یعنے حیوان اکثر اوقات مرجاتا ہے ۱۲ ف۲ خراج سے یہان مراد ایسا خراج ہے جو معمولی بندھا ہو یعنے پیداوار کی بٹائی نہ ہو ۱۲ ف۳ باہر جانا اسوجہ سے کہ راہن کا قبضہ بدون اسکے خارج نہوگا ۱۲ منہ ف۴ مرض الموت کا مریض ۱۲ ف۵ گھوڑا یا خچر یا گدھا یا بیل بشرطیکہ اشیاے مذکورہ جیسکے مناسب ہون شامل ہیں

یہانتک کہ گھوڑے سے جدا کرکے مرتہن کے سپرد کرے اور اگر کسی چوپایہ پر لدان لدا ہوا ہو پس چوپایہ بدون بار کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ چوپایہ مذکور پر سے بار اُتار کر مرتہن کے سپرد کرے اور اگر چوپایہ کا لدان بدون چوپایہ کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو لدان کا رہن پورا ہو جائیگا اسواسطے کہ صورت اولے میں چوپایہ لدے ہوئے بار میں مشغول ہو فارغ نہیں ہو اور صورت ثانیہ میں لدان چوپایہ کے ساتھ مشغول نہیں ہو یہ بدائع میں ہو۔ ایک شخص نے شوہردار باندی رہن کی اور اُسکے شوہر سے اجازت نلی تو رہن جائز ہو اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے پھر اگر وہ باندی اپنے شوہر کے وطی کرنے سے مر گئی تو ایسا ہوگا کہ گویا آسمانی آفت سے مری ہو مگر استحساناً مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا حالانکہ قیاساً ساقط نہوگا۔ اور اگر رہن کرنے کے وقت وہ باندی شوہردار نہ ہو پھر رہن کرنے کے بعد مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکا نکاح کر دیا تو یہ صورت اور صورت اولے دونوں یکسان ہیں اور اگر بدون اجازت مرتہن کے اُسکا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا مگر مرتہن کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے اور اگر اسکے شوہر نے اُسکے ساتھ وطی کر لی تو باندی کے ساتھ اُسکا مہر بھی رہن ہو جائے گا اور وطی کرنے سے پہلے اُسکا مہر رہن نہوگا اور اس صورت میں اگر شوہر کے وطی کرنے سے باندی مذکور مر گئی تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا اُسکے شوہر سے تاوان لے جیسا کہ اگر شوہر نے اُسکو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہو پھر اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ یہ باندی رہن ہو تو جو کچھ اُسنے تاوان دیا ہو وہ راہن سے واپس لیگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ فتاوی عتابیہ میں ہو کہ اگر باندی کے پیٹ میں جو کچھ ہو[1] اسکو آزاد کر دیا پھر باندی کو رہن کیا تو جائز ہو اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو بقدر نقصان ساقط ہو جائیگا لیکن اگر بچہ نے[2] اسکو پورا کر دیا ہو تو ساقط نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہو گئی تو رہن باطل ہو اور سرکہ اُسکے ہاتھ میں امانت ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو لیکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اُسکے پاس چھوڑ دے بشرطیکہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو بخلاف اسکے اگر کافر نے کسی مسلمان کی شراب رہن لی تو یہ نہیں جائز ہے[3] اور وہ شراب مرتہن کے پاس امانت[4] ہوگی اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شیرۂ انگور رہن لیا پھر وہ شراب ہو گیا تو مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار ہو اور وہ سرکہ اُسکے پاس رہن رہیگا اور جس قدر کیل وزن میں گھٹ گیا ہو اُسکے حساب سے رہن باطل ہو جائیگا اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور لے لیگا اور قرضہ اپنے[5] بحالہ باقی رہیگا اور مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار نہوگا اور اگر سرکہ کر ڈالے تو سرکہ کر ڈالنے کے روز جو کچھ اُسکی قیمت ہو اسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا قرضہ واپس لیگا بخلاف اسکے اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن نے اُسکو سرکہ کر ڈالا تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن کی اور مرتہن نے اُسکی دباغت کی تو وہ رہن نہوگی اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لیکر مرتہن کو دباغت کی قیمت دیدے بشرطیکہ اُسنے ایسی چیز سے اُسکی دباغت کی ہو جسکی کچھ قیمت ہے

[1] جو کچھ ہو یعنے حمل لڑکا یا لڑکی ۱۲ منہ [4] امانت اس وجہ سے کہ وہ رہن نہیں تو ضمانت میں بھی نہ ہوئی لیکن ذمی کے حق میں وہ مال ہو تو مسلمان اسکا امین ہوا اگرچہ ابتدا میں اسکو لینے سے گنہگار ہو چکا ہو ۱۲ [2] اس نقصان کو ۱۲ [3] اگر تلف ہو جائے یا سرکہ ہو جائے تو وہ ضامن نہوگا ۱۲ [5] خواہ مرتہن کافر ہو یا مسلمان ہو اسواسطے کہ مسلمان کی شراب مضمون نہیں ہوتی ہے ۱۲

اور یہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مردار کی کھال غصب کر کے اسکو دباغت دی اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر دونوں مسلمان ہوگئے تو شراب مذکور رہن نرہی پھر اگر مرتہن نے اسکو سرکہ کر ڈالا تو وہ رہن ہو جائیگی اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک خواہ راہن یا مرتہن مسلمان ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن ہو جاویگی اور جسقدر رہن سے کم ہو جاوے اسی کے حساب سے رہن باطل ہو جاویگی اور اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور کسی مسلمان عادل[1] کے پاس رکھی اور اُس نے قبضہ کر لیا تو رہن جائز ہے اور جو حربی کہ امان لے کر دار الاسلام میں آیا ہو رہن لینے و رہن دینے میں اُسکا حکم مثل ذمی کے ہے اور اگر کوئی حربی مستامن اپنا کچھ مال کسی کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسپر آتا ہے رہن رکھکر دار الحرب میں لوٹ گیا پھر مسلمان اُسکے ملک پر غالب آئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہوگیا اور جو مال اُسنے مرتہن کو رہن دیا تھا وہ مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کا ہوگیا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے مرتہن اپنا قرضہ پورا وصول کر لیگا اور جسقدر باقی رہے وہ اُس شخص کو ملیگا جس نے حربی مذکور یعنی راہن کو قید کیا ہے اور اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان یا ذمی کا مال بعوض ایسے قرضہ کے جو حربی مذکور کا اس مسلمان یا ذمی پر آتا ہے رہن ہو تو وہ مال مرہون اُسکے مالک یعنی راہن کو واپس دیا جائیگا اور حربی کا قرضہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق باطل ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ذمی وغیرہ کسی کیطرف سے مردار یا خون کا رہن کرنا صحیح نہیں ہے یہ کافی میں ہے فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر غاصب نے مال مغصوب کو رہن کیا پھر اُسکو مالک سے خرید کیا تو روایت کیا گیا ہے کہ رہن جائز ہو جائیگا اور اگر مشتری نے مبیع میں عیب پایا اور بائع نے عیب کے عوض اُسکو رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے بائع کو مال عین دیا کہ مبیع کے ساتھ بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے پس اگر یہ مال تلف ہو جاوے تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور راہن یا مرتہن یا دونوں کے مر جانے سے رہن باطل نہیں ہوتا ہے اور وارثوں کے پاس مرہون بطور رہن باقی رہتا ہے۔ کذا فی خزانۃ الفتاوے۔

فصل پنجم۔ باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان میں۔ اگر باپ نے اپنے بالغ لڑکے کا مال اُسکے قرضہ میں رہن کر دیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کا مال عین بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسنے اپنے واسطے یا فرزند نابالغ کے واسطے لیا ہے رہن کیا تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر مال عین مذکور فرزند نابالغ اور بالغ کے درمیان مشترک ہو تو یہ جائز نہیں ہے جبتک کہ فرزند بالغ اُسکو تسلیم نہ کرے اور اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو باپ بقدر حصہ فرزند بالغ کے ضامن[2] ہوگا اور باپ کے مرنے کے بعد اُسکے وصی کا حکم اس باب میں مثل باپ کے ہے۔ اور اگر باپ کا وصی نہو باپ کا باپ یعنے سگے دادا کا بھی یہی حکم ہے۔ اسواسطے کہ از راہ ولایت تصرف کرنے میں وہ باپ کا قائم مقام ہے مگر فرق یہ ہے کہ باپ کو یہ اختیار ہے کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کیواسطے رہن دے اور وصی کو یہ اختیار نہیں ہے جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باپ نے اپنے

---

[1] عادل سے مراد جبیر ان لوگوں کو اعتماد ہو کیونکہ شراب کی حفاظت قبضہ کرنے سے وہ شرعی عادل پرہیزگار نہیں رہا ۱۲ [2] اسواسطے کہ فرزند بالغ کا حصہ بمنزلہ غصب ہے اور صغیر کے حق میں جواز تھا اس کا ضامن بھی نہو ۱۲

فرزند نابالغ کی متاع کسی شخص کے پاس رہن کی پھر فرزند مذکور بالغ ہوا اور باپ مر گیا تو جب تک فرزند مذکور قرضہ ادا نکرے تب تک اسکو متاع مرہون واپس لینے کا اختیار نہو گا اسواسطے کہ یہ تصرف رہن ایسا تصرف ہے جو فرزند مذکور کے حق میں اسکے باپ کی طرف سے ایسی حالت میں لازم ہوا جسوقت باپ کی ولایت اسکے اوپر قائم تھی اور اسکا باپ اس معاملہ میں قائم مقام اس فرزند کے ہے اگر یہ فرزند بالغ نہوے پس اگر باپ نے اس مال کو اپنے ذاتی قرضہ میں رہن کیا ہو اور فرزند مذکور نے وہ قرضہ ادا کیا تو مقدار قرضہ کو باپ کے مال سے واپس لیگا اسی طرح اگر فک رہن سے پہلے متاع مذکور تلف ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ماں نے اپنے فرزند نابالغ کا مال رہن کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ماں ایسے شخص کی طرف سے جو اس فرزند کا ولی ہے وصی مقرر کی گئی ہو یا اسکو رہن کی اجازت ملی ہو تو جائز ہو گا اور اگر حاکم نے فرزند مذکور کی ماں کو اسکا مال رہن کرنے کی اجازت دیدی ہو تو جائز ہے اور مرتہن کو بیس[۱] و خصاص کا استحقاق حاصل ہو گا بیچ کرنے کا استحقاق حاصل نہو گا۔ اور اگر طفل مذکور کی ماں نے رہن کیا اور مرتہن کو بیچ کرنے کا وکیل[۱] کیا پھر حاکم نے وکالت و بیع کی اجازت دیدی تو مرتہن مذکور حاکم کیطرف سے وکیل ہو جائیگا اور حاکم یعنے قاضی جسنے رہن کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ مرتہن مال مرہون کو فروخت کر چکا ہے پس اگر دوسرے قاضی کے نزدیک قاضی اول کا بیع کی اجازت دینا ثابت ہو تو وہ اس بیع کو نافذ کریگا اور اگر اسکے نزدیک قاضی اول کی اجازت ثابت نہو تو اسپر واجب ہو گا کہ بیع مذکور کو رد کر دے جبکہ بیع کا رد کر دینا طفل مذکور کے حق میں بہتر ہو یہ جواہر الفتاوی میں ہے اگر باپ کا یا اسکے نابالغ فرزند کا یا اسکے غلام ماذون التجارۃ کا جسپر قرضہ نہیں ہے اسکے کسی دوسرے نابالغ فرزند پر قرضہ آتا ہو پس باپ نے قرضدار فرزند کی کچھ متاع اس قرضہ کے عوض اپنے پاس یا دوسرے اپنے طفل قرضخواہ کے پاس یا اپنے غلام ماذون کے پاس رہن کی تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے۔ باپ کو جائز ہے کہ اپنا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو فرزند مذکور کا اسپر آتا ہے رہن کر دے اور اس مال کو اپنے فرزند مذکور کیواسطے اپنے قبضہ میں رکھے گا اور وصی کے واسطے ایسا کرنا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر وصی نے یتیم کا کوئی خادم[۲] اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کر لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر یتیم کا وصی اسکے اس معاملہ کی اجازت دیدے تو عقد رہن جائز ہو جائیگا جیسے یتیم کے خرید و فروخت کرنے میں حکم ہے۔ اسی طرح اگر دو وصی ہوں اور ایک نے ایسا کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اس صورت میں کہ دوسرا وصی بھی اجازت دیدے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ نہیں ہے رہن کیا تو مثل اپنے پاس رہن کر لینے کے نہیں جائز ہے اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا بیٹے کے بالغ بیٹے یا اپنے مکاتب یا غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ ہے رہن کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے

[۱] وکیل کرنے کی یہ صورت کہ مثلاً مرتہن سے کہا کہ جب میعاد گذرے اور میں تیرا قرضہ ادا نکر دوں تو میں نے تجھے وکیل کیا کہ تو میری طرف سے رہن کو فروخت کرے پس یہ وکالت لازمی ہو گی ۱۲ [۲] غلام یا باندی ۱۲

اور اگر وصی نے یتیم کے کھانے کپڑے کی بابت قرضہ کر لیا اور اس قرضہ کے عوض یتیم کا کچھ مال رہن کیا تو جائز ہی اسیطرح اگر اُسنے یتیم کے واسطے تجارت کی اور معاملہ تجارت مین رہن کیا یا رہن لیا تو جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر وصی نے وارثون کے واسطے قرضہ لیا اور اُنکا مال عین رہن کیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُنکے نفقہ و حوائج و خراج وغیرہ کسی نوائب[ف] کے واسطے قرضہ لیا ہی یا اُنکے مملوکون و چوپاؤن کے نفقہ کیواسطے لیا اور ہر صورت اس سے خالی نہین کہ یا تو وارث سب بالغ ہونگے یا نابالغ ہونگے یا بالغ و نابالغ دونون ہونگے پس اگر وارث بالغ ہون خواہ غائب ہون یا حاضر ہون اور وصی نے اُنکے نفقہ کے واسطے قرضہ لیکر رہن کیا تو نہین جائز ہی اور اگر وارث نابالغ ہون تو جائز ہی اور اگر بالغ و نابالغ دونون ہون تو فقط نابالغون[۱۲ اور حاضر] کے حق مین اُنکا قرضہ لینا و رہن کرنا جائز ہی بالغون کے حق مین نہین جائز ہی بخلاف اسکے اگر مال منقول کو ترکہ مین سے وصی نے فروخت کیا تو سب کے حق مین روا ہوگا اور اگر اسنے وارثون کے مملوکون و چوپاؤن کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیا پس اگر سب وارث بالغ ہون اور حاضر ہون تو وصی کا قرضہ لینا اور اُنکا مال عین رہن دینا جائز نہوگا اور اگر غائب ہون تو جائز ہوگا اور اگر بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون یا وارثون مین صغیر و کبیر حاضر ہون تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قرضہ جائز ہی اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک فقط بالغان غائب اور نابالغون کے سوائے قرضہ لینا باقیون کے حق مین نہین جائز ہی اور اسکا رہن کرنا سب کے حق مین جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر میت پر قرضہ ہو اور اُس کے وصی نے اُسکے ترکہ مین سے کچھ مال عین اُسکے کسی قرضخواہ کے پاس رہن کیا تو جائز نہین ہی اور باقی قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اسکو رد کر[دین] اور اگر وصی نے ان کے رد کر دینے سے پہلے[ت] اُنکا قرضہ ادا کر دیا[باقی سب کا ۱۲] تو رہن جائز ہوگا۔ اور اگر میت کا ایک کے سوائے دوسرا قرضخواہ نہو تو رہن مذکور جائز ہوگا اور اسکے قرضہ مین فروخت کر سکتا ہی[یعنی مرتہن ۱۲]۔ اور اگر وصی نے کسی شخص سے جسپر میت کا قرضہ آتا ہی رہن لیا تو جائز ہی۔ اسی طرح اگر میت نے خود ہی اُس قرضدار سے رہن لیا ہو تو اُسکا وصی اس مرہون کے روک رکھنے مین اُسکا قائم مقام ہوگا لیکن وصی اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہین کر سکتا ہی اور وصی کو اختیار ہی کہ میت پر جو قرضہ ہی اُسکے عوض رہن دیدے اسواسطے کہ جو امور میت کے حوائج مین سے ہین اُنمین وصی اُسکا قائم مقام ہی اور قرضہ کا ادا کرنا اُسکے حوائج[ع] مین سے ہی پس وصی ادائے قرضہ میت کا اختیار رکھتا ہی پس اسیطرح اُسکے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن مر گیا تو اُسکا وصی مال مرہون کو فروخت کرکے مرتہن کا قرضہ ادا کرے گا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ مرہون کو فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر میت کے وارث بالغ نے متاع میت مین سے کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہی اور اس وارث کے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس اگر قرضخواہ نے نالش کی تو قاضی اس رہن کو باطل کر دے گا اور مال مرہون اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا

ف نوائب جمع نائبہ وہ سخت امور جو اکثر اوقات پیش آتے ہین بعضے معمولی ہین جیسے خراج و چوکیداری وغیرہ اور بعضے غیر معمولی جیسے کوئی تاوان از جانب سلطان پیش آیا جیسے ٹکس اگرچہ اُسکا لینا جائز نہو ۱۲ ت حوائج یعنی اس کی ضرورت مین سے ہی ۱۲ ع یعنے کچھ چیز قرض لی ۱۲ ت یعنے رہن توڑنے سے پہلے ۱۲

اور اگر وارث مذکور نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور وارث بالغ نے میت کی متاع میں سے کوئی مال عین ایسے قرضہ کے عوض جسکو لیکر اُس نے اپنی ذات پر خرچ کیا ہی رہن کیا یا یہ وارث نابالغ ہو کہ اُسکے وصی نے ایسا کیا پھر ایک ایسا اسباب جسکو میت نے اپنی حیات میں فروخت کیا تھا بسبب عیب کے انکو واپس دیا گیا اور وہ اُنکے پاس تلف ہوگیا اور مشتری کا ثمن مال میت پر قرضہ ہوگیا اور میت کا مال کچھ نہیں ہی سوائے اُس مال کے جو نفقہ کے عوض رہن رکھا گیا ہی تو وہ رہن جائز رہیگا اسواسطے کہ جسوقت مرتہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا ہی اُسوقت مال میت پر قرضہ نہ تھا اور یہ مال مرہون وارث کے ملک غیر کے حق سے فارغ تھا پس اُسمیں مرتہن کا حق لازم ہو جائیگا پھر قرضہ کا لحوق اسکے بعد بوجہ عیب کے اسباب فروخت کردہ واپس دیے جانے کے ہوا ہی پس یہ امر حق مرتہن کو باطل نکریگا اور یہ بخلاف اُس صورت کے ہی کہ جب میت کے فروخت کیے ہوئے غلام پر استحقاق ثابت کیا گیا یا وہ آزاد ثابت ہوا اسلیے کہ اسصورت میں رہن باطل ہو جائیگا کیونکہ یہ امر ظاہر ہوا کہ جسوقت وارث نے ترکہ میں سے مال عین کو رہن کیا ہی اُسوقت میت پر قرضہ تھا اسواسطے کہ آزاد عقد بیع کی تحت میں داخل ہی نہیں ہوتا ہی اور نہ اُسکا ثمن مملوک ہوتا ہی اور استحقاق ثابت ہونے سے جڑ سے عقد بیع باطل ہو جاتا ہی لیکن راہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا تاکہ اُسکو میت کے قرضہ میں ادا کرے خواہ راہن وصی ہو یا وارث ہو اسواسطے کہ جب میت پر ایسا قرضہ لاحق ہوا کہ جسکا ادا کرنا ترکہ میت سے واجب ہی اور وارث نے اپنے تصرف سے اس سے باز رکھا تو تلف کر دینے والے کے حکم میں ٹھہرایا گیا پس اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وصی کی صورت میں بھی یہی بات ہی لیکن وصی اس مال ضمان کو میت کے ترکہ سے واپس لیگا علی ہذا اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور اُسکا مہر لے لیا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث نے اُس باندی کو اُسکے شوہر کے دخول کرنیسے پہلے آزاد کر دیا اور باندی مذکورہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر مذکور کے ساتھ اُسکے نکاح میں رہنا نچاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ میں قرضہ ہوگیا تو بھی رہن[ل] وارث جائز ہوگا اور وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر میت نے اپنی حیات میں راستہ میں کنواں کھودا ہو پھر اُسکے مرنیکے بعد اُسمیں کوئی شخص تلف ہوگیا حتے کہ اُسکی ضمان میت کے مال پر قرضہ ہوئی تو وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال میں پورا ہوگیا ہی اُس سے باطل نہوگا لیکن وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مال عین متروکہ میں اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کر دیا ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جو اُسنے یتیم کے واسطے لیا ہی رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا پھر وصی نے یتیم کی حاجت کیواسطے اُس مال مرہون کو مرتہن سے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس ضائع ہوگیا تو وہ رہن سے باہر ہوگیا اور یتیم کا مال گیا پس جبکہ مرہون مذکور تلف ہو جا نیسے قرضہ ساقط نہوا تو مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لے لیگا جیساکہ رہن کرنے سے پہلے لے سکتا تھا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا اور اگر اُس مرہون کو وصی نے اپنی حاجت کے واسطے مستعار لیا ہو تو یتیم کے واسطے اُسکا ضامن[ع] ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اُسکو غصب کرکے اپنی ضرورت کے

ل قال المترجم اصل میں ہی کہ رہن جائز ہی۔ میں کہتا ہوں کہ شاید یوں ہو کہ عتق جائز ہے کیونکہ یہ معنے زیادہ ظاہر ہیں ولیکن یہ دوسری تفریع ہوتی ہی اور اگر اصل کے موافق رہن کا لفظ ہو تو باپ سے زیادہ مناسب ہی اگرچہ تعلیق ہی فافہم ۱۲ منہ ع جس روز اُسنے آزاد کیا ہی اُس قیمت کا ضامن ہوگا بلا اختلاف ۱۲ ع اور مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لیگا ۱۲

کام میں لایا یہانتک کہ مرہون مذکور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو وصی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو اگر میعاد آگئی ہو تو اُسکی قیمت سے قرضہ ادا کردیگا اور باقی یتیم کی ہوگی اور اگر قیمت بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ادا کرے گا اور جسقدر باقی رہا وہ مال یتیم سے لیکر ادا کریگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر ہو تو مرتہن کو ادا کردے اور یتیم سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرضہ کی میعاد نہ آئی ہو تو یہ قیمت رہن رہیگی اسواسطے کہ وہ مال مرہون کے قائم مقام ہے پھر جب میعاد آویگی تو اُسکا حکم اسی تفصیل سے ہوگا جو ہم نے بیان کردی ہے۔ اور اگر وصی نے اُسکو غصب کرکے یتیم کی ضرورت میں استعمال کیا یہانتک کہ اُسکے پاس وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کیواسطے اُسکا ضامن ہوگا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہوگا پس اگر قرضہ کی میعاد آگئی ہو تو مرتہن اس سے قرضہ لے گا اور وصی اسقدر یتیم سے واپس لیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو مال ضمان مرتہن کے پاس رہن رہیگا پھر جب میعاد آویگی تو مرتہن
اُس سے اپنا قرضہ لے لیگا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا یہ کافی میں ہے

دوسرا باب۔ ایسے رہن کے بیان میں جسمیں کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اُسکو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونوں اسکو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھیں اور عادل نے اسکو منظور کرلیا اور رہن مذکور پر قبضہ کرلیا تو رہن پورا ہوجائیگا حتٰی کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کا قرضہ ساقط[1] ہوجائیگا اور اس حکم کے حق میں عادل مذکور مرتہن کا نائب ہے اور حق ضمان میں راہن کا نائب ہے حتی کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کوئی شخص استحقاق ثابت کرکے عادل سے اُسکا تاوان لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے واپس لیگا نہ مرتہن سے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ مرتہن اُسپر قبضہ کرے پھر دونوں نے اُسکو عادل کے پاس رکھدیا تو جائز ہے اسواسطے کہ جب عادل ابتدا میں مرتہن کا قائم مقام ہوسکتا ہے تو حالت بقا میں بھی ہوسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور عادل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ ساقط ہونیسے پہلے مال مرہون راہن کو دیدے الا اس صورت میں کہ مرتہن راضی ہو اور اگر اُسنے مال مرہون کو راہن و مرتہن دونوں میں سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کراکر پھر عادل مذکور کے پاس رکھا دے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہوگیا تو عادل اُسکی قیمت کا ضامن[2] ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اُسکی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اس امر پر قادر نہوگا اسواسطے کہ قیمت اسکے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہے سو اگر ہم اُس قیمت کو رہن قرار دیں تو ایک ہی شخص قاضی و مقضی علیہ ہوا جاتا ہے پھر اسکے بعد یا تو راہن و مرتہن دونوں اتفاق کرینگے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کرکے دونوں اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیں گے یا دونوں میں سے کوئی اس معاملہ کو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی قیمت کو لے کر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رحمہ نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونوں میں سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اُس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جاویگی اور اگر اُسنے دینے میں خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہوسکتی ہو

[1] ساقط اس وجہ سے کہ مرتہن کا قبضہ وہی عادل کا قبضہ ہے کیونکہ دونوں اسپر راضی ہوتے ہیں ۱۲ [2] ضامن اسوجہ سے کہ اُس نے غصب و خیانت کی ۱۲ منہ

تو اُس سے قیمت لیکر پھر اُسی کے پاس رکھی جاویگی بشرطیکہ اُس سے کوئی خیانت ثابت نہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا ہو یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے ضمان قیمت اسوجہ سے دی ہے کہ اُسنے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس مسلم دیدیجائیگی کہ وہ اپنی قیمت خود لے لے اور اگر عادل اسوجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیدیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ اُس سے یہ قیمت لے لے پھر اسکے بعد آیا عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہوا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے خود تلف کر دیا ہو تو واپس لے سکتا ہے اسوجہ سے کہ عادل مذکور ادائے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا اور یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنا مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اُسکے پاس خود تلف ہوگیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر تلف کر دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر عادل نے اُسکو مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنی مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہے تو اُسکو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت میں عادل اُس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لیگا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ہو یا اُسنے خود تلف کر دیا ہو کیونکہ عادل نے اُسکو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں نے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ میں رکھا اور دونوں نے اُسکو مرہون مذکور کی بیع کر دینے پر مختار کر دیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اُسکی بیع کا مختار کر دیا یا راہن نے خود مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کر دیا تو یہ سب جائز ہے اور جسکو مختار کیا ہے اُسکے معزول کرنے کا دونوں میں سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار نہیں رکھتا ہے اور جب اُسنے فروخت کیا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اور اگر مرتہن نے راہن کو اُسکے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر راہن و مرتہن جائز کر دے تو جائز ہو جائیگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسقدر خسارہ سے فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں برداشت کر جاتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضائے مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن میں مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو معزول کرنے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رح کی روایت میں اختیار نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر راہن و مرتہن دونوں نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے معزول کر کے دوسرے کو اُسکی بیع پر قادر کر دیا یا کسی کو قادر نہ کیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائے گا بشرطیکہ عادل مذکور اس معزولی سے آگاہ ہو جائے اور اگر آگاہ نہوا تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہیگا یہ مبسوط میں ہے اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے الا اُسی صورت میں کہ عقد رہن میں یہ امر مشروط ہو یا بعد تمام ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جاوے پس جب حالت اختیار کے موافق اُسنے فروخت کیا تو ثمن اُس کے پاس

رہن ہوگا اور اگر یہ ثمن اُسکے پاس تلف ہوگیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہے اسی طرح اگر ثمن با ینوجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنے وصول نہو سکا تو بھی یہ تباہی مرتہن کے ذمہ ہوگی کیونکہ ثمن قائم مقام عین تھا اور رہن جس وقت تمام ہو جاوے اُسکے بعد تباہی جسکے قبضہ میں ہو مرتہن کے ذمہ قرار دیجاتی ہے اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو عادل کو بر جبر کیا جائیگا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جبر کیا جائیگا اور اسی کو بعضے مشائخ رح نے اختیار کیا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور یہی صحیح ہے کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نہ کیا جائیگا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہے اور جبر کی تفسیر یہ ہے کہ عادل چند روز قید کیا جاوے پس اگر اس نے اصرار کیا یعنی نہ مانا تو راہن پر جبر کیا جاوے کہ وہ بیع کر دے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی حاکم خود فروخت کر دے گا اور بعضے مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ صاحبین رح کا قول ہے بنا برین کہ انکے نزدیک قیاس ہے کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کر کے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کر دیتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب[1] کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اُسنے بیع کر دی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہو گی اسواسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہے کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتے کہ اگر اُسنے بغیر اسکے دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہوگا اور یہ بیع تو اسکے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے یہ تبیین میں ہے درمیانی عادل مرتد ہو گیا پھر اُسنے رہن کو فروخت کیا پھر اپنی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر عادل مذکور مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ قاضی کیطرف سے اُسکے دار الحرب میں جاملنے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر ایسا حکم ہونے کے بعد واپس آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک پھر وکیل نہو جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق وکیل ہو جائیگا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن دونوں مرتد ہو گئے اور دار الحرب میں جاملے یا ردت پر قتل کیے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہن و مرتہن دونوں یا ایک مر گیا تو عادل کو مال مرہون اپنے پاس محبوس رکھنے و اُسکے بیع کرنے کا اختیار باقی رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر راہن مر گیا تو عادل کو مال مرہون فروخت کر دینے کا اختیار باطل ہوگا بشرطیکہ یہ اختیار عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل ہے اُسکا حکم بیع مفرد کے وکیل سے چار باتوں میں خلاف رکھتا ہے ایک یہ ہے کہ عادل اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے دوسرے یہ کہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا بالاتفاق یا باختلاف تیسرے یہ کہ راہن کے معزول کرنے سے معزول ہوگا بالاتفاق یا باختلاف

---

[1] سب کا یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و صاحبین سب و متفق ہیں کہ جب عادل کو مسلط کیا ہو تو حق مرتہن کیوجہ سے بلا خلاف وہ فروخت کر سکتا ہے اور قاضی شرعًا مسلط ہے ۱۲ ازا فہم ۱۲

چوتھے راہن کے مرنیسے معزول نہوگا باتفاق بابا خلاف اور بیع مفرد کے وکیل کیواسطے یہ احکام ثابت نہین ہین اوران احکام کے سواے باقی احکام مین عادل اور وکیل بیع مفرد دونون یکسان ہین یہ ذخیرہ مین ہو اور عادل کے مرجانے سے وکالت باطل ہوجاتی ہو خواہ عقد رہن مین وہ مشروط ہو یا عقد کے بعد ہوا ہو اور عادل کا وارث یا اُسکا وصی اُسکے قائم مقام نہوگا یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر عادل کے سواے دوسرا شخص مال مرہون فروخت کرنے پر قادر کیا گیا ہو اور راہن مرگیا تو وکالت باطل ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ راہن کے مرنے کے بعد بدون حاضری اُسکے وارثون کے مال مرہون فروخت کرے جیسا کہ راہن کی زندگی مین بدون حاضری راہن کے فروخت کرسکتا تھا یہ کافی مین ہو۔ جو عادل کہ مال مرہون کے فروخت پر مختار کیا گیا ہو اگر اُسنے بعض مرہون کو فروخت کیا تو باقی کا رہن باطل ہوجائیگا یہ سراجیہ مین ہو۔ اور اگر عادل نے مرہون فروخت کرنے کیواسطے اپنی طرف سے وکیل کر دیا پس اگر اُسنے عادل کے سامنے فروخت کیا تو جائز ہو اور اگر اُسکے پیٹھ پیچھے فروخت کیا تو جائز نہین ہو الا اسصورت مین کہ وہ بیع کی اجازت دیدے اور اگر عادل نے مقدار ثمن مقرر کر دی ہو اور وکیل نے اسیقدر دامون کو فروخت کیا تو جائز ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو اور اگر عادل دو آدمی ہون اور دونون مرہون فروخت کرنے کے مجاز کیے گئے ہون[1] پھر ان دونون مین سے ایک نے اُسکو فروخت کیا تو جائز نہین ہو اسواسطے کہ بیع مین راے کی حاجت ہو اور ایک کی راے مثل دو کی راے کے نہین ہوتی ہو پھر اگر دوسرے نے بھی اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہوجائیگی اسیطرح اگر راہن و مرتہن نے اس بیع کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہوجائیگی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال مرہون فروخت کیا اور راہن و مرتہن نے اجازت دیدی تو جائز ہوجاتی ہو اور اگر فقط راہن یا فقط مرتہن نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہوگی اسیطرح اگر کسی اجنبی نے فروخت کیا اور دونون مین سے فقط ایک نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہوگی اور اگر دونون نے اس بیع کی اجازت دی مگر عادل نے انکار کیا تو بیع جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ حق انھین دونون کا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ ایک شخص نے میعادی قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونون نے ایک عادل کو مختار کیا کہ میعاد آجانے پر اسکو فروخت کرے پھر عادل نے مرہون پر قبضہ نکیا یہانتک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہو اور بیع کے واسطے وکالت باقی رہیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دار رہن لیا اور راہن نے ایک شخص کو اسکو فروخت کرنے اور اسکا ثمن مرتہن کو دینے پر قادر کر دیا مگر مرتہن نے اس دار پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آگئی تو وہ رہن نہوگا اور عادل نے اگر اس دار کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت کے جائز ہوگی نہ بوجہ راہن کے اور یہی حکم حصہ دار و خادم مین ہو اور جب عادل نے اسکو فروخت کیا تو اسکا ثمن راہن کو دیگا نہ مرتہن کو اور اگر عادل نے مرتہن کو دیا تو ضامن نہوگا اور اگر راہن نے اسکو بیع سے منع کر دیا تو پھر اسکی بیع جائز نہوگی اسیطرح اگر راہن مرگیا تو اُسکے مرنے کے بعد عادل کو اُسکے فروخت کرنے کا اختیار نہوگا اور مرتہن اس مال مرہون کے حق مین مثل اور قرضخواہون کے ہوگا اور اگر غلام مرہون کو کسی غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم مین قاتل مذکور دیدیا گیا یا اُسکی آنکھ پھوڑدی اور اس جرم مین غلام مجرم دیدیا گیا تو عادل اس غلام[2] مدفوع کی

تنبیہ مترجم کہتا ہو کہ مسلط العدل علے البیع مین ایک معنے جبر کے ہین اگرچہ وہ بیع سے متعلق ہو اور مترجم نے اسی رعایت سے خود مختار کے معنے لیے کہ عرف مین یہ معنے نکلتے ہین ۱۲ منہ

[1] اس وکیل کا حکم وکیل رہن کا نہوگا بلکہ بیع مفرد کے وکیل کے مثل ہوگا واللہ اعلم ۱۲ منہ [2] یعنے جو غلام مجرم لایا گیا ہو ۱۲

بیع کا بھی مختار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقاً[1] مختار کیا گیا تو اسکو اختیار ہے کہ درم و دینار وغیرہ ہر
جنس کے عوض چاہے فروخت کرے اور جسقدر کے عوض چاہے خواہ اسکی قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ
اندازہ کرنے میں اتنا خسارہ اُٹھا جاتے ہیں فروخت کرے اور چاہے نقد یا اُدھار فروخت کرے یہ امام اعظم رح کے نزدیک
ہے اور اگر ایسے مال کے عوض جسکے واسطے بیع سلم ہوئی ہے یعنی مسلم فیہ کے عوض رہن دیا اور اسکو مرہون کی بیع کے واسطے
مختار کر دیا کہ میعاد[2] آنے پر فروخت کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکو اختیار ہوگا چاہے مسلم فیہ کی جنس کے عوض یا دوسری
جنس کے عوض[3] فروخت کرے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ مطلقاً بیع کی صورت میں
ایسے خسارہ سے فروخت کرے جتنا خسارہ اندازہ کرنے میں لوگ برداشت کر جاتے ہیں اور نہ اُدھار فروخت کر سکتا ہے
اور نہ سوائے درم و دینار کے دوسری جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہے لیکن صاحبین رح نے بیع سلم کی صورت میں جنس مسلم فیہ کے
عوض بیچنا جائز رکھا ہے۔ اور اگر راہن نے اسکو اُدھار بیچنے سے منع کیا پس اگر رہن کیوقت منع کیا ہو تو اسکو اُدھار بیچنے کا اختیار
نہ ہوگا اور اگر عقد رہن کے بعد منع کیا ہو تو منع کرنا صحیح نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عادل نے اُدھار بیچا تو اصل میں فرمایا کہ جائز ہے
اور اس میں کوئی تفصیل اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت میں ہے کہ اُسنے اتنی مدت کے اُدھار پر فروخت
کیا جو لوگوں میں معہود ہے اور اگر غیر معہود میعاد پر مثلاً دس برس کے اُدھار پر یا اسکے مثل کسی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا تو
صاحبین رح کے نزدیک جائز نہ ہونا چاہیے اور قاضی امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ اگر راہن کیطرف سے کوئی ایسا امر متقدم ہو چکا ہو
جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ نقد فروخت کرے مثلاً راہن نے اُس سے کہا ہو کہ مرتہن مجھے تنگ کرتا ہے اور مطالبہ
کرتا ہے پس تو اسکو فروخت کر دے تاکہ میں اُس سے نجات پاؤں پھر عادل نے اسکو اُدھار فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے بمنزلہ
ایسی صورت کے کہ کہا کہ میرا غلام فروخت کر دے کہ مجھے نفقہ کی ضرورت ہے اور اگر مال مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہو اور درمیان میں
کوئی عادل نہو اور راہن نے مرتہن کو اسکو فروخت کر کے اپنا قرضہ وصول کر لینے کا اختیار دیدیا پس اُسنے اُدھار فروخت کیا
تو بیع جائز ہے چاہے نقد فروخت کرے یا اُدھار یہ محیط میں ہے اگر عقد رہن میں مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو
اختیار دیا گیا ہو کہ اسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کر دے پس عادل نے اسکو بعوض درموں کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا
یا اسکے برعکس یعنی قرضہ درم تھا اور عادل نے دیناروں کے عوض اسکو فروخت کیا تو عادل کو اختیار ہوگا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور
بیع صرف کے بدل کر لے اسی طرح اگر اُسنے درموں کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گیہوں ہیں تو اسکو اختیار ہوگا کہ درموں کے
عوض گیہوں خرید کر کے قرضہ ادا کر دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ میں نے نوے (۹۰)
درم کو فروخت کیا ہے اور قرضہ سو درم ہے پھر مرتہن نے اسکا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ
عادل نے فروخت کیا ہے مگر نوے سے زیادہ درموں کے عوض فروخت کرنے کا دعوی کیا تو مقدار ثمن میں عادل و مرتہن کا قول
قبول ہوگا اور راہن مدعی کے گواہ اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نکیا اور کہا کہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو گیا ہے پس اگر اسکی

---

[1] مطلقاً یعنے جس مال کے عوض چاہے فروخت کرے ولیکن لفظ میں اس کے ساتھ کوئی قید نہ تھی تو یہ مطلق ہے اور اگر قید ہو کہ اشرفیوں کے عوض فروخت کرے تو معتبر ہے ۱۲ [2] یعنی مسلم فیہ ادا کرنے کی میعاد ۱۲ [3] یہ اختلاف ادپر کے مسئلہ کی بنا پر ہے ۱۲

قیمت قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا اور اگر راہن نے بیع کا اقرار کیا مگر کہا کہ عادل نے اُسکو سو درم کے عوض بیچا ہے اور عادل نے کہا کہ مین نے نوے درم کو بیچا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تونے اُسکو اسّی درم کو بیچا ہے حالانکہ بائع و مشتری کا باہمی قبضہ ہو چکا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اور وہ راہن سے بیس درم لے لیگا اور گواہوں مین سے[1] گواہ راہن کے قبول ہونگے اور اگر عادل نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے مرہون بعوض نوے درم کے فروخت کر کے ثمن مرتہن کو دیدیا ہے اور راہن نے کہا کہ تونے اسکو فروخت نہین کیا ہے اور گواہ دیے کہ عادل نے اسکو فروخت نہین کیا ہے اور وہ عادل کے پاس فروخت کرنیسے پہلے تلف ہو گیا ہے تو اس امر پر راہن کے گواہ مقبول ہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر عادل اس شرط سے مرہون کی بیع پر مختار کیا گیا ہو کہ جب فلان وقت آوے تو عادل اُسکو بیع کرے پھر مرتہن نے دعوی کیا کہ میعاد ماہ رمضان تک تھی اور اب رمضان آگیا ہے اور راہن نے کہا کہ میعاد کا مہینہ ماہ شوال تھا تو عادل کو بیع کا اختیار دینے کیوقت کے باب مین راہن کا قول قبول ہوگا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ میعاد ادائے قرضہ مرتہن کیطرف سے مقرر ہوئی ہے پس اُسکے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور مرہون فروخت کرنے کے اختیار کا وقت عادل کو راہن کیطرف سے تھا پس اِسکے وقت کے باب مین راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اسبات پر اتفاق کیا کہ میعاد ایک مہینہ[2] ہے اور اُسکے گذرنے مین اختلاف کیا تو راہن کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر راہن غائب ہو گیا اور مال رہن ایک عادل کے پاس ہے اور مرتہن نے اس سے کہا کہ مجھے راہن نے اسکے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے کہا کہ مجھے اسکی بیع کا حکم نہین دیا ہے۔ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مین اس دعوی پر مرتہن کے گواہ قبول نکرونگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر راہن یا مرتہن کی عقل جاتی رہی اور اچھے ہونے سے مایوسی ہو گئی تو عادل کی وکالت برباقی رہیگا یہ مبسوط مین ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اگر عادل کو ایسا جنون ہو گیا کہ اُسکے افاقہ کی امید نہین تو اُسکا فروخت کرنا صحیح نہوگا خواہ وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور چاہیے یہ تھا کہ اگر وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو تو اُسکی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ اگر راہن اُسکو ایسی حالت مین بیع کیواسطے وکیل کرتا اور وہ بیع کرتا تو بیع جائز ہوتی لیکن اُسپر بیع کا عہدہ لازم نہ آتا یہ حکم کتاب الوکالت مین صریح بیان فرمایا ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم کتاب الوکالۃ مین مذکور ہے اُسپر قیاس کر کے ایسی حالت مین عادل کی بیع بھی صحیح ہونی چاہیے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے اور بعضے مشائخ نے فرق[3] کیا ہے اور اسیطرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے۔ کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ جب اُسنے عادل کو صحیح العقل ہونے کی حالت مین وکیل کیا تو اُسکی رائے کامل ہی کے ساتھ بیع کرنے پر راضی ہوا ہے اور ایسی رائے کامل اُسکے مجنون ہونے کیوجہ سے معدوم ہو گئی ہے اور جب اُسنے حالت جنون ہی مین اُسکو وکیل کیا ہے تو اُسکی ایسی ہی رائے پر راضی ہوا ہے پس جب اُسنے بیع کی تو اُسکے حکم کا فرمانبردار ہوا یہ مبسوط مین ہے اور املا مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر عادل درمیانی مر گیا حالانکہ وہ بیع مرہون کا وکیل تھا اور اس نے کسی کو اُسکی بیع کے واسطے وصیت کر دی تو وصی کی بیع جائز نہوگی الا اس صورت مین کہ رہن[4]

---

[1] فرق کیا یعنے بیع کی وکالت مین جواز ہے اور رہن کی وکالت مین نہین جائز ہے اور دونون مین فرق ہے ۱۲ [2] یعنے کسی مہینہ پر اتفاق نہین ہوا ۱۲ [3] یعنی مرہون کو بیع کرنا تو ہے ۱۲ [4] پس بیع جائز ہوگی ۱۲

اسی عمل وکالت میں یون کہا ہو کہ مین نے تجھے بیع مرہون کا وکیل کیا اور تجھے اجازت دیدی کہ جو فعل تو چاہے اسکی بابت کرے تو اسی صورت میں وصی کی بیع جائز ہوگی لیکن اسکے وصی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی تیسرے شخص کو اسکے فروخت کے واسطے وصی کرے اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ عادل کا وصی بیع کے حق مین اسکا قائم مقام ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر عادل کے وارث نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مال مرہون دوسرے عادل کے پاس رکھا جاوے یا مرتہن کے قبضہ مین رکھا جاوے حالانکہ عادل اول مرگیا ہی تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ حق انھین دونون کا ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہوگا چاہے دوسرے عادل کے پاس یا مرتہن کے پاس رکھدے اور اگر قاضی کو معلوم ہوگیا کہ جو شخص مرتہن ہی وہ عدالت مین مثل عادل کے ہی تو اسکے قبضہ مین دیدیگا اگرچہ راہن اسکو مکروہ جانے اور اگر قاضی نے چاہا کہ مال مرہون کو راہن کے قبضہ مین رکھے تو بعض روایات مین ہی کہ قاضی کو ایسا اختیار ہی اور بعض مین ہی کہ نہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر عادل اول مرگیا اور مال مرہون دوسرے عادل کے پاس خواہ برضامندی راہن و مرتہن رکھا گیا یا دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے دوسرے عادل کے پاس رکھدیا تو دوسرے عادل کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو فروخت کرے اگرچہ عادل اول کو یہ اختیار دیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر دو عادل دو شخص ہون اور مال مرہون ایسی چیز ہو کہ قابل تقسیم نہین ہی اور دونون نے اسکو ایک کے پاس رکھا تو جائز ہی اور دونون ضامن نہونگے اور اگر وہ قابل قسمت ہو تو قبضہ مین رکھنے والا بالاجماع ضامن نہوگا اور دوسرے کے قبضہ مین دینے والا امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار نہوگا درحالیکہ راستہ خوفناک ہو اور اگر راستہ بے خوف ہو پس اگر یہ قید پائی جاوے کہ مرہون شہر ہی مین رہے تو اسکو ساتھ لیکر سفر کا اختیار نہوگا اور اگر شہر ہی مین رکھنے کی قید نہ پائی جاوے تو اسکو لیکر سفر کر سکتا ہی اور غیر روایۃ الاصول مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق جب راستہ بے خوف ہو تو ہر صورت مین اسکو لیکر سفر کر سکتا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ نہین ہی تو لیکر سفر کر سکتا ہی اور امام محمد رح کے قول کے موافق اگر ایسا سفر ہو جسمین اسکو ساتھ نہ لیجانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو ہر حال مین ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور عادل نے مال مرہون مثلاً غلام فروخت کیا اور اسکا ثمن مرتہن کو ادا کر دیا پھر اس غلام مین کوئی عیب پایا گیا تو اس مین خصم یہی عادل ہوگا پس اگر گواہون کی گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس دیا گیا تو وہ اسکے ثمن کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہی ثمن کا قابض ہی پھر اسکو مرتہن سے واپس لیگا اور مال مرہون بدستور سابق رہن رہیگا کہ عادل اسکو فروخت کریگا اور اگر عیب کو بذریعہ گواہ قائم نہوے مگر عادل نے اسکا اقرار کر لیا حالانکہ وہ عیب ایسا تھا کہ اسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نہ کیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب انکار

---

۱۲ یعنی اگر ساتھ لے گیا تو ضامن ہی پس اگر بچ رہا تو ضمان ساقط ہوئی اور اگر تلف ہوا تو تاوان دے ۱۲ منہ

یعنی مطالبہ اسی سے ہوگا ۱۲ یعنی چاہے راہن نے وصی کو اجازت مذکور دی ہو یا نہ دی ہو ۱۲ یعنی اصول کی روایت کے سوائے نوادر وغیرہ مین مذکور ہی ۱۲

کے اُسکو واپس دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہے اور اگر اُسنے عیب کا اقرار کر لیا تو یہ غلام خاصکر اُسی کے ذمہ پڑے گا اور اگر مشتری نے اُس سے اقالہ کر لیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب کے خواہ وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اُسکے پیدا نہو سکتا ہو یا ہو سکتا ہو عادل مذکور کو واپس کر دیا تو خاصکر اس عادل کے ذمہ لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لیگا پھر عادل کو اختیار ہے چاہے مرتہن سے واپس لے اور مرتہن کا قرضہ بدستور سابق راہن پر عود کرے گا یا چاہے تو راہن سے واپس لے اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اُسکا ثمن مرتہن کو نہ دیا یہانتک کہ غلام استحقاق میں لیا گیا یا بحکم قاضی بسبب عیب کے اُسکو واپس دیا گیا تو عادل اُسکا ثمن مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے یہ اسوقت ہے کہ بیع کا اختیار دینا عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر بیع پر مختار کرنا عقد رہن کے بعد ہوا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عادل ایسی صورت میں وکیل راہن ہوگا اور عہدہ بیع سے جو امر اُسکے ذمہ لاحق ہوا اُسکو راہن سے واپس لیگا خواہ اُس نے ثمن مرہون مرتہن کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو۔ اور اگر صورت اولےٰ میں عادل نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے ثمن وصول کر کے مرتہن کو دیدیا ہے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو عادل کا قول قبول ہوگا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے اُسکو مشتری کو ہبہ کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک یہ جائز ہے اور عادل بقدر ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ بمنزلہ وکیل بیع کے ہے کہ جب اُسنے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا اور اگر عادل نے کہا کہ میں نے ثمن وصول کیا تھا وہ میرے پاس تلف ہو گیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور یہ مرتہن کا مال گیا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے ثمن مرتہن کو دیدیا ہے تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ عادل مذکور کے اقرار سے مرتہن کو ثمن وصول ہونا ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مرتہن کا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر کل یا بعض مشتری کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے ثمن میں سے بقدر تیرے ذمہ سے گھٹا دیا تو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے پس اُسپر واجب ہوگا کہ اسی قدر مشتری کو اپنے مال سے تاوان دے اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ سب مرتہن کو مسلم دیا ہوا رہیگا اور یہ صورت بخلاف اُس صورت کے ہے کہ جب اُس نے وصول کیے ہوئے ثمن کو ہبہ کیا ہو۔ اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اُسکے ثمن پر قبضہ کر لیا اور ثمن مقبوضہ اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر مبیع اُسکے پاس بسبب عیب کے واپس کر دی گئی اور اُسکے پاس مر گئی یا استحقاق میں لے لیگئی یا اُسکے پاس باقی رہی اور عادل مذکور سے ثمن کا مواخذہ کیا گیا یہانتک کہ اُسنے ادا کر دیا تو ان سب صورتوں میں اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے واپس لے اور اُسکو مرتہن سے واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مرہون کا نرخ گھٹ گیا پھر عادل نے اُسکو فروخت کیا تو ثمن کا اعتبار ہے اور جسقدر نرخ کے کم ہونے سے مقدار میں کمی آئی ہے اسقدر قرضہ میں سے ساقط نہوگا بخلاف اس کے اگر نرخ گھٹنے کے بعد مرہون تلف ہو گیا تو روز رہن کی قیمت کا

۱ کہ جب بیع کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو ۱۲ منہ ۲ صورت ثانیہ میں ایسا نہیں ہے ۱۲ ۳ یعنے نہیں جائز ہے ۱۲

اعتبار ہوگا اور جب[1] راہن نے کہا کہ مرہون نرخ گھٹنے کے بعد بیع سے پہلے تلف ہوگیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور مرتہن یا عادل کے گواہ کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہی مقبول ہون گے اور اگر نرخ گھٹنے کے بعد راہن نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جسقدر نرخ کی گھٹی سے کمی آئی ہی اسقدر قرضہ مین سے ساقط ہو جائے گا اور اگر عادل نے اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار ہی اور قرضہ بھی ایک ہزار ہی پھر ایک ہزار پانچسو درم تلف ہوگئے تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر رہن کرنیکے روز اسکی قیمت دو ہزار درم ہون اور تین ہزار درم کو فروخت ہوا پھر دو ہزار درم تلف ہوگئے تو باقی راہن و مرتہن کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہی اور اگر عادل نے مرہون کسی اجنبی کو بلا ضرورت[2] ودیعت دیا تو وہ ضامن ہوگا اور اسیطرح اگر مرتہن قابض نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور عادل کو اختیار ہی کہ مرہون ایسے شخص کو دیدے جو اُسکے عیال مین ہی جیسے جورو و خادم و فرزند و اُسکے نوکر جو اُسکے مال مین متصرف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور مرتہن کو اختیار ہی کہ راہن سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور قرضہ کے واسطے مرہون کو روک رکھے پس اگر حاکم سے نالش کی تو حاکم راہن پر قرضہ دیدینا واجب کریگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو قرضہ کیواسطے قید کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہی کہ راہن کو اُسکے فروخت کرنیکا اختیار دیدے تاکہ اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کرے اور اگر راہن نے اُسکا بعض قرضہ ادا کردیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کیواسطے روک رکھے پھر جب راہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ راہن کا مال مرہون راہن کو دیدے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے قرضہ کے عوض ایک باندی رہن کی اور ایک عادل کے قبضہ مین دی اور حکم کیا کہ اُسکو فروخت کرے پس عادل نے اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مرتہن کا قرضہ دیدیا پھر وہ باندی مرہونہ استحقاق مین لیلیگئی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہوگی یا تلف ہوگئی ہوگی پس اگر وہ موجود ہو اور مستحق نے مشتری سے اُسکو لے لیا ہو تو مشتری کا ثمن عادل پر ہوگا پھر عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے اُسکی قیمت لے یا مرتہن سے اُسقدر ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس لے پھر اگر اُسنے مرتہن سے ثمن لیلیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہوگیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری سے تاوان لے یا عادل سے تاوان لے اور اُسکو مرتہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ مرتہن نے بیع کی اجازت دیکر ثمن لیا ہو تو ایسی صورت مین اُسکو مرتہن سے تاوان لینے کا بھی اختیار ہوگا پس اگر اُسنے راہن سے ضمان لینا اختیار کیا تو رہن تمام ہوگیا اور اگر اُسنے مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہو جائیگی اور مشتری اپنا ثمن عادل سے واپس لیگا۔ اور اگر اُسنے عادل سے تاوان لیا ہی تو عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے وہ ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی اور فرمایا کہ اگر عادل درمیانی غلام مجور ہو پس اگر راہن و مرتہن نے مال مرہون اُسکے پاس اُسکے مولی کی اجازت سے رکھا تو جائز ہی اور اگر بدون اُسکے مولی کی اجازت کے اُسکے پاس رکھا تو بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہوگا

---

[1] یعنے راہن و مرتہن یا عادل مین اختلاف ہوا راہن نے قبل بیع کے تلف کا دعوے کیا اور مرتہن یا عادل نے بعد بیع کے تلف ہونے کا دعوے کیا تو قول راہن کا اور گواہ مرتہن و عادل کے قبول ہونگے ۱۲ [2] ضرورت سے یہان حاجت مراد نہین ہی بلکہ ایسی تنگی پیش آئی کہ ناچار اُسنے دوسرے کی حفاظت مین دیدی جیسے کتاب الودیعۃ مین مفصل مذکور ہی مثلاً ۱۲ منہ

اسواسطے کہ اِس سے مولیٰ کو ضرر پہونچیگا کہ اُسکی مالیت ثمین ڈوب جائیگی بلکہ عہدہ بیع اُسی شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بیع کا مختار کیا ہے اسی طرح اگر آزاد لڑکے کو جو عقد کو سمجھتا ہے عادل قرار دیا تو اسکا اور غلام مجبور کا حکم یکسان ہے پس اگر طفل مذکور کے باپ نے اُسکو اجازت دیدی ہو تو اُسکی بیع کا عہدہ اُسپر ہوگا اور عہدہ سے جو تاوان اُسپر لازم آوے گا اُسکو بیع پر مختار کرنیوالے سے واپس لیگا اور اگر اس کے باپ نے اجازت نہ دی ہو اور مشتری کے پاس مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن مرتہن سے واپس لیگا جس نے مال پر قبضہ کیا ہے اسواسطے کہ جب ثمن اُسی کو دیا گیا تو اس عقد سے اسی کو انتفاع حاصل ہوا ہے اور جب مشتری نے اُس سے واپس لیا تو وہ اپنے قرضہ کا مال راہن سے واپس لیگا اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن واپس لے اسواسطے کہ بائع اسی کیطرف سے مامور تھا اور اسکا بیع کرنا اور ثمن وصول کرنا اُسی کیواسطے ہوا تھا یہ مبسوط مین ہے۔ رہا اس امر کا بیان کہ کون شخص رہن مین عادل ہونیکے لایق ہوتا ہے اور کون نہین ہوتا ہے تو واضح ہو کہ اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اُسکا مولیٰ عادل ہونیکے لائق نہوگا حتےٰ کہ اگر غلام ماذون نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ یہ مال مرہون اُسکے مولیٰ کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن جائز نہوگا خواہ اس غلام پر قرضہ ہو یا نہو اور اگر مولیٰ نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا غلام درمیانی عادل ہو سکتا ہے حتےٰ کہ اگر کسی شخص نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ مال مرہون اُسکے غلام ماذون کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن صحیح ہے اور اگر کسی شخص کے مکاتب نے مال رہن دیا تو اُسکا مولیٰ عادل ہو سکتا ہے اور مکاتب بھی اپنے مولےٰ کے رہن کرنے مین عادل ہو سکتا ہے اور اگر کفیل نے کچھ مال[1] رہن کیا تو اُسکا مکفول عادل نہین ہو سکتا ہے اور اسیطرح مکفول عنہ کے رہن کرنے مین کفیل عادل نہین ہو سکتا ہے اور جن دونون مین شرکت مفاوضہ ہے اُنمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو قرضہ تجارت کے عوض ہے عادل نہین ہو سکتا ہے اسی طرح جن دونون مین شرکت عنان ہو اُنمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو بعوض قرضہ تجارت ہو عادل نہین ہو سکتا ہے اور اگر رہن قرضہ تجارت کے سوا دوسرے قرضہ کے عوض ہو تو دونون قسم کے شریکون مین ہر ایک عادل ہو سکتا ہے اسواسطے کہ سوای قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ مین ہر ایک دوسرے کے حق مین اجنبی ہے پس اُسکا قبضہ مثل اُسکے شریک کے قبضہ کے نہوگا اور مضارب کے رہن کرنے مین رب المال اور رب المال کے رہن مین مضارب عادل نہین ہو سکتا ہے اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض رہن دیا تو باپ عادل نہین ہو سکتا ہے پس اگر باپ نے اپنے نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط سے رہن دی کہ وہ میرے پاس رکھی جاوے تو خرید جائز ہے اور رہن باطل ہے۔ اور رہن کیواسطے راہن خود عادل ہو سکتا ہے یا نہین سو اگر مرتہن نے اُسکے پاس سے مرہون اپنے قبضہ مین نہ لیا ہو تو صحیح نہین ہے حتےٰ کہ اگر عقد رہن مین یہ شرط لگائی ہو کہ راہن کے قبضہ مین رہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مرتہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو راہن کے قبضہ مین رکھدیا ہو تو راہن کی بیع جائز ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر

---

[1] یعنے یہ غلام پکڑ کر بیچا جائیگا ۱۲ منہ [2] یعنے دین کفالت کے عوض ۱۲ منہ [3] اقول یعنے جو شخص فی الواقع ازراہ تقوے و طہارت وغیرہ عادل ہو لیکن بسبب مالکیت و مملوکیت وغیرہ کے عادل بنایا نجاسکے ۱۲ منہ

عادل درمیانی نابالغ لا یعقل[۵۱] ہو اور مرہون اُسکے قبضہ میں رکھا گیا تو جائز نہیں ہے اور رہن نہوگا اور اگر اُس طفل لا یعقل نے بالغ
عاقل ہو کر مرہون کو فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی جبکہ راہن نے اُسکو بیع کرنے کا مختار کر دیا ہو اور امام خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا کہ
یہ امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک بالغ ہونیکے بعد اُسکی بیع جائز نہیں ہے اور اگر درمیانی عادل کوئی ذمی
یا حربی مستامن ہو اور راہن و مرتہن دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذمی ہوں تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ حربی[۵۲] مستامن معاملات میں
بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہے اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کی اہلیت رکھتا ہے اور وہ اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ مالک کے مختار کر دینے
سے اُسکی بیع نافذ ہو جاوے جیسے اُسکی ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہے پھر اگر وہ حربی اپنے دار الحرب میں چلا گیا تو جبتک وہ دار الحرب
میں موجود ہے تب تک اُسکو اس مرہون کے فروخت کا اختیار نہیں ہے پھر جب واپس آ گیا تو اپنی وکالت بیع پر ہوگا اور اگر دار الحرب
میں جو حربی واپس گیا ہے وہ راہن ہو یا مرتہن ہو اور عادل ایک شخص ذمی ہے یا حربی ہے مگر وہ امان کے ساتھ دار الاسلام میں
مقیم ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مرہون کو فروخت کر دے یہ مبسوط میں ہے

تیسرا باب ۔ مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان میں ۔ اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضہ
میں تلف ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ قرضہ کسقدر ہے اور مال مرہون کی قبضہ کے روز کیا قیمت تھی پس اگر دونوں برابر ہوں تو
اُسکے تلف ہو جانے پر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر زیادتی ہے مرتہن اُسکے
حق میں وہ امین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ میں سے بقدر قیمت کے ساقط ہو جائیگا اور جسقدر قرضہ
باقی رہا اُسکو مرتہن راہن سے لے لیگا یہ ذخیرہ میں ہے ۔ اور اگر دس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا اور وہ
مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا قرضہ ساقط ہو گیا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درم ہوں تو مرتہن پانچ درم راہن سے لے لیگا
اور اگر اُسکی قیمت پندرہ درم ہوں تو قرضہ ساقط ہو کر جسقدر زیادہ[پانچ درم ۱۲] تلف ہوا ہے وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا
ہے یہ کافی میں ہے ۔ اور یہ حکم رہن صحیح کا ہے اور رہن فاسد میں بھی یہی حکم ہے مگر کرخی رحمہ نے ذکر کیا کہ رہن فاسد میں مرہون[۵۳] مقبوض
مضمون نہیں ہوتا ہے اور اول قول اصح ہے اور رہن باطل میں جو مرہون مقبوض ہو وہ بالکل مضمون نہیں ہوتا ہے اُسکو
امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے اور رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہو جیسے بیع باطل اور رہن فاسد وہ
ہے جو بصفت فساد منعقد ہو جیسے بیع فاسد اور انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جسکے عوض رہن کیا ہے وہ
مضمون ہو لیکن بعض شرائط جواز نہ پائے جانے کے وقت رہن کا انعقاد بسبب شرائط انعقاد پائے جانیکے ہو جائیگا لیکن
بسبب فقدان بعض شرائط جواز کے بصفت فساد انعقاد ہوگا اور جس صورت میں کہ مرہون مال نہو یا جسکے عوض رہن ہے
وہ مضمون نہو تو جڑ سے رہن کا انعقاد نہوگا پس اسی قیاس پر تخریج مسائل ہے اور یہ بیان ہلاک مرہون کا ہے اور اگر مرہون
میں فقط نقصان آ گیا پس اگر عین مرہون میں نقصان آ گیا ہو تو اسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر از راہ
نرخ نقصان آیا ہو تو ہمارے علمائے ثلثہ رحمہ کے نزدیک قرضہ میں سے کچھ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے ۔

---

[۵۱] لا یعقل یعنے عقد رہن اور اسکی درمیانی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا ہے ۱۲ [۵۲] حربی مستامن وہ کافر جو دار الحرب سے دار الاسلام میں امن لیکر داخل ہوا ۱۲

[۵۳] یعنے رہن فاسد میں اگر مال مرہون پر قبضہ کیا تو وہ ضامن نہیں ہوتا ہے بلکہ گویا مالک کے کہنے سے امانت دار ہے ۱۲

اور اگر راہن بدون ادائے قرضہ و ایفاء کے قرضہ سے بری ہوگیا بطور ابراء کے یا بطور ہبہ کے پھر مال مرہون مرتہن
کے پاس بدون اسکے کہ وہ راہن کو دینے سے روکے تلف ہوگیا تو قیاساً اسطرح تلف ہوا[۱] کہ مرتہن اسکا ضامن ہوگا اور
استحساناً امانت میں تلف ہوا اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور اگر راہن ایفاء قرضہ سے بری ہوگیا پھر مرتہن کے
پاس مال مرہون تلف ہوگیا تو اس طرح تلف ہوا کہ اسکا تاوان مرتہن پر واجب ہے[۵] حتی کہ مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اسنے
بھر پایا ہے وہ راہن کو واپس کردے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا اور اسکے ثمن کے عوض رہن دیا اور
وہ بائع کے پاس تلف ہوگیا پھر مبیع آزاد نکلا یا کسی نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو مرتہن ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے
ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہیں اور اسکے عوض قرضخواہ کے پاس ایک مال رہن ہے پھر تیسرے شخص نے راہن
پر جو قرضہ ہے تطوعاً ادا کردیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور مطلوب یعنی راہن کو اختیار ہے کہ اپنا مال مرہون واپس لے پس اگر اسنے
واپس نہ لیا یہانتک کہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ استحسان کے طور پر ادا کرنیوالے کو جو کچھ اس سے
لیا ہے واپس کردے اور جو کچھ اس سے لیا تھا وہ واپس ہو کر احسان کرنے والے کے پاس آویگا متطوع علیہ یعنی راہن کو نہ
ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے اگر راہن نے مرتہن کو اسکے مال کا کسی شخص پر حوالہ کردیا یعنی اتروا دیا پھر اسکے بعد مال مرہون تلف ہوا تو قیاساً
و استحساناً قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور کتاب الاصل میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اتروا دینے کے بعد اگر راہن نے
مال مرہون لینا چاہا تو اسکو ایسا اختیار ہے یا نہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الزیادات میں دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ
فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم
قرضہ کے رہن کیا پھر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ راہن کے ذمہ کچھ قرضہ نہ تھا اور یہ اتفاق مرہون کے تلف ہو جانے
کے بعد واقع ہوا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ راہن کو ہزار درم واپس دے اور اگر رہن تلف ہونے سے پہلے دونوں نے
اس امر پر اتفاق کیا کہ راہن پر کچھ نہ تھا پھر مال مرہون تلف ہوگیا پس آیا وہ مضمون تلف ہوا یا امانت میں تلف ہوا ہے
تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ امام محمد رح نے جامع میں صریح بیان
فرمایا ہے کہ وہ امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے مرتہن کو ایک مال عین رہن دیا پھر بجائے اسکے دوسرا
مال عین رہن دیا اور مرتہن نے اسکو لے لیا تو جائز ہے لیکن جبتک مال اول کو واپس نہ دے تب تک مال مرہون وہی
اول ہوگا اور بعد واپس کردینے کے دوسرا مال رہن ہو جائیگا پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ جبتک اپنا پورا قرضہ وصول
نکرلے تب تک رہن کو روک رکھے اگرچہ ایک درم رہا ہو اور اگر اسنے بعض قرضہ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہو پھر مرتہن کے
پاس مال مرہون تلف ہوگیا تو وہ قرضہ سے جسقدر زیادہ ہے واپس نہ لیگا یہ جامع مضمرات میں ہے اگر ہزار درم قیمت کا غلام
رہن دیا پھر ایک باندی لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور غلام مجھے واپس دیدے تو یہ جائز ہے اور جبتک غلام کو واپس نہ دے
تب تک اسکی ضمان ساقط نہو گی اور جبتک اول کو واپس نکرے تب تک دوسرا مال مرہون اسکے پاس امانت میں رہیگا
پھر جب اول کو واپس دیا تو دوسرا اسکے پاس ضمان میں ہو جائیگا پس اگر مال اول کی قیمت پانسو درم ہوں اور دوسری

---

۱ یعنی اسصورت سے تلف ہوا جس میں ضمان لازم آتا ہے ۱۲ ۵ بشرطیکہ اسنے روک رکھا ہو ۱۲

قیمت ہزار درم ہوں اور قرضہ بھی ہزار درم ہو پھر مرہون تلف ہوا تو بعوض ہزار درم کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر دوسرے کی قیمت پانچسو درم اور اول کی قیمت ہزار درم ہوا اور دوم اُسکے پاس تلف ہوا تو پانچسو درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے گیہوں رہن دیے پھر کہا کہ بجائے گیہوؤں کے جو لے اور مرتہن نے لیے اور آدھے گیہوں واپس دیے پھر تمام جو اور باقی آدھے گیہوں تلف ہوگئے تو باقی گیہوں بعوض نصف قرضہ کے تلف شدہ ہونگے اور جو کا ضامن نہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی ہزار درم کے عوض رہن دی اور وہ مرتہن کے پاس مرگئی تو قرضہ بطریق استیفا کے ساقط ہوگیا اسی طرح بیع سلم میں مسلم فیہ کے عوض جو مال رہن ہوا اور وہ تلف ہوجاوے تو سلم باطل ہوجائیگی یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے اپنے قرضہ کے برابر قیمت کا کپڑا رہن لیکر قبضہ کر لیا پھر کسی نے اُسکو استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو صاحب استحقاق اُسکو مرتہن سے لیگا اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر وہ کپڑا مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے جس سے ضمان لے کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے ظاہر ہوگیا کہ راہن غاصب تھا اور مرتہن غاصب الغاصب تھا پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو رہن کا تلف ہونا بعوض اُس قرضہ کے ہوگا جسکے عوض رہن تھا اور اگر اُس نے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن راہن سے قیمت رہن واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا اور اگر رہن میں غلام ہوا اور وہ بھاگ گیا اور صاحب استحقاق نے مرتہن سے اُسکی قیمت تاوان لی اور مرتہن نے اسقدر قیمت راہن سے واپس لی اور قرضہ لے لیا پھر اسکے بعد غلام مذکور ظاہر ہوا تو وہ راہن کا ہوگا اور اب رہن نہوگا اسواسطے کہ تاوان کا استقرار راہن پر ہوچکا ہے اور اگر رہن میں باندی ہوا اور وہ مرتہن کے پاس بچہ جنی پھر وہ اور اُسکا بچہ دونوں مرگئے پھر کسی شخص نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ باندی کی قیمت ضمان چاہے راہن سے لے یا مرتہن سے لے اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونوں میں سے کسی سے اُسکے اولاد کی قیمت تاوان لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اُسکو اسقدر قرضہ دیگا پھر قبل قرضہ دینے کے مال مذکور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو جسقدر مقدار قرضہ بیان کی ہے اور جسقدر اُسکی قیمت تھی اُن دونوں میں سے کم مقدار کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اُس نے بسوم رہن قبضہ کیا ہے پس مثل ایسے مقبوضہ کے جو خریدنے کیواسطے قبضہ میں لیا جاتا ہے مقبوض مضمون ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون دلال کو دیدے تاکہ وہ فروخت کرے اور تو اُسکے ثمن سے اپنے دراہم لے لے پس مرتہن نے دلال کو دیدیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر تین آدمیوں نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جسکا ان تینوں میں سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہے رہن کیا تو صحیح ہے اور اگر غلام مذکور مرگیا تو غلام میں سے ہر ایک کا جسقدر حصہ آتا ہے اُسی قدر اُس کے قرضہ میں سے ساقط ہوجائیگا اور یہ سب باہم ایک دوسرے سے رجوع کر لینگے حتی کہ اگر قرضخواہ کا ایک پر ایک ہزار پانچسو درم قرضہ ہو اور دوسرے پر ہزار درم ہو اور تیسرے پر پانچسو درم ہو اور ان سبھوں نے اپنے مشترک غلام کو جس میں ان کی تین تہائی شرکت تھی اور اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی رہن کیا

لہ یعنی ہر ایک برابر بلاکمی و بیشی کے ایک ایک تہائی حصہ کا شریک تھا ۱۲ عہ یعنے گویا مرتہن نے بھر پایا ۱۲ عہ یعنے گویا رب السلم نے مسلم فیہ بھر پایا ۱۲ عہ یا جسقدر بچے ہوں ۱۲

پھر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن ہر ایک سے دو تہائی قرضہ وصول پانے والا اقرار دیا جائیگا اسواسطے کہ مال مرہون اپنی
قیمت اور قرضے سے کم مقدار کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت رہن کم ہے اسواسطے کہ قرضہ تین ہزار درم ہے اور غلام کی
قیمت دو ہزار درم ہے پس مرتہن قرضہ میں سے بقدر قیمت غلام کے بھر پانے والا قرار دیا گیا اور قیمت اسکی دو ہزار درم
ہے اور تین ہزار میں سے دو ہزار اسکا دو تہائی ہے پس ڈیڑھ ہزار کے قرضدار سے ہزار وصول پانے والا اقرار دیا گیا
اور ہزار درم والے سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم بھر پانے والا اور پانچ سو درم والے سے تین سو تینتیس
درم و ایک تہائی درم بھر پانے والا اقرار دیا گیا اور ہر ایک قرضدار پر اُسکے قرض کا ایک تہائی حصہ باقی رہا پھر
ڈیڑھ ہزار درم کا قرضدار باقی دونوں قرضداروں میں سے ہر ایک کو تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم دیگا
اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے ایک ہزار درم دینے والا اقرار دیا گیا ہے جس میں سے ایک تہائی اسکا حصہ ہے یعنی
تین سو تینتیس درم و تہائی درم اسکا حصہ ہے اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا اور اسی قدر ایک
تہائی پانچ سو درم والے قرضدار کا ہے پس جسقدر اُسنے اِن دونوں کے حصہ سے اپنا قرضہ دیا ہے اسقدر کا ان دونوں کے
واسطے ضامن ہوگا اور جس قرضدار پر ہزار درم تھے وہ اپنے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو دو سو بائیس درم و
دو نواں حصہ درم ضمان دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ادا کرنے والا اقرار دیا
گیا ہے جسمیں سے ایک تہائی حصہ اسکا ہے یعنی دو سو بائیس و دو نواں حصہ درم اسکا ہے اور ایک تہائی یعنی اسیقدر ڈیڑھ ہزار
درم والے کا حصہ ہے اور اسیقدر ایک تہائی پانچسو درم والے کا حصہ ہے پس جس قدر اُن دونوں کے حصہ سے اُسنے اپنا قرضہ
ادا کیا ہے اسقدر کا اُن دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جسپر پانچسو درم قرضہ ہے وہ اپنے قرضہ سے تین سو تینتیس
درم و تہائی درم کا ادا کرنے والا ہوا جسمیں سے تہائی اسکا حصہ ہے یعنی ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم اسکا ہے اور
اسیقدر ایک تہائی ڈیڑھ ہزار والے قرضدار و اسیقدر ہزار درم والے قرضدار کا ہے پس ان دونوں کے حصہ سے جسقدر اُسنے
اپنا قرضہ ادا کیا ہے اسقدر کا ضامن ہوگا پھر چونکہ حق ایک ہی جنس کا ہے اسواسطے باہم مقاصہ واقع ہو جائیگا اگرچہ
یہ لوگ مقاصہ نکریں پس پانچ سو درم والے قرضدار کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس درم و تہائی درم واجب ہوا ہے اور
اسکا پانچ سو درم والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر مقاصہ ہوکر پانچ سو درم والا
اُس سے باقی یعنی دو سو بائیس و دو نواں حصہ درم واپس لیگا اسیطرح پانچ سو درم والے کا ہزار درم والے قرضدار
پر دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم واجب ہوا ہے اور ہزار والے کا پانچسو والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم
واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہوکر پانچسو درم والا اُس سے ایکسو گیارہ درم و نواں حصہ درم واپس لیگا اسیطرح ہزار درم
والے کا ڈیڑھ ہزار والے پر تین سو تینتیس و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا ہزار درم والے پر دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم
واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہوکر ہزار درم والا باقی یعنی ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ واپس لیگا یہ کافی میں ہے۔
اور بیع سلم میں راس المال و مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور ثمن بیع الصرف[1] کے عوض دینا صحیح ہے پس اگر بیع سلم میں راس المال

---

[1] یعنی سونے چاندی کا بعوض سونے چاندی کے بیچنا و خریدنا ۱۲

عوض رہن دیا اور مال مرہون اسی مجلس مین تلف ہوگیا تو مرتہن اس راس المال کا وصول پانے والا قرار دیا جائیگا
جب کہ مال مرہون جسقدر مقدار کو وفا کرتا ہو اور بیع سلم بحالہ جائز رہے گی اور اگر مرہون کی قیمت اس سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی
کے امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر اسکی قیمت راس المال سے کم ہو تو بقدر قیمت کے بھر پانیوالا قرار دیا جائیگا
اور مسلم الیہ رب السلم سے باقی واپس لیگا اور اگر مال مرہون اسی مجلس مین تلف نہوا یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے تو بیع سلم
باطل ہوجائیگی اور مسلم الیہ پر واجب ہوگا کہ مال مرہون واپس کردے اور اگر واپس کرنے سے پہلے اسکے پاس تلف ہوا
تو بعوض راس المال کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور بیع سلم منقلب ہوکر جائز نہو جائیگی اور اسیطرح بدل الصرف کے
عوض اگر رہن لیا جاوے تو اسمین بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون کے افتراق وجدائی ہوجانے سے پہلے مال مرہون تلف
ہوگیا پس اگر وہ وفا ہے ثمن کے واسطے کافی ہو تو ثمن بھر پانے والا قرار دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو بقدر اسکی قیمت
کے مستوفی[۱] قرار دیا جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو استیفار کے بعد جسقدر زیادتی رہے وہ امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی
اور اگر مرہون تلف ہونے سے پہلے دونون جدا ہوگئے اور بعد جدائی کے مال مرہون تلف ہوا تو بیع صرف باطل
ہوگئی اور جسقدر کے عوض رہن تھا اسقدر واپس دینا واجب ہوگا اور باقی اگر زیادہ قیمت ہو امانت مین تلف شدہ
قرار دیجائیگی اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا ہوا ور وہ مجلس ہی مین تلف ہوگیا تو رب السلم مسلم فیہ کا بھر پانے والا
قرار دیا جائیگا اور زیادتی کے حق مین امین قرار دیا جائیگا یعنی امانت مین تلف ہوئی اور اگر اسکی قیمت کم ہو تو جسقدر اسکی قیمت
ہے اسکی مقدار بھر وصول پانیوالا قرار دیا جائیگا اور باقی کو مسلم الیہ سے لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر بعد افتراق کے مال
مرہون تلف ہوا تو جسقدر مقدار مضمون تھی وہ سپرد واجب ہوگی اور بیع سلم عود کرکے جائز نہو جائیگی یہ ینابیع مین ہے اور
اگر دونون نے بیع سلم کو فسخ کر دیا حالانکہ مسلم فیہ کے عوض کچھ مال رہن تھا تو وہ راس المال کے عوض رہن ہوجائیگا حتی کہ رب السلم کو
راس المال کے عوض اسکے روک لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ قیاس یہ ہے کہ راس المال کے عوض اسکو نہ روک سکے اور اگر بعد اسکے فسخ کرنے کے
مال مرہون تلف ہوگیا تو مسلم فیہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا راس المال کے عوض تلف شدہ قرار نہ دیا جائیگا اسواسطے
کہ درحقیقت وہ مسلم فیہ یعنے مثلاً اناج کے عوض وہ مرہون ہے اور اسکا اثر راس المال کے حق مین فقط حبس وروک رکھنے مین
ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ بدل اسکا قائم مقام ہے پھر جب وہ مرہون تلف ہو تو اصل جسکے واسطے مرہون ہے اسی کے عوض تلف
شدہ قرار دیا جائے گا جیسے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کرکے سپرد کیا اور ثمن کے عوض مال رہن لیا پھر
دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بائع کو مبیع لینے تک اس مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر مال مرہون تلف
ہو جاوے تو ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو پانچ سو درم بیع سلم
مین کسی خاص مسمی اناج کے واسطے دیے اور اسقدر اناج کے عوض ایک غلام جسکی قیمت اسی قدر ہے رہن ہوا پھر اس سے
اپنے راس المال سے صلح کر لی تو قیاساً اسکو غلام پر قبضہ کر لینے کا اختیار ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ مرہون کو راس المال کے

---

[۱] مستوفی یعنے اپنا حق بھر پانے والا قرار پاویگا اور زیادتی کو ضمانت مین نہ لاوینگے بلکہ وہ امانت مین گئی ۱۲ [۲] یعنے اپنی بیع پھیر لی ۱۲ [۳] غلام کے عوض ۱۲ [۴] مثلاً سومن گیہون کھرے وسپید ۱۲

کے واسطے روک رکھے مگر استحساناً رب السلم کو اختیار ہے کہ راس المال پورا وصول پانے تک غلام مرہون کو روک رکھے اور
اگر مرتہن کے پاس وہ غلام بدون اسکے کہ مسلم الیہ کو دینے سے انکار کرے ہلاک ہوگیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو طعام
مسلم الیہ پر واجب تھا اُسکے مثل اناج مسلم الیہ کو دیکر اُس سے اپنا راس المال لے لے اسی طرح اگر راس المال سے صلح
کرنے کے بعد مسلم الیہ کو راس المال ہبہ کر دیا پھر غلام مرہون تلف ہوگیا تو رب السلم پر اُس اناج کے مثل اناج واجب ہوگا
اور فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک کُر گیہون قرض دیے اور اُس سے ایک کپڑا جسکی قیمت اُن گیہون
کی قیمت کے برابر ہے رہن لیا پھر جسپر قرض کا کُر آتا ہے اُسنے دو کُر جو پر ہاتھوں ہاتھ یعنے نقد دینے پر صلح کر لی تو
یہ جائز ہے اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کپڑے پر اپنا قرضہ کر لے یہانتک کہ جو کے دونوں کُر اُسکو دیدے اور اگر مال مرہون
یعنی کپڑا اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسکا اناج باطل ہوجائیگا اور اُسکو جو لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر درمون کے عوض اُسکے
ہاتھ کُر قرض فروخت کر دیا اور ان درمون کے وصول کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ افتراق
از دین بدین پایا گیا اور قرضدار پر قرض ویسا ہی باقی رہا اور کپڑا اُسکے عوض رہن رہا بخلاف جو کے کہ دو کُر جو مال عین ہے پس
یہان افتراق از عین بدین ہے حتے کہ اگر جو بھی غیر معین ہون اور اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو اس مین
بھی بیع باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ افتراق از دین بدین ہوجائیگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہے اور اس مقام پر چاہیے کہ بالکل
بیع صحیح نہووے اسواسطے کہ غیر معین جو کہ بمقابلہ گیہون کے قرار دیے گئے ہین مبیع ہونگے اور ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے
پاس نہو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمین سے جو کپڑا تیرا جی چاہے
اُن سو درم کے عوض جو تیرے مجھپر آتے ہین لیلے پس اُسنے دونون کو لیا اور دونون اُسکے پاس ضائع ہوگئے تو امام محمد رح سے
مروی ہے کہ فرمایا کہ قرضہ مین سے کچھ نہ جائیگا اور امام محمد رح نے اس صورت کو بمنزلہ اس کے قرار دیا کہ ایک شخص پر دوسرے
کے بیس درم آتے تھے اُسنے قرضخواہ کو سو درم دیے اور کہا کہ اسمین سے بیس درم اپنے لے لے اُس نے ان سب پر قبضہ کر لیا
اور ہنوز اپنے بیس درم نہین لیے تھے کہ سب اُسکے پاس سے ضائع ہوگئے تو قرضدار کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہے گا۔ اور
اگر اُسکو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمین سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض رہن رکھ لے پس اُسنے دونون پر قبضہ کر لیا اور
دونون کی قیمت برابر ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایک مین سے نصف قیمت قرضہ مین جائیگی اگر قرضہ کے برابر
(یعنے اگر دونون تلف ہون ۱۲)
ہووے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے پانچ دینار کا کپڑا بعوض پانچ دینار قرضہ کے رہن کیا پھر دو دینار ادا
کیے اور کہا کہ مال مرہون باقی قرضہ کے عوض رہن رہیگا تو وہ پانچ دینار کے عوض رہن رہے گا حتے کہ اگر تلف ہوگیا
تو راہن اُس سے دو دینار واپس لیگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دس درم کے عوض ایک کپڑا خریدا اور
مشتری نے خریدے ہوئے کپڑے پر قبضہ نہ کیا اور بائع کو ایک کپڑا دیا کہ یہ ثمن کے عوض رہن رہے تو امام محمد رح نے
فرمایا کہ یہ ثمن کے عوض رہن نہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ یہ اپنا کپڑا واپس کرے اور اگر یہ کپڑا جو اُسنے بطور رہن دیا
تھا بائع کے پاس تلف ہوگیا اور دونون کی قیمت برابر ہے تو پانچ درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اسواسطے
کہ وہ پانچ درم کے عوض مضمون تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور کبرے مین لکھا ہے کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو

ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرے بعض حق کے عوض رہن ہی پھر وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو جسقدر کے عوض مرتہن چاہے اُسی قدر کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہی پس قرضدار نے اُسکو بعض مال ادا کردیا پھر اُسکو ایک غلام دیا اور کہا کہ یہ غلام تیرے پاس بعوض تیرے باقی مال کے رہن ہی یا کہا کہ یہ غلام تیرے پاس رہن ہی کسیقدر کے عوض اگر تیرا کچھ باقی رہا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ تیرا کچھ مال باقی رہا ہی یا نہین رہا ہی تو یہ رہن جائز ہی اور وہ غلام بعوض باقی کے رہن ہوگا اگر کچھ باقی رہا ہو اور اگر کچھ باقی نہ رہا ہو اور مرتہن کے پاس وہ غلام مرگیا تو مرتہن پر اُسکی ضمان واجب نہوگی اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر مبیع مین عیب کے عوض بائع نے کچھ مال عین رہن دیا یا مشتری نے جو درم ادا کیے ہین اُنمین عیب کے عوض مشتری نے کچھ مال رہن دیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر کسی شخص سے پچاس درم قرض طلب کیے اور اُس نے کہا کہ اسقدر تجھے کفایت نہ کرین گے تو میرے پاس کوئی مال رہن بھیجدے تاکہ مین تجھے تیری کفایت کے لائق بھیجدون پس اُسنے رہن بھیجدیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر رہن کی قیمت اور پچاس درم دونون مین کم مقدار واجب ہوگی پس حاصل یہ ہی کہ جب قرض طلب کرنے والے نے کسی مقدار کو بیان کردیا اور رہن دیدیا اور وہ مال قبل اسکے کہ قرض دینے والا قرضہ دے تلف ہوگیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار بیان کی ہی ان دونون سے کم مقدار پر مضمون ہوگا اور اگر اُسنے کوئی مقدار بیان نہکی تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے باہم اختلاف کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ فتاوے عتابیہ مین ہی کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکو دراہم کے عوض رکھدے تو وہ مرہون اپنی قیمت و تین درم ان دونون مین سے کم مقدار کے عوض رہن ہوگا) قال المترجم اسواسطے کہ عربی مین دراہم جمع درہم ہی اور اکثر مصداق جمع تین ہی کہ جو یقینی ہی واقول بنا برین اگر درمون کے عوض کہا تو یقینی کمتر جمع زبان اُردو مین دو ہی پس دو بجائے تین کے مسئلہ مین ہونا چاہیے واللہ اعلم اور مجرد مین ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مال رہن دیا تاکہ اُسکو دس درم قرض دے مگر اُسنے قرضہ ندیا اور یہ دعوی کیا کہ مین نے مرہون اُسکو واپس دیا ہی اور قسم کھائی تو دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے نقصان کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے نقصان کے عوض رہن دیا پس اگر نقصان ظاہر ہوا تو مرہون مذکور رہن ہوگا

مثلاً بیچنے وغیرہ مین ۱۲

اور اگر نہ ظاہر ہوا تو تلف ہوجانے کی صورت مین اُسکی قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اسقدر کا ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دس اپنے درم کے عوض رہن لے حالانکہ وہ پانچ تھے تو اُس مرہون کا تلف ہونا بعوض نصف درم کے قرار دیا جائیگا اور اگر دس درم رہن دیے حالانکہ قرضہ مین پانچدرم ستوقہ تھے جو ایک درم کے برابر تھے تو یہ چھٹے حصہ قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پا وینگے اور اگر ایک غلام باین شرط کہ وہ صحیح سالم ہی رہن کیا حالانکہ وہ عیبدار تھا اور صحیح قرضہ کی وفا کو بقیمتی وفائے قرضہ کے واسطے کافی تھا تو تلف ہوجانے کی صورت مین پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرضہ ہی اور اُسکا کوئی کفیل ہی پھر قرضخواہ نے کفیل سے مال رہن لیا اور اصیل سے بھی رہن لیا اور ایک بعد دوسرے کے لیا اور دونون رہن ایسے ہین کہ ہر ایک وفاے قرضہ کیواسطے کافی ہی پھر دونون مین سے ایک رہن مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رہن ثانی تلف ہوا پس اگر راہن ثانی کو رہن اول کا حال

معلوم تھا تو رہن ثانی بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اگر اُسکو رہن اول کا حال معلوم نہ تھا تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور کتاب الرہن میں ذکر فرمایا کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور حال جاننے و نجاننے کا کچھ ذکر نہیں فرمایا ہے اور صحیح یہی ہے جو کتاب الرہن میں مذکور ہے اسواسطے کہ کفیل و اصیل ہر ایک سے پورے قرضہ کا مطالبہ ہو سکتا ہے پس دوسرا رہن پہلے رہن پر زیادتی قرار دیا جائیگا[له] پس تمام قرضہ پہلے رہن اور دوسرے رہن دونوں کی مقدار قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو رہن تلف ہوگا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ہشام نے امام محمد رہ سے روایت کی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر ایک تیسرے آدمی نے بدون اجازت و حکم قرضدار کے اپنا ایک غلام قرضخواہ کے پاس بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر ایک چوتھے شخص نے بھی آکر اپنا ایک غلام اسی قرضہ کے عوض بدون حکم قرضدار کے رہن کیا تو یہ جائز ہے اور غلام اول بعوض ہزار کے اور دوسرا بعوض پانسو درم کے رہن ہوگا اور اصل کے آخر کتاب الرہن میں مذکور ہے کہ ایک شخص قرضخواہ نے قرضدار سے ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کا غلام رہن لیا پھر ایک شخص فضولی نے آکر رہن میں ہزار درم قیمت کی چیز زیادہ کر دی تو یہ جائز ہے اور اگر راہن نے چاہا کہ نصف مال ادا کر کے دونوں رہنوں میں سے ایک رہن چھڑا لے تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا پس دونوں مال مرہون میں سے جو مرہون تلف ہو وہ نصف قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور ابراہیم نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب قرضدار کا مال مرہون تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور جب فضولی کا رہن کیا ہوا تلف ہو تو نصف کے عوض تلف ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص پر قرضہ آتا ہے اور قرضدار کی اجازت سے ایک آدمی نے اُسکی کفالت کر لی پھر قرضدار نے قرضخواہ کو اس مال کے عوض رہن دیا پھر کفیل نے قرضخواہ کو یہ قرضہ ادا کر دیا پھر مال مرہون قرضخواہ کے پاس تلف ہو گیا تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا ہے اصیل سے واپس لیگا اور قرضخواہ سے واپس نہ لے گا اور قرضدار قرضخواہ سے قرضہ واپس لیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کر گیہوں مثلاً قرض دیا اور قرضدار سے اس اناج کے عوض کچھ مال رہن لیا پھر قرض لینے والے نے یہ اناج بعوض درمون کے قرضخواہ سے خرید لیا اور دراہم دیدیے اور اناج کے قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرتہن کے پاس وہ رہن تلف ہو گیا تو وہ اُس اناج کے عوض جو قرضہ لیا تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا بشرطیکہ مال مرہون کی قیمت اناج قرضہ کے برابر ہو اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ جسقدر دراہم اُس نے لیے ہیں واپس کرے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک ہزار درم کے عوض دو غلام رہن کیے پس ایک غلام استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا وہ آزاد ظاہر ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اگر احتیاج دونوں میں سے ایک کے واپس کی ہو تو مجھے واپس کر دے پس مرتہن نے اُسکو واپس دیا تو باقی غلام بعوض اپنے حصہ کے رہن ہوگا لیکن راہن اُسکو بدون پورا قرضہ ادا کیے چھڑا نہیں سکتا ہے۔ یہ دجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پھر وہ غلام آزاد

[له] یعنی رہن اول و ثانی دونوں کی قیمت پر تمام قرضہ تقسیم ہوگا اور چونکہ ہر ایک رہن میں دو فائدہ ہیں یعنے ہر ایک رہن کی قیمت قرضہ کے برابر ہے یا اگر زیادہ ہے تو زیادتی امانت میں ہے پس تمام قرضہ ہر ایک پر نصفا نصف مضمون ہوا اور اگر کچھ زیادہ رہا تو وہ امانت میں گیا فافہم ۱۲ منہ

پایا گیا یا اُسپر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - ایک شخص نے سرکہ بعوض ایک درم کے یا بکری باین شرط کہ وہ ذبح کی ہوئی ہی بعوض ایک درم کے خریدی اور ثمن کے عوض مال رہن دیا اور وہ تلف ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ سرکہ نہین ہی شراب ہی یا بکری مذبوحہ نہین ہی مردار ہی تو مال رہن ضمانت مین تلف شدہ قرار دیا جائے گا اسواسطے کہ وہ ایسے مال کے عوض تھا جو بظاہر قرضہ تھا بخلاف اسکے اگر شراب یا سور یا مردار یا آزاد خرید کر اُسکے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ رہن باطل ہی فاسد نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرضہ کے عوض ایک غلام رہن لیا اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس شخص پر قرضہ کا کُر نہ تھا تو مرتہن پر غلام کی قیمت نہین بلکہ کُر کی قیمت واجب ہوگی یہ کافی و خزانۃ المفتین مین ہی - اگر راہن نے مرتہن کو مال قرضہ کسی شخص پر اُترا دیا پھر واپس کرنے سے پہلے غلام مرہون مرتہن کے پاس مرگیا تو جس مال کے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور حوالہ باطل ہوگیا یہ خزانۃ الاکمل مین ہی - ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا مانگا تاکہ دوسرے کو دکھلا کر اسکو خریدے پس بزاز نے کہا کہ مین بدون رہن کے نہ دونگا پس اُسنے کچھ مال اُسکے پاس رہن رکھدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا اور کپڑا ہنوز قائم ہی خواہ راہن کے ہاتھ مین یا مرتہن کے ہاتھ مین تو بزاز ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی - فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص نے شہتوت کا درخت رہن کیا جو مع پتون کے بیس درم کا ہی پھر اُسکے پتون کا وقت نکل گیا اور ثمن اُسکا گھٹ گیا تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ قرضہ مین سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہوجائیگا اور یہ مثل نرخ گھٹ جانے کے نہین ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرضہ مین سے ساقط نہوگا الا اُس صورت مین کہ ثمن مین نقصان بوجہ شجر کی ذات مین نقصان آجانے یا پتے جھڑ جانے کیوجہ سے ہو تو ایسی صورت مین البتہ اُسکے حساب سے قرضہ مین سے ساقط ہوجائیگا اور قول فقیہ ابوبکر رح کا اشبہ و اقرب بصواب ہی اسواسطے کہ وقت نکلجانیکے بعد پتون کی کچھ قیمت نہین رہتی ہی اور اُسکا کچھ معاوضہ نہین ہوتا ہی کذا فی المحیط - اور فتوی شیخ ابوبکر اسکاف رح کے قول پر ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر قرضدار کا عمامہ بدون اُسکی رضامندی کے اُتار لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو رہن نہوگا بلکہ غصب ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر قرضدار کا عمامہ لے لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو اُسکا لینا جائز نہین ہی اور اگر تلف ہوا تو مثل مرہون مال کے تلف ہونیکے قرار دیا جائیگا یہ ملتقط مین ہی - اور ایک کا دوسرے پر قرضہ آتا ہی اُسنے تقاضا کیا اور مدیون نے ندیا پس قرضخواہ نے اُسکے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ قرضہ کے عوض رہن رہے اور اُسکو چھوٹا رومال دیدیا کہ اپنے سر پر لپیٹ لے اور کہا کہ میرا قرضہ لاوے تاکہ تیرا عمامہ تجھے واپس کردون پس قرضدار چلا گیا اور چند روز بعد اُسکا قرضہ لایا حالانکہ عمامہ اسوقت تلف ہوچکا تھا تو اُسکا تلف ہونا مثل مال مرہون کے تلف ہونیکے قرار دیا جائیگا نہ مثل تلف ہونے مال مغصوب کے اسواسطے کہ قرضخواہ نے اُسکو اپنے قرضہ کے عوض بطور رہن کے رکھ لیا تھا اور قرضدار اُسکے پاس چھوڑ کر چلے جانے سے رہن رہنے پر راضی ہوگیا پس وہ رہن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہی - ایک شخص نے غلام رہن دیا وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہوگیا پھر اگر ملگیا تو عود کرکے رہن ہوجائیگا اور اگر اُس غلام کا پہلا بھاگنا بھی ہو تو جسقدر اُسکی قیمت مین نقصان آگیا اُسی حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر پہلے بھی بھاگا ہو تو قرضہ مین سے کچھ کم نہوگا ایسا ہی مجمع النوازل مین مذکور ہی - اور منتقی مین ذکر کیا

کہ قرضہ سے اُسی قدر کم ہو جائیگا جسقدر بھگوڑے ہونے سے نقصان آیا ہے اور کچھ تفصیل[ف] نہیں فرمائی اور ایسا ہی مجردین امام اعظم رح سے مروی ہے اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اس مال کے جسکے عوض رہن تھا قرار دیدیا درحالیکہ وہ بھاگا ہوا تھا پھر وہ ملگیا تو بحال خود رہن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک زمین مرہون پر پانی چڑھ آیا تو وہ بمنزلہ بھاگے ہوئے غلام کے ہے اسواسطے کہ بسا اوقات پانی جذب ہو جاتا ہے اور زمین لائق انتفاع ہو جاتی ہے پس زمین کے لائق انتفاع ہو جانیکا احتمال باقی ہے پس قرضہ ساقط نہو جائیگا اور حاکم نے مختصر میں ذکر فرمایا کہ مرتہن کا راہن پر کچھ حق نہیں رہا اسواسطے کہ رہن کا مال تلف ہو گیا اسلیے کہ چیز کا تلف ہو جانا یہی ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے خارج ہو جاوے مثل بکری کے کہ جب وہ مرگئی تو قابل انتفاع نہیں رہتی ہے اسیواسطے زمین خریدکر وہ قبضہ سے پہلے اگر بحر ہو جاوے یعنی دریا برد ہو جاوے تو بیع باطل ہو جائیگی پھر اگر پانی جذب ہو جاوے تو بحال خود رہن ہوگی اور اگر پانی چڑھ آنے سے زمین خراب ہو گئی یا اُس میں سے کوئی درخت اکھڑ پڑا تو اُسی حساب سے قرضہ میں سے ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر شیرۂ انگور رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی تو بحال خود رہن رہے گا اور قرضہ میں سے بقدر نقصان ساقط ہو جائیگا۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ راہن کو اختیار ہے کہ اُسکو بعوض قرضہ کے مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور اگر بکری مرہونہ مرگئی اور اُسکی کھال کی دباغت کی گئی تو وہ کھال بقدر اپنے حصہ کے رہن ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص نے شیرۂ انگور دس درم قیمت کا بعوض دس درم قرضہ کے رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی کہ جسکی قیمت دس درم ہے تو وہ دس درم قرضہ کے عوض رہن ہوگا کہ راہن اسکو بعوض دس درم دیکر چھڑا لیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر وہ سرکہ ہو گئی مگر اُسکی قیمت میں کچھ نقصان نہ آیا تو وہ رہن رہیگا پھر امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر اُسی کو چھڑا لے یا مرتہن سے مثل اپنی شراب کے شراب تاوان لے پس وہ سرکہ مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرالے یا پورے قرضہ کے عوض اُسکو مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک بکری رہن کی اور وہ مرگئی تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو وہ رہن ہوگی اور یہ حکم بخلاف خریدی ہوئی بکری کے ہے کہ اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے قبضہ میں مرگئی اور بائع نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو اس صورت میں کچھ بھی ثمن کیواسطے رہن نہوگا پس اگر قرضہ دس درم ہو اور بکری کی قیمت دس درم ہو اور اُسکی کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر رہن کے روز بکری کی قیمت بیس درم ہو اور قرضہ دس درم ہو اور کھال روز دباغت کے ایکدرم کی ہو تو وہ نصف درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر مسلمان یا کافر سے شراب رہن لی اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہو گئی تو رہن جائز نہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ سرکہ کو لے لے اور اُسکو کچھ اجرت نہ دیگا اور قرضہ جیسا تھا ویسا ہی رہیگا بشرطیکہ راہن مسلمان ہو اور اگر راہن کافر ہو اور شراب کی قیمت رہن کے روز کی اور قرضہ دونوں برابر ہوں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ سرکہ مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور قرضہ باطل ہو گیا بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اصح یہ ہے کہ

[ف] میں کہتا ہوں کہ نوازل میں جو تفصیل میں مذکور ہے وہی ٹھیک معلوم ہوتی ہے اور اسی جانب منتقی میں اشارہ ہے کیونکہ بھاگنے سے جبھی نقصان پیدا ہوگا کہ اول بار مرتہن کے پاس سے بھاگا اور اگر پہلے سے بھگوڑا تھا تو وہی عیب رہا ۱۲ منہ

یہ سب کا قول ہے اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب مرتہن ذمی ہو یعنے جب مرتہن ذمی ہو تو حکم اسکے برخلاف ہے یہ مبسوط
میں لکھا ہے فتاوے دیناری میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال
مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اسکے تلف ہو نیسے تاوان لازم نہ آویگا اور ایسا رہن باطل ہے اور مرہون اُسکے پاس امانت ہوگا
اور اُسکو اختیار ہے کہ مرتہن سے واپس کرلے اور اگر تلف ہو گیا تو دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر کچھ نہوگا اور اگر مرتہن مسلمان ہو
اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ رہن باطل ہے اور راہن کو اختیار ہے کہ اپنا رہن واپس لے اور مرتہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر
دونوں کافر ہوں تو دونوں میں رہن صحیح ہے اور فک رہن یا تو شراب کے مثل شراب دیکر کریگا یا اگر قرضہ کی شراب خرید لی تو اسکے دام
دیکر کرے گا اور اگر مرہون تلف ہو گیا تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک
شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور بائع نے اُسکو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب تک ثمن
نہ لیلوں تب تک ندونگا اور مشتری نے کہا کہ جبتک مجھے نہ دیگا تب تک میں تجھے ثمن نہ دونگا پھر دونوں نے اسبات پر
صلح کی کہ مشتری اسکا ثمن ایک مرد عادل کے پاس رکھے یہان تک کہ بائع باندی کو مشتری کے سپرد کردے پھر وہ
ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہو گیا تو وہ مشتری کا مال گیا اور اگر بائع نے کہا کہ تو ثمن کے عوض اس مرد عادل کے پاس رہن
رکھدے تاکہ میں باندی تجھے دیدون پس اُسنے ثمن کے عوض رہن رکھدیا تو بائع کا مال گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر سو درم قرضہ کے
عوض دو سو درم قیمت کا غلام رہن رکھا پس مرتہن کے پاس اسکی آنکھ جاتی رہی تو امام اعظم رح کے نزدیک و امام محمد رح کے
نزدیک سو درم میں سے نصف قرضہ جاتا رہا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور صحیح سالم انداز کیا جاوے
اور کانا انداز کیا جاوے پس جسقدر دونوں میں تفاوت ہو اُسقدر کے حساب سے قرضہ میں سے ساقط کیا جاوے یہ ینابیع میں ہے
اور اگر مرتہن کے پاس چوپایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ چوپایہ مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط
ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کردیا پھر اُس باندی کو رہن کیا تو امام ابو یوسف رح سے
روایت ہے کہ رہن جائز ہے پھر اگر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی مذکورہ میں نقصان آگیا تو نقصان ولادت کیوجہ سے
قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے
عوض اپنا غلام دو ہزار درم قیمت کا رہن کیا اس شرط سے کہ مرتہن زیادتی کا یعنے جسقدر اُسکی قیمت بہ نسبت
قرضہ کے زائد ہے اُسکا ضامن ہے یا مرتہن نے یون شرط لگائی کہ اگر یہ غلام میرے پاس مرجاوے تو قرضہ میں سے
کچھ ساقط نہوگا تو ایسا رہن فاسد ہے اور کبرے میں ہے کہ قاضی امام فخر الدین رح نے فرمایا کہ جب عقد میں لفظ رہن ذکر کیا
پھر مرہون کی قیمت کی زیادتی کی ضمان شرط کرلی یا یہ شرط کرلی کہ رہن میرے پاس امانت ہے تو ایسی صورت میں رہن
جائز ہے اور شرط باطل ہے اور اگر لفظ رہن ذکر نہ کیا ہو تو رہن فاسد ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے مہر مسمی کے
عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اُسکے مہر کے برابر ہے پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کردیا یا مہر اُسکو ہبہ کردیا اور مرہون کو دینے
سے شروع کا یہان تک کہ مرہون اُسکے پاس تلف ہو گیا تو استحسانًا اُسپر ضمان نہوگی اسیطرح اگر دخول سے پہلے اپنے شوہر سے اپنے
مہر کے عوض خلع کرالیا پھر مرہون اُسکو دینے سے نہ روکا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نہ کیا

(حتی کہ مہر المثل قرار پایا) پھر عورت مذکور کو مہر المثل کے عوض رہن دیا تو ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان نہ کیا گیا ہو مہر المثل بمنزلہ مہر مسمی کے ہے ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان کیا گیا ہو پس اگر عورت مذکور کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائیگا اور عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر قیاساً اُس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کا روکنا جائز نہین ہے یہ امام اعظم رہ کا قول ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے یہ مبسوط مین ہے۔

چوتھا باب۔ مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہے اُسکے بیان مین۔ اصل اس باب مین یہ ہے کہ رہن کی ذاتی اصلاح اور اُسکے باقی رہنے مین جس چیز کی احتیاج ہو وہ راہن کے ذمہ ہے خواہ مال مرہون مین نسبت قرضہ کے یا دتی ہو یا نہو اسواسطے کہ عین مرہون راہن کی ملک مین باقی ہے اور اسیطرح اُسکے منافع بھی راہن کی ملک ہین پس مرہون کی اصلاح اور اسکا باقی رکھنا بھی اسی کے ذمہ ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مرہون کی خورد و نوش کا خرچہ اور یہی خرچ ہے رقیق کا کپڑا یعنی لباس اور ولد مرہون کی دائی کی اُجرت و نہر کا اُگاڑنا اور باغ کا سینچنا اور باغ کے درختان خرما کی ترنادی لگانا اور اُسکے پھل کی تڑوائی اور اُسکے درستیون کے کام وغیرہ اور جو خرچہ مرہون کی حفاظت مین پڑے کہ صحیح سالم راہن کو واپس دے یا اُسکے کسی جزو کی حفاظت مین پڑے جیسے اُس کے زخم کا علاج کرنا تو وہ مرتہن کے ذمہ ہے جیسے نگہبان کی اُجرت یہ تبیین مین ہے۔ مرہون کا کفن راہن کے ذمہ ہے خواہ مرہون مرتہن کے قبضہ مین ہو یا عادل کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین ہے اور جو خرچہ راہن پر واجب ہے اگر اُسکو مرتہن نے انجام دیدیا تو وہ متطوع یعنی احسان کرنے والا ہوگا بشرطیکہ بلا اجازت و حکم راہن ایسا کیا ہو اسی طرح اگر راہن نے وہ خرچہ جو مرتہن پر واجب ہے بدون حکم مرتہن کے خود انجام دیدیا تو وہ بھی متطوع ہوگا اور اگر وہ خرچہ جو راہن پر واجب ہے مرتہن نے بحکم راہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہے راہن نے بحکم مرتہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو وہ مرتہن سے واپس لے سکتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر راہن غائب ہو گیا اور مرتہن نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لے گا اگر وہ غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو واپس نہ لیگا اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ دونون صورتون مین واپس لے گا اور فتوے اس بات پر ہے کہ اگر راہن حاضر ہو اور اس نے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور اُس نے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے اور جب راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ نفقہ وصول کرنے کیواسطے مال مرہون کو راہن کو دینے سے روک لے اور اگر مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو نفقہ اپنے حال پر رہیگا یعنی راہن سے واپس لے سکتا ہے یہ مضمرات مین ہے اور نفقہ دینے پر مرتہن کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جبتک گواہ پیش نہ کرے اور اگر اسکے پاس گواہ نہون تو راہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ مرتہن نے اُسپر ایک قرضہ کا دعوی کیا ہے یعنی نفقہ کا اور وہ منکر ہے اور غیر کے فعل پر جب قسم لیجاتی ہے تو علم پر لیجاتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور دوا کے دام اور طبیب کی اُجرت مرتہن کے ذمہ ہے پس کتاب الرہن مین ایک جگہ یہ مسئلہ اسی طرح مطلق مذکور ہے اور دوسری جگہ کتاب الرہن مین یون فرمایا

ف جبکہ واپس لے سکتا ہو ۱۲ ف یعنی واللہ مین نہین جانتا ہون اس نے نفقہ دیا ہے ۱۲ منہ

کہ جراحات و قروح کی دوائی و امراض کے معالجہ کا خرچہ اور جنایت یعنی جرم کا فدیہ بحساب مرہون کی قیمت کے ہے پس جسقدر
اُسکی قیمت مضمون ہے اُسکے حصہ مین جو خرچہ پڑے وہ مرتہن کے ذمہ ہے اور جسقدر امانت ہے اُسکے حصہ کا خرچہ راہن کے ذمہ ہے
اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دوا کے دام اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمہ
جبھی واجب ہوگا کہ جب جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ مرتہن کے
ذمہ ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہے بلکہ ہر حال مین مرتہن کے ذمہ ہوگا اور کتاب مین امام محمدؒ کا مطلقاً چھوڑ دینا
ایسی تفصیل نکرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کذا فی المحیط۔ اور یہی اظہر ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی سے
روایت ہے کہ جو جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اُسکی دوائی کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہوگی اور
جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو پس اگر مرتہن کے پاس زیادہ ہوگیا حتی کہ اُسکی زیادہ مداوات کی ضرورت ہو تو مداوات کا خرچہ راہن کے
ذمہ ہے اور اگر مرتہن کے پاس اُسمین زیادتی ہوگئی حتے کہ اُسمین زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو اُسکی مداوات مرتہن کے ذمہ ہے لیکن
مرتہن پر اُسکی مداوات کے واسطے جبر نکیا جائیگا بلکہ اُس سے کہا جائیگا کہ یہ امر تیرے پاس پیدا ہوا ہے پس اگر تجھکو اپنے مال کی صلاح و حیات
منظور ہو تاکہ تیرا مال ڈوب نجائے تو تو اُسکی دوا کر یہ محیط مین ہے شرح طحاوی مین لکھا ہے کہ مرہون کی حفاظت بذمہ مرتہن ہے
حتے کہ اگر راہن نے مرتہن کے واسطے حفاظت کرنے کے عوض کچھ اجرت شرط کردی تو صحیح نہین ہے اور مرتہن اُسکا مستحق نہوگا اور
اگر مال مرہون ایسا جانور ہو جسکے چرانے کی حاجت ہے تو چروا ہے کی اجرت بذمہ راہن ہے اور جس جگہ وہ جانور باندھا جاتا ہے
اور رات گذارتا ہے اُسکا کرایہ بذمہ مرتہن ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور بھاگے ہوے غلام مرہون کے واپس لانے کی مزدوری یعنی جعل
بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن ہے اور قرضہ کے حساب سے جو زائد قیمت ہے اُسقدر کی مزدوری بذمہ راہن ہے حتے کہ اگر غلام مرہون کی
قیمت اور قرضہ برابر ہو یا قیمت کم ہو تو پوری مزدوری بذمہ مرتہن ہوگی اور اگر قرضہ سے اُسکی قیمت زیادہ ہو تو مزدوری بقدر
قرضہ کے بذمہ مرتہن اور بقدر زیادتی کے بذمہ راہن ہوگی اور اگر مرہون باغ انگور ہو تو اُسکی عمارت و خراج بذمہ راہن ہے اسواسطے کہ
یہ ملک پر خرچہ ہے اور عشر سو پیداوار مین سے امام المسلمین لیگا اور باقی پیداوار کا رہن باطل نہوگا بخلاف اسکے اگر بعض مرہون
شائع یعنی غیر مقسوم پر کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن باطل ہوجاتا ہے اور اگر رہن کے مال مین نمو نہ ہوا اور راہن نے
چاہا کہ وہ نفقہ جو ہم نے اُسپر واجب بیان کیا ہے وہ اس نما کے عوض کر دے یعنی نفقہ ندے اور نما مرتہن کو دیدے
تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے یہ بدائع مین ہے

پانچوان باب۔ اُس حق کے بیان مین جو مرتہن کا مرہون مین واجب ہوتا ہے اگر راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے مین
تو مرتہن اُس مرہون کا مستحق ہے یہ محیط مین ہے۔ یعنے مال مرہون سے پہلے وہ اپنا قرضہ وصول کریگا پھر باقی مین تمام قرضخواہ
شریک ہونگے فافہم اور مرتہن کو اختیار ہے کہ جس قرضہ کے عوض اُس نے مال مرہون رہن کیا ہے اُسکے واسطے مرہون کو روک
رکھے اور یہ اختیار نہین ہے کہ اُسکا دوسرا قرضہ جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے کا یا پیچھے کا ہو اُسکے واسطے بھی مال مرہون کو روکے
اور اگر راہن نے اُس قرضہ مین سے جسکے عوض رہن دیا ہے تھوڑا ادا کردیا تو مرتہن کو اختیار ہے کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے

؎ یعنے جب مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہے ۱۲ ؎ یعنے بڑھتی چیز اُس سے پیدا ہوئی ہے ۱۲

مال مرہون کو روکے خواہ باقی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درم[1] قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے (اگرچہ ابتدائی میں رہن صحیح ہوا) رہن کیا اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر دونوں نے بوجہ فساد کے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا جبتک کہ مرتہن کو جو اُس نے دیا ہے واپس نکرے اسواسطے کہ مرتہن نے جو کچھ دیا ہے وہ بمقابلہ اُس مرہون کے دیا ہے جسپر اُس نے قبضہ کیا ہے پس راہن کو قبضہ مرتہن توڑ دینے کا اختیار نہوگا جبتک مرتہن کا ادا کیا ہوا مال اُسکو واپس ندے پھر اگر اس صورت میں راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں تو مرتہن اس مرہون کا حقدار ہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے میں نسبت دوسرے قرضخواہوں کے اُسکا استحقاق مقدم ہے جیسا کہ راہن کی زندگی میں تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُسکے سپرد کر دیا پھر دونوں نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا قبل اسکے کہ مرتہن کا قرضہ ادا کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور اگر اسصورت میں راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرضخواہوں کے زیادہ مستحق نہوگا بلکہ سب قرضخواہ برابر ہونگے جیسا کہ راہن کی زندگی میں مرتہن اُسکا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نتھا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہن نے مدبر غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہیں ہوسکتی ہے رہن کی تو راہن کو ادائے قرضہ سے پہلے اُسکے واپس لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعوض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہووے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال عین رہن کیے اور مرتہن نے اپنا قرضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کرکے چاہا کہ اعیان مرہونہ میں سے کوئی مال عین واپس لے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نہ کیا ہو تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات میں مذکور ہے کہ اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرہن میں مذکور ہے کہ اُسکو ایسا اختیار نہوگا پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں[2] اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رح سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے چاہا کہ مرہون کو روکے تو اُسکو اختیار رہیگا اور رہن باطل نہوگا جبتک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نہ کر دے یہ سراجیہ میں ہے۔

چھٹا باب۔ راہن کی طرف سے مرہون میں زیادہ کر دینے کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے علمائے ثلثہ رح کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کیحالت میں مرہون میں زیادہ کرنا استحساناً صحیح ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ میں ایک غلام رہن لیا پھر راہن نے اُسکو ایک کپڑا بڑھا دیا تاکہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اس قرضہ کے جسکے مقابلہ میں غلام رہن ہے مرہون رہے تو استحساناً زیادتی صحیح ہے اور یہ زیادتی اصل عقد میں لاحق ہو جائیگی اور یوں قرار دیا جائیگا کہ گویا عقد رہن اس اصل اور زیادتی دونوں پر وارد ہوا ہے حتے کہ غلام مع کپڑے کے اُس قرضہ کے عوض جسمیں غلام رہن تھا مرہون ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سو درم قرضہ کے عوض دو درم

---

[1] یعنی قرضہ پہلے کا نہ تھا بلکہ رہن پر قرضہ دینا ٹھہرا ہے ۱۲ منہ [2] یعنے اختلاف روایت چنانچہ ایک روایت میں جواز ہے اور دوسری میں نہیں ۱۲

قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سو درم قیمت کا رہن مین بڑھا دیا پھر دونون مین سے ایک غلام مر گیا تو اُس کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت مین تلف ہوا یہ ینابیع مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اُسکے جسم مین خوبی زیادہ ہوگئی یا نرخ بڑھ گیا یہان تک کہ وہ دو ہزار درم کی ہوگئی پھر اگر اُسکو مولے نے آزاد کر دیا حالانکہ مولے تنگدست ہے تو باندی مذکورہ ہزار درم کیواسطے سعایت کریگی[ل] نہ پورے قرضہ کے واسطے اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی بلکہ اُس نے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو دونون ہزار درم کیواسطے سعایت کرینگے نہ بقدر قیمت دونون کے اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی اور نہ اُسکے بچہ ہوا بلکہ اُسکو ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہے قتل کیا اور اس جرم مین غلام مذکور باندی کے مولی کو دیدیا گیا پس مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو وہ بھی ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مر گئی پس راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور ہر ایک ماں و بیٹے و غلام کی قیمت ہزار درم ہے تو قرضہ پہلے ماں و بچہ کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہیگا پس اُسکے ساتھ غلام لگایا گیا تو باقی ان دونون پر نصفا نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فک[٢] رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتی کہ اگر فک رہن سے پہلے بچہ ہلاک ہوگیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ مین کچھ قرضہ نہ تھا اور ماں بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی یعنی غلام کا زیادہ کرنا صحیح نہین ہوا ہے حتی کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہوگیا تو امانت مین ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہوا بلکہ اُسکی قیمت بڑھ گئی یہان تک کہ فک رہن کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے ہلاک ہونے سے ساقط ہوگیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہانتک کہ پانچ سو درم رہگئی تو پہلے قرضہ ماں و بچہ پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے مرنے کیوجہ سے ساقط ہوگیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کیے ہوئے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کیے ہوئے غلام کے ہوگا یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر اُسکے جسم کی خوبی یا نرخ بڑھ جانے سے وہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولے نے اُسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر مدبر مذکور نے ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کیواسطے سعایت کریگا در حالیکہ مولی تنگدست ہے اسواسطے کہ اسقدر مال وصول کر لینا اُسکے رقبہ سے اسطرح متعلق ہے کہ اس کی کمائی سے پورا حاصل کیا جاوے پس ساقط نہوگا اور اگر مدبر ہونے کی حالت مین اُسکی قیمت مین زیادتی ہوگئی کہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور قرضہ مین زیادہ کر دینا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین صحیح ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کے حتی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ مین اُسکو ایک غلام رہن دیا پھر راہن نے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے یا اور کسی سبب سے راہن پر اُسکا اور قرضہ جدید پیدا ہوگیا پھر اُس نے

ل یعنے دونون باندی مع بچہ کے ہزار درم کے واسطے کمائی کرین ۱۲ ٢ یعنے رہن چھڑانا ۱۲

قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونوں قرضوں میں رہن کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ جدید
میں رہن نہوگا حتےٰ کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگیا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہوگا اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک قدیم و جدید دونوں قرضہ کے عوض رہن ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو تو دونوں کے عوض ہلاک ہوگا اور
واضح ہو کہ جب مرہون میں مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون اسی قدر قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کیے ہوئے مال
کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہو نہ اُس قرضہ کے عوض جو ساقط ہوگیا ہے یا مرتہن نے اُسکو بھر پایا[1] ہے اسواسطے کہ رہن ایفا ہے
اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہے اُسکا ایفا متصور نہیں ہے اور اصل و زیادتی پر دونوں کی مقدار قیمت کے حساب سے
قرضہ تقسیم کیا جائیگا لیکن اصل کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو عقد رہن کیوجہ سے قبضہ کرنیکے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت وہ
معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنیکے وقت ہے پھر جو مرہون اسکے بعد تلف ہو وہ جسقدر قرضہ
کے عوض تلف ہوگا جسکے عوض وہ رہن ہے اور جو باقی ہے وہ اسقدر کے عوض رہن رہیگا جسکے عوض رہن تھا اور نمو[2] رہن
دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا ہے اور وہ ایسا نمو ہے جو اصل عین سے پیدا نہوا ہو اور نہ اجزائے عین
میں کے کسی جزو کا بدل ہو جیسے کمائی و ہبہ[3] کیا ہوا یا صدقہ دیا ہوا مال اور اسکے امثال اور ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل ہو
اور وہ ایسا نمو ہے جو عین مرہون سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل و صوف اور ریشم یا اجزائے عین میں سے کسی جز کا بدل ہو جیسے
ارش و عقر اور اس قسم کے نمو کے رہن میں داخل ہونیکے معنی یہ ہیں کہ یہ مثل عین کے محبوس ہوتے ہیں یعنی روکے
جاتے ہیں لیکن مضمون نہیں ہوتے ہیں اور نہ انکے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہے حتےٰ کہ اگر فک رہن سے پہلے ایسا نمو
تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اور جب اس قسم کے نمو رہن میں اصل کے ساتھ بمعنے مذکور
داخل ہوئے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلہ میں ہے وہ اصل اور اس نمو دونوں پر باعتبار دونوں کی قیمت
کے تقسیم ہوگا۔ اسواسطے کہ بدون مقابلہ قرضہ کے رہن نہیں ہوتا ہے پس قرضہ کا دونوں پر تقسیم کر دینا واجب ہوا لیکن
بایں شرط کہ فک رہن کے وقت تک یہ نمو باقی رہے پس جب فک رہن کیوقت تک نمو باقی ہو تو تقسیم مذکور متقرر ہو جائیگی اور
اگر فک رہن سے پہلے نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں کچھ قرضہ ساقط نہوگا اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا نمو کا وجود نہ تھا[4]
اور پورا قرضہ بمقابلہ اصل مرہون بمقابلہ محیط میں ہے۔ اور قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی کی
قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ جب اصل کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور بچہ کی قیمت ہزار درم
ہوں تو قرضہ بظاہر ان دونوں پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر بچہ مرگیا تو مفت گیا اور اُسکی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہگئی
اور اگر ماں مرگئی اور بچہ رہا پس اگر راہن نے فک رہن کر لیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کرے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ مرگیا
تو مفت مرگیا اور ایسا ہوگیا کہ گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اُسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں
مرا لیکن نرخ بدل جانیکی وجہ سے ماں کی قیمت میں نقصان آگیا کہ وہ پانچسو درم قیمت کی رہگئی یا زیادتی ہوگئی کہ وہ دو ہزار درم

[1] جسکو ہمارے عرف میں بھر پائی بولتے ہیں ۱۲ [2] زیادہ ہونے و بڑھنے کو کہتے ہیں ارش کسی زخم کا جرمانہ ہے اور عقر
وطی بیجا کا مہر ہے ۱۲ [3] یعنے مرہون کو کسی نے ہبہ دیا یا صدقہ دیا ۱۲ [4] جیسے بچہ مرگیا تو قرار دیا جائیگا کہ پورا قرضہ بمقابلہ ماں کے تھا ۱۲

قیمت کی ہوگئی اور بچہ وہی ایک ہزار درم قیمت کا رہا تو قرضہ دونوں پر نصفا نصف رہے گا جیسا پہلے تھا اُس سے متغیر نہ ہوگا اور اگر ماں اپنے حال سابق پر رہی اور بچہ کی قیمت بسبب عیب پیدا ہو جانے یا نرخ بدل جانے کے گھٹ گئی کہ پانچسو درم رہگئی تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی ہوگا کہ دو تہائی ماں کے مقابلہ میں اور ایک تہائی بچہ کے مقابلہ میں ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت بڑھ گئی کہ دو ہزار درم کا ہوگیا تو تہائی قرضہ بمقابلہ ماں کے اور دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہو گا حتےٰ کہ اگر اُسکی ماں مرگئی تو بچہ بمقابلہ دو تہائی قرضہ کے مرہون رہیگا اور یہ حکم بنا بر اُس اصل کے جو ہمنے بیان کی ہے کہ اصل کی قیمت روز قبضہ کی اور زیادتی کی قیمت روز انفکاک رہن کی معتبر ہوتی ہے مطرد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جب یہ قسم نمو کی اصل کے ساتھ مرہون ٹھہری تو اسکی وجہ سے جو قرضہ ساقط ہو گیا ہے اُسمیں سے بعوض عود کرتا ہے چنانچہ اگر مرہون ایک باندی ہو اور وہ کانی ہو گئی حتےٰ کہ نصف قرضہ ساقط ہو گیا پھر اسکے بعد اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا تو بعض قرضہ ساقط عود کرے گا اور کانی ہونے کے بعد بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا کانی ہونے سے پہلے بچہ جنی ہے اور جو زیادتی کہ مشروط ہوتی ہے جب وہ اصل کیساتھ مرہون ہوجاتی ہے تو اسکی وجہ سے قرضہ ساقط میں سے کچھ عود نہیں کرتا ہے اور مرہون باندی کے کانی ہونیکے بعد زیادتی ایسی نہیں قرار دیجائیگی کہ جیسے کانی ہونے سے پہلے زیادتی مشروط ہوتی ہے یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر وہ کانی ہوگئی تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ آدمی کی آنکھ اُس کا نصف ہے پھر اگر ایک غلام پانچ سو درم قیمت کا بڑھادیا تو زیادتی صحیح ہے کیونکہ جس مال مرہون پر زیادہ کیا ہے وہ موجود ہے پس باقی نصف قرضہ ان دونوں پر نصفا نصف تقسیم ہوگا یعنے بقدر ہر ایک کی قیمت کے برابر تقسیم ہوگا پھر اگر وہ کانی باندی ایک بچہ جنی جو ہزار درم قیمت تھا تو پورا قرضہ اس باندی اور اسکے بچہ پر برابر تقسیم ہوگا اور تقسیم قرضہ کیواسطے کانی ہونیکے بعد جو بچہ ہوا ہے وہ ایسا قرار دیا جائیگا گویا کانی ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہے اسواسطے کہ بچہ اصل عقد سے ملتحق ہوتا ہے پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا پس باندی کے کانی ہونے کیوجہ سے جسقدر قرضہ کے مقابلہ میں باندی پڑی ہے اُسکا نصف ساقط ہوگا اور یہ مقدار پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ ہے اور باندی کے مقابلہ میں چوتھائی حصہ اور بچہ کے مقابلہ میں نصف قرضہ رہا لیکن بچہ میں سے نصف بچہ اصل ہوگیا بسبب اسکے کہ نصف باندی فوت ہوگئی ہے اور نصف بچہ تابع رہگیا اس سبب سے کہ نصف باندی باقی ہے اور نصف بچہ جو تابع ہے اسکے مقابلہ کا چوتھائی قرضہ غلام زائد کردہ شدہ تقسیم کرنیکے حق میں ایسا قرار دیا جائیگا گویا وہ باندی میں ہے اسواسطے کہ جو ماں زیادہ کیا گیا ہے وہ بچہ کے اس نصف کے تابع ہوگا جو ماں کا تابع ہے پس باندی کے مقابلہ میں پانچسو درم ہوے اور بچہ کے مقابلہ میں دوسو پچاس[۲۵۰] درم رہے پس زیادتی کا غلام ان دونوں پر تین تہائی تقسیم ہوگا پس اُسکا دو تہائی حصہ باندی کے ساتھ مرہون ہوگا اور ایک تہائی حصہ نصف بچہ کے ساتھ جو اصل ہے مرہون ہوگا پھر پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ جو نصف بچہ کے مقابلہ میں جو اصل ہو گیا ہے اس نصف بچہ اور تہائی زیادتی پر بحساب ہر ایک کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور نصف بچہ اصل کی قیمت پانچسو درم ہے اور تہائی زیادتی کی قیمت پانچسو درم کی تہائی ہے پس ہمنے پانچ سو کی تہائی کو ایک سہم قرار دیا پس تہائی زیادتی سہم ہوا اور نصف بچہ کے تین سہم ہوے (جسکا مجموعہ چار سہم ہوا) پس چوتھائی قرضہ چار پر تقسیم ہوا اور کمتر ایسا عدد جسکی چوتھائی کا چہارم حصہ نکلے سولا ہے

ك يعنی حصہ ۱۲ ه عند الاعظم ۱۲ ه یعنے نصفا نصف ۱۲

پس ہمنے قرضہ کے سولہ حصہ کیے جسکا چوتھائی چار ہوے پس یہ چار نصف بچہ اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم کیا گیا اور باندی کے حصہ میں نصف قرضہ آٹھ ہوا پس اسقدر اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان بقدر انھوں دونوں کی قیمت کے تقسیم کیا گیا اور دو تہائی زیادتی کی قیمت پانچسو درم کی دو تہائی ہے اور باندی کی قیمت پانچسو درم ہے پس تفاوت دونوں میں پانچسو کی تہائی ہے پس ہمنے پانچسو درم کی تہائی کو ایک سہم مقرر کیا تو ان سب سہموں کا مجموعہ پانچ سہم ہوئے پھر اگر نصف قرضہ یعنی آٹھ ان دونوں پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہو تو پورا نہیں پڑتا ہے اسواسطے ہمنے اصل مسئلہ یعنی سولہ کو پانچ میں ضرب دیا تاکہ اسی ہوگئے (یعنی قرضہ اسی قرار دیا) اور اس سے مسئلہ کا استخراج کیا سو باندی کا فی ہو جانیکی وجہ سے چہارم یعنی بیس سافط ہوے اور نصف بچہ اصل کے مقابلہ میں چہارم یعنی بیس ہوے جو اس نصف اصل اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم ہوے پس ایک چوتھائی یعنی پانچ بمقابلہ تہائی زیادتی کے اور تین پانچویں یعنی پندرہ بمقابلہ نصف بچہ کے ہوے پھر جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے یعنی چالیس وہ اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان پانچ ہی پر تقسیم ہو جسمیں سے دو پانچویں حصے یعنی سولہ بمقابلہ دو تہائی زیادتی کے اور تین پانچویں یعنی چوبیس بمقابلہ باندی کے ہوے اور یہ چوبیس جو باندی کے مقابلہ میں ہے درحقیقت باندی کے اور نصف بچہ تابع کے درمیان ہر ایک کیواسطے بارہ بارہ ہیں کہ مجموعہ ہوکر باندی کے حق میں چوبیس پڑے ہیں پس زیادتی کیواسطے ایک مرتبہ پانچ پڑے اور ایک دفعہ سولہ ہوے پس مجموعہ اکیس ہوا اور پورے بچہ کے مقابلہ میں ستائیس ہوے اور باندی کے مقابلہ میں بارہ ہوے پس باندی اور اسکے بچہ کا مجموعہ انتالیس ہوا اور یہی معنی امام محمد رح کے اس قول کے ہیں کہ راہن جب فک رہن چاہے تو کافی باندی اور اسکے بچہ کو تمام قرضہ کے اسی جزون میں سے انتالیس جزو کے عوض فک رہن کرالیگا اور زیادتی کا فک رہن بعوض اکیس جزو کے کرالیگا اور بیس جزو تمام قرضہ سے ساقط ہو جاوینگے اور یہ مسئلہ ملقب بمسئلہ عور او تمابین کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درم قرضہ میں سے پانچسو درم ادا کردیے پھر اسکو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک غلام دو ہزار درم قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی باقی پانچسو درم کے ساتھ ملحق ہوگی پس باندی کی نصف قیمت یعنی پانچسو درم اور غلام زائد کردہ شدہ کی قیمت یعنی دو ہزار درم پر تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی بمقابلہ غلام کے اور ایک تہائی بمقابلہ باندی کے رکھا جائیگا حتے کہ اگر غلام مر گیا تو بعوض پانچسو درم کی دو تہائی کے تلف ہوگا یعنی تین سو تینتیس (۳۳۳) درم و تہائی درم قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو تہائی قرضہ کے عوض یعنے بعوض ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) درم و دو تہائی درم کے عوض تلف ہوگی اور اگر راہن نے پانچسو درم ادا کیے پھر رہن میں زیادتی کرنے سے پہلے باندی مذکور کانی ہوگئی پھر ہزار درم کا ایک غلام بڑھایا تو دو سو پچاس (۲۵۰) درم قرضہ آدھی کانی باندی اور پوری زیادتی پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمیں سے چار حصے بمقابلہ زیادتی کے اور ایک حصہ بمقابلہ کانی باندی کے ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے درختان مرہونہ کے پھل کھالیے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسی طرح اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے بالفعل لیکر کھالیے یا ان دونوں کی اجازت سے کسی اجنبی نے کھالیے

لـــه یعنے کانی ہونے کے بعد پانچسو درم کا بقیہ نصف ساقط ہوا اور نصف باقی ۱۲ لـــه یعنے اپنی اجازت کہا یعنی راہن کیطرف سے اور رد کرنے سے چھوڑ دینے کی اجازت

تو بھی قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا لیکن اسکا[1] حصۂ قرضہ جانب اصل عود کریگا بخلاف تلف ہو جانیکی صورت کے اسواسطے کہ خود تلف ہو جانے کی صورت میں ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ پھل پیدا ہی نہوئے تھے اور یہ صورت تو تلف کر دینے کی ہے لیکن چونکہ باجازت ہے اسواسطے موجب ضمان نہیں ہے لہذا اگر اس کے بعد اصل یعنے درختان مرتہن کے پاس تلف ہو جاویں تو اپنے حصہ قرضہ کے عوض تلف ہونگے یعنی قرضہ ان درختوں کے قبضہ کے روز کی قیمت پر اور نمو یعنی پھلوں کے تلف کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ان درختوں کے مقابلہ میں پڑے اسکے عوض تلف شدہ قرار پاوینگے اسیطرح اگر پہلے اصل تلف ہوئے حالانکہ اُسکی نمو ہنوز قائم تھی پھر اُسکو مرتہن نے باجازت راہن یا راہن نے باجازت مرتہن یا اجنبی نے ان دونوں کی اجازت سے کھالیا تو جسقدر اس نمو کے مقابلہ میں قرضہ پڑا تھا وہ ساقط نہوگا اور مرتہن اُسکو راہن سے لیگا بخلاف اُسکے جو تلف ہو جانے کی صورت کے اور اگر اس نمو کو راہن نے بلا اجازت مرتہن کے یا مرتہن نے بلا اجازت راہن کے یا اجنبی نے بلا اجازت ان دونوں کے کھالیا تو کھانیوالا اُسکی قیمت تاوان دیگا جو اسکے مقام پر قائم کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دو باندیاں دو ہزار درم قیمت کی ہر ایک کی ایک ایک ہزار ہے بعوض دو ہزار درم کے رہن کیں پھر ایک باندی کے بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر اُسکی ماں مرگئی اور بچہ زندہ رہا تو پہلے قرضہ دونوں باندیوں پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر اس بچہ کی ماں کے پرتے میں پڑا ہے وہ اُسکے اور اُسکی ماں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرجانیسے چوتھائی قرضہ ساقط ہو جائیگا اور بچہ کے مقابلہ میں چوتھائی قرضہ باقی رہیگا اور نصف قرضہ زندہ باندی کے مقابلہ میں رہے گا پھر اگر ہزار درم قیمت کا غلام زیادہ کر دیا تو یہ غلام باقی باندی اور بچہ پر بقدر دونوں کے مقابل قرضہ کے تین تہائی تقسیم ہوگا پس زیادتی کا تہائی حصہ بچہ کے تابع ہوکر رہن ہوگا پھر جسقدر قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ بچہ اور اُسکے ساتھ جسقدر حصہ غلام زیادہ کردہ شدہ مرہون ہے دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہے اور تہائی حصہ غلام زائد کی قیمت ہزار درم کی تہائی ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم قرار دیا جائیگا پس جو قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ چار پر تقسیم ہوکر ایک چوتہائی بمقابلہ تہائی غلام زائد کے اور تین چوتہائی بمقابلہ بچہ کے ہوگا اور دو تہائی غلام زائد باقی باندی کے ساتھ مرہون ہوگا پس جو قرضہ بمقابلہ باندی کے تھا وہ ان دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو تہائی غلام زائد کی قیمت ہزار کی دو تہائی ہے اور باندی زندہ کی قیمت ہزار درم ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم مقرر کرکے جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے پانچ پر تقسیم ہوگا جس میں سے دو پانچویں حصے بمقابلہ دو تہائی غلام زائد کے اور تین پانچویں حصے بمقابلہ زندہ باندی کے رہینگے پھر اگر غلام یا زندہ باندی تلف ہو تو جسقدر کے مقابلہ میں مرہون ہے اُسیقدر کے عوض تلف شدہ قرار پاویگی اور اگر بچہ تلف ہو جاوے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اُسکی ماں بعوض ہزار درم کے تلف ہوئی اور بچہ کے مقابلہ میں گویا کچھ قرض نہ تھا اور جو غلام زیادہ کیا گیا ہے وہ زندہ باقی کے ساتھ میں زیادہ ہوا ہے اور اگر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسقدر قرضہ اُسکی ماں کے مقابلہ میں ہے یعنے ہزار درم

[1] یعنی درختان کے ثمر پیدا ہونے سے قرضہ اصل اور نمو یعنی پھلوں پر تقسیم ہوگا اور جب پھل اسطرح تلف کیے گئے تو چاہیے کہ موافق خود بخود تلف ہونیکے قرضہ جو ان پھلوں کے مقابلہ میں ہوگیا تھا پھر وہ اصل کے مقابلہ میں ہو جائے سو فرمایا کہ ایسا نہوگا ۱۲ منہ

وہ ان دونون پر باعتبار انکی قیمت کے تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی نصف قرضہ (کل قرضہ کے نصف یعنے ہزار درم ۱۲) مین سے اُسکی مان کے مرنیسے ساقط ہوگیا اور ہزار کی دو تہائی قرضہ بمقابلہ اُسکے بچہ کے باقی رہا اور غلام زائد کر دکھلاہ اس بچہ اور دوسری زندہ باندی پر بقدر ان دونون کی قیمت کے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمین سے دو پانچوین حصے اس بچہ کے ساتھ مرہون رہینگے اور تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پھر جس قدر قرضہ کے عوض بچہ مرہون ہے یعنے ایک ہزار درم کی دو تہائی وہ اس بچہ اور دو پانچوین حصے غلام زائد پر بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا پس چھ حصہ ہوکر پانچ حصہ بمقابلہ بچہ کے اور ایک چھٹا حصہ بمقابلہ دو پانچوین حصہ غلام زائد کے ہوگا اسواسطے کہ دو پانچوین حصہ غلام کی قیمت چار سو درم ہین اور بچہ کی قیمت دو ہزار درم ہین پس ہر چار سو کا ایک سہم قرار دیا گیا کہ جملہ چھ سہام ہوے اور غلام زائد کے تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پس جسقدر قرضہ بمقابلہ زندہ باندی کے ہے وہ باندی اور تین پانچوین حصہ غلام زائد پر بحساب دونون کی قیمت کے آٹھ پر تقسیم ہوگا اور تین پانچوین حصہ زائد کی قیمت چھ سو درم ہین اور باندی کی قیمت ہزار درم ہین پس ہر دو سو کا ایک سہم قرار دیا گیا پس سب آٹھ سہام ہوے جسمین سے پانچ سہام بمقابلہ باندی کے اور تین سہام بمقابلہ حصہ غلام زائد کے ہونگے یہ کافی مین ہے اور اگر باندی مرہونہ کے ایک ساتھ دو بچے یا تین بچہ پیدا ہوے یا متفرق پیدا ہوے تو دونون صورتین یکسان ہین یعنے تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور ان بچون کے فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اگر باندی کے بیٹی ہوئی پھر اس بیٹی کے بچہ ہوا تو یہ دونون حکماً دو بچون کے مانند ہین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔

ساتوان باب۔ مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان مین۔ امام محمدؒ نے زیادات مین ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کی باندی رہن کی پھر مرتہن نے راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا کہ جبتک مرہونہ باندی کو نہ لائیگا تب تک ندونگا حالانکہ راہن و مرتہن اپنے شہر مین موجود ہین تو مرتہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے باندی کو حاضر کرے اور اگر راہن و مرتہن سے اس شہر کے سوائے جسمین رہن واقع ہوا ہے دوسرے شہر مین ملاقات ہوئی اور مرتہن نے اُس سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے انکار کیا کہ جبتک مال مرہونہ نہ لاویگا تب تک ندونگا تو راہن پر ادائے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا اور مرتہن کو مال مرہونہ حاضر کرنے کا حکم ندیا جائیگا خواہ مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی باربرداری و خرچہ پڑتا ہے یا ایسی چیز ہو جسکے واسطے باربرداری و خرچہ نہین ہے۔ اور ہمارے بعضے مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسے مال مرہون کے حق مین جسکے واسطے باربرداری و خرچہ ہے حکم قیاسی ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ مرتہن پر مال مرہونہ پہلے حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے قیاساً و استحساناً دونون طرح یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مرہونہ باندی تیرے گھر مین ہے تو مجھکو میرا قرضہ دیدے اور میرے ساتھ چل کر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا بلکہ اسکو باندی مذکور حاضر کرنے کا حکم دیا جائیگا پھر جب مرتہن اسکو حاضر لایا تو راہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے اسکا قرضہ ادا کردے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قسط وار ادا کرنیکی شرط پر قرض ہین پھر قرضدار نے تمام مال قرضہ کے عوض کچھ مال جسکی قیمت مقدار قرضہ کے برابر ہے رہن دیا پھر ایک قسط کا وقت آیا اور مرتہن نے اس قسط کے قدر مال کا مطالبہ کیا

اور راہن نے دینے سے انکار کیا کہ جبتک مال مرہون کو حاضر نکریگا تب تک نہ دونگا تو مرتہن پر مال مرہون حاضر کرنیکے واسطے جبر نہ کیا
جائیگا اسواسطے کہ اُسکے حاضر کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہے اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون تلف ہو گیا ہے اور مرتہن اپنے
مال کا بھر پانے والا ہو گیا اور مجھپر اُسکے قرضہ مین سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہین ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن کو حکم
دے کہ مرتہن اُسکو حاضر کرے تاکہ اُسکا حال معلوم ہو جاوے تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قاضی اُسکو حاضر لانے کا حکم ندیگا اور استحساناً یہ حکم ہے
کہ اگر دونون اُسی شہر مین ہون جہان رہن واقع ہوا ہے تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ حاضر کرے اور اگر قاضی کی راے مین یہ آوے
کہ باوجود اُسی شہر مین ہونیکے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم ندے بلکہ مرتہن سے اس امر پر قطعی قسم لے کہ واللہ[ا]
مال مرہون ضائع نہین ہوا اور نہ ہلاک ہوا ہے اور راہن کو حکم دے کہ جسقدر قسط کی میعاد آگئی ہے اُسقدر مرتہن کو ادا کرے تو قاضی
کو ایسا کرنے کا اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مال مرہون ایک شخص عادل کے پاس ہو اور اُسکی اجازت ہو کہ دوسرے کے
پاس ودیعت رکھے اور عادل نے ایسا کیا ہو پھر مرتہن نے آکر اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف
ندیجائیگی اور راہن کو مال قرضہ دیدینے کا حکم کیا جائیگا اسواسطے کہ راہن قبضہ مرتہن پر راضی نہین ہوا ہے پس مرتہن کے ذمہ
ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم نہین ہوگا جو اُسکے قبضہ مین نہین آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مال مرہون کو مرتہن نے عادل سے لے لیا
تو غاصب ضامن قرار دیا جائیگا پس کیونکر اُسکے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم ہوگا جسکے لے لینے سے وہ غاصب ٹھہرتا ہے اور
اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا جو اُسکے عیال مین ہے اور خود کہین غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنا قرضہ
طلب کیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلان شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہے مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ کس کا مال ہے یا عادل
مذکور مال مرہون لیکر کہین غائب ہو گیا اور یہ پتہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ کہان گیا ہے تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنیکی تکلیف
ندیجائیگی مگر راہن پر ادائے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا اسواسطے کہ مرتہن مال مرہون سپرد کرنے سے عاجز ہے اور اگر مودع نے
اس مال کے ودیعت ہونے سے انکار کر کے کہا کہ یہ مال میرا ہے تو مرتہن مال قرض وصول نہین کر سکتا ہے اسواسطے کہ ایسے انکار سے
مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس استیفاء[ع] قرض ثابت ہوگا پس جبتک مرتہن اس امر کو ثابت نہ کرالے کہ یہ
مال مرہون ہے تب تک اپنا مال قرض وصول نہین کر سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک نے دوسرے کے پاس ایک باندی رہن کر کے ایک
شخص عادل کے قبضہ مین رکھائی پھر عادل مذکور مر گیا اور ایسے شخص کے پاس جو اُسکی عیال مین ہے باندی کو ودیعت رکھ گیا
پھر مرتہن نے آکر راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے کہا کہ جبتک تو مال مرہون حاضر نہ کرے گا تب تک مین تجھے
ندونگا اور مودع نے کہا کہ یہ باندی میرے واسطے فلان شخص نے ودیعت رکھی ہے مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ یہ باندی
کس شخص کی ہے تو راہن پر ادائے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا پھر اگر وہ باندی عادل کے پاس تلف ہو گئی تو جو کچھ راہن نے مرتہن
کو دیا ہے اُس سے واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راہن نے یہ دعوی کیا کہ مال مرہون[عه] تلف ہو گیا ہے تو مرتہن سے اُسکے علم پر قسم[له]
لیجائیگی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو راہن پر ادائے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو جبر نکیا جائیگا اور اگر غلام
رہن ہو اور اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کر ڈالا اور قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت تین سال مین واجب ہوئی پھر اگر مرتہن نے

ا ه واللہ مین نہین جانتا ہون کہ باندی مرہونہ تلف ہو گئی ۱۲ ه یعنے قرضہ بھر پایا ۱۲ ه جو عادل کے پاس ہے ۱۲

اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر تہائی قیمت کی میعاد آگئی تو جبتک راہن کو پوری قیمت نہ ملجاوے تب تک راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا پس اگر ثمن جنس قرضہ سے ہو تو جو کچھ قیمت میں ملتا جاوے اسکو مرتہن اپنے قرضہ میں وصول کرتا جائیگا اور اگر اسکی قیمت میں اونٹ یا بکری یا ان ہوں اور قاضی نے قیمت میں ان جانوروں کے دینے کا حکم کیا ہو تو یہ جانور بعوض قرضہ کے رہن ہونگے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کر دیا اور عادل نے اسکو نقد یا اُدھار فروخت کیا تو جائز ہے پھر اگر مرتہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرتہن کو مال مرہون یا اُسکے بدل یعنی ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اسواسطے کہ وہ اُسکے حاضر لانے پر قادر نہیں ہے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو اُسکی بیع کے واسطے حکم دیا ہو اور مرتہن نے فروخت کرکے ہنوز اُسکے ثمن پر قبضہ نکیا ہو تو بھی مرتہن اُسکے حاضر کرنے پر مجبور نکیا جائیگا مگر راہن اُسکے قرضہ اداکرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکا ثمن وصول کر لیا ہو تو ثمن حاضر لانے پر مجبور کیا جاوے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مرتہن نے یا عادل نے بحکم راہن مال مرہون کو فروخت کیا اور مشتری کے واسطے ثمن کی تاخیر دیدی یا ثمن کسی میعاد تک اُدھار ٹھہرا تھا تو مرتہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہے اسواسطے کہ ثمن مذکور راہن کے مختار کر دینے سے قرضہ ہو گیا ہے پھر اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جاوے تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہے وہ راہن کو واپس کر دیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے

آٹھواں باب

مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کرنے کے بیان میں۔ قرضہ ساقط ہونیسے پہلے مال مرہون میں راہن کا تصرف یا تو ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ ہوتا ہے جیسے بیع وکتابت و اجارہ وہبہ وصدقہ و اقرار وغیرہ یا ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ نہیں ہوتا ہے جیسے عتق وتدبیر واستیلاد وغیرہ پس اگر ایسا تصرف ہو جو محتمل فسخ ہوتا ہے تو بغیر رضامندی مرتہن کے منعقد نہوگا اور مرتہن کا حق حبس یعنی مرہون کو روک رکھنے کا استحقاق باطل نہوگا پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کر دیا اور مرتہن کے روکنے کا استحقاق باطل ہو گیا تو سب تصرفات نافذ ہو جائینگے اور اگر مرتہن نے تصرف راہن کی اجازت دیدی تو تصرف نافذ ہو جائیگا اور مال مرہون رہن ہونے سے نکل جائیگا اور قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور بیع کی صورت میں مرہون کا ثمن بجائے مرہون کے رہن ہوگا۔ اسیطرح اگر ابتدا میں راہن نے باجازت مرتہن تصرف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور جو تصرف محتمل فسخ نہیں ہے وہ نافذ ہو جاتا ہے اور رہن باطل ہو جاتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر غلام مرہون کو راہن نے آزاد کیا اور وہ آزاد ہو گیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو تو غلام پر کمائی وسعایت لازم نہوگی اور راہن پر ضمان بحالہ رہیگی اگر قرضہ فی الحال ادا کرنے کی قرارداد پر ہے تو راہن اُسکے ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر ادائے قرضہ کی کچھ میعاد مقرر ہوگی اور وہ میعاد آگئی ہوگی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہنوز میعاد نہ آئی ہوگی تو عتق نافذ ہو جائیگا اور مرتہن غلام مذکور کی قیمت راہن سے لیکر بجائے غلام کے اُسکو رہن کر لیگا پھر جب میعاد آویگی تو دیکھا جائیگا کہ اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ سے ہوگی تو اس قیمت سے اپنا قرضہ پورا لے لیگا اور اگر کچھ بچا تو وہ راہن کو واپس کر دے گا

لہ یعنی مشقت و اُجرت کرنا ۱۲ ملہ یعنی اسکو لگگئی ۱۲ سلہ مثلاً درم اور قرضہ بھی درم ہوں ۱۲ سہ یعنی کسی سبب سے فسخ ہو سکتا ہے ۱۲ ھہ اسباب فسخ میں سے کسی سبب سے فسخ نہیں ہو سکتا ہے ۱۲

اور اگر جنس قرضہ سے برخلاف دوسری جنس ہو تو جیسا میعاد آنے سے پہلے تھا اسیطرح اپنا قرضہ حاصل کرنے تک اُسکو روک رکھیگا اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام کے رہن کے وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے جو کم مقدار ہو اُسکو کما کر ادا کرنے کے واسطے غلام مذکور سے سعایت کرالے خواہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو یا میعادی ہو پھر جب راہن کو تونگری و خوشحالی حاصل ہو تو غلام مذکور نے بحالت اضطرار جو کچھ اُسکا قرضہ سعایت کرکے ادا کیا ہے اُس سے واپس لیگا اور مرتہن بھی اگر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہگیا ہو راہن سے لیگا مثلاً ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی پھر راہن نے اُسکو آزاد کیا تو غلام مذکور وقت رہن کی قیمت یا یک ہزار درم قیمت کے واسطے سعایت کریگا اسواسطے کہ بقدر ہزار درم کے ضمان واجب ہوگی چنانچہ اگر غلام مذکور مرجائے تو اُسی قدر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر راہن نے اُسکو آزاد نہ کیا بلکہ مدبر کر دیا تو مدبر کرنا نافذ ہو جائے گا اور رہن باطل ہو جائیگا اور بعد مدبر کیے جانے کے مرتہن کو اُسکے روکنے کا اختیار نہ ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ اُس سے لے لیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت اُس سے لیکر بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھیگا جیسا عتق کی صورت میں ہے اور اگر راہن تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن مذکور سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے چاہے جسقدر ہو سعایت کراوے گا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو غلام مذکور سے اُسکی پوری قیمت کے واسطے سعایت کراکے اُس قیمت کو بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھے گا پس آزاد کرنے کی صورت اور مدبر کرنے کی صورت میں دو باتوں میں فرق ہوا ایک یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جب راہن تنگدست ہو تو غلام پر اُسکے وقت رہن کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوتی ہے اور مدبر کرنیکی صورت میں اُسپر پورے قرضہ کے واسطے چاہے جسقدر ہو سعایت کرنی واجب ہے جبکہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو اور اُسکی قیمت کیطرف لحاظ نہ کیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اُسپر اپنی پوری قیمت کیواسطے سعایت واجب ہوگی اور دوم یہ کہ آزاد کرنیکی صورت میں جو کچھ غلام نے کما کر ادا کیا ہے وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لیگا اور مدبر کرنے کی صورت میں نہیں لیگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مدبر ہو جانے سے اُسکی کمائی مولی کی ملک ہونے سے خارج نہیں ہوئی پس اُسکو مولے سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور پورے قرضہ کے واسطے سعی کرے گا اور آزاد ہونے سے اُسکی کمائی مولے کی ملک ہونے سے خارج ہوگئی۔ اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہوگئی اور راہن نے دعوی کیا کہ یہ حمل میرا ہے پس اگر وضع حمل سے پہلے ایسا دعوی کیا ہو تو اُسکا دعوی صحیح اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور وہ بچہ رہن میں داخل ہونے سے پہلے آزاد ہوگا اور وہ باندی اُسکی اُم ولد ہو کر رہن سے خارج ہو جائیگی اور بچہ پر کچھ سعایت لازم نہوگی مگر اسکی ماں کا حکم سب صورتوں میں وہی ہوگا جو ہمنے غلام مدبر کے واسطے ذکر کیے ہیں۔ اور اگر باندی مذکور نے وضع حمل کیا پھر اسکے بعد راہن نے اُسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو بھی دعوے صحیح ہوگا اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور رہن میں داخل ہونیکے بعد وہ بچہ آزاد ہو جائیگا اور اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے ایک حصہ ہو جائیگا اور باندی مذکور اسکی اُم ولد ہو جائیگی اور رہن ہونے سے خارج ہو جائے گی پس تمام قرضہ باندی کے رہن ہونے کے روز کی

قیمت اور بچہ مذکور کے راہن کے دعوی کرنیکے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر حصہ باندی کے مقابلہ مین آیا ہی
اسکی بابت باندی کا حکم وہی ہوگا جو مدبر کا پورے قرضہ کی بابت مذکور ہوا ہی اور بچہ کا حکم اپنے حصہ قرضہ کی بابت سب
وہی ہوگا جو ہمنے آزاد شدہ کے حق مین ذکر کیا ہی لیکن اس صورت مین یہ ہوگا کہ راہن کے دعوی کرنیکے روز کی بچہ
کی قیمت کو اور اُسکے پڑنے مین جسقدر قرضہ کا حصہ آیا ہی اُسکو دیکھا جائیگا پس ان دونون مین سے جو مقدار کم ہو اُسکے
واسطے بچہ مذکور سعایت کرے گا اگر راہن تنگدست ہو اور جسقدر کما کر ادا کریگا وہ راہن سے واپس لیگا یہ شرح طحاوی مین
ہی ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کردی پھر وہ نرخ بڑھ جانے سے دو ہزار درم کی ہوگئی یا ہزار درم
قیمت کا بچہ جنی تو دو ہزار درم دیکر دونون کو فک رہن کرے گا اور اگر باندی ہلاک ہوجاوے تو دو ہزار درم کے عوض ہلاک ہوگی
اور اگر مولےٰ نے اُس باندی کو آزاد کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی اسیطرح اگر دونون کو آزاد
کردیا تو دونون ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے اور جسقدر ادا کرینگے مولےٰ سے واپس لینگے اور مرتہن اپنا باقی قرضہ راہن
سے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکا نرخ گھٹ کر
پانچسو درم کا رہگیا پھر راہن نے اُسکو حالت تنگدستی مین آزاد کردیا تو غلام مذکور آزاد ہونے کے روز کی قیمت یعنی پانچسو درم
کیواسطے سعایت کرے گا پورے قرضہ کے واسطے سعایت نکریگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار
درم قرضہ کے رہن دیا پھر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر مولی نے اُسکو مدبر کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہی تو وہ پورے قرضہ
کیواسطے سعایت کریگا اور اگر اُسنے ہنوز سعایت نہ کی ہو یہانتک کہ مولےٰ نے اُسکو آزاد کردیا تو وہ دو ہزار درم کیواسطے سعایت
کریگا جبکہ آزاد کرنا بعد مدبر کرنے کے واقع ہوا ہو اور اگر اُسکو مدبر کیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی تو دو ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا
پھر اگر اُسکو اسکے بعد آزاد کردیا تو ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی
باندی بعوض ہزار درم کے رہن کی پھر اُسکے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر پیدا ہونے کے بعد راہن نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ
وہ خوشحال ہی تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر تنگدست ہو تو باندی نصف قرضہ کیواسطے اور بچہ نصف قرضہ کیواسطے سعایت کرینگے اور اگر بچہ
نے سعایت کرکے ہنوز کچھ ادا نکیا ہو یہانتک کہ اُسکی ماں سعایت سے فارغ ہونیسے پہلے مرگئی تو اُسکا بچہ اپنی نصف قیمت اور نصف
قرضہ سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت کریگا اور اسکی ماں کے مرنے سے اُسکے ذمہ کچھ زائد نکیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ دو
شخصون نے ایک غلام رہن کیا پھر اُسکو دونون مین سے ایک نے آزاد کردیا تو ضرور ہی کہ یا تو دونون خوشحال ہونگے یا دونون
تنگدست ہونگے یا ایک خوشحال اور دوسرا تنگدست ہوگا اور قرضہ یا فی الحال واجب الادا ہوگا یا میعادی ہوگا پس اگر دونون خوشحال
ہون اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو آزاد کرنے والے پر بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا اور
اسیطرح اُسکے شریک پر بھی بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا بدینوجہ کہ وہ قرضدار ہی نہ بدینوجہ کہ عتق ثابت ہوا ہی اسواسطے
کہ مال مرہون بوجہ دونون مین سے ایک کے آزاد کرنے کے تلف ہوگیا اور وہ دونون خوشحال ہین اور قرضہ فی الحال واجب الادا
ہی پس دونون سے اپنے اپنے حصہ کے قدر قرضہ کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنیوالا اپنے حصہ کی قیمت کا

---

۵۸ جبکہ راہن خوشحال ہوجاوے ۱۲ ۵ جب وہ خوشحال ہوجاوے ۱۲ ۹ یعنے مقدار قرضہ کا ۱۲

ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُس نے اپنا حصہ تلف کر دیا پس مرتہن اُس سے لے لیگا اور وہ میعاد آنے تک اُسکے پاس رہن رہیگی
پھر دیکھا جائیگا کہ اُسکا شریک جس نے آزاد نہیں کیا بلکہ خاموش رہا ہے کیا بات اختیار کرتا ہے پس اگر اُسنے تاوان[1] لینا اختیار کیا یا غلام
سے سعایت کرائی تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ مال اُس سے لے لے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پس اسکے پاس رہن رہیگا پھر جب
قرضہ کی میعاد آوے تب مرتہن اسکو اپنے قرضہ میں جوان دونوں پر آتا ہے لیگا اسواسطے کہ قیمت اُسکے قرضہ کی جنس سے ہے اور اگر
شریک خاموش نے بھی اپنا حصہ آزاد کر دینا اختیار کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے تاوان لے کیونکہ اُسنے
آزاد کرکے اُسکا حق تلف کر دیا ہے اور چاہے شریک خاموش سے جسنے پیچھے آزاد کیا ہے تاوان لے اسوجہ سے کہ اسنے مرہون
کے بدل سے مرتہن کا حق تلف کر دیا اسلیے کہ آزاد کرنیوالے پر تاوان یا غلام پر سعایت کرنا واجب ہوا تھا اگر اُسکے آزاد کر دینے
سے دونوں اس سے بری ہو گئے اور اگر دونوں تنگدست ہوں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن کو غلام سے پورے
ہزار درم قرضہ کے واسطے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق ایک
شریک کے آزاد کرنے پر غلام مذکور پورا آزاد ہو گیا پس غلام مذکور پر اپنی قیمت کیواسطے سعایت واجب ہوگی اور امام اعظمؒ
کے مذہب کے موافق جسنے آزاد نہیں کیا ہے اُسکا حصہ مکاتب ہو گیا اور مکاتب رہن ہونے کے لائق نہیں رہتا ہے اسواسطے کہ وہ نہی دستا
قدرت کی راہ سے آزاد کا حکم رکھتا ہے اور آزاد کرنے والا تنگدست ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام سے سعایت کراوے
اور جب اُسنے غلام سے سعایت کراکے مال لے لیا تو جو کچھ اُسکا قرضہ دونوں پر ہے اُسکے عوض اُسنے لیا اسواسطے کہ یہ کمائی
مال مرہون کا بدل ہے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت میں میعاد آنے تک یہ مال اُسکے پاس رہن
رہیگا اور اگر آزاد کرنیوالا خوشحال اور خاموش تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو آزاد کرنیوالا اپنا حصہ قرضہ تاوان دیگا
اور شریک خاموش کے حصہ میں لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اُسنے غلام سے سعایت کرانا یا شریک سے تاوان لینا اختیار کیا تو اس مال کو مرتہن لے لیگا
اسواسطے کہ یہ بدل الرہن ہے اور اگر اُسنے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا تو آزاد کرنیوالا شریک خاموش کے حصہ کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ
اُسنے مرہون سے حق مرتہن تلف کیا ہے پھر آزاد کرنیوالا شریک خاموش سے یہ مال تاوان واپس لیگا اسیطرح اگر قرضہ میعادی ہو
تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر آزاد کرنیوالا تنگدست ہو اور خاموش خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن آزاد کنندہ کے
حصہ کیواسطے غلام سے سعایت کرا دیگا اور شریک خاموش سے نصف قرضہ لے لیگا اسواسطے کہ مال مرہون تلف ہو گیا اور قرضہ
فی الحال واجب الادا ہے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مرتہن غلام سے پورے ہزار درم کیواسطے سعایت کرا دیگا پھر جب اُسے قرضہ کی
میعاد آجاوے پس اگر خاموش نے اپنے حصہ کیواسطے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو مرتہن اس مال کو اپنے قرضہ میں جو دونوں
پر آتا ہے لے لیگا پھر اپنے آزاد کرنیوالے سے جو حصہ اسکے پڑتے میں پڑتا ہے واپس لیگا اور شریک خاموش سے کچھ نہ لیگا اور اگر
شریک خاموش نے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا پھر اگر اُسنے اپنا قرضہ ادا کر دیا تو آدھا[2] کمائی کا مال غلام سے واپس لیگا اور اگر

[1] تاوان یعنے شریک خاموش کو اختیار ہے کہ چاہے شریک آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے محنت مزدوری کرا کے اپنی قیمت وصول کرے یا اپنا حصہ آزاد کرے یہ اسوقت کہ شریک خوشحال ہو ورنہ اس سے تاوان نہیں لے سکتا ہے ۱۲

[2] نسخہ موجودہ میں یونہی موجود ہے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ غلام آدھی کمائی مرتہن سے واپس لے گا ۱۲ منہ

اُس نے ادا نہ کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ سب مال اپنے قرضہ میں لیلے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پھر غلام آدھی کمائی کو شریک خاموش سے اور آدھی کمائی کو آزاد کرنے والے سے واپس لیگا اور اگر ایک شریک نے اُسکو آزاد کیا اور دوسرے نے اُسکو مدبر کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہیں تو غلام سے مرتہن پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کرا دیگا پھر غلام مذکور آزاد کرنے والے سے نصف کمائی واپس لیگا اسواسطے کہ اُس نے مجبور ہوکر اپنے مال سے اُسکا قرضہ ادا کیا ہے پھر اگر مدبر کرنیوالے نے آزاد کردینا اختیار کیا ہے تو اُس سے بھی آدھی کمائی واپس لیگا اور اگر اُسنے سعایت کرانا اختیار کیا تو مدبر ہونیکے حالت کی اُسکی نصف قیمت اور محض مملوک ہونے کے حالت کی اُس کی نصف قیمت میں جسقدر تفاوت ہو اُسقدر واپس لیگا جیسے کہ اگر محض مملوک ہونیکے حالت کی اُسکی نصف قیمت پانچسو درہم ہوں اور مدبر ہونے کے حالت کی نصف قیمت چار سو درم ہوں تو اُس سے سو درم واپس لے گا اور اگر دونوں شریک خوشحال ہوں تو مرتہن کے واسطے ہزار درم کے ضامن ہونگے پھر غلام مدبر اُس شخص کے واسطے جسنے اُسکو مدبر کیا ہے اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور دونوں شریکوں میں سے کوئی شریک دوسرے شریک سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ رہن دونوں میں سے ایک کے آزاد کرنے سے تلف ہوگیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے پس دونوں ادائے قرضہ کیواسطے ماخوذ ہونگے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنیوالا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مدبر کرنے والے کے حصہ میں مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنیوالے سے اُسکے حصہ کی ضمان لے یا مدبر کرنیوالے سے اُسکے حصہ کی قیمت کا تاوان لے اسواسطے کہ اُس نے مدبر کرنیسے مرتہن کا حق جو بدل الرہن میں تھا تلف کردیا ہے کیونکہ مدبر کرنیوالے کو حالت خاموشی میں یہ اختیار تھا کہ آزاد کرنیوالے سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے مگر مدبر کرنیسے آزاد کرنیوالا اُسکے حصہ کے تاوان سے بری ہوگیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہیں ہوتا ہے کہ مال مرہون کسی دوسرے کے پاس رہن رکھے پس اگر اُس نے بدون اجازت راہن کے رہن رکھا تو راہن اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے عقد رہن کو باطل کردے اور مرہون مذکور کو مرتہن کے پاس اعادہ کرادے اور اگر مرتہن اول کے پاس اعادہ کرانے سے پہلے مال مرہون مرتہن ثانی کے پاس تلف ہوگیا تو راہن اول کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن اول سے تاوان لے یا مرتہن ثانی سے ضمان لے پس اگر اُس نے مرتہن اول سے تاوان لیا تو یہ مال تاوان مرتہن اول کے پاس رہن رہیگا اور مرتہن اول تاوان دیکر مرہون کا مالک ہوگیا پس ایسا ہوا کہ گویا اُس نے اپنے مملوکہ مال کو رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے پس مرتہن ثانی کے پاس بعوض قرضہ کے جسکے عوض رہن تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر اُس نے دوسرے مرتہن سے تاوان لینا اختیار کیا تو جو کچھ مال تاوان لے وہ مرتہن اول کے پاس رہن رہیگا اور دوسرا عقد رہن باطل ہوگیا پھر دوسرا مرتہن اپنا مال ضمان جو اُس نے ادا کیا ہے مرتہن اول سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی لے گا۔ اور اگر مرتہن اول نے اُسکو راہن کی اجازت سے دوسرے کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن صحیح ہے اور رہن اول باطل ہوگیا پس ایسا ہوگیا کہ گویا مرتہن اول نے راہن کا مال اُس سے مستعار لیکر رہن کردیا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک چوپایہ جانور رہن کرلیا اور اُسپر قبضہ کرنے کے بعد اُسکو راہن سے کرایہ پر لیا تو اجارہ صحیح نہیں ہے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اسکو اعادہ کرکے مرہون کرلے اور اپنے قبضہ میں کرلے اور اگر

مرتہن نے راہن کی اجازت سے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائیگا اور اُسکی اُجرت راہن کو ملیگی اور اگر اُس نے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اُسکی اُجرت مرتہن کو ملیگی مگر اُسکو صدقہ کر دے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اعادہ کرکے اُسکو رہن کر لے اور اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکو کسی شخص اجنبی کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن سے نکل جائیگا اور کرایہ راہن کو ملیگا اور اگر بغیر اجازت مرتہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور مرتہن اسکو اعادہ کرکے رہن کر سکتا ہی اور اگر کسی اجنبی نے بدون اجازت راہن و مرتہن کے اسکو اجارہ پر دیدیا پھر راہن نے اجارہ کی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے رہن کر لے سکتا ہی اور اگر مرتہن نے اجازت دی راہن نے نہ دی ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور کرایہ اُسکا ہوگا جس نے اجارہ پر دیا ہی مگر اُسکو صدقہ کر دے اور مرتہن اسکو اعادہ کرکے مرہون کر سکتا ہی اور اگر دونون نے اُسکی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا اور وہ رہن ہونیسے خارج ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مرتہن نے اُسکو بدون اجازت راہن کے ایکسال کیواسطے اجارہ پر دیا اور سال گذر گیا پھر راہن نے اجازت دیدی تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اجازت ایسے عقد سے لاحق ہوئی جو گذر کر منسوخ[1] ہو چکا ہی پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُس مرہون کو واپس لے تاکہ اُسکے پاس رہن رہے جیسا پہلے تھا اور اگر راہن نے چھ مہینے گذرنے کے بعد اجازت دی تو صحیح ہی اور آدھا کرایہ مرتہن کو ملیگا مگر اُسکو صدقہ کر دے اور آدھا کرایہ باقی راہن کو ملیگا اور مرتہن کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ دوبارہ اُسکو رہن کر لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ عین[2] مال مرہون مرتہن کے پاس امانت ہوتا ہی بمنزلہ ودیعت کے پس جہان کہین ایسا ہوتا ہی کہ اگر مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن نہووے تو ایسی صورت مین اگر مرتہن مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن نہوگا لیکن فرق یہ ہی کہ ودیعت اگر تلف ہو جاوے تو مودع کچھ ضامن نہوگا اور اگر رہن کا مال تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ اور جہان ایسا ہوتا ہی کہ اگر مودع مال ودیعت سے ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن ہو تو ایسی صورت مین اگر مرتہن بھی مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن ہوگا پھر واضح ہو کہ ودیعت کے مال کو مودع دوسرے اجنبی کے پاس ودیعت نہین رکھ سکتا ہی اور نہ مستعار دے سکتا ہی اور نہ اُجرت پر دے سکتا ہی اسی طرح رہن کو بھی مرتہن اجارہ پر نہین دے سکتا ہی اور اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیکر متاجر کے سپرد کیا پس اگر وہ متاجر کے پاس تلف ہوا تو راہن کو اختیار رہیگا چاہے مرتہن سے اُسکی وہ قیمت جو متاجر کے سپرد کرنے کے وقت تھی تاوان لے اور وہ قیمت بجائے عین مال مرہون کے مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور اگر چاہے متاجر سے تاوان لے لیکن اگر اُسنے مرتہن سے ضمان لی تو وہ متاجر سے مال تاوان واپس نہین لے سکتا ہی مگر مال مرہون تلف ہونے تک جسقدر متاجر نے اُس سے نفع حاصل کیا ہی اُسقدر اُجرت کو متاجر سے لے سکتا ہی اور وہ اُسی کی ہوگی مگر حلال نہوگی اور اگر اُسنے متاجر سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان کو مرتہن سے واپس لیگا اور اگر مال متاجر کے پاس سلامت رہا اور مرتہن نے اُسکو واپس لیا تو وہ مثل سابق کے مرتہن کے پاس عود کرکے رہن رہیگا اسی طرح اگر راہن نے بلا اجازت مرتہن

[1] یعنی وہ ختم ہو کر مٹ چکا ۱۲ [2] یعنے مال عین کہ مرتہن کے پاس رہن رکھا گیا ہی وہ امانت ہی تو ودیعت کے احکام لحاظ کر دیناچہ جن صورتون مین مودع ضامن نہین ہوتا ہی مرتہن بھی ضامن نہوگا مثلاً مرتہن نے اسکو اپنے عیال کے پاس رکھدیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہین ہی لیکن بقدر زیادت قرضہ کے ۱۲

اسکو کرایہ پر دیا تو جائز نہیں ہے اور مرتہن کو اجارہ باطل کردینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے باجازت دوسرے کے اُسکو اجارہ پر دیا یا ایک نے بدون اجازت دوسرے کے اجارہ پر دیا پھر دوسرے نے اجازت دیدی تو اجارہ صحیح ہوگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور کرایہ راہن کا ہوگا اور کرایہ وصول کرنیکی ولایت اُنکو ہوگی جنسے عقد اجارہ قرار دیا ہے اور بعد اجارہ گذرنے کے بعد پھر وہ عود کر کے رہن نہو جائیگا الا جبکہ دوبارہ عقد رہن قرار دیا جاوے اسی طرح اگر مرتہن نے اُسکو اجارہ پر لیا تو اجارہ صحیح ہوگا بشرطیکہ اجارہ کیواسطے جدید قبضہ کرے اور رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسکے پاس مدت اجارہ گذرنے کے بعد یا اس سے پہلے وہ تلف ہو گیا اور بعد مدت اجارہ گذرنیکے اُسکو راہن کے دینے سے روکا نہ تھا تو امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اُسکے ہلاک ہو جانیسے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اور اگر مدت اجارہ گذر جانے کے بعد اُسکو راہن کو دینے سے روکا تو غاصب ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے رہن کے چوپایہ پر سواری لی یا غلام مرہون سے خدمت لی یا لباس مرہون کو پہنا یا تلوار مرہون کو باندھا حالانکہ سب بلا اجازت راہن کیا تو وہ ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے راہن کی ملک کو بلا اجازت راہن کے استعمال کیا ہے پس مثل غاصب کے ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر اُس نے ایک تلوار یا دو تلوار پر تلوار مرہون کو باندھا تو ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ یہ فعل حفاظت کرنے میں داخل ہے از قبیل استعمال نہیں ہے اور اگر اُس نے ایسا فعل راہن کی اجازت سے کیا ہو تو پھر تاوان واجب نہوگا اسواسطے کہ ضمان واجب ہوتا بسبب تعدی کے ہوتا ہے اور مالک کی اجازت سے استعمال کرنا تعدی نہیں ہے اور جب مرتہن چوپایہ مذکور سے اُتر پڑا یا کپڑا اُتار دیا یا غلام سے خدمت لینے سے باز رہا تو وہ اپنے حال پر رہن ہوگا پس اگر تلف ہو جاوے تو جس کے عوض رہن ہے اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر راہن کی اجازت سے استعمال کرنے کی حالت میں تلف ہو تو مفت تلف شدہ قرار پائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اجنبی نے راہن کی اجازت سے مرہون کو عاریت پر دیدیا یا راہن نے باجازت مرتہن اُسکو عاریت دیا اور مستعیر کے قبضہ میں تلف ہوا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا ولیکن مرتہن کو یہ اختیار رہیگا کہ جب چاہے اپنے قبضہ میں لے لے اور اگر مستعیر کے پاس مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا خواہ وہ راہن ہو یا مرتہن ہو یا کوئی اجنبی ہو تو بچہ رہن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اجارہ و رہن کا قبضہ ثابت ہونے سے عقد رہن باطل ہو جاتا ہے اور قبضہ ودیعت سے عقد رہن باطل نہیں ہوتا ہے حتٰی کہ اگر مال مرہون کو راہن نے باجازت مرتہن ودیعت پر دیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنے قبضہ میں واپس لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر رہن کوئی کتاب یا مصحف مجید ہو تو مرتہن کو بلا اجازت راہن کے اُس سے پڑھنے کا اختیار نہوگا پس اگر راہن نے اجازت دیدی تو جب تک مرتہن اُسمیں سے پڑھتا رہے تب تک وہ مرتہن کے پاس عاریت ہوگا پھر جب قرأت سے فارغ ہوا تو مرہون کے حکم میں داخل ہو جائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے مصحف رہن کیا اور مرتہن کو اُس سے تلاوت کرنیکی اجازت دیدی پس اگر اُس سے تلاوت کرنے کی حالت میں وہ تلف ہوگا تو قرضہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ رہن کا حکم فقط محبوس رکھنا یعنی روک رکھنا ہے اور جب مرتہن نے باجازت راہن اُسکو استعمال کیا تو حکم بدلگیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد تلف ہوا تو قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا یہ وجیز کردری میں ہے

اگر کسی نے رہن کی انگوٹھی ایک انگوٹھی کے اوپر پہنی اور وہ تلف ہوئی تو اسمین عرف وعادت کی طرف
رجوع کیا جاوے پس اگر مرتہن مذکور ایسا شخص ہو جو تجمل کے واسطے دو انگوٹھیان پہن سکتا ہو تو ضامن ہوگا[۵۱] اسواسطے
کہ اُس نے مال مرہون کو استعمال کیا ہو اور اگر ایسا شخص ہو کہ دو انگوٹھیان پہن کر تجمل نہین کر سکتا ہو تو جس قرضہ کے
عوض رہن تھی اُسکے عوض تلف شدہ قرار پاویگی اسواسطے کہ اُسنے حفاظت کی غرض سے اُسکو پہنا ہو اور
انگوٹھی کے بعضے مسائل ہمنے کتاب العاریۃ مین ذکر کر دیے ہین اور اگر طیلسان یا قبا رہن ہو پس اُسنے اُسکو اسطرح
پہن لیا جیسے لوگ استعمال کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حفاظت کیواسطے کندھے پر ڈال لیا ہو تو تلف ہونے سے
بطور مال مرہون تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اول صورت مین استعمال ثابت ہوا اور دوسری صورت مین جو فعل ہو وہ حفاظت
کیواسطے ہو یہ بدائع مین ہو- اور اگر دونون نے اس بات کا ارادہ کیا کہ مرتہن کو مال مرہون سے نفع حاصل ہو اور رہن بھی صحیح رہے
تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اگر مال مرہون مثلاً دار ہو تو مرتہن کو راہن اُسمین سکونت رکھنا مباح کرے بدین شرط کہ ہرگاہ راہن اُسکو اس نفع
سے منع کرے تو مرتہن کو با جازت جدید آئندہ کیواسطے بھی اختیار حاصل رہیگا تاوقتیکہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ ادا نہ کرے اور
مرتہن اُسکی ایسی اجازت مشروط کو قبول کرے اسیطرح اگر مال مرہون زمین ہو اُسکی زراعت کے واسطے اجازت دیدے یا درخت
و باغ انگور ہو اُسکے پھلون کو مباح کرے یا بہائم مین سے کوئی جانور ہو اُسکا دودھ مباح کرے باین طور کہ راہن نے اُسکو
یہ نفع مباح کیا بدین شرط کہ جب کبھی راہن اُسکو منع کرے تو مرتہن راہن کیطرف سے با جازت جدید آئندہ کے واسطے مختار
ہو جائیگا یہان تک کہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہو- اور اگر راہن یا مرتہن نے دوسرے کی اجازت
سے مرہون کو فروخت کیا تو وہ رہن سے خارج ہو جائیگا اسیطرح اگر کسی نے بدون دوسرے کی اجازت کے اُسکو فروخت کیا پھر
دوسرے نے اُسکی بیع کی اجازت دیدی تو بھی وہ رہن سے خارج ہو جائیگا پس اُسکا ثمن بجاے اُسکے مرہون ہوگا خواہ مشتری سے
وصول پایا ہو یا نہ پایا ہو پھر اگر اُسکا ثمن مشتری کے پاس ڈوب جاوے یا مشتری سے وصول کر لینے کے بعد تلف ہو جاوے
تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ پڑے گا اور مرتہن کو اُسکا ثمن روک رکھنے کا استحقاق اسیطرح حاصل ہوگا جیسا اصل مرہون کے
روکنے کا استحقاق تھا یہانتک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آجاوے ایسا ہی حکم کرخی رحمہ نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہو اور امام قدوری نے
فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین اگر عقد رہن مین بیع مشروط ہو تو ثمن رہن ہوگا اور اگر مشروط نہو تو امام محمد رح کے نزدیک بیع موجب[۵۲]
انتقال حق بجانب ثمن ہو اور امام طحاوی نے اختلاف العلماء مین ذکر کیا کہ ہمنے اس حکم مین کوئی اختلاف نہین پایا اور قدوری نے امام
ابو یوسف رح سے بروایت بشر رح یون ذکر کیا کہ اگر مرتہن نے اجازت مین یہ شرط کی ہو کہ ثمن رہن ہوگا تو رہن ہوگا ورنہ وہ رہن سے خارج ہو جائیگا
اور شرح طحاوی مین لکھا ہو کہ بلا تفصیل کے ثمن رہن ہوگا اور یہی صحیح ہو یہ محیط مین ہو اگر دس درم قیمت کا کپڑا العوض دس درم کے
رہن کیا پھر اُسکو راہن کی اجازت سے پہنا اور اسمین چھ درم کا نقصان آیا پھر دوبارہ اُسکو بدون اجازت راہن کے پہنا اور
اسمین چار درم کا نقصان آیا پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور تلف ہونے کے وقت اُسکی قیمت دس درم تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ راہن سے

۵۱ ضامن یعنے وہ مرہون ہونے سے خارج ہوا اور مرتہن ضامن ہو گیا اگر تلف ہو تو پوری قیمت دینی پڑیگی ۵۲ یعنے مرتہن کو قبول کرنا چاہیے
تب یہ عقد پورا ہوگا اور جب راہن اُسکو منع کرے گا تو وہ آئندہ پھر مختار ہو جائے گا ۱۲ ۵۳ یعنے یہ بیع باعث
ہو کہ مرتہن کا حق اُسکے ثمن سے متعلق ہو گیا ۱۲

مرتہن ایک درم واپس لیگا اور اُسکے قرضہ میں سے نو درم ساقط ہو جاوینگے اسواسطے کہ جب قرضہ دس درم تھا اور رہن کے روز کپڑے کی قیمت بیس درم تھی تو آدھا کپڑا قرضہ کے عوض مضمون اور آدھا امانت تھا پھر جب راہن کی اجازت سے اُسکے پہننے سے اُس میں چھ درم کا نقصان آیا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا پہننا مثل راہن کے پہننے کے ہے پس مرتہن کے ذمہ اُسکی ضمان لازم نہوگی اور جسقدر مرتہن سے بدون اجازت راہن کے نقصان آیا ہے یعنے چار درم کا اُسکی ضمان مرتہن پر ہوگی پس چار درم جو مرتہن پر واجب ہوے ہیں وہ اسی قدر قرضہ کے ساقط ہونے سے قصاص ہو جاوینگے پھر جب کپڑا تلف ہوا بعد ناقص ہونے کے اور اُسکی قیمت دس درم ہے جسمیں سے پانچ درم مضمون اور پانچ درم امانت ہیں پس جسقدر مضمون ہے اُسقدر قرضہ سے ساقط ہو جائیگا پس ایک درم باقی رہا اسواسطے مرتہن ایک درم اُس سے لیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر باغ خرما یا باغ انگور میں پھل آئے حالانکہ وہ مرتہن کے پاس رہن ہے اور مرتہن کو اُسکے پھلوں کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوا پس اُس نے بغیر حکم قاضی اُسکو فروخت کر دیا تو اُسکی بیع جائز نہوگی اور مرتہن ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی فروخت کیا یا قاضی نے خود فروخت کر دیا تو بیع نافذ ہو جائیگی اور مرتہن پر ضمان واجب نہوگی اور اگر مرتہن نے پختہ ہو جانے کے بعد پھل توڑ لیے یا انگور جھاڑ لیے اور فعل بدون حکم قاضی کے کیا تو استحساناً ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل از قبیل حفاظت ہے اور حفاظت مرہون کا مرتہن کو استحقاق حاصل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب اُسنے پھلوں کو اسطرح توڑا ہو جسطرح توڑے جاتے ہیں اور کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اُسمیں نقصان آگیا ہو تو وہ ضامن ہوگا اسیقدر حصہ قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس نے بکری اُنٹنی کا دودھ دوھ لیا تو استحساناً ضامن نہوگا اور اگر گائے یا بکری رہن ہو اور مرتہن کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا پس اُسنے ذبح کر ڈالی تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ جو ایسا تصرف ہے جس سے عین مرہون سے ملک[۵] راہن زائل ہوتی ہے جیسے بیع و اجارہ وغیرہ تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار نہیں ہے اور اگر کریگا تو ضامن ہوگا اگرچہ اُسمیں فاسد ہو جانے سے ایک طرح کی حفاظت ہو الا اُس صورت میں کہ یہ تصرف اُسنے قاضی کے حکم سے کیا ہو تو پھر ضمان واجب نہوگی اور جو تصرف ایسا ہو کہ جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل نہوتی ہو تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار ہے اگرچہ بدون حکم قاضی ہو بشرطیکہ اُسمیں خراب ہو جانے سے حفاظت اور نگہداشت ہو علیٰ ہذا اسی سے یہ مسائل نکلتے ہیں کہ اگر دس درم قیمت کی بکری دوسرے کے پاس بعوض دس درم قرضہ کے رہن کی اور راہن نے مرتہن کو اجازت دی کہ اُسکا دودھ دوھکر پیے اور مرتہن نے ایسا کیا تو پھر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا فعل مثل راہن کے فعل کے ہے پس اگر راہن خود یہ فعل کرتا تو پھر ضمان لازم نہ تھی اسیطرح مرتہن کے اُسکی اجازت سے کرنے سے بھی ضمان لازم نہوگی پھر اگر اسکے بعد راہن چھڑانے آوے تو پورا قرضہ دیکر چھڑا سکتا ہے پھر اگر راہن کے فک رہن کیواسطے آنے سے پہلے بکری مرتہن کے پاس تلف ہو گئی تو فرمایا کہ تمام قرضہ بکری کے قبضہ کے روز کی قیمت اور دودھ کے پینے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس قرضہ میں سے بکری کے مقابلہ میں جو حصہ پڑتا ہو وہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر دودھ کے

---

[۵] یعنے ملک راہن بالفعل یا ہمیشہ کے لیے نہیں رہتی ہے ۱۲

مقابلہ مین پڑتا ہو اُسکو راہن ادا کرے گا اسیطرح اگر بکری کے بچہ پیدا ہوا اور مرتہن نے راہن کی اجازت سے اُسکو کھا لیا تو اسمین
وہی حکم ہے جو دودھ کی صورت مین مذکور ہوا ہے اسی طرح اگر راہن و مرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے دودھ یا اسکا بچہ کھا لیا
تو اس مین بھی وہی حکم ہے جو راہن کی اجازت سے مرتہن کے کھا لینے کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر مرتہن نے
بدون اجازت راہن کے دودھ یا بکری کا بچہ کھا لیا تو اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہ مال ضمان بکری کے ساتھ قرضہ کے
عوض رہن ہو جائیگا پھر اگر اُسکے بعد بکری مر گئی تو جسقدر حصہ قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین پڑتا ہے وہ ساقط
ہوگا اور راہن مال ضمان کو اُسکے حصہ کا قرضہ دیکر چھڑا سکتا ہے اور اگر راہن نے دودھ یا بچہ بدون اجازت
مرتہن کے کھا لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت مع بکری کے مرتہن کے پاس رہن رہے گی پھر اگر یہ مال ضمان تلف
ہو جائے تو مفت تلف ہوگا اسواسطے کہ یہ قیمت دودھ و بچہ کے قائم مقام ہے اور دودھ و بچہ اگر تلف ہوتا تو
مفت تلف ہوتا اسی طرح اُسکا قائم مقام بھی مفت تلف ہوگا پھر اگر اُسکے بعد بکری تلف ہو تو پورے قرضہ
کے عوض تلف ہوگی جیسا کہ دودھ و بچہ کے تلف ہونے کے بعد بکری کے تلف ہونے کا حکم ہے یہ محیط مین
ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی رہن کی اُس نے مرتہن کے بچہ کو دودھ پلایا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا
اسواسطے کہ آدمی کا دودھ متقوم[1] نہین ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

نوان باب۔ رہن مین راہن و مرتہن کے اختلاف کرنے اور اسمین گواہی دینے کے بیان مین۔ اگر قرضہ ہزار درم ہو
اور راہن و مرتہن نے جسقدر کہ عوض رہن ہے اختلاف کیا راہن نے کہا کہ وہ پانچ سو درم کے عوض رہن ہے اور مرتہن
نے کہا کہ ہزار درم کے عوض رہن ہے تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے کہا کہ مین نے پورے قرضہ کے
عوض جو تیرا مجھپر آتا ہے اور وہ ہزار درم ہین رہن کیا ہے اور مال رہن ہزار درم قیمت کا موجود ہے اور مرتہن نے کہا کہ مین نے
اسکو پانسو درم کے عوض رہن لیا ہے اور مال مرہون قائم ہے تو امام اعظم رح سے مروی ہے کہ راہن کا قول قبول ہوگا۔ باہم[2]
قسم کھا کر عقد کو توڑ کر دونون باہم واپس کر لین گے اور اگر مال مرہون دونون کے باہم قسم کھانیسے پہلے تلف ہو گیا
تو قول مرتہن کا لیا جائیگا۔ اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رہن بعوض ہزار درم کے تھا اور باندی کی قیمت
مین اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ
اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ اسیطرح اگر دو کپڑے رہن ہون جنمین سے ایک تلف ہو گیا اور
تلف شدہ کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو بھی اُسکی مقدار قیمت مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور زیادتی
قیمت کے بارہ مین راہن کے گواہ قبول ہونگے اسیطرح اگر مقدار رہن مین اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے
میرے پاس یہ دونون کپڑے بعوض ہزار درم کے رہن کیے ہین اور راہن نے کہا کہ مین نے یہ ایک
کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہے تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور اگر

ف۱ متقوم یعنے قیمتی چیزون مین سے نہین ہے اسواسطے باندی کا دودھ فروخت نہین ہوتا ہے اور دائی وہ دودھ پلائی کی نوکری بضرورت ہے ۱۲

ف۲ قولہ باہم اقول اسی طرح اصل مین مذکور ہے اور بظاہر یہان سقوط ہے لہذا مقدمہ پر نظر کرنا چاہیے ۱۲ منہ

دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون تیرے پاس تلف ہوا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تونے مجھ سے اپنے قبضہ مین لے لیا تھا پھر وہ تیرے پاس تلف ہوا ہے تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان مین داخل ہوچکا ہے مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعوی کرتا ہے اور راہن اس سے انکار کرتا ہے پس قول منکر کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہون گے اسواسطے کہ اسکے گواہون سے قرضہ کا استیفا یعنی بھر پانا ثابت ہوتا ہے اور مرتہن کے گواہون سے اسکی نفی ہوتی ہے پس جو گواہ مثبت ہین وہ اولے ہین۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میرے قبضہ کرنے سے پہلے وہ راہن کے پاس تلف ہوگیا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ راہن یہ دعوی کرتا ہے کہ مرہون مذکور ضمان مین داخل ہوا ہے اور مرتہن داخل ہونے سے انکار کرتا ہے پس منکر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ انسے ضمان ثابت ہوتی ہے یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم قرضہ میعادی کے رہن رکھی اور ایک شخص عادل کو مختار کیا کہ میعاد آنے پر اسکو فروخت کردے پھر جب میعاد آگئی تو مرتہن اس باندی کو لایا اور عادل سے درخواست کی کہ اسکو بیع کرے اور راہن نے انکار کیا کہ یہ وہ باندی نہین ہے پس اگر راہن و مرتہن دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مرہونہ باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ ہزار درم تھا اور مرتہن جس باندی کو لایا ہے اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہے لیکن راہن اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ وہ باندی نہین ہے تو رہن کے حق مین مرتہن کا قول قبول ہوگا پھر اسکے بعد اگر عادل نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ باندی نہین ہے یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون تو اسکے علم پر اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو اُسکی بیع کیواسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہوگیا ہے یعنے مرتہن کا حق متعلق ہے پس عادل مجبور کیا جائیگا اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمہ ہوگا لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن[1] ہوا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے اور اگر عادل قسم کھا گیا تو بیع پر مجبور کیا جائیگا تو قاضی راہن کو حکم دیگا کہ خود فروخت کرے اور اگر اُس نے انکار کیا تو قاضی اسکو مجبور نہ کریگا بلکہ خود فروخت کردیگا لیکن اُسکا عہدہ راہن کے ذمہ ہوگا جیسا کہ عادل کے مرجانیکی صورت مین ہے اور اگر مرتہن پانچسو درم قیمت کی باندی لایا اور راہن نے کہا کہ یہ میری باندی نہین ہے اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی باندی ہے مگر اسکا نرخ گھٹ گیا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو باندی مرہونہ اسکے زعم کے موافق قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیجائے گی پھر عادل کیطرف رجوع کیا جائیگا پس اگر عادل نے مرتہن کے قول کی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو مرتہن کیواسطے فروخت کردے پھر جب وہ فروخت کردے تو اسکا ثمن مرتہن کو دیدیگا پس اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو باقی قرضہ کو راہن سے مرتہن نہین لے سکتا ہے الا اس صورت مین کہ اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو البتہ باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ مرہونہ کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر دونون نے اسمین اختلاف کیا اور مرتہن سے کہا کہ تونے مجھے فقط پانچسو درم قیمت کی رہن دی تھی اور راہن نے کہا کہ ہزار درم قیمت کی تھی

[1] ضامن یعنی بیع مذکور کیوجہ سے مشتری کے لیے ضمان درک وعہدہ سے ضامن ہوا ۱۲ منہ

اور یہ باندی وہ نہین ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا پس اگر عادل نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو باندی مذکور کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن قرضہ سے کم آیا تو باقی قرضہ کو راہن سے واپس لیگا اور اگر عادل نے اُسکے فروخت کرنیسے انکار کیا تو راہن اُسکے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا یا قاضی اُسکو فروخت کریگا اور بیع کا عہدہ راہن پر ہوگا اور باقی قرضہ بھی راہن کے ذمہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر غلام رہن ہوا اور دونون نے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ رہن کے روز اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر کانا ہو جانے سے قیمت کم ہو کر پانچسو درم رہگئی ہے اور مرتہن نے کہا کہ نہین بلکہ رہن کے روز اسکی قیمت پانچسو درم تھی پھر اسکے بعد البتہ بڑھگئی تھی پس میرے حق مین سے صرف دوسو پچاس درم گئے ہین تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کو حال ماضی پر دلیل بناتا ہے پس ظاہر حال اُسی کے واسطے شاہد ہے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے پس وہی لائق قبول ہین یہ بدائع مین ہے ہیلنی بن ابان نے امام محمد رہ سے روایت کی ہے کہ اگر رہن ایک کپڑا ہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکے پہننے کی اجازت دیدی اور اُسنے پہنا پس وہ تلف ہو گیا پھر دونون نے اختلاف کیا کہ پہننے کی حالت مین تلف ہوا ہے یا اُتارنے کے بعد رہن ہو کر تلف ہوا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون نے پھر اتفاق کیا ہے کہ وہ رہن سے خارج ہو گیا تھا پھر راہن کے اس دعوی کی کہ وہ عود کرکے رہن ہو گیا تھا تصدیق نہ کیجائیگی اور امام محمد رہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا اور راہن نے مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کر دیا پس مرتہن نے کہا کہ مین نے اسکو پانچسو درم مین فروخت کیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اُسکو فروخت نہین کیا بلکہ وہ تیرے پاس مر گیا ہے تو راہن سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ مرتہن نے اسکو پانچ سو درم کو فروخت کیا ہے اور اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُس سے یون قسم لیجائیگی کہ واللہ وہ غلام مرتہن کے قبضہ مین مر گیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کپڑے پہننے کیواسطے ایک روز کے لیے اجازت دیدی پھر مرتہن اُسکو پھٹا ہوا لایا اور کہا کہ اُسی روز کے پہننے سے یہ پھٹ گیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اس روز نہین پہنا اور نہ اُس روز یہ پھٹا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے اُس روز پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پہننے سے پہلے یا اُتار دینے کے بعد پھٹ گیا ہے تو مرتہن کے اس قول کی کہ پہننے کی حالت مین پھٹا ہے تصدیق ہوگی کیونکہ دونون اس پر متفق ہوے کہ وہ ضمان سے خارج ہوا تھا تو جسقدر ضمان مرتہن پر عائد ہوتی ہے اُسکے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے اگر غلام رہن ہو اور راہن نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرتہن کے پاس سے بھاگا ہے اور مرتہن نے گواہ قائم کیے کہ راہن کو واپس دینے کے بعد راہن کے پاس سے بھاگا ہے تو ابن سماعہ رہ نے کہا کہ امام محمد رہ نے فرمایا کہ مین مرتہن کے گواہ قبول کرون گا یہ محیط مین ہے۔ اگر راہن نے کہا کہ مین نے تیرے پاس یہ کپڑا رہن کیا تھا اور تو نے مجھ سے لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا تھا اور مین نے تجھ سے لیکر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام و کپڑے کے مرتہن کے پاس موجود ہونے کی صورت مین مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر غلام و کپڑا دونون تلف ہو گئے ہون اور جسکے رہن کا راہن دعوی کرتا ہے اُسکی قیمت زیادہ ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ان دونون کو رہن لیا ہے اور راہن نے کہا کہ مین نے فقط یہ مال اکیلا رہن کیا ہے اور

دونوں نے گواہ قایم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور میں نے تجھ سے لیکر اُسپر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور میرے تجھپر سوائے اسکے دو سَو دینار ہیں جسکے عوض تو نے مجھے کچھ رہن نہیں دیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ غلام غصب کر لیا ہے اور تیرے مجھپر ہزار درم بغیر رہن کے قرض ہیں اور میں نے تیرے دو سو دینار قرضہ کے عوض تجھے ایک باندی جسکا فلانہ نام ہے رہن دیدی ہے اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ میں کر لی ہے اور مرتہن نے کہا کہ میں نے تجھ سے فلاں باندی رہن نہیں لی ہے وہ تیری باندی ہے اور غلام مذکور و باندی مذکور دونوں مرتہن کے پاس موجود ہیں تو راہن سے مرتہن کے دعوی پر قسم لیجاویگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب راہن لازم ہوتا ہے اور مرتہن اُس پر ایسے حق ذاتی کا دعوی کرتا ہے کہ اگر وہ اُسکا اقرار کرے تو اُسپر لازم ہو جاوے پس جب اُس نے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو غلام کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو غلام بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا اور مرتہن سے باندی کی بابت کچھ قسم نہ لیجائیگی ولیکن مرتہن اُسکو راہن کو واپس دیگا اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہیں ہوتا ہے پس باندی کے رہن سے اُسکا انکار کرنا بمنزلہ راہن کو باندی واپس دینے کے ہے اور اُسکو اختیار حاصل ہے کہ باندی راہن کو واپس دیدے پس اگر وہ باندی اُسکے پاس مرہونہ ہوتی تو قسم لینا کچھ مفید نہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہوں پر حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ گواہ ملزم ہیں کہ بجانب راہن حق مرتہن کو لازم کرتے ہیں اور راہن کے گواہ مرتہن کے ذمہ باندی کے مرہونہ ہونے کو کچھ لازم نہیں کرتے ہیں پس اُن گواہوں کے موافق حکم دینے کے کچھ معنی نہیں ہیں الا اسصورت میں کہ مرتہن کے پاس وہ باندی مر گئی ہو تو ایسی صورت میں راہن کے گواہوں کے موافق حکم دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مرہونہ باندی[1] کے بچہ کی بابت راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میرے پاس بچہ جنی ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ بچہ اُسکے قبضہ میں موجود ہے اور مرتہن نے غیر سے لیکر اُسپر قبضہ کرنے کا اقرار نہیں کیا ہے۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نے ماں و بچہ دونوں کو رہن لیا ہے اور راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ فقط ماں کو لیا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے۔ اور اگر مرتہن نے رہن مع قبضہ کا دعوی کیا تو دونوں باتوں پر اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر فقط رہن کا دعوی کیا ہو تو قبول نہوں گے اسواسطے کہ فقط تحقق[تحقیق] لازم نہیں ہوتا ہے اور اگر مرتہن نے رہن سے انکار کیا تو رہن ثابت کرنے پر راہن کے گواہوں کی سماعت نہوگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہیں ہوتا ہے خواہ گواہوں نے معائنہ قبضہ کی گواہی ادا کی ہو یا قبضہ پر قرار رہن کی گواہی دی ہو یہ آخری[2] قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین رح کا ہے یہ ذخیرہ کروری میں ہے۔ اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ میں نے دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا ہے اور مرتہن نے رہن سے انکار کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اُسنے غلام کو کیا کیا ہے تو غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسمیں سے بقدر قرضہ کے محسوب کر کے باقی کو راہن واپس دیگا اور اگر مرتہن و راہن نے اقرار کر لیا کہ مرتہن کے پاس مر گیا ہے تو جسکے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور مرتہن مقدار زائد کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ زیادتی اُسکے پاس امانت تھی

[1] مرہونہ باندی ہو یا گائے بکری وغیرہ ہو تو ۱۲ [2] آخری قول یعنی امام نے آخر میں یہی قول اجتہاد سے نکالا ہے ۱۲

اور اسکی طرف سے کوئی انکار ثابت نہیں ہوا پس زیادتی کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے

دسواں باب۔ چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کرنے کے بیان میں۔ درم و دینار و کیلی و وزنی چیزوں کا رہن رکھنا جائز ہے پس اگر اپنے جنس کے عوض رہن ہوا اور تلف ہو جاوے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دیجاویگی اگرچہ باعتبار جودت کے اختلاف ہو اور یہ امام اعظم رہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رہ کے نزدیک اُسکے خلاف جنس سے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا[1] اور وہ قیمت بجائے اسکے مرہون ہوگی پس اصل امام اعظم رہ کے نزدیک یہ ہے کہ حالت تلف لامحالہ حالت استیفا ہے اور استیفاء وزن ہی سے ہوگا اور صاحبین رہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ حالت تلف جبھی حالت استیفا ہے کہ جب ضرر کیجانب مفضی نہو اسکا بیان یوں ہے کہ ایک شخص نے دس درم وزن کے تیل کی چاندی کی کپی بعوض دس درم قرضہ کے رہن رکھی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر اسکی قیمت اسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے زائد ہو تو بھی بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے کم ہو تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن اسکی قیمت کا اسکے خلاف جنس سے ضامن ہوگا۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی اور اسکی قیمت اسکے وزن کے برابر دس درم ہے تو امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اسی طرح ٹوٹی ہوئی ناقص کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرائے اور چاہے تو مرتہن سے اسکی قیمت اسکے جنس سے یا اسکے خلاف جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان بجائے مرہون اول کے مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور مرہون اول تاوان دینے کے بعد مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور راہن پر فک رہن کرانے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اسکو اسی طرح ناقص پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرائے اور اگر چاہے تو پورے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کر دے اور راہن کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مرتہن سے اسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے کم جیسا کہ آٹھ درم ہو تو راہن اُس سے مرہون مذکور کے کھرے کے حساب سے دوسری جنس سے اسکی قیمت تاوان لے تاکہ سود دینے سے بچ جاوے یا ردی کے حساب سے اُسی کی جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور یہ حکم بالاتفاق ہے اور اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے زاید بارہ درم ہو تو امام اعظم رہ کے نزدیک چاہے اسکو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرائے یا مرتہن سے اسکی پوری قیمت اُسکے غیر جنس سے چاہے جسقدر ہو لے اور وہ مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ چھٹے حصے اسکی قیمت کے تاوان لے گا پس اُس ظرف شکستہ میں سے پانچ چھٹے حصے بعد ضمان دینے کے مرتہن کی ملک ہو جاوینگے اور ایک چھٹا حصہ الگ کر لیا جائیگا تاکہ رہن شائع نہ رہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق شیوع طاری[2] مثل شیوع مقارن[3] کے ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شیوع طاری مانع نہیں ہوتا ہے پس بنابر اس روایت کے ششم حصہ کے الگ کرنے کی ضرورت نہیں

---

[1] یعنے وہ چاندی تھی تو سونے سے اسکی قیمت ادا کرے ۱۲ منہ [2] شیوع طاری وہ ہے جو بعد عقد کے پیدا ہو جاوے اور مقارن وہ ہے جو وقت عقد کے موجود ہو ۱۲ منہ [3] یعنے پورا قرضہ دے ۱۲

اور یہ حصہ مع پانچ چھٹے حصے کی قیمت کے مرتہن کے پاس قرضہ کے عوض مرہون رہیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹ جانے سے اُسکی قیمت میں ایک یا دو درم کا نقصان آیا تو راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے فک رہن کرائے اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کردے اور چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرے اور اگر اُسکا وزن آٹھ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو مرتہن کے قرضہ میں سے آٹھ درم ساقط ہو جاوینگے خواہ اُسکی قیمت اس وزن سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک وزن کا اعتبار ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسکی قیمت اور وزن برابر ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسکی قیمت بہ نسبت وزن کے کم یا زیادہ ہو چنانچہ سات درم یا نو درم یا دس درم ہو تو خلاف جنس سے اسکی قیمت کی ضمان لے پس اگر مثلاً بارہ درم ہو تو پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی پس اگر اُسکی قیمت بھی آٹھ درم ہوں تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرلے یا مرتہن سے اُسکی جنس سے اُسکی ضمان لے چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرالے اور چاہے تو ٹوٹنے کو تلف ہونے پر قیاس کرکے اُسکو آٹھ درم قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ ڈالے اور اگر اُسکی قیمت کم ہو چنانچہ سات درم ہو یا زیادہ چنانچہ نو درم یا دس درم ہو تو راہن کو اختیار ہے کہ چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے یا خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ بالاتفاق ہے اسیطرح اگر بارہ ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُس سے اُسکی قیمت کے پانچ چھٹے حصہ کی ضمان لے یا پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرا دے اور یہی حکم امام محمد رح کے نزدیک ہے اگر کمی دو درم سے زائد ہو۔ اور راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرنے پر مجبور نکیا جائیگا اور اگر اُسکا وزن مرتہن کے قرضہ سے زائد پندرہ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو دو تہائی سے اُسنے اپنا قرض بھر پایا اور ایک تہائی اُسکے پاس امانت میں تلف ہوئی خواہ اُسکی قیمت زائد ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکے وزن کے برابر یا زیادہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر اُس سے کم ہو پس اگر قرضہ سے بھی کم ہو یا برابر ہو دس درم ہو تو خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لیگا اور اگر بارہ درم ہو تو پانچ چھٹے حصے کی قیمت تاوان لیگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو راہن کو اختیار ہے چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرالے یا اُسکی دو تہائی کی قیمت تاوان لے خواہ اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو یا زیادہ ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور یہی حکم امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اگرچہ اُسکی قیمت اُسکے وزن سے برابر ہو اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورا قرضہ دیکر چھڑالے یا اسمیں سے دو تہائی مرتہن کے ذمہ بعوض اُسکے قرضہ کے ڈالے اور ایک تہائی واپس کرلے اور اگر زیادہ بیس درم ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرادے اور چاہے اُسکی قیمت نصف قرضہ سے تاوان لے اسواسطے کہ اُسکی نصف کی قیمت قرضہ کے برابر ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے پانچ درم کا نقصان آیا ہو تو راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرانے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے پورے قرضہ کو دیکر چھڑا دے یا چاہے دو تہائی اُسکی بعوض قرضہ مرتہن کے اُسکے ذمہ ڈالے اور ایک تہائی واپس لے اور اگر اُسکی قیمت بارہ درم ہوں تو چاہے صاحبین رح کے قول کے موافق پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرالے یا اُسکے پانچ

ف یعنے اُسی کی جنس سے یا اُسکے خلاف جنس سے ۱۲ منہ ف یعنی ایک دو درم سے زیادتی زیادہ ہو ۱۲ ف صحیح سالم کا وزن ۱۲

چھٹے حصے کی قیمت تاوان لے اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر دس درم ہو یا کم ہو نو درم ہو تو صاحبین کے نزدیک جاہیے
پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرا دے یا پورے برتن کی قیمت خلاف جنس سے تاوان لے پس تمام اقسام سولہ ہوئے
اسواسطے کہ قسم اول میں یعنے جب کہ برتن مذکور کا وزن قرضہ کے برابر ہو چھ صورتیں ہیں اسواسطے اس صورت میں
یا تو اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر ہوگی یا کم ہوگی یا زیادہ ہوگی پھر یہ تین صورتیں اسکے تلف ہو جانے میں اور
تین ہی اسکے ٹوٹ جانے میں سب چھ صورتیں ہوئیں اور دوسری قسم میں جبکہ اسکا وزن آٹھ درم ہو دس صورتیں
ہیں اسواسطے کہ اُسکی قیمت یا تو اُس کے وزن کی ایک کم سات ہوگی یا برابر ہوگی یا ایک زیادہ نو ہوگی یا دس ہوگی
یا بارہ ہوگی اور تیسری قسم میں بھی جبکہ اُسکا وزن نو درم ہو دس صورتیں ہیں اسواسطے کہ یہ اسکی قیمت اُسکے وزن کے
برابر یا زیادہ ہوگی یا وزن سے کم اور قرضہ سے زائد ہوگی یا وزن کم و قرضہ کے برابر ہوگی یا وزن سے کم و قرضہ سے
بھی کم ہوگی پس پانچ بر تقدیر تلف ہونے کے اور پانچ بر تقدیر اُسکے ٹوٹ جانے کے سب دس ہوئیں یہ کافی میں ہے۔ امام
محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک انگوٹھی رہن لی جسمیں ایک درم چاندی ہے
اور نو درم قیمت کا نگینہ ہے اور دس درم قرضہ کے عوض رہن رکھی پھر وہ تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک
وہ ہر حال میں جسقدر کہ عوض رہن تھی اسی کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک
اگر انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ایکدرم یا زیادہ ہو تو یہی جواب ہے جو امام اعظم رح کا مذہب مذکور ہوا ہے اور اگر چاندی کی قیمت
ایک درم سے کم ہو پس اگر مثلاً آدھا درم ہو تو نگینہ تلف ہو جانے سے نو درم قرضہ ساقط ہو جائیگا اور چاندی کے حق میں راہن کو
اختیار رہیگا چاہے اُسکا تلف ہونا قرضہ کے عوض قرار دے یا چاہے تو مرتہن سے چاندی کی قیمت یعنے نصف درم تاوان
لیلے پھر مرتہن اُس سے اپنا ایک درم قرضہ واپس لیگا۔ اور اگر نگینہ فقط ٹوٹ گیا اور انگوٹھی کا حلقہ درست رہا تو نگینہ کے مقابلہ
میں جسقدر قرضہ تھا اُس میں سے بالاجماع اُسقدر قرضہ ساقط ہو جائیگا جسقدر نگینہ میں نقصان آیا ہے اور حلقہ ٹوٹ گیا تو بالاجماع
راہن کو اختیار ہوگا پس اگر حلقہ کی قیمت ایک درم یا کم ہو پس اگر راہن نے اُسکو چھوڑ دینا اختیار کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف
کے نزدیک مرتہن کے پاس اُسکو قیمت پر چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض چھوڑیگا اور اگر اُسکی قیمت ایکدرم سے
زائد مثلاً ڈیڑھ درم ہو پس اگر اُسنے چھوڑنا اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی پوری قیمت ڈیڑھ درم تاوان لیگا مگر قیمت
سونے سے لیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو تہائی حلقہ بعوض اُسکی قیمت کے جو سونے سے لیگا تو مرتہن کے پاس چھوڑ دیگا
اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے بقدر نصف درم کے نقصان ہوا یعنے جسقدر اُسکی بنوائی ہے تو راہن پورا قرضہ
دیکر چھڑانے پر مجبور کیا جائیگا اور اسکو اختیار نہوگا اور اگر ٹوٹنے سے نصف درم سے زیادہ نقصان ہوا تو راہن کو اختیار
ہوگا اور جب اُس نے مرتہن کے پاس چھوڑنا اختیار کیا تو قرضہ کے عوض چھوڑیگا قیمت کے عوض نہیں چھوڑیگا یہ محیط میں
ہے۔ ایک شخص نے سیف محلی یعنے تلوار جسپر حلیہ ہے اور تلوار کی قیمت پچاس درم اور حلیہ پچاس درم ہے بعوض سو درم کے
رہن کر دی پھر وہ تلف ہو گئی تو جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ ہوگی کیونکہ اُسکی مالیت میں
وفاء قرضہ ہے اور اگر اُسکا پھل ٹوٹ گیا اور حلیہ تو قرضہ میں سے بحساب نقصان پھل کے ساقط ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر فلوس

رہن کیے اور وہ کاسد ہو گئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر اُسکا بھاؤ گھٹ گیا تو اسکا اعتبار نہیں ہے اور اگر ٹوٹ گئے تو امام
ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر قیمت زائد ہو تو ضمین سے بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا۔ اور جس صورت میں
مرتہن ضمان دیکر بعض کنگن کا مالک ہو جاوے تو اسقدر جدا کرکے باقی مع مال ضمان کے مرہون رہیگی[1] ایک روایت کے موافق جو امام
ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔ اور اگر فلوس رہن ہوں اور اُنکا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اصل[2] میں ذکر
فرمایا کہ اگر کسی نے طشت یا کوزہ بعوض ایک درم کے رہن کیا اور مرہون سے وفاے دین[3] ہو سکتی ہے اور اسمیں دین کی نسبت
کچھ زیادتی ہے پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا اور اگر ٹوٹ گیا پس اگر ایسی
چیز ہو جو موزون نہیں ہے تو قرضہ میں سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور اگر موزون ہو تو راہن کو اختیار ہوگا
چاہے قرضہ دیکر فک رہن کرا دے یا چاہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قیمت لیکر اُسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اور امام محمدؒ
کے نزدیک قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کے ساتھ ذکر
کیا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جس صورت میں مال مرہون میں بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو یہ ظاہر الروایۃ
کے امام ابو یوسفؒ کو امام اعظمؒ کے ساتھ ذکر کرنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کر گیہوں
دو سو درم قیمت کا بعوض سو درم کے رہن کیا پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو قرضہ کا بھر پانا اُسکے نصف سے ہو جائیگا اور اگر
اُسکو پانی پہونچا جس سے وہ متعفن ہو کر پھول گیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے قرضہ ادا کرکے اُسکا فک رہن کر لے اور اُسکو اُس سے
زیادہ کچھ نہ ملیگا اور چاہے گیہوں آدھے کرکے مثل تاوان لے اور نصف فاسد تو مالک مرتہن ہو جائیگا اور نصف فاسد باقی
مع مال ضمان کے مرتہن کے پاس مرہون رہیگا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے
نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اُسکا نصف بعوض قرضہ کے مرتہن کی ملک کر دے اور جب مرتہن اس نصف کا
مالک ہو پس اگر اسمیں کچھ زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے صدقہ کر دیگا یہ خزانۃ الاکمل میں ہے

گیارھواں باب

متفرقات کے بیان میں۔ زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ عمرو کے پاس مر گیا پھر
خالد نے گواہوں سے اس غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے
پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے پہلے اداے ضمان کیوجہ سے اُسکا مالک قرار دیا جائیگا پس ظاہر ہوا کہ
اُس نے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانیوالا ہو گیا پس راہن سے اپنا
قرضہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اسقدر مال تاوان راہن سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ
بھی واپس لیگا اگر راہن و مرتہن نے وقت عقد کے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل[4] ہووے اور رہن کا مال اُسی کے پاس رہے
کہ میعاد آنے پر اُسکو فروخت کرے تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ عقد رہن میں دونوں ایسی شرط لگا دیں پس اس صورت میں
رہن صحیح نہوگا خواہ مرتہن نے اُس پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دوم یہ کہ تمام عقد رہن کے بعد دونوں نے ایسی شرط قرار دی پس اگر

---

[1] یعنی اس روایت کے موافق جدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۱۲ منہ [2] اصل یعنی کتاب مبسوط مصنفہ امام محمدؒ ۱۲ [3] وفاے دین یعنی پورا قرضہ ادا ہونا ۱۲ [4] عادل یعنی درمیانی معتمد علیہ خود راہن ہوگا ۱۲ [5] یعنی ضمان قیمت نہیں لے سکتا ہے ۱۲

مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہوگا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو صحیح ہے پھر جس صورت مین کہ قبضہ کر لیا ہے اور راہن نے اُسکو فروخت کیا پس اگر مرتہن کے قبضہ مین ہونے کی حالت مین فروخت کیا ہے تو ثمن مرتہن کا ہوگا اور اگر مرتہن سے لیکر فروخت کیا ہے تو ثمن راہن کا ہوگا اور مرتہن بہ نسبت راہن کے اور قرضخواہون کے اسکا زیادہ مستحق نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مرہون پر کسی شخص نے جنایت[۵۱] کی تو ضرور ہے کہ یہ جنایت یا تو نفس کا تلف ہوگی یا نفس سے کم ہوگی اور ہر ایک ان دونون مین سے ضرور ہے کہ یا تو عمداً ہوگی یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہے اور جنایت کرنے والا ضرور ہے کہ آزاد ہوگا یا غلام ہوگا پس اگر جنایت نفس کا تلف ہو یعنی مرہون کو قتل کر ڈالا اور عمداً قتل کیا اور قاتل آزاد ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر راہن و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین تو راہن[۵۲] کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو قصاص لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ دونون اتفاق کرین اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایسا ہی امام کرخی نے یہ اختلاف نقل کیا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا کہ قاتل پر قصاص عائد نہوگا اگرچہ راہن و مرتہن قصاص لینے پر اتفاق کرین اور کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور جب قاتل سے قصاص لیا گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ دونون نے قصاص لینے پر اتفاق کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا اور قاتل پر لازم ہوگا کہ مقتول کی قیمت تین سال مین اپنے مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن رہیگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے قصاص باطل کر دیا پھر راہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو پھر قصاص نہین لے سکتا ہے اور اگر جنایت خطا سے ہو یا شبہ عمد ہو تو قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مرتہن اُسکو لیکر رہن رکھیگا پھر اگر رہن میعادی ہو تو میعاد آنے تک اُسکے قبضہ مین رہیگی پھر جب میعاد آجاوے پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو اپنا قرضہ اُسمین سے پورا وصول کر لیگا پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ راہن کو واپس کر دیگا اور اگر قیمت اس سے کم ہو تو جسقدر رہے اسقدر دین وصول کریگا اور باقی راہن سے لیگا۔ اور اگر قیمت مذکور خلاف جنس قرضہ سے ہو تو فک رہن کیوقت تک اُسکو اپنے پاس روک رکھیگا اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو اسکا حکم اور میعادی قرضہ ہونیکی صورت مین میعاد آجانے کا جو حکم مذکور ہوا ہے دونون یکسان ہین اور تلف کر دینے کی ضمان لینے کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تلف کر دینے کے روز تھی اور ضمان رہن مین قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوتی ہے اور وجود سبب کی حالت مین اعتبار ہوگا چنانچہ اگر ہزار درم قرضہ ہو اور رہن کے روز غلام کی قیمت بھی ہزار درم ہو پھر اسکی قیمت گھٹ گئی اور پانچ سو درم رہگئی پھر وہ قتل کیا گیا تو قاتل پانچ سو درم اُسکی قیمت تاوان دیگا اور قرضہ مین سے پانچسو درم ساقط ہو جاوینگے اور جو کچھ اُس نے تلف کر دینے مین تاوان دیا ہے وہ اُسکے مثل قرضہ کے عوض رہن رہیگا یعنی باقی قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر مرتہن نے اُسکو قتل کیا تو وہ بھی تاوان دیگا اور اُسکا و اجنبی کا حکم یکسان ہوگا اور اگر قتل کرنے والا کوئی غلام یا باندی ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو قاتل کو دیدے یا مقتول کی قیمت

---

۵۱ جنایت یعنی تعدی سے اسپر کوئی جرم کیا جیسے قتل کرنا یا ہاتھ پاؤن کاٹنا یا زخمی کرنا یا تلف کرنا اگر بے جان چیز ہو ۱۲ ۵۲ یعنے اصل مین قصاص لینے والا راہن ہے لیکن مرتہن کا متفق ہونا ضروری ہے ۱۲

فدیہ دے پس اگر مقتول کی قیمت مدفوع[ل] قاتل کے برابر یا مدفوع کی قیمت زیادہ ہو تو مدفوع پورے قرضہ میں مرہون رہیگا اور بلا خلاف راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے اُسکو چھڑا لے اور اگر مدفوع کی قیمت مقتول کی قیمت سے کم ہو مثلاً مقتول کی قیمت ایک ہزار اور قرضہ ایکہزار اور مدفوع کی قیمت سو درم ہو تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے نزدیک وہ پورے قرضہ کے عوض مرہون ہوگا اور راہن پر جبر کیا جائیگا کہ غلام مدفوع کو پورا قرضہ دیکر چھڑا لیوے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قاتل کی قیمت میں وفائے[ل] قیمت مقتول نہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے سکا فک رہن کرا دے یا مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے - اسیطرح اگر غلام مرہون کا نرخ گھٹ گیا یہانتک کہ سو درم کا رہگیا پھر اُسکو سو درم قیمت کے غلام نے قتل کیا اور وہ غلام قاتل بدیا گیا تو یہیں بھی ایسا ہی خلاف ہے یہ سب وقت ہے کہ قاتل کے مولے نے قاتل کا دینا اختیار کیا ہو اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو وہ مقتول کی قیمت فدیہ دیگا اور وہ قیمت رہن ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اسمیں سے اپنا قرضہ پورا وصول کریگا اور جنس قرضہ سے خلاف ہو تو مرتہن اُسکو روکے رہیگا یہانتک کہ اپنا قرضہ پورا وصول کرے اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرا دے یا مرتہن کے لیے اُسکے قرضہ کے عوض چھوڑ دے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جنایت قتل نفس ہو - اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر مجرم آزاد ہو تو اُسکا ارش[ل] اُسکے مال سے واجب ہوگا نہ اُسکی مددگار برادری پر خواہ جنایت عمداً ہو یا خطا سے ہوا اور یہ مال ارش مع غلام کے رہن رہیگا اور اگر مجرم غلام ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا اُسکو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ فدیہ مع غلام کے جسپر جنایت واقع ہوئی ہے دونوں مرہون رہینگے اور اگر اُسنے مجرم کا دینا اختیار کیا تو مجرم مع اُس غلام کے جسپر جرم کیا ہے دونوں مرہون رہینگے - اور اگر مرہون نے کسی دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ اُسکا جرم یا تو بنی آدم پر ہوگا یا سوائے بنی آدم کے دوسری شے پر ہوگا پس اگر بنی آدم پر ہو تو ضرور ہے کہ عمداً ہوگا یا خطا سے یا جو خطا کے معنی میں ہیں پس اگر جرم عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ مرہون نہونے کی صورت میں ہے خواہ اُسنے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن کو یا مرتہن کو اور جب قصاص میں قتل کیا گیا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا - اور اگر اُسنے خطا سے جرم کیا تو خطا کے معنی میں ہے اور اُسکے ساتھ ملحق ہے مثلاً شبہ عمد ہو یا عمداً ہو لیکن قاتل ایسا نہیں ہے کہ اُسپر قصاص واجب کیا جاوے تو یہیں مرہون کا دینا یا فدیہ دینا واجب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام ضمانت میں ہو مثلاً اُسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم ہو جیسے کہ غلام کی قیمت ہزار درم ہو اور قرضہ بھی ہزار درم ہو یا قرضہ ڈیڑھ ہزار درم ہو اور غلام کی قیمت پانچسو درم ہو تو مرتہن سے اولاً فدیہ دینے کے واسطے کہا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مجرم کو چھڑا لیا اور جرم سے پاک کر لیا اور ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کبھی جرم نہیں کیا تھا اور بدستور سابق رہن رہیگا اور جو مال مرتہن نے فدیہ میں دیا ہے اُسکو راہن سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور مرتہن کو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہیں اور اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ غلام مجرم دے یا فدیہ دے پس اگر اُسنے غلام مجرم دینا اختیار کیا تو رہن باطل ہوجائیگا اور قرضہ ساقط ہوجائیگا اسیطرح اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا

[ل] مدفوع دفع کیا ہوا یعنے ولی مقتول کو دیدیا گیا ۱۲ [ل] وفائے یعنی مقتول کے برابر نہو اور حکم شرع میں صرف قاتل ہی ملتا ہے ۱۲ [ل] ارش جرمانہ ۱۲

تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ راہن نے جو کچھ فدیہ میں دیا ہے اُس سے حق مرتہن ادا کرنے والا ہوا کیونکہ مرتہن کی ضمانت میں جرم واقع ہونے کیوجہ سے اُسکا فدیہ مرتہن پر واجب تھا پس لحاظ کیا جائیگا کہ فدیہ کسقدر ہے اور غلام کی قیمت کیا ہے اور قرضہ کسقدر ہے پس اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ سے کم ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ میں سے بقدر فدیہ کے ساقط ہو جائیگا اور باقی کے عوض غلام مذکور رہن پڑا رہیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو اور غلام کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ میں سے بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو جائیگا اور اس سے زیادہ ساقط نہوگا۔ اور اگر بعض غلام ضمانت میں ہو اور تھوڑا امانت میں ہو مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار درم ہو اور قرضہ ایک ہزار درم ہو تو راہن اور مرتہن دونوں پر فدیہ لازم ہوگا اور مرتہن سے غلام مجرم دینے کے واسطے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ دینے پر راضی ہو اسلیے اسکو دینے کا اختیار نہیں ہے پھر جب اس سے فدیہ دینے کیواسطے کہا گیا پس یا تو دونوں شخص مجرم کے دینے پر اتفاق کرینگے یا اختلاف کرینگے پس اگر دونوں نے اختلاف کیا ایک نے مجرم کا دینا اختیار کیا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا اور ضرور ہے کہ دونوں یا تو حاضر ہونگے یا غائب یا ایک حاضر اور ایک غائب ہوگا پس اگر دونوں حاضر ہوں اور دونوں نے مجرم دینے پر اتفاق کیا اور دیدیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر دونوں نے فدیہ دینے پر اتفاق کیا تو دونوں میں سے ہر ایک شخص آدھا فدیہ دیدیگا اور جب دونوں نے فدیہ دیدیا تو غلام کی گردن اس جرم سے پاک ہو جائیگی اور بدستور سابق رہن رہیگا اور دونوں میں سے ہر ایک اس مال کے دینے میں متبرع ہوگا یعنے جو کچھ دیا ہے اُسکو دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کو دینا چاہا اور دوسرے نے فدیہ دینا چاہا پس جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اسکا اختیار راجح ہے پس جس نے فدیہ اختیار کیا ہے وہ غلام کا پورا ارش جنایت دیگا اور پھر دوسرا اُس غلام کے دینے کا اختیار نہیں رکھتا ہے پھر جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگر وہ مرتہن ہو اور اُسنے پورا ارش[1] دیدیا تو غلام مذکور مثل سابق کے رہن رہیگا کیونکہ فدیہ دینے سے غلام کی گردن جرم سے پاک ہو جائیگی پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُس نے جرم نہیں کیا ہے اور مرتہن راہن سے اپنا پورا قرضہ لے لیگا اور آیا جسقدر اُسنے حصہ امانت کے عوض جرمانہ دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں سو کرخی نے ذکر کیا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں واپس نہیں لے سکتا ہے بلکہ متبرع ہوگا اور ایک روایت میں واپس لے سکتا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ سوائے خاص اپنے قرضہ کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور خلاف روایت کا کچھ ذکر نہیں کیا اور اگر وہ شخص جس نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے وہ راہن ہو اور اُسنے پورا ارش دیدیا تو وہ متبرع[2] نہوگا بلکہ آدھے فدیہ سے قرضہ مرتہن ادا کرنیوالا قرار دیا جائیگا۔ پھر دیکھا جائیگا کہ اگر آدھا فدیہ مثل پورے قرضہ کے ہو تو پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر کم ہو تو اُسکے قدر قرضہ ساقط ہوگا اور باقی قرضہ کو مرتہن راہن سے واپس لیگا اور غلام کو اُسکے واسطے روک رکھے گا یہ اُس صورت میں ہے کہ دونوں حاضر ہوں اور اگر فقط ایک شخص حاضر ہو تو اُسکو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہیں ہے خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو پس اگر مرتہن حاضر ہو اور اُسنے پورا ارش فدیہ میں دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آدھے فدیہ میں متبرع ہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے اپنا قرضہ اور آدھا فدیہ واپس لے و لیکن اُسکو اپنے قرضہ کیواسطے مرہون کو روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور آدھے فدیہ کے

---

[1] ارش جرمانہ ۱۲ [2] متبرع یعنے مفت احسان کے طور پر یہ کام نہیں ٹھہرایا جائیگا ۱۲

واسطے بعد ادائے قرض کے روکنے کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک آدھے فدیہ کے حق میں مرتہن متبرع ہوگا پس راہن سے خالص اپنا قرضہ واپس لے سکتا ہے جیسا کہ راہن کی حاضری کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ اور اگر راہن ہی حاضر ہوا اور اس نے ارش تمام ادا کر دیا تو بالاجماع آدھے فدیہ میں متبرع نہوگا بلکہ آدھے کے دینے میں بقدر قرضہ مرتہن ادا کرنیوالا شمار ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مال مرہون نے کسی اجنبی پر جنایت کی ہو اور اگر اُسنے راہن یا مرتہن پر جنایت کی تو راہن کی جان پر اُسکی جنایت موجب مال ہے اور راہن کے مال پر جنایت ہدر ہے۔ اور اگر اسکی جنایت نفس مرتہن پر ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک معتبر ہے کہ اسکے عوض غلام مذکور خود دیدیا جائیگا یا اُسکا فدیہ دیا جائیگا بشرطیکہ اُس سے مرتہن راضی ہوا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں جنایت کا جرمانہ نہیں چاہتا ہوں اسواسطے کہ اسمیں میرا حق ساقط ہوا جاتا ہے تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور جنایت باطل ہو جائیگی اور غلام مذکور بحال خود رہن رہیگا ایسا ہی امام کرخی نے علی الاطلاق بیان فرمایا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا اور یہ تفصیل فرمائی یعنی اگر پورا غلام قرضہ کے عوض مضمون ہو تو یہی اختلاف ہے اور اگر تھوڑا ضمانت میں اور تھوڑا امانت میں ہو تو اُسکی جنایت بالاتفاق معتبر ہے پس راہن سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے پس اگر راہن نے اُس غلام مجرم کو دیا اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو پورا قرضہ باطل ہو جائیگا اور پورا غلام مرتہن کا ہو جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف راہن پر اور نصف مرتہن پر پڑیگا پس جسقدر مرتہن کے حصہ کا ہے وہ باطل ہوگا اور جسقدر راہن کے حصہ کا ہے اسکو راہن ادا کرے گا اور غلام مرہون بحالہ رہن رہیگا یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے مرتہن کے نفس پر جنایت کی ہو۔ اور اگر مال مرتہن پر کوئی جرم کیا پس اگر اُسکی قیمت اور قرضہ برابر ہو اور اُسکی قیمت میں کچھ زیادتی نہو تو بالاجماع اُسکا یہ جرم ہدر ہوگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے زائد ہو تو امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ حصہ امانت کی جنایت معتبر ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ بالکل جنایت معتبر نہوگی اور اگر مرہون نے راہن یا مرتہن کے پسر کے اوپر کوئی جرم کیا تو کچھ شک نہیں ہے کہ ایسی جنایت معتبر ہوگی بسبب جو مذکور ہوا یعنی آدم پر جنایت کرنے کا حکم تھا۔ اور اگر مرہون نے بنی آدم کے سوائے اور اموال پر کچھ جرم کیا مثلاً اسقدر مال تلف کر دیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہے تو اُسکا حکم اور سوائے مرہون کے غیر کی جنایت کا حکم یکسان ہے یعنی جسقدر مال تلف کیا ہے وہ مرہون کی گردن پر ہوگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جا سکتا ہے اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا پس جب دونوں میں سے کسی نے ادا کیا تو اسکا حکم اور بنی آدم پر اُسکی جنایت کرنے اور فدیہ دیے جانے کا حکم یکسان ہے اور اس صورت میں جب مرتہن نے قرضہ ادا کیا ہو تو مرتہن کا جو قرضہ راہن پر ہے وہ بحالہ باقی رہیگا اور یہ غلام بحالہ رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اُسکا فدیہ دے کر اُسکی گردن کو بار قرضہ سے خلاص کر لیا ہے اور پاک کر لیا ہے پس مثل سابق کے غلام مذکور رہن رہے گا جیسا کہ جنایت سے فدیہ دینے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر مرتہن نے جو مال غلام پر قرضہ ہو کر عائد ہوا ہے ادا کرنے سے انکار کیا اور راہن نے اُسکو ادا کیا تو مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر دونوں نے اس قرضہ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو غلام مذکور اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ مال جسکو غلام نے تلف کیا ہے ادا کیا جائیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا اور

ف یعنی اگر غلام مرہون نے راہن کا مال تلف کیا تو یہ مفت برباد ہوا ۱۲ ف ہدر یعنی رائیگان جسکا کچھ جرمانہ نہیں ہے ۱۲

اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کیا گیا تو ضرور ہے کہ یا تو اُسکے ثمن سے وفائے قرضہ مذکورہ ہوگی یا نہوگی پس اگر اُسکے ثمن سے وفائے قرضہ مذکور
ہو جاوے تو ضرور ہے کہ یا تو اُسکا قرضہ مساوی قرضہ مرتہن ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا یا اُس سے کم ہوگا پس اگر برابر ہو یا زیادہ
ہو تو مرتہن کا پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ غلام مذکور ملک راہن سے ایسے سبب سے زائل ہوا جو مرتہن کی ضمانت میں پایا
گیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے اور جسقدر غلام کا ثمن قرضہ جنایت ادا کرکے باقی رہے وہ راہن کا ہوگا اسواسطے
کہ وہ اُسکی ملک کا بدل ہے جسمیں کسی کا حق نہیں ہے پس جلے صدقہ اُسیکا ہوگا اور اگر قرضہ مذکورہ بہ نسبت قرضہ مرتہن کے کم ہو تو قرضہ مرتہن
میں سے اسیقدر ساقط ہوگا اور جو کچھ ثمن مرہون بعد ادائے قرضہ مذکورہ کے باقی رہے وہ مرتہن کے پاس باقی قرضہ کیواسطے رہن
رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اسی پر قرضہ دیا تھا پس وہ رہن رہیگا پھر اگر ادائے قرضہ کا وقت آگیا ہو پس اگر یہ مال جنس قرضہ سے
ہو تو مرتہن اُسکو قرضہ میں لے لیگا اور اگر خلاف جنس قرضہ سے ہو تو باقی قرضہ وصول کرنے تک اُسکو روک رکھیگا اور اگر میعاد نہ
آئی ہو تو میعاد آنے تک باقی قرضہ کے لیے اُسکو رہن رہنے دیگا یہ حکم اُس وقت ہے کہ پورا غلام مرہون ہو اور اگر نصف مضمون ہو اور
نصف امانت میں ہو تو جسقدر ثمن بعد ادائے قرضہ مذکورہ کے باقی رہا ہے وہ سب مرتہن کے قبضہ میں نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکا نصف دیا جائیگا
اور نصف راہن لے لیگا اسیطرح اگر مضمون و امانت مساوی نہو بلکہ گھٹا بڑھا ہو تو اُسی کمی بیشی کے حساب سے باقی ثمن دونوں میں سے
ہر ایک کو دیا جائیگا اور اگر ثمن غلام میں قرضہ مذکورہ کے واسطے وفا نہو تو قرضہ مذکورہ کا طالب اس غلام کا سب ثمن لے لیگا اور جو کچھ
اُسکا قرضہ باقی رہا وہ موخر ہو جائیگا یہانتک کہ جب کبھی غلام مذکور آزاد ہو جاوے تو اُس سے وصول کر سکتا ہے اور فی الحال باقی کو
کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور جب کبھی غلام نے آزاد ہو کر باقی قرضہ مذکور ادا کیا تو اسقدر ادا کردہ کو کسی شخص سے واپس
نہیں پا سکتا ہے اسیطرح اگر بجائے غلام کے مسئلہ مذکورہ میں باندی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر مرہونہ باندی کے بچہ نے
کسی غیر کے مال پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل حکم اُسکی ماں کے ہے یعنے مثل ماں کے یہ قرضہ ہوکر اُسکی گردن سے متعلق ہوگا کہ اُسکے
واسطے وہ فروخت کیا جائیگا لیکن اس صورت میں فرق یہ ہے کہ مرتہن سے قرضخواہ کے مال ادا کرنے کیواسطے نہ کہا جائیگا بلکہ راہن کو
اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اُس مرہونہ کے بچہ کو فروخت کرے یا طالب کا قرضہ دیکر اُسکو خلاص کرلے پس اگر راہن نے قرضہ دیدیا تو بچہ
مثل سابق کے رہن رہیگا اور اگر قرضہ کے عوض فروخت کیا گیا تو مرتہن کے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا یہ سب جو ہمنے ذکر کیا یہ
غلام رہن کا راہن وغیرہ راہن پر جنایت کرنیکا حکم تھا اور اگر رہن نے رہن پر جنایت کی تو اسمیں دو قسمیں ہیں ایک تو رہن کی جان پر
جنایت کرنا دوم اُسکی جنس پر جنایت کرنا پس اگر جان پر جنایت کی تو اس جنایت سے تلف ہونا اور آفت سماوی سے تلف
ہونا دونوں کا حکم یکسان ہے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام مضمون ہو تو قرضہ میں سے بقدر نقصان کے ساقط ہوگا اور اگر تھوڑا
مضمون اور تھوڑا امانت میں ہو تو جسقدر حصہ مضمون میں نقصان ہے اسیقدر قرضہ ساقط ہوگا اور جو نقصان حصہ امانت
میں پڑا ہے وہ ساقط نہوگا اور رہی قسم دوم سو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک بنی آدم کا اپنی جنس پر جنایت کرنا دوم بہائم[1] کا بہائم
پر وغیرہ بہائم پر جنایت کرنا پس اگر بنی آدم نے اپنی جنس پر جنایت کی مثلاً دو غلام رہن تھے اُسمیں سے ایک نے دوسرے[3]
پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ یا تو دونوں غلام ایک ہی صفقہ[2] میں رہن تھے یا دو صفقوں میں مرہون ہوئے تھے پس

[1] بہائم جانور چوپائے وغیرہ ١٢ [2] صفقہ ایک ہی بولی میں معقود ہوئے ١٢ [3] مثلاً غلام مرہون نے دوسرے غلام مرہون پر ١٢

اگر دونون ایک ہی صفقہ مین رہن ہون اور ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہم کہتے ہین کہ یہ چار صورتون سے خالی نہین ایک مشغول کا مشغول پر جنایت کرنا دوم مشغول کا فارغ پر جنایت کرنا سوم فارغ کا مشغول پر جنایت کرنا چہارم فارغ کا فارغ پر جنایت کرنا اور یہ سب جنایتین ہدر ہوتی ہین سوائے ایک صورت کے کہ جب فارغ نے مشغول پر جنایت کی تو یہ معتبر ہوگی اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ تحویل ہوکر فارغ کے ذمہ پڑ جائیگا اور بجائے مشغول کے فارغ مجرم رہن ہوجائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ اگر قرضہ دو ہزار درم ہو اور دو غلام رہن ہون کہ ہر ایک کی قیمت ایک ایک ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا اسپر کوئی ایسی جنایت کی جسکا قلیل یا کثیر ارش ہو تو کچھ جنایت ہدر ہوگی اور جسپر جنایت کی ہو اسمین سے اتنی قدر قرضہ ساقط ہوکر دوسرے پر جسنے جنایت کی ہو تحویل ہو جائیگا اور مشغول کی مشغول پر جنایت ہدر ہوتی ہو پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ آسمانی آفت سے مرگیا ہو اور اگر قرضہ ہزار درم ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو مجرم دینا و فدیہ دینا کچھ نہوگا مگر قاتل بعوض سات سو پچاس درم کے رہن ہو جائیگا اسواسطے کہ ہر ایک بعوض پانچ سو درم کے رہن تھا اس نصف ہر ایک کا فارغ تھا اور نصف مشغول تھا اور جب ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو قاتل کے ہر ایک نصف جسنے مقتول کے نصف مشغول و نصف فارغ پر جنایت اور مقدار مشغول کی جنایت مشغول پر اور مشغول کی فارغ پر اور فارغ کی فارغ پر ہدر ہے لیکن جسقدر فارغ نے مشغول پر جنایت کی وہ قاتل کے ذمہ پڑ جاویگی اور یہ نصف ہو اور نصف کے دو سو پچاس درم ہوے اور قاتل کیطرف پانسو درم تھے پس سب مجموعہ سات سو پچاس درم کے عوض رہن ہو جائیگا اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہو تو جو قرضہ آنکھ کیطرف تھا اسکا نصف آنکھ پھوڑنے والے کیطرف تحویل ہو جائیگا پس آنکھ پھوڑنے والا بعوض چھ سو پچیس درم کے رہن ہو جائے گا اور دوسرا بعوض دو سو پچاس درم کے رہن رہیگا اور اگر دونون غلام دو صفقون مین مرہون ہون پس اگر دونون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو مثلاً قرضہ ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہو پھر ہر ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو جنایت کا اعتبار کیا جائیگا بخلاف پہلی صورت کے اور جب جنایت کا اعتبار کیا گیا تو راہن و مرتہن کو اختیار دیا جائیگا چاہین تو اس قاتل کو بجائے مقتول کے قرار دین پس جو کہ قرضہ قاتل کے ذمہ تھا وہ باطل ہو جائیگا اور اگر چاہین تو قاتل کیطرف سے مقتول کی قیمت فدیہ دیدین اور وہ بجائے مقتول کے رہن ہوگی اور قاتل بحال خود رہن رہیگا اور اگر اُنکی قیمت مین قرضہ سے زیادتی ہو مثلاً قرضہ دو ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پس اگر دونون نے قاتل کو جرم مین دیدیا تو یہ مدفوع بجائے مقتول کے قائم ہوگا اور قاتل کے مقابلہ مین جو قرضہ تھا وہ باطل ہوگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم اسکا فدیہ دینگے تو پورا فدیہ بذمہ مرتہن ہوگا پھر جب ادائے قرضہ کی میعاد آوے تو راہن فقط ایک ہزار درم مرتہن کو دیدیگا اور دوسرے ہزار درم اس ہزار درم کے ساتھ جو مرتہن کو فدیہ مین دینے پڑے ہین اور اُسکے پاس رہن ہین قصاص ہو جاوینگے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو دونون سے کہا جائیگا کہ چاہو اس مجرم کو دیدو یا اسکا فدیہ دیدو پس اگر انھون نے فدیہ دینا اختیار کیا تو

ف۱ فارغ سے یہ مراد ہو کہ مقدار قرضہ سے زائد ہو ۱۲ ف۲ یعنی جس نے آنکھ پھوڑی اسپر بدل جائے گا ۱۲ ف۳ مدفوع جو جرمانہ مین دیدیا گیا ہو ۱۲ ف۴ یعنے دونون قرضہ مین پھنسے ہوے ہین پس ہر ایک قرضہ مین مشغول ہو ۱۲

فدیہ نصفا نصف دونوں پر ہوگا اور اگر دونوں نے مجرم کو دیدیا تو جسقدر قرض اُسکے مقابلہ میں تھا باطل ہوجائیگا اور یہ مجرم اُس غلام کے ساتھ جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہے رہن ہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ نہیں دیتا ہوں بلکہ رہن کو اسیطرح چھوڑے دیتا ہوں تو اُسکو اختیار ہے اور آنکھ پھوڑنے والا اپنے حال پر مثل سابق رہن رہیگا اور جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہے اُسکے مقابلہ کے قرضہ میں سے نصف جاتا رہیگا اسواسطے کہ جنایت کا اعتبار کرنا بلحاظ حق مرتہن تھا نہ بلحاظ حق راہن اور جب مرتہن اس جنایت سے راضی ہوا تو جنایت ہدر ہوگئی اور اگر راہن نے کہا کہ میں فدیہ دونگا اور مرتہن نے کہا کہ میں نہیں دونگا تو راہن کو فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مرتہن نے اس جنایت کا حکم طلب کیا ہو کذا فی البدائع اور اگر راہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے کہا کہ میں پورا ارش فدیہ دونگا تو فدیہ دیدے مگر متطوع ہوگا کہ اس مال فدیہ میں سے راہن کے ذمہ کچھ لاحق نہوگا اسواسطے کہ اُسنے بلا مجبوری کے غیر کی ملک کی طرف سے تبرعًا ادا کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہن کے فدیہ ادا کردینے کے بعد مرہون قبضہ مرتہن میں تلف ہوگیا تو راہن کو فدیہ واپس کردے اسواسطے کہ راہن وفا کردینے سے اُسکے قرضہ سے بری ہوگیا اسواسطے کہ مرتہن فدیہ سے اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگیا ہے پھر ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ مرتہن وہ ہزار درم فدیہ جن سے اپنا قرضہ بھر پایا ہے واپس کرے یا مرہون ہلاک ہونے سے جن ہزار درہم کو بھر پایا ہے وہ واپس کرے سو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ ہلاک کے ہزار درم جنسے بھر پایا ہے واپس کردے اسواسطے کہ فدیہ سے بھر پانے کے بعد ہلاک سے بھر پانا پایا گیا ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ فدیہ کے ہزار درم واپس کرے جیساکہ راہن کے قرضہ ادا کرنے کے بعد مرتہن کے پاس مال مرہون مرجانے کی صورت میں حکم ہے کہ مرتہن نے جو کچھ وصول کیا ہے واپس کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے کسی آدمی کو قتل کرڈالا تو مرتہن پر ضمان نہوگی اور اُسکی ضمان راہن پر ہے کہ اُسکو اختیار دیا جائیگا چاہے بچہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر فدیہ دیا تو وہ بر حال خویش بچی ماں کے ساتھ رہن رہیگا اور اگر اُسنے طفل مجرم کو دینا اختیار کیا پھر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ دونگا تو اُسکو اختیار ہے اسیطرح اگر اُس لڑکے نے کسی شخص کا مال تلف کردیا اور راہن سے کہا گیا کہ فروخت کرے یا قرضہ ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ہزار درم قرضہ کے عوض باندی رہن ہو جو ہزار درم قیمت کی ہے پھر اُسکے ایک بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر بچہ نے راہن یا اُسکی ملک پر کچھ جنایت کی تو اسمیں کچھ نہیں ہے اور اگر مرتہن پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ وہ دیا جاوے یا اُسکا فدیہ دیا جاوے پس اگر وہ دیا گیا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا بمنزلہ مرجانے کی صورت کے ہے اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف فدیہ راہن کے ذمہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے مرہون ہے پھر اُسکے پانسو درم قیمت کا ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں کو ہزار درم قیمت کے ایک غلام نے قتل کیا اور وہ دونوں کے عوض دیدیا گیا پھر وہ کانا ہوگیا تو راہن اُسکو چار ساتویں حصہ کے عوض فک رہن کرائیگا اور سات حصوں میں سے تین حصے ساقط ہوجاوینگے کیونکہ جسوقت باندی کے بچہ ہوا تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی بر تقدیر صحیح وسلامت رہنے کے تقسیم ہوا پھر جب اُسکو ایک غلام نے قتل کیا اور اُسکے عوض دیا گیا تو یہ اُن دونوں کے قائم مقام ہوا یعنی تین تہائی ہوکر دو تہائی بمقابلہ باندی کے اور ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے قائم ہوا پھر جب وہ کانا ہوگیا تو ہر ایک میں سے

سلہ یعنے فروخت کرکے ادا کرے ۱۲ منہ سلہ یعنے اپنے سے دیدے ۱۲

نصف جاتا رہا اور باندی کے مقابلہ میں چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم تھا پس تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم رہ گیا اور اسکا ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے تھا اور ثمن میں سے نصف جاتا رہا تو چھٹا حصہ باقی رہا اور یہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم اور یہ حاصل باقی ہے اور باندی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کے روز تھی یعنی ہزار درم اور بچہ کی وہ قیمت جو فکاک کے روز تھی یعنی ہزار درم کا چھٹا حصہ کہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ہے اسواسطے کہ قرضہ میں سے اسکے مقابلہ میں تہائی حصہ تھا جو کانا ہونے سے آدھا یعنے تہائی کا آدھا ایک چھٹا رہ گیا مگر قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ قرضہ میں سے اسکے مقابلہ میں جبھی حصہ ہوگا جب وہ موجود رہے پس بچہ ایک حصہ اور ماں چھ حصہ قرار دیکر کل سات حصہ کیے جاوینگے مگر ماں میں سے کانی ہونے سے نصف یعنے تین حصے ساقط ہوے اور تین حصہ باقی رہے اور ایک حصہ بچہ کا باقی رہا تو یہ چار حصے کل سات حصوں سے ہوے اور تین حصے سات حصوں میں سے جاتے رہے اسی واسطے امام محمد رح نے فرمایا کہ جب اسکو فک رہن کرلے تو چار سات[1] حصے کے عوض فک رہن کرا سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کے غلام پر جنایت کی پھر مولے نے اسکو رہن کیا پھر فک رہن کرایا اور وہ اس جنایت سے مرگیا تو مولے کو اختیار ہوگا جنایت کرنیوالے سے پوری قیمت لے لے اور اگر عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ قیمت واجب ہوگی اسیطرح اگر اسکو ہبہ کر دیا ہو پھر ہبہ سے رجوع کر لیا ہو یا فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اسکو واپس دیا گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر دو شخصوں نے ایک چیز رہن کی حالانکہ دونوں میں سے ایک شخص قرضہ میں اسکا شریک ہے تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ شخص دوسرے شخص کا کفیل ہو تو جائز ہے اور اگر دو شخصوں نے کوئی مال عین رہن لیا پھر ایک نے اسکو واپس کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو مرتہنوں میں سے ایک نے یوں اقرار کر دیا کہ یہ حقیقی رہن نہ تھا بلکہ بطور تلجیہ تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے دوسرے کے حصہ کے حق میں خلاف کیا ہے اگر دو شخصوں پر ایک شخص کا قرضہ ہے اور ہر ایک پر برابر نہیں ہے بلکہ مختلف ہے پھر دونوں نے اپنے مساوی مشترک غلام کو رہن دیا تو ہر ایک کا حصہ بعوض اسکے شریک کے قرضہ اور اسکے قرضہ کے رہن ہوگا پھر اگر وہ مرجاوے تو باہم کمی و بیشی ایک دوسرے سے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر شریک مفاوض[2] نے بدون اجازت دوسرے شریک کے رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق میں جائز ہے اور اگر اسنے کچھ جرم کر کے رہن دیا تو صحیح ہے مگر اپنے شریک کیواسطے ضامن ہوگا لیکن اسکے شریک کو اختیار نہیں ہے کہ اسکا رہن توڑ دے اور اگر مفاوض نے کوئی مال کسی کو مستعار دیا اور مستعیر نے اسکو رہن کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ اسکے شریک پر بھی جائز ہوگا اور صاحبین رح نے اسمیں خلاف کیا ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لیکر اسکو اپنے شریک کے پاس رکھا اور وہ ضائع ہوگیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن تھا اسی کے عوض گیا۔ اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ رہن کا ضامن ہوگا اور اگر ایسے قرضہ کے عوض جسکو دونوں نے دیا ہے ایک نے کچھ مال اسقدر سے رہن لیا تو اسکے شریک کے حق میں جائز نہوگا پس اگر مرتہن کے پاس مرہون تلف ہوا تو خاص

[1] یعنے سات حصوں میں سے چار حصہ کے عوض فک رہن کرے ۱۲ [2] مفاوض جو شرکت مفاوضہ سے شریک ہو اور اسکو کتاب الشرکت سے دیکھکر معلوم کر لو ۱۲

مرتہن کا حصہ گیا اور اُسکا شریک اپنا حصہ قرضدار سے واپس لیگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ مرتہن سے اُسکی نصف قیمت واپس لے اور
شریک کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے اپنے شریک سے اپنا حصہ لیلے اور اگر دو شخصوں کی شرکت اس شرط سے ہو کہ اس شرکت میں دونوں
میں سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن کیا یا رہن رکھا وہ دوسرے پر جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب
نے مضاربت میں رب المال کی اجازت سے قرضہ لیکر اُسکے عوض رہن دیا تو جائز ہے اور دونوں پر قرضہ ہوگا اور اگر رب المال نے اجازت
نہ دی ہو تو وہ سب قرضہ خاصکر مضارب پر ہوگا اور اگر اُسنے مضاربت کے قرضہ میں کچھ مال رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہے اور اگر رب المال
مر گیا اور مال مضاربت عروض ہے اور مضارب نے اُنمیں سے کوئی مال رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ ضامن ہوگا اور اگر رب المال
نے کوئی مال مضاربت میں سے جسکی قیمت راس المال میں سے زائد ہے (اسباب) رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر زائد نہو تو جائز ہے اور
رب المال اُسکا ضامن ہوگا گویا رب المال نے اُسکو تلف کر دیا یا بیچکر اُسکے دام کھا گیا ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے
سے ایک کپڑا بدین غرض مستعار لیا کہ اُسکو اپنے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہے رہن دیدے پھر رہن دینے سے پہلے اُسکو استعمال کیا پھر اُسکو
رہن دیدیا تو بری ہوجائیگا اور اگر اُسکو رہن سے چھڑا کر پھر استعمال کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے استعمال کرنا چھوڑ دیا
پھر وہ کسی آفت سے (یعنی فلان سے) خود تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی ایک شخص نے اپنے قرضہ میں رہن دینے کیواسطے ایک کپڑا
مستعار لیکر سو درم قرضہ کے عوض سال بھر کیواسطے رہن کر دیا پھر صاحب ثوب یعنی کپڑے کے مالک نے مستعیر سے مواخذہ کیا کہ میرا
کپڑا مجھے واپس دے تو اُسکو یہ اختیار ہے اگرچہ مستعیر نے اُسکو آگاہ کر دیا ہو کہ میں سال بھر کیواسطے اُسکو رہن دیتا ہوں اور
اگر کپڑے کے مالک نے اُسکو اپنے مال سے فک رہن کرا لیا تو متطوع نہوگا بلکہ راہن سے اُسکو واپس لیگا اور اگر راہن غائب ہو
اور مرتہن نے کپڑے کے مالک کے قول کی تصدیق کی کہ یہ کپڑا اسی کا ہے تو مرتہن اُسکو دیکر اپنا قرضہ لے لیگا اور کپڑے کا مالک
متطوع نہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ تیرا کپڑا ہے تو مالک کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ میں
ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا کپڑا دیا تاکہ وہ رہن رکھے تو ضرور ہے کہ یا تو اُسنے کچھ بیان نہ کیا ہوگا یا اُسنے کوئی مال
بیان کر دیا ہوگا یا اُسنے کوئی جگہ مقرر کرکے بیان کر دی ہوگی یا کوئی متاع یا کوئی شخص بیان کر دیا ہوگا پس اگر کپڑا عاریت
دیا تاکہ اُسکو وہ رہن رکھے مگر جسکے عوض رکھے اُسکو کچھ بیان نہ کیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جسقدر کے عوض اور جس
نوع کے عوض رہن رکھدے اور اگر اُسنے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور اُسنے اُس مقدار سے کم یا زیادہ کے عوض رہن
رکھا یا دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو ضرور ہے کہ کپڑے کی قیمت یا تو قرضہ کے برابر ہوگی یا زیادہ یا کم ہوگی پس اگر کپڑے
کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اس طور پر مخالفت کی کہ وہ مضر ہے اسواسطے کہ جب اُسنے
مقدار بیان کردہ سے کم کو رہن دیا اور کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہے تو اُس سے معیر کو ضرر پہونچا اس لیے کہ مرتہن کے
پاس تھوڑا کپڑا ضمانت میں رہا اور تھوڑا امانت میں رہا اور وہ اس امر سے راضی نتھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ پورا کپڑا مضمون رہے
اور زیادہ کے عوض رہن کرنے کی صورت میں یہ وجہ ہے کہ کبھی معیر کو اُسکی ضرورت پڑتی کہ اُسکی مملوکہ چیز اُسکے پاس پہونچے
تو وہ خود فک رہن کرا لیتا ہے اور مقدار بیان کردہ سے زیادہ ہونے کی صورت میں بسا اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ اُسپر فک
رہن کرانے میں دشواری پڑے اور اگر کپڑے کی قیمت کم ہو تو ضامن نہ ہوگا مثلاً اپنا کپڑا دیا کہ اُسکو دس درم کے عوض

رہن کرے حالانکہ اسکی قیمت نو درم ہے پس اُسنے نو درم کے عوض رہن رکھا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اُس جنس بیان کردہ کے سوائے دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو سب صورتوں میں ضامن ہوگا۔ اور اگر اسکو عاریت اس قرارداد سے دیا تھا کہ اسکو فلان شخص کے پاس رہن رکھے اُسنے دوسرے کے پاس رہن کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکو مستعار دیا کہ کوفہ میں اسکو رہن رکھے اُسنے بصرہ میں رہن کر دیا تو ضامن ہوگا۔ اگر معیر[1] و مستعیر نے مرتہن سے واپس لینے سے پہلے یا اسکے بعد استعار تلف ہو جانے یا ناقص ہو جانے میں جھگڑا کیا تو قول مستعیر کا اور گواہ معیر کے قبول ہونگے اور اگر راہن نے دعوی کیا کہ معیر سے قبل فکاک کے رہن کو واپس لیا ہے اور مرتہن نے اسکی تصدیق کی تو راہن کے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ راہن و مرتہن نے فسخ رہن پر اتفاق کیا ہے اور عقد رہن انھیں دونوں کے درمیان قائم ہوا تھا پس اس باب میں کہ اُن دونوں نے اسکو فسخ کیا ہے انھیں دونوں کا قول قبول ہوگا اور معیر نے جو کچھ ادا کیا ہے وہ راہن سے واپس لیگا اسواسطے کہ وہ اپنے حق وملک کی احیاء کے واسطے اُسکے ادا کرنے میں مجبور تھا اگر مال مستعار رہن کرنے سے پہلے یا اُسکے چھڑا لینے کے بعد مستعیر کے پاس تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنا مال وصول کر کے کپڑا تجھے دیدیا ہے اور گواہ قائم کیے اور راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے مال دیا ہے اور کپڑا تلف ہو گیا ہے اور گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے پس اگر وہ کپڑا عاریت ہووے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھے پانچ درم کے عوض رہن کرنے کا حکم کیا تھا اور مستعیر نے کہا کہ دس درم کے عوض کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ اجازت اُسی کی طرف سے مستفاد ہے اور اگر اُسنے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوتا ہے پس اسیطرح جب اس نے کسی صفت کے ساتھ اجازت کا اقرار کیا تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اور گواہ مستعیر کے قبول ہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک کپڑا مستعار لیا کہ اسکو دس درم کے عوض رہن کرے اور اُسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہے اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو راہن کے ذمہ سے مال ساقط ہو گیا اور اُسکے مثل راہن پر مالک کپڑے کے واسطے واجب ہوگا اسیطرح اگر اس میں کوئی عیب آگیا تو بقدر نقصان کے مرتہن کا قرضہ جاتا رہا اور مالک کا اسی قدر راہن پر واجب ہوا یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر مستعیر نے عاریت کا کپڑا مع دوسری چیز کے رہن کیا تو معیر اُسکو مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے یہانتک کہ پورا قرضہ ادا کرے اور اگر راہن نے دو آدمیوں سے مستعار لیا ہو پھر اُسنے نصف قرضہ ادا کیا تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُسکو دونوں معیرون میں سے ایک کے حصہ میں ڈالدے اور اگر مرتہن نے اُسکو راہن کی اجازت سے اجارہ پر دیا تو کرایہ راہن کا ہوگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اجارہ میں تلف ہو گیا تو معیر کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے اور چاہے مرتہن سے پھر مرتہن راہن سے واپس لیگا اور اگر راہن نے مرتہن کا قرضہ ادا کر دیا پھر رہن عاریت اسکے پاس تلف ہوا تو جو کچھ مرتہن نے وصول کیا ہے واپس کر دیگا اور راہن معیر کیواسطے ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر راہن نے مال قرضہ ادا کر دیا پھر غلام پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل بھیجا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو راہن نے جس سے مستعار لیا تھا اُسکو تاوان دیگا لیکن اگر وکیل راہن کے عیال میں ہو تو ضامن نہوگا اسیطرح اگر راہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اپنے وکیل کے ہاتھ معیر کے پاس بھیجا تو بھی یہی

[1] معیر عاریت دینے والا اور مستعیر جس نے عاریت لی ہے ۱۲

حکم ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اگر رہن کرنے کے واسطے ایک باندی مستعار لی اور اُسکو رہن کر دیا پھر اُس سے راہن و مرتہن
نے وطی کی تو حد ان دونوں سے دور کیجائیگی لیکن وطی کرنے والے پر مہر واجب ہوگا اسواسطے کہ غیر مملوکہ میں جب وطی
ہوتی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وطی کنندہ پر حد شرعی لازم ہوتی ہے یا مہر واجب ہوتا ہے اور مہر بمنزلہ زیادتی منفصلہ
کے ہے جو عین سے متولد ہوا اسواسطے کہ وہ اُس بات کا بدل ہے جسکا واطی نے استیفا کیا ہے اور وہ مستوفی حکماً جزء عین ہے
پس اُسی کے ساتھ رہن رہیگا پھر جب راہن اُسکو چھڑا دے تو باندی معہ مہر کے اُسکے مولے کو سپرد کیجائیگی جیسا کہ اگر بچہ جنتی
تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُسنے کوئی کمائی کر کے کچھ کمایا یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو یہ اُسکے مولی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے
دوسرے سے ایک باندی مستعار لی تاکہ اپنے قرضہ میں رہن کرے اور ایسا ہی کیا پھر مستعیر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا پھر مرتہن
نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو میرے قرضہ میں فروخت کرے اور باندی کے مولی نے اس سے انکار کیا تو قاضی اُسکو
فروخت نہ کریگا ولیکن مرتہن سے کہا جائیگا کہ اسکو اپنے پاس روک رکھو یہاں تک کہ معیر تجھکو تیرا حق دیدے اور اگر معیر یعنی باندی
کے مالک نے قاضی سے کہا کہ قرضہ کے عوض اسکو فروخت کرے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکے
ثمن میں وفاے قرضہ ہو تو انکار مرتہن پر التفات نہ کیا جائیگا اگرچہ اسمیں مرہون سے مرتہن کے قبضہ کا ازالہ ہے اور اگر
اُسکے ثمن میں وفاے قرضہ نہو تو بدون رضامندی مرتہن کے فروخت نہوگی اور اگر اُس کے ثمن میں وفاے قرضہ ہو
پس وہ قرضہ کے واسطے فروخت کیگئی اور مرتہن نے اُسکے ثمن سے اپنا قرضہ بھر پایا پھر مستعیر یعنی راہن کا کچھ مال ظاہر ہوا
تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہے معیر اُسکو واپس لیگا اور اگر مستعیر نہ مرا بلکہ معیر مر گیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں پس اگر مستعیر تنگدست ہو تو باندی
بحال خویش رہن رہے گی پھر اگر معیر کے قرضخواہ لوگ اور اُسکے وارث لوگ اداے قرضہ کیواسطے اُس باندی کے فروخت پر متفق
ہوے اور مرتہن نے انکار کیا تو اُسکا جواب اُسی تفصیل سے ہے جو ہمنے معیر کی زندگی میں معیر کے ایسے قصد ہونے اور مرتہن
کے انکار کرنے کی صورت میں ذکر کر دی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے دوسرے کے پاس
قرضہ میں رہن کیا پھر وہ غلام مرتہن کے پاس مر گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے تاوان لے یا مرتہن سے تاوان
لے پس اگر غاصب سے تاوان لیا تو رہن پورا ہو گیا اسواسطے کہ اداے ضمان سے غاصب وقت غصب سے اُسکا مالک
ہو گیا پس اپنے مال کا رہن کرنے والا ہوگا اور اگر مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ جسقدر اُسنے تاوان دیا ہے
راہن سے واپس لے اور رہن باطل ہوگا اسواسطے کہ مرتہن سے ضمان کا سبب یہی قبضہ ہے اور عقد رہن اُس سے پہلے واقع
ہوا تھا پس عقد سے پیچھے ملک ہونے سے رہن نافذ نہوگا اور اگر غاصب نے غلام مغصوب کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر اُسکے
بعد جسکو ودیعت دیا تھا اُسی کے پاس رہن رکھا پھر وہ رہن تلف ہو گیا پھر مالک غلام آیا پھر اُسنے غاصب سے یا جسکو غاصب
نے دیا تھا تاوان اس سے لیا اور راہن سے مرتہن نے واپس لیا تو دونوں صورتوں میں رہن جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے
دوسرے کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر مستودع نے اُسکو کسی شخص کے پاس رہن رکھا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا
پھر مالک نے آکر راہن یا مرتہن کسی سے تاوان لیا تو کسی صورت میں رہن نافذ نہوگا اسواسطے کہ راہن بسبب دینے کے ضامن
ہوا اور عقد رہن دینے سے پہلے قرار پایا تھا پس وقت رہن کے اُسکا مالک نہوگا پس رہن جائز نہوگا جیسے ایک شخص نے دوسرے

کا غلام کسی شخص کے پاس رہن کیا یعنے عقد رہن قرار دیا مگر ہنوز مرتہن کو دیا نہ تھا کہ مالک سے اُسکو خرید لیا پھر مرتہن کو دیا تو وہ مرتہن کے پاس رہن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ مرتد کا رہن و ارتہان قبل باقی تصرفات کے امام اعظم رہ کے نزدیک موقوف رہیگا پس اگر مرتد حالت ردت میں قتل کیا گیا اور مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوا اور مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہے اور قرضہ ردت سے پہلے کا ہے اور مرہون بھی ایسا مال ہے جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا یا قرضہ اُسکی حالت ردت کا ہے خواہ اُسنے خود اقرار کیا ہے یا گواہ قائم ہوکر اُسپر ثابت ہوا ہے اور رہن بھی ایسا مال ہے جو اُسنے حالت ردت میں کمایا ہے تو مرہون جسکے عوض ہے اُسی کے بدلے گیا اور اگر مال مرہون میں بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو مرتہن مقدار زیادتی کا ضامن ہوگا۔ اگر مرتد نے حالت ردت میں کچھ قرضہ لیا اور اُسکے عوض ایسا اسباب جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا رہن کیا پھر حالت ردت میں قتل کیا گیا تو رہن باطل ہے اور مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ تلف ہوگیا اور قیمت مذکور اُس کے وارثوں کو واپس دیگا اور اُسکا دین قرضہ اُسکی ردت کی کمائی میں شمار ہوگا اور اگر قرضہ ردت سے پہلے کا ہو اور مرہون اُسکی ردت کی کمائی ہو تو مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت اور جو کچھ اُسنے ردت میں کمایا ہے سب غنیمت میں شمار ہوگا پس مرتہن اپنا قرضہ اُس مال سے جو اُسنے ردت سے پہلے کمایا ہے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور غائب ہوگیا پھر مرتہن نے اُسکو آزاد پایا پس اگر غلام نے وقت رہن کے اپنی رقیت کا اقرار کیا ہو تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک عورت سے ہزار درم مہر پر نکاح کیا اور مہر کے عوض ہزار درم قیمت کا اسباب رہن دیدیا پھر وہ مال مرہون عورت کے پاس تلف ہوگیا بعد ازانکہ اُس عورت سے دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دے چکا ہے تو عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر رہن تلف ہو پھر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت پر آدھا مہر واپس دینا واجب ہوگا اگر ایک عورت نے نکاح کیا اور مہر بیان نہوا پھر اُسکے مہر المثل کے عوض اُسکو کچھ مال رہن دیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوا حالانکہ اُس مال سے وفاے مہر المثل تھی تو عورت مذکور اپنے مہر المثل کی بھر پانے والی ہوگی اور اگر اُسکے ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور پر اُسکے متعۃ المثل سے زائد کا واپس کرنا واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص سرائے میں گیا اور سرائے والے نے کہا کہ میں تجھے اُترنے نہ دونگا یہانتک کہ مجھے کچھ دے اُسنے کچھ چیز دی اور اُسکے پاس تلف ہوئی پس اگر بیت کے واسطے رہن ہو تو اُسکا تلف ہونا اسی کے عوض ہوگا اور اگر اس سبب سے کہ وہ سارق تھا تو ضامن ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن نہوگا اسواسطے کہ دینے میں اُسپر اکراہ ثابت نہیں ہوا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ہشام رہ نے امام محمد رہ سے روایت کی ہے کہ غصب میں جس چیز کی ضمان غاصب کو دینی پڑتی ہے جب وہ رہن ہوگی تو مرتہن کا قرضہ بھی اسی حساب سے ساقط ہوگا اور جس چیز کا تاوان غصب میں نہیں ہوتا ہو رہن کی صورت میں بھی اس چیز کیوجہ سے مرتہن کا کچھ قرضہ ساقط نہوگا چنانچہ اگر غلام نوجوان غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ میں بڈھا ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اسیطرح رہن کی صورت میں اسی حساب سے قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر امرد ہو پھر وہ داڑھی والا ہوگیا تو ضامن نہوگا بخلاف اسکے اگر ایسی باندی جسکے کوچوں کا اُبھار ہے غصب کی پھر اُسکی چھاتیاں

لہ اپنے نفقہ رہنے کے عورت کا حق ہے اور باقی واپس کرے ۱۲ منہ عہ کیونکہ اسوقت مہر لازم نہ تھا پس وہ رہن نہوگا بلکہ امانت ہوگا ۱۲ منہ

ٹمک گئین تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ نقصان ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے چالیس درم کی پوستین بعوض دس درم کے رہن کی پھر اُس مین سوس پڑ گئی جنھون نے اُسکو چاٹ لیا حتے کہ اُسکی قیمت دس درم رہگئی تو راہن اُسکو ڈھائی درم مین چھوڑا سکتا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہون اُسنے اُس قرضہ کے عوض دو ہزار درم کا غلام رہن دیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر مرتہن نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اُس سے راہن نے غصب کر لیا ہے تو راہن کے حق مین مرتہن کے قول کی تصدیق نہوگی اور راہن قرضہ ادا کر کے غلام مذکور لے لیگا اور مقرلہ کو اُس کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور نہ اُس مال کے لینے کی کوئی راہ ہوگی جسکو مرتہن نے وصول کیا ہے اور اگر غلام مذکور مرتہن کے پاس مر گیا تو باعتبار ظاہر کے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگا اسواسطے کہ مرہون کی قیمت مین وفاے قرضہ ہے بلکہ اور کچھ زیادتی ہے پس مرتہن اُسکی پوری قیمت کا مقرلہ کے واسطے ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے بدون اُسکی اجازت کے اُسپر قبضہ کیا تھا اور مرتہن کا اقرار خود مرتہن پر حجت ہے پس پوری قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ عین کا واپس دینا بسبب مر جانیکے متعذر ہو گیا ہے اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے شخص کے مملوک ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اسپر فلان شخص کے ہزار درم قرضہ ہین کہ جنکو اس غلام نے تلف کر دیا ہے اور وہ غلام مرتہن کے پاس مر گیا تو مقرلہ ہزار درم مرتہن سے لے لیگا اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونیکا اقرار کیا اور راہن نے عقد رہن مین اپنے درمیان ایک شخص کو عادل قرار دیا اور اُسکو مختار کر دیا ہے کہ اس غلام مرہون کو فروخت کر کے اس سے مرتہن کا قرضہ دیدے پھر عادل نے اُسکو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری کو دیدیا اُسنے قبضہ کر لیا اور مرتہن نے اُسکا تمام ثمن وصول کر کے اُسمین سے ہزار درم مرتہن کو دیدیے اور ہزار درم راہن کو دیے پس اگر مقرلہ نے بیع کی اجازت دیدی تو جو ہزار درم مرتہن نے لیے ہین اُنکو لے لیگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت ندی تو مقرلہ کو مرتہن سے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار نکیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ اسنے فلان شخص کے دو ہزار درم تلف کیے ہین اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مرتہن نے جو ہزار درم وصول کیے ہین اُنکو مقرلہ کو دیدیگا خواہ اُسنے بیع کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر غلام نے مرتہن کے پاس راہ مین ایک کنوان کھودا پھر راہن نے فک رہن کرا کر غلام لے لیا تو اُسمین چار صورتین ہین اول آنکہ اُسمین ایک چوپایہ گرا پھر دوسرا چوپایہ گرا دوم اُسمین انسان گرا پھر ایک آدمی گرا سوم اُسمین ایک آدمی گرا پھر ایک چوپایہ گرا چہارم اُسمین چوپایہ گرا پھر ایک آدمی گرا پس اگر اُسمین چوپایہ گر کر تلف ہوا جسکی قیمت ہزار درم تھی تو غلام مذکور فروخت کیا جائیگا اور قرضہ ادا کیا جائیگا الا اس صورت مین کہ مولے اُسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہوگا پھر اگر ہزار درم کو فروخت کیا گیا اور اُنکو چوپایہ کے مالک نے لے لیا تو مرتہن سے جو کچھ اُسنے اداے قرضہ مین لیا ہے اُسکو راہن واپس کر لیگا پھر اگر اُسمین دوسرا چوپایہ گرا جس کی ہزار درم قیمت ہے تو وہ پہلے چوپایہ کے مالک کے ساتھ شریک ہو کر جو کچھ اس نے لیا ہے اُسکا نصف لے لے گا اور پہلا چوپایہ والا راہن سے کچھ نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر اُس کنوین مین کوئی آدمی تلف ہوا اور غلام اُسکے عوض دیدیا گیا تو راہن نے جو مال مرتہن کو اداے قرضہ مین دیا ہے اُس سے واپس کر لے گا اور اگر غلام دیدیے جانے کے بعد

اُسمین دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو دوسرے شخص کا ولی پہلے شخص کے ولی کے ساتھ غلام مین شریک ہوجائے گا اور اگر اُسمین
کوئی چوپایہ گرا اور غلام فروخت کر کے اُسکے ثمن سے چوپایہ کے مالک کو اُسکی قیمت ادا کی گئی پھر دوبارہ اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا
تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور اس جنایت مین غلام مذکور ولی میت کو دیا گیا پھر اُسمین کوئی
چوپایہ گر کر مر گیا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ یا تو[۱] اُس غلام کو فروخت کر یا قرضہ ادا کر اسواسطے کہ دونون جرم وقت چاہ کندن کیطرف
مستند ہین پس ایسا ہوا کہ گویا وہ آدمی اور یہ چوپایہ دونون ساتھ ہی گرے ہین اور اگر دونون ساتھ گرتے اور ولی جنایت کو غلام
بجرم دیدیا جاتا تو ولی جنایت اُسکے فروخت کرنے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہوگا
دو غلامون نے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین غلام مرہون گر کر مر گیا اور وہ دونون اس جرم مین دیدیے گئے پھر ان
دونون مین سے بھی ایک غلام اُسمین گر کر مر گیا تو آدھا قرضہ باطل ہوجائے گا اور اُسکا خون ہدر ہوگا اس لیے کہ یہ دونون
غلام اول کے قائم مقام ہو کر اُسکے حکم مین ہین اور اگر غلام اول کنوئین مین اس طرح گرتا کہ جس سے اُسکا نصف زائل
ہوتا مثلاً اُسکی آنکھ جاتی رہتی یا ہاتھ شل ہوجاتا تو نصف قرضہ ساقط ہوتا پس ایسا ہی اسصورت مین بھی ہے یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہے اگر غصب کیے ہوے غلام مرہون نے راہ مین ایک کنوان کھودا یا ایک پتھر ڈال دیا پھر غاصب نے وہ غلام مرتہن کو واپس
کر دیا پھر راہن نے اُسکا فک رہن کر لیا اور قرضہ دیدیا پھر اُس کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ یہ
غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس ان دونون مین سے جو بات وہ کرے بہرحال اُس غلام کی قیمت غاصب سے واپس
لیگا اور اگر غاصب مفلس یا غائب ہوگیا پس جسقدر مرتہن کو ادا کیا ہے وہ اُس سے واپس لیگا بشرطیکہ قرضہ اور رہن دونون برابر
ہون تاکہ فدیہ مال مرتہن سے ہوجاوے اگر ولی مقتول کو غلام مذکور دیدینے کے بعد اُسکے پتھر ڈالے ہوے سے کوئی
آدمی تلف ہو تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ اسکا نصف دیدے یا دس ہزار درم فدیہ دے اور اگر مرتہن نے اُسکو اپنے
ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو اور اُسمین راہن یا دوسرا شخص گر کر مر گیا تو مرتہن کی مددگار برادری پر اُسکی دیت
واجب ہوگی اور اگر راہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو تو راہن کی مددگار برادری پر دیت
واجب ہوگی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دینے والے پر اُس غلام
کی قیمت واجب ہوگی و بجاے اُس غلام کے رہن رہیگی اسی طرح اگر اُسکو کسی چوپایے کے پانی پلانے کو بھیجا اور اُس چوپایے
نے کسی آدمی کو روندکر مار ڈالا تو راہن یا مرتہن مین سے جس نے دوسرے کی اجازت سے اُسکو بھیجا ہے اُسی سے اُس غلام کے
دیدینے کا مواخذہ کیا جائیگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کے غلام نے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن تھا
راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُس کنوئین مین کوئی غلام گرا جس سے اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو غلام مرہون
دیدیا جاویگا یا اُسکا فدیہ دیا جاوے گا بمنزلہ ایسی صورت کے کہ اگر وہ غلام اُسکی دونون آنکھین اپنے ہاتھ سے نکال ڈالتا تو یہی حکم تھا
اور پورا فدیہ مرتہن پر واجب ہوگیا پھر اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مرہون اپنے حال پر رہن رہے گا اور اس اندھے غلام کو
اُس فدیہ کے عوض جو مرتہن نے دیا ہے لے لیگا اور وہ اسی کا ہوگا اور اگر اُس نے غلام مرہون کو دیدیا اور اندھا غلام لیلیا

---

۱ قولہ تو اگر یعنے ولی مقتول جس کے پاس بالفعل وہ غلام موجود ہے اس سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اُسکو فروخت کر کے حصہ رسد لے لے ۱۲

تو بجائے مرہون کے بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا۔ اور اگر اُس کنوئین مین دوسرا آدمی گر پڑا تو اولیائے مقتول اپنے حصہ کے حساب سے کنوان کھودنے والے غلام مین شریک ہوجاوینگے یا جسکے پاس وہ غلام ہے وہ ہزار درم اُسکا فدیہ دیگا اور راہن کے ذمہ اس جرمانہ مین سے کچھ بھی لاحق نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا جو کچھ تو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کریگا اُسکی قیمت مجھپر ہے اور باہمی خرید فروخت سے پہلے اُسکے عوض کچھ اُسکو رہن دیدیا تو یہ جائز نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ زید نے عمرو کی اجازت سے اُسکے ذات کی کفالت اس شرط پر قبول کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے نہ ملا دون تو جو قرضہ اُسپر ہے وہ مجھپر ہوگا پھر عمرو نے مال مکفول بہ کے عوض زید کو کوئی مال عین رہن دیا تو یہ رہن صحیح نہین ہے اسواسطے کہ کفالت بمال کا ہنوز وقت نہین آیا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اُسکی طرف سے قرضہ کی کفالت کر لی پھر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے کفیل کو قرضہ مذکور کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہے دو شخصون مین سے ہر ایک شخص کے ہزار درم ایک شخص پر قرض ہین پھر دونون نے اُس اپنے قرضہ کے عوض ایک زمین رہن لیکر دونون نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر دونون مرتہنون مین سے ایک نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہین ہے اور یہ زمین ہمارے قبضہ مین بطور تلجیہ کے ہے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ رہن باطل نہوگا بلکہ اپنے حال پر رہیگا مگر اس اقرار کرنے والے کے حصہ سے بری ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ہزار درم قیمت کی باندی کے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کر ڈالا اور قاتلہ اس جرم مین دیدی گئی پھر اس دی ہوئی باندی کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر یہ دی ہوئی باندی کانی ہوگئی تو قرضہ کے چوالیس حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوجائیگا یعنے بائیس درم اور تین چوتھائی درم ساقط ہونگے مگر اُس مین سے ایک درم کا چوالیسوان حصہ کم ہوگا اور باقی کو راہن ادا کریگا یعنے نوسو ستتر درم و چوتھائی درم و ایک درم کا چوالیسوان حصہ ادا کریگا اور اسکا بیان یہ ہے کہ مرہونہ کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا ہے اور قرضہ ان دونون پر آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ مرہونہ کی روز عقد کی قیمت معتبر ہے اور وہ ہزار درم ہے اور بچہ کی روز الفکاک کی قیمت معتبر ہے اور وہ بھی ہزار درم ہے پھر جب اُس مرہونہ کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کیا اور وہ اُسکے عوض دیدی گئی تو جو قرضہ باقی رہا ہے وہ اُس کے مقابلہ مین ہوگا کیونکہ گوشت پوست کی راہ سے یہ اُسکے قائم مقام ہے گویا پہلی باندی کا نرخ گھٹ گیا ہے پھر جب اس قاتلہ کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر تو قرضہ اُسکے مقابلہ مین ہے یعنے پانچ سو درم وہ اس قاتلہ کی قیمت یعنے سو درم پر اور اسکے بچہ کی قیمت یعنی ہزار درم پر منقسم ہوگا پس نصف قرضہ کے گیارہ حصہ ہوے تو پہلے بچہ کے مقابلہ مین جو نصف قرضہ ہے اُسکے بھی گیارہ حصہ کیے جاوینگے پس سب بائیس حصہ ہوے جنمین سے ایک حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہے جسمین سے آدھا بوجہ کانی ہوجانے کے جاتا رہا پس کسر ہوجانے سے اسکا دو چند کرنے سے چوالیس حصے ہوگئے جنمین سے بیس[1] حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہین اور دو حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہین جنمین سے ایک حصہ اُسکے کانی ہوجانے کیوجہ سے جاتا رہا پس یہی معنی امام محمد رح کے

[1] قولہ بیس حصہ اصل مین مذکور ہے اثنان وعشرون فی الولد الثانی یعنے بائیس بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہونگے اقول یہ غلط ہے بیس حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے چاہیے ہین اور اول بچہ کے مقابلہ مین بائیس حصہ ہین پس قولہ فی الولد الثانی غلط ہے صحیح یہ ہے فی الولد الاول بہر حال اس عبارت مین دو مقام سے ایک مقام پر بدون تغلیط کے توجیہ نہین ہوسکتی ہے و یحتمل الغلط من الناسخ حذرا من التعرض علی الاکابر فتامل ۱۲

قول کے ہیں کہ قرضہ کے چوالیس حصوں میں سے ایک حصہ ساقط ہوگا یہ کافی میں ہے

بارھواں باب - رہن میں دعوی اور خصومات واقع ہونے اور اُسکے متعلقات کے بیان میں۔ اگر ایک ہی مال مرہون کا دو شخصوں نے ایک ہی شخص پر اس طرح دعوی کیا کہ ہر ایک نے کہا کہ میں نے یہ مال اس شخص کے پاس سے بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن لیا ہے اور میں نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہے تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ راہن کی زندگی میں ایسا دعوے واقع ہوا ہو پس اسمیں تین صورتیں ہیں اول یہ کہ مال مرہون دونوں مدعیوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہو اور اس صورت میں اگر دونوں نے تاریخ نہ لکھی ہو یا تاریخ لکھی ہو مگر دونوں کی تاریخ برابر ہو تو قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ بہ نسبت دوسرے کے سابق ثابت ہو تو سابق والے کے نام ڈگری ہوگی خواہ وہ قابض ہو یا غیر قابض ہو جیسا کہ دعوی خرید کی صورت میں ہوتا ہے دوم یہ کہ مال مرہون دونوں کے قبضہ میں ہو سوم یہ کہ مال رہن راہن کے قبضہ میں ہو اور ان دونوں صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ لکھی ہو تو قیاساً کسی کے نام رہن میں سے کچھ بھی ڈگری نہ کیجائیگی اور استحساناً ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری ہوگی بمقابلہ اسکے نصف حق کے اور ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں ایسا ہی روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے اور روایت ابو حفص میں ہے کہ قیاساً و استحساناً دونوں میں سے کسی کے نام رہن میں سے کچھ ڈگری نہ ہوگی اور مشائخ رہ نے فرمایا کہ جو حکم روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے وہی اصح ہے۔ وجہ دوم یہ کہ راہن کے مرنے کے بعد دعوی واقع ہوا اور اسمیں بھی تین صورتیں ہیں اور سب صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ دونوں نے لکھی ہو تو جب رہن دونوں کے قبضہ میں یا راہن کے قبضہ میں ہو تو قیاساً یہ حکم ہے کہ دونوں میں سے کسی کے نام کچھ استحقاق ڈگری نہ ہوگی اور یہ دونوں بھی راہن کے اور قرضخواہوں کے برابر تصور کیے جاوینگے اور قیاسی حکم کو امام ابو یوسف رح نے اختیار کیا ہے اور استحساناً ہر ایک کے نام اسکے نصف حق کے عوض مال مرہون نصفا نصف کی ڈگری کیجائیگی کہ مال مرہون فروخت کر کے ہر ایک کا نصف قرضہ ادا کر دیا جائیگا پھر اگر ثمن میں سے کچھ بچ رہا تو بچا ہوا باقی قرضخواہوں اور راہن کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور حکم استحسانی کو امام ابو حنیفہ رح نے اختیار کیا ہے اور امام محمد رح کا قول کتابوں میں مضطرب ہے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ ایک ہی راہن سے رہن لینے کا دونوں نے دعوی کیا ہو۔ اور اگر دو شخصوں سے رہن لینے کا دعوی کیا ہو اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے اور مال مرہون دونوں میں سے ایک مدعی کے قبضہ میں ہے تو اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ قابض و غیر قابض دونوں مدعیوں کے دونوں راہن غائب ہوں تو اس صورت میں قابض کے نام ڈگری ہوگی اگرچہ دونوں نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق ہو اور اگر دونوں راہن حاضر ہوں تو غیر قابض کے نام مال مرہون کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک راہن حاضر ہو اور دوسرا غائب ہو تو غیر قابض کے نام جبتک دوسرا راہن نہ حاضر ہو تب تک ڈگری نہ ہوگی اور جب وہ آجاوے تو غیر قابض کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے

ف قال المترجم قال فی الاصل المرتہنین مکان الراہن وہو غلط عند المترجم فتامل ۱۲ [illegible] راہن ۱۲ [illegible] دوم [illegible]

ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اُسکو فلان شخص کے پاس جو غائب ہے بعوض ہزار درم کے رہن کیا تھا اور اُسنے مجھ سے لیکر قبضہ کر لیا تھا اور قابض کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدعی کے نام غلام مذکور کی ڈگری ہوگی اسواسطے کہ قابض اُسکا خصم یعنی مدعا علیہ مقرر ہوگا کیونکہ غلام کی نسبت ہر ایک مدعی اپنی ملک کا دعوی کرتا ہے پھر جب مدعی کے نام ڈگری ہوئی تو مذکور ہے کہ اُس سے لیکر ایک عادل کے پاس رکھا جائیگا۔ اور اگر راہن غائب ہوا اور مرتہن نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہے میں نے فلان شخص سے اُسکو بعوض اسقدر قرضہ کے رہن لیا ہے اور اس قابض نے مجھ سے غصب کر لیا ہے یا مستعار لیا ہے یا اجارہ پر لیا ہے اور اس دعوی پر گواہ قائم کر دیے تو مین اُس غلام کو مدعی کو دیدونگا ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ قاضی مدعی کے نام غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ اسمین غائب پر قرضہ کی ڈگری ہوئی جاتی ہے حالانکہ اس مقدمہ مین اُسکی طرف سے کوئی خصم نہین ہے و لیکن یہ ڈگری کرے گا کہ قابض مدعا علیہ کو یہ غلام مدعی کی طرف سے بطریق غصب یا اجارہ یا استعارہ کے ملا ہے جیسا کہ اُسکے گواہون نے گواہی دی ہے پس مدعی کے نام واپس لینے کے استحقاق کی ڈگری کرے گا اور قابض اس مقدمہ مین اُسکا خصم ہے اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب مدعی نے قابض پر اپنے قبضہ سے لینے کا دعوی نہ کیا ہو کہ اس صورت مین قابض اُسکا خصم نہین ہو سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے حیل الخصاف مین ہے کہ ایک شخص کے قبضہ مین مال مرہون ہے اور راہن غائب ہے اور مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے نزدیک رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُسکے نام اسکا سجل عطا کرے حکم دے کہ یہ مال اُسکے قبضہ مین رہن ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مرتہن ایک شخص غریب کو حکم دے کہ تو اس غلام کے رقبہ کا دعوی کر اور مرتہن کو قاضی کے پاس لیجا پس مرتہن قاضی کے سامنے گواہ پیش کریگا کہ یہ غلام[1] میرے پاس رہن ہے پس قاضی اُسکے رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کریگا اور اُسکے پاس رہن ہونے کی ڈگری کر دیگا اور اجنبی کی خصومت اُسکے ذمہ سے دفع کرے کہ یہ حکم خصاف کی طرف سے اس امر کی تنصیص ہے کہ رہن پر گواہی کی سماعت ہوتی ہے اگرچہ راہن غائب ہو اور ایسا ہی امام محمدؒ نے دعوی الجامع اور بعض مواضع اصل مین ذکر کیا ہے اور بعض مواضع رہن الاصل مین ایسی گواہی کی سماعت کیواسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور مشائخ رہ اسمین اختلاف کرتے ہین بعضے کہتے ہین کہ رہن الاصل مین جو راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یہ لفظ ہے کہ راہن کا حاضر ہونا شرط نہین ہے اور بعضے مشائخ رہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق ایسی گواہی کی سماعت کیواسطے حاضری راہن شرط نہین ہے اور دوسری روایت کے موافق قاضی بدون حاضری راہن کے قبول نہ کریگا شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الحیل مین لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے مؤلف کہتے ہین کہ امام محمد رہ نے سیر کبیر مین اسکے نظائر مین یون فرمایا ہے کہ اگر غلام مرہون قید کیا گیا اور وہ تقسیم کے مال غنیمت مین آیا اور تقسیم سے پہلے مرتہن نے اُسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرے پاس فلان شخص کیطرف سے رہن ہے اور اُسکو لے لیا تو یہ حکم غائب پر رہن کرنے کا نہوگا اگر راہن نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا تیرے پاس رہن کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا اور مین نے تجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور دونون نے گواہ قائم کیے تو

[1] یعنے راہن کے غائب ہونے کی صورت مین جو حکم ہوتا ہے وہ غائب کے حق مین مؤثر نہین ہوتا ہے اگرچہ گواہی کی سماعت ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

مرتہن کے گواہ قبول ہونگے بشرطیکہ کپڑا و غلام دونوں مرتہن کے پاس موجود ہوں اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں اور
جس چیز کے رہن کرنے کا دعوی کرتا ہے اسکی قیمت زیادہ ہو اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے
اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے غلام و کپڑا دونوں میرے پاس رہن کیے اور میں نے تجھ سے لیکر دونوں پر اپنا قبضہ کیا ہے اور
راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے فقط کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر راہن نے دعوی کر کے
گواہ قائم کیے کہ میں نے اس شخص کے پاس دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور اُسنے میرے پاس سے
لیکر قبضہ کیا ہے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا اور یہ نہیں معلوم کہ اُسنے رہن کے ساتھ کیا کیا ہے تو مرتہن غلام کی پوری قیمت
کا ضامن ہوگا اور جب وہ قیمت کا ضامن ہوا تو اسکے لیے اس قیمت میں سے ہزار درم محسوب کر دیے جاوینگے اور باقی
راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن نے اقرار کر لیا مگر دعوی کیا کہ وہ مر گیا ہے تو یہ ضمان واجب ہوگی اسواسطے کہ قرضہ
سے زائد کے بارہ میں وہ امین تھا اور اسکی طرف سے انکار ثابت نہیں ہوا تا کہ ضامن ہو۔ اور اگر اُسنے رہن سے
انکار کیا مگر پانسو درم قیمت کا غلام لایا اور کہا کہ مرہون یہ غلام ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اسواسطے کہ
گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ مرہون دو ہزار درم قیمت کا ہے اور جسکو وہ لایا ہے وہ ایسا نہیں ہے تو ظاہر حال
اُسکی تکذیب کرتا ہے پس اُسکا قول قبول نہوگا اگر اُسنے اس سے انکار کیا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر
ہزار درم قرضہ ہوں اور وہ اسکا مقر ہو پھر قرضخواہ نے دعوی کیا کہ مدیون نے مجھے اپنا ایک غلام اس قرضہ کے
عوض رہن دیا تھا اور میں نے اُسپر قبضہ کیا تھا اور قرضدار اس سے انکار کرتا ہے تو قرضخواہ کے گواہوں پر رہن کی
ڈگری کیجائیگی۔ اور اگر قرضدار رہن کا قرضخواہ پر دعوی کرتا ہو اور قرضخواہ اس سے انکار کرتا ہو پس اگر مرتہن کے پاس رہن
قائم ہو تو کتاب الرہن کی روایت کے موافق قرضخواہ کے گواہوں پر قاضی رہن کی ڈگری نہ کریگا اور روایت کتاب الرجوع
عن الشہادات کے موافق ڈگری کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو باتفاق الروایات موافق گواہان
مدیون کے ڈگری کریگا اسواسطے کہ بعد ہلاک رہن کے مرتہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہیں ہو سکتا ہے پس اصل سے انکار عقد پر محمول
کیا جائیگا پس گواہوں سے راہن اسکو ثابت کریگا اور اگر راہن نے مرتہن پر گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکو رہن دیا ہے اور قبضہ
کرا دیا ہے مگر گواہوں نے رہن کی تعیین نہ کی اور نہ اسکو پہچانا تو مرتہن سے رہن کو دریافت کیا جائیگا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
اسی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب گواہوں نے اقرار مرتہن کی گواہی دی
کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میں نے قبضہ کیا ہے۔ اور اگر انھوں نے شئی مجہول رہن کرنے و قبضہ کرنیکی گواہی دی اور
معائنہ رہن و قبضہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا۔ اگر ایک شخص نے گواہ دیے کہ میں نے یہ کپڑا اس قابض کے
پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ میں نے یہ کپڑا اس سے رہن لیا ہے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور ایسا قرار
دیا جائیگا کہ گویا پہلے اُسنے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہے کیونکہ رہن کا ورود ایداع پر ہوتا ہے اگرچہ رہن پر ایداع کا ورود نہیں ہوتا ہے
الا برضاء مرتہن اور اگر راہن نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مرتہن نے رہن پر گواہ قائم کیے تو اسکو بیع قرار دونگا

ف ودیعت رکھنے کے بعد اس چیز کو مرہون کر سکتا ہے بخلاف اسکے اگر مرہون ہو تو رہن پر ودیعت رکھنا طاری نہیں ہو سکتا ۱۲

اور رہن باطل کردیگا اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اُسنے رہن کیا پھر بیع کیا ہی اسواسطے کہ بیع کا ورود رہن پر ہو سکتا ہی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر راہن نے رہن کا دعوی کر کے گواہ قائم کیے اور مرتہن[ف۱] نے گواہ دیے کہ اسنے مجھے ہبہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہی تو میں ہبہ کے گواہ قبول کرونگا۔ اگر ایک شخص نے خریدنے و قبضہ کرنے کا دعوی کیا اور دوسرے نے رہن اور قبضہ کرنے کا دعوی کیا اور دونوں نے گواہ پیش کیے حالانکہ وہ راہن کے قبضہ میں ہی تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے لیکن اس صورت میں قبول ہونگے کہ جب یہ معلوم ہو جاوے کہ رہن ہونا خرید سے پہلے تھا۔ اور اگر وہ مرتہن کے قبضہ میں ہو تو اُسکو رہن قرار دونگا الا اس صورت میں ایسا نہ کرونگا جب مشتری گواہوں سے ثابت کراوے کہ خریدنا پہلے واقع ہوا تھا اور اگر راہن کے پاس ہو اور ایک نے رہن کا دعوی کیا اور دوسرے نے صدقہ کا دعوی کیا اور دونوں مدعیوں نے راہن پر گواہ قائم کیے اپنے اپنے دعوی اور قبضہ کے تو رہن کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے الا اس صورت میں قبول ہونگے کہ جب دوسرا گواہوں سے ثابت کرا دے کہ صدقہ و ہبہ کی وجہ سے قبضہ کرنا رہن سے پہلے واقع ہوا ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر مستودع یا مضارب نے مال تلف ہو جانے کا دعوی کیا اور رب المال نے ان دونوں کے ذمہ تلف کر ڈالنے کا دعوی کیا اور دونوں نے باہم صلح کی اور مدعا علیہ نے رب المال کو اسکے عوض رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ضامن ہوگا اور دوسرے کے موافق ضامن نہوگا اور یہی امام محمد رح کا قول ہی چنانچہ یہ مسئلہ تاتارخانیہ میں تجرید سے منقول ہے اگر ایک شخص کے پاس کپڑا ودیعت رکھا پھر اُسکو وہی کپڑا رہن دیا پھر مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف ہوا اسواسطے کہ مستودع کا قبضہ مثل مودع کے قبضہ کے ہی پس جب تک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نہ کیا ہو تب تک اُسپر قبضہ رہن ثابت نہوگا اور بدون گواہوں کے عدم قبضہ کے باب میں اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہی اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ اسنے بحکم رہن اُسپر قبضہ کر لیا ہی اور اسکے بعد وہ مال تلف ہوا ہی اور مرتہن نے گواہ دیے کہ میرے پاس بحکم قبضہ ودیعت تلف ہوا ہی قبل اسکے کہ اُسپر قبضہ رہن ثابت ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُس سے استیفاء قرضہ ثابت ہوتا ہی یہ مبسوط میں ہی اور اگر راہن دو شخص ہوں اور مرتہن نے دونوں پر رہن کا دعوی کیا اور دونوں میں سے ایک پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میرے قبضہ میں دیا ہی اور مرہون اُن دونوں کی ملک ہے اور وہ دونوں اس سے انکار کرتے ہیں تو مدعی رہن کو اختیار ہوگا کہ جسپر اُسنے گواہ قائم نہیں کیے ہیں اُس سے قسم لے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو دونوں پر دو سبب مختلف سے رہن ثابت ہو جائیگا یعنی قسم سے انکار کرنے والے پر بسبب انکار قسم کے اور دوسرے پر بسبب گواہوں کے اور اگر اُسنے قسم کھالی تو اسکے حق میں رہن ثابت نہوگا اور اُسکے حق میں رہن کی ڈگری نہ کیجائیگی اور دوسرے کے حصہ میں بھی رہن کی ڈگری نہیں کیجائیگی اسواسطے کہ اگر اُسکے حق میں رہن کی ڈگری کریں تو مشاع[ف۲] کے رہن کی ڈگری ہوئی جاتی ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر راہن ایک ہو اور مرتہن دو ہوں پس دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اور میرے ساتھی نے یہ کپڑا تجھ سے سو درم کو رہن لیا ہی اور گواہ قائم کیے اور ساتھی مرتہن نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے

ف۱ مرتہن سے یہ مراد نہیں کہ وہ فی الواقع مرتہن ہی بلکہ مدعی رہن نے جسکو مرتہن ٹھہرایا ہی اُس نے ہبہ مقبوضہ کا دعوی کیا ۱۲

ف۲ ورنہ لازم آئیگا کہ رہن مشاع جائز نہیں ہی اور حکم قاضی لازم ہوتا ہی و ہیضا ثنا میں ۱۲ منہ

رہن نہین کیا ہی حالانکہ دونون نے اُس کپڑے پر قبضہ کیا ہی اور راہن نے رہن سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال مرہون راہن کو واپس دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکے رہن ہونے کی ڈگری کرونگا اور جب مرتہن نے اُسکے مرہون ہونے پر گواہ قائم کیے ہین اسکے قبضہ مین اور عادل کے قبضہ مین رکھونگا پھر اگر راہن نے مرتہن کو جسنے گواہ قائم کیے تھے قرضہ ادا کر دیا تو مال مرہون رہیگا پس اگر مرہون تلف ہو گیا تو جسنے گواہ قائم کیے تھے اُسکا حصہ مال گیا اور رہا دوسرے کا حصہ سو بالاتفاق ثابت نہوگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون کی تکذیب کی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا مستعار لیا تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور قبضہ کر کے اُسکو رہن کیا پھر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا حالانکہ کپڑا تلف ہو چکا ہی پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ فک رہن ہونے سے پہلے تلف ہوا ہی اور راہن نے کہا کہ بعد فک رہن کے تلف ہوا ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر راہن نے کہا کہ میرے رہن کر دینے سے پہلے ہی تلف ہو گیا ہی اور مالک نے کہا کہ رہن کرنے کے بعد فک رہن کرنے سے پہلے تلف ہوا ہی تو بھی یہی حکم ہی کہ قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مرتہن کے پاس کپڑا تلف ہو جانے کے بعد اس مسئلہ مین راہن و مرتہن و مالک نے کپڑے کی قیمت مین اختلاف کیا تو مرتہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے یہ اجازت دی تھی کہ بعوض پانچ درم کے رہن کرے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھے دس درم کے عوض رہن کرنے کی اجازت دی تھی تو مالک کپڑے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اور وہ ضمان قیمت سے بری ہو جائے گا۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسو درم کے عوض کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُنکی گواہی باطل ہی اور بالکل رہن ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سو درم کے عوض رہن ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی پس اگر مرتہن سو درم کا مدعی ہو تو دونون کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر مرتہن ڈیڑھ سو درم کا دعوے کرتا ہو تو سو درم پر اُنکی گواہی قبول ہوگی اور سو درم کے عوض رہن ہونے کی ڈگری کی جائے گی اور یہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہی یہ محیط مین ہی

کتاب الجنایات

اور اسمین سترہ باب ہین

باب اول۔ جنایت کی تعریف و اُسکے انواع و احکام کے بیان مین۔

جنایت شرع مین فعل محرم کا نام ہی خواہ

مال میں ہو یا نفس میں ہو لیکن فقہاء کے عرف میں اسم جنایت کا اطلاق نفس و اطراف میں تعدی کرنے پر ہوتا ہے کذا فی التبیین۔ اور جنایت نفس ہو تو اُسکو قتل کہتے ہیں اور وہ بندوں کی طرف سے ایک فعل ہے جس سے حیات زائل ہو جاتی ہے اور جنایت اطراف کو قطع و جرح کہتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے۔ جنایت کی دو قسمیں ہیں ایک موجب قصاص ہے وہ جنایت عمد ہے اور دوسری موجب قصاص نہیں ہے اور جو موجب قصاص ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک جو نفس میں ہو اور دوسری جو نفس سے کم میں ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ قتل پانچ طرح پر ہوتا ہے عمد و شبہ عمد و خطاء و قائم مقام خطاء و قتل بسبب اور ان سے مراد وہ انواع قتل ہیں جو بغیر حق ہوں جس سے احکام متعلق ہوتے ہیں پس عمد وہ ہے جو تعمداً ہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزائے جسم جدا کر ڈالنے میں ہتھیار کے قائم مقام ہے جیسے دھاردار لکڑی و پتھر و نرکل کی کھپاچ و آگ یہ کافی میں ہے۔ اور اسکا نتیجہ گناہ ہے اور قصاص ہے الا اُس صورت میں قصاص نہیں ہے کہ جب اولیاء مقتول معاف کر دیں یا صلح کر لیں اور ہمارے نزدیک ہمیں کفارہ نہیں ہوتا ہے کذا فی الہدایہ اور اُسکے احکام میں سے یہ ہے کہ قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے اور باہمی رضامندی کے وقت مال واجب ہوتا ہے یا شبہ کیوجہ سے قصاص متعذر ہونیکی وجہ سے مال واجب ہوتا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ عمداً ایسی چیز سے مارے جو ہتھیار نہیں ہے اور نہ قائم مقام ہتھیار کے ہے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بڑے پتھر یا بھاری لکڑی سے مارا تو وہ قتل عمد ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً مقتول نہیں ہوتا ہے مگر امام اعظم رح کا قول صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور اسکا نتیجہ ہر دو قول کے موافق گناہ اور کفارہ ہے اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ مسلمان باندی کو آزاد کرے پس اگر نہ پاوے تو پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے اور مددگار برادری پر دیت مغلظ واجب ہوتی ہے کذا فی الکافی اور یہ تغلیظ جبھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب اونٹوں سے دیت واجب ہو دوسری چیز میں نہیں ظاہر ہوتی ہے اور شبہ عمد میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور نفس تلف کرنے سے کم میں شبہ عمد نہیں ہوتا ہے۔ امام قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ جان تلف کرنے میں جو شبہ عمد قرار دیا گیا ہے وہ جان تلف کرنے سے کم میں عمد ہے یہ محیط میں ہے اور خطا سے قتل کرنا دو طرح پر ہے ایک قصد میں خطا ہونا وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شکل کو شکار گمان کر کے تیر مارا پھر وہ آدمی نکلا یا حربی سمجھکر اُسکو مار دیا پھر وہ مسلمان نکلا دوم فعل میں خطا ہونا اور وہ یہ ہے کہ نشانہ کو تیر مارا اور وہ کسی آدمی کے لگ گیا۔ کذا فی الہدایہ اور اُسکا نتیجہ کفارہ اور مددگار برادری پر دیت اور میراث سے محروم ہونا ہے اور کفارہ واجب ہونے اور دیت واجب ہونے میں ذمی اور مسلمان کا قتل کرنا یکسان ہے اور دونوں صورتوں میں گناہ نہیں ہے خواہ قصد میں خطا ہوئی ہو یا فعل میں ہوئی ہو یہ جوہرہ نیرہ میں ہے منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص پر تو نے عمداً ضرب کا قصد کیا پھر اُسکی جس جگہ کا قصد کیا اُسکے سواے دوسری جگہ پر زخم لگا تو یہ محض عمد ہے اور اگر اس شخص کے سواے دوسرے آدمی کے لگا تو یہ خطا ہے اور ہشام نے فرمایا کہ اسکی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص نے عمداً قصد کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ میں ضرب لگاوے

له یعنے مثلاً نفس یعنے جان کو ہلاک کر دے یا اطراف یعنے ہاتھ پاؤں کان ناک آنکھ وغیرہ کسی کو زخمی یا ضائع کرے فافہم ۱۲

له حربی سے مراد وہ کافر جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں اور وہ یہاں امان لیکر نہیں آیا ہے ۱۲

پس ہاتھ چوک گیا اور اُس شخص کی گردن پر زخم پڑا اور گردن الگ ہوگئی اور وہ قتل ہوگیا تو یہ قتل عمد ہے اور اس میں قصاص لازم ہوگا اور اگر اُسنے اس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور دوسرے کی گردن پر زخم پڑا جس سے وہ قتل ہوگیا تو یہ خطا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ بقالی میں ہے کہ اگر عصا سے کسی شخص کے سر پر ضرب لگانیکا قصد کیا مگر چوک گیا اور ضرب اُسکی آنکھ پر پڑی تو اس جرم پر اُسکے مال سے ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمداً ضرب کا قصد کیا ہے اور اگر کسی شخص کا دوسرے پر قصاص آیا ہو کہ اُسکو جائز ہو کہ اُسکا قصاص میں ہاتھ کاٹ ڈالے پس اُسنے قصد کیا کہ اُسکے ہتھیلی پر تلوار مارے پس تلوار اُسکے مونڈھے پر پڑی اور مونڈھے سے جدا کر دیا تو اُسکی ضمان اُسکے مال سے واجب ہوگی کیونکہ محض عمد ہے مگر اسمیں قصاص نہوگا کیونکہ اُسکو روا تھا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اگر ایک شخص کے سر کی ٹوپی پر تیر لگایا مگر تیر خطا کر کے اُس شخص کے لگا تو یہ خطا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر خطا کر گیا اور ایک دیوار پر پڑا پھر یہ تیر ٹوٹ کر اُسکے لگا اور اُسکو قتل کیا تو فرمایا کہ یہ خطا ہے اور اگر کوئی کپڑا مروڑ کر کسی شخص کے سر پر مارا جس سے موضحہ زخم آیا تو وہ عمداً ہے اور اگر اس زخم سے وہ مرگیا تو خطا ہو جائیگا یہ عیون میں مذکور ہے کذا فی المحیط اور جو خطا کے قائم مقام ہے وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص سوتا ہوا حالت خواب میں کروٹ لیکر کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو نہ عمداً نہ خطا ہے کذا فی الکافی جیسے کوئی شخص کوٹھے پر سے کسی شخص پر گرا اور وہ مرگیا یا اُسکے ہاتھ سے کوئی اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور کسی شخص پر گری اور وہ مرگیا یا کسی سواری کے جانور پر سوار تھا اور جانور نے کسی آدمی کو کچل ڈالا کذا فی المحیط اور اسکا حکم وہی ہے جو خطا سے قتل کرنے کا حکم ہے کہ قصاص ساقط ہوتا ہے اور دیت اور کفارہ واجب ہوتا ہے اور میراث سے محروم ہوتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور قتل بسبب کی یہ صورت ہے کہ جیسے راہ میں کنواں کھودا[۱] یا اپنی ملک کے سواے غیر جگہ ایک پتھر ڈال دیا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے چوپایہ نے کسی شخص کو کچل ڈالا حالانکہ یہ شخص اُسکو ہانکے لیے جاتا تھا یا آگے سے اُسکی ڈوری کھینچے لیے جاتا تھا تو بھی قتل بسبب ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اسکا نتیجہ و حکم ہمارے نزدیک[۲] یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو متلف (تلف کنندہ) کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسمیں کفارہ وہ میراث سے محروم ہوتا نہیں ہوتا ہے یہ کافی میں ہے

باب دوم۔ کون شخص قصاص میں قتل ہوسکتا ہے اور کون نہیں۔

آزاد کے قصاص میں آزاد قتل کیا جاوے یہ کنز میں ہے۔ اور مذکر کے قصاص میں مذکر اور مونث کے قصاص میں مونث قتل کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور آزاد کے قصاص میں آزاد اور غلام کے قصاص میں[۳] غلام قتل کیا جائے گا یہ محیط کی آٹھویں فصل میں ہے۔ اور مسلمان کے قصاص میں کافر قتل کیا جائے گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور ذمی کے قصاص میں مسلمان اور ذمی کے قصاص میں ذمی قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی ذمی کو قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہوگیا تو بلا خلاف قتل کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حربی کو جو امان لیکر دار الاسلام میں آیا ہے کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا یہ تبیین میں ہے۔ اور جو حربی امان لیکر آیا ہے اگر اُسنے دوسرے حربی کو جو امان لیکر آیا ہے قتل کیا تو قاتل سے ظاہر الروایۃ کے موافق قصاص نہ لیا جائیگا (بلکہ دیت واجب ہوگی ۱۲) یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب نہوگا

۱؎ کھود دا لینے اس کنوئیں میں گر کر مرا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر کوئی مرگیا ۱۲ ۲؎ یعنی ہمارے نزدیک یقینی ہوتا ہے ۱۲ ۳؎ یعنی اس سے قصاص لیا جائیگا اسمیں خلاف نہیں ۱۲

اور اگر دو مسلمان امان لیکر دار الحرب میں داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ میں قید ہوگیا ہے دار الحرب میں قتل کیا تو سب کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک دیت بھی نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اُس کے مال میں دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور صغیر کے عوض کبیر اور اندھے اور لنجے کے عوض تندرست قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو جو نزع کی حالت میں ہے قتل کیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم ہو کہ مقتول زندہ نہ رہتا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور لڑکوں نابالغوں کے باہمی قتل میں قاتل پر قصاص نہیں ہے اور لڑکے کا عمد و خطا ہمارے نزدیک یکساں ہے حتے کہ دونوں صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے پس یہ دیت اُس لڑکے کے مال میں واجب ہوگی اگر اُس نے عمداً بھی قتل کیا ہے اور خطا کی صورت میں ہمارے نزدیک اُس پر کفارہ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر معتوہ یا مجنون نے حالت جنون میں کسی کو قتل کیا تو اُسکا حکم بھی لڑکے نابالغ کے حکم کے موافق ہے یہ محیط میں ہے۔

اور جو شخص حالت صحت میں ہو اور بعلاجنگا تندرست ہو وہ مریض کے عوض اور ایسے شخص کے عوض جسکے عضا میں صورت نقصان ہو یا معنی نقصان ہو جیسے شل ہوگیا یا اس کے مثل کچھ ہوگیا ہو اور عاقل بعوض مجنون کے قتل کیا جائیگا اور مجنون بعوض عاقل کے قتل نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ قاضی نے اگر قاتل کے قصاص کا حکم دیا پھر قبل اسکے کہ ولی مقتول کے سپرد کیا جاوے قاتل مجنون ہوگیا تو استحساناً اُسپر قصاص نرہے گا اور دیت واجب ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قاتل پر قصاص کا حکم ہو جائے اور ولی مقتول کے دیے جانیکے بعد قاتل مجنون ہوگیا تو قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ عیون میں ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ولی ہے پھر جب قاضی نے قصاص کا حکم دیا تو قاتل نے کہا کہ میرے پاس حجت ہے پھر وہ مجنون ہوگیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً وہ قتل کیا جائے گا اور استحساناً اُس سے دیت لیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی صغرے میں ہے کہ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اُسکو افاقہ ہو جاتا ہو اگر اُسنے حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا تو مثل صحیح سالم آدمی کے قصاص میں قتل کیا جائیگا پھر اگر وہ بعد قتل کرنیکے مجنون ہوگیا پس اگر جنون مطبق ہو جاوے تو اُسکے ذمہ سے قصاص ساقط ہو جائیگا اور اگر غیر مطبق ہو تو ساقط نہوگا یہ خلاصہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر وہ معتوہ ہوگیا اور اُسپر گواہوں نے قتل کرنے کی گواہی دی مگر ایسی حالت میں کہ وہ معتوہ تھا تو میں استحساناً قصاص کا حکم نہ دونگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلاؤنگا یہ محیط میں ہے۔ اور جسپر قصاص واجب ہوا اگر وہ مرجاوے تو قصاص ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر فرزند نے والد یا والدہ یا سگے دادا و پردادا وغیرہ[٭] یا سگی دادی و پردادی وغیرہ یا سگے نانا و پرنانا وغیرہ یا سگی نانی و پرنانی وغیرہ کو قتل کیا تو قصاص میں قتل کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ باپ نے اگر اپنے بیٹے کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا اور سگا دادا و پردادا وغیرہ و سگا نانا و پرنانا وغیرہ اس حکم میں بمنزلہ باپ کے ہیں اسی طرح اگر والدہ یا سگی دادی

[٭] معلوم ہوا اسواسطے کہ اس کا خون مباح نہیں ہے بخلاف اسکے کہ اگر قید خانہ میں ایک قاتل ہو جسپر خون ثابت ہوگیا ہے اور کسی شخص نے وہاں جاکر اسکو قتل کیا تو قاتل پر کچھ نہیں ہے کیونکہ قاتل اول کا خون مباح ہو چکا تھا ۱۲ [٭] وغیرہ سے یہ مراد کہ اسی قیاس پر جہاں تک اوپر کے درجے کا ہو ۱۲

و پردادی وغیرہ و نانی و پرنانی وغیرہ نے قتل کیا خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو یعنے نانی ہو یا پرنانی ہو یا گڑنانی ہو اُسنے فرزند کو قتل کیا تو قتل نہ کیجائیگی۔ کذا فی الکافی پھر آباء و اجداد پر جب انھوں نے فرزند کو عمداً قتل کیا ہو اُنکے مال سے تین سال میں دیت واجب ہوگی اور اگر والد نے خطا سے فرزند کو قتل کیا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور ہمارے نزدیک قتل عمد میں اُسپر کفارہ نہیں ہے اور اگر فرزند نے کسی شخص کے مملوک کو قتل کیا پھر اُسکو اُسکے باپ نے عمداً قتل کیا تو مولائے مقتول کے واسطے اُسپر قصاص نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر وارثان مقتول میں قاتل کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا وغیرہ ہو تو قصاص باطل ہو جائیگا اور دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک ماں و باپ سے دو سگے بھائی ہیں اُن میں سے ایک نے عمداً اپنے باپ کو اور دوسرے نے عمداً اپنی ماں کو قتل کیا تو امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ دونوں میں سے کسی پر قصاص نہ ہوگا اور ہر ایک پر اُسکے مقتول کی دیت تین سال میں اداکرنی واجب ہوگی بشرطیکہ مقتولین کے واسطے کوئی دوسرا وارث سوائے ان دونوں کے نہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کیا تو اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا اسی طرح اگر ایسے غلام کو قتل کیا جسکے تھوڑے حصہ کا مالک ہوا ہے تو بھی قصاص نہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام نے اپنے مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے غلام وقف کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر قصاص نہیں ہے کوئی اجنبی شریک قتل کیا تو اُسپر بھی قصاص واجب نہوگا جیسے باپ و اجنبی عمداً قتل کرنے والا و خطا سے قتل کرنے والا و الصغیر و الکبیر کذا فی التاتارخانیہ عن التہذیب اور جیسے اجنبی نے کسی شخص کے ساتھ اُسکی زوجہ کے قتل میں شرکت کی حالانکہ اُسکا اس عورت سے ایک فرزند ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر دو شخص ایک شخص کے قتل میں شریک ہوئے کہ ایک نے اُسکو عصا سے مارا اور دوسرے نے دھار دار سے مارا تو دونوں میں سے کسی پر قصاص واجب نہوگا اور دونوں پر آدھا آدھا مال دیت واجب ہوگا اور پھر ہر ایک پر جسقدر دیت لازم آئی ہے یعنے نصف دیت اُسکے حق میں وہ مثل منفرد کے قرار دیا جائیگا پس دھار دار سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور عصا سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکی مددگار برادری پر لازم ہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے۔ ہر محقون الدم کے قتل سے برابر قصاص واجب رہیگا بشرطیکہ اُسکو عمداً قتل کیا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جب قصاص لیا جاوے تو تلوار سے یا جو تلوار کے مثل ہے اُس سے قصاص لیا جاویگا یہ کافی میں ہے۔ حتے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو آگ سے جلادیا یا پانی میں غرق کردیا تو اُسکی گردن پر تلوار ماری جائیگی اسی طرح اگر کسی شخص کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جس سے وہ مرگیا تو پشت کی طرف سے اُسکی گردن پر تلوار مارکر قطع کیجائے گی اور اُسکا عضو نہ کاٹا جائیگا اسیطرح اگر اُسکے سر پر زخم لگاکر ہڈی توڑ دی اور وہ مرگیا تو تلوار سے اُسکی گردن قطع کردیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا سر خود زخمی کیا پھر دوسرے نے اُسکا سر زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو زخمی کیا پھر اُسکو سانپ نے کاٹا اور ان سب سے وہ مرگیا تو اجنبی پر جسنے اُس کے

ف فرزند کے قتل میں ۱۲ ف یعنے جلایا و غرق نکیا جائے گا ۱۲

سر کو زخمی کیا ہے تنہائی دیت وجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین حاضر
ہوئے تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائیگا اور اُن لوگوں کو سوائے اسکے کچھ استحقاق نہوگا اور اگر ایک ہی حاضر ہوا تو اُسکے
قصاص میں قاتل قتل کیا جائیگا اور باقیوں کا حق ساقط ہوجائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا
تو ایک کے قصاص میں یہ جماعت سب قتل کی جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مروہ تبر سے
مارا پس اگر دھار کی طرف سے لگا اور وہ قتل ہوگیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر ڈنڈی سے چوٹ لگی ہو تو قاتل پر
دیت واجب ہوگی اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب دھار کی تیزی کی طرف سے لگا ہو اور قتل کیا ہو
اور اگر دھار کی پشت کیطرف سے لگا تو صاحبین رح کے نزدیک قصاص وجب ہوگا اور یہی امام اعظم رح سے
بھی مروی ہے اور امام اعظم سے ایک روایت میں یہ ہے کہ قصاص جب واجب ہوگا کہ جب جرح سے زخم آیا ہو اور یہی صحیح ہے
اسی طرح ترازو کے بانٹوں سے جو پتھر کے ہوں مارنے میں یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا
اور وہ برابر ہوکر زخمی چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ آزاد ہوگیا تو اُسپر قصاص وجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو نہرنی
وغیرہ کے کسی چیز سے عمداً زخمی کیا اور وہ مرگیا تو ہمیں قصاص نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر مانند سوجا وغیرہ کے کسی چیز سے
زخمی کرکے مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسی جگہ سوئی گڑوئی جہاں سے آدمی قتل ہوجاتا ہے تو قاتل
پر قصاص ہوگا ورنہ نہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو دانتوں سے کاٹ کھایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اجناس
میں ہے کہ جس آلہ سے بہائم حلال ہو جاتے ہیں اگر ایسے آلہ سے آدمی کو مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور جو ایسا نہو اُس
سے قصاص نہوگا یعنے دانتوں سے کاٹ کھانے سے قصاص وجب نہوگا اور اگر کسی شخص کو پے در پے کوڑے مارے
یہانتک کہ وہ مرگیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ میں ہے چھوٹے عصا سے اگر پے در پے مارا یہانتک کہ وہ مرگیا تو ہمارے
نزدیک قصاص وجب نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سو کوڑے مارے اور وہ نوے کوڑوں سے
چنگا بچ رہا اور دس کوڑوں سے مرگیا تو اُسپر ایک ہی دیت وجب ہوگی اور نوے کوڑوں کیواسطے اُسپر کچھ وجب نہوگا اور جو
جراحت بھر آئی اور اُسکا اثر زائل ہوگیا اُسکی بابت ظاہر حکم یہ ہے کہ اُسمیں کچھ وجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ
اُنھوں نے حکومت عدل وجب کی ہے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اُنھوں نے طبیب کی اُجرت اور دواؤں کے دام وجب
کیے ہیں اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب وہ نوے کوڑوں سے اچھا ہوگیا اور اُسکا اثر بالکل زائل ہوگیا
اور اگر اُسکا اثر کچھ باقی رہا تو نوے کوڑوں کیواسطے حکومت عدل ہوگی اور قتل کیواسطے دیت وجب ہوگی اور اگر ایک شخص
کو سو کوڑے مارے اور زخمی کیا اور مجروح اچھا ہوگیا مگر اثر باقی رہا تو حکومت عدل بوجہ باقی رہنے کے وجب ہوگی یہ کافی
میں ہے اگر کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو قصاص میں قتل نکیا جائیگا لیکن اگر قاتل اس فعل میں معروف ہو کہ اُس نے ایک
سے زیادہ بہتوں کے گلے گھونٹے ہوں تو براہ سیاست قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ پھر اگر اُسنے اس فعل سے
توبہ کرلی پس اگر امام کے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کی تو اُسکی توبہ[1] قبول کیجائیگی اور اگر امام کے قابو میں آنے کے بعد اُس نے

[1] یعنے رہا کیا جائے گا اور رہی قبولیت اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے ۱۲ منہ

توبہ کی تو اسکی توبہ قبول نہ کیجائیگی اور یہ حکم ویسا ہی ہے جیسا ساحر کے حق میں ہے کہ جب اُسنے توبہ کی تو اُسکے حق میں بھی
تفصیل ہے اور شیخ الاسلام نے شرح زیادات دہس میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے آدمی کو پانی میں غرق کردیا پس اگر پانی بقدر
قلیل ہو کہ غالباً اسقدر پانی میں آدمی نہیں مرجاتا ہے اور اگر اسمیں سے پیر کر نجات پاسکتا ہے مگر وہ شخص مرگیا تو قاتل
پر قصاص واجب نہوگا اور یہ بالاتفاق خطا مشابہ عمد ہے اور اگر پانی بہت ہو یوں کہ ایسی حالت ہو کہ پیر کر اُس سے نجات ممکن ہو مثلاً
جسکو پانی میں ڈالا ہے وہ بندھا ہوا نہو اور نہ اُسکو گرانبار کردیا ہو اور وہ پیرنا اچھی طرح سے جانتا ہو تو بھی مرجانے کی صورت میں
شبہ عمد ہے قصاص نہوگا اور اگر ایسی حالت ہو کہ نجات ممکن نہ معلوم ہوتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ شبہ عمد ہے قصاص
نہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ محض عمد ہے قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو پکڑ کر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر
اسکو دریا میں ڈال دیا اور وہ نیچے بیٹھ گیا اور مرگیا پھر وہ اُتر آیا تو قصاص نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی مگر دیت
مغلظہ ہوگی اور اگر کسی کو سمندر یا فرات میں برابر غوطے دیتا رہا یہانتک کہ وہ اس صدمہ سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک
شخص نے دوسرے کو سمندر یا فرات و دجلہ میں کشتی پر سے ڈھکیل دیا اور وہ پیرنا نہ جانتا تھا پس تہ میں بیٹھ گیا اور مرگیا تو امام اعظم
کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ساعت اُتر آیا اور پیرا پھر غرق ہو کر مرگیا تو امام اعظم رح
نے کہا کہ گرانیوالے پر دیت و قصاص کچھ واجب نہوگا اسیطرح جو شخص اچھی طرح پیرنا جانتا ہے اور اُسنے گرتے ہی پیرنا شروع
کیا تاکہ کنارے لگ جاوے اور بچ جاوے مگر تھک کر ڈوب گیا اور مرگیا تو بھی قصاص و دیت کچھ واجب نہوگی اور اگر دریا میں
گرانے کے بعد اُسکا حال کچھ معلوم نہوا کہ مرگیا یا نکل گیا اور اُسکا کچھ پتہ نہ لگا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہانتک
کہ یہ معلوم ہوجاوے کہ وہ مرگیا ہے اور اگر وہ دو بار میں دفعہ اچھلا اور ڈوبا اور اسمیں جان باقی تھی پھر معلوم نہوا کہ اُسکا کیا
حال گذرا اور کہیں وہ پایا نہ گیا تو گرانیوالے پر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر میں فرمایا
کہ اگر کسی شخص نے تنور گرم کرکے اُسمیں کسی آدمی کو ڈالدیا یا ایسی آگ میں ڈالدیا جسمیں سے وہ نکل نہیں سکتا ہے اور آگ نے
اُسکو جلا دیا تو قصاص واجب ہوگا اور موضوع مسئلہ اس امر پر اشارت کرتا ہے کہ تنور کا گرم ہونا کافی ہے اگرچہ اُسمیں آگ نہو اور
نقالی نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکو آگ میں ڈالا پھر اُسکو نکال لیا
اور اُسمیں قدرے جان باقی تھی پھر وہ چند روز چارپائی پر زندہ پڑا رہا آخر کار مرگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ آتا جاتا
ہو پھر مرگیا تو قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں باندھکر اُسکے واسطے ایک دیگ
میں پانی گرم کیا حتی کہ پانی جب مثل آگ کے گرم ہوگیا تو اُسکو پانی میں ڈالدیا پس ڈالتے ہی اُسکے بدن کی کھال اُتر گئی اور مرگیا
تو اُسکے عوض قتل کیا جائیگا اور اگر پانی نہایت گرم ہو مگر جوش شدید اُسمیں نہو اور اُسمیں اُسکو ڈالدیا پھر تھوڑی دیر تک رہنے کے
بعد وہ مرگیا حالانکہ اُسکے جسم پر چھالے پڑگئے تھے یا وہ پانی میں اُبل گیا تھا تو قاتل اُسکے قصاص میں قتل کیا جائیگا ورنہ قتل نہ
کیا جائیگا اور اگر ان صورتوں میں ڈالنے والے نے اُسکو دیگ میں سے نکال لیا حالانکہ اُسکا پوست اُتر گیا اور اُسی وقت یا اُسی
روز مرگیا یا کئی روز زندہ رہا مگر اُسپر اُس صدمہ کی وجہ سے مرجانے کا خوف رہا اور وہ مرگیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر وہ کچھ

۱؎ ورنہ یعنے اگر اس قدر گرم نہ ہو کہ چھالے پڑے اور اُبل گیا ۱۲

اچھا ہو کر آنے جانے لگا پھر اسی صدمہ سے مرگیا تو قاتل قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اُسپر دیت واجب ہو گی اور یہ قیاس قول امام اعظم رح ہی۔ اور اگر ایک شخص کو سخت جاڑے میں سرد پانی میں ڈال دیا اور وہ اُسی وقت ٹھٹھر کر مر گیا تو فاعل پر دیت واجب ہو گی اسی طرح اگر اُسکو ننگا کر کے سخت سردی کے دن چھت پر لٹا یا اور برابر اسی طرح رکھا یہانتک کہ وہ سردی سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر اُسکے ہاتھ پانوں باندھکر برف میں ڈالدیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پانوں باندھکر دھوپ میں سورج کے سامنے ڈال دیا اور نہ کھولا یہانتک کہ وہ حرارت آفتاب سے مر گیا تو فاعل پر دیت واجب ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر ایک شخص کو چھت یا پہاڑ سے نیچے گرا دیا یا کنوئیں میں ڈال دیا تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے یہ خطاے عمد ہی اور صاحبین رح کے قول کے موافق اگر ایسی جگہ ہو جس سے غالبا نجات کی امید ہو تو خطاے عمد ہی اور اگر اُس سے نجات کی اُمید نہو تو یہ محض عمد ہی اسمیں صاحبین کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اگر ایک شخص کو زہر پلایا اور وہ اُسکے پینے سے مر گیا پس اگر زبردستی اُسکے منھ میں ڈال کر نگلایا ہی یا پہلے اُسکو دیکر پھر اُسکے پینے پر اُسکو مجبور کیا ہی یہانتک کہ اُس نے پی لیا یا بغیر اکراہ کرنے کے اُسکو دیدیا ہی پس اگر زبردستی نگلایا ہی یا دیکر اُسکے پینے پر مجبور کیا ہی تو مجبور کرنے والے پر قصاص نہوگا ولیکن اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور اگر اُسکو دیدیا اور بدون اکراہ کرنے کے اُس نے پی لیا تو دینے والے پر قصاص اور نہ دیت ہو گی خواہ پینے والا جانتا ہو کہ یہ زہر ہی یا نہ جانتا ہو یہ ذخیرہ میں ہی اور جس نے زہر پلایا ہی وہ مقتول کا وارث[1] ہوسکتا ہی اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھا لے کہ یہ پاکیزہ ہی۔ پس اُس نے کھا لیا لیکن وہ زہر ملا ہوا تھا پس کھانیوالا مر گیا تو کہنے والا ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو پکڑ کر بیڑیاں ڈال کے ایک کوٹھری میں قید کیا یہانتک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو سزا دیکر دردناک کرونگا اور میت کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی مگر امام اعظم رح نے فرمایا کہ قید کرنے والے پر کچھ نہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور اگر کسی شخص کو زندہ پکڑ کر قبر میں دفن کر دیا اور وہ مر گیا تو دفن کرنے والا قصاص میں قتل کیا جاویگا اور یہ امام محمد کا قول ہی مگر فتوی اس بات پر ہی کہ اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک شخص سوتے ہوے یا نابالغ یا ایسے شخص کو جو معتوہ ہو گیا ہی اپنی کوٹھری میں لے گیا پھر کوٹھری اُسپر گر پڑی تو نابالغ اور معتوہ کی صورت میں ضامن ہوگا اور سوتے ہوئے کی صورت میں ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہی جنایات المنتقی میں ہی کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پانوں باندھکر ایک درندہ کے آگے ڈال دیا اور درندہ نے اُسکو ہلاک کیا تو ایسا کرنے والے پر قصاص اور دیت کچھ نہو گی ولیکن اُسکو سزا دیجائیگی اور مارا اور قید کیا جائیگا یہانتک کہ توبہ کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میں شرع کے موافق یہ سمجھتا ہوں کہ برابر قید رکھا جاوے یہانتک کہ مر جاوے کذا فی المحیط **فصل** اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کوٹھری میں داخل کیا اور اُسکے ساتھ ایک درندہ جانور بھی داخل کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا پھر درندہ نے اُس آدمی کو مار ڈالا تو بند کرنیوالا قصاص میں

[1] وارث کیونکہ پینے والا خود خطاکار ہی اور جو کچھ کیا اُسنے اپنے آپ کیا ہی ۱۲

قتل نہ کیا جائے گا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کو سانپ یا بچھونے کاٹا تو بھی کچھ نہوگا خواہ سانپ یا بچھو کو اُس آدمی کے ساتھ کوٹھری میں داخل کر دیا ہو یا یہ دونوں کوٹھری میں پہلے سے موجود ہوں اور اگر اُس نے ایسا فعل کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ کر اُسکی آنتیں نکال دیں پھر ایک شخص نے اُسکی گردن پر تلوار ماری تو قاتل وہی ہے جسنے گردن ماری پس اگر اُس نے عمداً ایسا کیا ہو تو قصاص لیا جاویگا اور اگر خطاءً ایسا کیا ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس شخص نے پیٹ پھاڑا ہے اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسکے پھاڑنے کا شگاف دوسری جانب کو اُٹھ گیا ہو تو دو تہائی واجب ہوگی۔ اور یہ اُس صورت میں ہے کہ جب پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص پورے دن بھر یا دن سے کم زندہ رہ سکتا ہو اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور ایسے زخم تھے باوجود اُسکے جینے کا وہم نہوا اور سوا ے موت کے اضطراب کے اُسمیں کچھ باقی نرہا ہو تو قاتل وہی ہوگا جس نے پیٹ پھاڑا ہے پس اگر عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطاءً ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس نے گردن ماری تھی اُسکو سزا دیجائیگی اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایسا سخت مجروح کیا کہ اُس زخم کے ساتھ اُسکی زندگی کا گمان نرہا پھر ایک شخص نے اُس کو دوسرے زخم سے مجروح کیا تو قاتل وہی پہلا ہے جسنے زخم کاری سے مجروح کیا ہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ دونوں زخم آگے پیچھے واقع ہوے ہوں اور اگر دونوں ایک ساتھ واقع ہوے ہوں تو دونوں قاتل ہوں گے اور اسیطرح اگر ایک نے دس زخم لگائے ہوں اور دوسرے نے ساتھ ہی ایک ہی زخم لگایا ہو تو بھی دونوں قاتل ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی گردن کاٹ ڈالی مگر ذراسی حلقوم لگی رہگئی اور ہنوز اُس میں روح باقی ہے کہ دوسرے نے اُسکو قتل کرڈالا تو دوسرے پر قصاص واجب نہوگا اسواسطے کہ یہ میت ہے اور اگر ایسی حالت میں اسکی روح نکلنے سے پہلے اُسکا بیٹا مرجاوے تو بیٹا اُس کا وارث ہوگا اور یہ اپنے بیٹے کا وارث نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ بشر[ا] ابن الولید نے امام ابو یوسف رح سے اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے عمداً دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ہاتھ کٹے ہوے نے کاٹنے والے کے بیٹے کو عمداً قتل کرڈالا پھر ہاتھ کٹا ہوا اسی زخم سے مر گیا تو ہاتھ کٹے ہوے کے وارث کے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور یہی مسئلہ منتقی میں دوسرے مقام پر امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور اُسمیں قیاس و استحسان مذکور ہے یعنی فرمایا کہ قیاساً ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی زید نے بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کیا پھر بکر نے خطا سے زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید اس زخم سے مرگیا تو بدلا ہوجائیگا اور زید کے وارث کیواسطے بکر پر دیت واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو تلوار مارکر قتل کیا ہے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ خطا پر محمول کیا جائے گا جبتک یوں نہ کہے کہ عمداً ایسا کیا ہے

[ا] بشر بن الولید الکندی شاگرد ابو یوسف رح اور حدیث میں شاگرد مالک و عبد الرحمن بن الغسیل رحمہما اللہ تعالی اور ان سے ابو یعلی الموصلی و بغوی وغیرہ نے حدیث کی ہے دارقطنی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے ۱۲ میزان وغیرہ [۵] یعنی سانپ و بچھو ۱۲

یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار ماری پس فلان شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے چھری بھونکی پس فلان شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے اس مقتول کے سوا دوسرے کا قصد کیا تھا مگر چوک کر اسکو زخم پہونچا ہے تو اُسکے ذمہ سے قتل دور کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے عمداً فلان شخص کو تلوار ماری اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ وہ اسی زخم سے مرا ہے لیکن ہان مر گیا ہے اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تیری ضرب سے مرا ہے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ میری ضرب اور سانپ کے کاٹ کھانے سے یا دوسرے شخص کے لاٹھی مارنے سے مرا ہے اور وارث نے کہا کہ تیری ہی ضرب سے مرا ہے تو مارنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قاتل کو کسی اجنبی نے قتل کیا پس اگر قتل عمد ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو اجنبی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اجنبی کے قتل کرنے کے بعد وارث نے کہا کہ میں نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ اُسکے پاس اس بات کے گواہ نہیں ہین تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط میں ہے ایک صف مسلمانوں کی اور ایک صف کافرون کی دونون لڑائی میں باہم مل گئیں پس ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کرکے قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر کفارہ اور دیت واجب ہوگی یہ صدر الشہید کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ دیت جبھی واجب ہوگی کہ جب دونون باہم مختلط ہون اور اگر مسلمان مقتول مشرکون کی صف میں ہو تو اُنکی جماعت کی تکثیر کرنیکی وجہ سے عصمت ساقط ہو کر دیت بھی وجب نہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو اُسکا قتل کر دینا واجب ہے اور اُسکے قتل کر دینے سے کچھ نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک مسلمان پر ہتھیار اُٹھایا اور مسلمان نے اُسکو قتل کر ڈالا یا مسلمان کے سوا دوسرے نے مسلمان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکے قتل سے کچھ لازم نہوگا خواہ رات میں العیاذ واقعہ ہوا ہو یا دن میں خواہ شہر میں ہو یا شہر سے باہر ہو یہ تبیین میں ہے۔ اگر رات میں شہر کے اندر یا دن میں شہر کے باہر ایک شخص نے مسلمان پر لاٹھی اُٹھائی پھر مسلمان نے اس لاٹھی اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر ڈالا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اگر شہر کے اندرون میں اُسنے لاٹھی اُٹھائی اور جسپر اُٹھائی تھی اُسنے اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مجنون نے غیر مجنون پر ہتھیار اُٹھایا اور غیر مجنون نے اُسکو عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر اپنے مال سے دیت واجب ہوگی اور نابالغ اور چوپائے کی صورت کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر منھ پھیر کر چلا پھر اُس زخمی نے اس مارنے والے کو ضرب کاری سے قتل کیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا مگر یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ پہلے شخص نے ایک زخم لگا کر اس طرح منھ پھیرا ہو کہ دوبارہ مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو یہ کافی میں ہے۔ اگر شہر میں ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر مارنے والے کو زخمی کے سوا دوسرے نے قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ ہتھیار اُٹھانے والے نے ایک ہاتھ مار کر منھ پھیر لیا تھا دوبارہ مارنیکا قصد نہ تھا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص کے

یہاں رات میں دوسرا شخص گیا اور چرانے کے واسطے مال نکالا پھر مالک نے اُسکا پیچھا کرکے اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب بدون قتل کیے اپنا مال واپس نہ لے سکتا ہو کذا فی الہدایہ اور اگر ایسا ہو کہ اگر وہ چیخے تو چور اُسکا مال چھوڑ کر بھاگ جائیگا مگر اُسنے ایسا نکیا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

تیسرا باب۔ قصاص حاصل کرنے والوں کے بیان میں۔ باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تلف کرنے یا جان تلف کرنے سے کم کا قصاص لیوے اور ہر شخص جو اللہ تعالے کے فرائض کے موافق مستحق میراث ہے وہ قصاص کا مستحق ہوتا ہے پس اسمیں شوہر اور جورو بھی داخل ہیں اور دیت کا بھی یہی حکم ہے اور جب وارث لوگ بالغ ہوں تو جبتک سب وارث متفق نہوں تب تک بعض وارثوں کو یہ اختیار حاصل نہوگا کہ قصاص لیویں اور سب وارثوں یا کسی وارث کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قصاص حاصل کرنے کیواسطے کسی شخص کو وکیل کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور مستحق قصاص اصل میں مقتول ہوتا ہے پھر اُسکا وارث اُسکا قائم مقام ہوجاتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ہی وارث ہے تو اُسکو جائز ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر ڈالے خواہ قاضی نے اسکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور تلوار سے قتل کرے اور گردن جدا کر دے اور اگر اُسنے سوا تلوار کے دوسری چیز سے قتل کرنا چاہا تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر اُسنے ایسا کیا تو تعزیر دیجائیگی لیکن اُسپر ضمان واجب نہوگی اور چاہے جسطرح سے قتل کرے بہر صورت اپنا حق بھر پانیوالا ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اُسکے باپ کو اختیار ہے کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یا اُس سے صلح کرے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ اُسکو معاف کر دے اسی طرح عمداً اگر معتوہ کا ہاتھ کاٹا گیا تب بھی یہی حکم ہے اور باپ کا وصی ان سب صورتوں میں بمنزلہ باپ کے ہے لیکن وہ قتل نہیں کر سکتا اور اس حکم مطلق کی بحث میں جان سے صلح کرنا اور کسی عضو پر قصاص حاصل کرنا بھی مندرج ہے اور نابالغ لڑکا اس حکم میں بمنزلہ معتوہ کے ہے اور قاضی صحیح مذہب کے موافق بمنزلہ باپ کے ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ جب قصاص کا پورا استحقاق نابالغ کے واسطے ہو تو برادر بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر استحقاق قصاص بالغ اور نابالغ کے درمیان مشترک ہو تو امام اعظم کے نزدیک بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ بالغ کو یہ اختیار نہیں ہے الا اُس صورت میں کہ یہ بالغ اُس نابالغ کا باپ ہو تو حاصل کر سکتا ہے اسی طرح اگر بالغ کا شریک کوئی معتوہ یا مجنون ہو اور اُسکا بھائی ہو تو بھی یہی خلاف ہے اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کے ساتھ سلطان کو قصاص حاصل کرنے کا اختیار ہے اور صاحبین رح نے اسمیں خلاف کیا ہے اور اگر سب وارث نابالغ ہوں تو بعض نے فرمایا کہ قصاص حاصل کرنیکا استحقاق سلطان کو ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ وارثوں یا کسی وارث کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جاویگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا کوئی ولی نہیں ہے تو سلطان کو اور نیز قاضی کو اُسکا قصاص لینے کا اختیار ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر کوئی غلام عمداً قتل کیا گیا تو اُس کے قصاص کا استحقاق اُسکے مالک کو ہے اور مدبر اور مدبرہ و ام ولد اور اُسکا بچہ[1] بمنزلہ غلام کے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کے دو غلام ہیں اُنمیں سے ایک نے دوسرے کو عمداً قتل کیا تو مولے کو اختیار ہے

ف۱ قولہ اسکا بچہ یعنے ام ولد کا وہ بچہ جو مولے کے سوا اُسکے کسی شوہر سے ہو ۱۲

کہ قاتل سے مقتول کا قصاص لے یہ محیط میں ہے۔ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر بالغ اور نابالغ کا مشترک غلام قتل کیا گیا تو
بالاجماع نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے بالغ کو اُسکا قصاص لے لینے کا اختیار نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اگر ایک غلام دو
یا تین آدمیوں میں مشترک ہو تو اُسکے قصاص کا استحقاق ان سب کو متفق ہو کر حاصل ہو سکتا ہے تنہا کسی ایک کو نہ ملے گا
اور اگر ان میں سے کسی ایک نے عفو کیا تو باقیوں کا حق مال سے متعلق ہو کر غلام کی قیمت کیطرف منقلب ہوگا جیسا کہ آزاد کی
صورت میں دیت کیطرف منقلب ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا
پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ اس زخم سے مر گیا پس اگر مولے کے سوا اُسکا کوئی وارث نہو تو مولے کو اختیار
ہوگا کہ اُسکے قاتل کو قصاصًا قتل کرے اور اگر سوائے مولے کے کوئی اور اُسکا وارث ہو تو امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ
کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا کذا فی الکافی۔ اور نوادر ہشام میں ابو یوسف رہ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ قائم کیے مگر گواہوں نے یہ
گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام تھا لیکن مدعی نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ مقتول ہونے کے روز آزاد تھا پس اگر کوئی
اسکا وارث ہو تو قتل عمد کی صورت میں اس کے وارث کے واسطے استحقاق قصاص کا حکم دونگا اور خطا کی صورت میں
دیت کا حکم دونگا اور اگر کوئی اُسکا وارث نہو تو قتل خطا اور قتل عمد دونوں صورتوں میں اُس کے مولے کو اُسکی قیمت
ملیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب قتل کیا گیا اور سوائے مولے کے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اُس نے اداے
کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑا تو امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک اُسکے مولے کو قصاص ملیگا اور اگر اُسنے
وفاے کتابت کے لائق مال چھوڑا اور سوائے مولی کے اُسکا کوئی وارث دوسرا ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ وہ مولے کے
ساتھ اتفاق کریں اور اگر اُس نے وفاے کتابت کے لائق مال نہ چھوڑا اور اُسکے آزاد وارث موجود ہیں تو سب اماموں کے
نزدیک بالاتفاق مولی کیواسطے قصاص کا استحقاق ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایسا غلام جسکا تھوڑا حصہ آزاد ہو چکا ہے باقی کی
ادا سے عاجز ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تو منتقی میں لکھا ہے کہ قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر مکاتب
نے اپنے غلام کو قتل کیا تو قصاص نہیں ہے اور اگر اپنے مکاتب کے غلام کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اُسکے بیٹے
کو عمدًا قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غلام ماذون عمدًا قتل کیا گیا اور وہ قرضدار ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ مولی اور اُسکے
قرضخواہ لوگ قصاص لینے پر اتفاق کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام مرہون قتل کیا گیا تو جبتک راہن و مرتہن دونوں
قصاص لینے پر اتفاق نہ کریں تب تک قصاص واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اتفاق کیا تو قصاص
حاصل کرنیکا استحقاق راہن کو ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام قتل کیا گیا تو موجر کیواسطے استحقاق
قصاص حاصل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر غلام مبیع مشتری کے قبضہ سے پہلے عمدًا قتل کیا گیا تو مشتری کو بیع پورا کرنے
اور بیع رد کرنے میں اختیار ہوگا پس اگر اُسنے بیع کو پورا کیا تو اُسکو قصاص لینے کا اختیار ہوگا لیکن بائع کو ثمن ادا کرنے
کے بعد اُسکو قصاص بھر پانے کا اختیار ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ میں ہے۔ اور اگر مشتری بیع توڑ دے تو بائع کو اختیار
ہوگا اور یہ امام اعظم رہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے بیع کو پورا کیا تو یہی

حکم ہو اور اگر فسخ کیا تو بائع کو قصاص نہ ملے گا بلکہ اُسکے واسطے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک دونون صورتون مین قیمت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہو۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع قتل ہوا اور خیار اُسی کا ہو تو قصاص کا استحقاق اُسی کو ہوگا خواہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہوا ور اگر خیار بائع کا ہو تو قاتل کا پیچھا کر کے چاہے اُسکو قتل کرے یا چاہے مشتری سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ محیط سرخسی مین ہو اور جب مشتری سے قیمت تاوان لے تو مشتری کو حق قصاص حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو اور جو غلام مہر قرار دیا گیا ہو اور ہنوز شوہر کے قبضہ مین ہو یا جو خلع کا عوض قرار دیا گیا ہو اور وہ ہنوز عورت کے قبضہ مین ہو یا جو بدل صلح قرار دیا گیا ہو اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین ہوا ہو اگر ایسا غلام قتل کیا گیا تو یہ بمنزلہ مبیع کے ہو جبکہ مبیع قبضہ سے پہلے قتل ہوئی ہو یعنے اگر مستحق نے قاتل کا پیچھا کرنا اختیار کیا تو اُسکی ملک پوری ہوگئی اور تمام ہوگئی پس اُسکے واسطے قصاص واجب ہوگا اور اگر اس نے قیمت طلب کی تو غلام مذکور کی ملکیت فسخ ہوگئی پس دوسرے کے واسطے قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ غلام مغصوب اگر عمداً غاصب کے قبضہ مین قتل کیا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قاتل سے قصاص لے اور چاہے غاصب سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے پھر غاصب نے جو کچھ تاوان دیا ہو وہ قاتل سے واپس لے گا اور غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ قاتل کو قتل کرادے اور جو غلام کہ اُسکے رقبہ کے کسی کے نام وصیت کی گئی ہو اور دوسرے کے نام اُسکی خدمت کی وصیت کی گئی ہو اگر وہ عمداً قتل کیا گیا تو اُسمین قصاص نہین ہو الا اُس صورت مین کہ دونون اتفاق کر لین اور اتفاق کرنے کی صورت مین جسکے واسطے رقبہ کی وصیت کی گئی ہو وہ قصاص کو حاصل کرے گا اور اگر خدمت کا مستحق قصاص پر راضی نہوا تو قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا اور اُسکا حال مثل حال اول کے ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ مین ہو۔ اور اگر اپنے غلام کی دوسرے کے نام وصیت کی اور موصی لہ کے وصیت قبول کرنے سے پہلے وہ غلام عمداً قتل کیا گیا۔ اور موصی مر گیا ہو اور اُسنے وارث چھوڑا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہو کہ غلام مذکور وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے مرا ہو یا پیچھے مرا ہو تو ایک کے واسطے قصاص بھر پانے کا استحقاق نہوگا اور اگر اس بات مین اتفاق کیا گیا کہ موصی سے پہلے مرا ہو پھر غلام قتل کیا گیا ہو تو بھی دونون مین سے ایک کے واسطے استحقاق استیفاء[2] قصاص نہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قاتل سے غلام مقتول کی قیمت لے لے اور اگر اُسنے وصیت رد کر دی تو اُسکی قیمت وارثان موصی کو ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر دو شخصون نے ایک شخص کو قتل کیا پھر ولی نے دونون مین سے ایک کو معاف کر دیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ دوسرے کو قتل کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصون کو قتل کیا پھر ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کیا تو دوسرے مقتول کے ولی کو قاتل کے قتل کرنے کا اختیار رہیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو

چوتھا باب۔ جان تلف کرنے سے کم مین قصاص لینے کے بیان مین۔ جان سے کم مین قصاص و بدلا لینے مین مساوات

---

[1] جس کے واسطے موصی نے وصیت کی ۱۲ [2] استیفاء ہمارے عرف مین اسکو بھر پائی بولتے ہین ۱۲

معتبر ہے پس دایاں ہاتھ بائیں کے عوض قطع نہ کیا جائیگا اور بایاں داہنے کے عوض قطع نہوگا اور نہ صحیح سالم ہاتھ بعوض شل[1] ہاتھ کے
اور نہ عورت کا ہاتھ بعوض مرد کے ہاتھ کے اور نہ مرد کا ہاتھ بعوض عورت کے ہاتھ کے اور نہ آزاد کا ہاتھ بعوض غلام کے
ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض آزاد کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے قطع کیا جائیگا اسواسطے کہ
غلام کے ہاتھ میں اُسکی نصف قیمت واجب ہوتی ہے اور قیمت باہم مختلف ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور
اعضا کے قصاص میں مسلمان وذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہے اسی طرح دو آزاد عورتوں کے درمیان و
مسلمان عورت وکتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہے اور نیز دو کتابیہ عورتوں کے درمیان واجب ہوتا ہے
یہ جوہرۂ نیرہ میں ہے۔ اور بالوں میں بالکل قصاص نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور سر یا بدن کی کھال
اگر کچھ قطع کیجاوے تو اُسمیں قصاص نہوگا اور اسی طرح اگر دونوں کالوں و پیٹھ و پیٹ کے گوشت میں سے اگر کچھ قطع
کیا جاوے تو اُسمیں قصاص نہیں ہے اور ایسا ہی ٹھوڑھی میں بھی قصاص نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور لطمہ[2] ولکمہ ووجاءہ
ودقہ میں قصاص نہیں ہوتا ہے یہ جوہرۂ نیرہ میں ہے۔ اور ہڈی میں قصاص نہیں ہوتا ہے سوائے دانتوں کے یہ کافی
میں ہے۔ اور ہر قطع جو مفصل سے ہو اُسمیں اسی موضع میں قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جاوے
ہو اُسمیں ہمارے نزدیک قصاص نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ میں مارا جس سے اُسکی
روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہے تو اُسپر قصاص ہوگا بایں طور کہ ایک آئینہ گرم کیا جائیگا اور وہ گرم آئینہ
اُسکی آنکھ سے قریب کیا جائیگا اور اُسکی دوسری آنکھ پر پٹی باندھی جائے گی اور اُسکے چہرے پر بھیگی ہوئی روئی رکھی جائیگی
اور اُسکی آنکھ اُس گرم آئینہ سے مقابل کیجائیگی پس اُسکی روشنی جاتی رہے گی یہ کافی میں ہے۔ اور مشائخ نے روشنی
جاتی رہنے کی پہچان میں گفتگو کی ہے محمد بن مقاتل رازی نے فرمایا کہ اُسکی آنکھ کھولکر سورج کے سامنے کیجاوے پس
اگر آنسو بھر آویں تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی باقی ہے اور اگر آنسو نہ بھریں تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی جاتی رہی ہے۔
اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکے سامنے سانپ ڈالا جاوے پس اگر سانپ سے بھاگے اور ڈرے تو معلوم ہوگا کہ روشنی
باقی ہے اور محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل بصارت کو دکھلایا جاوے اور اگر یہ معلوم نہووے تو اُسمیں دعوے وانکار کا
اعتبار کیا جاوے گا اور قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا مگر قسم قطعی لیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔
اور کرخی نے ذکر کیا کہ اگر آنکھ منقور[3] و منخسف ہو جاوے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے
دوسرے کی آنکھ میں عمداً مارا اور وہ سپید ہو گئی ایسی کہ اُس سے کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا تو عامہ علماء کے
نزدیک قصاص واجب نہوگا اور جس صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے اُس صورت میں خواہ ہتھیار مارے
یا انگلی وغیرہ کسی چیز سے مارے کچھ فرق نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ حدقہ چشم کے قطع کرنے میں قصاص نہیں ہے۔ پس اگر کسی آدمی کا حدقہ چشم قطع کیا اور اُس نے

[1] یعنی بیکار جیسے فالج زدہ وغیرہ کے ہوجاتے ہیں ۱۲ [2] لطمہ تھپڑ مارنا لکمہ گھونسا مارنا وجاءہ بکسر الواو والمد از خصی کردن ودقہ دھول مشت دینا دھکا دیکر مارنا ۱۲ [3] منقور کرد گیرد بریدہ و منخسف پست شدہ ۱۲

کہا کہ میں اس بات پر راضی ہوتا ہوں کہ اس مجرم کی آنکھ خسف کر دی جاوے اور اُسکا حدقہ چشم اُکھاڑ ڈالا جاوے
میں اپنے حق سے کم ہی بدلا لے لونگا تو منتقی میں مذکور ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے۔ یہ محیط میں ہے
ایک شخص نے دوسرے کی دائیں آنکھ تلف کر دی اور مجرم کی بائیں آنکھ کانی ہے اور اُسکی دائیں آنکھ درست ہے
تو اُسکی دائیں آنکھ سے قصاص لیا جاویگا یعنے پھوڑ کر اندھا چھوڑ دیا جاویگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام حسن سے
روایت ہے کہ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوڑی گئی حالانکہ اُسکی آنکھ احول تھی لیکن اس سے اُسکی بصارت میں کچھ ضرر نہ تھا
اور نہ کچھ نقصان تھا پس اُسکی آنکھ کو ایک شخص نے عمداً پھوڑ ڈالا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر بھینڈا پن
سخت ہو کہ بصارت میں ضرر ہو اور وہ پھوڑی گئی تو اُسمیں حکومت عدل کا حکم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کی آنکھ
احول زیادہ ہو کہ اُسکی آنکھ کی بصارت میں ضرر ہو اور اُسنے ایسی آنکھ پھوڑی جسمیں بھینڈا پن نہیں ہے تو
جسپر ظلم ہوا ہے اُسکو اختیار ہوگا چاہے قصاص لیلے اور ناقص بدلے پر راضی ہو جاوے اور چاہے مجرم سے
اُسکے مال سے نصف دیت تاوان لے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اگر ایک شخص کی دائیں آنکھ میں سپیدی ہے
اور اُسنے ایک دوسرے شخص کی دائیں آنکھ ضائع کر دی تو اس شخص کو اختیار ہوگا چاہے مجرم کی ناقص
آنکھ سے قصاص لے جبکہ قصاص ممکن ہو سکتا ہو مثلاً کچھ دکھلائی دیتا ہو اور چاہے اپنی آنکھ کی دیت
لے اور اگر اُسکی آنکھ بالکل چربیلی سپید ہو کہ اُس سے بالکل دکھلائی نہ دیتا ہو تو اُسمیں بالکل قصاص
نہ ہوگا اور اگر اُسنے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا ہو یہانتک کہ پھوڑنے والے کی دائیں آنکھ کسی شخص نے پھوڑ ڈالی
تو اول کا حق جو اُسکی آنکھ سے متعلق تھا باطل ہو جائیگا اور اگر اُس شخص نے جسکی آنکھ پہلے پھوڑی گئی ہے دیت لینا
اختیار کیا پھر ایک شخص اجنبی نے مجرم کی آنکھ پھوڑ ڈالی پس اگر اول شخص کا اختیار کرنا صحیح ہو تو آنکھ کے تعلق سے
اُسکا حق منتقل ہو کر دیت کیطرف آجائیگا اور عین مذکور فوت ہو جانے سے اُسکا حق باطل نہوگا اور اگر اُسکا اختیار کرنا صحیح نہو تو حق باطل
ہو جائیگا اور اختیار صحیح ہونیکی بنا یہ ہے کہ جنایت کرنے والا اُسکو اختیار دے ورنہ اگر اُسنے خود ہی یہ اختیار کیا تو قبل صحیح
نہوگا۔ اور جس صورت میں اُسکا اختیار صحیح نہ ٹھہرے تو جب آنکھ کی سپیدی جاتی رہے تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ
قصاص کیطرف رجوع کرے اور جس صورت میں اُسکا اختیار صحیح ہو گیا ہے اُس صورت میں رجوع بقصاص نہیں کر سکتا ہے
یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص کی دائیں آنکھ سپید ہو اور اس
نے دوسرے شخص کی دائیں آنکھ ضائع کر دی پھر اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی تو جسپر جرم کیا ہے اُسکو
اختیار رہوگا کہ مجرم سے قصاص لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں مارا پھر وہ اس
ضرب سے سپید ہو گئی پھر سپیدی جاتی رہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا لیکن یہ اُسوقت ہے کہ آنکھ کی بینائی
ایسی ہی ہو جیسی تھی اور پہلے کی بہ نسبت کم آئی تو اُس میں حکومت عدل ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ پر جسمیں سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے جنایت کی اور جنایت کرنے
والے کی آنکھ میں بھی سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے تو دونوں میں قصاص نہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں ایک ضرب لگائی جس سے تھوڑی پتلی سپید ہوگئی یا اُسمین قرحہ[1] پڑ گیا یا ریح یا سبل[2] آگئی یا اور کوئی ایسی چیز جو آنکھ کو خراب کرتی ہے پیدا ہوگئی اور اُس مین نقصان آگیا تو اس کا قصاص نہوگا بلکہ اسمین حکومت عدل[3] واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ہارونی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر عورت کے پیٹ سے ولادت کے وقت فقط بچہ کا سر نکلا تھا اور ہنوز سر سے زیادہ کچھ نہین نکلا تھا کہ اتنے مین ایک شخص نے آکر اُس بچہ کی آنکھ پھوڑ دی تو اُسپر دیت قرار دونگا اور آنکھ کا قصاص واجب نہ کرونگا جبتک سر کے ساتھ آدھا دھڑ یا زیادہ برآمد نہوا ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک بچہ کی آنکھ ولادت کے وقت یا چند روز بعد پھوڑ ڈالی پس اگر کہا کہ اُس بچے اُسکو دکھلائی نہین دیتا تھا یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ دکھلائی دیتا تھا یا نہین تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر عادلون کا تجویز کیا ہوا ارش واجب ہوگا اور اگر معلوم ہو جائے کہ اُس آنکھ سے اُسکو دکھلائی دیتا تھا مثلاً دو گواہ اُس آنکھ کے صحیح سالم ہونے کی گواہی دین پس اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو نصف دیت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہو تو اُسپر قصاص نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور بائین آنکھ کا قصاص داہنی سے یا داہنی کا بائین سے نہ لیا جائیگا اور اگر جنایت کرنے والے کی آنکھ بہ نسبت مظلوم کی آنکھ کے بڑی یا چھوٹی ہو تو یہ کچھ فرق نہین ہے دونون برابر ہین اور قصاص لے لیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر پورا کان کاٹ گیا پس اگر عمداً ہو تو اسمین قصاص ہے اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو اسمین بھی قصاص ہے بشرطیکہ اسکی استطاعت ہو اور پہچانا جائے یہ کرخی کی عبارت ہے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ کان مین مفاصل ہین پس جب کان تھوڑا کاٹا جاوے پس اگر معلوم ہو جاوے کہ مفصل سے قطع کیا گیا ہے تو قصاص لیا جائے گا اور مفصل کی پہچان کا مرجع اہل بصارت ہین پس اگر اہل بصارت نے کہا کہ کان کے واسطے مفاصل ہین اور اس نے مفصل سے قطع کیا ہے تو اسی مفصل سے مجرم سے قصاص لیا جائے گا اور اگر انھون نے کہا کہ اسکے مفصل نہین ہین تو کاٹنے والے کے کان سے اسی قدر کاٹ لیا جائے گا جس قدر اُس نے کاٹا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اجناس مین لکھا ہے کہ اگر کاٹنے والے کے کان کا حلقہ چھوٹا ہو اور جسکا کان کاٹا ہو اُس کے کان کا حلقہ بڑا ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے نصف دیت لے لے اور چاہے اسکی چھوٹائی کے انداز پر کاٹے اور اگر کان پھٹا ہوا شتگاف دار ہو پس اگر یہی کان کاٹا گیا تو اسمین حکومت عدل ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کا کان کھینچا اور اُسکی گدیہ[4] نوچ لی تو قصاص نہوگا مگر مجرم پر اُسکے مال سے اسکا ارش واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر پورا حلقہ عمداً کاٹ لیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہ ہوگا اور اگر ناک کا بانسا تھوڑا کاٹ لیا تو بالاتفاق قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور بعض مشائخ نے اربنبہ مین کے حق مین فرمایا کہ حکومت عدل ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہو تو جسکی ناک کاٹی ہے اُسکو اختیار ہوگا چاہے اُسکی ناک کاٹ لے یا اپنی ناک کا ارش لے یہ محیط مین ہے۔ اور

---

[1] قرحہ وہ زخم جس سے ریم وغیرہ جاری ہو۱۲ [2] سبل جالا جو پتلی آنکھ کو ڈھانک لیتا ہے۱۲ [3] یعنے دو عادل حکم بنائے جاوین جس قدر وہ تجویز کرین وہ دیا جائیگا۱۲ [4] یعنے کان کا نرمہ جسکو کچیا اور لو کہتے ہین۱۲ [5] یعنی اُسکی آنکھ پھوڑ دی جائیگی۱۲

اگر ناک کاٹنے والا اخشم ہو یعنے اُسکو بو نہ معلوم ہوتی ہو یا اخرم ہو یا کسی صدمہ پہونچنے سے اُسکی ناک میں نقصان ہو تو
ناک کٹے ہوئے کو اختیار ہوگا چاہے کاٹنے والے کی ناک کاٹے یا اپنے ناک کی دیت لے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ناک
کی جڑ میں سے کچھ کاٹ لیگئی تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہے مفصل نہیں ہے اور اگر بچہ کی ناک ہڈی کی جڑ سے
کاٹی گئی تو کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا خواہ وہ بو پاتا ہو یا نہیں اور اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو پوری دیت واجب ہوگی
اور اس سے مراد مارن[۱] وجو حصہ نرم ہو وہ ہے جیسا کہ بالغ میں گذرا ہے اسواسطے کہ بچہ کی ناک کی ہڈی اگرچہ مثل غضروف
کے ہوتی ہے لیکن اسکا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ اُسکی باقی ہڈیوں میں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ طحاوی نے اپنی شرح میں
ہشام سے روایت کرکے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کا ہونٹھ اوپر کا یا نیچے کا کاٹا گیا پس اگر کاٹنے والے سے قصاص ممکن
ہو تو اوپر کے عوض اوپر کے ہونٹھ سے اور نیچے کے عوض نیچے سے قصاص لیا جائیگا اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر
پورا ہونٹھ کاٹا گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور زبان کاٹنے
میں قصاص نہیں ہے عمداً ہو یا نہو خواہ کل کاٹی ہو یا تھوڑی اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتین
و ظہیریہ میں ہے۔ اور دانت میں قصاص ہے اگرچہ جس سے قصاص لیا جاتا ہے اُسکا دانت مظلوم کے دانت سے
بڑا ہو اور سوائے دانت کے کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور بڑھے دانت میں قصاص نہیں ہے
ہاں حکومت عدل واجب ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور دانت کے قصاص لینے میں توڑنے والے اور
جسکا دانت توڑا گیا ہے اسکے دانت کی مقدار صغیر و کبیر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ قصاص میں اسی قدر حصہ
توڑا جائیگا جس قدر اُس نے توڑا ہے یعنے نصف یا تہائی یا چوتھائی جس قدر توڑا ہے اُسی قدر دوسرے
کا دانت توڑا جائیگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور داہنے کے عوض داہنا اور بائیں کے عوض دایاں نہ
توڑا جائیگا اور اگلے دو دانت بعوض اگلے دو دانتوں کے اور دانت بعوض دانت کے اور ڈاڑھیں
بعوض ڈاڑھوں کے توڑی جاوینگی اور نیچے والے کے عوض اوپر والے یا اوپر والوں کے عوض
نیچے والے نہ لیے جاوینگے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر ایک دانت میں سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی سیتی توڑا
ہو کہ اُسمیں قصاص لیا جاسکتا ہے تو سوہان سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اُسنے بطور سیتی نہ توڑا ہو کہ اُسمیں قصاص لینا
ممکن نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا بلکہ ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اُسنے اُکھاڑ لیا تو اُسکا دانت اُکھاڑا
نہ جائیگا بلکہ سوہان سے ریت دیا جائیگا یہانتک کہ گوشت تک پہنچ جاوے اور اس سے زیادہ ساقط ہو جائیگا
یہ فتاوی صغری میں ہے۔ اور اگر تھوڑا سا دانت توڑا پھر باقی سیاہ یا سرخ یا سبز پڑ گیا اور کسی طرح کا اُسمیں
توڑنے کی وجہ سے عیب آگیا تو قصاص نہوگا اور دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر مظلوم نے جسکا دانت
توڑا گیا ہے یوں کہا کہ میں بقدر توڑے ہوئے کے قصاص لونگا اور جسقدر سیاہ ہو گیا ہے اُسکا ترک کردونگا
تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص کے دانت میں سے کسی قدر توڑا گیا

[۱] مارن نرمہ بینی یعنے ناک کا شروع حصہ جہانتک نرم ہوتا ہے ۱۲ منہ لیکن معمولی تعداد سے شمار میں زائد ہے ۱۲

تو ایک سال انتظار کیا جائیگا اگر سال پورا ہو جانے پر اسمین تغیر نہ آیا تو توڑنے والے پر قصاص واجب ہوگا
کہ اُسکا دانت سوہان سے ریتا جائیگا اور اسکے واسطے ایک طبیب عالم تلاش کیا جائیگا اور اُس سے دریافت
کیا جائیگا کہ ہم سے بیان کر کہ اسکے دانت مین سے کس قدر جاتا رہا ہی پس اگر آدھا جاتا رہا تو توڑنے والے
کے دانت سے نصف ریتا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کے دانت کا ٹکڑا توڑ دیا اور باقی خود گر گیا
تو مشہور مذہب کے موافق قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ دو شخص کھیل کی جگہ کھڑے ہوئے تاکہ ایک
دوسرے کو گھونسا مارے جیسا کہ عادت ہی پس ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا اور اُسکا دانت توڑ دیا تو مارنے
والے پر قصاص ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا جسپر فتوی طلب کیا گیا تو سب فتوی کے جواب اس حکم پر متفق
تھے اور ایک نے دوسرے سے کہا ہو کہ (نگا لگا) اور اُسنے گونسا لگایا اور دانت توڑ دیا تو اُسپر کچھ قصاص وغیرہ نہ ہوگا
اور یہی صحیح ہی بمنزلہ ایسے قول کے کہ میرا ہاتھ کاٹ اُسنے کاٹ دیا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے
اگلے دو دانت توڑے اور توڑنے والے سے قصاص لیا گیا پھر توڑنے والے کے دو نون دانت جو قصاص مین
رہنے گئے ہین اُگے تو جسکے واسطے قصاص لیا گیا تھا اُسکو دوبارہ جمے ہوے دانتون کے اُکھڑ دینے کا اختیار
نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ لیا پھر جسکا دانت اُکھاڑا ہی اُسنے اکھاڑنیوالے
کا دانت قصاص مین اُکھاڑا پھر اول کا دانت جم آیا تو دوسرے کو اُکھاڑنے والے پر پہلے اکھاڑنیوالے کیواسطے
پانچ سو درم اُسکے دانت کا ارش واجب ہوگا اور اگر اُسکا دانت ٹیڑھا اُگا تو اس مین حکومت عدل ہوگی اور اگر
آدھا دانت جم آیا تو آدھا ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دانت مین مارا اور دانت
گر گیا تو اُسکی جگہ اچھے ہو جانے تک انتظار کیا جائیگا اور ایک سال تک انتظار نہ کیا جائیگا مگر روایت مجرد کے موافق
اور وجہ عدم انتظار کی یہ ہی کہ بالغ کا دانت دوبارہ جمنا نادر ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر نابالغ کا دانت اُکھاڑا
ہو تو انتظار کیا جائیگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چاہیے کہ مجرم سے کفیل لیا جاوے پس اگر نابالغ کے دانت کی جگہ
دوسرا دانت جم آوے تو مجرم پر کچھ نہوگا اور اگر نابالغ مذکور سال گذرنے سے پہلے اور دانت جمنے سے پہلے مر گیا
تو مجرم پر کچھ نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل ہی یہ ظہیریہ مین
ہی۔ اور اگر کسی شخص کے دانت مین مارا جس سے اُسکا دانت ہلنے لگا تو اصل مین مذکور ہی کہ ایک سال تک
انتظار کیا جائیگا خواہ وہ شخص جسکے دانت مین چوٹ لگی ہی بالغ ہو یا نابالغ ہو پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد
دیکھا جاوے کہ اگر وہ دانت نہین گرا ہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا اور اگر اسی ضرب سے سال مین وہ دانت گر گیا
پس اگر ضرب عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطا سے ہو تو دانت کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
قاضی نے اُسکو دانت جنبش کرنے کی حالت مین مہلت دی پھر سال گذرنے سے پہلے مضروب آیا اور اُسکا دانت
گرا ہوا تھا اور کہا کہ اُسی ضرب سے گر گیا ہی اور ضارب نے کہا کہ تجھے دوسرے شخص نے مارا تھا اُسکی مار سے گرا ہی
تو مضروب کا قول قبول ہوگا اور اگر سال گذرنے کے بعد آیا ہو تو ضارب کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی

امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑا پھر آدھا دانت جم آیا تو اُسپر آدھا ارش واجب ہوگا اور اسمین قصاص نہوگا اور اگر پورا سپید دانت جم آیا پھر اس دانت کو دوسرے نے اُکھاڑا تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر جم آیا تو خیر ورنہ دوسرے سے قصاص لیا جائے گا اور اول ضارب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر چھوٹا جما تو اسمین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا دانت توڑ لیا اور توڑنے والے کا دانت سیاہ یا زرد یا سُرخ یا سبز ہی تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص دیت کا قصاص لے یا اپنے دانت کا ارش پانچ سو درم لے اور اگر مظلوم کے دانت مین عیب ہو تو حکومت عدل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مظلوم نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا ہو کہ جنایت کرنیوالے کا عیب دار دانت ساقط ہوگیا اور بجائے اُسکے اچھا دانت جم آیا تو مظلوم کا حق باطل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کے اگلے دو دانت اُکھاڑ ڈالے اور زید کے اگلے دونون دانت اُکھڑے ہوے ہین پھر بعد اُکھاڑنے کے زید کے دونون دانت جم آئے تو قصاص واجب نہوگا اور عمرو کے واسطے زید پر اپنے دانتون کا ارش واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ دانتون سے چبایا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کھینچنے مین زید کا دانت توڑا تو امام اعظم رحہ کے نزدیک اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رحہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ظلم سے ایسے مقام پر توڑنا چاہا جہان لوگ تیری فریاد کو پہونچ سکتے ہین تو تجھے اُسکا قتل کردینا جائز ہی اور اگر اس نے تیرا دانت ریت دینا چاہا ہو تو اُسکو قتل نکر اگر ایسی جگہ پر ہو جہان لوگ تیری فریاد کو نہ پہونچ سکتے ہون یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ جوڑ پر سے عمداً کاٹ دیا تو اُسکا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا اگرچہ اُسکا ہاتھ مظلوم کے ہاتھ سے بڑا ہو اور یہ حکم اچھا ہو جانے کے بعد ہی اور قبل اچھے ہو جانے کے قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اسی طرح انگلیون مین بھی قصاص ہوتا ہی بشرطیکہ جوڑ پر سے قطع کی گئی ہو اور اگر جوڑ پر سے قطع نہ کی گئی ہو تو قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور عمداً پانون کاٹنے مین قصاص ہی جبکہ مفصل قدم یا مفصل رکبہ سے قطع کیا جاوے اور اگر غیر مفصل سے قطع کیا جاوے تو حکم اسکے برخلاف ہی۔ اسی طرح پانون کی انگلیون مین بھی اگر جوڑ پر سے کاٹی جاوین تو قصاص ہی جبکہ عمداً کاٹے اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور ہاتھ بعوض پانون کے یا ہاتھ کی انگلی بعوض پانون کی انگلی کے قطع نکیجاویگی اور ہمارے نزدیک ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ قطع نہ کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور داہنی کلمہ کی انگلی سواے داہنی کلمہ کی انگلی کے عوض دوسری کے قصاص مین نہ کاٹی جاویگی اور بائین کلمہ کی انگلی سواے بائین کلمہ کی انگلی کے دوسری کی عوض نہ کاٹی جاویگی اسیطرح انگوٹھا بعوض کلمہ کی انگلی کے یا کلمہ کی انگلی بعوض انگوٹھے کے نہ کاٹی جاویگی اور حاصل یہ ہی کہ قطع کرنے والے کے اعضا مین سے سواے مثل کے دوسرا عضو نہ لیا جائے گا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جب ہاتھ کی انگلی مین کمی ہو اُسکے عوض پوری اُنگلیون والا نہ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا حالانکہ کاٹنے والے کے ہاتھ مین ایک ناخن سیاہ ہی یا زخم ہی پس اگر اس مین سیاہ ناخن ہو تو قصاص

واجب ہوگا اور اگر سیاہ ناخن ہو پس اگر اسمین ایسی جراحت ہو جس سے ہاتھ کی دیت مین نقصان نہین آتا ہی
مثلاً ایسا زخم ہو جس سے گرفت مین سستی نہین آتی ہی تو یہ وجوب قصاص مانع نہین ہی اور ایسے عیب کا
وجود و عدم یکسان قرار دیا جائیگا اور اگر ایسا نقصان ہو جس سے گرفت مین سستی آتی ہی حتے کہ اسمین حکومت عدل واجب
ہو نہ نصف دیت تو یہ بمنزلہ شل ہاتھ کے ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے زائد انگلی کاٹ ڈالی اور کاٹنے والے
کے ہاتھ مین بھی ایسی ہی انگلی ہی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ جوہرۂ نیرہ مین
ہی - اور اگر ہتھیلی کو کاٹ ڈالا اور اُسمین ایک انگلی زائد ہی جو ہتھیلی کو سست کرتی ہی تو اُسمین قصاص نہوگا اور اگر ہتھیلی
کو سست نکرتی ہو تو قصاص واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ آدھے ساعد سے
کاٹ ڈالا یا پاؤن آدھی پنڈلی سے کاٹ ڈالا اور عمداً ایسا فعل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر ہاتھ
کاٹے ہوے کا ہاتھ درست کاٹا گیا ہی اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہی یا اُسمین انگلیان کم ہین تو ہاتھ کٹے ہوے کو
اختیار ہی چاہے قصاص مین عیب دار کٹوائے اور اُسکے سوا اُسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے پورا ارش لے لے
یہ کافی مین ہی - اور صدر الشہید برہان الائمہ اس صورت مین ہاتھ کٹے ہوے کے واسطے جبھی خیار ثابت کرتے تھے
کہ جب ایسا شل ہو کہ اُس سے کام کاج کر سکتا ہی اور اگر محض بیکار ہو تو وہ محل قصاص نہین ہی پس ہاتھ کٹے ہوے کو
خیار نہوگا بلکہ اُسکو اُسکے ہاتھ کی دیت ملیگی جیسا کہ اگر کاٹنے والے کا یہ ہاتھ ہی بالکل نہو تو یہی حکم ہی اور اسی پر فتوی ہی
یہ محیط مین ہی - اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ مظلوم کے اختیار کرنے سے پہلے تلف ہو گیا یا کسی نے ظلم سے قتل کر ڈالا تو ہمارے
نزدیک مظلوم اول کا حق باطل ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر ظالم کا ہاتھ کسی حق واجب کی وجہ سے کاٹا گیا ہو مثل قصاص
و سرقہ وغیرہ کے تو اُسپر مظلوم کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب ہاتھ کاٹنے کے وقت اُسکا
ہاتھ ناقص ہو اور اگر کاٹنے کے بعد ناقص ہو گیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ نقصان بدون کسی کے فعل کے
پیدا ہو گیا مثلاً آسمانی آفت سے اُسکی کوئی انگلی گر گئی تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو کاٹنے کے وقت ناقص ہونیکا حکم ہی
اور اگر نقصان کسی کے فعل سے پیدا ہوا مثلاً کسی نے ظلم سے اُسکی انگلی کاٹ دی یا خود اُسنے اپنی انگلی کاٹ دی یا کسی حق واجب
سے اُسکی انگلی کاٹنے کا حکم جاری ہوا تو اسکا حکم وہی ہی جو آفت آسمانی سے تلف ہونے کا حکم ہی ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ
نے ذکر فرمایا ہی اور شیخ الاسلام احمد الطواویسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ اگر ظالم کا ہاتھ قصاص مین ناقص کیا گیا اور کاٹا گیا
تو مظلوم کو خیار ہوگا اور اگر ظلم سے یا آفت آسمانی سے ناقص کیا گیا تو خیار نہوگا اور فرق کی طرف یون اشارہ کیا کہ
جب قصاص مین قتل کیا گیا تو وہ محسوب ہی پس گویا اُسنے منع کیا پس یہ امر موجب خیار ہوگا اور جب آفت آسمانی سے
تلف ہوا تو ایسا نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر عمداً ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا یہانتک کہ قصاص واجب ہوا پھر قاطع کا ہاتھ
کسی ظالم نے ناحق کاٹ ڈالا یا بوجہ بیماری آکلہ کے کاٹا گیا تو قصاص باطل ہو جائیگا اور منتقل بارش نہوگا اور اگر قاطع کا ہاتھ
دوسرے کے قصاص یا سرقہ مین کاٹا گیا تو اس قاطع پر مظلوم کیواسطے ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع کا داہنا ہاتھ نہین ہی تو مظلوم کا استحقاق اسکے مال سے دیت کا ہے

یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی دو انگلیاں کاٹ ڈالیں اور قاطع کی فقط ایک انگلی ہے تو اُسکو
یہ اختیار ہوگا کہ ایک انگلی قصاص میں کٹوائے اور دوسرے کا ارش لے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے جوڑ پر سے
دوسرے کا ہاتھ کاٹا اور قاطع سے قصاص لیا گیا اور وہ اچھا ہو گیا پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے
کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو قصاص نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ دو ہاتھ کٹے ہیں یا دو شل ہیں قصاص نہیں ہے
اور یہی امام حسن رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ
پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا داہان ہاتھ کاٹ ڈالا یا پہلے بکر کا ہاتھ کاٹا پھر عمرو کی انگلی کاٹی پھر دونوں مظلوم حاضر ہوئے
تو پہلے مجرم کی انگلی بعوض انگلی کے کاٹی جاویگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ کا قصاص لیلے یا اپنے ہاتھ
کی دیت لے لے اور اگر بکر پہلے آیا تو اُسکے قصاص میں ہاتھ کاٹا جائیگا پھر جب عمرو آئے تو اُسکی انگلی کے ارش کا حکم دیا جائیگا یہ
مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی میں سے اوپر کے جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر بکر کی اُسی انگلی میں سے درمیانی جوڑ سے
پور کاٹ ڈالا پھر خالد کی اُسی انگلی میں سے نیچے کے جوڑ سے باقی پور کاٹ ڈالے پھر اگر سب مظلوم حاضر ہوئے اور انھون
نے قاضی سے دادخواہی کی تو قاضی عمرو کے واسطے زید کی انگلی میں سے اوپر کا پور کاٹ دیگا اور بکر و خالد کے واسطے
درمیانی و نیچے کا پور نہ کاٹے گا اگرچہ بکر و خالد کا استحقاق اوپر کے پور میں بھی ثابت ہے پھر بکر کو مختار کرے گا چاہے زید کی
انگلی میں سے بیچ کا پور قصاص میں لیلے اسکے سواے اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو قصاص نہ لے بلکہ انگلی کی تہائی دیت
لے لے پس اگر اُسنے قصاص لینا اختیار کیا اور انگلی کا پور کاٹ لیا تو پھر خالد کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے قصاص میں انگلی
کاٹ ڈالے اور اسکے سواے اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر قصاص نہ لیا تو اُسکو زید کے مال سے انگلی کی پوری دیت ملیگی۔ اور اگر
تینوں میں سے ایک حاضر ہوا اور باقی دونوں حاضر نہوے پس اگر عمرو حاضر ہوا تو اُسکے واسطے اوپر کا پور قصاصاً کاٹا
جائیگا پھر کاٹنے کے بعد اگر باقی دونوں حاضر ہوے تو دونوں کو اختیار دیا جائے گا پس اگر دونوں نے قصاص لینا
اختیار کیا تو سواے قصاص کے کسی کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے اور اگر پہلے فقط خالد حاضر ہوا باقی دونوں حاضر نہوے
تو خالد کے نام پوری انگلی کے قصاص کا حکم ہوگا پھر اگر باقی دونوں حاضر ہوے تو دونوں کے واسطے ارش کا حکم ہوگا
یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی ہتھیلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا
پھر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوے تو ہتھیلی والے کیواسطے ہتھیلی کاٹی جائیگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے باقی کا قصاص
لے اور چاہے ارش لے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک حاضر ہوا دوسرا غائب ہا تو جو شخص پہلے حاضر
ہوا ہے اُسی کا حق دلایا جائیگا خواہ کوئی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر عمرو نے
اُسکا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو زید کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ قصاص میں لے یا ارش لے اور عمرو کا حق باطل
ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید کا ہاتھ درست ہے
پھر عمرو نے زید کی ایک انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے کسی دوسرے خالد کا درست ہاتھ کاٹ ڈالا تو خالد کو اختیار ہوگا
چاہے عمرو اور خالد دونوں زید کا ناقص ہاتھ کاٹیں یا خالد اپنے ہاتھ کی دیت اُس سے لے لے اور اگر خالد نے

بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی ہو تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اسکے واسطے اور عمرو دونوں کے واسطے زید کا ناقص ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا جائیگا پھر جب زید کا ہاتھ دونوں کے واسطے کاٹا گیا تو زید پر عمرو کے واسطے اس کے ہاتھ کا آدھا ارش دو سال میں دینا واجب ہوگا کہ جسمیں سے دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی دوسرے سال میں ادا کرے اور خالد کے واسطے بھی تین آٹھویں حصے اسکے ہاتھ کی دیت واجب ہونگے کہ اسکو بھی موافق مذکورہ بالا کے دو سال کی میعاد میں ادا کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے اسکی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے خالد کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر خالد نے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے بکر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور بکر نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر سب قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو ان میں سے کسی کو دیت لینے کا اختیار نہ ہوگا اور زید کا باقی ہاتھ سب کے قصاص میں کاٹا جائیگا پھر زید پر عمرو کے واسطے تین پانچویں حصے اسکی ہاتھ کی دیت کے اور پانچویں حصے کی تہائی واجب ہوگی اور خالد کے واسطے ہاتھ کی نصف دیت اور چوتھائی کی تہائی دیت واجب ہوگی اور بکر کے واسطے چار نویں حصے اسکے ہاتھ کی دیت کے واجب ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا داہنا ہاتھ اور بکر کا بایاں ہاتھ کاٹا تو اسکے دونوں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹے جاوینگے اسی طرح اگر ایک شخص کے دونوں ہاتھ کاٹے ہوں تو بھی اسکے دونوں ہاتھ کاٹے جاوینگے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کا دایاں ہاتھ کاٹا تو اسکا دایاں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹا جائے گا اور دونوں کے واسطے ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا جو دونوں میں برابر مشترک ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے خواہ اسنے دونوں کے ہاتھ ایک ہی ساتھ کاٹے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں۔ اور اگر وقوع قصاص سے پہلے ایک نے اسکو عفو کردیا تو اسکا ہاتھ باقی کے واسطے کاٹا جاویگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر ایک مظلوم حاضر ہوا اور دوسرا غائب رہا تو اسکا انتظار نہ کیا جائیگا اور حاضر کیواسطے قصاص لایا جائیگا پھر جب دوسرا آوے تو اسکو ارش ملیگا۔ اور اگر دونوں جمع ہوئے اور دونوں کیواسطے قصاص اور دیت کا حکم دیا گیا اور دیت لے لی پھر دونوں میں سے ایک نے اسکو قصاص سے عفو کردیا تو عفو جائز ہے اور دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار نہ رہیگا بلکہ اسکو فقط آدھی دیت ملیگی اور اگر دونوں نے دیت وصول نہ پائی تو یہاں تک کہ ایک نے اسکو قصاص عفو کردیا بعد ازانکہ حکم قاضی ہو چکا ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا اور یہ قیاس ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک استحساناً دوسرا شخص قصاص نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر دونوں نے مال دیت نہ لیا ہو اور اسکا کفیل لے لیا ہو پھر ایک نے اسکو عفو کیا تو بھی مسئلہ میں اختلاف ہے اور اگر دونوں نے مال دیت کے عوض رہن[ف۱] لیا ہو تو یہ بمنزلہ وصول پانے کے ہے پھر اگر ایک نے اس کے بعد اسکو عفو کیا تو استحساناً دوسرے کو قصاص لینے کا استحقاق نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور بکر کا بھی ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا پھر دونوں میں سے ایک نے زید کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو زید کے ذمہ سے ایک ہاتھ ساقط ہو جائیگا اور دوسرا ایک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی جو عمرو و بکر کے درمیان برابر مشترک ہوگی پھر زید کو

ف۱ قولہ رہن الخ کیونکہ رہن وثاقت کے واسطے ہوتا ہے اور وہ بمنزلہ وصول مال کے قرار دیا جاتا ہے ۱۲

اختیار ہوگا چاہے اُسکا ہاتھ کاٹنے سے اُسکی ذراع سے قصاص لے اور چاہے اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے اور حکومت عدل ذراع میں ہوگی اور یہ دیت اسکو دو سال میں ملیگی کہ دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی سال دوم میں لیکن اگر یہ مقدار دو تہائی دیت سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے تیسرے سال میں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ سے عمداً کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہوگیا اور ہنوز قصاص نہ لیا گیا تھا کہ اُسنے اُسی انگلی کا پور دوسرے جوڑ سے عمداً کاٹا تو عمرو کے واسطے قصاص میں زید کا اوپر کا پور جوڑ سے کاٹا جائے گا نیچے والا نہ کاٹا جائے گا اور نیچے والے کا ارش اسکو ملیگا اسی طرح اگر دوسرا اچھا ہوگیا پھر اُسنے تیسرا پور کاٹا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری دفعہ کاٹنے تک پہلا زخم اچھا نہوا ہو تو زید پر پوری اُنگلی کا قصاص واجب ہوگا کہ ایک دفعہ اُسکی پوری اُنگلی جڑ سے کاٹ ڈالی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ پر سے کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہوگیا پھر کسی دوسرے سبب سے مرگیا اور ایک بیٹا خالد چھوڑا جسکا اوپر کا پور اسی انگلی کا کٹا ہوا ہے پھر زید نے آکر خالد کا دوسرا پور جوڑ پر سے کاٹا تو زید پر عمرو کے واسطے پہلے اوپر کے پور کا قصاص واجب ہوگا پھر اُسکا بیٹا دوسرے جوڑ کا ارش لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور کاٹا اور اچھا ہوگیا اور قاطع سے قصاص لیا گیا پھر اُسنے دوبارہ دوسرے جوڑ سے کاٹا اور اچھا ہوگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر آدھا پور کاٹا اور ٹکڑے کرکے کاٹا اور وہ اچھا ہوگیا پھر باقی جوڑ تک کاٹا اور اچھا ہوگیا تو اسمیں سے کسی میں قصاص نہوگا اور اگر درمیان میں زخم اچھا نہوگیا ہو تو جوڑ سے قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر عمداً ایک شخص کی انگلیاں کاٹیں پھر اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے اُسکی ہتھیلی کاٹی تو قاطع کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی جاویگی انگلیاں نہ کاٹی جاوینگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر درمیان میں اُنگلیوں کا زخم اچھا ہوگیا ہو تو اُنگلیوں میں قصاص واجب ہوگا اور ہتھیلی کے حق میں حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور انگلی کا کاٹا اور اچھے ہونے سے پہلے دوبارہ دوسرے پور کا آدھا کاٹا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اچھا ہوجانے کے بعد دوبارہ زخمی کیا تو پہلے زخم کا قصاص واجب ہوگا اور باقی ارش واجب ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی اُنگلی میں عمداً مارا اور ہتھیلی سے ساقط ہوگیا پس اگر جوڑ سے کاٹا اور جوڑ سے ساقط ہوا ہو تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر کوئی مفصل پر سے نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ میں فقط سقوط کیطرف دیکھتا ہوں اصل جراحت کیطرف نہیں دیکھتا ہوں پس اگر سقوط جوڑ پر سے ہو تو قصاص لیا جائیگا ورنہ نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اس میں قصاص نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر عمداً ایک شخص کی اُنگلی قطع کی پس ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہوگا اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر انگلی کا

۱؎ عوض قطع عضو ۱۲ ۲؎ یعنی ایک ہی مرتبہ ہتھیلی سے کاٹ دیا جائے گا جس میں انگلیاں بھی داخل ہیں ۱۲ ۳؎ مفصل ایک عضو کی دوسرے عضو سے ملنے کی جگہ جسکو ہمارے عرف میں جوڑ کہتے ہیں ۱۲

جوڑ قطع کیا اور متصلی شل ہو گئی تو جس قدر شل ہو گئی ہی اُسکی دیت واجب ہوگی اور بالاتفاق قصاص نہو گا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک اُنگلی قطع کی اور اُسکے پہلو کی اُنگلی شل ہو گئی ہی تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انمین سے کسی بات مین قصاص نہو گا اور اُسپر دونون اُنگلی کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ پہلی اُنگلی کا قصاص اور دوسری کا ارش واجب ہو گا یہ ظہیریہ مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص کی اُنگلی کاٹی اور اُسکے پہلو کی دوسری اُنگلی گر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک انمین سے کسی مین قصاص نہین ہی ولیکن دونون اُنگلیون کی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ پہلی اُنگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ دونون کا قصاص واجب ہو گا یہ ذخیرہ مین ہی اگر ایک شخص نے دوسرے کی اُنگلی عمداً کاٹ ڈالی پھر چھری دوسری اُنگلی پر اُگل پڑی تو بلا خلاف پہلی اُنگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کلمہ کی اُنگلی کا جوڑ کاٹا اور ضرب سے بیچ کی اُنگلی ساقط ہو گئی تو بیچ کی اُنگلی اور جوڑ کلمہ کی اُنگلی کا کاٹا جائیگا اور اگر کلمہ کی باقی اُنگلی شل[لہ] ہو گئی اور بیچ کی اُنگلی گر گئی تو مین بیچ کی اُنگلی کا قصاص لونگا اور کلمہ کی اُنگلی کا قصاص نہ لونگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید سے اُسکا قصاص لیا گیا پھر عمرو زخم مذکور سے مر گیا تو زید اُسکے قصاص مین قتل کیا جائے گا اور اگر زید اُس قصاص سے مر گیا تو اُسکی دیت عمرو کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام اعظم کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عمرو پر کچھ واجب نہو گا یہ تبیین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا پس اُسکو قتل کیا تو اُس سے دونون[سہ] کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ دونون جرم عمداً ہون یا خطاءً ہون یا ایک عمداً دوسرا خطاءً ہو خواہ اول زخم اچھا ہو جانے کے بعد دوسرا فعل ہوا ہو یا اچھا نہ ہوا ہو الا اُس صورت مین کہ دونون خطا سے ہون کہ اُنکے درمیان مین زخم سے صحت نہوئی ہو تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اُسکو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہی چاہے یون حکم دے کہ اسکا ہاتھ کاٹ کر پھر اسکو قتل کر و یا یون حکم فرماوے کہ اُسکو قتل کر و اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قتل کیا جائیگا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک ہی شخص پر دو جنایتین کین پس اگر دونون کی جنس واحد ہو مثلاً دونون عمداً ہون یا دونون خطاءً ہون اور مظلوم مر گیا تو ہم ان دونون جنایتون کو ایک ہی اعتبار کرین گے اور اگر دونون جنایتون مین بیچ مین صحت ہو گئی ہو یا دونون مختلف ہون مثلاً ایک عمداً ہو دوسری خطاءً ہو اور جنایت کرنے والا ایک ہو یا دو ہون تو ہر ایک پر اُسکے ذاتی فعل کا حکم ہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک ظالم نے کسی شخص کا ہاتھ یا اُنگلی کاٹی پھر دوسرے ظالم نے اُسکا باقی ہاتھ کاٹا اور وہ مر گیا تو جان تلف کرنے کا قصاص دوسرے ظالم پر ہو گا اول پر نہو گا

لہ یعنے بیکار ہو گئی جیسے فالج وغیرہ سے عضو بیکار ہو جاتا ہے ۱۲ سہ قولہ الا معنی یہ ہین کہ مواخذہ دونون کا بہر حال ہو گا لیکن دونون کا علیحدہ علیحدہ حکم اس ایک صورت مین نہو گا ۱۲ منہ

اور اول کا ہاتھ یا انگلی کاٹی جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور خصیے عمداً کاٹ ڈالنے مین قصاص واجب ہونا با نہونا کتب ظاہرہ مین نہین پایا گیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر پورا حشفہ عمداً کاٹ ڈالا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر تھوڑا ذکر کاٹ ڈالا تو قصاص نہین ہے اور اگر پورا ذکر کاٹ ڈالا تو اصل مین مذکور ہے کہ اسمین قصاص نہین ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اسمین قصاص ہے کذا فی الظہیریہ مگر ظاہر الروایۃ کا حکم صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اصل مین فرمایا کہ اگر مولود کا ذکر کاٹ ڈالا پس اگر اسکی صلاحیت ظاہر ہونے لگی تھی یعنی جنبش و استادگی کرتا تھا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اور اگر حشفہ سے کاٹا ہو تو اور اگر خطا سے کاٹا تو پوری دیت واجب ہوگی اور جنبش سے یہ مراد ہے کہ پیشاب کرنے کے واسطے جنبش ہوتی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جنبش نہو تو حکومت عدل ہوگی جیسے خصی اور عنین[1] کے آلہ مین ہوتی ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام الدین رحمہ اللہ تعالے

پانچوان باب۔ واقعہ قتل مین گواہی اور اقرار قتل اور مدعی یعنے ولی جنایت کے قاتل کی طرف سے تصدیق و تکذیب کے بیان مین۔ اگر ایک شخص پر دو شخصون نے عمداً قتل کی گواہی دی تو وہ قید کیا جائے گا یہانتک کہ گواہون کا حال دریافت کیا جاوے اور اگر ایک شخص عادل نے گواہی دی تو بھی چندروز قید رکھا جائیگا پس اگر دوسرا گواہ لایا تو ثابت ہوگا ورنہ رہا کیا جائیگا اور اس حکم مین قتل عمد و خطا و شبہ عمد سب برابر ہین یہ شرح مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اس نے خطا سے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور دعوے کیا کہ میرے گواہ شہر مین موجود ہین۔ اور درخواست کی کہ مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تاکہ مین اسکے روبرو اپنے گواہ پیش کرون تو مدعا علیہ کو قاضی حکم فرمائیگا کہ تین روز کیواسطے کفیل دے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین اور درخواست کی کہ جبتک گواہ لاؤن تبتک مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تو قاضی اسکے کفیل لینے کی درخواست قبول نہ فرمائیگا اور اگر عمداً قتل کرنے کا دعوی کیا اور کفیل لینے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کریگا نہ گواہ قائم کرنے سے پہلے اور نہ اسکے بعد لیکن گواہ قائم کرنے سے پہلے مدعی اسکے ساتھ ساتھ رہیگا اور گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی زجراً اسکو قید رکھے گا پھر جب گواہون کی عدالت ثابت ہو جاوے اور انھون نے ایسے قتل کی گواہی دی جس سے قصاص واجب ہوتا ہے تو مدعی کی درخواست سے قاضی قصاص کا حکم فرمائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اس کے دو بیٹے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے پس حاضر نے اسکے مقتول ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول ہون گے اور اقدام قصاص نہوگا لیکن قاتل قید رکھا جائیگا پھر جب غائب آوے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دی جائیگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ یہ تکلیف نہ دیجائیگی۔ اور اگر قتل بخطا ہو یا دونون کے باپ کا کسی شخص پر قرضہ ہو تو ایسی صورت مین غائب بالاجماع دوبارہ گواہ پیش نہ کرے گا اور اس بات پر اجماع ہے کہ قاتل قید رکھا جائے گا اور اسپر بھی اجماع ہے کہ جبتک غائب نہ آجاوے تب تک قصاص کا حکم نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک

[1] عنین وہ مرد جو عورت پر قادر نہوسکے جسکو ہندی مین نامرد بولتے ہین ۱۲

اور وہ عمداً قتل کیا گیا اور ایک شریک غائب ہی تو اسمین بھی یہی تفصیلی حکم ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر سب وارث ہوے اور
انھون نے دو شخصون پر جنمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی اپنے باپ کے خون کا دعوے کیا اور اُن دونون پر
قتل عمد کے گواہ قائم کیے تو حاضر پر گواہون کی سماعت ہو کر اُسپر قصاص کا حکم دیا جائے گا اور غائب کے حاضر
ہونے سے پہلے وہ قتل کیا جائیگا اور غائب پر یہ گواہ قبول نہونگے پھر اگر اُسنے حاضر ہو کر قتل سے انکار کیا تو وارثون
کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے ایک
شخص کو تلوار سے مارا اور وہ برابر چارپائی پر پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو اُسپر قصاص کا حکم ہوگا اور قاضی کو نہ چاہیے
کہ قتل عمد مین نہ خطا مین کہ گواہون سے یون دریافت کرے کہ آیا اسی زخم سے مرا ہی یا نہین لیکن اگر وہ لوگ
یون گواہی ادا کرین کہ وہ اسی زخم سے مرا ہی تو انکی شہادت باطل نہوگی جائز ہوگی جبکہ گواہ عادل ہون۔ اور اگر دونون
نے یون گواہی دی کہ اسنے اسکو تلوار سے مارا یہانتک کہ وہ مر گیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ قتل عمد ہوگا لیکن اگر
قاضی دریافت کرے کہ آیا عمداً ایسا کیا ہی تو اوثق ہی۔ اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے اسکو نیزہ سے یا تیر کلان یا خرد سے
مارا ہی تو بھی قتل عمد ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون گواہون نے کہا کہ خطاءً تلوار سے اسکو قتل کیا ہی تو دونون
کی گواہی قبول ہوگی اور قاتل کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم یہ نہین جانتے ہین کہ اسکو خطا
قتل کیا ہی یا عمداً قتل کیا ہی تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور دیت کا حکم قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور گواہی مقبول
ہونے کا حکم استحساناً ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی اور دوسرے
نے یون گواہی دی کہ قاتل نے ایسا اقرار کیا ہی تو یہ باطل ہی۔ اسی طرح اگر دونون نے قتل کی گواہی دی مگر جگہ اور وقت مین
اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ امام خواہر زادہ نے شرح دیات الاصل مین فرمایا کہ اگر دونون نے مکان مین
اختلاف کیا پس اگر مکان مثل چھوٹی کوٹھری کے ہو پس ایک نے گواہی دی کہ مین نے قاتل کو اس جانب قتل کرتے دیکھا اور
دوسرے نے دوسری جانب قتل کرتے ہوے دیکھنے کی گواہی دی تو استحساناً گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور
اگر مقتول کے بدن مین جس جگہ زخم آیا ہی اسمین اختلاف کیا تو گواہی باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک نے تلوار سے
قتل کرنے کی اور دوسرے نے پتھر سے قتل کرنے کی گواہی دی جس سے کہ آلۂ قتل مختلف ہو گیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی
اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے چھری سے قتل کرنے کی یا ایک نے پتھر سے اور دوسرے
نے لاٹھی سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً
اسکو تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اسکو چھری سے قتل کیا اور مدعی نے
کہا کہ مدعا علیہ نے یون ہی اقرار کیا ہی جیسا گواہ بیان کرتے ہین لیکن در واقع مدعا علیہ نے نیزہ مار کر قتل کیا ہی
تو گواہی جائز ہی اور قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے ذکر کیا کہ اگر دونون مین سے
ایک گواہ نے کہا کہ اس نے تلوار سے یا لاٹھی سے قتل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ قتل کیا ہی مگر مجھے معلوم نہین کہ کس چیز سے

ہے یعنی یہی گواہ ایسے مجرم ثابت ہونے مین کافی نہین ہین جبتک اُس کے روبرو انکو دوبارہ پیش نہ کرے ۱۲

قتل کیا ہو تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اس نے قتل کیا ہو اور کہا کہ
ہم نہین جانتے ہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہو تو قیاساً ایسی گواہی مقبول نہوگی اور استحساناً مقبول ہوگی مگر قصاص کا حکم
نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلائی جاویگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دونون گواہون نے دو شخصون پر یون گواہی دی کہ
ان دونون نے قتل کیا ہو ایک نے تلوار سے اور دوسرے نے لاٹھی سے مگر گواہ یہ نہین جانتے ہین کہ کسنے تلوار سے اور کسنے لاٹھی
سے قتل کیا ہو تو دونون کی گواہی ناجائز ہوگی اسی طرح اگر دونون نے ایک شخص پر ایک انگلی کاٹنے کی اور دوسرے پر اسی
ہاتھ کی دوسری اُنگلی کاٹنے کی گواہی دی مگر اُنکو یہ تمیز نہین ہو کہ اُس اُنگلی کا کاٹنے والا کون ہو اور دوسری کا کون ہو
تو بھی گواہی ناجائز ہو اسی طرح اگر دونون نے خطا سے جنایت کرنے کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر
دو گواہون نے گواہی دی کہ اس نے عمداً جوڑ پر سے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے عمداً جوڑ
پر سے اسکا پاؤن کاٹ ڈالا ہو پھر بالاتفاق گواہی مین بیان کیا کہ مجروح اس زخم سے برابر چارپائی پر لگ گیا یہانتک
کہ مرگیا اور ولی اس سب کا مدعی ہو تو مین قاتل پر اُسکے مال سے نصف دیت کی ڈگری کرونگا اسی طرح اگر پاؤن کاٹنے پر
دو گواہون نے گواہی دی مگر دونون گواہون کی عدالت ثابت نہوئی تو یہی حکم ہو۔ اور اگر ہاتھ کے دونون گواہون
اور پاؤن کے دونون گواہون مین سے ایک ایک گواہ کی عدالت ثابت ہوئی تو قاتل سے کچھ مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر
دونون فریق گواہان مین سے سب گواہون کی عدالت ظاہر ہوگئی تو قاطع پر قصاص کا حکم دونگا اور اگر ولی نے یہ درخواست
کی کہ ہاتھ و پاؤن کا قصاص لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ حاوی مین ہو۔ اور اگر اُسپر دو گواہون نے یون گواہی
دی کہ اُس نے جوڑ پر سے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمداً اُسکو قتل کیا تو وارث کو اختیار ہوگا کہ پہلے اُس سے ہاتھ کا قصاص لے
پھر اُسکو قتل کرے اور اگر قاضی نے اُسکو حکم دیدیا کہ اسکو قتل کر دے ہاتھ کا قصاص نہ لے تو بھی بہتر ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول
ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسکو ہاتھ کا قصاص لینے کی اجازت نہ دیگا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالنے کا حکم دیگا اور اگر دونون
جنایتون مین سے ایک خطا سے ہو اور دوسری عمداً ہو تو دونون کے واسطے ماخوذ ہوگا پس اگر ہاتھ کاٹنا خطا سے ہو
تو ہاتھ کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور وہ قصاص مین قتل کیا جائے گا اور اگر دوسری خطا سے
ہو تو ہاتھ کا اُس پر قصاص واجب ہوگا اور جان تلف کرنیکی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ شرح
مبسوط مین ہو۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر خطا سے ایک آدمی کے قتل کرنے کی گواہی دی اور دیت کا حکم
دیا گیا پھر جسکے مقتول ہو جانے کی گواہی دی ہو وہ زندہ نظر آیا تو مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے
ولی سے تاوان لے یا گواہون سے پھر گواہ اُسکو ولی سے واپس لین گے اور اگر عمداً قتل کی گواہی دی ہو اور
جسپر گواہی دی ہو وہ قتل کیا گیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی ہو وہ زندہ موجود ہوا تو وارثون کو
اختیار ہوگا چاہین ولی سے دیت تاوان لین یا گواہون سے پس اگر گواہون سے تاوان لی تو امام اعظم رح
کے نزدیک ولی سے واپس نہین لے سکتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک جیسے خطا کی صورت مین ہے

سلہ یا زیر پس وجہ مرم قائم کرنا جس کو ہمارے عرف مین پکڑ دھکڑ بولتے ہین ۱۲

ویسے ہی واپس لینگے یہ کافی مین ہی اور اگر خطا یا عمد کی صورت مین گواہون نے اس طرح گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے ایسا اقرار کیا ہی تو مقتول کے زندہ ہونے کی صورت مین گواہون پر ضمان نہوگی فقط ولی پر دونون صورتون مین ضمان ہوگی اسیطرح اگر دو گواہون نے قتل خطا کی دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو فروع پر ضمان وجب نہوگی لیکن ولی جو دیت کو مددگار برادری پر جس سے لی ہی واپس کریگا اور اگر گواہان اصول نے اگر فروع کو گواہ کرنے سے انکار کیا تو نکا انکار فروع کے حق مین صحیح نہوگا حتی کہ انپر ضمان واجب نہوگی اور اصول پر بھی ضمان واجب نہوگی اور اگر اصول نے کہا کہ ہمنے ان فروع کو جھوٹ بات پر گواہ کیا تھا حالانکہ ہم اسوقت جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہین تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دونون ضامن نہونگے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے گواہان اصول سے تاوان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصول سے تاوان لیا تو وہ ولی سے واپس لین گے اور اگر ولی سے تاوان لیا تو کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اس نے میرے مورث کو موضحہ زخم پہونچایا اور وہ اس زخم سے مر گیا ہی پس دو گواہون نے موضحہ زخم کی اور اس سے اچھے ہو جانے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور موضحہ کے قصاص کا حکم دیا جائیگا اسی طرح اگر ایک گواہ نے موضحہ زخم کی سرایت کی اور دوسرے نے صحت کی گواہی دی تو بھی موضحہ زخم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونون اس بات پر متفق ہین جنے کہ اگر مدعی نے صحت کا دعوی کیا تو جس نے سرایت کی گواہی دی ہی اُسکی گواہی باطل ہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اور اگر زخم سر بہ نسبت موضحہ کے کم ہو تو بدون سرایت پائی جانے کے مددگار برادری اُسکے ارش کی متحمل نہوگی جیسے سمحاق وغیرہ ہوتا ہی پس اگر ولی نے دعوی کیا کہ وہ اس زخم سے مر گیا ہی اور میرے واسطے مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور دو گواہ لایا جنمین سے ایک نے ویسی ہی گواہی دی جیسا مدعی دعوے کرتا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس سے اچھا ہو گیا ہی تو زخم سر ثابت ہونے کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اور جنایت کنندہ کے مال سے ارش دینے کا حکم دیا جائے گا اسی طرح اگر میت کسی شخص کا غلام ہو اور اُسکے مولے نے دعوی کیا کہ جنایت کنندہ نے اُسکے سر مین عمداً زخم لگایا اور وہ اس زخم سے مر گیا ہی اور میرا اُسپر قصاص واجب ہوا ہی اور دو گواہ لایا جس مین سے ایک نے ایسی گواہی دی جیسا مدعی دعوی کرتا ہی اور اگر دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس زخم سے اچھا ہو گیا ہی تو قاضی اس زخم سر کے ارش کو جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کرنے کا حکم دیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے اُس شخص پر اور ایک دوسرے شخص پر گواہ پیش کیے کہ ہمارے باپ کو ان دونون نے عمداً قتل کیا ہی تو قصاص نہوگا اور پہلے مدعی نے جسپر گواہ قائم کیے ہین

سلہ فروع وہ گواہ کہلاتے جو اصلی گواہون کی گواہی پر گواہ ہون جیسے اصول اصلی گواہ کہلاتے ہین ۱۲ سلہ یعنے ایسا ہیا کہ مجروح مر گیا ۱۲

اُس سے نصف دیت پاویگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام محمد رحنے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے جنمین سے ایک نے زید پر یہ گواہ قائم کیے کہ اُس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے بیٹے نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپکو خطا سے قتل کیا ہی تو دونون مین سے کسی پر قصاص کا حکم نہوگا اور قتل عمد کے مدعی کے واسطے جسپر اُسنے گواہ قائم کیے ہین اس مدعا علیہ کے مال سے آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور جو شخص قتل خطا کا مدعی ہی اُسکے واسطے اُسکے مدعا علیہ کی مددگار برادری پر آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص مرا اور اُسنے دو بیٹے اور ایک موصی لہ چھوڑا پھر ایک بیٹے نے دعوے کیا کہ زید نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے اُسی زید پر یا دوسرے شخص پر دعوے کیا کہ اُسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے پس اگر موصی لہ نے مدعی خطا کی تصدیق کی تو مدعی خطا اور موصی لہ کے نام دو تہائی دیت کا قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور قتل عمد کے مدعی کے نام مال قاتل سے تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر موصی لہ نے مدعی عمد کی تصدیق کی ہو تو مدعی خطا کے نام قاتل کی مددگار برادری پر تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور نصف کی تہائی موصی لہ کے نام اور نصف کی دو تہائی دیت کا مدعی عمد کے نام مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر موصی لہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے نہین معلوم ہی کہ عمداً قتل کیا گیا ہی یا خطا سے تو اُسکا حق باطل نہوگا حتی کہ اگر اُسنے کسی ایک معین کی تصدیق کی تو اُسکے نام بھی ڈگری ہوگی جس طرح کہ ہمنے ذکر کیا ہی اور اگر سوا موصی لہ کے تیسرا بیٹا ہو تو جو کچھ حکم ہمنے ذکر کیا ہی سب صورتون مین وہی حکم ہوگا سوا ایک صورت کے وہ یہ ہی کہ تیسرے بیٹے نے اگر مدعی عمد کے قول کی تصدیق کی تو دونون کے نام دو تہائی دیت کا حکم ہوگا اور موصی لہ کی صورت مین دونون کے نام نصف دیت کا حکم دیا گیا تھا پھر جس صورت مین ایک کے واسطے مددگار برادری پر اور دوسرے کے واسطے مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم ہوا ہی اگر ایک کا حق وصول ہو جاوے اور دوسرے کا ڈوب جاوے تو جسکا ڈوب گیا ہی اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ جس کا حق وصول ہوا ہی اُسمین شریک ہو جاوے یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک شخص مرگیا ہی اُسکے دو بیٹے ہین اُن مین سے بڑے نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اِسنے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اِسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو بڑے کے نام چھوٹے پر نصف دیت کی اور چھوٹے کے نام اجنبی پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قتل خطا کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر دیت کا اور اگر عمداً قتل کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اور اگر ہر ایک بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور دونون صورتون مین مقتول کی میراث دونون بیٹون کو ملیگی

یہ کافی مین ہی۔ اگر تین بیٹے ہون اور فرض کرو کہ ان تینون کے نام عبداللہ و زید و عمرو ہین پس عبداللہ نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے باپ کو قتل کیا تو سب کے گواہ بالاجماع قبول ہونگے اور بالاجماع کسی پر قصاص واجب نہو گا پھر امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر اسکے مال سے تہائی دیت کا حکم ہو گا اگر قتل عمد ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اسکی مددگار برادری پر تہائی دیت کا حکم ہو گا اور میت کی میراث سب مین تہائی تقسیم ہو گی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر نصف دیت کا حکم ہو گا اور میت کی میراث صاحبین رح کے قول پر بھی ان سب مین تین تہائی تقسیم ہو گی اور اگر عبداللہ نے زید و عمرو دونون پر گواہ قائم کیے کہ ان دونون نے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہی اور زید و عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہی تو صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک دونون فریق کی گواہیان ساقط کر دیجاوینگی اور ان سب مین وراثت تین تہائی رہ جائے گی۔ اور بنابر قول امام اعظم رح کے عبداللہ کے واسطے زید و عمرو پر درصورت قتل عمد کے ان دونون کے مال سے نصف دیت کی اور درصورت دعوی خطا کے دونون کی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہو گی اور زید و عمرو کے واسطے عبداللہ پر درصورت قتل عمد کے اسکے مال سے نصف دیت کی اور درصورت قتل خطا کے اسکی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہو گی اور جسقدر میراث ہی وہ نصف عبداللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملے گی۔ اور اگر عمرو نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور ان دونون مین سے کسی نے عبداللہ پر کچھ گواہ پیش نکیے تو عبداللہ سے کہا جائیگا کہ تو اس مقدمہ مین کیا کہتا ہی پس اس مسئلہ مین تین صورتین ہین یا تو عبداللہ ان دونون مین سے کسی خاص پر قتل کا دعوی کریگا یا دونون مین کسی پر دعوی نکریگا یا دونون پر دعوے کریگا کہ ان دونون نے باپ کو قتل کیا ہی پس اگر خاص ایک پر قتل کا دعوی کیا اور فرض کرو کہ عمرو پر دعوی کیا تو امام اعظم رح کے قول پر عمرو پر تین چوتھائی دیت کی ڈگری ہو گی اور یہ مال زید و عبداللہ کے درمیان نصفا نصف ہو گا پس اگر قتل عمد ہو تو عمرو کے مال سے اور اگر خطا ہو تو اسکی مددگار برادری سے دیجائیگی اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کی ڈگری ہو گی پس اگر قتل عمد ہو تو زید کے مال سے اور اگر خطاءً ہو تو اسکی مددگار برادری سے دلائی جاویگی۔ اور میراث مین سے نصف عبداللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملیگی۔ پھر جو زید کے واسطے واجب ہوا ہی وہ اس مال مین جو عبداللہ کے واسطے واجب ہوا ہی ملا یا جائیگا اور دونون مین تقسیم کیا جائیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر عبداللہ کے واسطے عمرو پر قصاص کا حکم ہو گا اگر قتل عمد ہو اور اگر خطا سے ہو تو اسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہو گا اور یہ مال زید و عبداللہ کے درمیان مساوی تقسیم ہو گا اور میراث بھی ان دونون کے درمیان مساوی تقسیم ہو گی اور اگر عبداللہ نے ان دونون مین سے کسی پر قتل کا دعوی نکیا مثلاً کہا کہ ان دونون مین سے کسی نے قتل نہین کیا ہی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے زید کے واسطے عمرو پر چوتھائی دیت کا اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کا حکم دیا جائے گا پس اگر قتل عمد

ہو تو ہر ایک کے مال سے ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو ہر ایک کی مددگار برادری پر ہوگا اور دیت میں سے عبد اللہ کو کچھ نہ ملیگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک ایسی صورت میں کچھ نہ دیا جائیگا نہ دیت کا اور نہ قصاص کا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور اگر عبد اللہ نے ان دونوں پر قتل کا دعوے کیا کہ تم دونوں نے باپ کو قتل کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے عبد اللہ کیواسطے کچھ دیت کا حکم نہوگا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے دوسرے پر چوتھائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث میں سے نصف عبد اللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملیگی اور صاحبینؒ کے قول پر زید و عمرو کی گواہیاں ساقط کر دیجاوینگی اور عبد اللہ کے گواہ نہیں ہیں پس اُسکے نام کچھ حکم دیت نہوگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بیٹا و بھائی چھوڑا اور ہر ایک نے دوسرے پر دعوی کیا تو بھائی کے گواہ لغو ہونگے اور اُسپر ڈگری کیجائیگی اور اگر بجائے اسکے دو بیٹے ہوں اور ہر ایک نے دوسرے پر گواہ قائم کیے اور بھائی نے کسی ایک کی تصدیق کی تو اُسپر التفات نہ کیا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ہر ایک بیٹے کے دوسرے پر قاتل ہونے کے گواہ قائم کرنے کے بعد بھائی نے گواہ دیے کہ ان دونوں نے قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک بھائی کے گواہ قبول ہونگے اور میراث اسی کو ملیگی پس اگر قتل عمد ہو تو دونوں بیٹے قتل کیے جاوینگے اور اگر قتل خطا ہو تو اُنکی مددگار برادری پر دیت[1] واجب ہوگی اور اس مسئلہ میں امام اعظم رح کا قول ذکر نہیں کیا اور اُنکے قول کے بنا پر چاہیے کہ بھائی کے گواہ قبول ہوں اور میراث دونوں بیٹوں میں مشترک ہو اور ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت واجب ہو اور اگر اُسنے تین بیٹے چھوڑے جنمیں سے دو بیٹوں نے تیسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور تیسرے نے کسی اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک تو دونوں بیٹوں کے گواہ قبول ہو کر تیسرے بیٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور تیسرے بیٹے کو میراث میں سے کچھ نہ ملیگا اور تمام میراث دونوں بیٹوں میں جو مدعی تھے تقسیم ہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونوں بیٹوں کے گواہوں کو تیسرے بیٹے کے گواہوں پر ترجیح نہوگی پس دونوں کیواسطے تیسرے پر دو تہائی دیت کا حکم ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو اُسکے مال اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری سے وصول کیجائیگی اور تیسرے کیواسطے اجنبی پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان تینوں میں تین تہائی ہوگی اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے تین بیٹے چھوڑے پس بڑے بیٹے نے درمیانی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور درمیانی نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک مدعی کیواسطے اُسکے مدعا علیہ پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور بنا بر قول صاحبینؒ کے بڑے بیٹے کے واسطے درمیانی پر نصف دیت کا اور درمیانی کے واسطے چھوٹے پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور چھوٹے کیواسطے اجنبی پر کچھ حکم نہوگا اور میراث بڑے اور درمیانی کے واسطے نصفا نصف ہوگی اور چھوٹے کو محروم کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ

---

[1] مترجم کے نزدیک بنا لفظ دیت کا اس مقام پر کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور شرکہ کا لفظ اولیٰ ظاہر ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲

مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہے اور ولی مقتول دعوی کرتا ہے کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون
کو قصاص مین قتل کرے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مقتول کو قتل کیا ہے اور دوسرے گواہون نے
ایک شخص دیگر پر مقتول کے قتل کرنے کی گواہی دی اور ولی نے دعوی کیا کہ تم سب نے اُسکو قتل کیا ہے تو یہ سب باطل
ہوگیا یہ ہدایہ مین ہے۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ
مین نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے پس اُسنے تصدیق کرکے اُسکو قتل کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے کہا
کہ مین نے اسکو عمداً قتل کیا ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ اسکو بھی قصاصاً قتل کرے اور اگر ایسا ہو کہ اول کے اقرار کے
وقت ولی نے کہا ہو کہ تونے تنہا اسکو قتل کیا ہے پھر اسکو قصاص مین مار ڈالا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے
کہا بلکہ مین نے اُسکو تنہا قتل کیا ہے تو اسپر[1] اُس شخص کی جسکو اُسنے قتل کیا ہے دیت واجب ہوگی اور
دوسرے پر اُسکی[2] دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور زید کے
ولی نے عمداً قتل کا دعوے کیا تو ولی کو استحساناً قاتل کے مال سے دیت دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر قاتل نے قتل
عمد کا اقرار کیا اور ولی مقتول نے خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا تو وارثان مقتول کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ پھر اسکے بعد اگر ولی نے قاتل کی تصدیق کی اور کہا کہ تونے اسکو عمداً قتل کیا ہے تو قاتل پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین
ہے ایک شخص نے دو آدمیون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے مورث کو عمداً دھاردار آلہ سے قتل کیا ہے پھر ایک نے
اسکے عمداً قتل کر ڈالنے کا اقرار کیا اور دوسرے پر دو گواہون نے تنہا عمداً قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول
نہوگی اور ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر[3] کو قصاصاً قتل کرے اور اگر قتل خطا ہو تو مقر پر نصف دیت واجب ہوگی اور جسپر
گواہون نے گواہی دی ہے اُسپر کچھ نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اگر دو مدعا علیہ مین سے ایک نے اقرار کیا
کہ مینے اُسکو تنہا عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے قتل سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو مدعی کو مقر
کے قتل کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر دو شخصون پر قتل عمد کا دعوے کیا اور ایک نے عمداً قتل کرنے کا اور دوسرے
نے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا تو دونون پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے امام محمد رح نے زیادات مین
فرمایا کہ ایک شخص نے دو شخصون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے اور میرا ان دونون پر قصاص
چاہیے ہے پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ تونے سچ دعوی کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اُسکو خطاءً لاٹھی
سے مارا ہے تو ولی مقتول کے واسطے دونون پر دونون کے مال سے تین سال مین دیت کا حکم ہوگا۔ اور یہ جو اس مقام
پر مذکور ہے یہ استحسان ہے۔ اور اگر اس صورت مین ولی نے خطا کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کچھ
دیت وغیرہ کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر ولی نے اس صورت مین قتل خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کے موافق
قتل خطا کا اقرار کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر ولی نے دونون پر اس صورت مین خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا اور ایک

[1] یعنے اس اقرار کنندہ پر جس نے آکر بیان کیا کہ مین نے تنہا قتل کیا ہے ۱۲ [2] جس کو اس دوسرے نے قصاص مین مارا ہے ۱۲ [3] یعنے شخص اقرار کنندہ ۱۲

مدعا علیہ نے قتل عمد کا اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو یہ صورت اور جس صورت مین دونون نے قتل خطا کا اقرار کیا ہے دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون پر قتل عمد کا دعوی کیا پس ایک نے کہا کہ ہمنے اسکو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے بالکل قتل کرنے سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائے گا اور اگر اس صورت مین مدعی قتل خطا کا دعوی کرتا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اور فلان شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے اور فلان شخص نے کہا کہ ہمنے اسکو خطا سے قتل کیا ہے اور ولی نے مقر قتل عمد سے کہا کہ تونے اسکو تنہا عمداً قتل کیا ہے تو ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر ولی نے اس صورت مین خطا سے قتل کا دعوی کیا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے عمداً اسکا ہاتھ کاٹا اور فلان شخص نے عمداً اسکا پانون کاٹا پس اس صدمہ سے وہ مر گیا اور ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تونے ہی عمداً اسکا ہاتھ و پانون کاٹا ہے اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو مقر کو ولی قتل کر سکتا ہے اور اگر ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تونے عمداً اسکا ہاتھ کاٹا ہے اور مین نہین جانتا ہون کہ اسکا پانون کس نے کاٹا ہے تو مقر قتل نہ کیا جائیگا لیکن اگر ابہام زائل ہو جاوے مثلاً اس نے کہا کہ مجھے یاد آگیا کہ فلان شخص نے عمداً اسکا پانون کاٹا ہے تو اسکو مقر کے قتل کر دینے کا اختیار ہوگا اور یہ عذر ہوگا حتے کہ اگر مبہم کر دینے کے وقت قاضی نے اسکے حق باطل ہونے کا حکم دیدیا پھر اس نے یاد کر کے بیان کیا تو اسکا حق عود نہ کرے گا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ ایک شخص مقتول کے دونون ہاتھ کٹے ہوے ہین اسکے وارث نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے اسکا داہان ہاتھ عمداً کاٹا ہے اور فلان شخص نے اس کا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہے اور دونون کے زخم سے وہ مر گیا ہے پس جسپر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہے اس نے کہا کہ مین نے عمداً اسکا بایان ہاتھ کاٹا ہے اور وہ اسی زخم سے خاصتہً مر گیا ہے اور دوسرے نے اس کے قطع کرنے سے انکار کیا تو مدعی کو مقر کے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہے اور مجھے دریافت نہین ہے کہ اسکا داہان ہاتھ کسنے کاٹا ہے لیکن یہ جانتا ہون کہ وہ بھی عمداً کاٹا گیا ہے اور مقتول ان دونون زخمون سے مر گیا ہے اور جس مدعا علیہ پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوے ہے اس نے کہا کہ مین نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہے اور وہ اسی زخم سے خاصتہً مر گیا تو مقر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً اور فلان شخص نے دایان ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہے اور جس پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہے اس نے کہا کہ مین نے عمداً اسکے بائین ہاتھ کو کاٹا ہے اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ دایان ہاتھ کس نے کاٹا ہے لیکن یہ جانتا ہون کہ دایان بھی عمداً کاٹا گیا ہے اور وہ اسی سے مر گیا ہے تو مقر پر قصاص نہوگا اور استحساناً اسپر نصف دیت واجب ہوگی اور قیاساً اسپر کچھ دیت بھی لازم نہونی چاہیے یہ محیط مین ہے

چھٹا باب۔ صلح و عفو و اسمین ادائے شہادت کے بیان مین۔

باپ کو اختیار ہے کہ اپنے بیٹے کی جان تلف ہونے سے کم جنایت مین صلح کرے اور جان تلف ہونے سے صلح کرنے مین روایات مختلف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر قاتل و اولیاء مقتول نے کسی قدر مال پر باہم صلح کر لی تو قصاص ساقط ہو جائیگا اور مال واجب ہوگا خواہ قلیل ہو

یا کثیر ہو اور اگر انھون نے میعاد سے ادا کرنے یا فی الحال ادا کرنے کا کچھ ذکر نکیا تو وہ مال فی الحال واجب الادا ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر قتل خطا ہوا اور کہا کہ مین نے تجھ سے ہزار دینار یا دس ہزار درم پر صلح کی اور اُسکے ادا کے واسطے کوئی میعاد مقرر نہ کی پس اگر ایسی صلح قبل حکم قاضی کے اور قبل اسکے کہ دونون باہم کسی نوع دیت پر راضی ہون واقع ہوئی ہو تو یہ مال موجل یعنے میعادی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قاتل ایک آزاد اور ایک غلام ہو اور آزاد نے اور غلام کے مولے نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ان دونون پر جو خون ہے اُس سے ہزار درم پر صلح کرلے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ ہزار درم مولاے غلام و آزاد پر نصفا نصف ہونگے یہ ہدایہ مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل خطا کی صورت مین جب صلح واقع ہوئی پس اگر کسی نوع دیت کا حکم ہونے یا کسی نوع دیت پر دونون کی باہمی رضامندی ہونیکے بعد صلح ہوئی پس اگر اُسی نوع دیت پر صلح ہوئی جسکا قاضی نے حکم دیا یا جسپر دونون باہم راضی ہوچکے یا صلح مقدار دیت سے زائد پر واقع ہوئی تو جائز نہین ہے۔ اور اگر جسقدر کا قاضی نے حکم دیا ہے اُس سے کم مقدار پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو اور جس نوع کا حکم قاضی نے دیا ہے اگر اُسکے خلاف جنس پر صلح واقع ہوئی حالانکہ جسقدر کا حکم قاضی نے دیا ہے اُس سے زیادہ پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم کا حکم دیا ہو اور باہم دینارون پر صلح کرلی تو صلح جبھی جائز ہوگی جب ہاتھون ہاتھ نقد ہو اور اگر گھوڑے یا گدھے یا غلام پر صلح کرلی پس اگر وہ غیر معین ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے اگرچہ مجلس صلح مین اُسپر قبضہ نہوے اور جسقدر کا حکم ہوا ہے اگر اُس سے کم پر صلح کی پس اگر حکم قضا و مال صلح مین کوئی درم و کوئی دینار ہو تو جبتک نقد ہاتھون ہاتھ نہ دے تب تک صلح جائز نہوگی اور اگر وہ مال جسکا حکم ہوا ہے وہ دراہم ہون اور جسپر صلح ٹھہری ہے وہ عروض ہو پس اگر اُدھار ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے خواہ اُسی مجلس مین قبضہ ہو جاوے یا نہو یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب دونون نے بعد حکم قاضی و باہمی رضامندی کے صلح کی ہو اور اگر حکم قضا و باہمی رضا سے پہلے دونون نے صلح ٹھہرائی پس اگر ایسے مال پر صلح ٹھہرائی جو دیت مین مفروض کیا گیا ہے پس اگر وہ مال مقدار دیت سے زائد ہو تو صلح جائز نہین ہے[۱] اگرچہ ہاتھون ہاتھ دیا جاوے اور اگر دس ہزار درم یا ہزار دینار یا سو اونٹ سے کم پر صلح واقع ہوئی تو یہ جائز ہے خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو۔ اور اگر کسی دوسری جنس پر جو دیت مین مفروض نہین ہے صلح واقع ہوئی پس اگر غیر معین اُدھار ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے دو ولی ہین۔ پس دونون مین سے ایک نے قاتل سے پچاس ہزار درم پر پورے خون سے صلح کی تو بقدر اُسکے حصہ کے پچیس ہزار درم پر صلح جائز ہوگی اور دوسرے کو نصف دیت ملیگی تو پانچ ہزار درم لینگے اور امام اعظم سے روایت ہے کہ دیت سے زیادہ مال پر صلح کرنا باطل ہے اور ہر ایک کے واسطے نصف دیت کے پانچ ہزار درم واجب ہونگے۔ مگر مشہور روایت وہی ہے جو ہمنے پہلے ذکر کی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وارثان مقتول مین سے مرد یا عورت یا مان یا دادی یا نانی وغیرہ یا ایسے سوائے عورتون مین سے جنسے قصاص معاف کردیا یا مقتول عورت ہے اور اُسکے شوہر نے قصاص معاف کردیا تو پھر قصاص کی کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر شریکون مین سے کسی لڑکے

---

[۱] یعنی مراد یہ ہے کہ جسقدر مال دیت مین مقرر کیا جاتا ہے اُس سے زیادہ پر جو صلح کی جاوے تو وہ صلح باطل ہوگی اور اطلاق عام ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

اپنے حصہ سے کسی قدر مال پر صلح کر لی یا عفو کر دیا تو قصاص سے باقیون کا حق ساقط ہو گیا مگر انکو دیت مین سے انکا حصہ ملیگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ مال واجب نہوگا[1] اور اگر حق قصاص دو شخصون مین مشترک ہوا اور ایک نے قاتل کو عفو کر دیا تو دوسرے کو تین سال مین مال قاتل سے نصف دیت ملیگی یہ کافی مین ہے - اور اگر دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا اور دوسرے کو معلوم ہوا کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے مگر اُس نے قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور قاتل کے مال سے اُسکو نصف دیت ملیگی اور اگر حرام ہونے سے آگاہ نہوا تو اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی خواہ عفو سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو عمداً قتل کیا اور دونون کا ولی ایک شخص ہے پس اُسنے ایک کا قصاص معاف کر دیا تو اُسکو دوسرے کے عوض قاتل کو قتل کرنے کا اختیار رہیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے - و لیکن محیط سرخسی مین لکھا ہے کہ دو قاتلون مین سے اگر ایک کو ولی نے عفو کیا تو دوسرے کو قتل کر سکتا ہے انتہی قال المترجم و ہو الظاہر - اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ولی ہے پس ایک ولی نے اُسکو معاف کیا تو دوسرے ولی کو اختیار رہیگا کہ اُسکو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر مجروح کے مرجانے سے پہلے ولی نے قاتل کو عفو کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور اگر ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو معاف کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُس ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین محیط مین ہے - ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور ولی کیواسطے قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا گیا پھر ولی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کرے پھر ایک شخص نے ولی سے درخواست کی کہ قاتل کو عفو کر دے پس اُسنے عفو کیا پھر مامور نے قاتل کو قتل کر دیا اور اُسکو عفو کرنیکا حال معلوم نہوا تو فرمایا کہ مامور پر دیت واجب ہوگی اور وہ مال دیت کو حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر نابالغ کا خون اُسکے ولی یا وصی نے معاف کیا تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے بھائی نے گواہ قائم کیے کہ مین اُسکا وارث ہون میرے سوا کوئی اُسکا وارث نہین ہے اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا موجود ہے تو قاضی اُسکے بھائی کے گواہون پر حکم نہ دیگا بلکہ تاخیر کریگا اور اگر قاتل نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا ہے وہ اُسکا وارث ہوا اور اُسنے مجھسے دیت پر صلح کر کے وصول کر لی ہے یا اِس امر کے گواہ دیے کہ بیٹے نے مجھے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہ قبول ہونگے پھر اگر اُسکے بیٹے نے آکر صلح سے اور عفو سے انکار کیا تو قاتل کو حکم دیا جائیگا کہ بیٹے کے روبرو گواہ دوبارہ سنا دے اور فقط اِن گواہون پر جو قاتل نے بمقابلہ بھائی کے پیش کیے تھے بیٹے پر حکم نہ دیگا اور اگر مقتول کے دو بھائی ہون اور قاتل نے دونون مین سے ایک بھائی پر گواہ قائم کیے کہ جو بھائی غائب ہے اُس نے مجھسے پانچ ہزار درم پر صلح کر لی ہے تو یہ جائز ہے - پھر اگر غائب نے حاضر ہو کر صلح سے انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اور جب کہ قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہ دیا گیا تو حاضر کو نصف دیت ملیگی اور غائب کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر مقتول کے دو ولی ہون اور ایک غائب ہو پس قاتل نے دعوے کیا کہ غائب نے مجھے خون معاف کر دیا ہے اور اس دعوے پر گواہ پیش کیے تو مین اُسکے گواہون پر

[1] کیونکہ جب اُسنے معاف کر دیا تو اُسکا کوئی حق دیت مین نرہا اور اُسکے معاف کرنے سے دوسرون کو قصاص کا استحقاق نرہا کہ اس صورت مین قصاص متعذر ہے ۱۲

غائب کیطرف سے عفو جائز رکھونگا اور جب عفو کا حکم دیا گیا پھر غائب آیا تو اُسکے روبرو دوبارہ گواہیون کا اعادہ نکریگا اور اگر اُسنے غائب کیطرف سے عفو کا دعوی کیا مگر اُسکے پاس گواہ نہ تھے اور اُسنے چاہا کہ حاضر سے قسم لے تو یمین تاخیر دیجائیگی یہانتک کہ غائب آجاوے تو اس سے قسم لیگا پھر اگر اُسنے حاضر ہو کر عفو کرنے پر قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ غائب کے عفو کرنے کے میرے پاس گواہ ہین وہ شہر مین موجود ہین تو اُسکو تین روز کی مہلت دیجائیگی اور فی الحال اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ قاضی کو اختیار ہے کہ عفو کے دعوے مین جسقدر اُسکی رائے مین آوے مہلت دے اور فرمایا کہ جو کتاب مین تین روز کی مہلت مذکور ہے یہ مقدار لازمی نہین ہے پس اگر اُسنے تین روز کے بعد کہا کہ میرے گواہ غائب ہین یا ابتدا سے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو قیاس چاہتا ہے کہ اُس سے قصاص لے لیا جاوے اور تاخیر نہ دی جاوے لیکن استحسانًا اُس سے قصاص فی الفور نہ لیا جاوے گا الا اُس صورت مین کہ قاضی کے علم مین یہ بات آوے کہ اگر اسکے پاس گواہ ہوتے تو اُنکو پیش کرتا یہ محیط مین ہے۔ دو ولیون مین سے ایک نے دوسرے کے حق مین گواہی دی کہ اس نے قاتل کو عفو کر دیا ہے۔ تو یہان پانچ صورتین ہین اول یہ کہ شریک نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور قاتل نے بھی تصدیق کی دوم شریک و قاتل دونون نے تکذیب کی سوم شریک نے تکذیب اور قاتل نے تصدیق کی چہارم شریک نے تصدیق اور قاتل نے تکذیب کی پنجم شریک و قاتل دونون نے سکوت کیا۔ پس ان سب صورتون مین قصاص سے عفو ہوگا اور رہی دیت پس اگر صورت اول ہو تو مدعی کو نصف دیت ملیگی۔ اور دوم ہو تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور ساکت کو نصف دیت ملے گی اور تیسری صورت ہو تو قاتل پوری دیت دے گا جو ان دونون مین مشترک ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قاتل نے شاہد کے قول کی تکذیب کی اور شریک نے تصدیق کی تو قصاص عفو ہوگا اور قیاسًا قاتل پر کچھ دیت واجب نہوگی مگر استحسانًا شریک شاہد کے واسطے مال قاتل سے نصف دیت واجب ہوگی اور استحسان ہی کو ہمارے علمائے ثلثہ[1] نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر قاتل و مشہود علیہ نے شاہد کے قول کی نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ دونون خاموش رہے تو اسکا وہی حکم ہے جو دونون کی تکذیب کرنے کا حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے پر عفو کرنے کی شہادت دی تو ضرور ہے کہ یا تو دونون نے ایک ساتھ شہادت دی ہوگی یا آگے پیچھے پس اگر ساتھ ہی شہادت دی پس اگر قاتل نے دونون کی تکذیب کی تو دونون کا حق باطل ہوگا اور اسی طرح اگر قاتل نے معًا دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر آگے پیچھے دونون کی تصدیق کی تو دونون کو پوری دیت ملے گی۔ اور اگر اُسنے دونون مین سے ایک کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق کی ہے اُسکے واسطے نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر دونون نے آگے پیچھے گواہی دی پس اگر قاتل نے دونون کی تکذیب کی تو پچھلے دفعہ گواہی دینے والے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہ ملیگا اسیطرح اگر اس نے ساتھ ہی دونون کی تصدیق کی تو اول کو کچھ نہ ملے گا اور دوم کو نصف دیت ملیگی۔ اور اگر آگے پیچھے

[1] یعنے امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالے ۱۲

دونوں کی تصدیق کی تو پھر دونوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اُس نے ایک کی تصدیق کی پس اگر اول کی تصدیق اور دوم کی تکذیب کی تو پھر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اول کی تکذیب اور دوسرے کی تصدیق کی تو دوسرے کو نصف دیت ملے گی اور اول کو کچھ نہیں ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر خون میں تین آدمیوں کا استحقاق ہو پھر دو آدمیوں نے ان شریکوں میں سے تیسرے شریک پر گواہی دی کہ اُس نے عفو کیا ہے تو اس میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ قاتل اور مشہود علیہ دونوں آدمی ان دونوں شاہدوں کی تصدیق کریں اور اس صورت میں مشہود علیہ کا حصہ باطل ہو جائے گا اور شاہدین کا حق قصاص منقلب بمال ہو جائے گا اور اگر دونوں نے دونوں کی تکذیب کی یعنی جن پر گواہی دی ہے تو دونوں شاہدوں کو کچھ نہ ملیگا اور مشہود علیہ کا حق مال کی طرف منقلب ہو جائے گا اور اگر دونوں شاہدین کی فقط مشہود علیہ نے تصدیق کی تو قاتل تہائی دیت یعنی حصہ مشہود علیہ کا ضامن ہوگا اور یہ مال دونوں شاہدین کو ملے گا۔ اور اگر فقط قاتل نے دونوں کی تصدیق کی تو قاتل پوری دیت کا ضامن ہوگا جو ان سب میں مشترک ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر وارثوں میں سے دو وارثوں نے بعض وارثوں پر قتل خطا کی صورت میں گواہی دی کہ ان بعض نے اپنا حصہ دیت عفو کر دیا ہے تو گواہی جائز ہوگی بشرطیکہ ہر دو شاہدین نے اپنا حصہ دیت وصول نہ پایا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک قوم نے مجتمع ہو کر ایک کپڑے کے نشانے کو تیر مارنے شروع کیے پس ایک تیر خطا کر کے ایک نابالغ جاریہ کے لگا یعنے چھوٹی لڑکی کے لگا اور وہ مر گئی اور ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ فلاں شخص کا تیر تھا اور یہ گواہی دی کہ اسکو فلاں شخص نے مارا ہے پھر لڑکی مذکورہ کے باپ سے تیر والے نے ایک باغ انگور پر صلح کی پھر صاحب صلح نے صلح کرنیوالے سے مطالبہ کیا پس اگر معلوم ہو کہ صلح کرنیوالا ہی زخمی کرنے والا ہے اور لڑکی اسی زخم سے مری ہے تو صلح جائز ہوگی اور اگر اس مقدمہ میں سوائے تیر کی شناخت کے اور کچھ معلوم نہو تو صلح باطل ہوگی۔ اور اگر یوں دریافت ہو کہ تیر والے نے تیر مارا اور لڑکی کے باپ نے لپک کر اس لڑکی کو تھپڑ مار کر ہٹایا اور وہ گر کر مر گئی اور یہ دریافت نہیں ہوتا ہے کہ تیر سے مری ہے یا تھپڑ سے پس اگر باپ نے باقی وارثوں کی اجازت سے صلح کی ہو تو جائز ہے اور بدل الصلح[1] باقی وارثوں کو ملیگا باپ کو نہیں ملیگا اور اگر بدون انکی اجازت کے صلح کی تو باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ عفو میں ضرور ہے کہ یا جنایت عمد میں معاف کیا یا جنایت خطا میں عفو کیا اور ہر ایک صورت ان احوال سے خالی نہیں کہ یا تو جنایت سے ہوگا یا زخم سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے یا ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے یا فقط ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے یا فقط زخم سے عفو کیا ہے اور اگر جنایت عمداً ہو پھر قاطع سے مقطوع نے کہا کہ میں نے تجھے جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہے یا زخم سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہے عفو کیا تو وہ قطع سے اور جو اسکی سرایت پیدا ہوتا ہے بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے قطع سے یا زخم سے معاف کیا تو سرایت سے یعنی جو نتیجہ اس سے پیدا ہو

[1] بدل الصلح وہ نقد و جنس جو صلح کے عوض باہم مقرر ہو ۱۲

مثلاً زخم سر کیوجہ سے دائم المرض ہوکر مرجاوے تو اس نتیجہ سے بری نہوگا یعنی کہ اگر مجروح مرجاوے تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک استحساناً دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک وہ سرایت سے بھی بری ہو جائیگا اور اگر جنایت بخطا ہوا اور اُس نے قطع یا زخم سر سے عفو کیا پھر اُسکا اثر ساری ہوگیا اور وہ مرگیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور اگر جنایت سے یا قطع سے اور جو اثر اُس سے پیدا ہووے عفو کیا تو مثل عمداً جنایت کرنیکی صورت کے ان سب سے عفو صحیح ہی لیکن عمداً کی صورت مین پورے مال سے دیت کا اعتبار ہوگا اور خطا کی صورت مین تہائی سے اعتبار ہوگا اور وہ مددگار برادری کو وصیت ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اسی پر نکاح کیا پس اگر عمداً قطع کیا ہوا اور مرد نے اسی پر اُس سے نکاح کیا پس اگر وہ مرد اس زخم سے اچھا ہوگیا (یعنے کہ اسکا ارش اس عورت پر واجب ہوا) تو مہر کا تسمیہ صحیح ہو جائیگا اور بالاجماع اسکا ارش اس عورت کا مہر ہو جائیگا پھر اگر دخول کے بعد اُس عورت کو طلاق دی یا مرد اُسکو چھوڑ کر مرگیا تو پورا ارش عورت کو مسلم رہیگا اور اگر دخول سے پہلے اسکو طلاق دی تو دو ہزار پانچسو درم عورت مذکورہ کو مسلم رہین گے اور باقی دو ہزار پانچسو درم شوہر کو واپس کریگی اور اگر مرد مذکور اس زخم سے مرگیا تو بالاجماع تسمیہ باطل ہے اور عورت مذکورہ کو مہر مثل ملیگا پس اگر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور کیواسطے متعہ واجب ہوگا پھر امام اعظم رح کے نزدیک قیاساً عورت مذکور پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص نہوگا بلکہ فقط عورت کے مال سے عورت پر دیت واجب ہوگی اور اگر عورت مذکور سے جنایت پر یا قطع اور اُسکے اثر سے جو پیدا ہو اُس پر نکاح کیا پس اگر زخم سے وہ اچھا ہوگیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش عورت مذکورہ کا مہر ہو جائیگا یہ بالاجماع ہی۔ اور وہ اُسکے سپرد رہیگا اگرچہ مال ارش بہ نسبت اُسکے مہر مثل کے زائد ہوا اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو تسمیہ باطل ہوگیا اور عورت مذکور کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا اور قصاص مفت بے عوض ساقط ہوگیا اور اگر جنایت بخطا ہوا اور مرد نے اُس سے قطع پر نکاح کیا ہو پس اگر اس زخم سے اچھا ہوگیا تو اسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہوگیا اور اگر اُس نے عورت مذکور کے ساتھ دخول کرکے طلاق دی یا مرگیا تو عورت مذکور کو پورا ارش سپرد رہیگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر دخول سے پہلے طلاق دی تو عورت کو اسمین سے نصف دیا جائیگا یعنے دو ہزار پانچسو درم اور باقی دو ہزار پانچسو درم اُسکی مددگار برادری اُسکے شوہر کو ادا کریگی اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تسمیہ[1] باطل ہوگا اور اسکو مہر مثل ملیگا اور عورت کی مددگار برادری پر شوہر کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک تسمیہ صحیح ہوگا اور شوہر کی دیت اُسکا مہر ہوگا۔ اور اگر جنایت بخطا پر یا قطع بخطا پر اور جو اس سے پیدا ہووے نکاح کیا پس اگر وہ اچھا ہوگیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اُسکا مہر ہوگیا اور اُسکی مددگار برادری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو اُسکی دیت اُسکا مہر ہوگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی پھر اُسکے مہر مثل اور مقدار دیت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دونوں مساوی ہوں تو بلاشک پوری دیت اُسکے سپرد رہیگی خواہ قطع کرنیکے بعد

[1] نادرہ یعنی مثلاً دو چار یا اس سے کم بیس عدد کا نام لیکر کہنا ١٢

ایسے حال مین نکاح کیا ہو کہ جب وہ چلتا پھرتا تھا یا ایسے حال مین کہ جب وہ چارپائی پر پڑ گیا تھا - اور اگر اُسکا مہر المثل دیت سے کم ہو پس اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا تو بھی سب بیت اُسکو ملیگی - اگرچہ اُس کے مہر مثل سے زائد دینے مین تبرع پایا گیا ہے اور اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب وہ چارپائی پر پڑ چکا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر مہر مثل سے زائد پوری دیت تک اسقدر ہے کہ شوہر کے مال کی تہائی سے نکلتا ہے تو عورت کی مددگار برادری دیت سے بری ہوگی اور جسقدر مہر المثل سے زائد ہے وہ اُسکی مددگار برادری کے حق مین وصیت قرار دیجائیگی اور اگر اسقدر کثیر ہو کہ یہ مہر المثل سے زائد مقدار شوہر کے مال کی تہائی سے زائد ہو تو جسقدر تہائی مال سے نکل سکتی ہے اسقدر مددگار برادری سے ساقط ہوگی اور یہ مددگار برادری کے حق مین وصیت شمار ہوگی اور باقی کو مددگار برادری شوہر کے وارثون کو ادا کریگی یہ اُسصورت مین ہے کہ شوہر نے عورت مذکورہ کو قبل اپنی موت کے طلاق نہ دی ہو یہان تک کہ وہ مرگیا اور اگر دخول سے پہلے قبل موت کے اُسکو طلاق دیدی تو عورت مذکورہ کو اس دیت مین سے پانچ ہزار دیے جاوینگے بشرطیکہ پانچ ہزار درم اُسکا مہر مثل ہو اور اسی قدر مددگار برادری سے ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکا مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہو پس اگر مہر مثل سے پانچہزار تک جو زیادتی ہے وہ شوہر کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی مددگار برادری سے پورے پانچ ہزار درم ساقط ہونگے اور اگر یہ زیادتی کی مقدار تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو جسقدر اُسکا تہائی مال ہو سکتی ہو اسقدر مددگار برادری سے بطور وصیت کے ساقط ہوگی اور باقی کو مددگار برادری وارثان شوہر کو واپس دیگی یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کے سر مین دو موضحہ زخم پہونچائے پھر زخمی نے ایک زخم موضحہ[۱] اور جو اُس سے پیدا ہوا اُس سے معاف کر دیا پھر زخمی مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر زخمی کرنے والے کے فقط اقرار سے ثابت ہوتا ہے تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی ادا اُسکے مال سے لیجا دیگی اور عفو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہ قاتل کیواسطے وصیت ہوگی اور اگر یہ امر گواہون سے ثابت ہو تو یہ مددگار برادری کیواسطے وصیت ہوگی پس جائز ہوگی اور مددگار برادری سے نصف دیت ساقط ہو جائیگی بشرطیکہ یہ مقدار مال زخمی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر یہ دونون زخم عمداً ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو زخمی کرنیوالے پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ ایک زخم سے عفو کرنا دونون سے عفو ہے یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُس سے اور جو اس سے پیدا ہووے عفو کر دیا پھر ظالم نے اُسکو دوسرے زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُسکو یہ زخم معاف نہ کیا تو قاتل پر بصورت ان دونون زخمون سے مرجانے کے اُسکے مال سے پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اُسپر قصاص واجب نہوگا اور عفو صحیح نہوگا یہ محیط مین ہے - اگر زید نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر عمرو نے اس موضحہ زخم اور جو اس سے پیدا ہووے سے کسی قدر مال معین پر زید سے صلح کی اور یہ مال سپرد کر دیا پھر دوسرے شخص خالد نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا اور وہ دونون زخمون سے مرگیا تو خالد پر قصاص واجب ہوگا اور زید پر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر زید سے بعد خالد کے زخمی کرنے کے صلح واقع ہوئی ہو تو بھی صورت مذکورہ مین یہی حکم ہے

[۱] یعنے ایسا زخم جو ہڈی تک پہونچا اور اس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ [۲] یعنے زیادتی بطریق وصیت ۱۲

یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے عمرو کو عمداً موضحہ زخم سر سے زخمی کیا پھر عمرو نے اس زخم اور اُس کے اثر سے زید سے دس ہزار درم پر صلح کر لی اور وصول کر لیے پھر خالد نے اُسکا سر خطا سے زخمی کیا پھر عمرو ان دونوں زخموں سے مر گیا تو خالد کی مددگار برادری پر پانچہزار درم واجب ہونگے اور زید مقتول کے مال سے پانچہزار درم واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔

ساتواں باب۔ حالت قتل کے اعتبار کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے ایک مسلمان کو تیر مارا اور مسلمان مذکور تیر پہونچنے سے پہلے مرتد ہو گیا پھر تیر اُسکے لگا اور وہ مرا تو مارنے والے پر اُسکی دیت وارثان مرتد کے واسطے واجب ہوگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو تیر مارا اور وہ مرتد تھا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوا پھر اُسپر تیر لگا اور وہ مر گیا تو مارنے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی حربی کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے اُسکو اُسکے مولے نے آزاد کیا پھر اُسکے تیر لگا اور وہ مر گیا تو مارنیوالے پر امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور کی قیمت اُسکے مولے کو دینی واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر قاضی نے ایک شخص پر رجم کا حکم دیا پھر ایک شخص نے اُسکو پتھر مارا اور ہنوز پتھر نہیں لگا تھا کہ ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا پھر پتھر اسکے لگا تو پتھر مارنیوالے پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے مجوسی مذکور مسلمان ہو گیا پھر تیر لگا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر ایک مسلمان نے شکار کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے نعوذ باللہ وہ مسلمان مجوسی ہو گیا پھر تیر لگا تو وہ شکار کھایا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر محرم نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہو گیا پھر شکار کے تیر لگا تو محرم مذکور پر جزا واجب ہوگی اور اگر حلال نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہو گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے

آٹھواں باب۔ دیتوں کے بیان میں۔ دیت اُس مال کو کہتے ہیں جو جان تلف کرنیکے بدلے واجب ہوتا ہے۔ اور جان تلف کرنے سے کم زخم کے بدلے جو واجب ہوئے وہ ارش کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل بخطا میں اور جو اسکے قائم مقام ہے اور شبہ عمد میں اور قتل بسبب میں اور نابالغ ومجنون کے قتل کرنے میں دیت واجب ہوتی ہے اور یہ سب دیتیں مددگار برادری پر واجب ہوتی ہیں سوائے باپ کے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کے کہ یہ دیت باپ کے مال سے تین سال میں اداکرنی واجب ہوتی ہے۔ اور مددگار برادری پر واجب نہیں ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور جس قتل عمد میں بسبب شبہ کے قصاص ساقط ہوجاوے اسکی دیت مال قاتل سے اداکرنی واجب ہوگی اور جو ارش بسبب صلح کے واجب ہو وہ قاتل کے مال میں ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ دیت مذکور تو تین سال میں دینی پڑتی ہے اور ارش مذکور فی الحال دینا پڑتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جو دیت بسبب نفس قتل کے واجب ہوتی ہے وہ امام اعظم رح کے نزدیک تین چیزوں سے ادا کیجاتی ہے اونٹ وسونا وچاندی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا

ا؎ اقول باپ نے اگر عمداً بیٹے کو قتل کیا تو ہر قتل عمد میں قصاص ہوتا ہے لیکن یہ مخصوص ہے کہ باپ کے ساتھ شرع نے اسقدر رعایت فرمائی کہ دیت واجب ہوتی ہے ۱۲ منہ

کہ اونٹ میں سے سو اونٹ اور سونے میں سے ہزار دینار اور چاندی میں سے دس ہزار درم اور قاتل کو اختیار ہے جس قسم میں سے چاہے ادا کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ اور بھی گایوں میں سے دو سو گائے اور بکریوں میں سے ہزار بکریاں اور حُلّوں میں سے دو سو حُلّے اور ہر حلہ دو کپڑے ہونگے یہ ہدایہ میں ہے پھر واضح ہو کہ اونٹوں میں سے سب اونٹ ایک ہی سن[1] کے واجب نہونگے بلکہ اسنان مختلفہ کے واجب ہونگے پس خطاء محض کی صورت میں پانچ سن کے سو اونٹ واجب ہونگے جسمیں سے بیس[2] بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور شبہ عمد میں سو اونٹ چار قسم کے واجب ہونگے یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ پچیس[5] بنت مخاض و پچیس بنت لبون و پچیس حقہ و پچیس جذعہ واجب ہونگے کذا فی المحیط قال المترجم ان الفاظ کی تفسیر کتاب الزکوۃ میں مفصل گذر چکی ہے۔ نتذکر اور واضح ہو کہ مسلمان اور ذمی اور حربی جو امان لیکر آیا ہے سب کی دیت برابر ہے یہ کافی میں ہے۔ اور عورت کی جان اور جان سے کم زخم و قطع کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور جو جنایت ایسی ہوتی ہے کہ اسکا کوئی ارش معین نہیں ہے۔ اور اُس میں حکومت عدل واجب ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اسمیں مرد و عورت برابر ہیں اور بعض نے فرمایا کہ مرد کی آدھی دیت عورت ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قتل بخطا ہوا اور شریک دیت ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو پس اگر بالغ باپ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پوری دیت وصول کرے جس میں سے اپنا حصہ بوجہ ملک کے اور نابالغ کا حصہ بوجہ ولایت کے اور اگر بالغ بھائی یا چچا ہو اور نابالغ کا کوئی وصی نہو تو وہ صرف اپنا حصہ وصول کر سکتا ہے نابالغ کا نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے سر کے بال زبردستی مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ اُگے تو اسمیں پوری دیت واجب ہوگی اور اسمیں مرد و عورت بالغ و نابالغ برابر ہیں لیکن ظالم سے اُسوقت دیت دینے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ ایک سال کی مہلت دیجائیگی اور اگر ظالم کو سال کی مہلت دیگئی اور مظلوم سال کے اندر مر گیا اور ہنوز اُسکے بال نہیں جمے تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حاجبین کو اگر اسطرح مونڈ ڈالے منبت یعنی جہاں بال جمتے ہیں وہ جگہ خراب فاسد کر دی یا اس طرح اکھاڑا کہ منبت کو خراب کر دیا تو دونوں میں پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور دو پلکوں میں آدھی دیت اور ایک میں چوتھائی دیت اور سب پلکوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے اگر ایک شخص نے داڑھی مونڈ ڈالی اور پھر اُسکے دوسری نہ جمی تو پوری دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور سر کے بال اور داڑھی مونڈ ڈالنے میں عمداً مونڈنا یا خطا سے مونڈنا دونوں یکساں ہیں یہ کافی میں ہے اور اگر آدھی داڑھی یا آدھا مونڈ ڈالی تو بعض اصحاب نے فرمایا آدھی دیت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر آدھی داڑھی مونڈی تو آدھی دیت واجب ہوگی جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ نصف ہے اور اگر یہ معلوم نہوا کہ کس قدر مونڈی ہے تو حکومت عدل واجب ہوگی اور فتاوی قاضی خان میں ہے

---

[1] یعنی ایک ہی دانت کے سب نہونگے بلکہ بنت اس قسم کے اور بنت اس قسم کے الی آخرہ اور ظاہر عبارت مترجم سے سن سے مراد عمر نکلتی ہے اور مال میں کچھ فرق نہیں ہے[12]

سنہ [9] یعنے وہ شخص جسکو نابالغ کا قاضی اُس نابالغ کی پرداخت و اُسکے مال وغیرہ کے متعلق وصیت کر گیا ہو [5] سال میں اُگے تو بعد سال کے دیت کے ادا کرنے کا حکم دیا

کہ اگر ٹھوڑی و داڑھی اُکھاڑی تو اُکھڑی ہوئی اور باقی داڑھی دونون پر دیت تقسیم کیجائیگی پس جسقدر اُکھاڑی ہوئی کے حصہ مین پڑے اُسقدر واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور مشائخ نے کوسہ کی داڑھی مین گفتگو کی ہے اور اس مین صحیح وہ تفصیل ہے جو شیخ ابوجعفرؒ نے بیان فرمائی ہے کہ اگر کوسہ[1] کی ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال جمے ہون تو اُسکے مونڈ ڈالنے مین کچھ واجب نہوگا اور اگر اس سے زائد ہون اور ٹھوڑی و گالون دونون پر بال ہون مگر وہ متصل نہون تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر متصل ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ اُگے اور جیسے تھے اُسی کے برابر ہوگئے تو اسمین کچھ واجب نہوگا لیکن مونڈنے والے کو اُسکی حرکت پر تنبیہ و ادب دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر بجائے سیاہ بالون کے سپید جمے تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہے اور غیر روایۃ اصول مین مذکور ہے کہ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر آزاد ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر غلام ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونون صورتون مین حکومت عدل واجب ہے یہ محیط مین ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث صاحبین کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ خلاصہ مین ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے اس مسئلہ مین آزاد کی صورت مین حکومت عدل کی تقدیر اس طرح روایت کی ہے کہ اُس آزاد کو غلام فرض کر کے اندازہ کیا جاوے کہ سیاہ بال ہونے کی حالت مین اسکی کیا قیمت ہے اور سپید ہونیکی حالت مین کیا قیمت ہے پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسقدر نقصان تاوان لیا جاوے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کی ڈاڑھی مونڈالی پھر تھوڑی جمی اور تھوڑی نہین جمی تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اجناس ناطفی مین ہے۔ کہ اگر اپنی عورت یا غیر کی عورت کا ضفیرہ کاٹ ڈالا تو اسمین کچھ واجب نہین چاہیے ہے۔ اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے قرون یعنی گیسو کاٹ ڈالے یا یا کسی باندی کا سر مونڈ ڈالا حالانکہ اس سے اسمین نقصان آگیا تو فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن اُسکو تادیب کی جائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کو مجبوب کیا یعنی اُسکے آلہ تناسل کو کاٹ دیا یہانتک کہ اُسکی ڈاڑھی گر گئی تو ڈاڑھی کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر مونچھ کو مونڈ ڈالا اور وہ پھر نہ جمی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جنایات الحسن مین ہے کہ اگر ڈاڑھی کے ساتھ مونچھ مونڈ ڈالی تو ڈاڑھی کے ضمان مین مونچھ داخل ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ہارونی مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے زبردستی دوسرے کا سر مونڈ ڈالا پھر بال نہ اُگے اور ظالم نے کہا کہ یہ شخص اصلع[2] تھا تو جسقدر مونڈنے والے کے زعم مین اُسکے سر پر بال تھے اُسقدر کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ڈاڑھی کو مونڈا اور پھر کہا کہ یہ شخص کوسہ تھا اُسکے گالون پر بال نہ تھے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح حاجبین و اشفار[3] مین بھی یہی حکم ہے کہ قسم کے ساتھ جنایت کرنیوالے کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وہ شخص جسپر ظلم ہوا ہے گواہ قائم کرے کہ مین صحیح سالم تھا تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور نکلے ہوے کانون مین خطا کی صورت مین پوری دیت دونون کی اور ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور جو خشک ہوگئے ہون یا دھنسے ہوے ہون تو ان مین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک

---

[1] کوسہ کا اطلاق بالکل پیدایشی بے ڈاڑھی والے اور کچی ڈاڑھی اور بہت خفیف ڈاڑھی والے سب پر آتا ہے اور یہان معنی دوم ظاہر ہین ۱۲

[2] اصلع جسکی پیشانی کے اوپر خلاف معروف بال نہ جمے ہون ۱۲ [3] اشفار جمع شفر کنارہ پلک ۱۲

شخص کے کان کو صدمہ پہونچایا جس سے اُسکی سماعت جاتی رہی تو دیت واجب ہوگی اور سماعت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ غفلت کی حالت ڈھونڈھکر اُسکو حالت غفلت مین پکارا جاوے پس اگر جواب دے تو معلوم ہو جائیگا کہ سماعت نہین گئی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر خطا سے دونون آنکھین پھوڑ دی گئی ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر نہ پھوٹی ہون لیکن وہ دھنس گئین یا اُنکی بینائی جاتی رہی حالانکہ ڈھیلے ویسے ہی موجود ہین تو بھی دونون مین پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ کانے آدمی کی آنکھ کیواسطے نصف دیت ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر پلکون سمیت پپوٹے کاٹ ڈالے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جن پپوٹون مین پلکین نہین ہین اُنکے کاٹنے مین حکومت عدل ہے اور اگر پلکون پر ستم کرنے والا ایک شخص ہو اور پپوٹون پر ستم کرنے والا دوسرا ہو تو پلکون پر ستم کرنے والے پر پوری دیت اور پپوٹے کاٹنے والے پر حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور ناک کاٹنے مین جان تلف کرنے کی دیت واجب ہے اسی طرح اگر ناک کا نرمہ[1] کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ناک کا بانسا کاٹ ڈالا تو اسمین قصاص نہین ہے مگر جان تلف کرنے کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے منتقی مین ہے کہ اگر ناک پر ایسا ستم کیا کہ مظلوم ناک سے سانس نہین لے سکتا مگر منھ سے سانس لیتا ہے تو اسمین حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ شرح طحاوی مین ہے کہ اگر ناک کا نرمہ کاٹا پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر اچھے ہونے کے بعد ایسا کیا تو نرمہ کیواسطے دیت اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر کسی شخص کی ناک توڑ دی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص کی ناک مین ایسا صدمہ پہونچایا کہ جس سے اُسکو خوشبو و بدبو کچھ نہین معلوم ہوتی ہے تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ تتاوارابن رستم مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور جنایات ابی سلیمان مین ہے کہ اگر مارنیوالے نے اقرار کیا کہ اسکی ناک سے سونگھنے کی قوت جاتی رہی ہے تو اسمین دیت واجب ہوگی اور اسکا حکم مثل سماعت کے ہے ایسا ہی قدوری نے بھی ذکر کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے اور سونگھنے کی قوت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ بدبودار چیزون کی بو سے دریافت کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور دونون ہونٹون کیواسطے پوری دیت ہے اور ایک کے واسطے نصف دیت ہے اوپر کا اور نیچے کا اس حکم مین دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہے۔ نابالغ کے کان و ناک کے واسطے پوری دیت ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور ہر دانت کے واسطے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے اور اس حکم مین ثنایا و ضواحک و انیاب و اضراس و نواجذ و طواحن سب یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔ آدمی کے بدن مین اعضا مین سے کوئی ایسا نہین ہے جس کی دیت اُسکے نفس کی دیت سے زائد ہو جاتی ہو سوائے دانتون کے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ حتے کہ اگر اٹھائیس دانت ہون تو چودہ ہزار درم واجب ہونگے اور اگر تیس ۳۰ دانت ہون تو پندرہ ہزار درم ہون گے یہ ظہیریہ مین ہے

[1] نرمہ ناک کا وہ حصہ ہے جو نتھنون کی جگہ سے سخت ہڈی تک نرم ہے ۱۲

اور بتیس ۳۲ دانت ہون تو سولہ ہزار درم واجب ہونگے اور یہ مقدار ایک دیت کامل اور تین پانچوین حصے ایک دیت کی ہی اور یہ تین سال میں ادا کیجائیگی یعنے سال اول مین چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ و دو تہائی درم اور دوسرے سال مین چھ ہزار تین سو تینتیس و تہائی درم اور تیسرے سال مین تین ہزار درم اور اس تفصیل کے ساتھ اسکو منتقی مین ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ ڈالا اور بجاے اُسکے دوسرا جم آیا تو امام اعظم کے نزدیک ارش ساقط ہوجائیگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اسپر پورا ارش واجب ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر دوبارہ جو دانت اُگا ہے وہ سیاہ ہو تو ارش اپنے حال پر واجب رہیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر دوسرے کا دانت اُکھاڑ ڈالا اور مظلوم نے اُس دانت کو اپنی جگہ جما دیا اور اسپر گوشت جم آیا تو ظالم پر پورا ارش واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص کے دانت کو صدمہ پہونچایا اور وہ ہلنے لگا تو میعاد دیجائیگی پھر اگر وہ سبز یا سُرخ ہوگیا تو دانت کی دیت پانچ سو درم واجب ہونگے اور اگر زرد ہوگیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر سیاہ ہوگیا تو دانت کی دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کا کام نہ دے سکے اور اگر یہ نفع نہ جاوے لیکن وہ دانت ایسا ہی کہ دکھلائی دیتا ہی کہ جسکے سبب سے اس شخص کا جمال جاتا رہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ان دونون باتون مین سے کوئی بات نہو تو اس مین دو روایتیں ہین اور صحیح یہ ہی کہ ظالم پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مارنے والے نے کہا کہ یہ دانت میرے مارنے کے بعد دوسرے آدمی کی چوٹ سے سیاہ پڑ گیا ہی اور مضروب[1] نے اس سے انکار کیا تو قسم سے مضروب کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مارنیوالا اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مملوک کا دانت زرد پڑ جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک زرد پڑنے مین خواہ مملوک ہو یا آزاد ہو حکومت عدل واجب ہی اور اگر ایک شخص کے دانت مین صدمہ پہونچایا کہ جس سے وہ سیاہ پڑ گیا پھر دوسرے نے آکر اُسکو اُکھاڑ ڈالا تو پہلے شخص پر پورا ارش واجب ہوگا اور دوسرے پر حکومت عدل لازم ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور زبان کیواسطے دیت واجب ہی اسیطرح اگر تھوڑی زبان کاٹ ڈالی کہ گفتگو سے مانع ہوئی تو بھی پوری دیت واجب ہے اور اگر بعض حروف بولنے کی قدرت باقی ہو تو بعض نے فرمایا کہ اعداد حروف پر دیت تقسیم ہو کر بحساب واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ جسقدر حروف کا زبان سے تعلق ہی فقط انھین حروف پر تقسیم کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ اگر اکثر حروف ادا کر سکتا ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر اکثر حروف ادا کرنے سے عاجز ہو تو پوری دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ اول اصح ہی کذا فی المحیط اور اول ہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مظلوم نے دعوی کیا کہ مین کلام نہین کر سکتا ہون تو غفلت کی تاک کیجاوے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ وہ کلام کر سکتا ہی یا نہین کر سکتا ہی۔ اور گونگے کی زبان کے واسطے حکومت عدل واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی بچہ کی زبان کاٹ ڈالی پس اگر وہ صرف بچون کے مانند استہلاک کرتا ہو یعنی آواز لگاتا ہو جیسا پیدا ہونے کے وقت روتا ہی تو حکومت عدل واجب ہی اور اگر بات بولتا ہو تو دیت واجب ہوگی

[1] وہ شخص جسپر ضرب واقع ہوئی یعنے جسکا دانت توڑا گیا ہی ۱۲

یہ شرح جامع صغیر شیخ حسام الدین میں ہے۔ اور دونوں جبڑوں میں پوری دیت اور ایک کے واسطے آدھی دیت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ہر دو دست میں اگر خطاء سے کاٹ ڈالے گئے ہوں تو پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی اور دائیں پر دیت کی راہ سے فضیلت نہ ہوگی اگرچہ منفعت گرفت دائیں ہاتھ میں بہ نسبت بائیں کے زیادہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اصل اطراف میں یہ قرار پائی ہے کہ اگر جنایت کرنیوالے نے کسی عضو کی جنس منفعت پوری پوری زائل کر دی یا جو جمال آدمی میں مقصود ہوتا ہے (ہاتھ اوٗل نوعیت منفعت) وہ تمام و کمال زائل کر دیا تو پوری دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور خنثی[1] کے ہاتھ کاٹنے میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسقدر دیت واجب ہوگی جو عورت کے ہاتھ میں واجب ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی اور عورت کی آدھی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے (یعنے مرد کی آدھی[12]) اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے واسطے دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا اور انگلیاں سب یکساں ہیں اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں اس کے ہر جوڑ کے واسطے انگلی کی دیت کی تہائی واجب ہوگی اور جسمیں دو جوڑ ہیں اُسکے ہر جوڑ کے واسطے پوری انگلی کی دیت کا آدھا واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور زائد انگلی کے واسطے حکومت عدل[2] واجب ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور شل ہاتھ کے واسطے حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ہتھیلی مع تھوڑی انگلیوں یا پوری انگلیوں کے کاٹ ڈالی تو بالاجماع اگر اُس نے ہتھیلی کو اسطرح کاٹا ہے کہ اسمیں سب انگلیاں لگی ہیں تو ہتھیلی انگلیوں کے تابع کیجائیگی حتیٰ کہ انگلیوں کا ارش واجب ہوگا اور ہتھیلی کیواسطے کچھ واجب نہوگا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اُسنے ہتھیلی کو کاٹا اور اُسکے ساتھ اسمیں لگی ہوئی تین انگلیاں کٹ گئیں تو انگلیوں کا ارش تین ہزار درم یا تین سو دینار واجب ہونگے اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اگر ہتھیلی میں دو انگلیاں یا ایک انگلی یا انگلی کا ایک پور ہو تو بھی امام اعظم رحہ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ ہتھیلی انگلی کی تابع ہوگی اور صحیح امام ابو حنیفہ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ میں مارا اور ہاتھ شل ہو گیا تو اسپر پوری دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی کا اوپر کا پور کاٹ ڈالا پس باقی انگلی یا پورا ہاتھ شل ہو گیا تو اسمیں سے کسی چیز میں قصاص نہوگا اور یہ چاہیے ہے کہ اوپر کے پور کیواسطے دیت واجب ہو اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہو اور اگر ساعد کو توڑ ڈالا تو حکومت عدل واجب ہوگی اور یہی حکم ہیندوست کے توڑ دینے میں بھی ہے کہ حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر نصف ساعد سے ہاتھ کاٹا گیا تو ہاتھ کی دیت اور ہتھیلی سے ساعد تک کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر بازو مرفق[12] سے ہو تو ہاتھ کی دینے کے بعد ذراع کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی مگر وہ نصف ساعد کی بہ نسبت زیادہ ہوگی اور یہ ابو حنیفہ رہ کا قول ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمد رہ نے جامع میں فرمایا ہے کہ زید نے عمرو و بکر دونوں کا دہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمرو نے زید کا انگوٹھا کاٹ ڈالا پھر خالد نے اسکی باقی انگلیاں کاٹ ڈالیں پھر بکر نے اُسکی بے انگلیوں کی ہتھیلی کاٹ ڈالی پھر یہ سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو قاضی زید پر ایک ہاتھ کی دیت یعنی پانچ ہزار درم کا حکم دیگا

---

[1] خنثی وہ شخص جس میں مرد ہونے یا عورت ہونے کی علامت نہو جس کو ہمارے عرف میں خوجہ کہتے ہیں ۱۲ قال المترجم یعنے مرد کی نصف دیت اور عورت کی نصف دیت ملاکر جس کا نصف ایک ہاتھ کے واسطے واجب ہوگا منہ

[2] قال یعنے عادل لوگ جسکو مقرر کیے جاویں کہ وہ اسکی جزا تجویز کریں ۱۲ منہ

جو عمرو اور بکر کے درمیان پانچ حصہ ہو کے تقسیم ہوگی اور خالد چار ہزار درم زید کو دے گا اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہو کر زید کی ہتھیلی کاٹی ہو پھر ہاتھ کی دیت لی ہو تو یہ دیت دونوں کے درمیان پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی جس میں سے تین حصہ بکر کو اور دو حصہ عمرو کو ملیں گے اور اگر خالد نے پہلے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر اس کے بعد عمرو نے مثلاً زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر دوبارہ خالد نے کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر بکر نے اُسکی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیاں لگی ہیں تو قاضی زید پر ایک دیت کا حکم دیگا جسمیں سے چوتھائی بکر کو اور تین چوتھائی عمرو کو ملیگی اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہو کر زید کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیاں لگی ہیں تو جو دیت زید سے اُنھوں نے لی ہے وہ ان دونوں میں آٹھ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی جسمیں سے تین حصہ عمرو کو اور پانچ حصہ بکر کو ملینگے یہ محیط میں ہے۔ انگلی کے سرے کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور ناخن اگر جیسا تھا ویسا ہی جم آیا تو مثل اور اعضا کے اسمیں کچھ واجب نہوگا اور اگر نہ جما تو حکومت عدل ہوگی اور اگر عیب دار جما تو حکومت عدل بہ نسبت اول کے کم ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور دونوں پانوں میں خطا کی صورت میں پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کے واسطے آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ بچے کے ہاتھ اور پانوں کیواسطے حکومت عدل ہے بشرطیکہ وہ نہ چلتا اور نہ بیٹھتا ہو اور نہ ان دونوں کو حرکت دیتا ہو اور اگر حرکت دیتا ہو تو دونوں کیواسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ لنگڑا پانوں کاٹ ڈالنے میں حکومت عدل ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر نصف ساق سے پانوں کاٹ ڈالا تو قدم کی دیت اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی کی ران توڑ ڈالی پھر وہ اچھا ہو گیا اور ران بیدھی ہو گئی تو امام اعظم کے نزدیک اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسپر حکومت عدل واجب ہوگی ابو سلیمان رح نے امام محمد رحمہ اللہ سے کتاب الحج میں روایت کی کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی ہڈی ہاتھ یا پانوں وغیرہ کی توڑ ڈالی اور وہ اچھا ہو گیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا تو اسمیں دیت نہیں ہے اور اگر اسمیں نقصان یا کجی رہ گئی ہے تو کجی کے نقصان کے حساب سے اسمیں دیت ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور پسلی میں اور ہنسلی[1] میں حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور پستان مرد میں حکومت عدل ہے اور مرد کی پستان کی گھنڈی میں بہ نسبت پستان کے کم حکومت عدل ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور مرد کی ایک پستان میں اُسکا نصف ہے یہ محیط میں ہے۔ اور عورت کی چھاتیوں میں دیت ہے اور اسیطرح اُسکی چھاتی کی گھنڈیوں میں بھی اور ایک چھاتی میں نصف دیت ہے اور کتب ظاہرہ میں یہ نہیں پایا گیا کہ اگر عورت کی چھاتی عمداً کاٹی جاوے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو قصاص واجب ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور خنثیٰ کی چھاتیوں میں امام اعظم رح کے نزدیک وہی ہے جو عورت کی چھاتی کے واسطے ہے اور صاحبین کے نزدیک عورت کی چھاتی اور مرد کی چھاتی کا نصف واجب[2] ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کی پیٹھ میں ایسی ضرب لگائی جس سے وہ جماع سے عاجز ہو گیا یا کبڑا ہو گیا تو جان کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر جماع سے عاجز نہوا اور نہ کبڑا ہوا لیکن اگر جراحت کا اثر باقی رہا تو اُس میں

ف ١ یہ لفظ ہندی ہے اسی کو فارسی میں چنبر گردن کہتے ہیں ١٢ ف ٢ کیونکہ خنثیٰ کا حال مشتبہ و محتمل ہے کسی ایک جانب قطعی حکم نہیں لگا سکتے پس اسی طرح اسکی ارش زخم میں دونوں جانب کا لحاظ کر کے حکم دیا جائیگا ١٢

حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس میں چوٹ کا اثر نہو تو کچھ واجب نہو گا اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ طبیب کی اُجرت واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ عورت کا سینہ اگر توڑ دیا اور وہاں سے منی کی آمد
منقطع ہو گئی تو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ذکر میں پوری دیت واجب ہوگی اور خصی کے ذکر کیواسطے
ہمارے نزدیک حکومت عدل ہے۔ خواہ اُس میں جنبش ہو یا نہو خواہ وہ جماع پر قادر ہو یا نہو اور عنین کے ذکر
میں بھی یہی حکم ہے اور بوڑھے آدمی کے ذکر میں یہ حکم ہے کہ اگر وہ جماع پر قادر نہو تو اُسکا حکم مثل عنین و خصی کے
ذکر کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر حشفہ (سر ذکر یعنی سپاری) کاٹ ڈالا تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ باقی ذکر بھی کاٹ ڈالا
پس اگر اول زخم سے صحت پانے سے پہلے کاٹا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اُس نے ایک
مرتبہ پورا ذکر کاٹ ڈالا ہے اور اگر درمیان میں اچھا ہو گیا ہو تو حشفہ کیواسطے پوری دیت اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ظہیریہ
میں ہے۔ اور دونوں خصیوں میں پوری دیت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر تندرست آدمی کے خصیے اور ذکر دونوں خطا سے کاٹے پس
اگر پہلے ذکر کاٹا ہو تو اس میں دو دیت ہونگی اور اگر پہلے دونوں خصیے کاٹے پھر ذکر کاٹا تو خصیوں کی پوری
دیت واجب ہوگی اور ذکر میں حکومت عدل ہوگی اور اگر دونوں کو ران کی طرف سے ایکبارگی کاٹ ڈالا ہو تو پھر دو
دیت واجب ہونگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک خصیہ کاٹ ڈالا اور اسکی منی منقطع ہو گئی تو اُس میں دیت واجب ہوگی اور یہ
بات معلوم ہوگی الا اُس صورت میں کہ جنایت کرنے والا ایسا اقرار کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر دونوں چوتڑ خطا سے
کاٹ ڈالے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پیٹ میں
نیزہ مارا اور ایسا ہو گیا کہ اُسمیں کھانا نہیں ٹھہر سکتا ہے تو اُسمیں دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر مقعد میں
نیزہ وغیرہ مارا اور ایسا ہو گیا کہ اُسکے جوف میں کھانا نہیں ٹھہر سکتا ہے تو پوری دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایسا زخم لگایا
جس سے پیشاب کا استمساک نہیں ہو سکتا ہے بلکہ جاری رہتا ہے تو اسمیں دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اگر ایک عورت کی فرج کاٹ ڈالی اور ایسی ہو گئی کہ اُس سے جماع نہیں ہو سکتا ہے تو اُس میں دیت واجب ہوگی یہ
خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک عورت کو مارا جس سے وہ صدمہ اُٹھا کر مستحاضہ ہو گئی تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا
پس اگر اچھی ہو گئی تو خیر ورنہ دیت کا حکم دیا جائیگا اور پیشاب جاری ہو جانیکے مسئلہ میں بھی ایک سال تک انتظار واجب
ہے بخلاف پیٹ میں نیزہ مارنے کے مسئلہ کے یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت کا سوراخ پیشاب و مقعد ایک کر دیا کہ وہ پیشاب
نہیں روک سکتی ہے تو دیت واجب ہوگی اور اگر رُکتا ہو تو جائفہ ہوگی پس تہائی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ ایک شخص نے ایسی نابالغہ سے جو لائق جماع نہیں ہے جماع کیا پس وہ مر گئی پس اگر وہ نکاحی نہو اجنبی ہو تو زناکار کی
مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر منکوحہ ہو تو مددگار برادری پر دیت اور شوہر پر مہر واجب ہو گا یہ
خلاصہ میں ہے ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے جسکا سن اسقدر ہے کہ ایسی عورت سے جماع
کیا جاتا ہے جماع کیا اور وہ اس حرکت سے مر گئی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اپنی جورو
سے جماع کیا اور اُسکی آنکھ جاتی رہی یا اُسکا مقام پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کر دیا پس وہ مر گئی تو وہ ضامن ہو گا

اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس سبب میں ضامن ہوگا سوائے پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کر دینے اور جماع سے مرنے کے کہ اس صورت میں ضامن نہوگا اور فرمایا کہ یہی امام اعظم رح کا قول ہی اور ہشام نے امام محمدؒ سے یہ بھی روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فقیہ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہے کہ اگر اجنبیہ عورت کو اٹھایا اور وہ گر پڑی جس سے اسکا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو اٹھانے والے پر اسکا مہر مثل واجب ہوگا اور اسکو تعزیر دیجائیگی اور ابو حفص سے روایت ہی کہ مرد مذکور پر اسکے مال سے مہر واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر اپنی عورت کو اٹھایا اور ہنوز اسکے ساتھ دخول نہین کیا ہی پس اسکی بکارت زائل ہوئی پھر اسکو طلاق دی تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر کی جورو کو اٹھایا اور اسکا پردہ زائل ہوا پھر اس سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا تو دو مہر واجب ہونگے یہ محیط مین ہی۔

فصل شجاج کے بیان مین۔ قال المترجم شجاج جمع شجہ کی ہی اور اصطلاح فقہاء مین شجہ سے مراد وہ ہی جو کتاب مین فرمایا کہ شجہ کی جگہ سر اور چہرہ تا ٹھوڑھی ہی اور ٹھوڑھی سے نیچے شجہ کی جگہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور دونون جبڑے ہمارے نزدیک چہرے مین داخل ہین یہ ہدایہ مین ہی۔ شجاج دس ہوتے ہین خارصہ[1] وہ ہی جو کھال کو خرص کرے یعنے چھیلے اور خون پر آمد نہو دامعہ[2] جس سے خون جھلک آوے مگر نہ بہے جیسے آنکھ مین آنسو ڈبڈباتے ہین دامیہ جس سے خون بہے باضعہ جس سے کھال کٹ جاوے مثلاً حمہ جو گوشت مین پہونچ گیا ہو سمحاق جو سمحاق تک پہونچا ہو اور سمحاق ایک باریک کھال سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہی موضحہ جس سے ہڈی کھلجاوے ہاشمہ جو ہڈی کو توڑ دے منقلہ جو ہڈی توڑنے کے بعد اسکو جگہ سے بے جگہ کر دے آمہ[3] جو ام الراس تک پہونچ جاوے اور ام الراس اس ہڈی کو کہتے ہین جسمین بھیجا رہتا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور ایک جائفہ[1] ہے جو کھال پھاڑ کر دماغ تک پہونچ جاوے اور اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین فرمایا ہی اسواسطے کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ نہین رہتا ہی۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور سوائے موضحہ کے دوسرے شجون مین قصاص نہین ہی اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی اور بنابر ظاہر الروایۃ کے موضحہ سے کم مین بھی قصاص ہوتا ہی اسکو امام محمد رح نے اصل مین ذکر فرمایا اور یہی اصح ہی کذا فی التبیین اور اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور زخم موضحہ مین قصاص واجب ہوتا ہی جبکہ عمداً ہو یہ تبیین مین ہی۔ اور جو شجاج موضحہ سے بڑھکر ہین ان مین بالاجماع قصاص نہین ہی اگرچہ عمداً ہون جیسے ہاشمہ و منقلہ یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور جن شجاج مین ہمنے ذکر کیا کہ قصاص نہین ہی انکے عمداً و خطاءً دونون کا یکسان حکم ہی۔ پس ان زخمون کے عمداً ہونے کی صورت مین جو واجب ہی وہی بخطا ہونے کی صورت مین واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ اور موضحہ مین اگر خطا سے ہو تو دیت کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ اور منقلہ مین دسوان حصہ و بیسوان حصہ واجب ہوگا اور آمہ کے واسطے تہائی دیت اور جائفہ کے

[1] اور جائفہ اس زخم کو بھی کہتے ہین جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا پشت و سینہ وغیرہ چنانچہ اسکا ذکر اپنے مقام پر آئیگا اور اسکے علاوہ ہی ۱۲ [illegible] مراد یہ ہی کہ کسی زخم کو برگشتہ کرے خواہ دراصل وسعت مکانی سے وہ موضع بنا بر اصل کے اسکا [illegible] ہو یا نہو ۱۲ منہ

واسطے تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر وار پار ہو جاوے تو دو جائفہ ہونگے پس دو تہائی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ
مین ہے۔ اور ان سب مین اگر اچھا ہو جاوے اور اُسکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو کچھ واجب نہوگا لیکن امام محمد رح کے
نزدیک اچھے ہونے تک جسقدر اُسنے خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے
اگر ایک شخص کو منقلہ زخم پہونچایا اور وہ اچھا ہو گیا مگر بعد اچھے ہونے کے اُسکا کچھ اثر رہگیا اگرچہ قلیل ہی رہگیا ہو
تو بھی منقلہ کا ارش واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ ارش جب واجب ہوتا ہے تو وہ ساقط نہین ہوتا ہے جب تک کہ سبب
وجوب بالکل زائل نہو جاوے یہ محیط مین ہے۔ اور اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور چھ شجے جو موضحہ سے اول
مذکور ہوے ہین اگر بخطا ہون تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور حکومت عدل کی تفسیر مین مشائخ رحمہم اللہ
نے اختلاف کیا ہے۔ طحاوی رح نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اُسکو مملوک فرض کرکے اس زخم کے ساتھ اُسکی قیمت
اندازہ کی جاوے اور بدون اس زخم کے اندازہ کیجاوے پس اگر تفاوت قیمت اصل قیمت کا بیسوان حصہ ہو تو دیت
کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر چالیسوان حصہ ہو تو چالیسوان حصہ دیت واجب ہوگا اور اسی پر فتوے
ہے یہ کافی مین ہے۔ اور زخم آمہ سوائے سر کے یا سوائے چہرہ کے ایسی جگہ جہان سے دماغ تک پہونچ جاوے
کہین نہین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے کان مین نیزہ مارا جو دوسرے
کان سے نکل گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل واجب ہے اور اگر منھ مین نیزہ
مارا اور وہ دماغ مین جا نکلا حتے کہ منھ سے دماغ تک سوراخ ہو گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اس
مین حکومت عدل ہے اور اگر دماغ سے کھوپڑی تک سوراخ ہو گیا تو دماغ سے کھوپڑی تک کے واسطے
تہائی دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کی آنکھ مین نیزہ یا تیر مارا اور اُسکی گدی کیطرف سے نکلا تو آنکھ کے
واسطے نصف دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر دماغ تک پہونچکر کھوپڑی سے پار ہو گیا ہو
تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور وہان سے دماغ تک کے واسطے حکومت عدل اور دماغ سے کھوپڑی تک
کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جو جراحات سر و چہرہ کے سوائے دوسری جگہ ہون
پس اگر اُنسے ہڈی کھلگئی یا ٹوٹ گئی تو حکومت عدل واجب ہوگی بشرطیکہ اُنکا اثر باقی رہا ہو اور اگر اُس جراحت کا
اثر باقی نہ رہا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مجروح نے اچھے
ہونے تک جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جائفہ وہ ہے جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا
پشت یا سینہ یا جو گردن سے ایسی جگہ تک پہونچے کہ وہان اگر شراب پہونچے تو شراب پہونچنے سے مفطر ہو جاوے تو یہ جائفہ
ہے اور اُس سے اوپر جائفہ نہین ہے اور دونون ہاتھون اور دونون پانون و ران و منھ و سر مین جائفہ نہین ہوتا ہے اور
اگر خصیے اور ذکر کے درمیان زخم لگے یہان تک کہ جوف تک پہونچ جاوے تو وہ جائفہ ہے۔ یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور
شجہ کا قصاص اس طرح لیا جائیگا کہ شجہ کی مساحت طول و عرض کے موافق قصاص لیا جائیگا پس اگر مقدم[1] سر یا موخر

[1] مقدم سر یعنے پیشانی کی جانب موخر اسکے مقابل یعنے گدی کی جانب کو کہتے ہین ۱۲

یا درمیان مین یا سر کے دونون پہلو مین کسی طرف ہو تو زخم کرنے والے کے بھی سر مین سے اسی جگہ سے اتنا ہی زخم کر دے اور اگر زید نے عمرو کے سر مین موضحہ زخم لگایا جس سے عمرو کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ کی ہڈی کھل گئی اور اسقدر طول و عرض کا زخم زید کا سر مین ہر دو کنارہ تک نہین پڑتا ہے یعنے زید کا سر بہت بڑا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اس سے قصاص لے اور جس کنارے سے چاہے زخم لگانا شروع کرے یہانتک کہ اُس کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جہان عمرو کے زخم لگا ہے اپنے زخم کے برابر جہانتک پہونچ سکے لگاتا جاوے پھر جہانتک طول مین اسکا زخم تھا اگرچہ ہر دو کنارہ تک نہ پہونچا ہو لیکن آئندہ باز رہے اور چاہے قصاص چھوڑ کر اس سے دیت لے لے اور اگر عمرو کا زخم زائد ہوا اور زید کا سر چھوٹا ہو کہ ہر دو کنارہ سر زید سے مقدار مساحت[1] زخم عمرو کے زائد ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے ارش لے لے اور چاہے زید کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جسقدر وسعت ہے اُس قدر قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہین بڑھا سکتا ہے اگرچہ عمرو کا زخم طول و عرض مین زائد ہے۔ اور اگر زخم مذکور عمرو کے سر کے طول مین ہو اور وہ زید کے سر مین پیشانی سے گدی تک پہونچتا ہو تو چاہے ارش لے لے یا زید کے سر مین سے اُسی جگہ تک جہان عمرو کے زخم آیا ہے قصاص لے اور اس سے زیادہ نہین لے سکتا ہے اور اگر عمرو کے سر مین پیشانی سے گدی تک ہووے اور زید کے سر مین اُسکے نصف ہی تک پہونچتا ہو تو عمرو کو اختیار ہے چاہے ارش لے لے یا جہانتک طول مین اُسکا زخم زید کے سر مین پہونچ سکے وہان تک قصاص لے لے اور جس جانب سے چاہے زخم دینا شروع کرے یہ ذخیرہ و محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے سر مین بیس موضحہ زخم لگائے پس اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت ایک سال مین واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کے موضحہ زخم لگایا پس اسکی عقل جاتی رہی یا پورے سر کے بال گر گئے پھر نہ جمے تو موضحہ ارش کا دیت مین داخل ہو جائیگا اور ان دونون کے سوا ارش موضحہ دیت مین داخل نہین ہوا ہے۔ اور اگر کوئی حصہ بالون کا یا بہت کم کسی قدر بال گر گئے تو اُسپر موضحہ کا ارش واجب ہوگا اور بالون کی دیت اُس مین داخل ہوگی اور یہ اسوقت ہے کہ اُس کے سر کے بال نہ جمے ہون اور اگر موافق سابق کے جم آئے ہون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کی بھون مین موضحہ زخم لگایا اور بال گر گئے اور پھر نہ جمے تو اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی اور موضحہ کا ارش اسمین داخل ہو جائیگا۔ یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر اُسکی سماعت یا بصارت یا کلام کی قوت اُس سے جاتی رہی تو اُسپر موضحہ کا ارش مع دیت کے واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ سماعت و کلام کی دیت مین زخم مذکور داخل ہو جائیگا اور بصارت کی دیت مین داخل نہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے عمداً دوسرے کو موضحہ زخم پہونچایا جس سے اُسکی آنکھین جاتی رہین تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسمین کچھ قصاص نہین ہے اور دونون آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موضحہ کا قصاص واجب ہوگا اور آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور ابن سماعہ نے

---

[1] پیمایش باعتبار طول و عرض ۱۲

امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہے کہ موضحہ اور دونوں آنکھوں کا قصاص واجب ہوگا یہ کافی میں ہے -
ایک شخص اصلع[1] جسکے سر کے بال بڑھاپے سے جاتے رہے تھے اُسکو ایک شخص نے عمداً موضحہ زخم پہونچایا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ قصاص نہوگا اور مجرم پر ارش واجب ہوگا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں راضی ہوتا ہوں کہ مجھ سے قصاص لیا جاوے تو یہ نہیں ہوسکتا ہے اور اگر مجرم بھی اصلع ہو تو پھر قصاص لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - واقعات ناطفی میں ہے کہ اصلع کا موضحہ بہ نسبت موضحہ غیر اصلع کے ناقص ہوتا ہے تو ارش بھی ناقص ہوگا اور ہاشمہ میں دونوں برابر ہیں منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے اصلع کے سر میں خطا سے موضحہ زخم پہونچایا تو خطا کار پر موضحہ کے ارش سے کم مال اُسکے مال سے واجب ہوگا - اور اگر ہاشمہ زخم پہونچایا تو ہاشمہ کے ارش سے کم مال اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے

نواں باب - جنایت کے واسطے حکم کرنے اور جنایت کو وکالت و اُسکے مناسبات کے بیان میں - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اُسکو قتل کرے پس اُس نے تلوار سے اُسکو قتل کیا تو قصاص نہوگا اور امام اعظم رح سے صحیح روایت کے موافق دیت بھی واجب نہوگی اور یہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر اُسکو حکم دیا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ دے یا اُسکی آنکھ پھوڑ دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو دونوں صورتوں میں ضمان واجب[2] نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے - اور منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ اس شرط پر کاٹ دے کہ تو مجھے یہ کپڑا دیدے یا یہ درم دیدے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو پھر قصاص واجب نہوگا بلکہ پانچ ہزار درم واجب ہونگے یہ محیط میں ہے - اور اگر کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے کو فروخت کیا پس اُس نے قتل کر ڈالا تو قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے - زید نے عمرو سے کہا کہ میرے پسر کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے حالانکہ وہ نابالغ ہے تو قصاص واجب[3] ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں استحساناً یوں حکم دیتا ہوں کہ وہ دیت دیگا - اور اگر کہا کہ میرے غلام کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے پس عمرو نے ایسا ہی کیا تو عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے - اور اگر کہا کہ میرے بھائی کو قتل کرے اور حکم دہندہ اُسکا وارث ہے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ استحساناً قاتل سے دیت لیجائیگی - اور اگر اُسکو حکم کیا کہ اُسکا سر یا چہرہ زخمی کرے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو فاعل پر کچھ واجب نہوگا لیکن اگر وہ مر گیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر ایک شخص سے کہا کہ میرے باپ کو قتل کر دے اُس نے قتل کر دیا تو قاتل پر واجب ہوگا کہ اُس کے بیٹے کو دیت مقتول ادا کرے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ ڈال اُس نے کاٹا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے - ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے آپ کو قتل کر دے اُس نے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی الظہیریہ اقول و فیہ نظر - منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے

[1] اصلع اُس شخص کو کہتے ہیں جسکے مقدم سر کیجانب وسط سر تک بال خون بعض کے پیدائشی نہیں ہوتے ہیں اور بعض کے کبرسنی سے گر جاتے ہیں ۱۲ [2] یعنی حکم کرنیوالے کا بیان ہے اور مرتکب جرم پر اسکے جرم کے موافق واجب ہوگا ۱۲ [3] عمرو سے قصاص لیا جائیگا اگر اُس نے ایسا کیا ۱۲

کہا کہ تو میرے اوپر جنایت کر پس اُس نے ایک پتھر پھینک مارا اور اُس سے ایسا زخم آیا کہ ایسے زخم سے آدمی
زندہ رہ سکتا ہے تو وہ شخص جانی یعنے جنایت کنندہ کہلائیگا قاتل نہ کہلائیگا پھر اگر وہ شخص مجروح مرگیا تو جانی پر کچھ نہوگا اور
اگر ایسا زخم آیا جس سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے تو وہ قاتل ہوگا نہ جانی پس مجروح کے مرجانے کی صورت مین
اُسپر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مجھپر کوئی جنایت کر پس مامور نے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالا تو مامور سے قصاص
نہ لیا جائیگا اور اسپر اُسکے مال سے دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا
کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کیا تو قتل کنندہ کی مددگار برادری پر اُس کی دیت واجب ہوگی اور
اُسکی مددگار برادری یہ مال حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاوی قاضیخان مین
ہے۔ اور اگر مامور کوئی غلام ہو تو اُسکے مولے نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس لے لیگا یہ شرح زیادات
عتابی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم کیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُس نے قتل کیا تو لڑکے کی مددگار
برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اس مال کو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس
لیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر مامور ایک غلام محجور[1] ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو تو اُسکے مولے کو اختیار دیا جائیگا
کہ چاہے اس غلام مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہر حال جو مقدار دونون مین کم ہو
خواہ فدیہ یا غلام کی قیمت اُسکو حکم دہندہ کے مال سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر بالغ
نے دوسرے بالغ کو ایسا حکم دیا تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور حکم دہندہ پر کچھ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین
ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کا چوپایہ مار ڈال یا اُسکا کپڑا پھاڑ ڈالنے یا اُسکا کھانا کھا لینے کا
حکم دیا اور اُس نے حکم کے موافق کیا تو اُسکا تاوان لڑکے کے مال مین واجب ہوگا اور اس مال
تاوان کو حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر لڑکے نے بالغ کو ان افعال کا حکم دیا اور اُسنے ایسا فعل کیا تو لڑکے
پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غلام ماذون نے کسی لڑکے کو ایک شخص کا کپڑا پھاڑ ڈالنے کا حکم
دیا یا لڑکے کو اپنے کسی کام مین لگایا جس سے وہ مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ حکم دہندہ ضامن ہوگا اور اگر
اُس نے لڑکے کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے قتل کیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
غلام ماذون نے جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی غلام محجور یا ماذون کو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو ایک شخص کے قتل کرنے
کا حکم دیا اور مامور نے قتل کر دیا اور مولے کو اختیار دیا گیا کہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے تو مولے
اُسکی فدیہ و قیمت دونون مین سے کم مقدار کو حکم دہندہ رقبہ سے وصول کر لیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ
غلام محجور ہو اور مامور بھی ایسا ہی ہو اور قاتل کے مولے نے اُسکا دینا یا اُسکا فدیہ دینا کچھ اختیار کیا تو مولے اس
مال تاوان کو حکم دہندہ سے فی الحال واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن محجور مذکور کے آزاد ہونے کے بعد اُس سے
مواخذہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس صورت مین حکم دہندہ نابالغ ہو تو بعد آزاد ہونے کے بھی اُس سے مواخذہ نہین

[1] یعنے جو تجارت کے تصرفات سے باز رکھا گیا ہو ۱۲

کر سکتا ہے۔ اور اگر مامور آزاد صغیر ہو اور حکم دہندہ غلام مجبور ہو تو نابالغ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور مددگار برادری کے اسکو مجبور کے مولے سے فی الحال یا مجبور سے بعد آزاد ہونے کے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ مکاتب صغیر یا کبیر نے غلام مجبور یا ماذون کو جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی شخص کے قتل کرنیکا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا اور مولے نے اُسکو یا اُسکا فدیہ دیدیا تو یہ مکاتب سے اُسکی قیمت واپس لیگا لیکن اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اس صورت میں دس ہزار درم میں سے دس درم کم کرکے واپس لیگا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو مولاے قاتل کو مولاے مکاتب سے مطالبہ کا اختیار ہو گا اور مطالبہ کریگا کہ اُسکو فروخت کرے اور اگر عاجز ہونیکے بعد یا اُس سے پہلے وہ آزاد کیا گیا تو مولاے قاتل کو اختیار ہو گا چاہے آزاد کنندہ سے اس غلام کی قیمت اور اپنے غلام کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کو لے لے یا غلام آزاد شدہ سے اپنے غلام کی پوری قیمت لے اسیطرح یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ مکاتب نابالغ یا بالغ ہو اور مامور قاتل طفل آزاد ہو تو طفل کی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہو گی اور اُسکی مددگار برادری مکاتب سے اُسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار واپس لیگی اسواسطے کہ یہ حکماً جنایت مکاتب ہے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا پس اگر قبل اس کے کہ قاضی مددگار برادری کے واسطے اُسکی قیمت کا حکم دے ایسا ہوا تو مددگار برادری کا استحقاق مکاتب سے باطل ہو گیا اور اگر مکاتب کی قیمت مددگار برادری کو دینے کا حکم قاضی کی طرف سے ہو جانے کے بعد ادا کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول کے موافق فی الحال مددگار برادری کا مواخذہ کا استحقاق باطل ہوا اور اسقدر تاخیر ہوئی کہ وہ لوگ مکاتب مذکور کے آزاد ہو جانے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتے ہیں اور صاحبین رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک باطل نہو گا بلکہ فی الحال اُس مکاتب عاجز شدہ کو ماخوذ کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی کا حکم ہو جانے کے بعد تھوڑا مکاتب نے ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جسقدر ادا کیا ہے وہ مددگار برادری کو دیا ہوا رہیگا اور جس قدر نہیں ادا کیا ہے اُسکا استحقاق فی الحال باطل ہو گا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک باطل نہو گا بلکہ باقی کے واسطے مکاتب عاجز شدہ فی الحال فروخت کیا جائیگا الا اُس صورت میں فروخت نہو گا کہ مولے اُسکا فدیہ دیدے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر اُسپر قاضی نے اُسکی قیمت کا حکم دیدیا پھر مولے کے عاجز ہونے کے بعد اُسکو آزاد کر دیا تو قاتل کی مددگار برادری کو اختیار ہو گا چاہے مکاتب مذکور کے مولے سے فقط اُسکی قیمت واپس لے اور باقی کو آزاد شدہ سے لے سکتے ہیں اور چاہے غلام آزاد شدہ سے پوری ضمان لیں اور یہ جو مذکور ہوا کہ مددگار برادری کو غلام سے یا اسکے مولے سے تاوان لینے کا اختیار ہے یہ صاحبین رحمۃ اللہ تعالے علیہما کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مددگار برادری کو مولے سے تاوان لینے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ اُن کو غلام سے فی الحال تاوان لینے کا اختیار جب نہوا تو

ﮯ جرم دزیادتی ۱۲

مولے نے غلام مدیون کو آزاد نہین کیا پس ضامن نہوگا اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ ادا کر کے آزاد ہوگیا اور یہ امر اُسوقت ہوا کہ قاضی اُسپر قیمت کا حکم دیچکا ہو یا اس سے پہلے ہوا تو مددگار برادری فی الحال اُس سے قیمت لے لیگی لیکن وہ لوگ اُس سے اس طرح قیمت وصول کرینگے جس طرح اُنھون نے ادا کی ہو یعنے اُنھون نے تین سال مین ہر سال مین تہائی دیت ادا کی ہو اسی طرح مکاتب آزاد شدہ سے تین سال مین ہر سال مین تہائی قیمت واپس لے سکتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ اور جسکو حکم دیا ہو دونون مکاتب ہون تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور ماُمور سے واپس نہین لے سکتا ہو یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اُسکے غلام کو ایک کوڑا مارے اُس نے ایک کوڑا مارا اور اُسکے سر کو موضحہ زخم سے زخمی کیا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے وہ مرگیا تو مارنے والے سے نصف جنایت نفس ساقط ہوگئی اور نفس جنایت نفس کی دیت اُسکے ذمہ واجب ہوگی یہ مختصر جامع کبیر مین ہے۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے اُس نے زید کو حکم دیا کہ اسکو ایک کوڑا مارے اُس نے غلام کو دو کوڑے مارے پھر مولی نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر خالد نے اسکو ایک کوڑا مارا پھران سب سے وہ مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دوسرے کوڑے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوے کے حساب سے واجب ہوگا اور نیز اُسکی قیمت کا چھٹا حصہ واجب ہوگا مگر قیمت اسطرح اندازہ کیجائے کہ چار کوڑے کھائے ہوے کی کیا قیمت ہے پس جسقدر قیمت ایسے زخمی کی اندازہ کیجاوے اُسکا چھٹا حصہ واجب ہوگا اور خالد کی مددگار برادری پر چوتھے کوڑے کا ارش بدین حساب کہ تین کوڑے کھائے ہوے ہو واجب ہوگا اور چار کوڑے کھائے ہوے کی قیمت کی تہائی واجب ہوگی اور اس کے سوائے سب باطل ہوگا اور اگر زید نے اُسکو تین کوڑے مارے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اسمین بھی یہی حکم ہے لیکن زید کی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بھی واجب ہوگا اور خالد پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا اور پانچ کوڑے کھائے ہوے کی تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک غلام زید وعمرو کے درمیان مشترک ہو پھر مثلاً زید نے عمرو کو حکم دیا کہ اسکو ایک کوڑا مارے اُسنے ایک کوڑا مارا پھر دو کوڑے مارے پھر ضارب[ف۵] نے اُسکو آزاد کردیا پھر اُسکے ایک کوڑا مارا پھران سب سے وہ مرگیا تو عمرو پر دوسرے کوڑے کے مارنے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور نیز اگر وہ خوشحال ہو تو اُسکی نصف قیمت دو کوڑے کھائے ہوے کے حساب سے اپنے شریک کے واسطے ضمان دیگا اور اُسپر تیسرے کوڑے کا ارش بھی دو کوڑے کھائے ہوے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور اپنے مال سے اُسکی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگی اور باوجود اس سب کے آزاد کرنے والا وہ نصف جس کا حالہ شریک کے واسطے ہو وصول کریگا اور باقی وارثان غلام کو ملے گی اور اگر اُس کا کوئی وارث نہو تو اس مین سے آزاد کرنے والا کچھ وارث نہوگا اور جو شخص

آزاد

ف۵ یعنے مارنے والا اور اس مقام پر ضارب عمرو ہی ۱۲

آزاد کرنے والے کے عصبات[1] میں جو سب سے قریب ہو وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے ایک کوڑا کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُسکی نصف قیمت تین کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اور جس مولیٰ نے اُسکو آزاد نہیں کیا ہے وہ اس میں سے نصف بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے لیگا اور جو باقی رہا اُس میں سے نصف وہ مولیٰ لے لیگا جس نے آزاد نہیں کیا ہے اور نصف آزاد کنندہ کے عصبہ کو ملے گی یہ مختصر الجامع میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسکو ایک کوڑا مار اور اگر تو نے زیادہ کیا تو وہ آزاد ہے پس مامور نے اُسکو تین کوڑے مارے اور وہ اس سب سے مر گیا تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اُسکے مال سے واجب ہوگا اور آزاد کنندہ پر اگر خوشحال ہو اپنے شریک کے واسطے اُسکی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور مارنے والے پر تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُس کی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور یہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگا پس اولیاء غلام اسکو وصول کرینگے اور اسمیں سے آزاد کنندہ اس قدر لے لیگا جسقدر اُس نے تاوان دیا ہے اور باقی وارثان غلام میں مشترک ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو جس نے شرطیہ قسم سے اُسکو آزاد کیا ہے وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مارنے والے پر جیسا ہمنے بیان کیا ہے ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور تیسرے کوڑے کا ارش واجب ہوگا کذا فی مختصر الجامع اور اسمیں سے نصف اُسکے مال میں سے اور نصف اُسکی مددگار برادری سے لیا جائیگا پھر اسمیں سے مارنیوالا غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے مارے ہوئے کے لے لیگا اور پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان غلام کو ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو اُسکا نصف مولائے آزاد کنندہ اور باقی مارنے والے کے قریب تر عصبہ کو ملیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے کذا فی مختصر الجامع اور اگر مسئلہ مذکورہ بحالہ ہو پھر حکم دہندہ نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر ایک اجنبی نے اُسکو ایک کوڑا مارا اور ان سب سے وہ مر گیا تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگا اور مامور کی مددگار برادری پر بشرطیکہ آزاد کنندہ خوشحال ہو تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُسکی قیمت کا چھٹا حصہ بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور حکم دہندہ پر چوتھے کوڑے کا ارش بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے اور تہائی حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے اُسکے مال سے

[1] عصبات جمع عصبہ وہ شخص جو اصحاب فرائض کے ہوتے ہوئے باقی پانے کا مستحق ہو اور درصورت نہونے اصحاب فرائض کے کل پانیکا مستحق ہو اور پوری بحث اسکی اسی فتاوے کی کتاب الفرائض میں دیکھنا چاہیے ۱۲

واجب ہوگا اور اجنبی کی مددگار برادری پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوئے کے اور تہائی قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور اجنبی کی مددگار برادری اور حکم دہندہ اور مامور سے جو کچھ وصول کیا گیا ہے وہ غلام کا ہوگا اور مامور اپنے حکم دہندہ سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے لیگا اور حکم دہندہ اسقدر مال کو مال غلام سے واپس لیگا اور جو کچھ غلام کا مال باقی رہا وہ عصبات حکم دہندہ کو ملیگا۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ تنگدست ہو تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا اور تیسرے کوڑے کا ارش اور چھٹا حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا جس مین سے اُسکے مال پر اور نصف اُسکی مددگار برادری کے اوپر ہوگا اور حکم دہندہ پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے اُسکے خوشحال ہونیکی حالت مین بیان کردیا ہے لیکن یہ اُسکی مددگار برادری سے وصول کیا جائیگا اور اجنبی پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے بیان کردیا ہے اور مامور اسمین سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونون مولاؤن کے عصبات کو ملیگا یہ مختصر الجامع الکبیر مین ہے۔ اور عیون مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دو آدمیون سے کہا کہ تم دونون میرے اس مملوک کو سو کوڑے مارو تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہین ہے کہ پورے سو کوڑے مارے اور اگر ایک نے اُسکو ننانوے کوڑے مارے اور دوسرے نے فقط ایک کوڑا مارا تو قیاساً زیادہ مارنے والا ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو ایک ہتھیار دیدیا تاکہ لیے رہے اور اس سے لڑکا ہلاک ہوگیا تو دینے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے اسکو لیے رہ تو بھی مختار یہی ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی لڑکے کو ہتھیار دیدیا اور اُسنے اپنے آپ کو یا دوسرے کو ہلاک کیا تو بالاجماع دینے والا ضامن نہوگا کذا فی الخلاصہ اور قولہ اور اُس سے لڑکا ہلاک ہوگیا اس قول سے یہ مراد نہین ہے کہ لڑکے نے اپنے تئین قتل کر ڈالا کیونکہ اس صورت مین دینے والے پر ضمان نہین ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ہتھیار لڑکے کے ہاتھ سے اُسکے بعضے اعضا پر گرا جس سے وہ ہلاک ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے محجور سے یہ کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے اسکے پھل توڑدے پس وہ لڑکا چڑھا اور وہان سے گر کر ہلاک ہوگیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر لڑکے مذکور کی دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر اسکو اپنے واسطے کسی بوجھ اُٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر طفل مذکور سے یون کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور پھل توڑ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے توڑدے اور لڑکے نے ایسا ہی کیا اور ہلاک ہوا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا خواہ اُس نے یہ کہا ہو کہ میرے واسطے توڑدے یا فقط یہ کہا ہو کہ پھل توڑ یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور جامع صغیر مین لکھا ہے کہ اگر دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ اس درخت پر چڑھ کر پھل توڑ تاکہ تو کھاوے اور اُس نے ایسا کیا اور گر کر ہلاک ہوگیا تو کہنے والا ضامن نہوگا اور اگر یون کہا کہ تاکہ

ا ۔ وہ شخص جسکو حکم دینے والے نے حکم کسی کام کا دیا ہو۱۲

مین کھائین اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر غیر کے غلام کو لکڑیان توڑنے یا کسی اور کام کے واسطے حکم دیا تو جو نتیجہ اس سے پیدا ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک طفل کو اپنے سواری کے جانور پر چڑھایا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو تھامے رہنا اور اس کام کے واسطے اُسکو کوئی راہ نہ تھی پھر وہ جانور پر سے گر پڑا اور مر گیا تو جس نے اُسکو سوار کیا ہے اُسکی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے بڑے لڑکے سوار ہوتے ہین یا ایسا نہو۔ اور اگر طفل مذکور نے جانور کو چلایا یہانتک کہ اسکی رفتار مین کوئی آدمی دبکر قتل ہوگیا اور طفل مذکور اُسکو تھامے ہوئے بیٹھا تھا تو مقتول کی دیت طفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور جس نے چڑھایا اسکی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے چھوٹے لڑکے جانور کو نہین چلا سکتے ہین اور نہ بیٹھکر تھام سکتے ہین تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اور اگر جانور کی رفتار مین وہ لڑکا اُسکے اوپر سے گر کر مر گیا تو اُسکی دیت سوار کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ جانور کے روان ہونے کے بعد گرا ہو یا پہلے گرا ہو خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اُسکو بیٹھے تھام سکتا ہو یا نہ تھام سکتا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص ایک طفل کو ساتھ لیکر ایک جانور پر سوار ہوا اور لڑکا ایسا ہے کہ نہ چلا سکتا ہے اور نہ اُسپر جم سکتا ہے پھر جانور مذکور نے کسی شخص کو تلف کر دیا تو اُسکی دیت خاصکر مرد مذکور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ جانور کو چلاتا ہو اور اُسپر سوار ہوتا ہو تو مقتول کی دیت دونون کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر طفل کی مددگار برادری اس دیت کو مرد کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک غلام نے ایک آزاد طفل کو ایک جانور پر سوار کیا اور طفل مذکور اُسپر سے گر کر مر گیا تو اُسکی دیت غلام کی گردن پر ہوگی کہ مولاے غلام اُسکو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا اور اگر طفل کے ساتھ غلام بھی اُس جانور پر سوار ہوا اور دونون روان ہوئے پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور وہ مر گیا تو طفل کی مددگار برادری پر نصف دیت اور غلام کی گردن پر نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر آزاد بالغ نے ایک غلام صغیر کو جانور پر سوار کیا حالانکہ اتنا بڑا غلام اُسکو چلا سکتا اور تھام سکتا ہے کہ اُسپر جمارہے پھر اُسکو حکم کیا کہ اسپر روان ہو پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی چاہے اُسکا مولی اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر اُسکا مولی ارش واُسکی قیمت سے کم مقدار کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مرد مذکور نے غلام کو چڑھایا حالانکہ ایسا چھوٹا غلام جانور کو نہین چلا سکتا ہے اور نہ اُسپر جمکر بیٹھ سکتا ہے اور جانور مذکور روانہ ہوا اور اُسنے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ جانور وہین کھڑا ہو جہان اُسنے کھڑا کیا ہے تو وہ خالی نہوگا کہ اگر جانور نے اپنے ہاتھ یا لات سے کسی کو مارا یا کچھ دم

ف۱ یعنی اُسکا عوض نہین ہے جیسے ہمارے عرف مین رائگان و مفت بولتے ہین ۱۲ ف۲ قال یعنے اُسپر اسطرح بیٹھ سکتا ہو کہ جانور پر جم سکے یا ایسی لیاقت نہ رکھتا ہو ۱۲ منہ

کیا تو غلام صغیر پر کچھ واجب نہوگا اور مقتول یا مجروح کی ضمان اُس شخص کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جس نے اُسکو کھڑا کیا ہے لیکن اگر اُس نے اپنی ملک میں کھڑا کیا ہو تو اُسپر بھی ضمان نہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک طفل کو دیوار یا درخت پر دیکھکر بلند آواز سے کہا کہ گر نہ پڑنا پھر وہ گرکر مر گیا تو مرد آواز دہندہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ گر پڑ اور وہ گرکر مر گیا تو آواز دینے والا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک لڑکا اپنے باپ کی گود میں ہے اُسکو ایک غیر شخص نے کھینچا حالانکہ اُسکا باپ اُسکو پکڑے رہا یہاں تک کہ اُسکے کھینچنے میں مر گیا تو طفل مذکور کی دیت اُس کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اُسکا وارث ہوگا اور اگر دونوں نے اُسکو کھینچا ہو اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت دونوں پر واجب ہوگی اور باپ اُسکا وارث نہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک لڑکا پانی میں گر گیا یا چھت سے گر کر مر گیا پس اگر ایسا ہو کہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو ماں باپ پر کچھ نہوگا اور اگر اپنی حفاظت خود نہ کر سکتا ہو تو ماں و باپ پر کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونوں کی گود میں پرورش پاتا ہو اور اگر دونوں میں سے ایک کی گود میں پرورش پاتا ہو تو فقط اُسی پر کفارہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ نصیر سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم سے حق والدین میں یہ منقول ہے کہ اگر دونوں نے بچہ کا تعاہد[1] نہ کیا یہانتک کہ وہ چھت سے گرکر مر گیا یا آگ سے جلکر مر گیا تو دونوں پر سواے توبہ و استغفار کے کچھ واجب نہوگا اور فقیہ ابو اللیثؒ نے یہ اختیار کیا ہے کہ دونوں پر کچھ واجب نہوگا اور نہ ایک پر کچھ واجب ہوگا الا اُس صورت میں کہ اُسکے ہاتھ سے گر پڑے اور فتوی اسی پر ہے جسکو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے کذا فی الظہیریہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ بچہ کی ماں نے اگر بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور چلی گئی حالانکہ وہ بچہ سواے ماں کے دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہے مگر باپ نے اُسکے واسطے کوئی دائی نہ لگائی یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو باپ گنہگار ہوگا اور اُسپر کفارہ و توبہ واجب ہے اور اگر وہ دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور اُسکی ماں یہ بات جانتی ہو تو ماں گنہگار ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکو ضائع کیا ہے اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ حکم شیخ نصیر سے مروی ہے اور چاہیے کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو جیسے مسئلہ اولی میں اختلاف ہے یہ محیط میں ہے۔ چھ برس کی لڑکی کو بخار آتا تھا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی پھر باپ کے چلے جانے کے بعد اُسکی ماں بھی اُسکو چھوڑ کر کسی پڑوسی کے یہاں گئی پھر وہ لڑکی جل گئی اور مر گئی تو ماں پر دیت واجب نہوگی لیکن اگر اُسکے پاس مال ہو تو مجھے نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان باندی آزاد کردے ورنہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور برابر تاسف و ندامت میں رہے اور استغفار کرتی رہے امید ہے کہ اللہ تعالی اُسکو عفو کرے اور یہ حکم مستحب ہے اور رہا وجوب کفارہ سو اُسکا حال بیان ہو چکا ہے یعنی کفارہ واجب نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اصل میں ہے کہ اگر کسی شخص نے آزاد بچہ کو غصب کر لیا اور لے گیا اور وہ مر گیا تو اسمیں دو صورتیں ہیں اول آنکہ کسی ایسے سبب سے مر گیا جس سے احتراز و حفاظت ممکن نہیں ہے مثلاً اُسکو بخار آنے لگا اور اس صورت میں بالاجماع غاصب پر ضمان نہیں ہے اور دوم آنکہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً وہ قتل کیا گیا یا اُسکے پتھر لگا یا اُسپر

---

[1] یعنی نگہداشت و محافظت جیسے ہمارے عرف میں غور و پرداخت بولتے ہیں ۱۲

دیوار گر پڑی یا آسمان سے بجلی گری اور وہ صدمہ اُٹھاکر مر گیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا یا درندہ نے پھاڑا یا دیوار
یا پہاڑ سے گر پڑا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک غاصب ضامن ہوگا اور یہی اجماع ہے اگرچہ مذکورہ اپنے آپکو قتل کیا تو
غاصب پر ضمان نہوگی اور اگر غلام غصب کیا ہو تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز ممکن ہے
یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک طفل غصب کرکے مہالک کے قریب کر دیا یعنی ایسی
چیزوں سے قریب کر دیا جس سے آدمی مر جاتا ہے اور وہ مر گیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اگر وہ آزاد ہو یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اگر طفل مغصوب نے کسی کو قتل کیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر طفل کے پاس ایک غلام ودیعت
رکھا گیا ہو جسکو طفل نے قتل کر ڈالا تو اُسکی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر طعام ودیعت رکھا گیا اُسکو
طفل نے کھا لیا تو ضامن نہوگا یہ امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں
میں ضامن ہوگا اور علی ہذا اگر غلام محجور کو مال ودیعت دیا گیا اور اُس نے تلف کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رحمہ
کے نزدیک فی الحال وہ ماخوذ نہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اُس سے تاوان مال کا مواخذہ کیا جائیگا اور امام
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک فی الحال ماخوذ ہوگا اور اقراض و عاریت اور بیع و تسلیم اگر طفل یا غلام محجور کے ساتھ ہو
تو اُسمیں بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور صحیح قول کے موافق یہ اختلاف طفل عاقل میں ہے حتی کہ غیر عاقل
بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر بدون ایداع کے کچھ مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر باپ
نے بیٹے کو یا وصی نے یتیم کو تادیباً مارا اور وہ مر گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور
اگر معلم نے اُسکو مارا پس اگر ان دونوں کے بغیر اجازت ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر شوہر نے زوجہ کو تادیباً
مارا اور وہ مر گئی تو ضامن ہوگا اور باپ پر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور ادب سکھلانے والے پر کفارہ واجب ہوگا
دیت نہوگی اور شوہر پر کفارہ و دیت دونوں واجب ہونگے یہ وقعات حسامیہ میں ہے۔ والدہ نے اگر اپنے نابالغ فرزند
کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ کے بلاشک والدہ ضامن ہوگی اور صاحبین کے قول پر مشائخ
نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ والدہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے ایک شخص
نے اپنے نابالغ فرزند کو تعلیم قرآن مجید میں مارا اور وہ مر گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ والد اُسکی دیت کا ضامن
ہوگا اور اُسکا وارث نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ والد اُسکا وارث ہوگا اور ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے پچھنے لگانے والے یا فصد کھولنے والے یا جراح یا ختنہ کرنیوالے نے اگر پچھنے لگائے یا فصد کھولی یا نشتر
دیا یا ختنہ کیا اور جسکے ساتھ کیا ہے اُسکی اجازت سے کیا پھر یہ زخم بجانب نفس سرایت کر گیا اور وہ مر گیا تو ضامن
نہوگا کذا فی السراجیہ۔ جراح یا فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے نے اگر مولے کی اجازت سے غلام کے ساتھ یا ولی
کی اجازت سے طفل کے ساتھ ایسا کیا اور جراحت بجانب نفس سرایت کر گئی اور وہ مر گیا تو ان میں سے کسی پر
ضمان نہوگی اور یہی حکم ختنہ کرنے والے کا ہے اور بلا خلاف یہ لوگ سرایت زخم سے ضامن نہیں ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

---

[1] یعنی اُس سے اس بارہ میں فی الحال مواخذہ و مطالبہ نہ کیا جاویگا ۱۲ [2] ودیعت رکھنا ۱۲

ابن سماعہ نے امام محمدرح سے روایت کی ہو اگر ختنہ کرنے والے نے باپ کی اجازت سے اُسکے بیٹے کا ختنہ کیا اور استرہ چل گیا کہ جس سے حشفہ[1] کٹ گیا اور طفل مر گیا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر آدھی دیت واجب ہوگی اور اگر طفل زندہ رہا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر پوری دیت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہو اور حکم ایسی صورت میں ہو کہ جب حشفہ کٹ گیا اور طفل مر گیا تو ہمنے ذکر کیا کہ آدھی دیت واجب ہوگی یہ امام محمدؒ نے روایت کی ہو اور یہ روایت مجموع النوازل میں مذکور ہو اور اصل میں ذکر فرمایا کہ اگر مر گیا تو کچھ واجب ہوگا اور ایسا ہی جنایات العتاق میں مذکور ہو کذا فی الذخیرہ

دسواں باب جنین کے بیان میں۔ اگر مرد نے ایک عورت حاملہ کے پیٹ میں خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مارا جس سے اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ آزاد گر پڑا خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو تو مارنے والے کی مددگار برادری پر غرہ واجب ہوگا اور غرہ غلام ہو یا باندی ہو یا گھوڑا ہو جسکی قیمت پانچسو درم ہو اور یہ مال اس جنین کی میراث ہوتا ہو اور اگر مارنے والا اسکا وارث ہو تو اب وارث نہوگا اور ہمارے نزدیک کفارہ نہیں ہو یہ سراجیہ میں ہو اور اگر ضرب مذکور سے دو بچے گرے تو دو غرہ واجب ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ اور جس جنین[2] کی بعض خلقت مثل ناخن و بال کے ظاہر ہوگئی ہو تو وہ بمنزلہ پورے جنین کے ہوگا یعنے تمام احکام میں مثل پورے جنین کے ہو۔ یہ کافی میں ہو۔ اور اگر ضرب کے بعد جنین زندہ ساقط ہوا پھر مر گیا تو اسکی پوری دیت اور کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر عورت مذکورہ کے پیٹ کا بچہ مردہ گر پڑا پھر وہ عورت مر گئی تو مارنے والے پر عورت کے قتل کرنے کی دیت اور بچہ گرانے کا غرہ واجب ہوگا اور اگر چوٹ کھا کر پہلے عورت مذکورہ مر گئی پھر اُسکے پیٹ سے جنین زندہ برآمد ہوا پھر مر گیا تو اُسپر عورت مذکورہ کے قتل کی دیت اور جنین کی دیت واجب ہوگی اور اگر وہ مر گئی پھر مردہ بچہ گرا تو اسپر عورت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور جنین کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہو۔ اور اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ آواز سے رویا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسپر غرہ[3] واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ جنین ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ ایک مرد نے کسی عورت کے پیٹ میں مارا کہ جس سے دو جنین گر پڑے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پھر زندہ بھی اسی چوٹ کی وجہ سے بعد پیدا ہو جانے کے مر گیا تو مارنے والے پر جنین میت کا غرہ اور زندہ کی پوری دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہو منتقی میں ہو کہ ایک شخص نے اپنی جورو کے پیٹ میں مارا جس سے زندہ جنین گر پڑا پھر وہ مر گیا پھر دوسرا جنین مردہ گرا پھر اسکے بعد عورت مذکور مر گئی اور مرد مارنے والے کے اور بیٹے ہیں جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت کے پیٹ سے ہیں اور اس عورت سے سوائے اس اولاد کے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہو اور کوئی اولاد نہیں ہو اور اس عورت کے ایک ماں باپ کے سگے بھائی

[1] حشفہ مرد کے آلہ تناسل کا سر ١٢ [2] یعنی اسکے ذمہ پر بحساب حصص فرائض تقسیم ہوگا ١٢ [3] جس وقت تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہو اُسپر جنین کا اطلاق ہوتا ہو ١٢ [4] قال اور اگر سر سے کچھ زائد نکلا ہو تو دیت واجب ہوگی ١٢

موجود ہیں تو مرد مذکور کی مددگار برادری پر زندہ جنین کی دیت واجب ہوگی جسمیں سے اُسکی ماں
چھٹا حصہ میراث پاوے گی اور جو باقی رہے وہ اُس کے باپ کی اولاد یعنے اُسکے سوتیلے علاتی بھائیوں کو
ملے گی اور باپ پر دو کفارہ واجب ہونگے ایک کفارہ زندہ جنین کا اور ایک کفارہ اُسکی ماں کا اور جو بچہ
مردہ گر پڑا ہے اُسکے واسطے باپ کی مددگار برادری پر پانچ سو درم کا ایک غرہ واجب ہوگا اور جسمیں سے اُسکی
ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اس بچہ کا ہوگا جو زندہ ساقط ہوا ہے اسواسطے کہ غرہ بسبب ضرب کے واجب ہوا ہے اور جنین
زندہ اسوقت زندہ تھا پھر جسمیں سے بھی جنین زندہ کی ماں چھٹے حصے کی وارث ہوگی پھر جسقدر بسبب ماں کو
میراث پہونچا ہے ماں کے بھائیوں کو ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکے پیٹ میں دو جنین ہوں پھر ایک اُس کے
مرنے سے پہلے نکلا اور دوسرا اُسکے مرنے کے بعد نکلا حالانکہ دونوں مردہ تھے پھر جو بچہ اُسکی موت سے
پہلے نکلا ہے اُسکے واسطے غرہ پانچ سو درم ہونگے اور جو بعد موت نکلا ہے اُسکے لیے کچھ نہوگا پھر جو مرنے سے پہلے
مردہ نکلا ہے وہ اپنی ماں کی میراث سے وارث نہوگا اور ماں اُسکی میراث سے وارث ہوگی اور جو بچہ اُس کے
مرنے کے بعد اُسکے پیٹ سے نکلا ہے اگر وہ زندہ نکلا پھر مر گیا ہو تو اُسکے واسطے دیت واجب ہوگی اور وہ
اپنی ماں کی دیت سے وارث ہوگا اور جسقدر اُسکی ماں نے اُسکے بھائی کے غرہ سے میراث پائی ہے اُسمیں
سے بھی وارث ہوگا اور اگر اُسکے بھائی کا باپ زندہ نہو تو اُس کے بھائی کی میراث بھی اسی کو ملے گی
یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی کے پیٹ میں مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط
ہوا۔ اور باندی مذکور زندہ رہی تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ بچہ آزاد ہو مثلاً باندی کے مولے کا نطفہ ہو تو غرہ
واجب ہوگا خواہ مونث ہو یا مذکر ہو اور اگر بچہ مذکور رقیق[1] ہو تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ میں
یوں مذکور ہے کہ جس ہیات و لون کے ساتھ خارج ہوا ہے زندہ فرض کر کے اُسکی قیمت اندازہ کیجائے گی
پھر جب اُسکی قیمت معلوم ہو جاوے [رنگ ۱۲] تو دیکھا جائے گا اگر مذکر ہو تو ضارب پر بیسواں حصہ قیمت واجب ہوگا
اور اگر مونث ہو تو دسواں حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر بچہ مذکور ضائع ہوگیا اور اُسکی قیمت کا اندازہ
کرنا ممکن نہو سکا کہ زندہ فرض کر کے اُسکے ہیات و رنگ پر اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور ضارب
و باندی کے مولے کے درمیان اُسکی قیمت کی بابت جھگڑا ہوا تو قول ضارب کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔
اور جو مال کہ باندی کے جنین کے عوض واجب ہوا وہ مال ضارب سے فی الحال لے لیا جائے گا اسکو
حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے اور جو مال آزاد عورت کے جنین کی بابت واجب ہو وہ ضارب
کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ ایک سال میں ادا کرے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ منتقی میں ہے
کہ ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ میں مارا اور وہ مردہ جنین ڈال گئی اور خود مر گئی تو امام اعظمؒ
نے فرمایا کہ مارنے والے پر تین سال میں ماں کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے

[1] یعنے کسی کا مملوک ہو ۱۲

ایک باندی کے پیٹ میں مارا پھر اُسکے مولی نے جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اُس سے زندہ جنین ساقط ہوا پھر مر گیا تو ضارب پر اُسکے زندہ کی قیمت واجب ہوگی اور دیت واجب نہوگی اگرچہ بعد آزاد ہونے کے مرا ہے یہ کافی میں ہے- اور اگر باندی کو چوٹ کھانے کے بعد فروخت کیا پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ساقط ہوا تو غرہ بائع کو ملیگا اور اگر ضرب کے وقت باپ غلام ہو پھر آزاد کیا گیا پھر جنین ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسوقت کی حالت معتبر ہے جس وقت ضرب واقع ہوئی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے- نوادر بشر میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ میں مارا جس سے مردہ بچہ ساقط ہوگیا اور اُسکا باپ آزاد ہے تو ضارب پر وہی واجب ہوگا جو جنین حرہ یعنی آزاد عورت کے بچہ کے حق میں واجب ہوتا ہے یعنے غرہ واجب ہوگا اور وہ باپ کو ملیگا مولے کو نہ ملیگا یہ محیط میں ہے- اور اگر جنین کا باپ یا ماں قبل ضرب کے آزاد کی گئی تو وہ مولی کی بہ نسبت جنین کے معاوضہ کے حقدار ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے- نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ دو بچے جو تیرے پیٹ میں ہیں اُنمیں سے ایک آزاد ہے پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اس باندی کے پیٹ میں مارا اس سے دو جنین مردہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اُسکے پیٹ سے ساقط ہوئے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ضارب پر مذکر بچہ کے واسطے نصف غرہ یعنی ڈھائی سو درم اور نیز اُسکے زندہ فرض کرنے کی قیمت کی چوتھائی واجب ہوگی- اور پسر مؤنث جنین کے واسطے ڈھائی سو درم اور بیسواں حصہ قیمت واجب ہوگا یہ محیط میں ہے- عورت نے اگر اپنے پیٹ میں مار کر صدمہ پہونچایا یا کوئی دوا پی لی تاکہ عمداً بچہ کو ساقط کر دے یا اپنی فرج میں کوئی ایسا دستی فعل کیا کہ جس سے بچہ ساقط ہوگیا تو اُسکی مددگار برادری غرہ کی ضامن ہوگی بشرطیکہ اُس نے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے- ایک عورت نے ایک دوا پی مگر اُس سے عمداً بچہ گرانے کا قصد نہیں کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے- فتاوے نسفی میں لکھا ہے کہ جب عورت نے خلع[1] کرا لیا ہے اور وہ حاملہ ہے اُسنے عدت ساقط کرنے کی غرض سے پیٹ کا اسقاط کیا تو فرمایا کہ اگر اُس نے اپنے فعل سے ساقط کیا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اور یہ شوہر کو ملیگا یہ محیط میں ہے- ایک شخص نے ہزار درم کی باندی خرید کر اُس سے وطی کی اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی پھر باندی مذکورہ نے اپنے پیٹ کو عمداً صدمہ ضرب پہونچایا یا کوئی دوا پی تاکہ بچہ ساقط کر دے پھر مردہ جنین ساقط ہوا پھر وہ باندی استحقاق میں لی گئی تو قاضی بنام مستحق اس باندی اور اُسکے عقر[2] کا حکم دیگا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا پھر مستحق سے کہا جائیگا کہ تیری باندی نے اپنے بچہ کو قتل کیا حالانکہ وہ آزاد تھا اسواسطے کہ وہ مشتری مغرور کا بچہ تھا اور جنین آزاد مضمون ہوتا ہے کہ غرہ اُسکے ضمان میں واجب ہوتا ہے پس تجھکو اختیار ہے کہ چاہے غرہ میں باندی[شبیہ غرہ ۱۲] دیدے یا اسکا فدیہ دے پھر جب اُس نے باندی دی یا فدیہ دیا تو مشتری سے کہا جائیگا

[1] یعنی کچھ مال دیکر شوہر سے طلاق لے ۱۲ [2] وہ مال جو بعوض وطی شبہہ کے واجب ہو ۱۲

کہ ہرگاہ تونے غرہ لے لیا تو تجھکو بچہ کے بدلے مال دیا گیا اور اگر تجھکو بچہ دیا جاتا یا زندہ ساقط ہوکر مرنے کیصورت میں قیمت دیجاتی تو تجھپر مستحق کے واسطے پوری قیمت واجب ہوتی پس جب تجھکو غرہ دیا گیا تو اسی حساب سے تجھپر قیمت دینی واجب ہے اور آزاد بچہ کی قیمت دس ہزار ہے اگر مذکر ہو اور پانچہزار ہے اگر مونث ہو لیس بیت مذکر میں پانچ سو درم اُسکا بیسواں حصہ ہے اور مونث کی دیت میں سے دسواں حصہ ہے پس اس حساب سے مشتری ضمان دیگا اور مستحق نے جب باندی دی یا اُسکا فدیہ دیا تو قیمت و مال مضمون سے کمتر کو چاہے بائع سے واپس یا مشتری سے پس اگر بائع سے لی تو مشتری سے بائع واپس لے گا اور اگر مشتری سے لی تو وہ بائع سے واپس لیگا پھر مشتری نے جسقدر قیمت بچہ تاوان دی وہ بحکم غرور اپنے بائع سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اگر حاملہ باندی خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ جو اُسکے پیٹ میں تھا اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ میں مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے پورے ثمن میں باندی لیکر ضارب کا دامنگیر ہوکر ارش[1] جنین میں آزاد جنین کا ارش لے اور جسقدر زیادتی ہو وہ اُسکو حلال ہوگی اور چاہے بیع باندی فسخ کردے اور اُسکا بچہ بعوض اپنے حصہ کے اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر جنین کا باپ آزاد ہو یا کوئی وارث ہو مولی العتاقہ[2] سے رتبہ میں مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں جنین کا ارش اُسی کو ملیگا اور مشتری کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک حاملہ کے پیٹ میں چھری ماری اور وہ اُسکے پیٹ کے بچہ کے ہاتھ پر پہونچی اور ہاتھ کاٹ دیا پھر وہ عورت اس بچہ کو زندہ جنی تو نصف دیت اُس مارنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ خطا ہے کذا فی الظہیریہ

گیارھواں باب۔ دیوار و جناح و پاخانہ کی جنایت اور انکے سوا اور چیزوں کی جنکو انسان راستہ پر بناتا ہے اور اُسکے مناسبات کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے ابتدا سے جھکی ہوئی دیوار بنائی ہو پھر وہ کسی شخص پر گر پڑی اور وہ قتل ہو گیا یا کسی شخص کا مال تلف ہو گیا تو دیوار مذکور کا مالک ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے توڑنے کے واسطے کہدیا گیا ہو یا نہ کہا گیا ہو اور اگر اُس نے ابتدا سے سیدھی بنائی تھی پھر مدت دراز گذرنے سے وہ جھک گئی اور کسی آدمی یا کسی مال پر گری اور وہ تلف ہو گیا پس اگر مالک دیوار سے پیشتر گرنے سے نہ کہا گیا ہو تو ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک مالک دیوار ضامن نہوگا اور اگر پیشتر اس سے کہدیا گیا ہو پھر وہ دیوار گری حالانکہ اطلاع دینے کے بعد مالک کو ایسا موقع تھا کہ وہ دیوار مذکور کو توڑ سکتا تھا مگر اُسنے نہ توڑی تو قیاساً ضامن نہوگا اور استحساناً ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر ایسی دیوار سے جو جان تلف ہو جائے اُسکی ضمان مالک دیوار کی مددگار برادری پر ہوگی اور جو مال تلف ہوا اُسکا خود ضامن ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور دیوار کے مالک سے دیوار توڑنے کی اطلاع دینا اُسکے ٹوٹے ہوئے کے حق میں بھی وہی اطلاع کافی ہوگی حتے کہ اگر اُسکی دیوار بعد اطلاع کے ٹوٹ گری اور اُسکی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکی دیت مالک دیوار پر ہوگی اور یہ امام محمد رح کا

---

[1] یعنی جرمانہ بچہ ساقط شدہ ۱۲ [2] وہ شخص جس نے اُس مملوک کو آزاد کیا ہو ۱۲

قول ہے اور صاحب الاملا نے امام ابو یوسفؒ سے یون روایت کی ہے کہ مالک دیوار پر ضمان نہوگی مگر امام محمدؒ کا قول صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے
اور اگر دیوار ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا پھر دیوار کے ٹوٹن سے ایک شخص ٹھوکر کھا کر گر گیا پھر ایک شخص اُس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دیوار
والے کی مددگار برادری پر ضمان نہوگی اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو کہ جسکو اُس نے راستہ کیطرف بڑھایا تھا پھر وہ راہ مین ٹوٹ پڑا اور
اُسکے ٹوٹن سے ایک آدمی ٹھوکر کھا کر گر گیا اور دوسرا شخص اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دونون مقتولون کی دیت اس
جناح کے مالک پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور مالک کو اطلاع دہی کرنا سلطان وغیر سلطان سب کے نزدیک صحیح ہے یہ
کافی مین ہے۔ اور بیشتر اطلاع دہی کی تفسیر یہ ہے کہ صاحب حق مالک دیوار سے کہے کہ تیری دیوار خوفناک ہے یا کہے
کہ جھکی ہوئی ہے پس تو اُسکو توڑ دے تاکہ گر کر کچھ تلف نہ کرے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک سے کہا گیا کہ تیری دیوار
جھکی ہوئی ہے تجھے چاہیے ہے کہ تو اُسے منہدم کرا دے تو یہ مشورہ ہے طلب نہین ہے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور
طلب شرط ہے اور گواہ کر دینا شرط نہین ہے حتے کہ اگر توڑ کر صاف کر دینے کی طلب کی اور گواہ نہ کیے مگر مالک
دیوار نے مثلاً اُسکو دور نہ کیا حالانکہ اُس کے دور کرنے پر قادر تھا یہانتک کہ وہ کسی شخص پر یا مال پر گری اور
اُسکو تلف کر دیا اور مالک دیوار طلب مذکور کا اقرار کرتا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور گواہ کر لینے کا فائدہ یہ ہے کہ وقت
انکار مالک کے اُسپر ثابت کیا جاوے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر طلب پر دو گواہ مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی دین تو مطالبہ
ثابت ہو جائیگا اور اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو۔ اور اگر جھکی ہوئی دیوار کے
مطالبہ پر دو غلام یا دو کافر یا دو لڑکے گواہ کر دیے گئے پھر دونون غلام آزاد ہوگئے یا دونون کافر مسلمان
ہوگئے یا دونون لڑکے بالغ ہوگئے پھر وہ دیوار گری اور کوئی آدمی تلف ہوگیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا
اسی طرح اگر بعد دو غلام کی آزادی و کافرون کے اسلام اور لڑکون کے بلوغ سے پہلے دیوار مذکور گری پھر دونون نے
گواہی دی تو گواہی جائز ہوگی اسواسطے کہ دونون اہل اداء شہادت ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور
ڈہل جانے اور جھکنے سے پہلے گواہ کر لینا صحیح نہین ہے۔ اسواسطے کہ اسوقت تک کوئی تعدی نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔
بیشتر اطلاع دہی کے صحیح ہونے کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ ایسے شخص کو اطلاع دے اور مطالبہ کرے کہ جسکو اُس کے
دور کرنے و فارغ کرنے کا اختیار حاصل ہے حتی کہ اگر ایسے شخص سے مطالبہ کیا جو اُس مکان مین اجارہ پر یا بطور عاریت
رہتا ہے اور اُس کی دیوار گرا کر صاف نہ کیا یہانتک کہ وہ کسی آدمی پر گری تو کوئی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور یہ بھی
شرط ہے کہ اختیار و ولایت گر پڑنے کے وقت تک برابر باقی رہے حتے کہ اگر صاحب ولایت کے ہاتھ بعد مطالبہ و شہاد سے
نکل گئی بایں طور کہ اُس نے مکان فروخت کر دیا تو وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ اور مشتری پر ضمان
نہوگی ہان اگر مشتری کے خریدنے کے بعد مشتری سے بھی مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی
مین ہے۔ اور اگر مطالبہ و اشہاد کے بعد مالک دیوار کو جنون مطبق ہوگیا یا نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب مین

ف ۱ جسکو ہمارے عرف مین شہتیر بولتے ہین ۱۲ ف ۲ جسکو ہمارے عرف مین کرایہ بولتے ہین ۱۲ ف ۳ یعنی خواہ سلطان کے پاس اطلاع دے یا دوسرے کے پاس ۱۲ ف ۴ جیسا کتاب القضا مین گذرا ۱۲

چلا گیا اور قاضی نے اُسکے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دیدیا پھر مجنون کو افاقہ ہو گیا یا مرتد مذکور مسلمان ہو کر دار الحرب سے واپس آیا اور اُسکا مکان اُسکو دیدیا گیا پھر اسکے بعد دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو وہ ہدر ہوگا۔ اسی طرح اگر اُس نے مکان کو فروخت کر دیا حالانکہ اس سے پہلے اُس سے دیوار کا مطالبہ و اشہاد ہو چکا ہے پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر عیب کے بسبب مشتری کے خیار رویت یا خیار شرط کے بائع کو واپس دیا گیا پھر دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو بعد واپس ہونے کے جب تک از سر نو مطالبہ و اشہاد پایا نہ جائے تب تک وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر خیار بائع کا ہو پس اگر اُس نے بیع توڑ دی اور پھر دیوار گری اور کچھ تلف نہ کیا تو بائع ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مکان خریدنے والے سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا حالانکہ مشتری کو بیع میں تین دن کا خیار شرط حاصل ہے۔ پھر اُسنے بسبب خیار کے بیع رد کر دی تو اشہاد باطل ہو جائے گا اور اگر بیع پوری کر لی تو باطل نہوگا اور اگر ایسی حالت میں بائع سے مطالبہ و اشہاد واقع ہوا ہو تو وہ ضامن نہوگا۔ اور اگر بائع کا خیار ہو اور اُس سے دیوار مذکور کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا پس اگر اُس نے بیع توڑ دی ہو تو اشہاد صحیح رہے گا اور اگر اُس نے بیع پوری کر دی تو اشہاد باطل ہو جائیگا اور اگر بائع کا خیار ہونے کی صورت میں مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو صحیح نہوگا یہ مبسوط میں ہے اور ضمان واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بعد مطالبہ و اشہاد کے اُس شخص کو اتنا موقع ملے کہ جس میں وہ دیوار مذکور کو منہدم کر کے صاف کر سکے حتے کہ اگر اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا اور اسیوقت وہ دیوار گر پڑی اتنا موقع نہ ملا کہ وہ گرا کر میدان خالی کر سکے تو جو چیز تلف ہوئی اُسکا ضامن نہوگا یہ تبیین میں ہے اور یہ شرط ہے کہ مطالبہ ایسے شخص کیطرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور عام راستہ کے حقدار سب عام لوگ ہیں حتی کہ اگر ایک شخص نے عام لوگوں میں سے مطالبہ کیا ہو تو کافی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی مطالبہ کرے دونوں اس حکم میں یکساں ہیں یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر دیوار عام راستہ کیطرف جھکی ہو تو مطالبہ کا استحقاق تمام لوگوں کو حاصل ہے خواہ مسلمان ہو یا غلام ہو بشرطیکہ وہ آزاد بالغ عاقل ہو یا صغیر ہو مگر اُسکو اُسکے ولی نے اس معاملہ میں خصومت کا اختیار دیا ہو یا غلام ہو کہ اُسکو اُسکے مولے نے اس میں خصومت کا اختیار دیا ہو یہ کفایہ میں ہے۔ اور خاص کوچہ میں اصحاب کوچہ کو استحقاق مطالبہ ہے پس ایک کا مطالبہ کرنا کافی ہے اور دار کی صورت میں مالک یا ساکن کا مطالبہ شرط ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جامع میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی دیوار دوسرے کے دار کی طرف جھکی ہوئی تھی پس اُسپر مالک دار نے اُسکی طلب و اشہاد کیا پس مالک دیوار نے قاضی سے یوں درخواست کی کہ مجھے دو یا تین روز یا اس کے مثل کچھ قلیل روز مہلت دیجائے اور قاضی نے اس درخواست کو منظور کیا پھر وہ دیوار مال یا کسی آدمی پر گری تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک دار نے یا ساکنان دار نے اُسکو مہلت دی یا مطالبہ سے بری کیا تو صحیح ہے اور دیوار سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن نہوگا کذا فی الکافی۔ اور اگر ایام معلومہ مہلت کے بعد دیوار گری تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راستہ کی طرف

ف یعنی اس صورت میں دیت وغیرہ نہیں ہے ۱۲ ف گواہ کر لینا ۱۲

جھکی ہوئی ہونے کی صورت مین اُسنے قاضی سے مہلت کی درخواست کی اور قاضی نے مہلت دی تو باطل ہے
یہ خزانۃ المفتین مین ہے- اسی طرح اگر قاضی نے اُسکو مہلت ندی بلکہ جس نے اسپر اشہاد کیا ہے اُسنے مہلت دی تو بھی
صحیح[۱] نہین ہے نہ اپنے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین یہ محیط مین ہے- اور اگر دیوار رہن ہو اور اسکے بابت
مرتہن سے پیشتر اطلاع دیگئی تو نہ مرتہن ضامن ہوگا اور نہ راہن اور اگر راہن سے اطلاع دیگئی ہو تو راہن ضامن
ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے- منتقی مین ہے کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعوے کیا اور اسمین ایک جھکی ہوئی
دیوار ہے تو جب تک مدعی کے گواہون کا تزکیہ ثابت نہو تب تک اُسکے توڑنے کی اطلاع کس کو اور اشہاد
کس کو ہوگا تو فرمایا کہ جسکے قبضہ مین دار مذکور ہے اُس سے دیوار کے توڑنے کا مواخذہ اور اشہاد کیا جائیگا
اور جب تک مدعی کے گواہون کی تعدیل نہو تب تک بمنزلہ ایسے دار کے قرار دیا جائیگا کہ جسپر کچھ دعوی نہین
ہوا ہے اور اگر قابض نے اُس دیوار کو گروا دیا پھر گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو جسنے توڑا ہے وہ مدعی
کو دیوار کی قیمت تاوان دیگا یہ محیط مین ہے- اور اگر کسی نابالغ کا مکان ہو پس اُس کے باپ
یا وصی پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہے پس اگر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی ضمان نابالغ پر واجب ہوگی کذا فی
فتاوی قاضی خان- اور اس صغیر کی مان پر بھی اشہاد صحیح ہے کذا فی الکافی- اور اگر دیوار ساقط نہوئی یہان تک کہ
صغیر مذکور بالغ ہوگیا پھر ساقط ہوئی اور کوئی آدمی دب گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر نابالغ کی نابالغی مین اُسکا باپ
یا وصی مرگیا پھر دیوار گری اور کوئی آدمی مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر صغیر کے بالغ ہونے کے بعد اُس سے جدید
مطالبہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اُسکی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے
ایک مسجد کی دیوار جھکی تو اشہاد اُس شخص پر ہوگا جس نے اُسکو بنایا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے- اگر ایک شخص نے اپنا
دار مساکین کے واسطے وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکالکر ایک شخص کے قبضہ مین دیا کہ اسکا کرایہ مساکین پر خرچ کیا کرے
پھر اُسکی ایک دیوار جھکی کا مطالبہ وکیل سے کیا گیا پھر وہ کسی آدمی پر گری تو اُسکی دیت وقف کرنے والے کی مددگار
برادری پر ہوگی اور اگر اُن لوگون پر جنپر وقف کیا گیا ہے یعنی مساکین پر اشہاد کیا گیا تو ضمان نہوگی یہ
محیط مین ہے- ایک غلام ماذون کے مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے پس اسپر اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک
آدمی تلف ہوگیا تو ماذون کے مولے کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی خواہ غلام مذکور پر قرضہ ہو یا نہو
اور اگر دیوار سے مال تلف ہوا تو ضمان مال اس غلام کی گردن پر ہوگی جسکے واسطے وہ فروخت کیا جائے گا
اور اگر اسکے مولے پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اور اگر مکان ترکہ کی دیوار
مائل کا اشہاد کسی وارث پر کیا گیا تو قیاساً وارثون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی مگر مین استحساناً یہ
حکم دیتا ہون کہ جس وارث پر اشہاد کیا گیا ہے اُسکے حصہ مین جس قدر دیوار پڑتی ہو اُسکے حساب سے تلف شدہ
کا تاوان اسپر عائد ہوگا یہ مبسوط مین ہے- اگر ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شریک سے مطالبہ کیا گیا کہ یہ

[۱] کیونکہ عام لوگون کے حقوق مشترک ہین تو خاص ایک شخص کی مہلت دینے کا اعتبار نہوگا ۱۲

جھکی ہوئی ہے اور شہاد کر دیا گیا پھر وہ دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو جسپر اشہاد ہوا ہے اُسکی مددگار برادری سے دیت کا پانچوان حصہ ضمان لیا جائیگا۔ اسی طرح اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو اُن مین سے ایک نے اُسمین کنوان کھودا یا دیوار بنائی اور اپنے دونون شریکون سے اجازت نہ لی پھر اُسمین کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدرح نے فرمایا کہ ہر دو مسئلہ مین اُسپر نصف دیت واجب ہوگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رح اور اگر کنوان کھودنا یا دیوار بنانا دونون باقیون کی اجازت سے ہو تو یہ جنایت نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک بیٹا اور ایک دار چھوڑا اور میت پر اسقدر قرضہ ہے کہ تمام دار کی قیمت اُسمین مستغرق ہے اور اُسمین ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اور عام راستہ کیطرف جھکی ہے اور میت مذکور کا سوائے اس بیٹے کے کوئی وارث نہین ہے تو دیوار مذکور کا مطالبہ اُسی بیٹے سے کیا جائیگا اگرچہ وہ اُس دار کا مالک نہین ہے اور اگر اُس سے مطالبہ کرنیکے بعد دیوار مذکور گر پڑی تو اُسکی دیت باپ کی مددگار برادری پر ہوگی بیٹے کی مددگار برادری پر نہوگی یہ محیط مین ہے امام محمدرح نے فرمایا کہ ایک مکاتب کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ مکاتب سے کیا گیا پس اگر اُسکے منہدم کرانیکا قابو پانے سے پہلے گر گئی تو ضامن نہوگا اور اگر اُس نے اُسکے منہدم کرنیکا قابو پایا مگر منہدم نہ کرایا اور وہ گر گئی تو ضامن ہوگا اور یہ استحسان ہے۔ اور ولی مقتول کو اُسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار کی ضمان دیگا اور اگر مکاتب کے آزاد ہو جانیکے بعد دیوار گری تو اُسکی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ عاجز ہو کر رقیق[1] ہو گیا پھر دیوار گری تو اُسپر ضمان نہوگی اور نیز اُسکے مولی پر ضمان نہوگی اسیطرح اگر اُسنے دیوار کو فروخت کر دیا پھر گری تو کسی پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فروخت نہ کیا اور وہ گر پڑی پھر اُسکی ٹوٹن سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو مولے اُسکے دینے اور اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا۔ اور اگر دیوار سے دیکھرے ہوے سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان نہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر اُسنے پاخانہ وغیرہ راہ پر بنایا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا وہ آزاد ہو گیا اور وہ گرا اور کسی آدمی کو تلف کیا تو قیمت اور دیت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا ہے تو مولی اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا اور اگر پاخانہ کی ٹوٹن سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا تو پاخانہ کا باہر بنانیوالا ضامن ہوگا اور اگر اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر کوئی آدمی مرا تو بھی باہر بنانے والا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کی مان کسی کی معتقہ[2] ہے اور اُسکا باپ غلام ہے پس اس شخص پر ایک جھکی دیوار کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا اور اُس نے دیوار نہ گرائی یہانتک کہ اُسکا باپ آزاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی قتل ہوا تو اُسکی دیت اُسکے باپ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر باپ کے آزاد ہونیسے پہلے دیوار گری تو مان کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسنے راہ پر پاخانہ بنایا پھر باپ آزاد کیا گیا پھر پاخانہ گرنے سے کوئی آدمی مرا تو اسکی دیت مان کی مددگار برادری پر ہوگی اسواسطے کہ راہ پر پاخانہ

[1] یعنے جسقدر مال اُسکے مالک نے بدل کتابت مقرر کیا تھا ادا اُسکی ادائی سے عاجز ہو کر مکاتب نہ رہا بلکہ بدستور مملوک ہو گیا ۱۲ [2] اُسکی توضیح اوپر گذر چکی پس وہان دیکھنا چاہیے ۱۲

بنانا خود جرم ہے اور اس جرم کی بنیاد کے وقت مال کی مددگار برادری اُسکی عاقلہ تھی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص اپنی جھکی ہوئی دیوار یا بغیر جھکی ہوئی دیوار پر چڑھا ہو پھر دیوار اُسکو لیکر گری اور بدون اُس کے فعل کے کسی آدمی کو صدمہ پہونچا اور وہ قتل ہوگیا تو شخص مذکور جھکی ہوئی دیوار کی بابت ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس سے پیشتر اطلاع دی و مطالبہ کیا گیا ہو اور سوائے اُسکے اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر خود بدون دیوار کے گرا اور کوئی آدمی مرگیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر گرنے والا مرگیا تو نیچے کی جگہ کو دیکھا جائے اگر اُسکی ملک نہو پس اگر وہ شخص راہ میں چلا جاتا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اگر راستہ میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا سوتا ہو تو جسپر گرا ہے اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اوپر والے پر ان حالات میں نیچے والے کی ضمان ہوگی اسیطرح اگر اوپر والا غافل ہوگیا اور گر پڑا یا سویا اور کروٹ لیکر گر پڑا تو جو صدمہ نیچے والے کو پہونچا اُسکا ضامن ہوگا اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اسیطرح اگر پہاڑ کے اوپر سے کسی شخص پر گرا اور وہ قتل ہوگیا تو اُسپر اُسکی ضمان واجب ہوگی خواہ نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو یا نہو اسیطرح اگر ایک کنوئیں میں جسکو اُسنے اپنی ملک میں کھودا ہے گر پڑا اور وہیں کوئی آدمی تھا وہ مرگیا تو اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر کنواں راستہ پر ہو تو گرنے والے اور جسپر گرا ہے دونوں کی ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے کنواں کھودا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک گھڑا دیوار پر رکھدیا اور وہ ایک شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ گھڑا دیوار پر رکھدینے سے اُسکے فعل کا اثر منقطع ہوگیا اور وہ اس رکھنے میں متعدی نہیں ہے پس آدمی کا تلف کرنا اُسکی طرف مضاف نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دیوار پر کوئی چیز رکھی اور یہ چیز کسی آدمی پر گری اور وہ مرگیا تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ اُسنے لمبان میں رکھی ہو اور اگر چوڑان میں رکھی کہ اُسکا ایک کنارہ راستہ کیطرف نکل گیا اور وہ گری پس اگر اُسکا نکلا ہوا کنارہ اُس شخص کے لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دوسرا کنارہ لگا ہے تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہو اور شہتیر اُسپر لمبان میں رکھا ہو حتیٰ کہ اُسمیں سے کچھ راہ باہر کی طرف نہ نکلا پھر یہ شہتیر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو وہ ضامن نہوگا ایسا ہی کتب میں مذکور ہے اور حکم مطلق مذکور ہے اور ہمارے بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب دیوار خفیف جھکی ہوئی ہو بہت نہو اور اگر دیوار خوب جھکی ہوئی ہے تو وہ ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے دیوار مذکور دور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہیں اور بعض نے فرمایا کہ حکم یہی ہے جیسا امام محمد رح نے مطلقاً بیان فرمایا ہے کہ دونوں حالتوں میں ضامن نہوگا اور اگر پہلے اُسکو دیوار گرانے کیواسطے اطلاع دیگئی ہو پھر اُس نے شہتیر رکھا پھر شہتیر گر گیا اور کوئی آدمی مرا تو فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت اشہاد کیا گیا پھر دیوار کے مالک یا دوسرے نے اُسپر گھڑا رکھا پھر دیوار گری اور اُس نے گھڑا کسی شخص پر پھینکا اور وہ مرگیا تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی اور اگر گھڑے سے یا دیوار کی ٹوٹن سے

ف۱ یعنی اس گھڑا رکھنے والے کیجانب اُسکے تلف کرنے کی نسبت کیجاویگی ۱۲ ف۲ یعنی دیوار اس طرح گری کہ گھڑا اُچھل کر کسی آدمی کے سر پر پڑا ۱۲

کسی شخص نے ٹھوکر کھائی پس اگر وہ گھڑا مالک دیوار کے سوائے دوسرے کا ہو تو کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ گھڑا
مالک دیوار کا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے
اُسکے منہدم[1] کرنے کا پیشتر مواخذہ کر دیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کیا یہانتک کہ ہوا نے اُسکو گرا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ
محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کی ایک دیوار جھکی ہوئی کے واسطے اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُس نے
منہدم نہ کرائی یہانتک کہ وہ ایک آدمی پر گری اور وہ مر گیا اور اُسکی مددگار برادری نے یہ دار اُسکی ملک ہونے سے
انکار کیا یا کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ دار اُسکا ہے یا غیر کا ہے تو جبتک گواہوں سے یہ بات ثابت نہ کرائی جاوے کہ
یہ دار اُسی کا ہے تب تک مددگار برادری ضامن نہ ہوگی اور اگر ذوالید نے اقرار کیا کہ یہ دار میرا ہے تو اُسکے قول کی مددگار برادری
کے حق میں تصدیق نہ ہوگی اور قیاساً اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی اور استحساناً اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی
بشرطیکہ اس نے مطالبہ متقدمہ کا اقرار کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کی جھکی ہوئی دیوار کی بابت اُس سے
مواخذہ کیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کرائی یہانتک کہ اُسکے پڑوسی کی دیوار پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو وہ پڑوسی کی
دیوار کا ضامن ہوگا اور پڑوسی کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے اپنی دیوار کی قیمت تاوان لے تو ٹوٹن اُس ضامن کا
ہو جائیگا اور چاہے ٹوٹن لیکر اس سے نقد نقصان کے ضمان لے اور اگر اُس نے چاہا کہ پھر اُس سے ویسی ہی بنوا لے جیسی
تھی تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص دیوار اول کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکے مالک سے یعنی
جس سے پیشتر اسکے توڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اس مقتول کی دیت کی ضمان لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول
ہے اور اگر دوسری دیوار کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرا خواہ پڑوسی کے تاوان لینے سے پہلے مرا ہو یا اُسکے بعد مرا
ہو بہرحال کوئی ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دوسری دیوار بھی مالک دیوار اول کی ملک ہو تو دوسری
دیوار کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے مالک دیوار اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
دو دیواریں جھکی ہوئی ہیں دونوں کے مالکوں سے مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر ایک دیوار دوسرے
پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو جو کچھ اول یا ثانی کے گرنے یا اول کی ٹوٹن سے تلف ہوا اُسکا ضامن
مالک دیوار اول ہوگا اور جو کچھ دیوار ثانی کی ٹوٹن سے تلف ہو وہ ہدر رہیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بجائے دیوار کے
جناح[2] ہو جسکو کسی شخص نے راستہ کیطرف بڑھا لیا ہو اور وہ ایک جھکی دیوار پر جو دوسرے شخص کی ہے اور اُس سے
اس دیوار کی بابت مواخذہ و اشہاد کر دیا گیا ہے گر پڑا اور وہ دیوار اس صدمہ سے ایک شخص پر گری اور وہ
مر گیا یا دیوار کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو یہ سب مالک جناح پر ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص
کی دیوار جھکی جس میں سے تھوڑی عام راستہ کیطرف اور تھوڑی ایک قوم کے دار کی طرف جھکی ہے پھر اہل دار نے
اس سے مواخذہ کر لیا پھر اُس دیوار کا وہ حصہ ساقط ہوا جو راہ پر تھا تو وہ ضامن ہوگا اسیطرح اگر اہل راہ میں سے
کسی نے مواخذہ کر لیا ہو پھر دار کیطرف جھکی ہوئی دیوار اہل راہ پر گری تو وہ ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک

[1] یعنی گرانا و برابر کرنا ۱۲ [2] شہتیر کو کہتے ہیں ۱۲

دیوار طول میں سے تھوڑی ڈہلی ہوئی اور باقی نہیں ڈہلی ہے پھر ڈہلی ہوئی اور بے ڈہلی ہوئی سب گر گئی اور ایک آدمی مر گیا تو دیوار کا مالک جسقدر ڈہلی ہوئی کے صدمہ سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور جسقدر بے ڈہلی ہوئی سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن نہوگا اور اگر دیوار چھوٹی ہو یعنے طول میں کم ہو تو سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے - ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اگر اُسکے منہدم کرانے کا اُسکے مالک سے قاضی نے مواخذہ کیا پھر ایک شخص نے مالک کی اجازت سے اُسکے گرانے کی ضمانت کر لی تو یہ جائز ہے اور ضامن کو اختیار ہوگا کہ بدون اجازت مالک کے اُسکو منہدم کرا دے کذا فی المنتقی یہ محیط میں ہے - اگر ایک جھکی ہوئی دیوار پر مواخذہ کرنے کے دو گواہ کیے گئے پھر وہ دیوار ایک گواہ یا اُسکے باپ یا غلام یا مکاتب پر گری اور مالک دیوار پر انہدام دیوار کے مواخذہ کے سوائے ان دو گواہوں کے کوئی گواہ نہیں ہے تو اس گواہ کی گواہی جسکا نفع اُسکے نفس کو ہے یا ایسے شخصوں کے حق میں ہے جنکے واسطے اُسکی گواہی جائز نہیں ہے جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص سے اُسکی ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسکے خود راستہ پر گرنے کا خوف نہیں ہے بلکہ یہ خوف ہے کہ وہ مالک دیوار کے دوسری اچھی دیوار پر گرے اور وہ راستہ پر گرے منہدم کرانے کا مواخذہ و شہاد کیا گیا پھر دیوار جھکی ہوئی نہ گری بلکہ اچھی دیوار راستہ پر گر پڑی اور کوئی آدمی تلف ہوا یا اُسکی ٹوٹن سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو خون ہدر ہوگا یہ محیط میں ہے - ایک لقیط کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور اس سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُسکی موالات کسی کے ساتھ نہیں ہے تو وہ بھی مثل لقیط کے ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک دیوار اوپر سے ایک شخص کی اور نیچے سے دوسرے شخص کی ہے پھر وہ جھکی اور دونوں میں سے ایک شخص سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا تو سب دیوار گر پڑنے کی صورت میں جس سے مواخذہ کر لیا گیا تھا وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر کا حصہ گرا اور اُسکے مالک سے پہلے مواخذہ کیا گیا تھا تو اوپر کے حصہ کا مالک ضامن ہوگا نیچے والا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر ایک شخص نے چند مزدوروں کو اپنی دیوار منہدم کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر ٹوٹن[1] نے انکے فعل سے ان میں سے کسی شخص کو یا کسی اجنبی کو قتل کیا تو ضمان و کفارہ انہیں لوگوں پر واجب ہوگا مالک دیوار پر واجب نہوگا یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہے اُس سے مواخذہ و شہادہ کیا گیا یہانتک کہ گر پڑی پھر ٹوٹن کی بابت راہ سے اُٹھا لینے کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے نہ اُٹھایا یہانتک کہ کوئی آدمی یا جانور ٹھوکر کھا کر مر گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے منتقی میں فرمایا کہ ایک شخص نے دیوار سے افریز نکالا پس اگر بڑا ہو تو جسقدر اس سے صدمہ پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا خفیف ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص سے جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسپر جناح ہے جسکو بائع دار نے نکالا ہے مواخذہ کیا گیا پھر وہ دیوار مع جناح گر گئی پس اگر دیوار ہی نے جناح کو گرایا

[1] ٹوٹن جسکو کسی نے ایسے طور پر زمین پر پڑا پایا ہو جس کا کوئی وارث و قرابتی معلوم نہو ۱۲ [illegible] یعنے ٹوٹن کسی شخص پر گری ۱۲

ہو تو دیوار کا مالک جو کچھ اس سے صدمہ ہوا ہو اُسکا ضامن ہوگا اور اگر خالی جناح گر گیا ہو تو اُس کا تاوان اُس بائع پر پڑیگا جسنے اُسکو ایجاد کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا ہے اور علو دوسرے کا ہے اور دونوں سے خوف ہے پس اگر دونوں کے مالکوں سے مواخذہ کیا گیا مگر دونوں نے نہ گرایا یہانتک کہ سفل گرا اور اُسنے علو کو اچھالا اور وہ ایک آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو اُسکی دیت صاحب سفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور سفل کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے اُسکی ضمان بھی اُسکے مالک پر ہوگی اور جو شخص علو کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرے اُسکا تاوان کسی پر نہوگا یہ محیط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا اور علو یعنی بالاخانہ دوسرے کا ہے اور سب دہل گیا پھر دونوں سے اسکی بابت مواخذہ کر دیا گیا پھر بالاخانہ گرا اور اُسنے ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی ضمان مالک علو پر ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص نے عام راستہ پر پاخانہ یا پرنالہ نکالا یا دوکان یا حوض بنایا تو ہر ایک شخص کو جسکے سامنے پیش آئے اختیار ہوگا کہ اسکو منہدم کر ڈالے بشرطیکہ بنانے والے نے بدون اجازت امام کے اسکو بنایا ہو خواہ یہ عامہ مسلمین کے حق میں مضر ہو یا نہو اور اس حکم میں مسلمان و کافر و مرد و عورت سب برابر ہیں لیکن غلام کو راستہ پر بنے ہوئے مکان کے گرا دینے کا اختیار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُنکے دور کرنے کا استحقاق نہوگا اور اگر انکا حال معلوم نہو تو جدید قرار دیجائینگی حتے کہ امام کو اختیار ہوگا کہ انکو دور کر دے کذا فی المحیط۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عام راستہ پر اپنی ذاتی کوئی چیز بنائی ہو اور اگر عام کے نفع کے واسطے کوئی چیز بنائی جیسے مسجد وغیرہ اور اُس سے کچھ ضرر نہو تو وہ نہ توڑا جائے گا ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر ایک کوچہ غیر نافذہ[1] کے راستہ خاص میں بنایا تو اہل کوچہ میں سے ہر ایک کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہے بشرطیکہ ان چیزوں کے نیچے سے اُسکا مرور ہو اور اگر اُسکا مرور نہو تو اُسکو توڑنے کا استحقاق نہیں ہے اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُسکے توڑنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر انکا حال دریافت نہو تو یہ قدیمی قرار دیجائینگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے عام راستہ پر چھتا بنانا چاہا حالانکہ اُس سے عام لوگوں کو کچھ ضرر نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ رح کا مذہب صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص کو اُسکی ممانعت کرنے اور دور کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ میں چھتا ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارے نزدیک اسمیں ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اہل کوچہ کی اجازت کا اعتبار ہے اور عام راستہ پر چھتا ایجاد کرنا آیا مباح ہے سو طحاوی رح نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہوگا تاوقتیکہ قبل اسکے کہ کوئی مخاصمہ کرے اور اگر مخاصمہ کرنے کے بعد اُسکا بنانا اور اُس سے انتفاع اُٹھانا کچھ مباح نہیں ہے اور اگر اُسنے بنا ہوا چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اہل کوچہ غیر نافذہ میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت تمام اہل دربہ کے پاخانہ باہر نکالے یا پرنالہ بہا دے خواہ اُن کے حق میں ضرر ہوتا ہو یا نہوتا ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے عام راستہ پر پتھر رکھا یا کوئی عمارت بنائی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر راستہ کی طرف باہر نکالا یا باہر کیطرف

[1] وہ چھوٹی گلی جو گذرگاہ عام نہو بلکہ خاص اسی محلے کے لوگ اسمیں آتے جاتے ہوں ۱۲

پائخانہ یا جناح یا پرنالہ یا ظلہ[ع] بنایا یا راستہ میں پتھر ڈال دیا پس اگر اُس سے کوئی چیز صدمہ پاکر تلف ہو جاوے
تو وہ ضامن ہوگا لیکن اگر آدمی تلف ہو گیا تو اُسکی ضمان اُسکی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر آدمی مجروح ہوا تلف نہوا
تو اگر اسکا ارش موضحہ کے ارش کے برابر ہو تو وہ بھی اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اس سے کم ہو تو اُسکے مال سے ہوگا
اور اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ وہ میراث سے محروم ہوگا اگر یہ آدمی مجروح یا مقتول اُسکا مورث ہو اور اگر کسی مال کو صدمہ
پہونچا اور تلف ہوا تو اُسکی ضمان اُس کے مال سے واجب ہوگی اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کو اصل میں مطلقاً ذکر فرمایا
ہے حالانکہ اسمیں تفصیل ہے یعنی اگر اُس نے یہ افعال بدون امام المسلمین کی اجازت کے کیے ہوں تو اس طرح ضامن ہوگا
اور اگر باجازت کیے ہوں تو ضامن نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام المسلمین کو ایسے فعل کی اجازت دینا
جبھی جائز ہے کہ جب عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو اور اگر عام کے حق میں ضرر ہو
مثلاً راستہ تنگ ہو تو امام المسلمین کو ایسی اجازت دینا مباح نہیں ہے پھر جو جواب کتاب میں مذکور ہے
ایسی حالت میں ہے کہ جب اُس نے یہ افعال عام بڑے راستہ یا کوچہ نافذہ کے راستہ پر کیے ہوں اور اگر
اُس نے کوچہ غیر نافذہ میں ایسا کیا اور اُس سے کوئی آدمی مر گیا تو دیکھا جائے گا کہ جو کچھ اُس نے کیا ہے یہ
منجملہ امور سکونت کے نہیں ہے تو بقدر اپنے حصہ کے ضامن نہوگا اور باقی شریکوں کے حصہ کی قدر ضامن ہوگا اور اگر یہ
منجملہ امور سکونت کے ہو تو قیاساً یہی حکم ہے لیکن استحساناً کچھ ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک غلام تاجر[ع] نے
جسپر قرضہ ہے یا نہیں ہے اپنے دار سے پائخانہ باہر راہ پر بنایا اور اس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف رح کے
نزدیک اسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی اور امام رح کے قول پر اگر اُس نے ایسا فعل باجازت مولی کیا ہے تو ضمانت
مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کیا ہے تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر غلام مذکور نے
اُس دار کے اندر کوئی کنواں کھودوایا کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر
مولے نے ایسا فعل بغیر اجازت غلام کے کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول میں کچھ ضمان نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ
وہ ضامن ہوگا یہ قیاس ہے مگر ہم قیاس کو چھوڑ کر استحساناً حکم دیتے ہیں کہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر راہن نے دار مرہونہ
میں بغیر اجازت مرتہن کے کوئی عمارت بنائی یا اسمیں کنواں کھودوایا چھپا یہ باندھا تو وہ بھی ضامن نہوگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر مالک مکان نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدوروں و کاریگروں کو مقرر کیا پھر قبل
اسکے کہ وہ لوگ بنا کر فارغ ہو جاویں بیچ ہی میں وہ گر پڑا اور کوئی آدمی اس سے مر گیا تو ضمان اُنہیں کاریگروں پر
ہوگی مالک مکان پر نہوگی پس اُنپر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور اگر مقتول ان میں سے کسی کا مورث ہو
تو وہ اُسکی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُنکے فارغ ہو جانے کے بعد گرا ہو تو قیاساً یہ مثل اول کے ہے لیکن استحساناً
مالک مکان پر ضمان واجب ہوگی یہ کافی و مبسوط و سراج الوہاج و جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر کاریگروں میں
سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی یا پتھر گرا جس سے کوئی آدمی مر گیا تو جسکے ہاتھ سے گرا ہے اُسکی مددگار برادری پر

[ع] جسکو ہمارے عرف میں سائبان کہتے ہیں ۱۲ [ع] مراد اس سے وہ غلام ہے جسکو اُسکے مالک کیطرف سے تجارت کی اجازت ہو ۱۲

دیت واجب ہوگی اور اُس پر کفارہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی شخص نے راہ پر پرنالہ
نکالا اور وہ گرا اور کوئی آدمی قتل ہوگیا پس اگر پرنالہ کا اندر کا کنارہ جو دیوار میں لگا ہوا ہے اُس سے
آدمی مذکور تلف ہوا تو ضمان نہ ہوگی اور اگر آدمی مذکور کو باہری نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دونوں
کنارے اُسکے لگے اور یہ معلوم ہو جاوے تو آدھی ضمان واجب ہوگی اور نصف ہدر ہو جائیگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ کون کنارہ
اُسکے لگا ہے تو استحساناً نصف ہدر ہوگا اور نصف کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہ کی طرف جناح نکالا پھر مکان
فروخت کر دیا پھر جناح مذکور گرا اور اُسکے صدمہ سے کوئی آدمی قتل ہوا یا راہ میں کوئی لکڑی ڈالی پھر اُسکو فروخت
کیا اور مشتری نے اس سے برائت کر لی کہ اگر کسی کے لگ جائے تو میں بری ہوں پھر مشتری نے اُسکو چھوڑ دیا یہاں تک
کہ اس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو بائع پر ضمان واجب ہوگی اور مشتری پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔
اگر راہ میں لکڑی ڈالدی اور کوئی شخص اُسمیں پھنسا اور اُسکا گھٹنا چھوٹ گیا تو وہ ضامن ہوگا اور
اگر جانے والا اُس لکڑی کے اوپر پاؤں رکھتا ہوا چلا اور گر کر مر گیا پس اگر وہ عمداً نہیں پھسلا ہے تو لکڑی ڈالنے
والا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب وہ لکڑی اس لائق ہو کہ ایسی لکڑی پر لوگ چلا کرتے ہیں
اور اگر چھوٹی لکڑی ہو جسپر نہیں چلتے ہیں تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے راستہ جھاڑا
تو اُسمیں اُسپر کچھ ضمان نہ ہوگی اگر اس سے کوئی آدمی مر جاوے لیکن اگر اُس نے سب جھاڑا ہوا کوڑا راہ میں
ایک جگہ جمع کر دیا اور کوئی شخص اُسمیں پھنسا اور مر گیا تو جسنے جھاڑا ہے وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر راہ میں
پانی چھڑکا یا وضو کیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ چھڑکنے والا جبھی
ضامن ہوگا کہ جب گذرنے والا ایسی جگہ ہو کر گذرا ہے جہاں اسنے پانی چھڑکا ہے حالانکہ اُسکو معلوم نہ تھا مثلاً رات تھی
یا راہگیر اندھا تھا پس ٹھوکر کھا کر مر گیا اور اگر راہگیر کو وہاں پانی چھڑکنے و بہانے کا حال معلوم تھا تو یہ ضامن
نہوگا اسی طرح اگر عمداً وہ پتھر یا لکڑی پہ چلا اور ٹھوکر کھا کر پھسل کر گر کر مر گیا تو رکھنے والا ضامن نہوگا اور ہمارے
بعضے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسنے تھوڑے راستہ میں پانی ڈالا یا تھوڑے راستہ میں پتھر یا لکڑی
رکھی ہو اور اگر پورے راستہ میں پانی چھڑک دیا یعنی چوڑان راستہ کا بالکل تر ہوگیا یا لکڑی و پتھر سے
راستہ بالکل گھیر دیا اور راہگیر اُسپر سے گذرا اور پھسل کر گرا تو چھڑکنے والا اور رکھنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے
اور اگر چوپایہ گذرا اور ہلاک ہوا تو ہر حال میں ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اگر دوکاندار کی اجازت
دوکان کے آگے پانی چھڑکا اور کوئی شخص پھسل کر گرا تو قیاساً چھڑکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور استحساناً صاحب
دوکان پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں پانی چھڑک دیا اور ایک شخص دو گدھے لایا تھا
اُنمیں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں پکڑے تھا اور دوسرا اُسکے پیچھے تھا پھر پیچھے والا پھسلا اور اُسکا پاؤں ٹوٹ گیا پس
اگر گدھے والا دونوں کو ہانکے لاتا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر دونوں کا ہانکنے والا نہ ہو تو چھڑکنے والا ضامن ہوگا

ف۱ اُسکی توضیح اوپر گذری ۱۲ ف۲ اور میراث سے محروم ہوگا ۱۲

یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے راہ مین پانی ڈالدیا اور وہ کسی گڈھے مین بھر گیا
اور جمکر برف ہو گیا پھر اس برف سے کوئی آدمی پھسل گرا تو فرمایا کہ جس نے پانی ڈالا ہے وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر
برف ندکور پگھل گیا اور اس سے کوئی آدمی پھسل گرا یا کسی نے راہ مین برف ڈالا اور وہ پگھلا اور کوئی آدمی
پھسل گرا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر راستہ غیر نافذ ہو تو اس راہ کے
لوگون مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اُس راہ مین لکڑی رکھے و اپنا چوپایہ باندھے اور وضو کرے اور اگر
اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اُسنے اُس راہ مین کوئی عمارت بنائی یا کنوان
کھودا جس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور ہر گھر والے کو اختیار ہے کہ اپنے فناے دار مین مٹی و لکڑی
ڈالے و چوپایہ باندھے دوکان بناوے و تنور بناوے بشرطیکہ سلامتی کے ساتھ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اگر راہ
مین پھینکے ہوئے برف سے کوئی آدمی یا جانور مر جاوے تو امام محمد رح نے آخر جنایات العیون مین ذکر فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ
ہو تو پھینکنے والے پر ضمان نہوگی اور اگر نافذہ ہو تو جسنے پھینکا ہے وہ ضامن ہوگا اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ جو
حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا یہ قیاسی حکم ہے اور ہم استحساناً کہتے ہین کہ ضمان واجب نہوگی خواہ کوچہ نافذہ ہو یا غیر نافذہ
ہو اور عیون مین ہے کہ ہمین شرط سلامت کی قید ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان لوگون نے یہ امر
امام المسلمین کی اجازت سے کیا ہے یا کوچہ ایسا ہو کہ انکو برف اُٹھا ڈالنے مین حرج عظیم پیش آوے تاکہ یہ پہچانا جاوے کہ
کہ دلالۃً انکو برف ڈال رکھنے کی اجازت ہے تو حکم وہی ہوگا جو فقیہ ابواللیث رح نے ذکر کیا ہے ورنہ حکم وہ ہے جو امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے
اور جو فقیہ ابوالقاسم سے منقول ہے اسی کی تائید کرتا ہے یعنی فقیہ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر مین برف بہت ہوتا ہے کہ راہین
بہت کیچڑ ہو جاتی ہین پس ہر ایک نے اپنے فناء دار مین یا قریب دار کے ایک ایک پتھر ڈالدیا پھر اس مین کوئی آدمی پھسکر
ٹھوکر کھا کر گرا تو فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ لوگ امام المسلمین کی اجازت سے پتھر ڈالین اور اگر
بدون اجازت امام کے ایسا کیا تو قیاس یہ ہے کہ اُس پر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک پتھر مین
ٹھوکر کھا کر دوسرے پتھر پر گر کر مر گیا تو پہلے پتھر کے ڈالنے والے پر ضمان ہوگی اور اگر پہلے پتھر کا ڈالنے والا نہو
تو دوسرے پتھر ڈالنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ مین کوئی ناجائز چیز ایجاد کی اور
اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور دوسرے آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو جسنے ٹھوکر کھائی ہے وہ ضامن نہوگا بلکہ جسنے وہ چیز
ایجاد کی ہے وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے پتھر و لکڑی وغیرہ راہ مین پڑی ہوئی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا
پھر اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو جس نے اپنی جگہ سے ہٹایا ہے وہ ضامن ہوگا اور شخص اول ضمان سے نکل جائیگا یہ
فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ مین تلوار ڈالی اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا اور
تلوار ٹوٹ گئی تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور ٹھوکر کھانے والا اُسکی تلوار کی قیمت کا ضامن ہوگا اور
اگر ٹھوکر کھا نہوالا تلوار پر گرا اور تلوار ٹوٹ گئی اور وہ شخص مر گیا تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور

ف یعنے ایسی گلی ہو جسمین ہر طرف سے لوگ آتے جاتے ہون ١٢

مقتول تلوار ٹوٹنے کا ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی شخص نے راہ مین درندہ کھڑا کیا تو جو کچھ وہ تلف کرے اسکا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ بندھا ہوا ہو اور بندھے ہوے ہونے کی حالت مین اس نے صدمہ پہونچایا ہو۔ اور اگر کھل گیا اور کھل جانے کے بعد اُسنے اپنی جگہ سے ہٹ کر صدمہ پہونچایا تو باندھنے والا ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر ہوام مثل سانپ و بچھو وغیرہ مین سے کسی کو کسی شخص پر ڈالا اور اُس نے اس شخص کو کاٹ کھایا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کتے کو کسی شخص پر للکارا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر راہ مین انگارا آگ کا ڈالدیا اور اُس سے کچھ جل گیا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر ہوا اُسکو اُڑا کر اپنی جگہ سے دوسری جگہ لیگئی اور کوئی چیز اُس نے جلائی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ رہ نے فرمایا کہ یہ حکم سُو فت ہے کہ جب وہ انگارہ اپنی جگہ سے ہوا اُڑا لیگئی ہو اور اگر اُسکے شرارے لیگئی اور کچھ جلگیا تو بھی ضمان واجب ہوگی اور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر دن ایسا ہو کہ اُس دن ہوا تیز چلتی ہو تو ڈالنے والا بہرحال ضامن ہوگا اگرچہ پورے انگارے کو ہوا اُڑا لیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی بغیر تفصیل کے ضمان واجب ہونا نہیں فرماتے تھے یہ ذخیرہ مین ہے۔ لوہار نے اپنی دوکان مین اگر بھٹی سے سوختہ لوہا نکالکر قلاب پر رکھکر ہتوڑے سے مارنا شروع کیا اور اُسکے شرارے عام راستہ کیطرف اُڑے اور کسی شخص کو جلایا یا اُسکی آنکھ پھوڑدی تو اُسکی ضمان لوہار کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی شخص کا کپڑا جلایا تو اُسکی قیمت لوہار کے مال سے واجب ہوگی اور اگر لوہار نے اُسکو ہتوڑے سے نہ مارا بلکہ ہوا سے اُسکے شرارے اُڑے اور نقصان مذکور اُس سے واقع ہوا تو وہ ہدر ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر لوہار نے اپنی دوکان مین کنارے دوکان کے راہ کی طرف جہان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا اشتعال راہ مین پہونچیگا اور آگ نے کچھ جلایا تو وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص آگ لیکر اپنے ملک یا غیر ملک مین جاتا تھا اور اس مین سے ایک شرارہ ایک شخص کے کپڑے پر گرا اور کپڑا جل گیا تو نوادر مین مذکور ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر ہوا کوئی چنگاری اُڑا لیگئی اور کسی شخص کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور بعض علمار نے فرمایا کہ اگر آگ لیکر ایسی جگہ سے گذرا جہان اُسکو گذرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسمین سے کوئی شرارہ کسی شخص کی ملک مین گرا یا ہوا نے گرادیا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اس شخص کو اس جگہ سے گذرنے کا استحقاق نہو اور کوئی چنگاری اسکے ہاتھ سے گری تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو ہوا لے گئی تو ضامن نہوگا اور یہ اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص بیع وغیرہ کیواسطے راہ پر بیٹھا اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی پس اگر باجازت سلطان بیٹھا ہو تو وہ ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک شخص ایک سوتے ہوے کے پاس گذرا اور اُس کے پائون سے ٹھوکر کھائی کہ اُسکی پنڈلی ٹوٹ گئی اور اُسپر گرا کہ اُسکی آنکھ کانی ہوگئی اور گرنے والا مر گیا تو گرنے والے پر سوتے ہوے کے پائون کا ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسکے فعل سے تلف ہوا ہے اور سونے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر دونون مر گئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت اور گرنے والے پر

ف مترجم کہتا ہے کہ جو کچھ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا وہ صحیح اور اسی قول سے اُن روایات مین موافقت ہوجاتی ہے جو ذرائعہ وغیرہ مین مذکور ہین اور اگر وہ قول نہ لیا جاوے تو اس مین دو روایتین ہونگی اور صحیح نہوگا ۱۲ منہ ملہ یعنے راہ مین سے ۱۲

سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نقالی میں ہے کہ اگر راہ میں سوتے ہوئے سے ایک شخص نے جو جاتا تھا ٹھوکر کھائی پس اُسکی انگلی اور سوتے ہوئے کی انگلی ٹوٹی پھر دونوں مر گئے تو دونوں میں سے ہر ایک کی مددگار برادری پر جو صدمہ اُسکی ذات سے دوسرے کو پہونچا ہے اُسکی ضمان واجب ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ٹھوکر کھائی اور منھ کے بل سوتے ہوئے کے منھ پر گرا اور اُسکا سر سوتے ہوئے کے سر پر گرا اور دونوں زخمی ہوئے اور دونوں کی انگلی ٹوٹی تو سوتا ہوا اُسکی انگلی و زخم سر کا ضامن ہوگا اور گرنے والا اُسکی انگلی کا ضامن ہوگا زخم سر کا ضامن نہوگا اور اگر دونوں مر گئے تو سونے والے کی مددگار برادری پر گرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور گرنے والے کی مددگار برادری پر سونیوالے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص راہ میں جاتا تھا کہ ناگاہ مردہ ہوکر گرا اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت نہیں کی اور اُسکے گرنے سے ایک شخص کچل کر مر گیا تو کوئی ضامن نہوگا نہ میت مذکور اور نہ اُسکی مددگار برادری یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص راہ میں چلا جاتا تھا کہ ناگاہ اُسکو بیماری نے پکڑا کہ وہ بیہوش ہوکر گرا یا ضعف طاری ہوا کہ وہ چل نہ سکا اور گرا اور ایک آدمی پر گرا کہ وہ کچل کر مر گیا یا شخص مذکور زندہ زمین پر گرکے مر گیا پھر کسی آدمی نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو اُس شخص کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی پس جس صورت میں کہ وہ کسی آدمی پر گرا ہے اور وہ مر گیا تو اس شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر یہ شخص جسپر گرا ہے اُسکا مورث ہو تو اُسکی میراث سے بھی محروم ہوگا اور اگر جس صورت میں کہ زمین پر گرا ہے اور دوسرے نے ٹھوکر کھاکر جان دی اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ میراث سے محروم ہوگا اور یہ امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام راہ میں بیٹھا یا سویا اور برابر سوتا یا بیٹھا رہا یہانتک کہ آزاد ہوگیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور گرکر مر گیا تو اُسکی دیت غلام کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اُسکے مولیٰ کی مددگار برادری ہے۔ اور اگر اُس غلام کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا ہے پھر اُسکے مولیٰ نے اُسکو آزاد کر دیا پھر کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی تو اُسکے مولیٰ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے راہ میں ایک چوپایہ کھڑا کیا پھر اُسکے مولیٰ نے اُسکو آزاد کر دیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو اُسکا مولیٰ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھکر راہ میں ڈالدیا پھر عمرو نے اُسکو آزاد کر دیا پھر ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر گرا اور مر گیا تو اُسکی دیت زید پر واجب ہوگی اور اگر غلام مذکور باوجود دست و پابستہ ہونے کے چلے جانے کی طاقت رکھتا ہو پھر عمرو نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ چلا گیا یہانتک کہ اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی تو جنایت کا ارش اُسکے مولیٰ یعنی عمرو پر واجب ہوگا اور اگر زید نے اُس غلام کو راہ میں بٹھلایا ہو بغیر اُسکو باندھا اور ہاتھ پاؤں سے جکڑا نہیں ہے پھر عمرو نے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ اپنی جگہ سے چلا گیا یہانتک کہ ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر مر گیا تو اُسکی جنایت کا ارش اُسکے مولیٰ پر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص بوجھ لیے ہوئے راستہ میں چلا جاتا تھا پھر اُسکا بوجھ کسی شخص پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو بوجھ والا

ف کیونکہ اُسکی ولاء اُسکے آزاد ہونے کو حاصل ہوئی ہے اور جبتک اُسکے ساتھ حق ہے تو اُسکے مولیٰ کی مددگار برادری اُسکی بھی مددگار برادری ٹھہری ۱۲

ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوے بوجھ سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مرا تو اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا اور وہ اپنے بدن پر ایسی چیز پہنے تھا جسکو لوگ پہنتے ہین پس اُس سے کوئی شخص مر گیا یا وہ کسی
آدمی پر گری یا راہ مین گری اور کوئی شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو ان سب صورتون مین سے کسی صورت
مین اُسپر ضمان نہوگی اور اگر ایسی چیز نہو جسکو لوگ پہنتے ہین تو وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہوگا جو بوجھ اُٹھائے ہوے
ہی اور جو شخص اُس سے تلف ہوا اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چوپایہ کا سائق[2] یا قائد[3] ہو یا سوار ہو پھر اُس سے
اُسکے بعض آلات مثل لگام و زین وغیرہ کے کسی آدمی پر گرے اور وہ مر گیا یا وہ چوپایہ راہ مین گر گیا یا اُسکا بعض اسباب راہ
مین گر گیا اور اُس سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی تو سائق و قائد و سوار اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص مثلاً
زید نے راہ مین اپنا گھڑا رکھا اور دوسرے شخص مثلاً عمرو نے بھی اسی راہ مین اپنا گھڑا رکھا پس زید کا گھڑا ڈھنگا اور عمرو کے
گھڑے سے لگا اور عمرو کا گھڑا ٹوٹ گیا تو زید جسکا گھڑا لُنڈھکا ہی ضامن نہوگا اور اگر زید کا گھڑا ٹوٹا ہو تو عمرو جسکا گھڑا رکھا
ضامن ہوگا اسیطرح اگر راہ مین زید نے اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور عمرو نے بھی اپنا گھوڑا کھڑا کیا پھر ایک کا گھوڑا زید کا اور دوسرے
سے صدمہ کھایا تو جسکا گھوڑا زید کا ہی وہ ضامن نہوگا اور اگر زید کا ہوا گھوڑا دوسرے سے صدمہ کھا کر مر گیا تو دوسرا ضامن
ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ زید نے راہ مین اپنا خالی گھڑا یا تیل سے بھرا ہوا رکھا اور عمرو نے بھی اُسی راہ مین
اپنا گھڑا رکھا پھر ایک کا گھڑا ڈھنگا اور اُسنے دوسرے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹ گئے تو فرمایا کہ جسکا گھڑا نہین
ڈھنگا ہی وہ دوسرے کے گھڑے کا اور اُسکے تیل کے مثل تیل کا ضامن ہوگا اور جسکا گھڑا ڈھنگا ہی وہ کچھ ضامن نہوگا
اور اگر دونون ڈھنگے ہون تو دونون مین سے کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر ایک گھڑا اُچھکا اور بدون اسکے کہ اپنی
جگہ سے ہٹ جاوے دوسرے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹے یا جھکنے والا ٹوٹا یا برقرار رہا ہوا ٹوٹا تو ہر ایک
پر جس قدر اُسکے گھڑے سے نقصان ہوا ہی اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے بڑے حوض سے ایک
گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا اور دوسرا شخص آیا اُسنے بھی اپنا گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا پھر دوسرا گھڑا ڈھنگا اور پہلے
گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹ گئے تو دوسرے گھڑے کا مالک پہلے گھڑے کے مالک کے گھڑے کی قیمت کا
ضامن[1] ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کے گھڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور
بعض نے فرمایا کہ جسکا گھڑا رکھا رہا ہی اُسی پر ہر حال مین ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی چیز راہ مین رکھدی
پھر اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو رکھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُسنے وہ چیز
اُس چوپائے سے ملائی نہو۔ اسیطرح اگر جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے پیشتر اسکی بابت مطالبہ کیا گیا ہو پھر وہ دیوار زمین پر
گر پڑی اور اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک دیوار ضامن نہوگا مالک دیوار یا راہ مین کوئی چیز رکھنے
والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب اُسکی دیوار سے یا رکھنے والے کی چیز سے کسی چیز کو صدمہ پہونچا ہو پس وہ تلف ہوگئی ہو یہ محیط مین ہی

[1] مترجم کہتا ہی کہ اسصورت مین پانی کی قیمت کا ضامن نہوگا اگرچہ اس طور سے پانی بھر لینے مین ملک ثابت ہو جاتی
ہی پس فقط گھڑے ہی کا ضامن ہوگا ۱۲ منہ [2] پیچھے سے ہانکنے والا ۱۲ [3] آگے سے کھینچنے والا ۱۲

امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا اگر اہل مسجد نے اپنی مسجد میں بارش کے پانی کے واسطے ایک کنواں کھودا یا اسمیں قندیلیں لٹکائیں یا اسمیں مٹکے رکھے کہ جس میں پانی بھرا جاتا تھا اسمیں بڑی چٹائی ڈالی یا اسمیں دروازہ لگایا یا اسمیں بوریا بچھایا یا اسمیں سائبان بنایا پس اگر انسے کوئی شخص تلف ہو جائے تو اہل مسجد پر ضمان نہوگی اور اگر سوائے اہل محلہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ چیزیں ایجاد کیں اور اس سے کوئی شخص مر گیا پس اگر اسنے اہل محلہ کی اجازت سے انکو بنایا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اس نے بدون اجازت اہل محلہ کے انکو بنایا ہے پس اگر کوئی عمارت یا کنواں بنایا اور اس سے کوئی تلف ہوا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر اس نے پانی پینے کے واسطے مٹکا رکھا یا چٹائی یا بوریے بچھائے یا قندیلیں لٹکائیں حالانکہ اہل محلہ سے اجازت نہ لی پھر چٹائی سے کوئی شخص الجھکر گرا اور مر گیا یا قندیل گری اور اسنے کسی آدمی کا کپڑا جلا یا یا خراب کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن نہوگا۔ شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ ہمارے اکثر مشائخ نے اس مسئلہ میں صاحبین کا قول اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اہل مسجد میں سے کوئی شخص مسجد میں بیٹھا اور اس سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا پس اگر نماز میں ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نماز میں ہو تو ضامن نہوگا اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کسی حال میں ضامن نہوگا کذا فی الکافی اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صاحبین رح کا قول اظہر ہے کذا فی التبیین۔ اور اگر عبادت کے واسطے بیٹھا مثلاً نماز کا انتظار کرتا تھا یا پڑھانے کے واسطے یا فقہ سکھلانے کے واسطے بیٹھا یا اعتکاف کے واسطے بیٹھا یا بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتا یا تسبیح یا قرآن پڑھتا تھا پھر کوئی آدمی اس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو کتاب میں اسکی کوئی روایت نہیں ہے۔ اور مشائخ متاخرین نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور شیخ ابو بکر رازی اسطرف گئے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور شیخ ابو عبد اللہ جرجانی کا یہی مذہب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام اعظم رح کا یہ ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے وہ ضامن نہوگا اور خلاف ایسے عمل میں ہے جسکی خصوصیت مسجد کے ساتھ نہیں ہے جیسے قرأت قرآن و درس فقہ و حدیث وغیرہ اور فقیہ ابو جعفر نے کشف الغوامض میں ذکر کیا کہ میں نے شیخ ابو بکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر قرأت قرآن یا اعتکاف کی غرض سے بیٹھا ہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور فخر الاسلام و صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر حدیث کے واسطے بیٹھا تو بالاجماع ضامن ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مسجد میں چلتا تھا اور چلنے میں اسنے کسی آدمی کو روندڈالا یا سویا اور کروٹ لیکر کسی آدمی پر گرا اور اسکو ہلاک کیا تو اسکے ضامن ہونے میں کچھ خلاف نہیں ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے بلا اجازت امام المسلمین ایک نہر پر پل باندھا پھر اسپر عمداً ایک شخص گذرا اور وہ پل گرا اور وہ شخص مر گیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی یہ مسئلہ اس مقام پر یوں مذکور فرمایا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہے کہ اگر نہر اسکی ملک ہو تو اسپر ضمان واجب ہوگی اور اگر اسکی ملک نہو لیکن وہ کسی خاص قوم کی نہر ہو تو اسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ گذرنے والا اسپر عمداً گذرا ہو۔ اور اگر وہ عمداً اسپر نہ گذرا ہو تو بنانیوالا ضامن ہوگا اور بقیاس پانی چھڑکنے کے مسئلہ کے چاہیے کہ اگر گذرنیوالے نے

ف قال المترجم و ما قی بانّا الایقین و ان علیہ للحدیث ۱۲ منہ ف یعنی راہ میں پانی چھڑکا ۱۲

کوئی راہ گذرنے کی نہ پائی ہو یا بغیر نہر کے کوئی جگہ نہ پائی ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اگرچہ وہ عمداً پل پر سے گذرا ہو اور اگر وہ جماعت مسلمانوں کے واسطے نہر عام ہو اور پل بنانے والے نے بدون اجازت امام کے پل باندھا تو اُس کا جواب ویسا ہی ہے جیسا کہ قوم خاص کی نہر پر بڑا یا چھوٹا پل بنانے کا حکم ہے ایسا ہی ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا اور ایک شخص نے اگر عمداً اپنے تئیں اُس کنوئیں میں ڈالدیا تو کھودنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر اپنے فناء مملوک سے علیحدہ کنواں کھودا اور اسمیں کوئی آدمی گرکر مرگیا تو بالاجماع کھودنے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُس نے فناء دار میں کھودا پس اگر فنا دوسرے کی ملک میں ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اگر فنا اُسکی ملک ہو یا اُسکو وہاں کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی ملک نہو بلکہ جماعت مسلمانوں کی ملک ہو یا مشترک ہو مثلاً کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر ایک شخص آیا اور اسمیں گر پڑا اور مرگیا خواہ بھوک کی وجہ سے یا پیاس کی وجہ سے یا کسی رنج و غم کی وجہ سے تو امام اعظم رح کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے جنگل میں ایسی جگہ جہاں گذرگاہ نہیں ہے اور نہ کسی کی آمد و رفت کا راستہ ہے بدون اجازت امام کے کنواں کھودا پھر اسمیں کوئی آدمی گر پڑا تو کھودنیوالا ضامن نہوگا اسی طرح اگر جنگل میں کوئی شخص بیٹھا یا خیمہ گاڑا اور کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھاکر گرکر مرگیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ گاڑنے والا ضامن نہوگا اور اگر ایسا فعل راستہ میں کیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے اُسکے سفل میں کھودا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے آکر اُسکا منھ چوڑا کردیا پھر اُسمیں کوئی آدمی گرکر مرگیا تو ضمان دونوں پر نصفا نصف واجب ہوگی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور جواب میں اطلاق ہے اور فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں تفصیل فرماتے تھے اور کہتے کہ دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھودا ؤ پر پڑا تو دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی اور اگر دوسرے نے بہت کم چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دوسرے کے کھودا ؤ سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ پہلے کھودا ؤ سے ملاقی ہوا تو صرف پہلا شخص ضامن ہوگا دوسرا ضامن نہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم پہلے شخص کے کھودا ؤ سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ دوسرے ہی کے کھودا ؤ سے ملاقی ہوا تو دوسرا ہی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ ہوسکتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھودا ؤ پر پڑے اور ہوسکتا ہے کہ فقط ایک کے کھودا ؤ پر پڑے تو ایسی صورت میں دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی اور شیخ امام زاہد احمد طواویسی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھودا ؤ کی چوڑان میں قدم نہیں سما سکتا ہے پس اگر ایک شخص نے آکر بیچ کنوئیں میں اپنا قدم رکھا اور گر پڑا تو ضمان فقط اول پر واجب ہوگی

ف اسکی توضیح پہلے مقام پر گذری مکرر توضیح کی ضرورت نہیں وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲ منہ

اور اگر کنارہ کنوین کے قدم رکھا تو ضمان دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُس نے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوا کی
چوڑان مین قدم سما سکتا ہے پس اگر گرنے والے نے بیچ کنوین مین قدم رکھا تو اول پر ضمان واجب ہوگی اور اگر کنوین کے
کنارے قدم رکھا تو فقط دوسرے پر ضمان واجب ہوگی اور اگر قدم رکھنے کا حال معلوم نہوا تو دونون پر نصفا نصف
ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راہ مین کنوان کھودا پھر اُسکو پاٹ دیا پس اگر اُسکو مٹی یا گچ وغیرہ ایسی
چیز سے جو اجزاے زمین سے ہے پاٹا ہے پھر دوسرے نے آکر اُسکو خالی کردیا پھر اُس مین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا تو دوسرا
شخص ضامن ہوگا اور اگر ایسی چیز سے جو اجزاے زمین سے نہین ہے مثل اناج وغیرہ کے پاٹا ہو تو شخص اول ضامن ہوگا
اسی طرح اگر راہ مین کنوان کھود کر اُسکا منھ ڈھانک دے پھر دوسرے نے آکر اُسکا ڈھانکن کھولدیا پھر اسمین کوئی
شخص گر گیا تو شخص اول ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر ایک شخص راہ مین رکھے ہوے پتھر سے
لڑکھڑا کر پھر کنوین مین گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا کنوان کھودنے والا ضامن نہوگا اور اگر پتھر کو
کسی نے نہ رکھا ہو تو کنوان کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کنوین مین پتھر
یا دھار دار لوہا وغیرہ رکھدیا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور پتھر و دھار دار چیز کی وجہ سے وہ قتل ہو گیا تو کھودنے
والا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے شارع[ل] عام پر کنوان کھودا اور وہان کسی شخص نے پانی بہایا
پھر ایک شخص آیا اور وہ پانی مین پھسل کر کنوین مین گر کر مر گیا تو ضمان اُسپر واجب ہوگی جس نے پانی بہایا ہے اور
اگر یہ پانی آسمانی پانی ہو تو کنوان کھودنے والا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک کنوان ایک شخص کی ملک مین
ہو یا عام راستہ پر ہو اُس شخص نے ایک شخص کو اُس کنوین مین ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین
ہے۔ اگر ایک شخص راہ کے کنوین مین گر گیا اور مر گیا پھر کھودنے والے نے کہا کہ گرنے والا اسمین عمداً گر پڑا ہے
اور مجھپر ضمان واجب نہین ہے۔ اور گرنے والے کے وارثون نے کہا کہ اُس نے اپنے تئین خود کنوین مین نہین ڈالا
ہے بلکہ بدون قصد و ارادہ کے گر پڑا ہے اور تجھپر ضمان واجب ہے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ گرنیوالے کے وارثون
کا قول قبول ہوگا اور کھودنے والا ضامن ہوگا اسپر قیاس ہے پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ کھودنے والے کا قول
قبول ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور یہ استحسانا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر شارع عام پر ایک کنوان کھودا اور اسمین ایک شخص
گر پڑا اور مرا نہین بلکہ بچ گیا اور اسمین سے نکلنا چاہا پھر جب میان کنوین تک چڑھ آیا تھا کہ ناگاہ وہان سے گر پڑا
اور مر گیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر گرنے والا کنوین کی تہ مین چلا گیا اور اسمین ایک پتھر سے صدمہ کھا کر مر گیا
پس اگر وہ پتھر جس جگہ زمین مین تھا اُسی جگہ جما ہوا تھا کنوان کھودنے والے نے اُسکو ہٹایا نہ تھا تو ضمان واجب نہوگی
اور اگر کنوان کھودنے والے نے اُسکو اپنی جگہ سے اُکھاڑ کر کنوین کے اندر کسی طرف کو جما دیا تھا تو کھودنے والے
پر ضمان واجب ہوگی ایسا ہی منتقی مین مذکور ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر راہ کے کنوین مین ایک آدمی گر پڑا پھر ایک شخص
نے کہا کہ یہ کنوان مین نے کھودا ہے تو اُسکے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات پر کیجائیگی اُسکی مددگار برادری پر تصدیق

ل وہ عام راستہ جو سب کے گذرنے کے واسطے ہو مثل سڑک و گلیارہ یا اسکے مثل ۱۲

نہ کیجائیگی اور گرنے والے کی دیت اس اقرار کنندہ کے مال سے تین سال میں دلائی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک میں ایک کنوان کھودا اور اُسمیں ایک آدمی گر گیا پس مالک زمین نے اقرار کیا کہ مین نے کھودنے والے کو کھودنے کا حکم دیا تھا اور گرنے والے کے ولی نے اس سے انکار کیا تو قیاساً مالک زمین کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور استحساناً تصدیق کیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے عام راستہ یا عام بازار میں باجازت سلطان کنوان کھودوایا اپنا چوپایہ کھڑا کیا یا عمارت بنائی تو ضامن[1] نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے اپنی ملک میں کنوان کھودا پھر اُسمیں ایک آدمی گرا اور کنوین میں ایک آدمی موجود تھا یا اُسمیں چوپایہ گرا اور گرنے والے کے صدمہ سے جو آدمی اُسمیں تھا وہ مرگیا تو گرنے والا اُس شخص کے خون کا جو اُسمیں تھا ضامن ہوگا اور اگر یہ کنوان راہ میں ہو تو گرنیوالے کو اور جسپر گرا ہے اُسکو جو کچھ مصیبت پہونچے اُن دونون کا ضامن کنوان کھودنے والا ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار میں بدون اُسکی اجازت کے اناج کیواسطے ایک کھتا کھودا اور اُسمیں ایک گدھا گر کر مرگیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر راہ میں ایک کنوان کھودا اور اُسمیں ایک شخص گرا اور اُسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پھر اُسمیں سے نکلا پھر اُسکو دو آدمیون نے شجہ[2] زخمی کیا پھر وہ ان سب زخمون سے مریض ہو کر مرگیا تو اُن سب پر اُسکی دیت تین تہائی[3] ہو کر واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر تین آدمی ایک کنوین مین گرے اور باہم ایک دوسرے سے چمٹے تھے یعنی ایک کے بعد دوسرا اُسکو پکڑے تھا پس اگر یہ لوگ گرنے سے مرگئے اور بعض بعض پر نہین گرا تو پہلے کی دیت کنوان کھودنے والے پر اور دوسرے کی اول پر اور تیسرے کی دوسرے پر واجب ہوگی اور اگر گرنے سے مرے مگر بعض بعض پر گرا ہے اور یہ بات معلوم ہوگئی مثلاً یہ لوگ زندہ نکالے گئے اور اُنھون نے اپنے حال سے خبر دی پھر سب مرگئے تو اول شخص کا مرنا سات وجہ سے خالی نہین ہوسکتا ہے اول یہ کہ اپنے گرنے ہی سے مرگیا اور کوئی بات نہین ہے تو اُسکی دیت کنوان کھودنے والے پر ہوگی دوم یہ کہ دوسرے آدمی کے اُسپر گرنے سے وہ مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا سوم اگر تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکی دیت دوسرے پر ہوگی چہارم اگر دوسرے و تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی پنجم اگر اپنے گرنے اور دوسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت کھودنے والے پر واجب ہوگی ششم اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے گرنے سے مرا ہے تو اُسکی نصف دیت کھودنے والے پر اور نصف دیت دوسرے پر واجب ہوگی ہفتم اگر اپنے گرنے اور دوسرے و تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو تینون سے ایک تہائی خون ہدر ہوگا اور تہائی دیت کھودنیوالے پر اور تہائی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور دوسرے شخص کا مرنا تین حال سے خالی نہین اگر اپنے گرنے سے مرا ہے تو اُسکی دیت شخص اول پر ہوگی۔ اور اگر تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت شخص اول پر واجب

[1] اگر اُسمین کوئی تلف ہو جائے ١٢ منہ [2] یعنے زخم سر یا چہرہ وغیرہ ١٢ [3] یعنے ہر ایک پر ایک تہائی واجب ہوگی ١٢

ہوگی اور تیسرے شخص کے مرنے مین فقط ایک صورت ہو یعنی اپنے گرنے سے مرگیا ہو پس اُسکی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور اگر ان لوگون کی موت کا حال دریافت ہوا تو قیاس یہ ہو کہ اول کی دیت کھودنے والے کی مددگار برادری پر اور دوسرے کی اول کی مددگار برادری پر اور تیسرے کی دوسرے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہو اور استحساناً یہ حکم ہو کہ اول کی تہائی دیت ہدر ہوگی اور تہائی کھودنے والے پر اور تہائی دوسرے پر واجب ہوگی اور دوسرے شخص کی دیت مین سے آدھی ہدر ہوگی اور آدھی اول پر واجب ہوگی اور تیسرے کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ استحسان کس کا قول ہو۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسفؒ کا قول ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھودے پس مزدور نے کنوان کھودا اور اُس مین ایک آدمی گر کر مرگیا پس اگر اُسنے مسلمانون کے عام راستہ مین جسکو ہر شخص جانتا ہو کنوان کھودا ہو تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی خواہ مستاجر نے اس سے اُسکو آگاہ کر دیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر مزدور نے مسلمانون کے غیر مشہور راستہ مین کنوان کھودا مگر مستاجر نے اُسکو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ راستہ عام مسلمانون کا راستہ ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مستاجر نے مزدور کو اس سے آگاہ نہ کیا ہو تو ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہو کہ ایک شخص کو مزدور کیا کہ یہ بکری ذبح کر دے اور اُسنے ذبح کر دی پھر معلوم ہوا کہ یہ بکری مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہو تو اس صورت مین مزدور ضامن ہوگا خواہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا ہو کہ یہ بکری غیر شخص کی ہو یا آگاہ نہ کیا ہو لیکن درصورتیکہ آگاہ نہ کیا ہو تو مزدور کو جو کچھ تاوان دینا پڑا ہو اُسکو مستاجر سے واپس لیگا۔ اور اگر مزدور نے فناء دار مین کنوان کھودا پس اگر فناء مذکور غیر شخص کی ہو اور مزدور اس بات کو جانتا ہو یا مستاجر نے اُسکو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی اور اگر مزدور کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ فناء مذکور مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہو اور نہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر فناء مذکور مستاجر کی ہو پس اگر اُسنے اجیر سے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل نہین ہو مگر یہ میرے دار کی فناء ہو۔ تو استحساناً مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے چار مزدور اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مقرر کیے اور اُنکے کھودنے مین وہ کنوان اُنپر گر پڑا اور ایک مرگیا تو باقی تین مین سے ہر ایک پر اُسکی چوتھائی دیت واجب ہوگی اور چوتھائی ہدر ہوگی اور اسی طرح اگر باقی تین آدمی مزدور نہون بلکہ مقتول کے مددگار ہون تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کھودنے والا ایک ہی شخص ہو اور اُسکے کھودنے مین کنوان دہل گیا اور وہ دبکر مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ راہ مین کنوان کھودے پس اگر اُس کے فناء مین ہو تو کسی شخص کے تلف ہونے مین اُسکی دیت معتق کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُسکے فناء مین نہو تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی خواہ غلام کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہو یہ تاتارخانیہ نقلاً عن التجرید مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنی ملک

سلہ وہ شخص جسنے مزدور کو کام کے واسطے مقرر کیا ہو ۱۲ سلہ اجرت پر کام کرنے والا یعنے مزدور ۱۲

میں ایک نہر کھودی اور اُسمیں کوئی آدمی یا چوپایہ تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر غیر ملک میں نہر کھودی تو مثل
کنواں کھودنے کے ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غیر ملک میں ایک نہر کھودی اور اُس سے
پانی پھوٹ نکلا اور کوئی زمین یا گانوں غرق ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر اپنی ملک میں کھودی ہو تو ضامن نہوگا
یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو پانی دیا اور پانی پھوٹ نکلا اور اُسکی زمین سے باہر جاکر اُسنے کسی کا مال
کو یا زراعت یا باغ انگور کو خراب کر دیا تو وہ شخص ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنی زمین کی گھانس جلائی یا کٹے
ہوے پودے یا اجمہ کے نرکل جلائے پھر آگ اُسکی زمین سے نکل کر غیر کی زمین کیطرف متعدی ہوئی اور کچھ جلا دیا
تو ضامن نہوگا اور بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ جب اُسنے ایسے روز جلائی کہ جب ذرا ہوا ٹھہری
ہوئی تھی اور اگر ہوا کے روز جلائی کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہوا اس آگ کو دوسرے پڑوسی کی زمین میں اُڑا لیجائیگی
تو استحسانًا ضامن ہوگا جیسے ایک شخص نے اپنے پرنالہ میں پانی بہایا اور پرنالہ کے نیچے غیر شخص کا مال رکھا ہے
وہ خراب ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنے دار یا تنور میں آگ جلائی تو جو کچھ اُس سے جل جاوے
وہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنے دار میں نہر یا کنواں کھودا اور اُس سے پڑوسی کی زمین نمناک ہوگئی
تو ضامن نہوگا اور حکم قضاء میں اُسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ اُسکو اس جگہ سے تحویل کرے مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ
اُسپر واجب ہے کہ جب دوسرے کو ضرر پہونچتا ہے تو اس فعل سے باز رہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور مشائخ رح
نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ پانی پھوٹ کر اتنا پانی نکلا کہ جسکو عرف وعادت کے موافق اُسکے ملک کی زمین
برداشت کر سکتی ہے اور اگر اُسکی ملک برداشت نہ کر سکتی ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص
نے اپنی ملک میں پانی جاری کیا اور اُسکے پانی جاری کرنے سے یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلا اور کچھ
چیز خراب کر دی تو قیاسًا وہ ضامن نہوگا اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اپنی ملک میں پانی بہایا
حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلے گا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان
میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی اُسکے پڑوسی کی زمین میں پھوٹ گیا پس اگر اُسنے اپنی میں
میں اسطرح پانی جاری کیا کہ اُسکی زمین میں ٹھہرتا نہیں بلکہ پڑوسی کی زمین میں جاکر ٹھہرتا ہے تو ضامن ہوگا
اور اگر اُسکی زمین میں ٹھہر کر پھر پھوٹ کر پڑوسی کی زمین میں گیا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے بندش اور مضبوطی
کر لینے کے واسطے کہدیا تھا مگر اُس نے نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر پیشتر اس سے نہ کہا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی
زمین اونچی اور پڑوسی کی زمین نیچی ہو کہ جس سے یہ بات معلوم ہو کہ اگر اپنی زمین سینچے گا تو پڑوسی کی زمین میں
پانی جائیگا تو وہ ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بندان بلند کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اُسکی زمین سے کوئی
چھید یا چوہے کا بل ہو پس اگر اُسکو یہ بات معلوم ہوا اور اُسنے بند نہ کیا یہانتک کہ پڑوسی کی زمین میں پانی گیا اور خراب

ف جھاڑی جھنکھاڑی جیسے ہمارے دیار میں دستور ہے کہ تیار ارکو کاٹ کر اُسکی تنقیہ جڑ وں میں آگ لگا دیتے ہیں کیونکہ اس طریقہ سے اسکی
پیدائش زیادہ ہوتی ہے پس اسی قسم سے جس چیز میں یہ عمل جاری ہو اُسکو یہ حکم شامل ہے ۱۲ منہ ف الا اذا تعمد ذلک ۱۲

کیا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین نہر عام سے سینچی اور اس نہر عام سے اور چند نہریں چند قوموں کی نکلی ہیں جنکے دہانہ کھلے ہوئے ہیں پس ان دہانوں سے چھوٹی نہروں میں پانی بھرا اور اقوام مذکورہ کی زمینیں خراب ہوگئیں تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص مملوک نے راہ میں کنواں کھودا پھر اسمیں ایک آدمی مرگیا اور اسکے مولے نے غلام مذکور کا فدیہ دیدیا پھر اسمیں دوسرا آدمی گر پڑا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مولے کو اختیار ہے چاہے پورا غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر غلام نے مسلمانوں کے راستہ میں ایک کنواں کھودا اور اسمیں ایک شخص گر پڑا اور مولے نے کہا کہ میں نے اسکو اسکے کھودنے کا حکم دیا تھا تو مولے کی مددگار برادری اسکی دیت کی ضامن نہوگی اور مولی کے قول کی برادری کے حق میں تصدیق نہوگی لیکن اگر گواہ قائم کرے تو تصدیق ہوگی پس بدون گواہوں کے مقتول کی دیت اسکے مال میں ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک غلام نے شارع عام پر کنواں کھودا پھر اسمیں ایک شخص گر پڑا اور مقتول کے ولی نے اسکو معاف کر دیا پھر اسمیں دوسرا شخص گر کر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے پورے غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دے اور امام ابویوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مولے اسکا نصف دیگا گویا دونوں آدمی ایکبارگی اسمیں گرے پھر ایک ولی نے معاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے بلا اجازت اپنے مولے کے راہ میں کنواں کھودا پھر مولی نے اسکو آزاد کر دیا پھر اسکو معلوم ہوا کہ غلام نے کنواں کھودا ہے پھر اسمیں ایک آدمی گر کر مرگیا تو مولی پر ولی مقتول کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اسمیں دوسرا آدمی گرا تو دونوں مقتولوں کے ولی اس قیمت میں شریک ہوجاوینگے اور اگر اس کنوئیں میں وہی غلام گر پڑا تو اسکے وارث بھی اس قیمت میں شریک ہونگے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ غلام کا خون ہدر ہوگا اور اصل اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ غلام نے راہ میں کنواں کھودا پھر مولی نے اسکو آزاد کیا پھر وہی غلام اس کنوئیں میں گر کر مرگیا تو امام محمد رح کے نزدیک اسکا خون ہدر ہوگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق اسکے وارثوں کیواسطے مولی پر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولے نے پہلے اس غلام کو آزاد کر دیا پھر اس غلام نے راہ میں کنواں کھودا اور خود اسمیں گر کر مرگیا تو بلاخلاف مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اس کنوئیں میں کوئی آدمی گر جانیکے بعد مولی نے اس غلام کو آزاد کیا پس اگر مولی اس کنوئیں میں آدمی گرنے سے خبردار نہو تو مشتری غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر آدمی گر جانے کا حال جانتا ہو تو مولے پر اسکی دیت واجب ہوگی پھر اگر اسمیں دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو وہ پہلے مقتول کے وارثوں سے دیت بٹوالیگا پس امام اعظم رح کے نزدیک پہلا بقدر دیت[1] کے اور دوسرا بقدر قیمت غلام کے اس دیت میں شریک ہونگے اور صاحبین نے فرمایا کہ مولے پر دوسرے کے واسطے نصف قیمت واجب ہوگی اور وہ پہلے کی دیت میں شریک نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام نے راہ میں بلا اجازت مولے کے کنواں کھودا پھر کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے اسکو ولی مقتول کو دیدیا پھر کنوئیں میں کوئی آدمی گر کر مرگیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا

[1] مثلاً قیمت غلام ایک ہزار اور دیت دس ہزار ہو تو اول کو دس حصے اور دوم کو ایک حصہ ملیگا ۱۲ منہ

چاہے نصف غلام دیدے اور چاہے اُسکے فدیہ میں دیت دیدے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر گرنے والے کے ولی نے عفو کیا تو کچھ غلام مولیٰ کیطرف واپس نہوگا اور اس مسئلہ میں گرنے والے کے ولی اور مولائے غلام کے درمیان کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت اُسکے ساتھ ہوگی جسکے قبضہ میں بالفعل وہ غلام ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر پہلے اُس کنوئیں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولیٰ نے اُسکے ولی کو غلام مذکور دیدیا پھر غلام نے خطاء سے کسی کو قتل کیا اور ولی ساقط نے بھی غلام وارث مقتول کو دیا پھر کنوئیں میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے تہائی غلام گرنے والے کے وارث کو دیدے یا اس کے فدیہ میں دیت دیدے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام نے باجازت مولیٰ کنواں کھودا پس اگر ملک مولیٰ میں کھودا ہو تو گرنے والے کی ضمانت مولیٰ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر غیر ملک مولیٰ میں ہو تو غلام کی گردن پر ضمان ہوگی خواہ غلام اسکو جانتا ہو یا نجانتا ہو یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کنوئیں میں کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر اُسمیں دوسرا آدمی گر گیا کہ اُسکی آنکھ جاتی رہی اور غلام جسنے کنواں کھودا ہے بعینہٖ موجود ہے تو مولیٰ اُسکو دونوں کو دیدیگا کہ دونوں کے درمیان تین تہائی بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درہم اُسکا فدیہ دے کہ دس ہزار درہم ولی مقتول کو اور پانچ ہزار آنکھ والے کو ملیں گے اور اگر دونوں کا حال جاننے سے پہلے اُس غلام کو آزاد کر دیا تو اُسکی قیمت دونوں کو دیگا جو تین تہائی دونوں میں تقسیم ہوگی اور اگر قتل کرنا جانتا ہو اور آنکھ پھوٹنے کو نہ جانتا ہو تو پھر ولی مقتول کے واسطے دس ہزار درہم اور آنکھ والے کے واسطے تہائی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر اس نے غلام کو قبل اسکے کہ کنوئیں میں کوئی گرے فروخت کیا پھر اُسمیں کوئی گر گیا اور مر گیا تو بائع پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسیطرح اگر غلام نے خود اپنے تئیں اُسمیں ڈالدیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع پر اُسکی قیمت مشتری کو دینی واجب ہوگی اور بروایت امام محمد رہ کے اُسکا خون ہدر ہوگا جیسا ہمنے آزاد کرنے کیصورت میں بیان کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی مدبر نے راہ میں کنواں کھودا پھر اُسکو مولیٰ نے آزاد کیا یا مولیٰ مر گیا پس آزاد ہو گیا پھر مدبر نے اپنے تئیں اس کنوئیں میں ڈالدیا اور مر گیا تو اُسکے وارثوں کے واسطے مولیٰ کے ترکہ میں سے اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ مدبر نے ایک کنواں کھودا اور اُسمیں اُسکا مولیٰ گر گیا یا ایسا شخص گرا جسکا مولیٰ وارث ہوگا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمیں مولیٰ کا مکاتب گرا تو قیمت کا ضامن ہوگا پس مولیٰ سے مدبر کے کھودنے کے روز کی قیمت اور مکاتب کے گرنے کے روز کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر یا ام الولد نے راہ میں کنواں کھودا اور اُسکی قیمت ہزار درہم ہو پھر اُسمیں ایک آدمی گر کر مر گیا تو مولیٰ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمیں ایک بعد دوسرے کے گر گیا اور جتنے گرے سب مر گئے اور مملوک کی قیمت اس درمیان میں متغیر ہو کر ناقص یا زائد ہو گئی تو مولیٰ پر ایک ہی اُسکی قیمت واجب ہوگی جو

لے مدبرہ مملوک جس کو اُس کے مالک نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد یا ایسے دونوں کے بعد آزاد ہے ۱۲ منہ

لے اول کھودنے والا ایک درہم کو ۱۲ لے یعنی جو شخص کنوئیں میں گر کر مر گیا ہو ۱۲

کھودنے کے روز تھی یعنی ہزار درہم اور کچھ واجب نہوگا کہ وہی ان سب مین بانٹ تقسیم ہوگی اسیطرح اگر اُسمین کوئی آدمی گرنے
سے پہلے مدبر مر گیا یا مولی نے اُسکو آزاد یا مکاتب کیا یا کسی آدمی کے گر کر مرنے کے بعد مولے نے اُسمین سے کوئی
فعل کیا تو بھی مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک
مکاتب نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص کو قتل کیا اور اُسپر[1] مکاتب کی قیمت دینے کی ڈگری ہو گئی پھر کنوئین مین
ایک آدمی گر کر مر گیا تو فرمایا کہ گرنے والے کا ولی مکاتب کی قیمت مین اُسکا شریک ہو جاویگا جسنے قیمت لی ہے اور فرمایا کہ مدبر کا
بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ جب گرے ہوئے کا ولی آیا اور اُس نے اُس شخص سے جسنے مدبر کی قیمت اُس کے مولے سے
لی ہے قیمت کی بابت مواخذہ کیا تو اُسکے اور جسنے قیمت لی ہے۔ دونون کے درمیان خصومت نہوگی اور مین اُس کے
گواہ قیمت لینے والے پر قبول نکرونگا بلکہ مولاے مدبر پر اُسکے گواہ قبول کرونگا پھر جب مولے پر پیش کیے
گواہون کی تعدیل ہو جاوے تو البتہ جس نے قیمت لی ہے اُس سے نصف قیمت واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک مدبر نے
کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولے نے بحکم قاضی اُسکی قیمت ہزار درہم دیدی پھر ولی مذکور جس نے
قیمت لی ہے مر گیا اور ایک ہزار درہم ترکہ چھوڑا اور اُسپر دو شخصون کے دو ہزار درہم قرضہ ہین ہر ایک کے ہزار
درہم قرضہ ہین پھر کنوئین مین دوسرا شخص گر گیا اور مر گیا تو ہزار درہم جن کو پہلے ولی جنایت نے چھوڑا ہے
اُس کے قرضخواہون اور دوسرے ولی جنایت کے درمیان پانچ حصے ہوکر تقسیم ہونگے یعنی قرضخواہون کو چار حصے
اور اُسکو ایک حصہ ملیگا پس اگر بحکم قضا اُنھون نے اسطرح حصہ تقسیم کر لیا پھر اور ایک آدمی کنوئین مین گر کر مر گیا تو دوسرے
ولی جنایت سے اسکا وارث آدھا مال جو اُسکے پاس جرمانہ کا وصول کیا ہوا ہے لیگا اور دونون ملکر دونون قرضخواہون کا
دامن پکڑ کر اُنسے جو کچھ اُنھون نے لیا ہے اُسمین سے ہزار درہم کی چوتھائی تک جس قدر ان دونون کا حصہ ملا کر کم ہے
وہ بھی لے لینگے۔ اور اگر اخیر جنایت کا ولی پہلے ولی جنایت سے نہ ملا بلکہ ایک قرضخواہ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ اُس نے میت کے
مال سے لیا ہے اُسمین سے چوتھائی لے لیگا پھر جب یہ قرضخواہ دوسرے قرضخواہ سے ملے تو دونون اپنے پاس کا مال جمع کر کے
نصفا نصف تقسیم کر لینگے اور دونون ولی جنایت جب باہم ملاقی ہون تو اپنے پاس کا مال جمع کر کے باہم آدھا
آدھا تقسیم کر لینگے اور اگر اسکے بعد یہ سب باہم مجتمع ہوے تو جو کچھ انکے پاس ہے سب آٹھ حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے
دونون ولی جنایت کو چوتھائی اور قرضخواہون کو تین چوتھائی دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مولے نے
پانسو درہم بلا حکم قاضی ولی اول کو دیدیے پھر اُس نے جو کچھ لیا ہے وہ مولی کو ہبہ کر دیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا چاہے
مولی سے نصف تاوان لے یا مولی سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی تاوان لے اور اگر مولی نے ولی اول کو بحکم قاضی
دیا ہو تو ولی ثانی کو دو طرح کا خیار نہوگا بلکہ مولی سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی لے لیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک
شخص نے ایک غلام مجبور اور ایک آزاد کو مزدور مقرر کیا کہ دونون اُسکے واسطے کنوان کھودین پھر کنوان دونون پر گر پڑا
اور دونون مر گئے تو مستاجر پر غلام کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے واجب ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد کو ملیگی بشرطیکہ

[1] قولہ اُسپر یعنی مکاتب پر اپنی قیمت ۱۲ منہ

نصف دیت سے کم ہو پھر مولے اسکو مستاجر سے واپس لے گا پھر مستاجر چونکہ ادائے ضمان سے غلام کا مالک ہوا
اور آزاد شخص اسکے نصف پر جنایت کرنے والا ہو گیا پس آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت مستاجر کے لیے
واجب ہوگی اور اگر غلام ماذون ہوتا تو مستاجر پر کچھ واجب نہوتا اور آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت
ہوگی پھر یہ وارثان آزاد کو ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک غلام محجور رہا ایک آزاد اور ایک مکاتب کو لیئے واسطے کنواں
کھودنے کے لیے مزدور مقرر کیا پھر کنواں ان سب پر گر پڑا اور مر گئے تو مستاجر پر آزاد و مکاتب کی ضمان واجب نہوگی اور غلام
کی قیمت اسکے مولے کو دیگا پھر جب مولی کو قیمت دیدی تو مولی اسکو وارثان آزاد و مکاتب کو دیدیگا پس وارثان آزاد تہائی بقدر
تہائی دیت کے اور وارثان مکاتب بقدر قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے پھر مولائے غلام مستاجر سے دوبارہ غلام کی قیمت
لے لیگا اور وہ اُسی کو سپرد کیجائیگی۔ اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ آزاد کی مددگار برادری سے غلام کی تہائی قیمت واپس لے
اور وارثان مکاتب بھی آزاد سے مکاتب کی تہائی قیمت واپس لینگے پھر مکاتب کے ترکہ سے بقدر اسکی قیمت کے لیجائیگی اور
وہ وارثان آزاد و مستاجر کے درمیان مشترک ہوگی اُسمین وارثان آزاد بقدر تہائی دیت کے اور مستاجر بقدر تہائی قیمت
غلام کے شریک ہونگے یہ حاوی میں ہے۔ اور یہی تاتارخانیہ میں تجرید سے منقول ہے۔ اور اگر آزاد و مکاتب و مدبر و غلام کو مزدور
مقرر کیا کہ میرے واسطے کنواں کھودیں پھر چاروں کے کھودنے میں وہ کنواں چاروں پر گر پڑا اور سب مر گئے اور مدبر و غلام
کو کام کی اجازت نہ تھی تو ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فعل اور اپنے ساتھیوں کے فعل سے تلف ہوا ہے پس اسکی
ذات کا چوتھائی حصہ ہدر ہوگا اور اسکے ساتھیوں کی جنایت اسکی ذات میں چوتھائی حصہ میں معتبر ہوگی پھر مستاجر پر غلام
و مدبر کی قیمت اسکے مولے کو دینی واجب ہوگی پھر وارثان آزاد کے واسطے آزاد کی چوتھائی دیت تینوں میں سے
ہر آدمی کی گردن پر واجب ہوگی اور ولی مکاتب کے واسطے مکاتب کی چوتھائی قیمت تینوں میں سے ہر شخص کی گردن
پر واجب ہوگی۔ پس ان دونوں قیمتوں میں وارثان آزاد اور وارثان مکاتب بقدر نصف قیمت مکاتب کے شریک
کیے جاوینگے پھر اسی حساب سے باہم تقسیم کر لینگے پھر دونوں کے مولے اسکو مستاجر سے واپس لینگے پھر مستاجر کے
واسطے آزاد کی مددگار برادری پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی اور نیز اسکے واسطے
مکاتب کی گردن پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی حالانکہ مکاتب کیواسطے بھی ان دونوں
میں سے ہر ایک کی گردن پر اسکی چوتھائی قیمت جسکو ہر ایک نے چھوڑ رکھا ہے واجب ہوئی ہے پس بعض بعض کا بدلا ہو جاویگا
اور آپس میں جسکا جو کچھ زیادہ نکلے وہ لے لیگا اور مکاتب کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر یہ
قیمت وارثان آزاد لے لینگے بدین اعتبار کہ مکاتب نے چوتھائی آزاد پر جنایت کی ہے لیکن اگر اسقدر قیمت بہ نسبت
چوتھائی دیت کے زائد ہو تو بقدر چوتھائی دیت کے لیکر باقی کو مولائے مکاتب کو واپس دینگے[1] مگر حکم ایسے تحقیق دلیل پر
درست ہوگا جو کہتا ہے کہ جنایت میں مملوک کی قیمت جہانتک پہونچے معتبر ہوتی ہے اور دونوں میں سے ہر غلام کی
قیمت کی چوتھائی دوسرے غلام کی قیمت میں واجب ہے لیکن چونکہ یہ مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے اسکا اعتبار

[1] ہر ایک کی توضیح اپنے اپنے مقام پر دیکھنا چاہیے ۱۲

کرنا مفید نہیں ہے پس اگر دونوں غلام کام کے واسطے ماذون ہوں تو مستاجر پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک کی
چوتھائی قیمت دوسرے کی گردن پر ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر
ہوگی اسی طرح مکاتب کی چوتھائی قیمت بھی آزاد کی عاقلہ پر ہوگی اور آزاد کی تین چوتھائی دیت ان میں سے ہر ایک
پر ایک چوتھائی ہوگی پھر جب آزاد کی مددگار برادری نے ہر ایک کی چوتھائی قیمت دیدی اور ہر ایک نے اسکو لے لیا
تو ہم کہتے ہیں کہ مولاے مدبر سے پوری قیمت لیجائیگی جبکہ یہ قیمت جو اسکو چاہیے اُسکے برابر یا کم ہو پھر یہ قیمت باقیوں
میں اسطرح تقسیم ہوگی کہ وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر اُسکی چوتھائی قیمت کے اور مولاے
مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے اور اگر مکاتب نے بقدر ادائے کتابت کے
چھوڑا ہو تو اُس کے ترکہ سے تمام قیمت لے لیجائیگی بشرطیکہ یہ قیمت جس قدر اُسپر واجب ہے اُس سے
کم ہو پھر اس میں وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر چوتھائی قیمت کے اور
مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت کے شریک کیے جائینگے پھر مولاے غلام سب سے جو کچھ اُسنے لیا ہے
لے لیا جائیگا اور اُسمیں وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی
قیمت مدبر کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت کا مکاتب کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے

بارھواں باب۔ بہائم؎۱ کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ چوپایہ کی جنایت تین
حال سے خالی نہیں یا تو مالک چوپایہ کی ملک میں ہوگی یا غیر مالک کے ملک میں ہوگی یا مسلمانوں کی راہ میں ہوگی
پس اگر اسکی جنایت اُسکے مالک کی ملک میں واقع ہوئی اور مالک اُسکے ساتھ تھا تو اُسکا مالک ضامن نہوگا خواہ چوپایہ
جنایت کے وقت کھڑا ہو یا چلتا ہو خواہ اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤں سے روندڈالا ہو یا ہاتھ پاؤں سے مار دیا ہو یا
دُم ماردی ہو یا دانت سے کاٹ کھایا ہو۔ اور اگر اُسکا مالک اُسکے ساتھ ہو پس اگر اُس کا قائد؎۲ یا سائق ہو
تو بھی ان سب صورتوں میں ضامن نہوگا اور اگر سوار ہو اور چوپایہ رواں ہو پس اگر ہاتھ یا پاؤں سے
روندڈالا تو ضامن ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ لازم ہوگا اور وہ میراث
سے محروم؎۴ ہوگا اور اگر کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پاؤں یا دم سے مار دیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر غیر مالک چوپایہ کی
ملک میں ہو پس اگر بدون مالک کے داخل کرنے کے دوسرے کی ملک میں داخل ہوگیا ہو مثلاً چھوٹ بھاگا ہو تو اُس کے مالک
پر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکے مالک کے داخل کرنے پر داخل ہوا ہو تو مالک سب صورتوں میں ضامن ہوگا خواہ
چوپایہ کھڑا ہو یا رواں ہو خواہ اُسکا مالک اُسکے ساتھ اُسکا سائق یا قائد یا سوار ہو یا خواہ اُسکے ساتھ نہو یہ ذخیرہ میں
ہے اور اگر اُسکے مالک کی اجازت سے ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اُسکی ملک میں ہو یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اُسکی جنایت مسلمانوں
کے راستہ میں ہو پس اگر چوپایہ راستہ میں کھڑا ہوا اور اُسکے مالک نے کھڑا کیا ہو تو سب صورتوں میں جو کچھ اُس کے فعل

؎۱ بہائم جمع بہیمہ یعنے چوپایہ جیسے بھینس وغیرہ ۱۲ ؎۲ قائد آگے سے کھینچنے والا و سائق پیچھے سے ہانکنے والا ۱۲ منہ
؎۳ جیسا کہ اس سے اوپر کی صورت میں مذکور ہوا ۱۲ منہ ؎۴ اگر مقتول اسکا وارث ہو ۱۲

سے تلف ہوا اُسکا مالک تلف شدہ کا ضامن ہوگا اور اگر چوپایہ روان ہوا اور اُسکا مالک اُسکے ساتھ نہو پس اگر اُسکے مالک کے روان کر دینے سے روان ہوگیا ہو تو جب تک اُسی رُخ روان رہے داہنی بائین نہ گھوم جاوے تب تک اُسکا مالک جس نے اُسکو روان کیا ہے ضامن رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر داہنی یا بائین مُڑ گیا پس اگر اُسکا راستہ سوا اسکے دوسرا نہو تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکے چلنے کا دوسرا راستہ بھی ہو تو روان کرنے والا ضامن نہوگا اور اگر چوپایہ ٹھہر گیا پھر روانہ ہوا تو ہانکنے والا ضمان سے بری ہوگیا اور اگر کسی پھیرنے والے نے اُسکو لوٹا یا پس اگر وہ پھرا اور اپنی سیدھ پر چلا گیا تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پھر ا پھر ٹھہر کر روانہ ہوا تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر پھرا مگر نہ ٹھہرا اور اسی سیدھ پر روانہ ہوا تو پھیرنے والا ضامن ہوگا اگر اُس نے کچھ تلف کیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر چوپایہ بدون اپنے مالک کے روان کیے ہوے چلا جاتا ہے مثلاً وہ مالک کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا ہے تو سب صورتون مین اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر چوپایہ نے روندا یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے صدمہ پہونچایا یا کاٹ کھایا یا ہاتھ پاؤن مارے تو اُسکا سوار ضامن ہوگا اسیطرح اگر کسی چیز سے ٹکرایا تو بھی ضامن ہوگا یہ ہدایہ مین ہے اور اگر لات ماری یا دُم ماری تو اُسکے نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر قائد ہو تو اُسکا بھی وہی حکم ہے جو سوار کا حکم ہے اور سائق یعنے پیچھے سے ہانکنے والے کا حکم لات مارنے کی صورت مین کیا ہے سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہ مذہب شیخ ابو الحسن قدوری و مشائخ عراق مین سے ایک جماعت کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسطرف ہمارے مشائخ رحمہ نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ ہانکنے والا اُسکے لات مارنے سے ضامن نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور روند ڈالنے کی صورت مین سوار پر کفارہ واجب ہوگا سائق و قائد پر واجب نہوگا اسیطرح روند ڈالنے کی صورت مین سوار کے حق مین میراث سے محروم ہونا اور وصیت سے محروم ہونا لازم ہوتا ہے سائق و قائد کے حق مین ایسا نہین ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر چوپایہ کے ساتھ ایک شخص سوار ہوا اور ایک سائق ہو تو بعض نے فرمایا کہ چوپایہ جو کچھ روند ڈالے سائق اُسکا ضامن نہوگا بلکہ سوار ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون پر تاوان لازم ہوگا یہ نہایہ مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک شخص ایک چوپایہ سواری پر سوار ہوا اور اُسکے پیچھے ایک شخص ردیف ہے اور چوپایہ کے پیچھے سائق ہے اور آگے قائد ہے پھر چوپایہ مذکور نے ایک آدمی کو روند ڈالا تو اُس کی دیت ان لوگون پر چار چوتھائی ہوکر[1] واجب ہوگی اور سوار و ردیف پر کفارہ بھی واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ نے چلتے ہوے راہ مین لید یا پیشاب کیا اور اس سے کوئی شخص پھسل کر یا اور کسی طرح تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر چوپایہ کو اسی ضرورت کے واسطے کھڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اسی طرح اگر خود چوپایہ لید کرنے یا پیشاب کرنیکے واسطے کھڑا ہوگیا یا اُسکا لعاب بہا اور اسکے ذریعہ سے کوئی آدمی تلف ہوا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ کو کسی اور غرض سے کھڑا کیا پھر کوئی آدمی اُسکی لید یا پیشاب سے تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤن سے کنکریان یا خرنے کی گٹھلیان

[1] اسکی توضیح گذر چکی ۱۲ یعنے ہر ایک پر ایک چوتھائی ۱۲

ٹاپ کر اُڑائیں یا غبار یا سنگریزے اُڑائے اور کسی کی آنکھ پھوڑ دی یا اسکے کپڑے خراب کیے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بڑا پتھر ہو تو ضامن ہوگا اور سوار و ردیف[1] و سائق و قائد اس حکم میں یکسان ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص اپنے جانور سواری پر سوار ہو کر راہ میں چلا جاتا تھا پھر اُسنے ایک پتھر سے جسکو ایک شخص نے راہ میں رکھا ہے یا ایک کان سے جسکو کسی نے راہ میں بنایا ہے ٹھوکر کھائی یا پانی سے جسکو کسی نے راہ میں ڈالا ہے پھسل کر کسی آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے ان چیزون کو راہ میں پیدا کیا ہے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ سوار اُس چیز کو جو راہ میں پیدا کیگئی ہے نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو پھر قصداً اُس نے جانور کو اُسی جگہ چلایا تو ضمان اُسی پر ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ قدوری میں ہے کہ اگر کسی شخص نے مسلمانون کی بڑی مسجد یا کسی مسجد کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور اُسنے کسی آدمی کو لات ماری تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر امام نے دروازہ مسجد کے پاس جانوران سواری (سواری کا جانور ۱۲) کے کھڑے ہونے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر دی ہو تو وہان کھڑے ہونے سے جو حادثہ جانورون سے پیش آئے اُسکی ضمان نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے لیکن جبکہ جانور سواری کو آگے سے چلایا یا پیچھے سے ہانکا یا اُس مقام میں سوار چلا گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپاؤن کے بازار میں اپنا چوپایہ کھڑا کیا اور اُس نے لات ماری تو جس کے مالک پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو کشتی کنارے پر بندھی ہو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر سلطان کے دروازے پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا حالانکہ اُسکے دروازہ پر سواری کے جانور کھڑے کیے جاتے ہیں تو فرمایا کہ جو صدمہ اُس سے پہونچے اُسکا ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر جنگل میں اپنا چوپایہ کھڑا کر دیا تو ضامن نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ پگ ڈنڈی پر کھڑا کر دیا ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا چوپایہ کسی زمین میں جو اُسکے اور غیر کے درمیان مشترک ہے کھڑا کیا پھر اُسنے اپنے پاؤن یا ہاتھ سے کوئی صدمہ پہونچایا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نصف کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہ ہوگا اور ہمارے بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایسے مقام پر کھڑا کیا جہان چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہیں اور اگر کسی ایسی جگہ کھڑا کیا جہان چوپایہ نہیں کھڑے کیے جاتے ہیں تو قیاساً و استحساناً فعل چارپایہ سے جو کچھ تلف ہو اُسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنا چوپایہ مسلمانون کی راہ میں کھڑا کیا اور اُسکو نہ باندھا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور کوئی چیز تلف کی تو مالک ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اسکو راستہ میں باندھکر کھڑا کیا اور وہ کھونٹے میں بندھا ہوا گھوما اور کسی چیز کو تلف کیا پس اگر رسی کھل جانیکے بعد اپنی جگہ سے ہٹکر اُسنے تلف کی تو اُسکے مالک پر ضمان نہ ہوگی اور اگر رسی اپنے حال پر رہی اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی جنایت کا ضامن ہوگا اگرچہ جہان کھڑا کیا تھا وہان سے جنبش کر جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گھوڑے نے سرکشی کرکے اڑنا شروع کیا اور مالک نے اُسکو مارا یا لگام کھینچی پس

ف[1] سوار کے پیچھے ایک ہی جانور پر دوسرا جو سوار ہو اُسکو ردیف کہتے ہیں ۱۲ ف۲ مترجم کہتا ہے کہ جب یہ قید معتبر ہوئی تو اس مسئلے سے یہ مفاد ہوگا کہ قولہ اگر کسی نے ایسے مقام پر جانور کھڑا کیا جس جگہ چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہیں تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ وہ مقام چوپایہ کھڑا کرنے والے اور غیر کے درمیان مشترک ہے ۱۲

اُسنے لات یا دُم سے کسی کو مارا تو مالک ضامن نہوگا اسی طرح اگر مالک اُسکی پیٹھ پر سے گر پڑا اور گھوڑا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور اُس نے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک گدہا کرایہ کیا اور راہ میں چند لوگ بیٹھے تھے وہاں کھڑا کر کے اُن لوگوں کو سلام کیا پھر اسکے مالک نے اسکو لکڑی سے ٹھیلا یا مارا یا ہانکا اور اُسنے کسی کو لات ماری تو دونوں ضامن ہونگے اور وہ مثل ہانکنے کا حکم رکھنے والے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر جانور چلا جاتا ہو اور اُسپر ایک آدمی سوار ہو پس اُسکو کسی شخص نے انگلی سے ٹھیلا اور چوپایہ نے سوار کو گرا دیا تو انگلی چونکنے والے پر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ اُسنے مالک کی اجازت سے یہ فعل کیا ہو اور اگر اُسکی بلا اجازت ایسا کیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چوپایہ نے ٹھیلنے والے کو مارا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو دُم یا لات سے یا اور کسی طرح صدمہ پہونچایا پس اگر بدون اجازت سوار کے ہو تو ٹھیلنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی سوائے دم سے مارنے یا لات مارنے کے کہ یہ دونوں ہدر ہیں یہ خلاصہ و محیط و فتاوے قاضی خان میں ہے۔ لیکن اگر سوار اپنے غیر ملک میں کھڑا ہوا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اُسکو انگلی سے ٹھیلے پس چوپایہ نے اسکے ٹھیلنے سے کسی شخص کو لات ماری تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر سوار کی اجازت نہو تو پوری ضمان ٹھیلنے والے پر واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا کذا فی الخلاصہ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ چوپایہ نے فوراً انگلی سے ٹھیلنے کے لات ماری ہو اور اگر فی الفور نہ ماری ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص گھوڑے کو آگے سے پکڑے ہوئے لیے جاتا ہے اور کسی شخص نے اُسکے بدن پر انگلی سے چونکا اور وہ بدک کر قائد[1] کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا اور فی الفور کسی کو تلف کیا تو انگلی چونکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ مذکور کا کوئی سائق ہو اور کسی شخص نے اُسکو انگلی سے چبھو دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ ایک چوپایہ کا ایک سائق و ایک قائد ہے اور ان دونوں میں سے کسی کی بغیر اجازت ایک شخص نے اُسکو انگلی سے ٹھیلا اور اُسنے کسی کو لات ماردی تو چبھونے والے پر خاصۃً ضمان واجب ہوگی اور اگر انگلی سے ٹھیلنا ان دونوں میں سے کسی کی اجازت سے ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر انگلی سے چونکنے والا کوئی غلام ہو تو چوپایہ کی جنایت غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر لڑکا ہو تو وہ مثل مرد کے ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص کا چوپایہ روان ہوا اور وہ اُسپر سوار ہے پھر اُسنے کسی غلام کو حکم دیا کہ اسکو چونکدے اور چوپایہ نے چونکنے سے کسی شخص کو لات ماری تو ان دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر چونکنے کے ساتھ ہی کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی ضمان ان دونوں پر نصفا نصف واجب ہوگی پس نصف سوار کی مددگار برادری پر اور نصف غلام کی گردن پر کہ جسکے عوض وہ غلام دیا جائیگا یا اُسکا مولیٰ اُسکا فدیہ دیگا پھر مولائے غلام اس سوار سے غلام کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ اُسکی قیمت نصف دیت سے کم ہو بشرطیکہ یہ غلام جسکو چونکنے کا حکم دیا ہے غلام مجور ہووے اور اگر یہ غلام ماذون ہو تو اُسکا مولیٰ جو کچھ اسکو تاوان دینا پڑا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر

[1] جانور کو آگے سے کھینچنے والے کو قائد کہتے ہیں ۱۲

سوار نے چوپایہ کے پیچھے سے ہانکنے یا آگے سے لے چلنے کا حکم دیا تو مثل چونکنے کے حکم دینے کے اسکا بھی جواب ہی اور اگر سوار غلام ہوا اور اُس نے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ چوپایہ کو پیچھے سے ہانک دے اور چوپایہ نے کسی شخص کو روند ڈالا پس اگر دونوں ماذون ہوں تو ضمان ان دونوں کی گردن پر آدھی آدھی ہوگی کہ جس کے عوض یہ دونوں غلام دیدیے جاوینگے یا انکے مولی ان کا فدیہ دیں گے اور غلام ماموز کا مولے غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر غلام ماموز مجور ہوا اور حکم دہندہ ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب مالک ماموز نے وہ غلام دیدیا یا اُسکا فدیہ نصف دیت دیدی تو غلام حکم دہندہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لیگا اور اگر دونوں مجور ہوں تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام ماموز کے مولے نے اُسکو دیا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیا تو فی الحال غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی پھر جب وہ آزاد ہوجاوے تو اُس سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہی اور اگر حکم دہندہ مجور اور ماموز ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام ماموز کے مولے نے اپنا نصف غلام دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی۔ نہ فی الحال اور نہ بعد اُسکے آزاد ہوجانے کے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر چوپایہ سواری راہ میں ایسی چیز کے پاس گذرا جو راہ میں کھڑی کی گئی تھی پس اس چیز کی ٹھیس اُسکے بدن میں لگی یعنی یہ چیز چبھی پس اُس نے لات ماری اور کوئی آدمی مرگیا تو جس نے اس چیز کو کھڑا کیا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ حاوی میں منتقی میں ہی کہ ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار راہ میں کھڑا ہی پس اُسنے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس جانور کو چونک دے اُسنے چونکا پس اُس نے ایک آدمی کو ہلاک کیا اور حکم دہندہ کو گرادیا تو مرد اجنبی کی دیت اُس چونکنے والے اور حکم کرنے والے دونوں پر واجب ہوگی اور جس نے حکم کیا تھا اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بعد حکم کے اپنی جگہ سے روانہ ہوگیا ہو پھر ماموز نے چونکا اور فی الفور اُس نے لات ماری تو ضمان چونکنے والے پر ہوگی حکم دہندہ سوار پر نہوگی اور اگر روانہ نہوا مگر چونکنے والے اور ایک اجنبی کو لات مار کر دونوں کو مار ڈالا تو اجنبی کی دیت چونکنے والے پر اور سوار پر ہوگی اور چونکنے والے کی نصف دیت سوار پر ہوگی۔ اور اگر سوار نے اُسکو راہ میں کھڑا کیا لیکن گھوڑے نے حرکت کی اور ہٹ گیا پس اُسنے یا غیر نے اُسکو چونکا تا کہ چلے اور اُسنے کسی شخص کو لات ماری تو دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہوگی۔ ایک شخص نے راہ میں اپنا گھوڑا کھڑا کردیا تھا اُسپر دوسرا شخص سوار ہوگیا پس اُسنے لات مار کر کسی کو تلف کیا تو اُسکی دیت گھوڑے کے مالک اور سوار دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ راہ میں کھڑا کرکے باندھ دیا اور خود غائب ہوگیا پھر مالک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسکے چونک دے پس اُسکے چونکنے سے اُسنے لات ماری خواہ کسی غیر کو یا حکم دہندہ کو تو اُسکی دیت چونکنے والے پر ہوگی اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو راہ میں کھڑا کیا ہو پھر ایک شخص کو اُسکے چونکنے کا حکم کیا اور چوپایہ نے کسی کو قتل کیا تو اُسکی دیت چونکنے والے اور حکم دہندہ دونوں پر نصفا نصف ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر چوپایہ ایک پتھر سے جسکو کسی نے راہ میں رکھا ہی بدک گیا تو پتھر رکھنے والا

ف۱ مجور جسکو اجازت تصرفات بیع وغیرہ کی نہو ۱۲

بمنزلہ چونکنے والے کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - ایک شخص نے اپنا گدھا چھوڑا اور وہ ایک شخص کے کھیت میں گیا اور اسکی کھیتی خراب کردی پس اگر چھوڑنے والے نے اسکو چھوڑا اور اسکو کھیتی کیطرف ہانکا ہو مثلاً اسکے پیچھے ہو تو ضامن ہوگا اور اگر پیچھے نہو لیکن وہ گدھا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور دائیں یا بائیں نہیں مڑا اور فوراً چلا گیا اور کسی کوئی کھیت پاکر اسکو خراب کیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر دائیں بائیں سمت گیا پھر کھیتی کو پاکر خراب کیا پس اگر یہی ایک ہی راہ نہو تو ضامن نہوگا اور اگر ایک ہی راہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اسکو چھوڑا اور وہ ایک ساعت ٹھہر گیا پھر کھیت میں گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رح سے منقول ہے کہ ایک شخص نے گانوں میں سے اپنی گائے اپنی زمین کی طرف چھوڑی اور اس نے دوسرے کے کھیت میں گھس کر اسکا کھیت کھایا پس اگر سوائے اس راہ کے اسکا دوسرا راستہ ہو تو ضامن نہوگا اور اگر راستہ یہی ایک ہو تو ضامن ہوگا - اور اگر چوپایہ سواری اپنے مکان سے نکلا اور اس نے کسی شخص کا کھیت خراب کیا یا چراگاہ میں چھوڑا اور اس نے وہاں سے کھیت اُجاڑا تو ضمان واجب نہوگی اسی طرح کتے اور بلیوں کا حکم ہے کہ اگر انھوں نے لوگوں کے مالوں میں سے کچھ خراب کیا تو مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے بہائم میں سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اسکا ہانکنے والا ہے اور فی الفور اسنے کسی مال یا آدمی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر پرند کو چھوڑا اور اسکو ہانکا اور فی الفور اسنے کسی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک بکری پر چھوڑا پس اگر وہ ٹھہر گیا پھر اسنے جاکر بکری کو مار ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر فوراً چھوڑتے ہی جاکر بکری کو مار ڈالا تو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ضامن نہوگا اور اگر وہ سائق نہو یعنی اسکے پیچھے نہو اور ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے اور امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور مشائخ نے امام ابویوسف رح کا قول اختیار کیا ہے اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنا کتا چھوڑا اور فی الفور اسنے کسی آدمی کو قتل کیا یا اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔ اور ناطفی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنے کتے کو ایک شخص پر للکارا اور اسنے اسکو کاٹا یا اسکے کپڑے پھاڑے تو امام ابوحنیفہ رح کے قول میں ضامن نہوگا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور فتوی کے واسطے امام ابویوسف رح کا قول مختار ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کا کتا کٹہا ہو کہ جو اس طرف گذرتا ہے اسکو کاٹ کھاتا ہے تو اہل شہر کو اسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر اس نے آدمی کو تلف کیا پس اگر اس سے پہلے اسکے مالک کو اس سے اطلاع دیگئی اور مطالبہ کیا گیا تھا تو وہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا جیسا کہ جھکی ہوئی دیوار کا حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر شکار پر اپنا کتا چھوڑا اور اسنے کسی آدمی کو پکڑ کر صدمہ پہونچایا اور مالک اسکے پیچھے اسکا سائق نہ تھا تو روایت ظاہرہ کے موافق ضامن نہوگا اور روایات ظاہرہ ہی پر اعتماد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا مست اونٹ دوسرے کے دار میں داخل کیا اور دار میں اسکا اونٹ ہے یعنی اس مسئلہ میں ہے پس مست اونٹ اسکے اونٹ پر چڑھ بیٹھا اور اسکو مار ڈالا تو مشائخ نے

اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مست اونٹ کے مالک پر ضمان نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر مست اونٹ کے مالک نے اُسکو مالک مکان کی اجازت سے دار میں داخل کیا ہے تو ضمان نہوگی اور اگر بدون اجازت داخل کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور راہ میں جو قطار کا قائد ہو یعنے آگے سے ہاتھ پکڑے ہوے لیے جاتا ہو وہ اول قطار و اخیر قطار سب کا ضامن ہے اگرچہ قطار بہت بڑی ہو کہ قائد سے اُسکے آخر تک کا ضبط ممکن نہو۔ اور اگر اُسکے ساتھ سائق ہو پیچھے سے ہانکتا ہو تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر دو سائق ہوں تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر تنہا درمیان قطار میں ہو تو سب میں تنہائی کے ضامن ہوں گے۔ اور اس قول سے یہ مراد ہے کہ دوسرا شخص قطار کے کسی جانب ہانکتا چلتا تھا پس بعض کا ہانکنا مثل کل کے ہانکنے کے ہوگا بدینوجہ کہ اتصال ہے اسوجہ سے ضمان دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُس نے درمیان قطار میں ہو کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی تو جسقدر اونٹ اُسکے پیچھے ہیں اُنسے جو صدمہ پہونچیگا اُسکا خاص یہی ضامن ہوگا اور جو اُسکے آگے کے اونٹوں سے صدمہ پہونچے گا وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر کبھی درمیان میں ہو جاتا ہو اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے تو وہ سائق ہوگا اور ضمان دونوں پر نصفا نصف رہیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر وہ شخص جو درمیان قطار میں ہے۔ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوے اپنے پیچھے کے اونٹوں کو کھینچے لیے جاتا ہو اور سامنے کے اونٹوں کو نہ ہانکتا ہو پس جو نقصان اسکے پیچھے کے اونٹوں سے ہو اُسکی ضمان قائد اول پر نہوگی اور جو اُسکے آگے والے اونٹوں سے ہو اسکی ضمان اسپر نہوگی بلکہ قائد اول پر ہوگی اسوجہ سے یہ اگلے اونٹوں کا سائق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر درمیان قطار میں ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہوا اور ان اونٹوں میں سے کسیکا سائق نہو یعنی پیچھے سے نہ ہانکتا ہو تو سامنے والے اونٹوں سے جو نقصان پہونچے اُسکا یہ ضامن نہوگا لیکن جس پر یہ سوار ہے اُس سے یا اسکے پیچھے والے اونٹوں سے جو نقصان پہونچے اُسکی ضمان میں یہ بھی باقی قائد و سائق کا شریک ہوگا اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب پچھلے اونٹوں کی مہار اسکے ہاتھ میں ہو کہ یہ اُنکا قائد ہو۔ اور اگر اپنے اونٹ پر سوتا یا بیٹھا ہو ایسا کوئی فعل نکرتا ہو جس سے پچھلے اونٹوں کا قائد ہو تو اُسپر پچھلے والوں کی ضمان بھی کچھ نہوگی اور وہ پچھلے اونٹوں کے حق میں ایسا ہے جیسے ایک اونٹ پر اسباب لدا ہوا ہے یہ مبسوط سے نہایہ میں منقول ہے۔ منتقی میں فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور قطار کے پیچھے سائق ہو اور آگے ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو پھر سوار کے اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کر دیا تو دیت ان سب پر تین تہائی ہوگی اسیطرح اگر سوار کے پچھلے اونٹوں میں کسی اونٹ نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر سوار کے اگلے اونٹوں میں سے کسی نے ایسا کیا تو اُسکی ضمان قائد و سائق پر نصفا نصف ہوگی اور سوار پر کچھ نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور ایک شخص نے اپنا اونٹ بھی اس قطار میں باندھ دیا اور قائد کو معلوم نہوا پھر اس باندھے ہوے اونٹ نے یہ جنایت کی کہ ایک

لـه مترجم کہتا ہے کہ ظاہر کلام امام محمد رحمہ محتمل ہے تکلف کا نہیں باوجودیکہ اسمیں سنجافت ظاہر ہے اور اسلیے یہی ہے کہ بغیر کسی تکلف کے وہ کلام ایک وجہ پر رکھا جائے ۱۲ منہ

آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی دیت قائد[۱] کی مددگار برادری پر ہوگی پھر قائد کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس لیگی اور اگر قائد کو اُسکا باندھنا معلوم ہو تو اُسکی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے۔ اور اگر اونٹ کی قطار کھڑی ہو اور اس حالت میں ایک شخص نے اپنا اونٹ قطار میں باندھ دیا پھر قائد نے قطار کو لیچلا پھر اس اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کیا تو قائد کی مددگار برادری ضامن ہوگی اور باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر کوئی چوپایہ چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی آدمی یا مال کو تلف کیا خواہ دن ہو یا رات ہو تو اُسکے مالک پر ضمان نہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر کھیتی کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے کہا کہ تیرا چوپایہ میری کھیتی میں ہے پس چوپایہ کے مالک نے اُسکو نکالا اور نکالنے کی حالت میں اُسنے کھیتی کو برباد کیا پس اگر کھیتی کے مالک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنے چوپایہ کو نکال لے تو چوپایہ کا مالک ضامن ہوگا اور اگر نکال لینے کا حکم دیا ہو تو ضامن نہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور فقیہ ابو نصر نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نے اپنی کھیتی میں رات کے وقت دو بیل گھسے ہوئے دیکھے اور گمان کیا کہ یہ میرے گانوں والوں کے ہیں پس اگر دونوں کسی دوسرے گانوں والوں کے ہوں اور اُسنے چاہا کہ دونوں کو مربط[۲] میں داخل کرے پھر ایک بیل مربط میں داخل ہوگیا اور دوسرا فرار ہوگیا اور اُس نے پیچھا کیا مگر نہ پایا اور بیل کا مالک آیا اور اُسنے اس سے ضمان لینی چاہی تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر پکڑنے کے وقت اُسکی نیت یہ ہو کہ اُسکے مالک کو ندے تو ضامن ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ پکڑلے تاکہ اُس کے مالک کو واپس کردے لیکن اُسکو گواہ کر لینے کا موقع نہ ملا اور نہ کسی گواہ کو پایا تو ضامن نہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ امر دن میں واقع ہو تو فرمایا کہ اگر بیل دوسرے گانوں والوں کا ہو تو تو اُسکا حکم لقطہ کا حکم ہوگا کہ اگر اُسنے باوجود قدرت کے اس امر پر گواہ نہ کیے کہ میں اسواسطے اسکو پکڑ کر مربط میں باندھتا ہوں کہ اُسکے مالک کو واپس کردوں تو ضامن ہوگا اور اگر اُس نے گواہ نہ پائے تو یہ امر اُسکے واسطے عذر ہوگا اور اگر بیل اُسکے گانوں کا ہو اور اُسنے اپنی کھیتی سے نکال دیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کیا تو ضامن نہوگا اگرچہ ضائع ہوجاوے اور اگر اپنی کھیتی سے باہر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی کھیتی میں کوئی چوپایہ پاکر اُسکو کھیتی سے باہر نکالدیا پھر بھیڑیے نے اُسکو کھالیا تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کھیتی سے باہر نکالکر پھر اُسکو نہ ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا اور امام ابوبکر محمد بن الفضل اور شیخ علی سغدی اسی پر فتوی دیتے تھے اور فقیہ ابو نصر الدبوسی فرماتے تھے کہ اگر اُسکو کھیتی سے نکالنے کے بعد ایسی جگہ تک جہاں سے اپنی کھیتی میں دوبارہ آجانے سے مامون ہوجاوے ہانک دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا تو ضامن ہوگا اور فتوے اسی پر ہے جسکو امام فضلی نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُسکو اسواسطے ہانکا کہ اُسکے مالک کو واپس کردے اور وہ راہ میں مر گیا یا اُسکا پانوں ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا

[۱] وہ شخص جو جانور کو آگے کی طرف سے کھینچتا ہو ۱۲ [۲] جسکو ہمارے عرف میں پڑا یا باڑا بولتے ہیں ۱۲

یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ چرواہے نے اگر اپنی چراگاہ میں اجنبی گائے دیکھی اور اُسکو آتنی دور تک ہانک دیا کہ اُسکی چراگاہ سے نکلجاوے تو اُسپر ضمان نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک کاشتکار نے خاص یا مشترک چرواہے سے بکریاں مانگیں بدین معنی کہ میری زمین میں رات کو رکھا کرے جیسے کہ عادت جاری ہے پس چرواہے مذکور نے منظور کیا اور رات کو بکریاں اُسکی زمین میں رکھیں اور سو گیا پس بکریاں اُسکے پڑوسی کی کھیتی میں چلی گئیں تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ اگر اپنی کھیتی یا باغ انگور میں دوسرے کا چوپایہ پایا اور اُس نے کچھ خراب کر دیا تھا پس مالک باغ یا کھیتی نے اُسکو قید کر لیا اور وہ مرگیا تو مالک باغ یا کھیتی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں بدون اُسکی اجازت کے اپنا چوپایہ داخل کر دیا پھر مالک دار نے اُسکو نکالدیا اور وہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کوٹھری میں بدون اُسکی اجازت کے اپنا کپڑا رکھا اور کوٹھری کے مالک نے اُسکو پھینک دیا حالانکہ یہ امر کپڑے کے مالک کی غیبت میں کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص لکڑی لدا ہوا گدھا ہانکتا تھا اور کہتا تھا کوست[1] کوست اور اُسکے آگے ایک شخص تھا جسنے اُسکا کلام نہیں سنا پس اُسکے کپڑے میں صدمہ پہونچا کہ وہ پھٹ گئے تو سائق[2] ضامن ہوگا اسی طرح اگر اُس نے اُسکا آواز دینا سُنا مگر اُسکو اسقدر فرصت نہ ملی کہ کنارے ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اس حکم میں خواہ بہرا ہو یا نہو کچھ فرق نہیں ہے اور اگر اسکو کنارے ہوجانے کی فرصت ملی ہو مگر سُننے کے بعد وہ کنارے نہوا تو سائق[2] ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ فتاوی فضلی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے چوپایہ کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا پس اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو تو جنایت کنندہ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس چوپایہ کو رکھ لے اور جنایت کنندہ سے نقصان لے لے اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے بکری و گائے و اونٹ وغیرہ تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھولدیا اور چڑیا اُڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا اور سواری کا جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والا ضامن نہوگا اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ جسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے اُسکی آنکھ کے نقصان میں اُسکی چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ برذون[3] اور اونٹ و گدھے و خچر کی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز گائے جوار وجد و جزار کے بھی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے۔ اور نیز فصیل[4] و جحش[5] کی آنکھ کے واسطے بھی یہی حکم ہے۔ اور بکری و بار برداری کے جانوروں و چڑیا و کتے و بلی کی ایک آنکھ کے واسطے اسقدر واجب ہوگا جس قدر اُسکی قیمت میں کمی آجاوے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جمیع بہائم میں جو نقصان

[1] یعنے مانند ہٹو بچو وغیرہ کے جو معروف ہو ۱۲ [2] ہانکنے والا ۱۲ [3] ایک قسم کا گھوڑا ہے ۱۲ [4] گائے بھینس و اونٹ کے بچہ کو کہتے ہیں ۱۲ [5] گدھے کے بچہ کو کہتے ہیں ۱۲

واجب ہوتا ہے وہی واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے

تیرھوان باب۔ مملوکون کی جنایت کے بیان مین اور اسمین چند فصلین ہین فصل اول رقیق[1] کی جنایت

کے بیان مین اور جس سے مولے فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر غلام نے کسی آدمی پر ایسی جنایت کی جو موجب مال ہے تو اُسکے مولے کو اختیار ہوگا چاہے اس جنایت کے عوض مین غلام کو دیدے اور چاہے غلام کا فدیہ یعنی ارش دیدے اور بہر حال جو کچھ اختیار کرے وہ فی الحال لیا جائیگا اُسکی میعاد مقرر نہوگی اور جب تک وہ شخص جسپر جرم واقع ہوا ہے اچھا نہو جاوے تب تک ڈگری نہ کیجائیگی اور سوائے قتل نفس کے اس سے کم جرم مین غلام کا عمداً جرم و خطاءً دونون یکسان ہین کہ دونون سے مال واجب ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ وہ غلام جس سے جنایت واقع ہوئی تھی مر گیا تو جسپر جنایت واقع ہوئی تھی اُسکا حق باطل ہو جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر وہ نہین مرا لیکن اُسکے مولے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو مولے ارش کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو مولے نے قتل نہین کیا بلکہ اُسکو کسی اجنبی نے قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا تو حق جنایت اولیا باطل ہو جائیگا۔ اور مولے کو اس سے قصاص لینے کا اختیار ہے اور اگر خطاء سے قتل کیا ہو تو مولے اُس سے قیمت لیکر وہی قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُنکو اختیار نہ ہوگا جتنے کہ اگر اس قیمت کو صرف کر ڈالے تو اُس سے وہ ارش کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو غلام مذکور کے مرنے سے اُسکا مولے بری نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غلام نے خطاء سے جرم کیا اور مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا حالانکہ اُسکے پاس اسقدر نہین ہے جس سے فدیہ ادا کرے تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ فدیہ کا اختیار کرنا بحالہ باقی رہیگا اور وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہے اُسکو توڑ دین اور اپنا استحقاق غلام کی گردن پر اعادہ کرا دین مگر ہان انکو یہ اختیار ہے کہ مولی سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرین یہان تک کہ مولی اُس غلام کو فروخت کرکے اُنکا قرضہ یعنی دیت اُسکے ثمن سے ادا کرے اور جو کچھ باقی رہجاوے وہ اُسپر قرضہ رہیگی۔ اور اگر مولے نے غلام کو خود فروخت نہ کیا تو قاضی اُسکی طرف سے فروخت نہ کریگا بلکہ اُسکو قید کریگا یہان تک کہ وہ خود فروخت کرے یا دوسرے شخص کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے۔ اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے اگر مولی نے فدیہ ادا کر دیا تو اُسکا اختیار کرنا پورا ہو جائیگا اور اپنے حال پر رہا اور اگر فدیہ دینے سے عاجز ہوا تو وارثان جنایت کو اختیار ہوگا چاہین مولی کا اختیار توڑ دین تاکہ انکا حق غلام کی گردن پر عود کرے اور مولی نے جو اختیار کیا ہے اُسکو نہ توڑین بلکہ قاضی سے درخواست کرین کہ بدون رضامندی مولی کے غلام کو اُسکی طرف سے فروخت کر دے اور اُسکے ثمن سے ہمارا حق ادا کر دے پھر جو باقی رہجائیگا وہ مولی پر قرضہ رہیگا یہ محیط مین ہے اور غلام نے اگر ایک مرتبہ مولی کے فدیہ دیدینے کے بعد پھر جنایت کی تو مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا جیسا کہ جنایت اول مین تھا اسیطرح فدیہ دینے کے بعد جب کبھی جنایت کریگا تب ہی مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ

---

[1] اس باندی و غلام کو کہتے ہین جس مین محض رقیت ہو بخلاف مکاتب و مدبر و ام ولد کے ۱۲

چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر پہلی جنایت کی بابت مولی نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ غلام مذکور نے پھر جنایت کی یا دونون جنایتین ایک ہی ساتھ کین یا چند جنایتین ایکبارگی کین تو اسکے مولے سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو سب جنایتون کے بدلے دیدے یا ہر جنایت کا ارش اسکا فدیہ دے پھر اگر اس نے غلام کو سب اہل جنایت کو دیدیا تو وہ لوگ اسکو اپنے مقدار حصون کے موافق باہم تقسیم کر لینگے اور ہر ایک کا حق اسی قدر ہوگا جتنا اسکی جنایت کا ارش ہے یہ تبیین مین ہے۔ پس اگر غلام نے ایک کو قتل کیا ہو اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی ہو تو دونون اسکی قیمت کو تین تہائی تقسیم کر لینگے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اسی طرح اگر تین آدمیون کو تین زخم شجاج یعنی تین زخم سر و چہرہ سے زخمی کیا اور تینون مختلف ہین تو یہ سب باہم اسکی قیمت کو بقدر اپنی اپنی جنایت کے تقسیم کر لین گے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو حاکم نے اسکے دینے یا اسکا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا پس اس نے آدھا غلام دینا اور آدھے کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ ولی جنایت ایک شخص ہو مثلاً ایک شخص کو اس نے قتل کیا اور اسکا ایک بیٹا ہے یا غلام نے ایک شخص کا خطا سے ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس صورت مین اگر مولے نے نصف غلام کا فدیہ دینا اختیار کیا تو پورے کا فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر نصف غلام دینا اختیار کیا تو کل غلام دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور یہ حکم باتفاق الروایات ہے دوم یہ کہ مقتول دو شخص ہون مثلاً غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا ہے پس مولی نے ایک غلام کو دینا یا فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے حق مین اسکو خیار رہیگا اور یہ بھی باتفاق الروایات ہے سوم یہ کہ مقتول ایک ہو اور اسکے دو ولی ہون پس مولی نے ایک کو فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے لیے بھی عامہ روایات کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور کتاب الدور کی دو روایتون مین سے ایک کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر غلام نے چند جنایتین کین پھر اسکو کسی غاصب نے غصب کر لیا پھر اس نے غاصب کے پاس چند جنایتین کین پھر اس کے پاس مر گیا تو اسکی قیمت اولیاء جنایت کے درمیان مثل اسکے رقبہ کے تقسیم ہوگی اور مولی کو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر باندی نے خطا سے جنایت کی پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یعنی باندی کا ہاتھ تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے اہل جنایت کو باندی مذکورہ مع اسکی نصف قیمت کے دیدے اور چاہے اسکو مع اسکے بچہ کے دیدے اور چاہے دونون کو رکھ لے اور ارش جنایت دیدے خواہ ارش جنایت اسکی نصف قیمت سے کم ہو یا برابر ہو یہ مبسوط مین ہے ایک باندی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اپنی مان کو قتل کر دیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے بچہ کو دیدے اور چاہے اسکا فدیہ دے اور فدیہ ہاتھ کی دیت اور باندی کی قیمت دونون مین سے کم مقدار ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی ایک باندی نے اس غلام کو خطا سے قتل کیا تو مولی سے کہا جائیگا کہ باندی کو دیدے یا غلام کی قیمت اسکا فدیہ دیدے اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور باندی نے ایک شخص کو قتل کیا اور یہ دونون ایک ہی شخص کے ہین پھر غلام نے باندی کو خطا سے قتل کیا تو مولی

---

۵ وہ اشخاص جن کو ولایت حاصل ہوتی ہے مثلاً باپ بھائی بیٹا وغیرہ ۱۲

کو اختیار ہوگا چاہے غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو اُسمین وارثان آزاد بقدر دیت آزاد کے اور اولیاء جنایت باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پس غلام دونون مین اسی حساب سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون اولیاء جنایت کو اسی طرح فدیہ دیگا کہ آزاد کے وارثون کو آزاد کی دیت اور وارثان باندی کو اُسکی قیمت دیگا۔ اور اگر باندی نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر ایک لڑکی جنی اور لڑکی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر لڑکی نے اپنی ماں کو قتل کیا پھر مولی نے اُس لڑکی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے مقتول کے وارث اُسمین بقدر قیمت باندی کے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اُسمین شریک ہونگے اور اگر مولی نے لڑکی کا فدیہ دینا چاہا تو اُسکے مقتول کی دیت اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارثون کو ماں کی قیمت دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر لڑکی نے ماں کی آنکھ پھوڑ دی اور اُسکو قتل نہین کیا تو اسمین چار صورتین ہین یا تو مولی نے دونون کا دینا اختیار کیا یا دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا یا ماں کا فدیہ اور لڑکی کا دینا اختیار کیا یا لڑکی کا فدیہ اور ماں کا دینا اختیار کیا پس اگر دونون کا دینا اختیار کیا تو ماں کو اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور لڑکی کو مقتول باندی اور مقتول دختر دونون کے وارثون کو دیگا پھر مقتول دختر کے وارث اُسمین بقدر دیت کے اور مقتول مادر کے وارث بقدر نصف قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے اور اگر دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر فریق کو پوری دیت دیگا اور لڑکی نے جو جنایت اپنی ماں پر کی ہے وہ ساقط ہو جائیگی۔ اور اگر ماں کا دینا اور لڑکی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ماں کو اُسکے قتیل کے وارثون کو مع اُسکی نصف قیمت کے دیگا اور لڑکی کے قتیل[1] کے وارثون کو پوری دیت دیگا۔ اور اگر لڑکی کا دینا اور اُسکی ماں کا فدیہ دینا اختیار کیا تو لڑکی کو اُس کے مقتول کے وارثون کو دیدے اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارثون کو فدیہ دیت دیدے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر لڑکی نے اپنی ماں کی جب آنکھ پھوڑی ہے اُسکے بعد ماں نے بھی لڑکی کی آنکھ پھوڑی ہو اور مولے نے دونون کا دینا اختیار کیا تو وہ لڑکی کو دیدے گا تو اُسمین اُسکے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت ماں کے شریک کیے جاوینگے اور یہ مقدار جو ماں کو لڑکی مین سے اُسکی آنکھ کا ارش ملی ہے ماں کے ساتھ ملائی جائیگی اور ماں مع اسقدر ارش کے اپنے مقتول کے ولی کو دیجائیگی مگر اُسمین سے جسقدر اُسکو لڑکی مین آنکھ کا ارش ملا ہے وہ فقط اُسکے مقتول کے وارثون کا ہوگا پھر خالی باندی مذکور مین اُس کے مقتول کے وارث باقی دیت کے حساب سے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت لڑکی کے شریک کیے جاوینگے پس اس حساب سے اُنمین تقسیم ہوگی اور اگر مولے نے دونون کو رکھکر دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر دو فریق وارثون کو پوری پوری دیت دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام مجرم کو کسی شخص کے غلام نے قتل کیا تو دوسرے غلام کا مولے اُسکے دینے یا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا پس اگر اُسنے مقتول کی قیمت فدیہ دینی اختیار کی تو قیمت وارثان جنایت اولے کے درمیان بقدر اُن کے حقوق کے تقسیم ہوگی اور مولے کو خیار نہوگا کہ چاہے یہ

---

[1] وہ شخص جو قتل کیا گیا ۱۲

قیمت دے یا ارش دے اور اگر دوسرے کے مولے نے اُسی کو دینا اختیار کیا اور غلام مقتول کے مولی کو دیا تو مولائے مقتول کو اختیار ہوگا چاہے لیے ہوئے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر آزاد مرد کے قاتل غلام کو کسی غلام نے قتل کیا اور وہ دیدیا گیا پھر جدید مولے نے اُسکو آزاد کیا یا فروخت کیا تو آزاد مقتول کی دیت دینا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باندی نے کسی پر جنایت کی پھر اس باندی پر کسی نے جنایت کی اور مولے نے اس جنایت کا ارش لے لیا تو باندی کو مع ارش کے دیدے (اگر دینا اختیار کرے) اور اگر باندی کی جنایت کرنے سے پہلے اُسپر کسی نے جنایت کی ہو تو مولے اس ارش کو باندی کے ساتھ نہ دیگا اور اگر باندی کے جنایت کرنے کے بعد ارش واجب ہوا ہو پھر مولے نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اُسکو روا ہے کہ اس ارش کی مدد سے اُسکا فدیہ دے اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار نکیا یہانتک کہ اُسنے ارش کو تلف کر ڈالا یا جسنے اُسپر جنایت کی تھی اُسی کو ہبہ کیا تو کچھ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ اُسکو اختیار ہوگا کہ باندی کو دیدے لیکن اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے تلف کیا ہے اُسکے مثل باندی کے ساتھ ملا کر دیدے اور اگر باندی پر جنایت کرنے والا کوئی غلام ہو اور وہ غلام دیدیا گیا تو مولی پر واجب ہوگا کہ چاہے دونوں کو دیدے یا دونوں کو رکھ لے اور فدیہ میں پوری دیت دیدے اور اگر مولے نے دیے ہوئے غلام کو آزاد کر دیا تو یہ فعل اُسکی طرف سے دیت کا اختیار کرنا ہے پس باندی رکھ لے اور واجب ہے کہ دیت دیدے اسی طرح اگر اُسنے باندی کو آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنے غلام مدفوع کو آزاد کیا اور اُسکو باندی کے جنایت کرنے سے آگاہی نہ تھی پھر اُس نے باندی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے ساتھ[1] غلام کی قیمت ملا کر دیدے۔ اور اگر اس غلام نے باندی کی آنکھ پھوڑ دی اور باندی نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی پس غلام دیا گیا اور باندی رکھ لی تو یہ غلام بجائے باندی کے ہو جائیگا چاہے مولے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیت دیدے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہے یا اُسکے بعد ہوئی ہے پس اگر باہم دونوں نے اتفاق کیا کہ باندی کے جنایت کرنے سے پہلے اس پر جنایت ہوئی ہے تو جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہے اُسی کے موافق حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں نے اتفاق کر کے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ باندی پر جو جنایت واقع ہوئی ہے آیا اُسکی خود جنایت کرنے سے پہلے ہوئی یا بعد ہوئی ہے تو درصورتیکہ مولی اُسکا دینا اختیار کرے ارش کیا لیا جائیگا تو مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الوکالۃ کے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ ارش مذکور اُسکے مولے اور صاحب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پس جسپر جنایت ہوئی ہے اُسنے کہا کہ مجھپر جنایت کرنے کے بعد باندی کا ارش واجب ہوا ہے اور جب تونے باندی کا دینا اختیار کیا تو یہ ارش بھی مجھے ملیگا اور مولے نے کہا کہ نہیں بلکہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے ارش واجب ہوا ہے اور درصورتیکہ میں نے باندی دینا اختیار کیا ہے یہ ارش مجھے ملیگا تو مذکور ہے کہ قسم سے مولے کا قول قبول ہوگا اور ارش اُسی کو ملیگا الا اُس صورت میں کہ جسپر جنایت واقع ہو وہ گواہ قائم کرے کہ جنایت کے بعد ارش واجب ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام نے خطا سے

[1] یعنی باندی کا مولے اور وارثان جنایت باندی ۱۲

کسی کو قتل کیا پھر ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پھر غلام نے خطا سے دوسرے کو قتل کیا پھر مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو اُسکی آنکھ کا ارش جو اُسنے وصول کیا ہے وہ وارثان اول کو دیگا پھر غلام مذکور دونون فریق وارثون مین مشترک ہوگا جسمین وارثان اول بقدر دیت کے سوائے مقدار ارش کے شریک کیے جاوینگے اور وارثان ثانی بقدر دیت کے شریک کیے جاوین گے حتی کہ اگر اسکی قیمت ہزار درم ہو اور آنکھ کا ارش پانسو درم ہو تو غلام دونون مین انتالیس حصون پر تقسیم ہوگا۔ اسیطرح اگر وہ شخص جسنے غلام کی آنکھ پھوڑی تھی غلام ہو اور اس جرم مین دیا گیا تو وارثان اول اس غلام مدفوع[1] کے حقدار ہونگے پھر غلام مجرم مین دوسرے مقتول کے وارثون کے ساتھ بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے لیکن انکی مقدار دیت مین سے اسقدر حصہ جسقدر غلام مدفوع کی قیمت ہے کم کر دیا جائے گا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام مجرم نے کچھ کمایا یا مجرمہ باندی کے بچہ ہوا اور مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو کمائی یا بچہ کو نہ دیگا یہ حاوی مین ہے۔ فرمایا کہ اگر غلام نے جنایت کی پھر اُسمین آسمانی آفت سے عیب پیدا ہوگیا تو مولے کو اختیار دیا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اس عیب کی وجہ سے اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُسکو مولی نے کسی کام کے واسطے بھیجا یا کچھ خدمت لی اور وہ مر گیا یا نقصان آگیا تو جو کچھ اس وجہ سے اُسکو لاحق ہوا اُسکا مولی ضامن نہوگا اور اگر اُسکے جنایت کرنیکے بعد مولی نے اُسکو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکی گردن کو قرضہ نے گھیر لیا تو مولی اُسکی قیمت کا اہل جنایت کیواسطے ضامن ہوگا اور ارش کا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک غلام کو تجارت کی اجازت دیگئی پھر اُسپر ہزار درم قرضہ ہوگیا پھر اُسنے خطا سے کوئی جنایت کی پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر مولی آگاہ ہو تو اصحاب جنایت کے واسطے اُسپر ارش واجب ہوگا اور قرضخواہون کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قرضہ و جنایت دونون سے آگاہ نہو تو اُسپر دو قیمتین واجب ہونگی ایک قیمت اولیاء جنایت کیواسطے اور ایک قیمت قرضخواہون کے واسطے پھر واضح ہو کہ اصحاب جنایت کو قیمت جبھی دیگا کہ جب ارش سے قیمت کم ہو اور اگر ارش کم ہو تو ارش دیکر چھوٹ جائیگا بخلاف اسکے اگر مولی نے اُسکو آزاد نہ کیا تو غلام مذکور کو اولیاء جنایت کو دیدے گا پھر اُنکو اختیار دیا جائیگا چاہین قرضخواہون کو غلام دیدین یا قرضہ ادا کر دین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے خطا سے ایسے غلام کو قتل کیا تو فقط ایک قیمت مالک کو دیگا پھر یہ قیمت مولی قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہے۔ غلام ماذون نے اگر جنایت کی تو مولی کو اُس کے دینے اور اُس کے فدیہ دینے مین اختیار دیا جائے گا پس اگر اُسکو جنایت مین دیدیا تو وہ قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن[2] بعد قرضہ دینے کے بچ رہا تو وہ اصحاب جنایت کو ملے گا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قرضہ سے اُسکا ثمن کم پڑا تو قرضخواہون کو مولے یا کسی سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہانتک کہ غلام خود آزاد کیا جاوے تب اُسکے دامنگیر ہو کر باقی قرضہ وصول کرینگے اور مشائخ رح نے فرمایا ہے کہ اگر مولے نے غلام مذکور بدون حکم قاضی اولیاء جنایت کو دیدیا تو

---

[1] غلام مدفوع یعنی جو جرم کے معاوضہ مین دیا گیا ۱۲ [2] قیمت مال مبیعہ کو کہتے ہین ۱۲

قرضخواہون کے واسطے قیاساً اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے قرضخواہون کو غلام دیدیا کہ باہم بانٹ لیں پس اگر جنایت سے آگاہ ہو تو مختار جنایت ہو جائیگا اور اُسپر ارش جنایت لازم ہوگا اور اگر آگاہ نہ ہو تو اُسپر قیمت غلام لازم ہوگی۔ اور اگر قاضی نے اُسکو قرضہ کیواسطے بوجہ گواہ قائم ہونیکے فروخت کر دیا اور اُسکو جنایت کا حال معلوم نہ تھا پھر ولی جنایت حاضر ہوا اور ثمن مین قرضہ دیکہ کچھ نہین بچتا ہے تو ولی جنایت کا حق ساقط ہو گیا یہ حاوی مین ہے۔ غلام مرہون نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مرہون کی قیمت قرضہ کے برابر ہے تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اسکا فدیہ دیدے اور یہ اختیار نہوگا کہ مجرم غلام کو دیدے اور اگر اُسنے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ جنایت مین اُس غلام کو دیدے اور اگر اُس نے آزاد کر دیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایسے غلام کو جس نے جنایت کی ہے مولے نے فروخت کیا یا آزاد کیا یا مدبر یا مکاتب کر دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اُس نے جنایت کی ہے تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر جنایت سے آگاہ نہو تو مختار فدیہ نہوگا اور اُسکی قیمت و مقدار ارش دونون مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور ہبہ کرنے[عه] اور باندی کا اُم الولد بنانے مین بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر باندی نے جنایت کی اور مولی نے کہا کہ مین نے اسکو جنایت کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تھا یا مدبر کر دیا تھا یا میری اُم ولد تھی تو اولیاء جنایت کے حق مین اس کی تصدیق نہوگی اور وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسنے یہ بات کہی ہو اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے سے پہلے ایسا کیا تو اُسپر قیمت[۱۲] واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اُسکو بیع کیواسطے پیش کیا یا اجارہ پر دیا یا رہن کیا تو فدیہ کا اختیار کرنیوالا نہو جائیگا اور اگر بطور بیع فاسد کے فروخت کیا تو بھی مختار فدیہ نہو جائے گا تاوقتیکہ سپرد نکرے اور اگر بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا تو فقط عقد کتابت سے فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہو جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسکو قطعی[عه] بیع کرکے فروخت کیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو بائع فدیہ دینے کا اختیار کرنیوالا ہو گیا اسیطرح اگر فروخت کیا اور بیع مین مشتری کا خیار ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر خیار بائع کیواسطے ہو اور اُسنے بیع توڑ دی حالانکہ وہ حال جنایت سے آگاہ ہے یا نہین ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا اور اُس سے کہا جائیگا کہ اِس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر اُسکو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا حالانکہ اُسکو جنایت کے حال سے آگاہی نہین ہے اور ہنوز جنایت کے مقدمہ مین اُسکے ساتھ خصومت نہین کی گئی تھی کہ وہ غلام بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بخیار رویت یا بخیار شرط اُسکو واپس دیا گیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ چاہے اِس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اُسپر ارش لازم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ املاء مین امام محمدرح سے روایت ہے کہ اگر غلام نے اُسکے قبضہ مین جنایت کی اور وہ مبیع ہے پس اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا نہین ہے یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدرح کا قول ہے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر

عه یعنی جس بیع کا اقالہ و فسخ نہو سکے بلکہ وہ لازمی ہو ۱۲ عه یعنی اِس سے وطی کی کہ اُسکے پیٹ ہے اور بچہ جنی ۱۲

عه یعنی اگر مجرمہ باندی کو ام ولد بنایا تو اُسنے فدیہ اختیار کیا اگر اُسکی جنایت سے آگاہ ہو گا ۱۲

غلام نے دو جنایتیں کیں پھر ایک کا حال معلوم ہوا اور دوسری جنایت کا حال نہ معلوم ہوا پھر مولی نے اُسکو فروخت کیا یا آزاد کیا یا اسکے مثل کوئی تصرف کیا تو جس جنایت کا حال معلوم ہو چکا ہے اُس کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہو جائیگا اور جسکا حال نہیں معلوم ہوا ہے اُسکے واسطے غلام کی قیمت میں سے بقدر اُسکے حصہ کے مولی کے ذمہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مولی اپنے تصرف سے اُسکا حق تلف کرنے والا ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مجرم کوئی باندی ہو اور مولی نے اُس سے وطی کی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا الا اُس صورت میں کہ اُسکے حمل رہگیا یا وہ باکرہ تھی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مولے نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ اختیار فدیہ نہیں ہے یہ حاوی میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر مولی نے غلام مجرم کو باوجود جنایت سے آگاہی کے یا بدون آگاہی جنایت کے اُسی شخص کو جسپر اُسنے جنایت کی ہے ہبہ کیا تو پھر مولی پر کچھ واجب نرہیگا اور اگر اُسکے ہاتھ فروخت کیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود فروخت کیا تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بغیر آگاہی کے فروخت کیا تو غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکو مکاتب کردیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہے پھر وہ عاجز ہوگیا پس اگر عاجز ہونے سے پہلے مقدمہ جنایت میں خصومت کی گئی ہے اور قاضی نے دیت کا حکم دیدیا ہے پھر وہ عاجز ہوگیا تو حکم قضا دور ہوگا یعنی دیت واجب ہوگی اور اگر مقدمہ جنایت کی نالش ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے فدیہ دیدے یا غلام کو دیدے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو غلاموں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولی نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کردیا تو پوری دیت کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ نصف دیت کا اختیار کرنیوالا ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولی نے اُسکو فروخت کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ نہیں ہے پھر اُسکو خرید لیا پھر فروخت کیا درحالیکہ اُسکی جنایت سے آگاہ ہوگیا تھا تو پہلی بیع کی وجہ سے اُسپر قیمت واجب ہوگی اور یہ نہوگا کہ دوسری بیع کے موافق اُسپر دیت واجب ہو۔ اور اگر بیع اول کے بعد اُسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا ہو پھر اُس نے جنایت سے آگاہ ہوکر اُسکو فروخت کیا تو اُسنے فدیہ اختیار کیا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کیا اور وہ جنایت سے آگاہ نہ تھا پھر عاجز ہوگیا پھر مولے نے اُسکو باوجود جنایت آگاہ ہونیکے فروخت کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو جنایت سے بے علمی کی حالت میں ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کیا پھر اُسکو فروخت کیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہوگیا تھا تو بھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید کے قبضہ میں ایک غلام نے جنایت کی اور ولی جنایت نے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور زید نے کہا کہ یہ میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے یا عاریت ہے یا بطور اجارہ کے ہے یا رہن ہے پس اگر زید نے اس امر کے گواہ قائم کیے تو اس مقدمہ میں تاخیر کیجائیگی یہانتک کہ عمرو حاضر ہو۔ اور اگر زید نے گواہ قائم نہ کیے تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دیا پھر عمرو حاضر ہوا تو مفت اپنا غلام لے لیگا اور اگر اُسنے دیدیا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اسی کو برقرار رکھے اور چاہے غلام کو لیکر اُسکا ارش دیدے پس اگر اُسنے زید کے دیدینے کو برقرار رکھا تو گویا اُسنے ابتدا سے خود دینا اختیار کیا ہے اور اگر ارش دینا اختیار کیا تو غلام کو لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے اقرار کیا کہ اپنا غلام ہے

انکار کیا تو زید نے اسکی بابت جو کچھ کیا ہے وہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے
شخص کا ہے تو یہ بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ پہلے جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا دوم یہ کہ پہلے غیر کے
ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا اور ہر قسم مین ضرور ہے کہ یا تو یہ بات معروف ہوگی کہ یہ غلام فلان مقرلہ کا ہے یا مجہول ہوگی
پس اگر جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا اور غیر کی ملک اس غلام مین معروف ہے پس اگر مقرلہ نے ملک
اور جنایت مین دونون مین اسکے قول کی تصدیق کی تو مقرلہ سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے
اور اگر دونون باتون مین سے اسنے تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر ملک مین
اسکی تصدیق کی اور جنایت مین تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر پہلے غیر کی ملک
ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقرلہ[1] نے جسکی ملک اس غلام مین معروف ہے۔ دونون باتون مین اسکے قول
کی تصدیق کی تو خصم اس مقدمہ مین وہی مقرلہ ہوگا اور اگر دونون باتون مین مقر کی تکذیب کی تو مقر خود ہی خصم ہوگا
اور اگر اقرار ملک کی تصدیق اور جنایت کی تکذیب کی تو جنایت ہدر ہوگی اسی طرح اگر غلام مجہول ہو یہ معلوم نہو
کہ وہ مقر کا ہے یا غیر کا ہے پس مقر نے جنایت کا پھر غیر کی ملک ہونیکا اقرار کیا یا غیر کی ملک ہونیکا پھر جنایت کا
اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ زید کے قبضہ مین ایک غلام ہے یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ زید کا ہے
یا غیر کا ہے اور زید نے یہ دعوی نہین کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور نیز غلام کی طرف سے بھی کوئی اقرار نہین سنا گیا
کہ مین قابض یعنے زید کی ملک ہون لیکن وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر اس غلام نے جنایت کی اور
یہ امر گواہون سے یا زید کے اقرار سے ثابت ہوگیا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور عمرو نے اسکے
قول کی تصدیق کی مگر جنایت سے تکذیب کی پس اگر جنایت گواہون سے ثابت ہوگئی ہو تو عمرو سے کہا جائیگا
کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر جنایت کا ثبوت باقرار زید ہو تو عمرو اپنا غلام لے لیگا اور جنایت
باطل ہوگی اور زید پر جنایت کی بابت کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور
مولی نے کہا کہ مین نے جنایت سے پہلے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلان شخص نے اسکے قول کی
تصدیق کی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر فلان شخص نے اسکی تکذیب کی تو
مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولی نے اس شخص کو جس پر غلام نے
جنایت کی ہے حکم دیا کہ میرے اس غلام کو آزاد کردے اسنے آزاد کر دیا تو مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوگیا بشرطیکہ
جنایت سے آگاہ ہو یہ کافی مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ اگر مولے نے ولی جنایت کی اجازت سے غلام مجرم کو
آزاد کیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہے اور اسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولی نے غلام مجرم کو قتل کیا خواہ
عمداً یا خطائً حالانکہ اسکو غلام کی جنایت کرنے کا حال نہین معلوم ہے تو اسپر غلام کی قیمت فی الحال اپنے مال سے دینی واجب
ہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اس غلام مجرم کو مارا کہ جس سے چوٹ کا اثر اسمین آیا اور اسمین نقصان پیدا ہوگیا

[1] وہ شخص جس کے واسطے اقرار کرنے والے نے اقرار کیا ہے ۱۲

حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر ارش جنایت اور اُسکی قیمت میں سے جو مقدار کم ہو وہ واجب ہوگی لیکن اگر ولی جنایت اُسکے ناقص لینے پر راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے اور مولی پر ضمان نہوگی اور اگر مولی نے اُسکی آنکھ میں مارا جس سے اُسکی آنکھ سپید ہوگئی حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے پھر مقدمہ جنایت کی نالش سے پہلے اُسکی آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو اُسکو غلام دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر آنکھ سپید ہونیکی حالت میں نالش ہوگئی اور قاضی نے مولی پر دیت کا حکم دیدیا پھر سپیدی جاتی رہی تو حکم قاضی رد نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک باندی نے عمداً ایک شخص کو قتل کر ڈالا اور اُسکے دو ولی ہیں پھر مولی نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ باندی مذکور کے بچہ پر صلح کی تو دوسرے کے حق میں دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا اُسکو نصف دیت دیگا اور کتاب الدرر میں لکھا ہے کہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے تنہائی باندی پر صلح کی تو باقی میں اُسکو خیار[1] ہوگا چاہے باندی دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جامع دوار میں ہے کہ اُسکو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ املا میں لکھا ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُسنے کوئی جنایت کی پھر دونوں مولاؤں میں سے ایک نے دوسرے پر گواہی دی کہ اُسنے اسکو آزاد کردیا ہے تو اُسکی گواہی دوسرے پر جائز نہوگی اور جب اُسنے ایسی گواہی دی تو وہ مانع ہوا پس اُسپر نصف دیت لازم ہوگی اور دوسرے پر نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور نیز املا میں ہے کہ ایک غلام خریدا یا میراث پایا پھر اُسنے جنایت کی اور مولی نے اُسکی جنایت کے بعد زعم کیا کہ جسنے میرے ہاتھ بیچا تھا اُس نے بیع سے پہلے اسکو آزاد کردیا ہے یا یہ زعم کیا کہ اُسکے باپ نے اُسکو آزاد کردیا ہے تو وہ اس اقرار سے مانع و فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے جنایت کی مگر قتل نفس سے کم ہے پھر مولی نے مجروح[2] کے اچھے ہونے سے پہلے اُس غلام کو جنایت سے آگاہ ہوکر آزاد کردیا پھر وہ جراحت پھوٹ گئی حتے کہ مجروح مرگیا تو مختار فدیہ ہوا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر غلام نے کسی کو مجروح کیا اور مولی نے بحکم قاضی اُسکا ارش دیدیا پھر زخم پھوٹ گیا حتی کہ مجروح ہوگیا تو استحساناً مولے کو از سر نو خیار حاصل ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے پھر امام ابو یوسفؒ نے استحسان سے رجوع کیا اور قیاس کو اختیار کیا اور امام محمدؒ نے استحسان ہی کو لیا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے دو صورتوں کہ بغیر حکم قاضی ارش دیا اور دو صورتیکہ بحکم قاضی ارش دیا ہے دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر اُسنے بحکم قاضی ارش دیا پھر مجروح مرگیا تو اُسکو از سر نو خیار ہوگا بخلاف اسکے اگر بغیر حکم قاضی دیا ہے تو اُسکی طرف سے بخوشی دیت کا اختیار کرنا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو عمرو کو قتل کرے یا تیر مارے یا تیغ سے زخمی کرے تو تو آزاد ہے پس اُسنے ان میں سے کوئی فعل کیا تو مولے اُسکے فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے اور اگر غلام کی جنایت ایسی ہو جس سے قصاص لازم آتا ہے مثلاً اُس سے کہا کہ اگر تو عمرو کو تلوار سے مار ڈالے تو تو آزاد ہے تو مولی پر نہ قیمت اور نہ دیت کچھ واجب نہوگی یہ کافی میں ہے۔ ایک غلام نے جنایت کی اور مولی کے بیٹے نے زعم کیا کہ وہ آزاد ہے پھر مولے مرگیا اور یہ بیٹا اُسکا وارث ہوا تو اُسکے اقرار پر یہ غلام آزاد ہوگا اور بیٹے[؟] پر اجرار علی ما اصطلحوا القوم ملکہم [؟]

[1] یعنی اختیار ہوگا دونوں باتوں میں سے ایک کے قبول کرنے کا ۱۲ [2] خستہ زخم رسیدہ ۱۲ [3] مشتری کے باپ نے ۱۲

اس بیٹے وارث پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک حاملہ باندی نے جنایت کی اور جو کچھ اس کے
پیٹ میں ہے مولی نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اگرچہ صاحب جنایت
اُسکے وضع حمل سے پہلے آیا یا پیچھے آیا ہو اور اگر جنایت سے آگاہ نہو اور صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے حاضر ہو
تو اسکو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اُسکی قیمت بر تقدیر حاملہ ہونیکے لے اور چاہے تو حاملہ مذکورہ کو جنایت میں لے
پس وہ حاملہ اُسکی ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد آیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو دیدے
یا اسکا فدیہ دیدے اور ولی جنایت کو بچہ کے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ نوادر ابی سلیمان میں ہے کہا امام
ابو یوسف رحنے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کردیا پھر اُسنے کوئی جنایت کی اور
مولی نے باندی کو جنایت میں دیدیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک باندی فروخت کی اور وہ مشتری کے پاس چھ مہینے سے
کم میں بچہ جنی پھر بچہ نے کوئی جنایت کی پھر بائع نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اُسپر اولیاء جنایت
کے واسطے دیت واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے
اُس کے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ نے جنایت کی پھر دونوں شخصوں میں سے ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ
جنایت سے واقف ہے تو امام ابو یوسف رحنے فرمایا کہ اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر واقف نہو تو اُسپر قیمت واجب ہوگی
یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مولے نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر
مولے نے اسی جنایت کرنیوالے کو آزادی کے واسطے معین کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر دوسرے کو
معین کیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ کافی میں ہے اور اگر مولی کے
مبہم آزاد کرنے کے بعد دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی پھر مولے نے بیان میں ایک کو معین کیا تو اُسپر اُسکی قیمت
و مقدار دیت دونوں میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی اور دوسرا اُسکی ملک ہے سو اُسکی نسبت کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا
اُسکا فدیہ و دیت دیدے اور ایسی صورت میں بیان سے یعنے کسکو آزاد کیا ہے معین کرے فدیہ کا اختیار کرنے والا
نہو جائیگا اسی طرح اگر ایک نے قتل نفس کیا اور دوسرے نے اس سے کم مثلاً ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی حکم مختلف نہوگا
یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنی صحت میں اپنے دو غلاموں سے جنمیں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے کہا
کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر بیان و تعین سے پہلے
مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کریگا اور ولی جنایت کے
واسطے مال مولی میں سے جنایت کنندہ کی قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسکی قیمت ارش سے کم ہو اور اُسکا اعتبار
مولے کے پورے مال سے ہوگا اور مولے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائے گا۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک
آدمی کو خطا سے قتل کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ہر ایک غلام اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا اور

سعی ۱؎ یعنی مشقت کرکے استقدر مال حاصل کرے کہ اُسکی نصف قیمت برابر ہو جائے پس اُسکو ادا کرکے آزاد ہوگا ۱۲ منہ ۲؎ یعنی مجلس قاضی میں
نالش کے واسطے ۱۲ منہ ۳؎ کیونکہ حق اُسکا حاملہ ہونیکی حالت میں متعلق ہوا ہے ۱۲ ۴؎ یعنی حاملہ باندی کی کیا قیمت ہے جو تجویز ہو وہ لے ۱۲

ہر مقتول کے ولی کے واسطے مال مولی میں سے اپنے مجرم کی قیمت واجب ہوگی اور مولے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا - اور اگر دونوں میں سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر مولے نے اپنی صحت میں جنایت سے آگاہ ہو کر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مولی مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت[1] کریگا اور جنایت کنندہ کے بارہ میں مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا پس بقدر اُسکی قیمت کے مولی کے تمام مال سے لیجائیگی اور قیمت سے زیادہ پوری دیت تک جسقدر باقی رہے وہ تہائی مال سے معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہے ہر ایک سعایت کریگا اور مولے دونوں کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوا لیکن مولی کے مال میں دیت واحدہ واجب ہوگی پس پوری قیمت ایک غلام کی مولی کے پورے مال سے واجب ہوگی اور قیمت سے زائد پوری دیت تک ایک دیت[12] تہائی مال سے اعتبار کیجائیگی پھر جسقدر پورے مال سے اور جسقدر تہائی مال سے واجب ہوا یہ سب دونوں جنایتوں کے وارثوں کو نصفا نصف ملیگا اسواسطے کہ کوئی ولی جنایت بہ نسبت دوسرے کے ترجیح نہیں رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔ زید کے دو غلام بنام سالم و غانم ہیں پس مولی کی صحت میں سالم نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مولی نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر غلام نے صحت مولی میں قبل مولے کے بیان و تعیین کرنے کے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا پھر مولے پر سالم کے مقتول کی دیت لازم آویگی لیکن بقدر قیمت سالم کے مولے کے تمام مال سے واجب ہوگی اور باقی یعنے قیمت سے زائد پوری دیت تک جسقدر رہے وہ تہائی مال سے واجب ہوگا اور مولے پر غانم کے مقتول کی دیت لازم نہوگی بلکہ غانم کی قیمت واجب ہوگی اور یہ اُسکے پورے مال سے دلائی جاویگی۔ اور اگر مولے نہیں مرا بلکہ مولے نے بیان کیا کہ سالم مراد ہے یعنی سالم کو میں نے آزاد کیا ہے تو مقتول سالم کی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر غانم کا عتق بیان کیا تو پھر غانم کی قیمت لازم آویگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام نے کوئی جنایت کی پھر مولے نے اپنے مرض میں اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ وہ اُسکی جنایت کو جانتا تھا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث یا وصی نے اُسکو آزاد کر دیا تو پھر دیت واجب ہوگی جسمیں سے بقدر قیمت غلام کے مولے کے تمام مال سے دیجائیگی اور قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ تہائی مال سے دلائی جائیگی۔ اور اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم نہو تو اُسکی قیمت میت کے مال سے دلائی جائیگی یہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام زفر رح کا ہے ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رح نے عیون میں ذکر کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر جنایت کرنے سے پہلے مولے نے اُسکے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر مولے کے مرنے کے بعد اُس نے جنایت کی پھر وصی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف تھا تو وصی اس جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو وصی غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے ایسی جنایت کی جسکا ارش ایک درہم ہے پھر میت کی موت کے بعد وارثوں نے کہا

---

[1] سعایت اور سعی کے ایک ہی معنی ہیں یعنے مشقت کر کے مال حاصل کرنا ۱۲

کہ ہم اُسکا فدیہ ندینگے تو انکو یہ اختیار ہی اور جب اُنھوں نے فدیہ ندیا تو جنایت مین وہ غلام دیا جائیگا اور وصیت
باطل ہوجائیگی الا اُس صورت مین باطل نہوگی کہ جب غلام خود اِس ارش کو ایسے مال سے جو اُسنے کمایا نہین ہی ادا
کردے مثلاً کسی شخص سے کہے کہ تو میری طرف سے ایک درم ادا کردے اور اُسنے ادا کیا تو صحیح ہی اور یہ درم اُس
غلام کی گردن پر قرضہ ہوجائیگا کہ بعد آزادی کے اُس سے اس درم کا مطالبہ کیا جاسکتا ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی
اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرا غلام آزاد کردے پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر وکیل نے باوجود
جنایت کے حال سے واقف ہونے کے آزاد کردیا تو مولی اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ وہ جنایت سے آگاہ
نہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے اس غلام کو مکاتب کردے پھر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل
کرڈالا پھر وکیل نے اُسکو مکاتب کردیا خواہ وہ غلام کی جنایت کرنے سے آگاہ تھا یا نہ تھا تو موے پر اُسکی قیمت واجب
ہوگی نہ دیت یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے مولاے غلام کو آگاہ کردیا پھر مولی نے
اُسکو آزاد کیا اور کہا کہ مین نے اُسکی خبر کی تصدیق نہین کی تھی تو موے اسکے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اسیطرح اگر
ولی جنایت کے ایلچی نے مولی کو اس سے آگاہ کیا ہو خواہ فاسق ہو یا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مولی کو کسی اجنبی نے
اسکی خبر دی ہو پس اگر موے نے اس اجنبی کی خبر کی تصدیق کرکے پھر اُسکو آزاد کردیا تو بھی وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا
ہوجائیگا اور اگر اُسکی تکذیب کی یا نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی یہانتک کہ غلام کو آزاد کیا پس اگر خبر دینے والا عادل ہو تو بھی
یہی حکم ہی اور اگر فاسق ہو تو امام اعظم رح کے قول پر فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا ولیکن اُسپر غلام کی قیمت
واجب ہوگی کیونکہ اُسنے غلام کو گویا تلف کردیا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ فدیہ کا اختیار کرنے
والا ہوجائیگا۔ اور اگر اُسکو دو فاسقون نے خبر دی تو دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق اسمین بھی یہی حکم
ہی اور دوسری روایت کے موافق وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر موے کو خود
اُسکے غلام نے اپنی جنایت کرنے کی خبر دی پھر موے نے اُسکو آزاد کردیا اور کہا کہ مین نے اُسکے قول کی تصدیق نہین کی
تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا جبتک اُسکو مرد آزاد عادل خبر نہ دے اور صاحبین رح کے نزدیک دیت کا ضامن
ہوگا اگرچہ مخبر فاسق یا غلام یا کافر ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ابن سماعہ نے رقیات مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد بن الحسن رح کو لکھا کہ
ایک غلام نے ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین کہ انمین سے ایک غائب ہی پھر حاضر نے نالش کی تو کیونکر حاکم
کو چاہیے کہ مولاے غلام کو اختیار دے تو امام محمد رح نے جواب مین لکھا کہ جو وارث حاضر ہو وہی خصم ہوگا اور موے
جو کچھ اختیار کرے وہ اُسپر پورے کے واسطے واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول
کے دو ولی ہین پھر موے نے بحکم قاضی غلام مجرم دونون مین سے ایک کو دیدیا پھر غلام مذکور نے اُسکے پاس دوسرے
آدمی کو قتل کیا پھر پہلے جنایت کا شریک اور دوسرے مقتول کا ولی دونون حاضر ہوے تو پہلے مدفوع الیہ سے
کہا جائیگا کہ تو نصف غلام اپنے حصہ کا اس دوسرے مقتول کے ولی کو دیدے یا نصف دیت فدیہ دے پس اگر

ل یعنی اُسکی آزادی کو مال معین کی ادائی پر معلق کرے کہ اسقدر مال ادا کردے تو تو آزاد ہی ۱۲ ع یعنی جسکو غلام دیا گیا تھا ۱۲

اُسنے نصف غلام دیدیا تو نصف دیت سے بری ہوگیا اور نصف ثانی مولی کو واپس دیگا پھر موسے سے کہا جائیگا کہ جسکو
دیدے یا اسکا فدیہ دس ہزار درم دے کہ پانچ ہزار درم دوسرے مقتول کے ولی کو اور پانچ ہزار درم ولی اول
کو جسنے کچھ نہین لیا ہی دیدے پس اگر اُسنے غلام دیدیا تو ہر ایک دونون مین سے اسمین شریک کیا جاویگا اور یہ ولی
جسکے قبضہ مین دوسری جنایت واقع ہوئی ہی اُس کی چوتھائی قیمت مولی کو دیگا اور مولی اسکو اوسط کو دیدیگا
اور جب تک مولی اس چوتھائی قیمت کو اول سے نہ وصول پاویگا تب تک اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا
اور اگر مولی نے دونون مین سے ایک ولی جنایت کو وہ غلام مجرم بغیر حکم قاضی دیدیا تو اوسط کو اختیار ہوگا چاہے
مولی سے اس چوتھائی قیمت کی ضمان لے بدین وجہ کہ اُسنے بدون حکم قاضی اُسکے شریک کو دیا ہی اور چاہے اپنے شریک
سے ضمان لے پس اگر اُسنے مولی سے ضمان لی تو مولی اسکو اول مدفوع الیہ سے واپس لے گا۔ اور اگر غلام نے
دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے ایک کے ولی کو وہ غلام بدون حکم قاضی دیدیا پھر غلام نے اُسکے پاس
ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے دینا اختیار کیا تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ نصف غلام
دوسرے کو دیدے اور باقی نصف مولی کو واپس دیگا پھر مولی اُسکو اوسط و آخر کو دیدیگا کہ اوسط اسمین بحساب دس ہزار درم
کے اور آخر بحساب پانچہزار درم کے شریک کیے جاوینگے پس یہ نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی
اوسط کا اور ایک تہائی آخر کا ہوگا پھر موسے غلام کی قیمت کا چھٹا حصہ اوسط کو دیگا اور یہ وہ ہی جو اس نصف مین سے
ولی جنایت اخیرہ کو دیا گیا ہی اور اسکو اول جسکے پاس غلام تھا واپس لیگا اور اوسط کو اختیار ہی چاہے وہ چھٹا حصہ تاوان لے
جو اُسکے قبضہ مین تھا ایسا ہی ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہین اور میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ اسکو اس امر کا اختیار اس صورت
مین نہین ہی اور نہ صورت اول مین ہی۔ اور اگر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دیا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہی لیکن مولی اس صورت مین
اوسط کیواسطے کچھ ضامن نہوگا مگر مدفوع الیہ اول سے چھٹا حصہ قیمت لیکر اوسط کو دیدیگا اور بنابر قول مشائخ عراقین
کے خود اوسط اس چھٹے حصہ قیمت کو مدفوع الیہ اول سے واپس لیگا اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے
کی آنکھ پھوڑی پھر مولی نے اسکو اس شخص کو جسکی آنکھ پھوڑی ہی دیدیا اور غلام نے اُسکے پاس دوسرے کو قتل کیا پھر سب
جمع ہوے اور سب نے غلام کو دینا اختیار کیا تو آنکھ کا حقدار اسکا تہائی دوسرے آخر کو دیدے گا اور دو تہائی موسے
کو واپس دیگا پھر موسے اسکو دونون مقتولون کے وارثون کو دیدیگا کہ اسمین اول کا ولی بحساب دس ہزار درم کے اور
آخر کا ولی بحساب دو تہائی دیت کے شریک کیا جائیگا پس اسقدر غلام دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے
اول والے کو اور دو حصے اخیر والے کو ملین گے پھر اول کیواسطے موسے اُس غلام کی دو تہائی قیمت کے سولہ جزو دو تہائی
جزو مین چھ جزو و دو تہائی جزو کا ضامن ہوگا اور اسکا حاصل یہ ہی کہ اُسکی دو تہائی قیمت مین سے دو پانچوین حصے کا ضامن
ہوگا یہ اسکا بدل ہی جو اخیر مقتول کے وارث کو اس دو تہائی مین سے دیا گیا ہی اور پھر اسکو مولی اُس شخص سے جس کی
آنکھ پھوڑی گئی ہی واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام پر قتل خطا کے گواہ قائم ہوے اور موسے نے اُسپر

۱؎ مدفوع الیہ وہ شخص جس کو غلام وغیرہ دیا گیا تھا ۱۲ منہ ؎ یعنے نصف پورے غلام کا ۱۲ منہ ؎ یعنے مدفوع الیہ اول ۱۲

دوسرے شخص کے قتل کا اقرار کیا تو مولی اُسکو دونوں کو نصفا نصف دیگا پھر اول کیواسطے اُسکی نصف قیمت کا
ضامن ہوگا اور اگر اُسنے تیسرے کے قتل کا اقرار غلام کی نسبت کیا تو سب کو تین تہائی دیدے گا پھر اول کیواسطے اُسکی
دو تہائی قیمت کا اور دوسرے کیواسطے چھٹا حصہ قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر زید کا غلام ہے
اور عمرو نے اقرار کیا کہ اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کیا ہے پھر خطا سے اِس غلام نے عمرو کے کسی مورث کو قتل کیا تو اُسکو
کچھ نہ ملیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے اقرار کیا کہ یہ غلام آزاد ہے تو مسئلہ میں تین
صورتیں ہیں یا تو ولی جنایت نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام اصلی آزاد ہے یا اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے یا اقرار کیا کہ مولی نے اُسکو آزاد کر دیا ہے
پس اگر اقرار کیا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو ولی جنایت کی ضمان کسی پر نہوگی نہ غلام پر اور نہ مولی پر اسی طرح اگر اقرار
کیا کہ وہ آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اقرار کیا کہ مولی نے اُسکو آزاد کردیا ہے پس اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے
اُسکو آزاد کر دیا ہے تو اُسکا وہی حکم ہے جو اصلی آزاد ہونیکے اقرار کا ہے۔ اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت کے بعد اُسکو
آزاد کر دیا ہے تو غلام کے برا‌ءت کا اقرار کیا اور مولی پر فدیہ کا دعوی کیا اگر یہ اقرار کیا کہ مولے نے جنایت سے آگاہ
ہو کر آزاد کیا ہے یا مولے پر ضمان قیمت کا دعوی کیا اگر بدون آگاہی کے آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے مگر مولی نے جو کچھ اُسپر
ضمان قیمت یا فدیہ کا دعوے کرتا ہے اُس سے انکار کیا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر گواہ[ع]
لانے واجب ہیں۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غلام دینے سے پہلے ولی جنایت نے ایسا اقرار کیا اور اگر مولی نے اُسکو غلام
دیدیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ یہ اصلی آزاد ہے یا یہ آزاد ہے تو مولی وغلام کسی پر اُسکی کوئی راہ نہیں ہے لیکن غلام آزاد
ہو جائیگا اور غلام کی ولاء کسی کی نہوگی اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کیا ہے تو اُسکی آزادی کا حکم
دیا جائیگا اور اُس کی ولاء موقوف رہیگی یہ محیط میں ہے اور غلام جنایت کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے خواہ ماذون
ہو یا مجحور ہو اور بعد عتق[ل] کے اپنے اس اقرار پر ماخوذ نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر غلام نے آزاد ہو جانے کے بعد
اقرار کیا کہ میں نے اپنی رقیت کی حالت میں عمداً یا خطاءً جنایت کی تھی تو اُسپر کچھ وجب نہوگا لیکن عمداً قتل
کرنیکے اقرار میں قصاص ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام نے خطا سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا
اور وہ اچھا ہوگیا پھر مولے نے اُسکو بسبب جنایت کے دیدیا پھر وہ زخم پھوٹ نکلا اور مجروح اس سے مرگیا
اور وہ غلام موجود ہے تو وہ مجروح میت کے وارثوں کا ہوگا اور اگر مولے نے اُسکو ہاتھ کی پوری دیت پانچہزار درم
فدیہ دیکر اختیار کیا ہو پھر غلام مذکور کو آزاد کر دیا پھر مجروح کا زخم پھوٹا اور وہ مرگیا تو فرمایا کہ وہ غلام کی قیمت دیگا
اگرچہ سو درم ہوں اور فدیہ کے پانچہزار درم واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام آزاد کیا گیا پس اُس نے ایک شخص
سے کہا کہ میں نے خطا سے تیرے بھائی کو جس حالت میں میں غلام تھا قتل کیا تھا اور اس شخص نے کہا کہ تو نے اُسکو
اپنے آزاد ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُسنے بعد آزادی کے اپنے مولی
سے کہا کہ میں نے رقیت کی حالت میں تیرا مال لے لیا ہے یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مولی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے

[ل] یعنے بعد آزاد ہونیکے ۱۲ [ع] یعنے ثبوت دعوی کے واسطے مترجم ۱۲

بعد آزادی کے ایسا کیا ہے تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے باندی کو آزاد ہونے کیا پھر اس سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے درحالیکہ تو میری باندی تھی اور باندی نے کہا کہ تو نے میرے آزاد ہونیکی حالت میں میرا ہاتھ کاٹا ہے تو باندی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو چیز اُس سے لے لی ہو اُسکے بارے میں بھی ایسے اختلاف کی صورت میں یہی حکم ہے سوائے جماع کے یا کمائی کے کہ اسمیں استحساناً مولے کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کچھ ضامن نہوگا الا ایسی چیز کا جو بال عین ہو کہ اسمیں یہ حکم دیا جائیگا کہ باندی کو واپس کرے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کہا کہ میں نے تیرے خریدنے سے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مشتری نے کہا کہ تو نے میرے خریدنے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر غلام نے کسی شخص کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور اس جرم میں خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اسکو دیدیا گیا پھر اُسنے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ ہاتھ کے زخم کی وجہ سے مر گیا تو یہ غلام جنایت کے مصالحہ میں قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے آزاد نہ کیا ہو تو مولی کو واپس ملیگا پھر وارثان مقتول سے کہا جائیگا کہ چاہو اسکو قتل کردو یا اسکو عفو کر دو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہیں پس دونوں میں سے ایک نے اسکو عفو کر دیا تو مولے سے کہا جائیگا کہ جس نے معاف نہیں کیا ہے اُسکو نصف غلام دیدے یا نصف دیت فدیہ دے اور عفو کرنے والے کا کچھ استحقاق نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام نے دو آدمیوں کو قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو دو ولی ہیں پھر ہر ایک کے دو وارثوں میں سے ایک نے معاف کیا تو باقی دونوں کو مولے نصف غلام دیگا یا دس ہزار درم فدیہ دیگا اور اگر غلام نے ایک کو عمداً اور دوسرے کو خطا سے قتل کیا ہو اور عمداً مقتول کے دونوں وارثوں میں سے ایک نے عفو کیا پس اگر مولے اُسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیگا جسمیں سے دس ہزار درم وارثان مقتول بخطا کو اور پانچہزار درم دوسرے وارث مقتول بعمد کو دیگا۔ اور اگر اُسنے غلام دیا تو تین تہائی دونوں کو دیگا یعنے دو تہائی وارثان مقتول بخطا کو اور ایک تہائی وارث مقتول عمد کو جسنے معاف نہیں کیا ہے (یعنے جس نے معاف نہیں کیا ہے ۱۲) یہ امام اعظم رہ کے نزدیک بطریق عول کے ہے کہ دونوں وارث خطا اسمیں پوری دیت کے حساب سے اور وارث عمد اسمیں نصف دیت کے حساب سے شریک ہونگے اور صاحبین رہ کے نزدیک بطریق منازعت کے چار حصے ہونگے جسمیں سے تین چوتھائی ہر دو وارثان خطا کو اور ایک چوتھائی ایک وارث عمد کو ملے گا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا پھر دونوں مقتولوں میں سے ایک کے ولی نے اُسکو معاف کر دیا تو آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا دیت سے اُسکا فدیہ دیگا اور اگر دونوں میں سے ایک نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو درصورتیکہ مولے نے اُسکو دونوں کو دیدیا ہو وے ہاتھ کاٹنے والا اسمیں نو ہزار پانچسو درم کے حساب شریک کیا جائیگا کیونکہ اُسنے ہاتھ کاٹ کر پانچسو درم بھر پالئے ہیں اور دوسرا بحساب دس ہزار درم کے اسمیں شریک کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اُسنے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پس یا یہ جرم عمداً ہوگا یا خطا سے ہوگا پس اگر عمداً ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے یہ غلام اُسکو جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہے دیدے یا اُسکی

فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو آنکھ کی جنایت کا فدیہ پانچہزار درم دیگا اور غلام مذکور اس جنایت سے پاک ہوجائے گا پھر ولی مقتول اُسکو قصاص میں قتل کریگا اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو وارثان قتیل اُسکو قصاص میں قتل کرینگے پھر جسکی آنکھ پھوڑی ہے وہ مولے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قتل بخطا ہو تو مولے کو دونوں کے حق میں اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اُسکو دونوں کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیدے جنمیں سے دس ہزار درم وارث مقتول کے اور پانچہزار درم اُسکے جسکی آنکھ پھوڑی ہے اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام مذکور دونوں میں تین تہائی ہوگا جس میں سے دو تہائی وارث مقتول کی اور ایک تہائی آنکھ پھوٹی ہوئی کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مملوک نے دوسرے مملوک کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اپنے مولے کے بھائی کو خطا سے قتل کیا اور بھائی کا وارث سوائے اسکے مولے کے کوئی نہیں ہے تو نصف قاتل مقتول مملوک کے مولے کو دیا جائیگا یا مولا ئے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور باقی آدھا اپنے مولے کا ہوگا۔ اور اگر اُسنے اپنے مولے کے بھائی کو پہلے قتل کیا تو پورا قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا یا مولائے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور اگر اُسنے اپنے مولی کے بھائی کو پہلے قتل کیا اور بھائی کے ایک لڑکی ہے تو تین چوتھائی قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا اور چوتھائی اس لڑکی کو دیا جائیگا اور اگر اُسنے دونوں کو ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو اور بیٹی ہو تو قاتل دونوں میں نصفا نصف ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُسنے دونوں کے قریب یعنے مورث کو عمداً قتل کیا پھر دونوں میں سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا پورا خون معاف ہوجائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عفو کرنے والا اُسکا آدھا حصہ دوسرے کو دیگا یا چوتھائی دیت فدیہ دے گا اور بعضے نسخوں میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول امام اعظم رح کے ساتھ مذکور ہے اور اشہر یہ ہے کہ امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابو یوسف کے ہے۔ اور اگر ایک غلام نے اپنے مولے کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو بیٹے ہیں پھر ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک پورا خون باطل ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلے مسئلے کے موافق یہاں بھی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک غلام نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پھر سر دو وارثان مقتول میں سے ایک نے اُسکو معاف کر دیا تو غلام مذکور اپنے نصف قیمت کے واسطے جسنے معاف نہیں کیا اُسکے لیے سعایت کریگا اور مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو کسی نے غصب کر لیا اور وہ غاصب کے پاس اسی زخم قطع سے مر گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اور اگر مولے نے غاصب کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اس زخم سے غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ جامع کبیر میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو موضحہ زخم سر یا چہرہ سے زخمی کیا پھر ایک شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض رہن کیا اور اس غلام زخمی کی قیمت باوجود اس زخم کے ہزار درم ہے پھر وہ غلام مرتہن کے پاس اسی زخم سے مر گیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر رہن کرنے کے بعد مولے نے اُسپر جنایت کی ہو تو مرتہن واپس کرنے والا ہوجائیگا حتےٰ کہ اگر وہ اس زخم سے مر جائے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط

نہوگا - اسی طرح اگر اجنبی نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت کی تو رہن سے پہلے جنایت کرنے اور رہن کے بعد جنایت کرنے میں ان دونوں صورتوں میں ابطال رہن کے حق میں فرق ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا ہے - اور نیز جامع کبیر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو موضحہ[۱] شجہ سے زخمی کیا اور وہ غلام بیمار پڑا پھر اُسکو غاصب نے غصب کر لیا اور وہ اس جنایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو مولاے غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ سے غلام تندرست کی قیمت تین سال میں وصول کرے یعنے اسکی مددگار برادری ضامن ہوگی پھر[۲] اسکی مددگار برادری غاصب سے اُس غلام کی قیمت جو روز غصب کے تھی وصول کر لیگی - اور اگر چاہے تو غاصب سے غلام مذکور کی روز غصب کی قیمت فی الحال اُسکے مال سے لے اور جنایت کنندہ سے موضحہ زخم کا ارش اور جو نقصان اُس سے غاصب کے غصب کرنے کے روز تک پیدا ہوا ہے تاوان لے اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال میں سے دلایا جائیگا اور اگر غاصب نے اداے ضمان کے بعد چاہا کہ جنایت کرنے والے یا اُسکی مددگار برادری سے ضمان لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا - اور اگر اُسکو غاصب نے غصب نہ کیا بلکہ مولے نے اُسکو بعد جنایت کے کسی شخص کے ہاتھ اس شرط سے کہ بائع کو تین روز تک خیار حاصل ہے فروخت کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مرگیا تو اُسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا ہم نے غاصب کی صورت میں بیان کیا ہے - اور اگر مولے نے اس غلام کو بطور بیع فاسد کے اُس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ اسی جنایت سے مشتری کے پاس مرگیا تو مولے جنایت کرنے والے سے موضحہ کا ارش اور جو کچھ اس جراحت سے مشتری کے قبضہ کرنے کے روز تک نقصان پیدا ہوا ہے تاوان لیگا اور یہ مال تاوان جنایت کرنے والے کے مال میں فی الحال واجب ہوگا اور مشتری پر اُس کے قبضہ کرنے کے روز کی قیمت فی الحال اُسکے مال میں واجب ہوگی اور اگر مولے نے اُسکو فروخت نہ کیا ولیکن اپنے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہے اور وہ قیمت غلام کے برابر ہے رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس اس جنایت سے مرگیا تو وہ بعوض قرضہ میت قرار دیا جائیگا اور مرتہن کو جنایت کنندہ سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور راہن ارش جنایت کو جنایت کرنے والے سے لیگا اور جس قدر نقصان تا وقت قبضہ مرتہن اُسمیں آیا ہے وہ بھی لیگا اور جنایت کرنے والے سے تاوان قیمت باطل ہوگی اور اگر غلام کی قیمت قرضہ سے زائد ہو مثلاً قیمت غلام دو ہزار درم اور قرضہ ایک ہزار درم ہے اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا تو حکم وہی ہے جو ہم نے قرضہ کے برابر قیمت ہونیکی صورت میں بیان کیا ہے کہ مرتہن کو جنایت کرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور مولاے غلام اُس جنایت کرنیوالے سے موضحہ کا نصف ارش[۱] اور نصف اس نقصان کا جو وقت رہن تک ہوا ہے لیگا اور یہ سب جنایت کرنیوالے کے مال سے ہوگا اور نیز مولاے غلام اُس جنایت کرنے والے سے غلام کے مرنے کے روز کی نصف[۳] قیمت اور نصف ارش موضحہ اور نصف نقصان جنایت لیگا اور یہ مال اسکی مددگار برادری پر ہوگا اور جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے

---

[۱] یعنے وہ زخم سر جس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ [۲] وہ مال جو بعوض کسی زخم پہونچانیکے مجرم پر لازم ہوتا ہے ۱۲ [۳] جو مرنے کے روز اسکی قیمت ہے اسکی نصف قیمت ۱۲ منہ

اقرار کیا کہ مین نے زید کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹا ہی اور اُسکی مددگار برادری نے اس سے انکار کیا یعنے تکذیب کی
پھر ایک شخص نے اُسکو غصب کیا اور اقرار کیا کہ مین نے اُسکے مولے سے غصب کر لیا ہی اور وہ غاصب کے پاس
مرگیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے سے اُسکی قیمت اسکے مال سے تین سال مین وصول کرے
اور جنایت کرنے والا غاصب سے اُس غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے جو قیمت ہو فی الحال اُس کے مال
سے لے لیگا اور چاہے مالک غاصب کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے لے لے
اور جنایت کرنے والے سے اُسکے ہاتھ کا ارش یعنے اُسکی نصف قیمت اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کرنیوالا نصف
غلام کا ضامن نہوگا - اور یہ چاہیے ہی کہ جنایت کرنے والا وقت غصب تک کے نقصان کا بھی ضامن ہو لیکن اسکو کتاب
مین ذکر نہین فرمایا ہی پس یا تو ذکر نہین فرمایا یا مسئلہ کیصورت اسطور پر واقع ہوئی کہ فوراً قطع کرنے کے بعد ہی غصب
واقع ہوا ہی - اور اگر عمداً قطع کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہم کہتے ہین کہ مولی کو اختیار ہی چاہے قاتل سے قصاص لے
پھر غاصب سے مواخذہ کرنیکی کوئی راہ نہوگی نہ مولے کو نہ وارثان جنایت کنندہ کو اور چاہے ابتدا سے اس
غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کی قیمت غاصب سے تاوان لے پھر ہاتھ کاٹنے والے سے مولی قصاص نہین لے سکتا ہی
لیکن جنایت کنندہ پر ہاتھ کا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور
اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر غاصب نے اُسکو واپس دیدیا پھر اُسنے دوسری جنایت کی تو مولی اُسکو دونون فریق
جنایت کو دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیکر اول کو دیدیگا پھر یہ قیمت غاصب سے واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح
و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غاصب سے نصف قیمت لے لیگا کہ وہ اُسی کو دیجائیگی
یہ ہدایہ مین ہی - اگر ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت
واجب ہوگی پھر مولی یہ قیمت ولی جنایت کو دیدیگا پھر دوبارہ غاصب سے اُسکی قیمت واپس لے گا - اور اگر غلام نہ مرا ہو
لیکن اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر غاصب نے مولی کو کانا واپس کر دیا پھر اُسنے مولے کے پاس دوسرے شخص کو قتل کیا
پھر سب جمع ہوے پھر مولے نے اُسکو دونون جنایتون مین دیدیا تو وہ غاصب سے اُسکی نصف قیمت لے گا
بدین اعتبار کہ اُسکی ایک آنکھ جاتی رہی ہی پس یہ نصف قیمت وارث اول کو دیگا اور جب اُسکو یہ نصف قیمت ملی
تو وہ غلام مدفوع مین دیت مین سے اسقدر کم کرکے باقی کے حساب سے شریک کیا جائیگا اسواسطے کہ جس قدر
اُسنے قیمت لی ہی وہ اُسی کی رہیگی پس اُسکے قدر حصہ کا شریک نہ کیا جائیگا بلکہ باقی حق کے واسطے شریک کیا
جائیگا اور دوسرے مقتول کا وارث پوری دیت کے واسطے شریک کیا جائیگا پھر مولے نصف قیمت جو
اُس سے لے لیگئی ہی - غاصب سے واپس لیگا اور نیز وارث مقتول اول کو جو کچھ غلام کانے مین سے حصہ رسد ملا ہی
وہ بھی مولی غاصب سے لے لیگا اور جو کچھ دوسرے مقتول کے وارث کو ملا ہی وہ واپس نہین لے سکتا ہی پھر وارثان اول
مولی سے جو اُسنے لیا ہی غلام کی پوری قیمت تک جسقدر رہا ہی لے لینگے اور چاہیے کہ یہ حکم خاص امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کا قول ہو پھر مولی غاصب سے اُسکے مثل جو اُس سے لیا گیا ہی واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے

سے ایک غلام غصب کر لیا پھر اُسکے پاس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی و وارثان مقتول مجتمع ہوئے تو وہ غلام
اُسکے مولی کو واپس دیا جائیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اُسکو دے یا اِسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو
غاصب سے غلام کی قیمت و ارش دونوں میں سے کم مقدار واپس لیگا اور اگر غاصب کے پاس اُسمین زیادت منفصلہ
پیدا ہوگئی اور مولی نے دینا اختیار کیا تو مع زیادتی دیدیگا خواہ یہ زیادتی قبل جنایت کے پیدا ہوئی ہو یا اُسکے
بعد پیدا ہوئی ہو پھر غاصب سے اس زیادت کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہے اگرچہ وہ زیادت کسی ایسے سبب سے ہو
جو غلام نے غاصب کے پاس کیا ہو اور استحقاق اِن سے لیگئی ہو۔ اور اگر غاصب کے پاس غلام کانا ہوگیا اور اُس کے
پاس اُسنے کوئی جنایت کی ہے پس اگر بعد جنایت کے کانا ہوا ہو اور مولی نے دینا اختیار کیا تو ولی جنایت کو کانا دیدیگا
پھر غاصب سے اُسکی تندرست صحیح سالم کی قیمت واپس لیگا اور جب اُسنے تندرست کی قیمت لے لی تو ولی جنایت مولی
سے اُسکی نصف قیمت واپس لیگا پھر مولی یہ نصف قیمت دوبارہ غاصب سے لیگا تاکہ اُسکے پاس غلام کی پوری
قیمت پہونچ جاوے اور اگر جنایت سے پہلے کانا ہوگیا اور مولے نے دینا اختیار کیا تو کانا غلام دیدیگا پھر غاصب
سے اُسکی صحیح سالم کی قیمت لے لیگا اور یہ سب قیمت مولی کو مسلم ملیگی اور ولی جنایت اسمین سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ
محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُسنے خطا سے اپنے مولی کو یا اپنے مولے کے غلام کو قتل کیا
حالانکہ غلام مقتول کی قیمت قاتل سے زائد ہے یا اپنے مولی کا مال تلف کر دیا تو غاصب غلام مغصوب کی قیمت اُسکے مولے
کو دیدیگا اور یہ امام اعظم رحہ کے نزدیک ہے۔ اور اگر غلام مغصوب نے غاصب پر یا اُسکے مال پر جنایت کی تو امام اعظم رح
کے نزدیک ہدر ہے اور صاحبین رح کے نزدیک معتبر ہے کہ مالک غلام سے کہا جائیگا کہ تو یہ غلام غاصب کو اگر وہ
زندہ ہے یا اُسکے وارثوں کو دیدے یا اُسکی دیت فدیہ دے اگر غاصب کو قتل کیا ہو یا اُسکے مال کی قیمت دے
اگر مال تلف کیا ہو یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام و ایک باندی کسی شخص سے غصب کر لی اور ہر ایک
نے اُسمین سے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مذکور نے باندی مذکور کو قتل کیا پھر غاصب نے وہ غلام
مولی کو واپس کر دیا اور مولی نے اُسکا فدیہ دیدینا اختیار کیا تو اُسمین وارثان مقتول غلام بقدر دیت کے اور
وارثان مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پھر مولے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی
کی قیمت لے لیگا پھر مقتول غلام کے وارث اُسکی قیمت میں اسقدر لے لینگے کہ جو کچھ اُن کے پاس اُسکے ساتھ
ملاکر غلام کی پوری قیمت ہو جاوے اور جس قدر اُنھوں نے اپنا حق پورا کرنے کے واسطے مولے سے غلام
کی قیمت میں سے لیا ہے اسقدر مولی غاصب سے پھر واپس لیگا اور نیز وارثان مقتول باندی بھی باندی
کی قیمت سے اپنا حق بقدر اُسکی قیمت کے پورا کر لینگے اور اسقدر کو بھی مولی غاصب سے واپس لیگا اور اگر
مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے مقتول کی دیت دیدے گا اور مقتول باندی کے وارث کو باندی کی

ف۱ یعنی غلام کیسا تھ اُسکی قیمت بھی دیدیگا اور یہ مراد نہیں ہے کہ فقط مغصوب ہی کی قیمت دیدیگا ۱۲ ف۲ یعنے رائگان و
مفت ہے اُسکا عوض نہ دلایا جائے گا ۱۲

قیمت دیدیگا پھر غاصب سے غلام و باندی کی قیمت واپس لیگا اور جو حکم اس مسئلہ مین مذکور ہو اسکی تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اسصورت مین ہو کہ غاصب تنگدست یا غائب ہو اور اگر حاضر ہو اور مولی اُس سے باندی کی قیمت لے سکتا ہو تو مسئلہ کی تخریج دوسرے طور پر ہو جیسا کہ اسکے بعد ذکر فرمایا ہو اور یہ مسئلہ ابوحفص رح کے نسخہ مین ہو اور ابوسلیمان کے نسخہ مین مسئلہ طویلہ مذکور ہو اور حکم مین تفصیل ہو چنانچہ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام و باندی جن مین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہو غصب کی اور ہر ایک نے غاصب کے پاس ایک ایک شخص کو قتل کیا پھر غلام نے باندی کو قتل کیا پھر غاصب نے غلام کو واپس کر دیا تو غاصب اُس غلام کے ساتھ باندی کی قیمت بھی واپس دیگا پھر مولے یہ قیمت مقتول باندی کے وارث کو دیدے گا پھر غاصب سے دوبارہ یہ قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت مقتول غلام اُسکے وارث کو دیدیگا اور غلام کی قیمت غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر اُس نے دینا اختیار کیا تو غلام کو اُسکے مقتول کے وارث اور غاصب کو دیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے وارث مقتول غلام کے اور ایک حصہ غاصب کا ہوگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت اُسکا مولے لیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے ایک حصہ وارث مقتول غلام کو دیدیگا پھر غاصب سے یہ حصہ بھی واپس لیگا۔ اور اگر غاصب تنگدست ہو اور اُس سے باندی کی قیمت لینی ممکن نہو سکے اور مولے نے دینا اختیار کیا پس اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین غلام مین بقدر قیمت باندی کے شرکت نہین کرونگا بلکہ انتظار کرونگا پھر جب باندی کی قیمت وصول ہو جائیگی تو اُسکو لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پھر بقیاس قول امام ابوحنیفہ رح کے پورا غلام مقتول غلام کے وارث کو دیدیگا اور بعد دیدینے کے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر باندی کی قیمت اسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے بھی قیمت دوبارہ لے لیگا پس اُسکے قبضہ مین دو قیمتین آوینگی اور بقیاس قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے غلام مین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے اُسکے مقتول کے وارث کو دیگا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھے گا یہان تک کہ جب باندی کی قیمت وصول ہو تو مولی اُسکو لیکر اُسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ جزو غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اسکا فدیہ دے پس اگر یہ جزو دیدیا تو اُس سے غلام کی قیمت لے لیگا پھر اس قیمت مین سے گیارہ جزون سے ایک جزو وارث مقتول غلام کو بعوض اس جزو غلام کے جو وارث مذکور کو نہین دیا گیا ہو دیدیگا اور پھر اس جزو قیمت کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر اسکا فدیہ دیا تو باندی کی قیمت اسکا فدیہ دیوے لیکن غلام کی قیمت اس صورت مین بھی غاصب سے لے لیگا لیکن چونکہ دونون قیمتین برابر ہین اسواسطے ایک دوسرے کا قصاص ہو جائیگی اور وارث مقتول غلام کو بجاے اس جزو کے اُسکی قیمت کا گیارھوان حصہ دیدیگا پھر اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا اور اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین بقدر قیمت باندی کے غلام مین شریک ہو جاؤنگا تو غلام مذکور دونون کو دیا جائیگا جسمین سے وارث مقتول غلام بقدر دیت اور وارث مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے حصہ دار ہوگا پس دونون مین گیارہ حصون پر تقسیم ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہو پھر جب غاصب پر قابو پایا یا وہ خوشحال ہو گیا تو مولے کو غلام اور باندی سے قیمت ادا کرے گا پھر غلام کی

قیمت باندی و قیمت غلام کی

یعنی حاضر ہوا

قیمت میں سے گیارہواں حصہ وارث مقتول غلام کو بجائے اُس حصہ غلام کے جو اُسکو نہیں ملا ہے دیدیگا اور پھر غاصب سے اسقدر حصہ واپس لے گا اور مقتول باندی کے وارث کو سوائے اُسکے جو کچھ اُسکو اسمین سے مل چکا ہے باندی کی قیمت میں سے کچھ نہ ملیگا۔ اور اس سے پہلے ایک چھوٹے مسئلہ میں بیان فرمایا ہے کہ باندی کی قیمت میں سے اُسکے مقتول کے وارث کو اسقدر دیدیا جائیگا کہ جو کچھ اُسکو ملا ہے اُسمین ملاکر باندی کی پوری قیمت ہو جاوے پس اس حکم میں دو روایتیں ہیں۔ اور اگر مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے دس ہزار درم فدیہ اور باندی کی قیمت دیگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت لیگا اور باندی کی دو قیمتیں لے لیگا جسمین سے ایک قیمت بجائے اُس قیمت کے ہوگی جو اُسنے باندی کے مقتول کے وارث کو دی ہے اور دوسری قیمت بوجہ غصب کے ہوگی جو مولی کو بجائے باندی کے مسلم ملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور بقیاس قول صاحبین رح کے جب غاصب نے غلام کی قیمت اور دونوں قیمتیں باندی کی ادا کردیں تو ایسا ہو گیا کہ گویا باندی اُسکی ہو گئی بسبب اسکے کہ اُسپر ضمان متقرر ہوئی ہے پس مولی سے کہا جائیگا کہ غلام کے گیارہ جزو میں سے ایک جزو غاصب کو ملا ہے یا اُسکا فدیہ دے اور فدیہ باندی کی قیمت ہے اور جو کچھ اُسنے کیا بہر حال غاصب سے کچھ واپس نہ لیگا۔ بدینوجہ کہ جو ہر ایک کو دوسرے سے پانا ہے اُسمین مقاصہ واقع ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک غلام غصب کیا پھر اُسکو حکم کیا کہ اس شخص کو قتل کردے اُسنے قتل کردیا پھر غاصب نے اُسکے مولے کو واپس کردیا پھر اُس کے پاس غلام نے خطا سے دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر مقتول اول کے ولی نے خون معاف کیا تو مولی پر واجب ہوگا کہ نصف غلام ولی مقتول دیگر کو دیدے یا دیت اُسکا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عفو سے پہلے دونوں فریق وارثوں کو دیدیا پھر ولی اول نے اُسکو عفو کیا تو مولے غاصب سے نصف قیمت واپس لے گا پھر ولی اول کو اس نصف قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ اُسنے عفو کر دیا پس یہ قیمت مولے کو مسلم رہے گی اور دوبارہ غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے پاس اپنی ایک باندی ودیعت رکھی پھر غلام نے زید کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام کو باندی نے قتل کیا تو غاصب پر اُسکے پاس غلام کے مرجانے سے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولے نے اُسکو وصول کرلے تو یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے گا پھر غاصب دوبارہ اُسکی قیمت مولائے غلام کو دیدیگا تاکہ بجائے غلام کے اُسکے پاس مسلم[1] رہے پھر مولا سے کہا جائیگا کہ اپنی ودیعت کی باندی غاصب کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے۔ اور اگر اس مسئلہ میں غلام نے باندی کو قتل کیا ہو باوجودیکہ آزاد کو قتل کیا ہے اور مولی نے غلام دینا اختیار کیا تو یہ غلام مقتول کی دیت اور باندی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے پس وارثان مقتول اسمین سے جسقدر بمقابلہ دیت کے پڑے وہ لینگے اور جسقدر باندی کی قیمت کے پرتے میں پڑے وہ مولے لے لیگا پھر غاصب مولائے کنیز کو باندی کی پوری قیمت دیدیگا اور نیز مولے اس سے اُسکے مثل جو وارثان مقتول نے غلام میں سے لیا ہے غلام کی قیمت میں سے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر غلام میں مولی اپنی باندی کی قیمت کسقدر الخ

[1] یعنی سپرد شدہ بجائے غلام ملک مولی ہیں رہے ۱۲

شریک نہ کیا جائیگا بلکہ پورا غلام وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر ایک باندی غصب کی اُسنے غاصب کے پاس خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکو قتل کیا تو غاصب پر واجب ہوگا کہ بچہ اور باندی کی قیمت مولی کو واپس کر دے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے پھر غاصب سے اسی قدر واپس لے کہ وہ تیری ہوگی پھر اُس سے کہا جائیگا کہ یہ بچہ غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دے یہ مبسوط میں ہے۔ غلام مرہون نے اگر راہن پر جنایت کی یا راہن کے مملوک یا مال پر جنایت کی تو آیا اُسکی جنایت معتبر ہوگی سو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الرہن میں مذکور ہے اور یہ حکم مذکور ہے کہ جنایت ہدر ہوگی اور اسمیں کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے لیکن مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہدر ہونے کا جو حکم کتاب الرہن میں مذکور ہے امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی جنایت راہن پر بقدر قرضہ کے معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ بقدر قرضہ کے مضمون ہے حاصل آنکہ مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اُسنے مرتہن پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ جنایت بقدر قرضہ کے معتبر نہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے

فصل دوم ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان میں۔ اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت و ارش جنایت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور یہ ام ولد میں اُسکی تہائی قیمت ہے اور مدبر کی صورت میں دو تہائی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ دو آدمیوں کے مشترک مدبر نے جنایت کی تو دونوں مولی میں سے ہر ایک پر اُسکی قیمت کا بقدر حصہ واجب ہوگا جتنی اسمیں سے ہر ایک کی ملک ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اُسکو مدبر کیا اور اُس نے جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونوں پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک مدبر کرنے والا ضمان دیکر اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مدبر کی جنایت اُسکے مولی کے مال میں فی الحال واجب ہوگی اُسکی مددگار برادری پر نہوگی اور یہی حکم ام ولد کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مدبر کی قیمت کثیر ہو تو مولی پر دس ہزار درم سے دس کم کے سوائے زیادہ واجب نہوگی اور مدبر کی جنایت جان تلف کرنے کی ہو یا اس سے کم ہو یکسان حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک زمانہ کے بعد ولی جنایت اور مولی نے باہم اُسکی قیمت میں اختلاف کیا اور ولی جنایت نے کہا کہ جس دن اُسنے جنایت کی ہے اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور مولی نے کہا کہ پانچسو درم تھی تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مدبر بعد جنایت کرنے کے فوراً بلا فصل مر گیا تو مولے کے ذمہ سے قیمت ساقط نہوگی اسی طرح اگر وہ اندھا ہو جاوے تو بھی مولے پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اُسکے مرنے کے بعد دونوں نے اُسکی قیمت میں اختلاف کیا تو مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر واجب ہوگا کہ جو اُسنے دعوی کیا ہے اُسکو گواہوں سے

ف۱ ام ولد وہ باندی جسکو مولی نے اپنے تصرف میں رکھا اور وہ اس سے بچہ جنی اور مدبر وہ مملوک جسکو اُسکے مولی نے یوں کہا کہ تو میرے مرنے ہی یا اتنی مدت کے بعد آزاد ہے ۱۲ ف۲ یعنی ہر ایک کی قیمت ۱۲ ف۳ اسواسطے کہ عتق اُسکے نزدیک تنجزی نہیں ہوتا ہے ۱۲

ثابت کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور ام ولد کی قیمت کا ایک ہی مرتبہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اُسنے ایک مرتبہ جنایت کی پھر اُسکے
بعد جنایت کی تو دوسری جنایت کا وارث پہلے کیساتھ شریک ہو جائے گا خواہ دوسری جنایت قبل اُسکے کہ اول کیواسطے
قیمت کی ڈگری ہووے پائی گئی ہو یا اسکے بعد پائی گئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر نے چند جنایتیں کیں
تو اُسکی قیمت سب جنایات کے وارثوں کے درمیان مشترک ہوگی خواہ باہم جنایات کے درمیان تھوڑی تھوڑی مدت ہو یا
مدت دراز ہو اگر مدبر نے ایک کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو مولی پر دونوں جنایت والوں
کیواسطے اُسکی قیمت واحدہ واجب ہوگی جو تین تہائی تقسیم ہوگی یعنے دو تہائی مقتول کے وارث کو اور ایک
تہائی آنکھ والے کو ملیگی اور اگر مدبر مذکور کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُس نے کچھ مال کمایا تو صاحبان جنایت کو اس میں سے
کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیوں کو قتل کیا ایک کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً تو مولی پر
واجب ہوگا کہ اُسکی قیمت مقتول بخطا کے وارث کو دیدے پس اگر مقتول عمد کے دو وارثوں میں سے ایک نے اسکو عفو کیا
تو قیمت مذکور بقول امام ابو یوسفؒ و امام محمدرہ کے ہر دو فریق میں چار حصے ہو کر تقسیم ہوگی اور بقول امام اعظم رہ کے
تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور ہر صاحب جنایت کے واسطے مدبر کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اُسکی
قیمت جنایت کرنے کے روز تھی اور مدبر کیے جانیکے روز کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر اُس نے ایک شخص کو خطا سے
قتل کیا اور روز قتل کے اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی اور ڈیڑھ ہزار درم ہو گئی پھر اُس نے دوسرے
شخص کو خطا سے قتل کیا تو دوسرے جنایت کا وارث مولے سے پانچسو درم لیگا یعنی جس قدر پہلی قیمت کی نسبت
زیادتی ہو گئی ہے پھر باقی یعنے ہزار درم دونوں جنایتوں کے وارثوں میں انتالیس حصے ہو کر تقسیم ہوگی پس ہر پانچسو درم
کا ایک حصہ قرار دیا جائیگا پس جنایت اول کے وارث کو بیس حصے اور دوسرے جنایت کے وارث کو انیس حصے چاہیے ہیں پس اسی
حساب سے ہزار درم باہم تقسیم کر لیں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا درحالیکہ مدبر کی قیمت
ہزار درم تھی پھر ایک شخص نے مدبر کی آنکھ پھوڑ دی پس اُسنے پانچسو درم تاوان دیے پھر مدبر مذکور نے دوسرے شخص کو
قتل کیا تو آنکھ کا ارش خاص مولی کا ہوگا وارثان جنایت کا اُس میں کچھ نہ ہوگا اور مولے پر اُسکی قیمت کے ہزار درم جو
مقتول اول کے قتل کرنے کے روز تھی واجب ہونگے اُس میں سے پانچ سو درم خاصکر مقتول اول کے وارث کو
ملیں گے اور باقی پانچسو درم میں دونوں شریک ہونگے جس میں دوسرا پانچسو درم کم پوری دیت کے حساب سے
شریک کیا جائیگا اور اگر آنکھ پھوڑنے والا غلام ہو اور وہ جنایت میں دیا گیا تو وہ بھی مولی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے
اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر اُسنے دوسرے
کو خطا سے قتل کیا یا پھر اُسکی قیمت گھٹ کر پانچ سو درم رہگئی پھر اُسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا تو مولی پر دو ہزار
درم کی ڈگری کیجائیگی پس دوسرے مقتول کا وارث آپس میں سے ہزار درم لے لیگا اور باقی ہزار درم میں سے پانچسو درم
میں حق اول و دوم جمع ہوا اور حق اول دس ہزار کا اور حق دوم نو ہزار کا ہے پس پانچسو درم دونوں میں انیس حصوں پر

---

۵ اسکی توضیح بارہا مکرر سہ کرر گذر چکی ۱۲

تقسیم ہونگے جس میں سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملین گے اور باقی پانچسو درم مین سب تینون کا حق جمع ہوا پس وہ سب مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہون گے پس تیسرا اُس مین بحساب دس ہزار اور دوسرا بھی بقدر دس ہزار کے سوائے اُسقدر کے جسکو دو مرتبہ لے چکا ہے اور اول بقدر دس ہزار کے سوائے اسقدر کے جسکو ایک مرتبہ لے چکا ہے شریک کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اگر مولے نے اسکی قیمت ولی جنایت کو دیدی اور اسمین کچھ عیب نہین پیدا ہوا ہے پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا پس اگر یہ قیمت اول کو بحکم قاضی دی ہے تو دوسرے کو مولی سے لینے کی کوئی راہ نہوگی لیکن اول کا دامنگیر ہو کر اُس سے نصف قیمت لے لیگا اور اگر اول کو قیمت بغیر حکم قاضی دی ہے تو بھی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہی حکم ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے کو خیار ہوگا چاہے اول سے نصف قیمت لے لے اور چاہے مولے سے لے اور اگر اُسنے مولے سے نصف قیمت لے لی تو مولی اسکو اول سے واپس کر لیگا یہ مبسوط مین ہے - اسی طرح اگر مولے کی بلا اجازت مدبر نے عام مسلمانون کی راہ مین کنوان کھودا اور اسمین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر مولے نے اسکی قیمت ولی جنایت کو بغیر حکم قاضی بدی پھر اسمین دوسرا آدمی گر گیا پس آیا دوسرے کے وارث کو مولے کے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے یا نہین ہے سو اس مسئلہ مین بھی ایسا ہی خلاف ہے جو مذکور ہوا - اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کنوان کھودنے والا غلام محض[1] ہو اور مولے نے وہ غلام وارث مقتول کو دے دیا پھر اسمین دوسرا گر گیا اور مر گیا تو دوسرا مولے سے کچھ نہین لے سکتا ہے خواہ مولے نے غلام مذکور اول کو بحکم قاضی دیا ہو یا بغیر حکم قاضی دیا ہو اور نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر مولی نے مقتول اول کے وارث کو مدبر کی قیمت نہ دی یہانتک کہ دوسرا آدمی کنوین مین گر کر مر گیا پھر مولے نے اسکی قیمت بغیر حکم قاضی کے اول کو دیدی تو مقتول دوم کے وارث کو اختیار ہوگا کہ مولی کا دامنگیر ہو کر اُس سے مدبر کی نصف قیمت لے لے پھر مولے اسکو وارث اول سے واپس لے گا یہ محیط مین ہے - اور اگر مدبر نے راہ مین پتھر رکھدیا یا پانی بہا دیا یا جانور سطح ہانکا کہ کوئی تلف ہوا تو یہ بمنزلہ کنوان کھودنے کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے مدبر نے اگر خطا سے جنایت کی اور اسکی قیمت بلا حکم قاضی دی گئی پھر وہ مکاتب کر دیا گیا پھر اُس نے جنایت کی اور قیمت دینے کا حکم دیا گیا اور پھر نہ دیگئی پس اُس نے دوسری جنایت کی پھر مکاتب سو درم چھوڑ کر مر گیا تو سو درم دوسرے مقتول کے وارث کو ملین گے اور تیسرے کو اختیار ہوگا چاہے اول کے ساتھ شریک ہو جاوے یا مولے کا دامنگیر ہو یہ کافی مین ہے اور اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت اسوقت ہزار درم ہے پس بحکم قاضی مولے نے قیمت اسکو[2] دیدی پھر اُسکی قیمت پانچسو درم رہگئی پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا تو ہزار درم جو اول نے وصول کیے ہین اُنمین سے پانچسو درم خاص اول کے ہونگے اور پانچسو درم باقی مین دونون شریک ہونگے پس اول پانچسو درم کم دس ہزار کے حساب سے اور دوسرے مقتول کا ولی پورے دس ہزار کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس یہ دراہم دونون مین انتالیس حصون پر ہر پانچسو درم کا ایک حصہ قرار دیکر تقسیم ہونگے پس انیس حصے اول کو اور بیس حصے دوم کو ملین گے یہ مبسوط مین ہے اصل مین فرمایا کہ اگر مدبر نے اپنے مولی کو خطا سے قتل کیا تو اسکی جنایت ہدر ہوگی اور اسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے

[1] غلام محض یعنے مدبر و یا مکاتب و یا معتق البعض نہو ۱۲ [2] یعنے ولی جنایت کو ۱۲

واسطے سعایت کرے بسبب رد وصیت کے اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت
کرنا واجب ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور جب سعایت و قصاص دونوں واجب ہوئے تو وارثوں کو اختیار ہوگا
چاہیں اُسکی قیمت کے واسطے اُس سے سعایت کرا کر پھر اُسکو قتل کریں یا فی الحال اُسکو قتل کر دیں اور اپنا حق سعایت باطل
کر دیں۔ اور اگر مولے کے دو بیٹے ہوں کہ اُنکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہو پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو مدبر پر واجب ہوگا
کہ اپنی پوری قیمت اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے پس پوری قیمت میں بوجہ رد وصیت کے سعایت کریگا
کہ وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور نصف قیمت خاص اُس وارث کیواسطے جسنے عفو نہیں کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام
تاجر نے جسپر قرضہ ہے اپنے مولی کو خطا سے قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے جو قرضخواہوں کو ملے گی سعی کرنی واجب ہے پھر
اگر اس قیمت کے بعد بھی قرضہ رہجاوے تو بحالہ باقی رہیگا۔ اسی طرح اگر غلام ماذون نے جسپر قرضہ ہے اپنے مولے کو
مجروح کیا کہ وہ جا نہ یابی پر پڑ گیا [یعنے اسکو بیماری کی اجازت درپیش ہوگئی ۱۲] اور برابر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا حالانکہ اُس نے بیماری میں اس غلام کو آزاد کر دیا
ہے اور اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسنے ایسی حالت میں آزاد کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا
پس اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو قرضخواہوں کو اختیار ہوگا چاہیں مولے کے ترکہ سے اُسکی قیمت وصول کریں اور باقی قرضہ
کو غلام سے لیں یا پورا قرضہ غلام سے وصول کریں۔ اور غلام پر وارثان مولی کیواسطے سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط
میں ہے۔ اور اگر اُسکو مولے نے اپنے مرض میں آزاد کیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اُس نے اپنے مولے
کو خطا سے قتل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دو قیمتوں کے واسطے سعایت کریگا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک
قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور مولے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر مولی کا مال ہو اور
یہ غلام اُسکی تہائی سے نکل سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا اور اُس کے
دو ولی ہیں ایک مدبر کا بیٹا ہے تو مدبر پر دو قیمتوں کیواسطے سعایت کرنی واجب ہوگی ایک قیمت بسبب رد وصیت کے
اور دوسری بسبب جنایت کے یہ مبسوط میں ہے۔ مدبرہ باندی نے جو حاملہ ہے اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی موت
کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کچھ سعایت نکرے گا اور اگر اُسنے مولی کو مجروح کیا پھر بچہ جنی پھر مولی اُس زخم سے مر گیا تو مدبرہ اپنی
قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور بچہ مولی کے تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مدبر دو آدمیوں میں
مشترک ہو اور اس نے ایک مولی کو قتل کیا اور ایک اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مولی سے پہلے اجنبی کے خون کا تصفیہ کیا جائیگا
پس زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی اور مولاے مقتول کے مال سے نصف قیمت واجب ہوگی پھر اس پوری قیمت
میں سے مولاے مقتول کے وارث کو چوتھائی حصہ ملیگا اور اجنبی کے وارث کو تین چوتھائی۔ اسوجہ سے کہ مولاے
مقتول نے جو کچھ تاوان دیا ہے اُسمیں اُسکا کچھ حق نہیں ہے کیونکہ خطا سے مدبر کی جنایت اپنے مولی پر ہدر ہوتی ہے پس نصف قیمت
وارث اجنبی کو مسلم رہیگی پھر دوسرے نصف میں وارث مقتول وارث اجنبی کے ساتھ شریک ہوگا پس پانچ ہزار کے حساب
سے یہ اور پانچہزار کے حساب سے وہ اس نصف قیمت میں شریک ہونگے پس دونوں میں نصفا نصف ہوگی پھر مدبر
پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جسمیں سے نصف وارثان مولاے مقتول کو اور نصف

مولائے زندہ کو ملیگی۔ اور اگر اُس نے مولے کو عمداً قتل کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مولائے مقتول کے مال سے اور مولائے زندہ سے اُسکی پوری قیمت وارث مقتول اجنبی کو دلائی جائیگی پھر مدبر اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا کہ وہ دونوں مولاؤں میں نصفا نصف ہوگی اور غلام مذکور قصاص میں قتل کیا جائیگا اور اگر مقتول عمد کے دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کیا تو جس نے عفو نہیں کیا ہے اُسکے واسطے نصف قیمت کی سعایت کریگا اور قصاص ساقط ہوگا۔ اور اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہیں پس دونوں میں سے ایک نے عفو کیا پھر ہر دو مولے میں سے ایک کو خطاسے قتل کیا تو زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی پس اس نصف کے دو حصہ ہو کر ایک حصہ وارث مولای مقتول کو اور ایک حصہ میں سے آدھا وارث مولائے مقتول کو اور آدھا وارثان عمد کے اُس وارث کو جس نے عفو نہیں کیا ہے ملیگا اور مال قتل سے چوتھائی قیمت مدبر اُس وارث عمد کو دلائی جائیگی جس نے عفو نہیں کیا ہے پھر مدبر اپنی پوری قیمت کیواسطے سعایت کریگا جو مولائے زندہ اور وارثان مولائے مقتول کے درمیان مشترک ہوگی۔ اور اگر مدبر نے اپنے دونوں مولاؤں کو خطاسے قتل کیا تو وہ وصیت کیوجہ سے اپنی پوری قیمت کیواسطے دونوں کے وارثوں کے لیے سعایت کریگا اور ہر دو فریق وارث میں سے ایک کا دوسرے پر کچھ نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُس نے ایک مدبر چھوڑا اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر مدبر نے کوئی جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جنایت اور اپنی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک مدبر اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک یہ مدبر گویا آزاد و قرضدار ہے پس جرمانہ اُس کی مددگار برادری پر ہوگا اور اگر میت کا کچھ مال ہو جس میں سے تہائی مال سے یہ غلام برآمد ہوتا تو بالاتفاق جرمانہ مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر اپنے مرض[1] میں کسی غلام کو آزاد کیا تو ایسی صورت میں مدبر اور ایسے غلام دونوں کا حکم یکساں ہے لیکن مولے پر جنایت کرنے میں دونوں کے حکم میں فرق ہے تو مدبر خطا سے اپنے مولی پر جنایت کرنے سے سعایت نہ کریگا اور دوسرا امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب ہے کہ جس نے اپنے مولی پر جنایت کی ہے اور مکاتب اپنے مولی پر خطا سے جنایت کرنے سے سعایت کرتا ہے پس اگر سعایت کرنے سے پہلے مرگیا اور مال چھوڑا اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوا تو اُسکے مال میں سے اُسکی قیمت اور ارش جنایت سے کم مقدار دلائے جانے کا حکم ہوگا اور اگر اُس نے کوئی بچہ چھوڑا ہو تو وہ اس سب کے واسطے یعنے قرضہ و جنایت و حق وارثان سب کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اُسنے حصہ وارثان کے واسطے سعایت کی اور ہنوز حصہ جنایت کیواسطے سعایت نہ کی تھی کہ مرگیا اور ایک بچہ چھوڑا تو اُسکے بچہ پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے جنایت کی تو وارثان کو اختیار ہے چاہیں بعوض جنایت کے دیدیں پس عتق[2] باطل ہوجائیگا اور چاہے بطور استحسان کے اُسکا فدیہ دیدیں پھر اُسکو آزاد کردیں خواہ تہائی مال میت سے نکلتا ہو یا نہیں پس اگر تہائی مال سے نہ نکلتا ہو تو اپنی قیمت کی دو تہائی کیواسطے وارثوں کے لیے

---

[1] مرض سے وہ مرض معتبر ہوگا جس سے اُسکو صحت نہ ہوئی بلکہ اُسی مرض میں مبتلا رہا یہانتک کہ موت آگئی ۱۲ [2] یعنی غلام مذکور کو آزاد کرے ۱۲ [3] یعنے بعد آزادی کے غلام مذکور سے واپس نہیں لے سکتے ہیں ۱۲

سعایت کریگا اور اگر اُسکو جنایت میں دینے یا اُسکا فدیہ دینے سے پہلے وارثوں نے اُسکو میت کی طرف سے آزاد کر دیا
تو اسکو امام محمد رحنے ذکر نہیں کیا ہے اور فقیہ ابو جعفر رہ نے فرمایا کہ جب اُنھوں نے جنایت کا حال معلوم کیا تو وے فدیہ اختیار
کرنے والے ہوگئے اور اگر نہ جانتے تھے تو ارش جنایت اور اسکی قیمت سے کم مقدار کے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے
ایک مدبرہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہے پھر مدبرہ نے ایسی جنایت کی جسنے اُسکی گردن کو گھیر لیا
اور اُسکا مولی مرگیا اور سوائے ان دونوں کے کچھ مال نہ چھوڑا تو دونوں صاحب جنایت اور وارثوں کے واسطے دو تہائی
قیمت یعنی دو سو درم کی سعایت کرینگے اور ایک تہائی یعنی سو درم اُنھیں کو مسلم رہیں گے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مدبر نے کسیکو
خطا سے قتل کیا اور مال تلف کر دیا تو مولے پر وارثان مقتول کے واسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مدبر پر واجب ہوگا
کہ جو مال اُسنے تلف کیا ہے وہ سعایت کر کے ادا کرے اور کوئی فریق حقدار دوسرے کے ساتھ جو اُسنے لیا ہے شریک ہوگا اور
اگر ان میں سے کسی مقدمہ کی بابت حکم ہونے سے پہلے مولے مرگیا اور سوائے اس مدبر کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو مدبر اپنی قیمت کے
واسطے سعایت کرے گا اور اصحاب جنایت اس قیمت کے مستحق نہونگے بلکہ قرضخواہوں کو جنکا مال تلف کیا ہے اس مال
کے لینے کی ترجیح ہوگی اور اگر مال قرضہ بہ نسبت قیمت کے زائد ہو تو وہ زیادتی کے واسطے بھی سعایت کرے گا۔ اور اگر
قیمت کی بہ نسبت قرضہ کم ہو تو قرضہ سے جسقدر زائد ہے وہ وارثان جنایت کو ملیگا اور اس سے زیادہ وارثان جنایت کا
اُسپر کچھ حق نہوگا اسی طرح اگر مولی پر قاضی نے وارثان جنایت کیواسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور مدبر پر مال کیواسطے
سعایت کرنیکا حکم کیا ہو اور ہنوز مولے زندہ ہے تو بھی حکم یہی ہے اور ام ولد اصحاب جنایت کیواسطے کچھ سعایت نہ کریگی یہ
مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیوں کا مال تلف کیا اور ایک کے نام مدبر پر سعایت قیمت کا حکم دیا گیا تو دوسرا حقدار بھی اس میں
شریک ہو جائیگا اور اگر سعایت کرنے سے پہلے مدبر مرگیا تو باطل ہوگیا اور اگر اُسکو مال ہبہ کیا گیا تو بہ نسبت مولی کے اُسکے قرضخواہ اُسکے
حقدار ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر نے ہزار درم کسی کا مال تلف کر دیا پھر اُسکو مولی نے آزاد کر دیا تو صاحب
قرض کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے اُسکو آزاد نکیا بلکہ مدبر کو کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور اُسکی قیمت تاوان
ادا کر دی حالانکہ مدبر نے بھی اپنی زندگی میں جنایت کی تھی پھر مولے مرگیا اور اُسکا مال سوائے اس قیمت کے
نہیں ہے۔ تو قرضخواہ کو بہ نسبت صاحب جنایت کے قیمت پانے میں ترجیح ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر
مدبر کو کسی نے غصب کر لیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت اور ارش دونوں میں سے
کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اُسکو غاصب سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی مدبر کو غصب کیا اور اُسکے
پاس مدبر نے ایک شخص کو عمداً قتل کرنیکا اقرار کیا اور کہا کہ یہ قتل مولے کے پاس ہوا ہے تو مولی کے پاس یہ قتل ہونا یا غاصب کے
پاس ہونا دونوں طرح کا اقرار یکساں ہے اور جب مولی کے پاس واپس دیے جائینگے بعد وہ قصاص میں قتل کیا جاوے
تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر دو ولی عمد میں سے ایک نے عفو کیا تو دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اُسنے

سلہ یعنے جس قدر مال اُس نے از راہ تاوان دیا ہے اسقدر غاصب سے واپس لے گا ۱۲ عـہ یعنے اسکا ارش
نہیں معلوم ہے ۱۲ سلہ یعنے تہائی میت ۱۲ عـہ اور زیادہ ہو تو اُسکے اوپر زیادہ کے واسطے بھی حکم ہوگا ۱۲ للعـہ یعنے اُنکو مباح ہوگی ۱۲

غاصب کے پاس چوری کا اقرار کیا یا اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مولی کو واپس دینے کے بعد وہ ردت پر قتل کیا گیا تو غاصب
پر اُسکی قیمت واجب ہو گی یا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب پر نصف قیمت واجب ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے
ایک مدبر کو غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس جنایت کی پھر اُسنے مولی کو واپس دیا پھر دوبارہ غصب کیا پھر اُسنے
غاصب کے پاس دوسری جنایت کی تو مولی پر اُسکی قیمت واجب ہو گی جو دونوں اصحاب جنایت کے درمیان
نصفا نصف ہو گی پھر غاصب سے اُسکی قیمت لیکر نصف قیمت اول کو دیدیگا پھر اُسکو دوبارہ غاصب سے واپس لے گا
اور وہ مولی کو مسلم رہے گی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اگر ایک شخص نے ایک مدبر غصب کیا
اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولے کو واپس دیا پھر اُسنے مولے کے پاس دوسری جنایت کی تو مولے پر
اُسکی قیمت دونوں فریق جنایت کے واسطے نصفا نصف واجب ہو گی پھر مولی اُسکی قیمت دونوں کو ادا کرنے کے بعد
نصف قیمت غاصب سے لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر اُسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کے نزدیک ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف قیمت غاصب سے لیگا اور وہ مولی کو مسلم رہیگی اور اگر اُسنے پہلے
مولے کے پاس جنایت کی ہو پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو مولے اُسکی قیمت ہر دو فریق وارثان جنایت کے
درمیان نصفا نصف دیدیگا پھر غاصب سے نصف قیمت واپس لیکر ولی اول کو دیگا پھر بالاتفاق اُسکو غاصب سے
واپس نہ لیگا یہ کافی میں ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو ایک شخص نے غصب کر لیا اور غاصب
کے پاس اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا پھر اُسنے مولے کو واپس کیا تو وہ غلام قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مولے
پر واجب ہو گا کہ جو جنایت خطا سے اُسنے مولے کے پاس کی تھی اُس کے عوض اُسکی قیمت مقتول کے وارث کو دے
پھر غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا اور اگر دو وارثان عمد میں سے ایک نے خون معاف کیا تو ایک وارث
عمد و وارث خطا کے درمیان اُسکی قیمت چار حصے ہو کر تقسیم ہو گی یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور
امام اعظم رح کے نزدیک تین تہائی تقسیم ہو گی پھر جسقدر وارث عمد نے اُس سے لیا ہے اُسکو غاصب سے لیکر وارث
خطا کو دیدے گا۔ اور اگر اُسنے پہلے غاصب کے پاس عمداً قتل کیا پھر غاصب نے مولی کو واپس دیا اور مولے کے
پاس اُس نے خطا سے ایک آدمی قتل کیا بعد ازانکہ ہر دو وارث عمد میں سے ایک وارث اُسکو خون معاف
کر چکا ہے تو مولے پر ہر دو فریق کے مستحق وارثون کے درمیان اُسکی قیمت اُسی حساب سے واجب ہو گی جیسے ہمنے
بیان کی ہے پھر غاصب سے اُسقدر قیمت جو وارث عمد نے جسنے معاف نہین کیا ہے وصول کی ہے مولے لیکر اُسی وارث
کو جس نے معاف نہین کیا ہے آدھی قیمت غلام پوری کر دیگا پھر جس قدر مین نصف قیمت پوری کر دی ہے اُسکے مثل غاصب
سے دوبارہ واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا اور مولے نے اُسکی قیمت
تاوان دیدی اور اُسکو غاصب سے لے لیا پھر اُسکو دوسرے غاصب نے غصب کیا اور اُس کے پاس
بھی اُس نے کسی کو قتل کیا تو اُسکا وارث بھی اُسی قیمت مین جسکو پہلے نے وصول کیا ہے شریک ہو جائیگا پھر مولی دوسرے
غاصب سے نصف قیمت لیکر ولی مقتول اول کو دیدے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی شخص کو خطا سے

قتل کیا اور یہ مال تباہ کر دیا پھر اسکو کسی آدمی نے خطا سے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ اسکی قیمت اس شخص کو جسکا مال تباہ کیا ہی دیدے اور مولے پر واجب ہوگا کہ بسبب جنایت کے اسکی قیمت وارث جنایت کو دیدے پھر اس سب کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مدبر یا غلام غصب کیا اور اس نے غاصب کے پاس مال تلف کیا پھر اسنے مولی کو واپس کیا اور وہ مر گیا تو جسکا مال تلف کیا ہی اسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اسکے حق کا محل فوت ہوگیا ہی اور محل حق کمائی ہوتی ہی یا رقبہ کی مالیت اور مولی کا بھی غاصب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر واپس دینے سے پہلے وہ غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولی اسکو وصول کریگا تو قرضخواہون کو دیدیگا پھر اسکے مثل مولی دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور اگر وہ مولے کے پاس خطا سے قتل کیا گیا تو قاتل کی مددگار برادری پر قرضخواہون کیواسطے اسکی قیمت واجب ہوگی جسکو مولی وصول کرکے قرضخواہون کو دیدیگا پھر اسی قیمت کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مدبر نے مولے کے پاس مال تلف کر دیا پھر اسکو غاصب نے غصب کر لیا اور اسکے پاس مدبر نے راہ مین کنوان کھودا پھر اسنے مولے کو واپس کر دیا پھر اسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کیا اور اسکی قیمت مولی کو تاوان دیدی اور اس قیمت کو قرضخواہون نے لیا پھر کنوین مین ایک چوپایہ گر کر مر گیا تو اسکا مالک صاحب قرض کے ساتھ جسنے قیمت وصول کی ہی قیمت مین حصہ رسد شریک ہو جاوے گا پھر مولی اسکو غاصب سے واپس لیکر اسکو صاحب قرضہ کو دیدیگا پھر اگر دوسرا آدمی کنوین مین گر کر مر گیا تو مولی پر مدبر کی قیمت واجب ہوگی اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مدبر نے غاصب کو یا اسکے مملوک کو یا ایسے شخص کو جسکا غاصب وارث ہو سکتا ہی قتل کیا تو خون ہدر[1] ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر کے دو مولاؤن مین سے ایک نے اسکو غصب کر لیا اور اسکے پاس مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر اسکو واپس کر دیا پھر اسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو وارث ہین ان مین سے ایک نے خون معاف کیا تو دونون پر اسکی پوری قیمت واجب ہوگی جسمین سے تین چوتھائی وارث مقتول خطا کو اور ایک چوتھائی اس وارث عمد کو جسنے خون معاف نہین کیا ہی ملیگی پھر جس مولی نے غصب نہین کیا ہی وہ غصب کرنیوالے سے تین چوتھائی قیمت مدبر کا نصف لے لیگا یعنی جسقدر اسنے وارث مقتول خطا کو تاوان دیا ہی لیگا پھر اسمین سے وارث خطا کو آٹھوان حصہ غلام کی قیمت کا دیدیگا اور پھر مولاے غاصب سے اسکو واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور ذمی کا مدبر غلام ان سب احکام مین مثل مدبر غلام مسلمان کے ہی اور ذمی کے غلام مدبر کی جنایت اسکے مولے پر ہوگی لیکن مولے کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مدبر ذمی مذکور پر سعایت کا حکم دیا جائیگا حتی کہ اسکا حکم مثل حکم مکاتب کے ہوگا اسی طرح حربی مستامن کے مدبر کا بھی یہی حکم ہی۔ لیکن اگر حربی مذکور نے اسکو دارالاسلام مین مدبر کیا پھر وہ دارالحرب مین واپس گیا اور وہان مسلمانون نے ملک فتح کرکے اسکو قید کیا تو مدبر آزاد ہو جائیگا اور وہ غنیمت[2] مسلمانان ہوگا اور مدبر نے جو جنایت اسکے قید ہو جانے کے بعد کی ہی اسکا وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ام ولد نے عمداً اپنے مولے کو قتل کیا پس اگر مولے کا اس سے کوئی بچہ نہو تو ام ولد مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور اسپر سعایت واجب نہوگی بسبب اسکے

---

[1] مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک غاصب کی جگہ ولی کا لفظ صحیح ہی ۱۲ منہ [2] رائگان ومفت ہے یعنے قصاص و دیت کچھ واجب نہوگا ۱۲ [3] یعنے غلام یا مدبر ۱۲

کہ وہ آزاد ہوگئی ہے اور اگر مولے کی اُس سے اولاد ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پھر وہ اپنی پوری قیمت کیواسطے سعایت کریگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے کو اسکے ام ولد نے عمداً قتل کیا اور وہ مولی سے حاملہ ہے اور اُسکا کوئی بچہ نہین ہے تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پس اگر ام ولد پیٹ کے بچہ کو زندہ جنی تو تمام وارثون کے واسطے ام ولد مذکورہ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مردہ بچہ جنی تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے اُسکے پیٹ مین صدمہ پہونچایا کہ وہ بچہ مردہ ساقط ہوا تو مارنیوالے پر غرہ واجب ہوگا اور ام ولد کو اس غرہ مین سے میراث ملیگی اور وہ اپنے مولے کے قصاص مین قتل کیجائیگی پھر غرہ مین سے جو اُسکی میراث تھی وہ اُسکے مولے کے بیٹون کو میراث ملیگی اور وہ لوگ اُسکی میراث سے محروم نہونگے اسواسطے کہ اُنھون نے اسکو حق پر قتل کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولے کو اور ایک اجنبی کو عمداً قتل کیا اور مولے سے اُسکے کوئی اولاد نہین ہے پھر مولے کے دو وارثون مین سے ایک نے اور اجنبی کے دو وارثون مین سے ایک نے اُس ام ولد کو ساتھ ہی خون معاف کیا تو ام ولد پر اُسکی نصف قیمت ہر دو وارثان باقی کیواسطے واجب ہوگی اور یہ قیمت اسی کے مال سے واجب ہوگی مولے پر واجب نہوگی اور اگر دونون معاف کرنیوالون نے آگے پیچھے معاف کیا تو بالاتفاق اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگی پھر امام اعظم رح کے نزدیک یہ تین چوتھائی قیمت بطریق عول و مضاربت کے تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک بسبیل منازعت کے تقسیم ہوگی اور واضح ہو کہ بسبیل منازعت کے اس مسئلہ کی تخریج اس طرح پر ہو کہ ہر دو ولی مولے مین سے ایک ولی کیواسطے جو نصف قیمت واجب ہے اُسمین سے چوتھائی قیمت ہر دو ولی اجنبی مین سے ایک ولی کے تعلق کے حق سے فارغ ہے پس وہ ولی مولی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور چوتھائی قیمت جو نصف واجب سے زائد ہے وہ مستحق ولی اجنبی کو بلا منازعت دیدیجائیگی اور باقی رہی ایک چوتھائی قیمت اُسمین دونون منازعت یکسان ہین پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی پس ہر دو مستحق مین سے ہر ایک کا حصہ قیمت کا تین آٹھوان حصہ ہوے۔ اور بطریق عول و مضاربت کے اسکی تخریج اسطرح ہے کہ نصف قیمت جو اول کے واسطے واجب ہوئی اُسمین دو حق مجتمع ہوے ایک حق مولے اُسکے پورے کے حساب سے اور حق دیگر اُسکے نصف کے حساب سے پس اُسمین ہر ایک بمقدار اپنے حق کے شریک کیا جائیگا پس اُسکے تین حصے ہوکر دو حصہ اول کو اور ایک حصہ دوسرے کو ملے گا اور پھر وہ چوتھائی قیمت کا مستحق ہوا ہے اور یہ چھٹا حصہ اور چھٹے کا نصف ہے پھر اُسکو پہلے حصہ کیطرف ملانے سے اُسکے واسطے دو تہائی قیمت[1] اور بارھوان حصہ قیمت ہوگیا۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولی کو قتل کیا اور مولی کا اُس سے کوئی بچہ ہے اور ایک اجنبی کو بھی قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو ام ولد کو اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگی

ف قال المترجم قیمت سے مراد وہ مقدار ہے جو واجب ہے یعنی تین چوتھائی مین سے دو تہائی اور بارھوان حصہ کل قیمت کا مراد ہے پس بیان مین ایک نوع اختلاف ہے کما لا یخفی اور مفصل یہ ہے کہ فرض کرو کہ (۱۲) کل قیمت ہے جسمین سے تین چوتھائی یعنی (۹) کل واجب ہے پس نصف قیمت (۶) ہین دونون وارثان مستحق کی منازعت ہے اور بنا بر بیان کتاب کے اول کو دو تہائی اور دوم کو ایک دیا جائیگا کہ اول کے (۴) اور دوم کے (۲) ہوے مگر بنا بر بیان کتاب کے وہ چوتھائی قیمت کا بھی مستحق ہے یعنی (۳) کا پس اسقدر اُس کے حصہ مین ملایا گیا تو (۴) اور (۳) ملا کر (۷) ہوے پس یہ دو تہائی قیمت اور نصف سدس ہے یعنی واجب قیمت (۹) کی دو تہائی (۶) ہے اور باقی رہا ایک سو کل قیمت کا چھٹا حصہ (۲) ہے اُسکا نصف ایک ہے یعنی کل قیمت کا بارھوان حصہ ہے ہذا ما سنح المترجم واللہ اعلم ۱۲ منہ ف تا عفو نہین قتل کیا ہے ۱۲ ف یعنی کل قیمت کی چوتھائی یعنی نصف کی آدھی ۱۲ ف اور مجموعہ مین چوتھائی ہوے اور یہی واجب تھی ۱۲

جسمین سے دو تہائی وارثان مولی کو ملیگی اور ایک تہائی اجنبی کے وارث کو جس نے عفو نہین کیا ہے ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تین چوتھائی وارثان مولی کو ملیگی اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنیسے پہلے وارثان مولی نے قیمت بحکم قاضی لے لی تو وارثان اجنبی کو اسمین شرکت کرنے کا اختیار ہے اور ام ولد مذکورہ کے ذمہ کچھ نہوگا اسواسطے کہ جو کچھ اسپر واجب تھا اُسنے ادا کر دیا اور اسی طرح اگر بغیر حکم قاضی لے لی ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام اعظم رح کے نزدیک اُنکو اختیار ہوگا اور اگر اجنبی کے وارث عفو کرنے کے بعد اُنھون نے لی ہو تو صحیح یہ ہے کہ وارث اجنبی کو اختیار رہیگا چاہے وارثان مولے نے بحکم قاضی لی ہو یا بدون حکم قاضی وصول کر لی ہو یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے بحکم قاضی لینے کی صورت اور بغیر حکم قاضی لینے کی صورت دونون صورتون مین فرق کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مدبر و مکاتب و ام ولد و غلام سب نے متفق ہو کر ایک شخص کو قتل کیا پس ہر ایک نے چوتھائی جان تلف کی ہے پس مولائے غلام سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا چوتھائی دیت اسکا فدیہ دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت دونون مین سے کم مقدار کیواسطے سعی کریگا اور مولائے مدبر و ام ولد پر ہر ایک کی قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔

فصل سوم۔ مکاتب کی جنایت و جنایت کا اقرار کرنے کے بیان مین۔ مکاتب نے اگر ایسی جنایت کی جس سے مال واجب ہوتا ہے تو وجوب مال مکاتب ہی پر ہوگا اُسکے مولے پر نہوگا یہ بالاجماع ہے ہمارے علما مین ہمین اختلاف نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کی تو اُسپر واجب ہے کہ اپنی قیمت جو جنایت کے روز تھی اور مقدار ارش جنایت مین سے جو کم مقدار ہو ادا کرے یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اگر مکاتب نے جسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہے کسی شخص کو قتل کیا تو (خطا سے قتل کیا ۱۲) دس درم کم دس ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وارث جنایت اور مکاتب نے مکاتب کے روز جنایت کی قیمت مین اختلاف کیا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا یہ حاوی مین ہے اسیطرح اگر مکاتب کی آنکھ پھوڑی گئی پس مکاتب نے کہا کہ میری آنکھ پھوڑی جانیکے بعد مین نے جنایت کی ہے (اور دوسرا کہتا ہے کہ پہلے ۱۲) تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ مکاتب کے نفس جنایت کرنیسے امام اعظم رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی واجب ہوتا ہے کہ وہ دیدیا جاوے اور اس وجوب کی تحویل مال کی جانب تین باتون مین سے ایک بات کے پائے جانے سے ہوتی ہے یا تو قاضی نے مال کا حکم دیا ہو یا مال پر صلح ہو گئی ہو یا بسبب عتق کے یا وفاے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مکاتب کے مرنے سے اسکے دیے جانے سے یاس[1] ہو جاوے پس اگر مکاتب نے جنایت کی اور عاجز ہو کر پھر رقیق[2] ہو گیا پس اگر قاضی کے مال کا حکم دینے سے یا مال پر باہمی صلح ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا (ادا کتابت سے) تو مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے۔ اور اگر بعد قاضی کے مال کا حکم دینے یا باہمی مال پر صلح کرنے کے وہ عاجز ہوا تو امام اعظم رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق وہ اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور خود دیا نہ جائے گا

[1] یاس بمعنی ناامیدی ۱۲ [2] یعنی جسقدر مال اُسکے ذمہ بدل کتابت قرار پایا تھا اُسکے ادا کرنیسے عاجز ہو کر مملوک ہو گیا ۱۲ [5] چاہین مولی کے وارثوں کے ساتھ شریک ہو جاوین یا ام ولد سے وصول کر لیں پھر ام ولد انکا حصہ جو اُسنے ادا کر دیا ہے وارثان مولے سے واپس کریگی ۱۲

یہ محیط میں ہے اور اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائے گا اور اُسکی گردن سے ساقط ہو جائیگا اور قبل ایسے حکم کے اُسکی گردن پر ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے چند جنایتیں کیں پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت وارش جنایت سے کم مقدار اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی۔ اور اگر اُسپر اس مال کا حکم دیا گیا اور اُسنے بعض کا حق ادا کیا تو جو اُسنے کیا ہے وہ جائز ہوگا اور دوسرے والیان جنایت اُسکے اس مال میں شریک نہوں گے اور اگر اُسپر جنایت کی ڈگری نہوئی یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا تو وہ فدیہ اختیار کرنیوالا ہوا اور اگر آگاہ نہ تھا تو اُسنے اُسکے رقبہ کو تلف کیا اسواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کچھ ڈگری نہ کی گئی یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا اور اُسپر قرضہ ہے اور مولی نے اُسکو جنایت میں دیدیا تو قرضخواہ اُسکو قرضہ میں فروخت کرا سکتا ہے اور اگر مولے نے اُسکا فدیہ دیدیا تو قرضہ میں فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے دوسری جنایت کی پس اگر قاضی نے دوسری جنایت کرنے سے پہلے اُسپر اُسکی قیمت وارش جنایت میں سے کم مقدار کا حکم دیا ہو تو اُسپر دوسرے مقتول کے وارث کے واسطے بھی اسی قدر واجب ہوگا جسقدر پہلے کیواسطے واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح جو جنایت پہلی جنایت کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد اُس سے صادر ہو اُسکا یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت اول کے واسطے حکم نہ دیا ہو یہانتک کہ اُسنے دوسری جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ دونوں کے واسطے اپنی قیمت اور ہر دو جنایت کے ارش سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور یہ قیمت دونوں میں مشترک ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ہر جنایت میں مکاتب کے روز جنایت کی قیمت کیطرف لحاظ کیا جائیگا اور بعد جنایت کے اگر اُسکی قیمت زیادہ ہو جاوے تو اُسکا لحاظ و اعتبار نہوگا اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور راہ میں ایک کنواں کھودا اور راہ میں کوئی مرا جانور پیدا کر دیا پھر کنویں میں ایک آدمی گر کر مر گیا پھر قاضی نے اُسپر کنویں میں گرنے والے اور مقتول کیواسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور دونوں کیواسطے اُسنے سعایت کی پھر جو اُسنے راہ میں پیدا کر دیا ہے اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ بھی پہلے والوں کے ساتھ اُس قیمت میں شریک ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کنویں میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسنے دوسرا کنواں کھودا اور اُسمیں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو قاضی اُسپر دوسری قیمت کی ڈگری کریگا اور اگر پہلے کنویں میں کوئی گھوڑا گر کر مر گیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی وہ اُسکے ذمہ قرضہ رہیگی کہ اُسکے واسطے وہ سعایت کریگا چاہے جسقدر ہوا اور صحاب جنایات اُسکے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور ہنوز اُسپر کچھ حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ مکاتب پر حکم کریگا کہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے جسمیں سے ایک ہزار درم جو قیمت میں بڑھ گئے ہیں خاصۃً مقتول ثانی کے وارث

ف۱ یعنے مشقت کرکے اس قدر مال جو اُسپر واجب تھا حاصل کر دیا ۱۲ ف۲ یعنے مکاتب اسمیں دیا جائیگا ۱۲

ف۳ یعنے دونوں کے وارثوں کے واسطے ۱۲

کے ہونگے اور ایک ہزار درم جنایت اولی کے وقت کی قیمت مین اول و ثانی دونون کے ولی بقدر اپنے اپنے حق کے شریک ہونگے اور ولی مقتول ثانی کا حق نو ہزار درم ہوگا اسواسطے کہ ایک ہزار درم اسکو مل چکے ہین اور ولی اول کا حق پورا دس ہزار درم کا ہوگا پس ہزار درم کے انیس حصے کیے جاوینگے جسمین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملین گے پس سعایت سے جو کچھ حاصل ہوگا نصف خاصۃً دوسرے کا ہوگا اور باقی ایک نصف مین انیس حصے ہوکر اول و دوم بقدر اپنے اپنے حق کے لے لینگے یہ محیط مین ہے۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اسوقت اسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر کانا ہوگیا پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اسوقت اسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسپر دو ہزار درم کی ڈگری ہوگی جنمین سے ایک ہزار درم خاصۃً اول کے ہونگے اور باقی ہزار درم دونون مین اپنے اپنے حق کے موافق مشترک ہونگے اور اول کا حق بحساب نو ہزار درم کے اور دوسرے کا بحساب دس ہزار درم کے ہوگا پس ہزار درم دونون مین انیس حصے ہوکر تقسیم ہون گے جسمین سے دس حصے دوسرے کے اور نو حصے اول کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسپر ایک جنایت کے مقدمہ مین حکم دیا گیا پھر اُسنے تیسرے کو خطا سے قتل کیا تو جسکے نام ڈگری ہوئی ہے اُسکے واسطے نصف قیمت جسکی ڈگری ہوئی ہے ہوگی پھر تیسرے کے واسطے غلام کی نصف قیمت کی ڈگری ہوگی وہ خاصۃً اسکی ہوگی پھر جسکے نام کچھ ڈگری نہین ہوئی ہے اُسکے نام نصف قیمت کی ڈگری اس طرح ہوگی کہ وہ اُسکے اور تیسرے کے درمیان تین تہائی ہوکر جسمین سے دو تہائی دوسرے کو اور ایک تہائی تیسرے کو ملے گی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے دو آدمیون کو خطا سے قتل کیا پس ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کی گئی اور دوسرا غائب ہے پھر مکاتب نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر عاجز ہوکر رقیق کر دیا گیا تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو مذکور ہے کہ نصف ولی مقتول ثالث کو دیدے گا پھر یہ نصف بعوض اُس نصف قیمت کے جسکی ڈگری ولی مقتول اول کے نام ہوئی فروخت کیا جائیگا اور دوسرا آدھا قتیل ثالث اور ثانی کے وارثون کے درمیان بقدر اُن دونون کے حقوق کے تقسیم ہوگا اور دوسرے کا حق بحساب دس ہزار کے ہے اور تیسرے کا بحساب پانچہزار کے ہے۔ پس دوسرا نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا کہ نصف کا دو تہائی دوسرے کے وارث کو اور ایک تہائی تیسرے کے وارث کو ملیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کو دس ہزار درم اور تیسرے کو بھی دس ہزار درم فدیہ دیگا اور غلام مذکور دوم و سوم کے حق سے پاک ہوجائیگا اور اول کیواسطے غلام کی نصف قیمت غلام پر قرضہ رہیگی پس مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکا قرضہ ادا کردے یا غلام تیری طرف سے فروخت کیا جائیگا پھر جب مولے نے قرضہ ادا نہ کیا حتے کہ بیع کرنا واجب ہوا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ پورا غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا نہ آدھا بخلاف اِسکے اگر دوسرے کیواسطے نصف قیمت کا حکم دیا گیا اور مولی نے باقی دونون کو فدیہ دیدیا کہ اس صورت مین اگر مولی نے قرضہ غلام ادا نہ کیا حتے کہ قرضہ کے عوض غلام کا فروخت کرنا لازم آیا تو نصف غلام فروخت کیا جائیگا پورا نہین فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین

پس اُسپر قاضی نے ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کر دی اور دوسرے کیواسطے کچھ حکم نہ کیا پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا اور دوسرے نے اگر قاضی سے نالش کی اور مکاتب ہنوز مکاتب ہے تو اُسکے واسطے تین چوتھائی قیمت کی ڈگری کریگا پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا اور درمیانی شخص آیا تو مولی اسکو چوتھائی غلام دیدیگا یا نصف دیت اسکا فدیہ دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے جنایت کی پھر مر گیا پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو کر مرا ہے اور سو درم چھوڑے ہیں حالانکہ کتابت کا مال اس سے زیادہ ہے تو جنایت باطل ہو گی اور سو درم جو اُسنے چھوڑے ہیں وہ مولی کو ملینگے اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد مرا ہے تو جسقدر اُسنے چھوڑا ہے اُسمیں سے جنایت کا حق ادا کیا جائیگا۔ اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانیکے بعد یا اس سے پہلے وہ اسقدر مال چھوڑ مرا جس سے[1] کتابت ادا ہو جاوے تو جنایت باطل نہو گی بلکہ پہلے اس مال سے جنایت پھر کتابت ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کو ملیگا۔ یہ حکم اسوقت ہے کہ مکاتب پر سوائے جنایت کے اور قرضہ نہو اور اگر سوائے جنایت کے اُسپر اور قرضہ ہو اور اُسنے اسقدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرض و جنایت و کتابت ادا ہو سکتی ہے پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانیکے بعد مرا ہے تو ولی جنایت قرضخواہوں کی راہ پر انکا شریک ہو گا اور قرضے جنایت پر مقدم نہونگے پس پہلے سب قرضے مع جنایت ادا کیے جاوینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کا ہو گا اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم نکیا ہو یہانتک کہ وہ مر گیا تو جنایت پر قرضے مقدم ہونگے اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب مکاتب نے اسقدر چھوڑا ہو کہ جس سے قرضے و جنایت و کتابت سب ادا ہو سکتے ہیں اور اگر کتابت ادا نہو سکے بلکہ فقط قرضے اور جنایت ادا ہو سکتی ہے پس اگر مکاتب کی موت سے پہلے قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم دیدیا ہو تو جنایت باطل نہوگی اور اُسکی کمائی سے قرضے و جنایت سب ادا کیے جاوینگے اور اگر قاضی نے اُسپر قبل موت کے جنایت کا حکم ندیا ہو تو باطل ہو جائیگی اور اُسکی کمائی سے قرضہ ادا کیے جاوینگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور اُسنے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت میں اُسکی باندی سے پیدا ہوئی ہے اور اُسپر قرضہ ہے اور جنایت ہے خواہ جنایت کا حکم قاضی نے دیدیا ہے یا نہیں دیا ہے تو اُسکا فرزند قرضہ و جنایت و کتابت سب کے واسطے سعایت کریگا اور انمیں سے کسیکے اولاً ادا کرنے کی بابت اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانیکے بعد اُسکا فرزند عاجز ہو گیا اور رقیق کر دیا گیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن قرضخواہوں و اولیاء جنایت کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہو گا اگر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو گیا تو جنایت باطل ہو جائیگی پھر قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر مکاتب کی موت کے وقت اُسکی ام ولد زندہ ہو اور مکاتب پر قرضہ نہو اور اُسپر جنایت کا حکم ہو گیا ہے یا نہیں ہوا ہے تو ماں و بچہ دونوں پر مکاتب کی قیمت و ارش جنایت مع بدل کتابت میں سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت واجب ہو گی اور اگر دونوں پر اسکا حکم دیا گیا ہو یا ندیا گیا ہو حتے کہ انمیں سے کسی نے خطا سے کسی کو قتل کیا تو اس جنایت کرنیوالے پر وارث مقتول کیواسطے اُسکی قیمت کا حکم ہو گا سوائے اُس مال کے جو دونوں پر جنایت مکاتب کے ولی کا واجب ہے پھر اسکے بعد اگر دونوں عاجز ہو گئے تو ہر ایک اپنی جنایت کیواسطے خاصۃً فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن میں سے اُسکی جنایت کے ولی کو دیکر کچھ باقی رہا تو مکاتب کی جنایت کے ولی کو ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مکاتبہ نے جنایت کی پھر اسکے

[1] یعنی اسقدر مال ادا کرنے سے جو اُسپر واجب الادا تھا ۱۲

بچہ پیدا ہوا پھر وہ عاجزہ ہو گئی اور ہنوز اُسپر جنایت کا حکم نہیں کیا گیا ہی تو وہ اکیلی دیدی جائیگی اور اگر مکاتبہ پر ڈگری کی گئی ہو پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ فروخت کیجائیگی پس اگر اُسکے ثمن میں جنایت کا پورا پڑا تو خیر ورنہ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر مکاتبہ مر گئی اور اُسنے سو درم اور ایک بیٹا جسکو وہ حالت کتابت میں جنی ہی چھوڑا اور مکاتبہ پر قرضہ ہی اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا ہی خواہ جنایت کا حکم اُسپر ہو چکا ہی یا نہیں ہوا ہی تو اُسکے بیٹے پر حکم دیا جائیگا کہ جنایت اور کتابت کے واسطے سعایت کرے پھر یہ سو درم اہل جنایت و اہل قرضہ کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہونگے اور اگر بیٹے نے کچھ قرضہ لیا اور کوئی جنایت کی اور پھر اُسکا مع اُسکے جو اُسپر اُسکی ماں کی جنایت و قرضہ کا حکم دیا گیا ہی حکم کیا گیا تو پھر واجب ہوگا کہ اِس سب کے واسطے سعایت کرے پھر اگر وہ عاجز[1] ہو گیا تو خاصۃً اپنے قرضہ و جنایت کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُسکے ثمن سے کچھ بچ رہا تو اُسکی ماں کے قرضہ و جنایت میں حصہ رسد دیا جائے گا اور اگر اُسپر اُسکے جنایت کا حکم ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو اُس کا مولے اِس جنایت کے عوض اُسکو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیدے گا اور اگر اُسکو دیدیا تو فقط اُس کے قرضخواہ پیچھا کر کے اُسکو فروخت کرا دینگے اور اُسکی ماں کے قرضخواہ و اہل جنایت اُسکا پیچھا نہیں کر سکتے ہیں پھر اُسکے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اُسکی ماں کے قرضخواہ و اہل جنایت کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مولے نے اُس کے فدیہ دیدیا تو وہ جنایت سے پاک ہو گیا پس اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُسکے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اُسکی ماں کے قرضہ و جنایت میں دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک مکاتب نے تین آدمیوں کو خطا سے قتل کیا پھر ایک کے وارث نے اُسکو اپنا حصہ ہبہ کیا پھر وہ عاجز ہوا تو تہائی غلام مولی کو دیا جائیگا اور دو تہائی غلام کو چاہے مولے دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہیں پس ایک نے اُسکو معاف کر دیا تو دوسرے کے واسطے نصف قیمت کے لیے سعایت کرے گا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے پھر ایک نے اُسکو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کر دیا پھر اُسنے جنایت کی تو اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور شریک اُسکے نصف اور نصف ارش سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اگر اُس نے کتابت ادا نکی ہو یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر غلام دو شخصوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ بدون اجازت دوسرے کے مکاتب کر دیا پھر اُسنے جنایت کی پھر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مکاتب پر اُسکی نصف قیمت و نصف ارش میں سے کم مقدار کا حکم دیا جائیگا اور جس شریک نے اُسکو مکاتب نہیں کیا ہی وہ مکاتب کی کمائی سے جو اُس نے مکاتب کرنے والے شریک کو دی ہی نصف لے لیگا پھر مکاتب کرنے والا اسقدر مکاتب سے واپس لیگا پھر جس نے مکاتب نہیں کیا ہی اُسکو اختیار ہی آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے اور چاہے شریک سے ضمان لے اور ان صورتوں میں سے جو اُسنے اختیار کی اور قبضہ کیا تو وہ مکاتب کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت میں سے

---

[1] یعنی ادائے بدل کتابت سے ۱۲ اور لیشرطیکہ وہ خوشحال ہو ۱۲

کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت میں شریک مکاتب کنندہ پر ضمان نہیں ہوسکتی ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور اگر مکاتب سے قبل اُسکے آزاد ہو جانیکے جنایت کی خصومت کی گئی اور اُسپر نصف ارش جنایت کا حکم دیا گیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا تو جسقدر مال کی اُسپر ڈگری ہوئی ہے اُسکے واسطے اسکا نصف فروخت کیا جائیگا اور وہ نصف اُسکا حصہ ہے جسنے مکاتب کیا ہے اور جسنے مکاتب نہیں کیا ہے اُس سے کہا جائیگا کہ اتنا حصہ جرمانہ جنایت میں دیدے یا نصف ارش اُسکا فدیہ دے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے مکاتب کیا پھر مکاتب نے ایک غلام خریدا پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو مکاتب خرید کرنے والے کو اور جسنے مکاتب نہیں کیا ہے دونوں کو اختیار دیا جائیگا چاہیں اُسکو دیدیں اور چاہیں اُسکے فدیہ میں دیت دیں اور اگر یہ غلام مجرم مکاتب کا بیٹا ہو یا اُسکی باندی سے اُسکے پاس پیدا ہوا ہو تو مجرم مذکور پر واجب ہوگا کہ اپنی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور جس شریک نے مکاتب نہیں کیا ہے اُسپر جبتک آزاد نہ کرے یا سعایت کرا کے وصول نہ کرے تب تک کچھ واجب نہوگا ہاں بعد اُسکے اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت میں سے کم مقدار کی ضمان دے۔ اور اگر اس بیٹے نے اپنے باپ پر جنایت کی ہو اور پھر باپ ادا کرکے آزاد ہو گیا تو بیٹے پر نصف قیمت واجب ہوگی پس اسکے واسطے جسنے مکاتب نہیں کیا ہے سعایت کریگا اور مکاتب کرنے والے پر اسکی ضمان نہوگی بخلاف ماں کے کہ مکاتب کرنے والا اُسکی نصف قیمت کا جس نے مکاتب نہیں کیا ہے اسکے واسطے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مشترک باندی کو بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے اپنا حصہ ولد مکاتب کیا پھر فرزند نے ماں پر یا ماں نے اُسپر جنایت کی یعنی قتل کیا تو ہر ایک پر دونوں میں سے مقتول کی تین چوتھائی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو شخصوں کے درمیان ایک باندی مشترک ہو اُسمین سے ایک نے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسمین ایسی کوئی بات پیدا ہو گئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہے یا کسی عیب سے اُسمین نقصان ہو کر پھر زیادتی ہو گئی پھر وہ آزاد ہو گئی پھر شریک نے مکاتب کرنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو جس روز آزاد ہوئی ہے اُسکی اس روز کی نصف قیمت تاوان لے گا اور شریک نے کور کو جسنے مکاتب نہیں کیا ہے یہ اختیار ہوگا کہ بچہ سے اُسکی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرالے اور اگر ایک نے اُس باندی میں سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے بچہ میں سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر بچہ نے اپنی ماں پر یا ماں نے بچہ پر ایسی جنایت کی جو قتل نفس سے کم ہے پھر دونوں مال کتابت ادا کرکے آزاد ہو گئے اور دونوں مولی خوشحال[^51] ہیں تو جس شریک نے بچہ کو مکاتب کیا ہے اُسکو اختیار ہوگا کہ جس نے ماں کو مکاتب کیا ہے اُس سے ماں کی نصف قیمت ضمان لے اور چاہے اُس سے سعایت کراوے اور چاہے اُسکو آزاد کر دے اور جسنے ماں کو مکاتب کیا ہے اُسکو بچہ کے مکاتب کرنے والے سے بچہ کی بابت ضمان لینے کا کچھ استحقاق

[^51]: ۵۱ یعنے مفلس و مسکین نہیں ہیں بلکہ دونوں مالدار و تونگر ہوں ۱۲

نہیں

نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ زید و عمرو مین ایک غلام مشترک ہے اُسنے دونون مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی مثلاً
زید کی آنکھ پھوڑ دی پھر زید نے اُسمین سے اپنا حصہ مکاتب کیا پھر غلام نے زید کو زخمی کیا کہ جس سے زید مر گیا
تو مکاتب مذکور اپنی نصف قیمت و چوتھائی دیت مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کریگا اور عمرو جسنے مکاتب
نہین کیا ہے وہ غلام کی نصف قیمت وارثان مقتول یعنے زید کو تاوان دیگا لیکن اگر غلام مذکور بال کتابت ادا کرکے
آزاد ہو گیا ہو تو عمرو پر یہ نصف قیمت اُسوقت تک دینی واجب نہوگی جبتک وہ اپنے حصہ کا مال بطور تاوان کے یا غلام
کی سعایت سے حاصل نکرے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور اُسنے دونون
مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے اپنا آدھا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا
حالانکہ وہ اس جنایت سے آگاہ ہے پھر غلام نے اُسپر جنایت کی پھر جسنے اپنا آدھا حصہ فروخت کیا ہے اُسنے یہ حصہ خرید لیا
پھر جنایت کی ہے اُسنے اپنا آدھا حصہ مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُسپر کوئی جنایت کی پھر غلام ادا کرکے آزاد ہو گیا پھر مکاتب
کرنیوالا مولی انکی سب جنایتون سے مر گیا تو مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہوگی اور جسنے
مکاتب نہین کیا ہے اُسپر اپنے شریک کی دیت کا چھٹا حصہ اور چھٹے کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور غلام کی نصف قیمت اور چھٹے
حصہ قیمت و چھٹے کی چوتھائی حصہ دیت مین سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام
مشترک ہے اُسنے عمرو پر جنایت کی پھر عمرو نے جنایت سے آگاہ ہونیکے باوجود اُسکو مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُسپر دوبارہ
جنایت کی پھر زید نے اُسکو مکاتب کیا پھر غلام نے عمرو پر جنایت کی پھر وہ ان سب جنایتون سے مر گیا تو ہم کہتے ہین
کہ غلام کے دو حصے ہین اور ہر نصف حصہ نے نصف نفس کو حقیقۃً تین جنایتون سے اور حکماً دو جنایتون سے تلف کیا
پس عمرو کے حصے نے نصف نفس کو ایک جنایت سے قبل کتابت کے تلف کیا اور وہ ہدر[1] ہے اور دو جنایتون سے بعد
کتابت کے تلف کیا اور دونون کا جرمانہ ایک ہے یعنی مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہے
اور رہا زید کا نصف حصہ کہ اُسنے بھی قبل کتابت کے آدھے نفس کو دو جنایتون سے تلف کیا اور انکا حکم یہ ہے کہ انکا جرمانہ
مولی پر واجب ہے پس زید کے ذمہ غلام مذکور کی نصف قیمت و چوتھائی دیت مین کم مقدار واجب ہوگی اور بعد
کتابت کے جو اُسنے ایک جنایت کی ہے وہ کُل اول کے مکاتب کی گردن پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور نے کسی اجنبی پر
جنایت کی پھر زید یا عمرو مین سے کسی نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر اُسنے اجنبی پر جنایت
کی پھر دوسرے شریک نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر غلام نے اجنبی پر جنایت کی اور
وہ ان سب جنایتون سے مر گیا پس شریک اول کے نصف حصہ مین نصف اجنبی کو تین جنایتون سے تلف کیا
اور یہ تین جنایتین حکماً دو جنایتین ہین پس پہلی جنایت کے واسطے شریک اول السبب مکاتب کرنے کے چوتھائی دیت
کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور باقی جنایت کی جز امکاتب کی گردن پر ہے یعنے چوتھائی دیت اور نصف قیمت سے کم مقدار
کا ضامن ہوگا۔ اور دوسرے شریک کے نصف حصہ نے کتابت سے پہلے دو جنایتین کین کہ جنکا حکم ایک ہے یعنی ایک

[1] یعنے اُسکا معاوضہ کچھ نہین ہے نہ قصاص اور نہ دیت ۱۲

جنایات کے حکم میں ہیں پس حکم یہ ہے کہ انکا جرمانہ مولے پر واجب ہے کہ چوتھائی دیت اور نصف قیمت غلام میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور رہی تیسری جنایت سو وہ مکاتب کی گردن پر ہے کہ اُسکے جرمانہ میں اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر پہر دو مولی کتابت کے وقت غلام کی جنایت سے واقف نہوئے ہوں تو دونوں اُسکی قیمت اور نصف دیت میں سے کم مقدار کے ضامن ہونگے اور مکاتب بھی اپنی قیمت اور نصف دیت میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی نصف باندی کو مکاتب کیا پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بچہ نے کوئی جنایت کی تو وہ اپنی نصف جنایت کیواسطے سعایت کریگا اور نصف جنایت باقی مولی کے ذمہ ہوگی اسواسطے کہ اسکا دینا[1] بایں وجہ متعذر ہے کہ عقد کتابت اس جنایت سے پہلے واقع ہوگیا ہے پس اُسپر نصف قیمت واجب ہوگی پھر اگر مولی نے ماں کو بعد بچہ کی جنایت کرنے کے آزاد کردیا تو آدھا بچہ آزاد ہو جائیگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے مولی کیلیے سعایت کریگا اور نصف جنایت اُس بچہ پر ہوگی اور نیز اگر مولی نے بچہ کو آزاد کردیا تو بھی حکم جنایت ایسا ہی ہے لیکن اس صورت میں بچہ پر سعایت لازم نہوگی اور اگر دونوں میں سے کوئی آزاد نکیا گیا اور نہ دونوں نے کسی اجنبی پر جنایت کی بلکہ ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو اگر ایک نے اجنبی جنایت کیوجہ سے اپنی قیمت اور نصف جنایت دونوں سے کم مقدار واجب ہوگی باعتبار اسکے کتابت نصف میں ہے اور نصف اسکا مولی پر ہوگا بدیں وجہ کہ نصف حصہ اُسکی ملک ہے اور اُسنے کتابت سابقہ سے اسکو تلف[2] کردیا ہے اور نیز اسکا نصف مولی کیواسطے جنایت کرنیوالے پر ہوگا اسواسطے کہ جسپر اُسنے جنایت کی ہے اُسمیں سے آدھا مولی کی ملک ہے وہ مکاتب نہیں ہے پس بعض بعض کا قصاص ہو جائیگا اور اگر باندی مذکورہ نے جنایت کی اور قبل اسکے کہ اُسپر اس جنایت کی بابت حکم دیا جاوے وہ مرگئی اور کوئی چیز نہ چھوڑی تو اسکا بچہ بمنزلہ اُسکے ہوگا اور نصف جنایت اور مکاتبت کیواسطے سعایت کریگا اور مولی پر نصف جنایت واجب ہوگی خواہ اُسپر جنایت کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو پھر اگر اسکے بعد بچہ نے بھی جنایت کی پھر عاجز ہوگیا حالانکہ اُسپر ماں کی جنایت کی ڈگری ہو چکی ہے تو جسقدر ماں کی جنایت کی بابت اُسپر ڈگری ہو چکی ہے وہ اُسکے نصف پر قرضہ ہوگا لیکن مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جنایت کے بدلے میں اُسکو دیدے پس مولی کو اختیار ہوگا چاہے اُسکی جنایت میں اُسی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر فدیہ دیا تو اُسکا نصف حصہ اُسکی ماں کے قرضہ میں فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسی کو دیا تو اس قرضہ میں اُسکا نصف فروخت نکیا جائیگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی جنایت کے عمداً یا خطائً اُس سے صادر ہونیکا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر خطا سے جنایت صادر ہوئی اور اُسپر اُس جنایت کی ڈگری ہوگئی پھر وہ عاجز ہوگیا تو یہ جنایت امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہوگی اسی بنا پر کہ اگر مکاتب نے ایسی جنایت کا جو موجب مال ہے اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بعد عاجز ہونے کے وہ اس جنایت کی بابت ماخوذ نہوگا خواہ اُسپر اس جنایت کا مال قرضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا اور فروخت کیا جائیگا جب کہ ڈگری ہونیسے اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا ہو اور اگر وہ آزاد کردیا جاوے تو ماخوذ ہوگا خواہ اُسپر اس مال جنایت کی ڈگری ہوگئی ہو یا نہوئی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ کتابت کا مال ادا کرکے آزاد ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ ہو جائیگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو عمداً قتل کیا

[1] یعنی جنایت میں دیدینا ۱۲ [2] یعنی محل نہیں رکھا ہے - [3] ادائے کتابت سے ۱۲

پھر اپنے نفس سے کسیقدر مال پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور مال اُسپر لازم ہوگا جبتک کہ عاجز نہو جاوے اور اگر ادائے مال سے پہلے عاجز ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال اُسکے ذمہ سے باطل ہو جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک لازم رہیگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مکاتبہ نے اپنے بچہ پر کچھ اقرار کیا تو اسکے ذمہ لازم نہوگا خواہ بچہ آزاد ہو جاوے یا عاجز[۵۱] ہو جاوے اور اگر وہ بچہ مر گیا اور ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ مرا تو اُسکے مال میں قیمت اور ارش دونوں میں سے کم مقدار کی ڈگری کیجائیگی اور اگر بچہ نے اپنی ماں پر جنایت کا اقرار کیا تو ثابت نہوگا پھر اگر ماں مر گئی تو اُسکے ذمہ قیمت اور ارش سے کم مقدار اور کتابت لازم ہوگی پھر اگر اسکے بعد عاجز ہو گیا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے مقرلہ کو ادا کر دیا پھر عاجز ہو گیا تو مقرلہ سے وہ مال واپس نہ لیا جائیگا اور اگر ماں نے اپنے بچہ پر جنایت کا اقرار کیا پھر بچہ خطا سے قتل ہوا اور اُسکی قیمت لیگئی تو قیمت میں سے وہ مقدار کہ جسکا ماں نے اقرار کیا ہے لیجائیگی اسیطرح اگر ماں نے اپنے بیٹے پر قرضہ کا اقرار کیا اور بیٹے کے قبضہ میں مال ہے اور اُسپر قرضہ نہیں ہے تو ماں کا اقرار اُسکے بیٹے کے مال میں سے جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مکاتب کے بیٹے نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مکاتب نے اپنے اس بیٹے کو قتل کیا اور وہ غلام ہے اور ایک شخص اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسمیں اجنبی کے وارث بقدر دیت اور بیٹے کے وارث بقدر بیٹے کی قیمت کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ خطا سے مولی کا مکاتب پر جنایت کرنا یا مکاتب کا مولی پر جنایت کرنا بمنزلہ جنایت اجنبی کے ہے اور عمداً قتل کرنے میں اگر مولی نے کیا ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ مکاتب کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مکاتب نے عمداً مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مولی نے مکاتب کے مملوک یا مال پر یا مکاتب نے مولی کے مملوک یا مال پر جنایت کی تو دونوں میں سے ہر ایک پر وہی حکم ہوگا جو اجنبی پر ہوتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور جو شخص مکاتب کی کتابت پر مکاتب ہوگا تو وہ جنایت کے حکم میں بمنزلہ مکاتب کے ہے کہ اسیطرح اُسپر سعایت لازم آویگی اسیطرح اُسکی ام ولد خواہ اُس سے جنی[۵۲] ہے اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مکاتب کے غلام کی جنایت مثل آزاد کے غلام کی جنایت کے ہے لیکن اگر مکاتب نے اُسکا فدیہ دینا چاہا حالانکہ فدیہ بہ نسبت اُسکی قیمت کے حد سے زائد ہے یا مکاتب نے اُسکو دینا چاہا حالانکہ اُسکی قیمت بہ نسبت ارش جنایت کے حد سے زائد ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح ہوگا اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور اُسپر قرضہ ہے اور اُسنے ایک غلام ماذون التجارۃ چھوڑا اور اُسپر بھی دوسرا قرضہ ہے تو یہ غلام خاص اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اسکے ثمن میں سے کچھ بچ رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ میں دیا جائیگا اور اگر اس غلام پر قرضہ نہو مگر اُس نے کوئی جنایت کی ہو جسکا جرمانہ واجب ہو اور مکاتب کا سوائے اسکے کچھ مال نہو تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے مولے اور اُسکے تمام قرضخواہ اُسکو خوشی سے وارث جنایت کو دیدیں پھر اُسمیں قرضخواہوں کا کچھ استحقاق نرہیگا جبکہ انکی رضامندی سے اُسکو دیدیا ہے اور اگر یہ لوگ چاہیں اُسکا فدیہ دیدیں یعنی وارث مقتول[۵۳] کو دیت دیدینا تو پھر وہ غلام اُنکے قرضہ میں فروخت

---

۵۱ یعنے حالت مکاتبت سے بوجہ عاجز ہی کے پھر غلامی میں آ جاوے ۱۲ ۵۲ یعنے اولاد ہوئی ہے ۱۲ ۵۳ خواہ قتل کیا کہ دیت ہو یا اس سے کم جرم کہ ارش ہو ۱۲ منہ

کیا جائیگا اور اگر اس غلام پر بھی قرضہ ہو تو مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے اس غلام کو دیدے پھر جو قرضہ اُسپر ہو وہ اُسکے پیچھے ہوگا کہ وارث جنایت کے پاس سے قرضخواہ اُسکو فروخت کراکر اپنا قرضہ لے لیگا اور قرضخواہان مکاتب کو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اُسکا فدیہ دیدے پھر وہ غلام اپنے خاص قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ میں دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے ایک غلام نے ایک آزاد کو شجہ[1] موضحہ سے زخمی کیا پھر اُسکے مولی نے اُسکو مدبر کر دیا پھر غلام مذکور نے دوسرے موضحہ زخم سے زخمی کیا پھر مولی نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسکو شجہ سے زخمی کیا پھر وہ ادا کرکے آزاد ہو گیا پھر اُسنے اُس زخمی کو اور شجہ سے زخمی کیا اور ایک اجنبی نے بھی شجہ سے اُسکو زخمی کیا پس وہ زخمی مرگیا اور مولی ان سب جنایتوں سے واقف تھا تو اجنبی کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور باقی نصف کو غلام نے چار جنایتوں سے تلف کیا ہے اور ان جنایتوں کے احکام مختلف ہیں اور جنایات میں ہنبا احکام کا ہے پس اول جنایت کا حکم یہ ہے کہ مولی اُسکو دیدے یا فدیہ دے اور دوم کا حکم یہ ہے کہ مولی پر قیمت واجب ہے اور سوم کا حکم یہ ہے کہ مکاتب پر قیمت واجب ہے اور چہارم کا حکم یہ ہے کہ مددگار برادری پر[2] قیمت واجب ہے پس اس نصف کے چار حصے ہوئے پس کل کے آٹھ حصے ہوئے جنمیں سے چار کو اجنبی نے تلف کیا اور چار کو غلام نے تلف کیا پس غلام کے چار حصوں میں سے اول کی بابت بسبب اسکے کہ مولی نے جنایت سے واقف ہوکر اُسکو مدبر کیا ہے مولی دیت کا اختیار کرنیوالا ہو گیا پس دیت کا آٹھواں حصہ مولی پر لازم آیا اور حصہ دوم میں چونکہ جنایت سے پہلے ایسا فعل واقع ہوا جس سے غلام کا دینا ممتنع ہو گیا ہے اسواسطے مولی کے حق میں یہ ثابت ہوا کہ وہ دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا ہے پس مولی پر قیمت غلام کا آٹھواں حصہ واجب ہوا لیکن اگر دیت کا آٹھواں حصہ اس سے کم ہوگا تو وہی واجب ہوگا اور سوم مکاتب کے ذمہ واجب ہوئی ہے اسواسطے اسی پر اُسکی قیمت اور آٹھواں حصہ دیت دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور چہارم ایسے وقت واقع ہوئی کہ جب مکاتب آزاد ہو گیا ہے پس یہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور مدبر نکیا گیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو نصف دیت اجنبی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی نصف غلام کی تین جنایتوں سے تلف ہوا پس اس نصف کے تین حصے ہوئے پس کل کے چھ حصے ہوئے جنمیں سے تین حصے اجنبی کے فعل سے تلف ہوئے اور تین بسبب جنایت غلام کے تلف ہوئے پس اول حصے کی بابت مولی پر چھٹا حصہ دیت کا واجب ہوگا اور دوم کی بابت مکاتب پر چھٹے حصے کی دیت اور چھٹا حصہ قیمت میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور سوم کی بابت اُسکی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا یہ کافی میں ہے

چودھواں باب۔ مالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان میں۔

اگر ایک شخص نے ایک غلام کو خطا سے قتل کیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی پس اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہو تو قاتل پر دس کم دس ہزار درم دینے کا حکم کیا جائیگا اور یہ مال قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دینا واجب ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو اور اُسکی قیمت بہ نسبت دیت کے زائد ہو تو قاتل پر پانچسو درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ

[1] یعنے وہ زخم سر جس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ [2] یعنی مکاتب کی مددگار برادری پر ۱۲

دس درم کم پانچہزار درم واجب ہونگے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے - اگر بیس[۱] ہزار درم قیمت کا غلام غصب کیا
اور وہ غاصب کے پاس مر گیا تو اُسکی قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو جاوے یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام ماذون[۲] نے
کو خطا سے قتل کیا تو مالک کو فقط ایک قیمت تاوان دیگا پھر اگر وہ ماذون قرضدار ہو تو مولیٰ یہ قیمت اُس کے قرضخواہوں
کو دیدیگا یہ کافی میں ہے - نوادر بن سماعہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام پر بدون مولیٰ کی اجازت کے ایک
گون لادی اور دوسرے شخص نے بھی اسیطرح دو گونیں لادیں پھر وہ غلام اس سب بار گران سے مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک
ایک گون والے پر تہائی قیمت اور دو گون والے پر دو تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے - اور مالیک پر جیسے خطا کے سوا
قتل نفس کے جو جنایت کی اُسکی ضامن مددگار برادری نہیں ہوتی ہے اگرچہ جنایت کرنے والا مرد آزاد ہو اور جب جنایت قتل نفس تک
پہونچ جاوے تو مددگار برادری تین سال میں دیت کی ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے - اور اطراف غلام پر جو جنایت ہو اُسکی نسبت
امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ آزاد کے جس عضو میں دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں قیمت واجب ہوگی اور آزاد کے
جس عضو میں نصف دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں نصف قیمت واجب ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار
یا زیادہ ہو تو امام کے نزدیک دس ہزار میں سے دس درم یا پانچ درم کم کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک غلام
صحیح سالم کی قیمت اندازہ کیجاوے (یہی ظاہر الروایۃ ہے) اور جنایت سے عیب دار ناقص کی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونوں قیمتوں میں
فرق ہو وہ واجب ہوگا اور یہی امام ابویوسف رح نے امام اعظم رح سے بھی روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب
اُس عضو کے زائل ہونے سے منفعت مقصودہ زائل ہو جاوے جیسے آنکھ و ہاتھ وغیرہ اور اگر ایسا عضو ہو جس سے زینت و جمال
مقصود ہوتا ہے جیسے گوش و ابرو وغیرہ تو امام اعظم رح کے پہلے قول کے موافق یہی حکم ہے اور دوسرے قول کے موافق یہ ہوگا
بلکہ مجرم قدر نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے - اور غلام کے ہاتھ کیواسطے نصف قیمت غلام واجب ہوگی مگر پانچ درم
کم پانچہزار سے زائد نہ کیجاویگی کذا فی الہدایۃ قال المترجم اور ایک مقام پر ہدایہ میں لکھا ہے کہ دس درم کم اور یہی ظاہر الروایۃ ہے
اسواسطے کفایہ میں فرمایا کہ یہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح حکم کے موافق اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی چاہے
جسقدر ہو اور یہی نہایہ و کافی میں ہے - اور جس جنایت کی بابت آزاد کے حق میں کوئی ارش مقرر نہیں ہے اُس میں غلام میں
نقصان قیمت واجب ہوگا یہ سراجیہ میں ہے - اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر مملوک کی پلکیں کسی آدمی نے
نوچ ڈالیں تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ مملوک کی پلکوں و بھوؤں اور کانوں کیواسطے بقدر نقصان کے
واجب ہوگا اور یہی میرا قول ہے اور یہی امام ابویوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ داڑھی کے حق میں امام ابوحنیفہ رح کا
کوئی قول مجھے یاد نہیں ہے لیکن سر کے بالوں کا یاد ہے کہ اُسکو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے غلام کو دیدے اور مجرم سے اُسکی قیمت لے لے اور
چاہے نہ دے اور مجرم سے نقصان قیمت لے لے اور اصل میں لکھا ہے کہ غلام کے بالوں و داڑھی کے حق میں حکومت عدل[۳] واجب ہے اور
شاید یہ امام اعظم رح کا دوسرا قول ہے جیسا کہ قدوری نے ذکر کیا ہے اور حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ غلام کے کان و

ف۱ جسکو اُسکے آقا نے تجارت وغیرہ تصرفات کی اجازت دی ہو ۱۲ ف۳ یعنے شخص عادل جسقدر تجویز کرے اُسیقدر
واجب ہوگا ۱۲ ف۲ یعنے پانچ وغیرہ ۱۲ ف۴ بنا بر دو روایت کے ۱۲

ناک و داڑھی کی بابت اگر وہ نہ جمے تو نقصان قیمت ہے جیسا کہ امام محمد رح نے کہا ہے بنابر ذکر شیخ ابوالحسن قدوری رح کے اور
مختلفات میں امام ابو یوسف و امام محمد رح سے ان صورتوں میں نقصان قیمت کا حکم مذکور ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور
محیط میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے غلام کے گھونگھر والے بال مونڈ ڈالے اور بجائے اُنکے
سپید بال جمے تو اُسپر نقصان لازم ہوگا اور اس صورت میں نقصان پہچاننے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ غلام گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ
کیجاوے اور غلام بے گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے بلکہ یہ طریقہ ہے کہ غلام کی مع سیاہ بالوں کے اندازہ کیجاوے اور غلام کی مع سپید
بالوں کے اندازہ کیا جاوے پس جو فرق ہو اُسی قدر نقصان کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں
تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مجرم کو دیکر اُسکی قیمت لے لے اور چاہے رکھ لے اور اُسکو کچھ نقصان نہ ملیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح
نے فرمایا کہ چاہے رکھ لے اور نقصان لے لے اور چاہے غلام دیکر پوری قیمت لے لے یہ ہدایہ میں ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ ایک شخص
نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پس وہ مرگیا مگر اُس آنکھ کے سرایت سے نہیں مرا تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ واجب ہوگا اور اگر نہیں مرا
بلکہ اُسکو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو آنکھ پھوڑنے والے پر بھی نقصان قیمت لازم آویگا[1] اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں
نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور عمرو نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا
تو زید پر بقدر نقصان قیمت کے لازم ہوگا اور عمرو پر ہر دو آنکھ پھوٹے ہوئے کی قیمت آدھی واجب ہوگی اور امام
ابو یوسف رح نے روایت کی یہ بنابر قول امام اعظم رح کے استحسان ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ دو آدمیوں نے
ساتھ ہی ایک غلام کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے ایک نے دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں کاٹا تو دونوں میں سے ہر ایک
پر اُسکی نصف قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ غلام ایسی حالت میں ہے کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاوے گا پس ایسا غلام جس قیمت میں خریدا جاوے
اُسکا نصف واجب ہوگا اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ میں حجت ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام کی طرف تیر مارا اور ہنوز تیر
نہ پہونچا تھا کہ اُسکو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر غلام کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ ایسا غلام جسکی طرف تیر لگایا گیا ہے
اور ہنوز نہیں پہونچا ہے کیا قیمت ہے پس جو قیمت اندازہ کیجاوے وہی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام کا ہاتھ کٹا ہوا ہے پس
زید نے اُسطرف کا پاؤں جسطرف کا ہاتھ کٹا ہوا ہے کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت میں زید کے فعل سے جو نقصان آیا اُسکا
ضامن ہوگا اور اگر دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور علیٰ ہذا
اگر بائع نے غلام مبیع[2] کا ہاتھ کاٹا تو نصف ثمن ساقط ہوگا اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا ہو اور اُسنے دوسرا کاٹ ڈالا تو نقصان
کا اعتبار کیا جاویگا اور بقدر نقصان کے مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا حتیٰ کہ اگر تہائی قیمت کا نقصان ہو تو تہائی ثمن ساقط
ہوگا اسیطرح اگر بجائے ہاتھ کاٹنے کے آنکھ پھوڑنا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا اور ایک آدمی
نے اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُسپر ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت میں جو نقصان آگیا ہے وہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ منتقیٰ میں
امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک شخص کے غلام کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے اُسکا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ ان دونوں
زخموں سے مرگیا تو اول پر نصف قیمت اور دوسرے پر بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور جسقدر باقی رہی یعنی پوری قیمت میں سے

[1] گویا اول میں قول امام و استحسان ہے ۱۲ [2] فروخت شدہ دیجا ۱۲

جو کچھ باقی رہگیا وہ دونون پر آدھا آدھا واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے ایک غلام کا ہاتھ کاٹا جسکی قیمت ہزار درم ہے پھر کاٹنے کے بعد ہنوز اچھا نہوا تھا کہ اُسکی قیمت ہزار درم ہو گئی جیسے کاٹنے سے پہلے تھی پھر عمرو نے دوسری جانب کا اُسکا پاؤن کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے مرگیا تو زید چھ سو پچیس درم کا ضامن ہوگا اور عمرو پانسو پچاس درم کا ضامن ہوگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا دو ہزار درم کا ہوگیا تو زید پر چھ سو پچیس درم اور عمرو پر ایکہزار پانچ سو درم واجب ہون گے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ نوادر بن رشید مین ہے کہ زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر سال بھر تک کچھ جھگڑا نہوا پھر زید و عمرو نے اختلاف کیا زید نے کہا کہ جس روز مین نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اُسدن اُسکی قیمت ہزار درم تھی پس مجھپر پانچسو درم واجب ہین اور عمرو نے کہا کہ دو ہزار درم تھی اور جسدن جھگڑا ہوا ہے اُسدن غلام کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر ہاتھ درست ہوتا تو دو ہزار درم ہوتی تو زید کا قول قبول ہوگا پھر اگر زید نے تاوان دیا ہو یا نہ دیا ہو حتے کہ اُسکا ہاتھ پھوٹ نکلا اور وہ زخم مذکور سے مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی پس ہاتھ کا ارش وہی ہوگا جو زید کہتا ہے اور تلف نفس مین دونون مین سے کسی کے قول کی تصدیق نہوگی پس جس روز جان تلف ہوئی ہے اُسکی اُسدن کی قیمت کا زید ضامن ہوگا پس مددگار برادری پر ایکہزار پانچسو درم واجب ہونگے جنمین سے پانچسو درم ہاتھ کا ارش ہے یہ محیط مین ہے۔ اور غلام کے زخم موضحہ مین اُسکی قیمت کے دسوین حصے کا آدھا واجب ہوگا لیکن اگر آزاد کے زخم موضحہ کے ارش سے یہ مال زائد ہوتا ہو تو زیادہ نہ دیا جائیگا بلکہ آدھا درم اُس سے کم کر دیا جائیگا یہ مضمرات مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اس کے غلام کو شجہ سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُسکو فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا یا عمرو نے اُسکو ایک شخص کو ہبہ کر دیا پھر بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اپنے ہبہ کو واپس لے لیا پھر وہ غلام زخم مذکور سے مرگیا تو عمرو اُسکی پوری قیمت زید سے لیگا۔ نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر باندی کا ہاتھ خطا سے کاٹا گیا اور مولے نے اُسکو فروخت کر دیا بدین شرط کہ بائع کو خیار ہے یا مشتری کو خیار ہے پھر بسبب خیار کے بیع توڑ دیگئی اور باندی بائع کو واپس ملی اور زخم مذکور سے بائع کے پاس مرگئی تو کاٹنے والے پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو استحساناً قصاص ساقط کرونگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہے پھر دونون زخم شجہ[۱] سے زخمی کیے گئے پھر زید نے اپنے بیان سے ظاہر کیا کہ فلان غلام کا عتق میری مراد ہے تو دونون کا ارش مولے کو ملیگا اور شجہ کے حق مین دونون مملوک اعتبار کیے جاوینگے۔ اور اگر ایک ہی وقت مین ایک ساتھ دونون کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر آزاد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب ہوگی پس یہ سب مولے اور آزاد شدہ کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر دونون کی قیمت مختلف ہو تو قاتل پر ہر ایک کی نصف قیمت اور آزاد کی پوری دیت ہوگی اور وہ بھی پہلی صورت کے موافق تقسیم ہوگی اور اگر اُس نے دونون کو آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر پہلے کی قیمت اس کے مولے کے واسطے اور دوسرے[۲] کی دیت اُسکے وارثون کے

---

[۱] جو زخم سر مین ہو نچا اُسکو بولتے ہین ۱۲ [۲] کیونکہ دوسرا آزادی کے لیے معین ہوگیا تھا ۱۲

واسطے واجب ہوگی اور اگر ہر ایک کو ایک ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا تو دونوں مملوکوں کی قیمت واجب ہوگی اور یہ
سب موے اور غلام کے وارثوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی پس مولی ہر ایک کی قیمت کا آدھا لے لیگا
اور آدھا وارثوں کے واسطے چھوڑ دیگا اور اگر دونوں کو آگے پیچھے قتل کیا ہو تو قاتل اول پر اُسکی قیمت اُسکے مولی کیواسطے
واجب ہوگی اور قاتل ثانی پر اُسکی دیت اُسکے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ دونوں میں سے
پہلے کون قتل کیا گیا تو ہر ایک قاتل پر اُسکے مقتول کی قیمت واجب ہوگی اور ہر ایک قیمت میں سے مولی کو نصف ملیگا
یہ تبیین میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور دوسرے شخص نے اُسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا
اور دونوں نے ایک ساتھ اپنا اپنا فعل کیا پھر وہ غلام اچھا ہو گیا تو دونوں پر اُسکی قیمت تین تہائی واجب ہوگی اور دونوں
اُس غلام کو لے لینگے اور وہ دونوں میں اسی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا اسی طرح جو جراحت دو آدمیوں سے
ایک ساتھ واقع ہو کہ ایک آدمی اس عضو کو مجروح کرے اور دوسرا آدمی دوسرے عضو کو مجروح کرے کہ یہ سب زخم
اُسکی سب قیمت کو گھیر لیں تو موے اُس غلام مجروح کو دونوں خطا کاروں کو دیدیگا اور دونوں میں سے ہر ایک بقدر اپنی
خطا کے اُسکے ارش[1] کا ضامن ہوگا اور غلام اسی حساب سے اُن میں مشترک ہوگا اور اگر غلام ان دونوں جراحتوں سے مر گیا اور جراحت
خطا سے واقع ہوئی تھی تو ہر ایک پر اپنی اپنی جراحت کا ارش علیحدہ علیحدہ غلام تندرست کی قیمت میں واجب ہوگا اور جس قدر
قیمت ارش جراحت کا حساب کرکے باقی رہجاتی ہے وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ ایک جراحت
دوسرے سے پہلے واقع ہوئی ہے تو اول زخمی کرنے والے پر غلام تندرست کی قیمت میں سے بقدر ارش جراحت کے
واجب ہوگی اور دوم پر غلام مجروح بزخم اول کی قیمت میں سے بقدر اُسکے ارش جراحت کے واجب ہوگی اور جو کچھ قیمت
باقی رہیگی وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا اور جراحت دوم ایسی ہے کہ غلام کی تمام قیمت
کو گھیرے ہوے ہے یعنی اُسکا ارش اسقدر ہے کہ غلام کی تمام قیمت ہے اور اول جراحت تمام قیمت کو محیط نہیں ہے تو شخص اول پر
اُسکی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور دوم پر غلام مجروح بجرح اول کی قیمت واجب ہے اور مولی یہ غلام اُسکو دیدیگا اور اگر
جراحت اول اُسکی قیمت کو محیط ہو تو دوسرے شخص پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور اول پر اپنی جراحت کا ارش واجب
ہوگا اسواسطے غلام مذکور اُسکو نہیں دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر آزاد نے کسی مدبر پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل محض مملوک
پر جنایت کرنے کے ہے حتی کہ اگر اسکو کسی آزاد نے قتل کیا تو اُسکی مددگار برادری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکا ہاتھ کاٹا تو
اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا لیکن دونوں میں ایک بات میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ آزاد نے اگر مدبر کے دونوں ہاتھ یا دونوں
پاؤں کاٹ ڈالے یا آنکھیں پھوڑ دیں تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر قن یعنی محض مملوک کے ساتھ ایسا کیا تو پوری
دیت واجب ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور وہ اچھا ہو گیا
پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی یہانتک کہ دو ہزار درم ہو گئی پھر دوسرے شخص نے آنکھ پھوڑ دی پھر اُسکا زخم جو اچھا ہو گیا تھا پھوٹ
گیا اور مدبر مذکور ان دونوں زخموں سے مر گیا حالانکہ مدبر دو آدمیوں میں مشترک ہے پھر دونوں میں سے ایک نے ہاتھ کی

[1] وہ جبر انہ جو بعوض کسی زخم یا قطع عضو کے لازم ہو ۱۲ زخم و گھاؤ کو کہتے ہیں ۱۲

جنایت کو عفو کر دیا اور جو نتیجہ اُس سے پیدا ہوا اُسکو بھی عفو کیا اور دوسرے نے آنکھ کے زخم سے اور جو کچھ اُس سے نتیجہ پیدا ہوا ہی معاف کر دیا تو جس نے ہاتھ کے زخم سے عفو کیا ہی اُسکے واسطے آنکھ پھوڑنے والے پر سات سو پچاس درم اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے بشرطیکہ یہ زخم خطا سے ہوا اور اگر عمداً ہو تو زخمی کرنے والے کے مال سے واجب ہونگے اور جس نے آنکھ کا زخم عفو کیا ہی اُسکے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر تین سو بارہ درم و آدھا درم اُسکے مال سے واجب ہونگے اگر زخم عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے یہ مبسوط میں ہی: ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو زخم شجہ سے زخمی کیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کر دیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو دوبارہ دوسرے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسنے تیسرے زخم سے اُسکو زخمی کیا پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر زخمی کرنیوالے نے اُسکو چوتھے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر وہ سب زخموں سے مرگیا تو پہلے شجہ کے واسطے اُسکے تندرست کی قیمت کے بیسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور دوسری جنایت کرنے تک اس اول شجہ کے نقصان کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرے شجہ کیواسطے زخمی بشجہ واحد مدبر کی قیمت کے بیسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور اُسکے نقصان کا بھی تا وقت مکاتب کیے جانیکے ضامن ہوگا اور تیسرے شجہ کیواسطے مدبر مکاتب زخمی بشجتین کی قیمت کے بیسویں (۲۰) حصے اور وقت آزادی تک کے نقصان کا ضامن ہوگا اور تہائی قیمت ابتداے موت تک کا ضامن ہوگا اور چوتھے شجہ کے عوض تہائی دیت کا ضامن ہوگا اور بعد آزادی کے جو زخم شجہ ہی اُسکے ارش اور نقصان کا ضامن نہوگا یہ کافی میں ہی۔ اور اصل میں یہ ہی کہ جنایت کے بعد اگر مدبر کیا جاوے تو مدبر کرنا زخم جنایت کے سرایت کرنے سے جو نقصان پیدا ہو اُسکو ہدر نہیں کرتا ہی بلکہ اِس سرایت سے جو نقصان پیدا ہو اُسکا ضامن جنایت کرنے والا ہوتا ہی اور جنایت کے بعد اگر عتق یا کتابت واقع ہو تو یہ سرایت کو باطل کرتی ہیں کہ جنایت کرنے والے پر سرایت زخم کی ضمان واجب نہیں ہوتی ہی: یہ محیط سرخسی میں ہی

پندرھواں باب۔ قسامت کے بیان میں۔ یہ قسمیں ہیں کہ اُن اہل محلہ سے لیجاتی ہیں جنمیں مقتول پایا جاوے کذا فی الکافی اور اسکا سبب قتیل پایا جانا محلہ میں یا جو محلہ کے معنی میں ہی جیسے دار و دہ و موضع متصل شہر جہاں سے آواز سنائی دیوے یہ نہایہ میں ہی: اگر ایک قوم کے محلہ میں ایک قتیل پایا گیا اور ولی قتیل نے اہل محلہ پر دعوی کیا کہ انھیں سب نے اسکو خطا سے یا عمداً قتل کیا ہی اور اہل محلہ نے انکار کیا تو انہیں سے پچاس آدمیوں سے قسم لیگا ہر واحد قسم کھاویگا کہ واللہ میں نے اسکو قتل نہیں کیا ہی اور نہ میں اُسکے قاتل کو جانتا ہوں اور اس طرح قسم نہ لیجاویگی کہ واللہ ہمنے قتل نہیں کیا ہی پس اگر اہل محلہ پچاس سے زائد ہوں تو ولی مقتول کو اختیار ہی کہ انمیں سے پچاس آدمی جنکو چاہے چھانٹ لے چھانٹنے کا اختیار اُسی کا ہوگا اور اگر کم ہوں تو اختیار نہوگا کہ بعض سے مکرر قسم لیوے کہ قسمیں پچاس ہو جاویں پس اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تو دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انکار کیا تو قید کیے جاوینگے یہانتک کہ وہ قسم کھاویں اور مدعی سے یہ قسم نہ لیجاویگی کہ میرے مورث کو انھیں اہل محلہ نے قتل کیا ہی خواہ ظاہر حال مدعی کے واسطے شاہد ہو کہ اُسکے مورث اور اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ ہو یا شاہد نہو کہ اُسکے غیر اہل محلہ کے

۱؎ یعنی ایسا مدبر جس کے ایک زخم شجہ ہی ۱۲ ۲؎ شجتین تثنیہ شجہ کا ہی اور شجہ کہتے زخم سر یس شجتین کے معنے دو زخم جو سر میں ہوے ہیں ۱۲

درمیان عداوت ظاہرہ ہو بہر حال دیت اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال میں واجب ہوگا اور اگر مدعی نے بعض اہل محلہ
غیر معین پر دعویٰ کیا کہ بعض لوگوں نے انہیں سے قتل کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قسامت اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگی اور اگر
اُس نے اہل محلہ میں سے بعض معین پر دعویٰ کیا تو بھی استحساناً یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسنے غیر اہل محلہ میں سے ایک شخص پر قتل کرنے کا
دعویٰ کیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی پھر مدعی سے کہا جائیگا کہ تیرے پاس تیرے دعویٰ کے گواہ ہیں پس اگر
اُسنے کہا کہ ہاں تو گواہ قائم کرے گا اور گواہوں سے اُسکا دعویٰ ثابت ہو جائیگا اور اگر گواہ نہوں تو مدعا علیہ سے ایک قسم لیجائیگی
اور پچاس قسمیں نہ لیجائینگی۔ اور وارثان مقتول کو اختیار ہوگا کہ جنمیں مقتول پایا گیا ہے وہاں محلہ سے یا شہر سے یا قرابت داروں
سے پرہیزگار لوگ قسم کے واسطے معین کرلے اور قرابت داروں میں سے پرہیزگاروں کو چن لینا استحسان ہے پس اگر محلہ
میں پچاس آدمی پرہیزگار نہ پائے جاویں۔ اور وارث مقتول نے چاہا کہ جسقدر پائے گئے ہیں اُنھیں سے مکرر قسم لیوے
یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا قرابت داروں میں سے فاسق لوگ بلا کر پچاس آدمی
پورے کریگا سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا ہے اور غیر روایۃ الاصول میں مروی ہے کہ ولی مقتول کو یہ اختیار
نہیں ہے لیکن باقی اہل محلہ میں سے چھانٹ کر پچاس پورے کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اُسکو اختیار ہے چاہے اُنہیں سے نوجوان فاسقوں
کو اختیار کرے اور چاہے بڈھوں اور پرہیزگاروں کو چھانٹ لے کذا فی الکافی اور یہ اختیار وارث مقتول کو ہے امام کو نہیں ہے
یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اور قسامت میں لڑکا اور مجنون داخل نہیں ہوتا ہے اور اندھا و محدود فی القذف[1] داخل ہو سکتا ہے
یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور قسامت میں عورتیں اور مملوک مثل مکاتب وغیرہ کے داخل نہیں ہوتے ہیں اور معتق البعض امام اعظم رح کے
نزدیک مثل مکاتب کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور مقتول وہ ہے جسمیں قتل کا اثر موجود ہو اور میت وہ ہے جسمیں قتل کا اثر نہو یہ ذخیرہ میں ہے
اور اگر کوئی میت پایا گیا کہ جسمیں قتل کا کوئی اثر نہیں ہے تو قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اور اثر یہ ہے کہ جراحت ہو یا چوٹ کا
نشان ہو یا گلا گھوٹنے کا نشان ہو یا آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر منہ سے خون بہا ہو
پس اگر پیٹ سے آیا ہو تو وہ قتیل ہوگا اور اگر سر کی طرف سے آیا ہو تو قتیل نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اُسکے دبر یا ذکر سے خون بہا ہو
تو وہ مقتول نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر کسی محلہ میں مقتول کا بدن یا نصف بدن سے زائد یا نصف بدن مع سر کے
پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر طول میں آدھا چرا ہوا یا نصف سے کم مع سر کے یا اُسکا ہاتھ یا سر پایا
گیا تو اسمیں اہل محلہ پر کچھ نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر محلہ میں جنین یا ساقط شدہ بچہ جسمیں ضرب کا کچھ اثر نہیں ہے پایا گیا تو
اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسمیں چوٹ کا اثر ہو حالانکہ اُسکی خلقت[2] پوری ہو تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی
اور اگر خلقت ناقص ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک جو اپنی بقدر تہائی
قیمت کے واسطے سعایت کرتا ہے کسی محلہ میں مقتول پایا گیا تو اُنپر قسامت واجب ہوگی اور اہل محلہ کی مددگار برادری پر
تین سال میں مقتول کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بہائم یا سواری کے چوپایوں میں سے
کوئی مقتول پایا گیا تو اسمیں کچھ نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور کرایہ دہندہ و کرایہ لینے والے

---

[1] وہ شخص جسنے کسی پاکدامن کو تہمت زنا کی لگائی اور اسکو ثابت نہ کرسکا اسکی وجہ سے خود اسی پر حد ماری گئی ۱۲ [2] جہاں سے پایا گیا ہو ۱۲ [3] یعنی تمام اعضاء

مالکوں[1] کے ساتھ امام اعظم رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قسامت میں داخل نہونگے یہ تبیین میں ہے۔ اور یہ قسامت
اُن لوگوں پر واجب ہوگی جنکو وہ زمین اول فتح کے وقت عطا ہوئی ہے اگر اُنہیں سے کوئی باقی رہا ہو اور جنہوں نے اُن سے
خریدی ہے اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر اُنمیں سے کوئی باقی نرہا ہو چنانچہ سب نے فروخت کر دی
تو یہ قسامت اُسکے خریدنے والے مالکوں پر واجب ہوگی اور جو لوگ وہاں کرایہ وغیرہ پر رہتے ہیں اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم
و امام محمد رح کا قول ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک محلہ میں جو اُجاڑ و خراب ہو گیا ہے ایک شخص مقتول پایا گیا اور اُس محلہ میں
کوئی نہیں ہے اور اس محلہ سے قریب ایک محلہ آباد ہے جسمیں بہت لوگ ہیں تو آباد محلہ کے لوگوں پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط
سرخسی میں ہے۔ اگر چند لوگ تلوار باندھے ہوئے باہم ملاقی ہوے پھر جب وہ لوگ جدا ہو گئے تو ایک مقتول وہاں پایا گیا تو اُسکی
قسامت وغیرہ اہل محلہ پر ہوگی لیکن اگر وارثان مقتول نے ان لوگوں پر جو تلوار باندھے تھے یا انہیں سے کسی خاص آدمی پر
اُسکے قتل کا دعوی کیا پس اگر اُسکے پاس گواہ ہوں تو گواہوں سے ثابت کرے اور اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور جبتک گواہ قائم نکریں
تب تک ان لوگوں پر بھی کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں ایک مقتول پایا گیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر
واجب ہوگی اور قسامت اُسپر اور اُسکی قوم پر واجب ہوگی اور اگر یہ لوگ حاضر ہوں اور اگر وے لوگ نہوں بلکہ غائب ہوں تو قسامت
اُسی شخص پر جو مالک دار ہے واجب ہوگی کہ بکرار اُسی سے قسمیں لی جاوینگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہے اور
اگر شتریوں میں سے کسی کے دار میں مقتول پایا گیا تو اُسی پر قسامت اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی جیسے کہ محلہ
میں ایسے لوگ ہوں جنکو اول فتح میں وہ زمین عطا ہوئی ہے اور اُنہیں سے کسی کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت سب
مالکان دار پر ہوگی اور دیت اسی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی ایسے لوگ جنکو اول فتح میں یہ ملک ملی ہے اس قسامت سے
بری ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے محلہ میں سے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوی کیا پھر محلہ کے دو آدمیوں نے
مدعا علیہ پر دعوی مدعی کی گواہی دی تو بالاجماع اُنکی گواہی مقبول نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک محلہ میں ایک شخص
مقتول پایا گیا اور وارث مقتول نے غیر اہل محلہ میں سے کسی شخص پر دعوی کیا اور اس محلہ کے لوگوں کے سوائے دوسرے دو گواہوں
نے دعوی مدعی کی گواہی دی تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اہل محلہ قسامت اور دیت سے بری ہو جاینگے اور اگر اس محلہ
کے دو آدمیوں نے جنمیں مقتول پایا گیا ہے دعوی مدعی کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُنکی گواہی مقبول نہوگی لیکن
اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہو جاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر قاتل ہونیکا حکم ہونیکے واسطے
دونوں کی گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر ولی مقتول نے انہیں سے جسنے قسم لینا ہے دو گواہ
اختیار کیے تو دونوں سے فقط یہ قسم لیگا کہ ہم نے اُسکو قتل نہیں کیا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونوں اس طرح قسم کھاوینگے
کہ ہمنے اُسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہمنے اُسکا کوئی قاتل سوائے فلاں شخص کے جانا ہے یہ کافی میں ہے۔ نوادر میں مذکور ہے کہ اگر کسی محلہ
میں ایک شخص مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے زعم کیا کہ ہم میں سے ایک شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور ولی مقتول نے اُنہیں سے کسی
خاص شخص پر دعوی نہیں کیا تو قسامت و دیت سب اہل محلہ پر واجب ہوگی پھر امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم کی کیفیت

[1] یعنے مالکان مکانات دار افتی محلہ [illegible] اسواسطے کہ یہی لوگ اپنے اوپر سے قسامت و دیت دفع کرنا چاہتے ہیں ۱۲ [illegible] یعنی مدعا علیہ نے قتل کیا ہے ۱۲

یون ہوگی کہ اس طرح قسم لیجائیگی کہ واللہ ہمنے نہین قتل کیا اور نہ ہمکو کوئی قاتل سوائے فلان شخص کے ہمنے جانا ہے۔ اور یہی احوط ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے سوائے ہمارے اسکو قتل کیا ہے اور اس امر پر سوائے اپنے محلہ کے غیر لوگون کو گواہ کرکے پیش کیا تو انکی گواہی جائز ہوگی اور اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہونگے خواہ ولی مقتول نے یہ دعوی کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک محلہ مین ایک مقتول پایا گیا اور اولیاے مقتول نے ان لوگون پر دعوی کیا اور اہل محلہ نے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے جو انکے محلہ کا نہین ہے اسکو قتل کیا ہے یا یہ شخص مجروح اس محلہ مین آیا اور گر کر مر گیا تو فرمایا کہ اہل محلہ دیت سے بری ہو جائینگے اور اگر اولیاے مقتول نے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ فلان شخص نے اسکو قتل کیا ہے۔ تو فرمایا کہ مین اس گواہی کو قبول نکرونگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص ایک قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے اپنے لوگون مین اُٹھا لایا گیا پھر اس زخم سے مر گیا پس اگر چارپائی پر بیمار رہا یہانتک کہ مر گیا تو قسامت و دیت اس قبیلہ پر واجب ہوگی اور اگر صاحب فراش نہ رہا ہو تو نہین قسامت و دیت کچھ نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قسامت و دیت نہین ہے اور علی ہذا اگر ایک شخص کی پشت پر مجروح پایا گیا کہ وہ اسکو اُسکے گھر کیطرف اُٹھائے لیے جاتا تھا پھر وہ ایک دو روز کے بعد مر گیا پس اگر وہ چارپائی پر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو اُسکا جرم اُسپر ہوگا جو اُسکو پیٹھ پر لادے ہوے تھا جیسا کہ اگر اُسکی پیٹھ پر مر جاتا تو یہی صورت مین حکم ہے اور اگر وہ چلتا پھرتا تھا تو لادنے والے پر کچھ نہوگا اور اس مین بھی امام ابو یوسف رح کا خلاف ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی محلہ یا قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے مجروح اُٹھایا گیا اور اسی زخم سے دوسرے محلہ مین آکر مر گیا تو قسامت و دیت اُسی محلہ والون پر ہوگی جسمین مجروح کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جامع مین فرمایا کہ محلہ یا مسجد تین قبیلون نے اول فتح مین پایا ہے ایک قبیلہ بکر بن وائل اور وے بیس آدمی ہین دوم بنو قیس اور وے تیس آدمی ہین اور سوم بنو تمیم اور وے پچاس آدمی ہین پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت تینون قبیلون پر تین تہائی واجب ہوگی یعنے ہر قبیلہ پر ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک قبیلہ مین صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی تہائی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر یہ شخص ہر دو قبائل مین سے نہو بلکہ غیرون مین سے ہو لیکن ان دونون قبیلون مین سے ایک کا حلیف[1] ہو تو دیت ان دونون قبیلون پر نصفا نصف ہوگی اور حلیف قبیلہ پر کچھ نہوگا اور نیز جامع مین فرمایا کہ ایک محلہ کو اول فتح مین تین قبیلون نے عطیہ پایا اور اس مین انھون نے ایک مسجد بنائی پھر ایک شخص نے جو ان تین قبیلون کے سوائے غیر قبیلہ کا ہے ان تین قبیلون مین سے ایک قبیلہ کے سب گھر خرید لیے یہان تک کہ اس قبیلہ بائعہ مین سے کوئی نرہا پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین تہائی ہوگی جس مین سے ایک تہائی مشتری کی مددگار برادری پر اور دو تہائی باقی دونون قبیلون پر ہوگی اور اگر قبیلہ بائعہ کے مکانات خریدنے والا ہر دو قبیلہ باقیہ مین سے کوئی شخص ہو تو دیت ہر دو قبیلہ باقیہ پر نصفا نصف ہوگی اور اگر ان تینون قبیلون

---

[1] وہ قوم یا وہ شخص جو کسی شخص خاص یا قوم خاص کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد پر باہم عہد و پیمان ہو ۱۲ منہ

یعنے ایک دوسرے شخص کو تلایا ۱۲ منہ نہین معلوم کسنے مجروح کیا ۱۲

کے سواے غیر قبیلہ مین سے ایک شخص نے دو قبیلون کے تمام گھر خرید لیے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دیت مین سے
نصف مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور نصف باقی ایک قبیلہ کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر کسی مشتری نے
جو ان تینون قبیلون مین سے نہین ہی تینون قبیلون کے مکانات سب خرید لیے پھر اُسنے ایک قبیلہ کے سب مکانات
اقوام متفرقہ کے ہاتھ فروخت کیے تو مقتول کی دیت مشتری اول پر ہوگی جبتک ان مکانون مین سے کچھ بھی باقی
رہے اور اگر سب گھر خریدنے والے نے ایک قبیلہ کے گھر اُنھین لوگون کے ہاتھ فروخت کیے جنکے سابق مین یہ گھر تھے
یا اُنکے ساتھ بیع واقالہ کر لیا یا بغیر حکم قاضی کے بسبب عیب کے اُنکو واپس کر دیے پھر محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو
اُسکی دیت مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُسنے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیے ہون تو مشتری کی
مددگار برادری پر نصف دیت اور جن لوگون کو گھر واپس کیے ہین اُنکی مددگار برادری پر نصف دیت ہوگی یہ محیط مین ہی
اور اگر بازار یا جماعت کی مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی بشرطیکہ یہ بازار عام ہو یا سلطانی
ہو اور اگر کسی قوم خاص کی مملوک ہو تو قسامت و دیت اُنھین پر واجب ہوگی اور واضح ہو کہ مسجد سے جامع مسجد مراد ہی یا
ایسی مسجد جماعت جو بازار مین عام مسلمانون کی ہو اور اگر مسجد محلہ مین پایا جاوے تو دیت و قسامت اہل محلہ پر ہوگی
یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر شارع اعظم یعنی بڑے عام راستہ پر کوئی مقتول پایا گیا تو اُسمین قسامت کسی پر نہین ہی
اور اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مسجد الحرام مین بدون اسکے کہ لوگون کا مسجد مین اژدحام ہو یا عرفہ مین
یا غیر عرفہ مین کوئی مقتول پایا گیا تو بغیر قسامت کے اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زمین یا دار
وقف مین جو چند معلوم لوگون پر وقف ہی کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت اُنھین معلوم لوگون پر واجب ہوگی
اور اگر یہ زمین یا دار اخراجات مسجد کے واسطے وقف ہو تو ایسا ہی جیسے مسجد مین مقتول پایا گیا کہ اہل محلہ پر قسامت و دیت
واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مسجد[۱] کے وقف مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط
مین ہی۔ اور اگر گانون مین ایک مقتول پایا گیا اور در اصل وہ گانون اقوام متفرقہ کی ملک ہے اُسمین مسلمان و کافر
دونون مذہب کے مالک ہین تو گانون والون پر قسامت ہوگی مسلمان و کافر سب برابر ہین پھر اُنپر دیت
واجب ہوگی سو جس قدر مسلمانون کے حصہ مین پڑے وہ اُن کی مددگار برادری پر ہوگی اور جس قدر ذمیون
کے حصہ مین پڑے پس اگر اہل ذمہ کی مددگار برادری ہو تو اُنپر ورنہ ذمیون کے ذاتی مالون سے وصول
کیجائیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مسلمانون کے محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اُنکے یہان کوئی ذمی اُترا ہوا تھا
تو ذمی مذکور سے قسم نہ لیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو گانون یا دو کوچون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا تو مقتول سے
جو قریہ و کوچہ زیادہ قریب ہو اُسی کے لوگون پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جہان مقتول پایا گیا ہی وہان
دونون گانون یا دونون کوچون کی آواز پہونچتی ہو اور اگر نہ پہونچتی ہو تو کسی گانون والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
منتقی مین ہی کہ اگر دو گانون کے بیچ مین مقتول پایا گیا کہ دونون کی زمین اور دونون کا راستہ ایک قوم کی ملک ہے کہ اپنی زمین و راستہ فروخت

---

[۱] ظاہرا مسجد سے عام مسجد مراد ہی واللہ اعلم ۱۲

کر تقسیم ہین تو دیت عدد رؤس پر تقسیم[1] ہوگی اور فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور نیز منتقی مین ہے کہ اگر ایک گانون کی زمین مین ایک
مقتول پایا گیا حالانکہ وہ دوسرے گانون کی آبادی کے گھر سے قریب تر ہے پس اگر وہ زمین جس مین قتیل[2] پایا گیا ہے مملوک ہو تو مالک
ماخوذ ہوگا اور اگر مملوک نہو تو جو گانون مقتول سے بہت قریب ہو اُسی سے مواخذہ ہوگا۔ اور نیز منتقی مین ہے کہ امام محمد رح سے دریافت
کیا گیا کہ ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا پس آیا اسکا مواخذہ اُس گانون والون سے ہوگا جسکی آبادی مکانات سے
زیادہ قریب ہے یا زمین سے قریب والون سے مواخذہ ہوگا تو فرمایا کہ اگر اراضی اُنکی ملک نہو بلکہ صحرا کے مثل اُس گانون کیطرف
منسوب ہو تو جسکی آبادی سے قریب تر ہے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر دو گانون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا
اور وہ دونون گانون کے ٹھیک بیچ مین ہے کہ دونون طرف فاصلہ برابر ہے اور ایک گانون مین ہزار آدمی ہین اور دوسرے مین اُس سے
کم ہین تو بالاتفاق اُسکی دیت دونون گانون پر نصفا نصف ہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک مقتول تین دار کے ٹھیک
بیچ مین کہ سب سے اُسکا فاصلہ برابر ہے پایا گیا اور ایک دار تمیمی کا اور دو دار ہمدانیون کے ہین تو دیت دونون پر نصفا نصف
ہوگی پس قبیلہ کا اعتبار نکیا بلکہ قبیلہ کا اعتبار رکھا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز قبضہ نہین ہوا ہے کہ
اُسمین مقتول پایا گیا اور بیع مین کسی کے واسطے خیار نہین ہے تو بائع کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر بیع مین
خیار ہو تو قابض کی مددگار برادری پر ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر بیع مین خیار نہو تو مشتری
کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر خیار ہو تو انجام کار وہ دار جسکا ہو جائیگا اُسی کی مددگار برادری پر دیت واجب
ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ مین دار ہے اور اُسمین ایک مقتول پایا گیا تو مددگار برادری اُسوقت تک دیت
کی ضامن نہوگی کہ جبتک گواہ یہ گواہی نہ دین کہ یہ دار اسکی ملک ہے اور جب گواہون سے یہ بات ثابت ہو جاوے تو ضامن
ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص کے دار مین مقتول پایا گیا اور اس دار مین اُسکے خادم و غلام لوگ و آزاد لوگ ہین
تو قسامت و دیت فقط مالک دار پر واجب ہوگی اُن لوگون پر کچھ نہوگا یہ اسبیجابی سے تاتارخانیہ مین منقول ہے۔ اور اگر
ملک مشترک مین مقتول پایا گیا تو مالکون پر قسامت و اُنکی مددگار برادری پر بحساب رؤس مالکون کے دیت واجب ہوگی یعنے
جو تعداد مالکون کی ہے دیت کے اسیقدر برابر حصے ہونگے بتعداد حصہ واجب نہوگی چنانچہ اگر ایک شخص کا حصہ تہائی
دا ہم ہو اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو دیت ہر ایک کی مددگار برادری پر آدھی آدھی واجب ہوگی اسی طرح اگر چند
اقوام کے درمیان ایک نہر مشترک ہو اور اُسمین کوئی مقتول پایا جاوے تو اُسمین بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے جامع مین فرمایا کہ
ایک دار گیارہ آدمیون مین مشترک ہے جنمین سے دس آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے ہین اور ایک آدمی بنو قیس مین سے ہے
پس اسمین ایک شخص مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت کے گیارہ حصے ہونگے اُسمین سے دس حصے بنی بکر بن وائل کی مددگار برادری
پر ہونگے اور ایک حصہ بنو قیس کی مددگار برادری پر ہوگا اسیطرح اگر ایک بنی بکر کا ہو اور دو بنی قیس کے ہون
اور دار اُن سب مین تین تہائی ہو تو دیت تین تہائی ہو کر اُنکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام محمد رح کا قول ہے جسکو امام محمد رح
نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسف رح سے اُسکے برخلاف روایت کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر دار ایک تمیمی اور دو

---

[1] یعنی جتنے لوگ مالک ہین اُنکی تعداد پر ۱۲ منہ ۔ [2] قتیل بروزن فعیل بمعنے مفعول یعنے مقتول جسکے معنی مارا ہوا ۱۲

ہمدانیوں میں مشترک ہے اسمیں ایک مقتول پایا گیا تو نصف دیت تیمی پر اور نصف دیت دونوں ہمدانیوں پر واجب ہوگی۔ اور فرمایا کہ یہ حکم عدد قبائل پر ہے جسقدر قبائل ہوں دیت کے اسیقدر حصے مساوی کیے جاوینگے بمنزلہ دو گانوں کے بیچ میں جہاں سے دونوں گانوں کا فاصلہ برابر ہو ایک مقتول پایا گیا تو ہر گانوں والوں پر نصف دیت واجب ہوگی اور گانوں والوں کی تعداد کا لحاظ نہ کیا جائیگا اور ایسا ہی اگر ایک دار ایک تیمی اور چار ہمدانیوں میں مشترک ہو اور اسمیں کوئی مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ دیت دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دیت کے پانچ حصے ہونگے یہ محیط میں ہے منتقی میں ہے کہ امام محمد نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک دار میں دو آدمی تھے کہ انکے سوا تیسرا نہ تھا پھر ان میں سے ایک مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دوسرا اسکی دیت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ میں اسکو دیت کا ضامن نہ کرونگا اسواسطے کہ شاید مقتول نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا ہو یہ خلاصہ میں ہے ایک دار میں نفر میں مشترک ہے اسمیں ایک مقتول پایا گیا تو دیت ان سب کی مددگار برادری پر تین تہائی ہوگی اور قسامت بھی ان سب گروہ پر ہوگی پس ہر ایک گروہ مددگار برادری کے سولہ سولہ آدمی ہوے اور یہ پچاس کی کسر میں دو آدمی سو ولی مقتول کو اختیار ہے چاہے جسکی مددگار برادری میں سے چھانٹ لے اور یہ اسکو اختیار نہیں ہے کہ سب پچاس کسی ایک نفر کی مددگار برادری سے چھانٹ لے یہ محیط میں ہے ایک شخص اپنے دار میں مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی مددگار برادری پر اسکی دیت اس کے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام اعظم کے قسامت واجب ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ ایسی صورت میں قسامت نہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب اپنے دار میں مقتول پایا گیا تو یہ بالاجماع ہدر ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مکاتب اپنے مولے کے دار میں مقتول پایا گیا تو اسکی قیمت اسکے مولے پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی اسمیں سے اسکی کتابت کا مال ادا کیا جائیگا اور اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہے گا وہ اسکے وارثوں کو اسکی میراث ملیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مکاتب کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو اسپر واجب ہوگا کہ اسکی دیت اور اپنی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرکے تین سال میں ادا کرے اور اسکی مددگار برادری نہ اٹھاویگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور آیا مکاتب پر قسامت واجب ہوگی سو یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے قسامت واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ان کے دوسرے قول پر قسامت واجب نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مکاتب کے دار میں اسکا مولی مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت اور مولی کی دیت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر غلام اپنے مولے کے دار میں مقتول پایا گیا تو اسمیں کچھ واجب نہوگا اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب غلام پر قرضہ نہو اور اگر غلام پر قرضہ ہو تو مولے اسکی قیمت اور مقدار قرضہ میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور اسیطرح اگر غلام نے کسی پر کوئی جنایت کی پھر اپنے مولے کے دار میں مقتول پایا گیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولی بطریق مذکور ضامن ہوگا

ـــــــــــــــ

سلہ یعنے ارش جنایت اور قیمت میں سے کم مقدار کا ۱۲

یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر غلام ماذون التجارۃ کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر اُسپر قرضہ
نہو تو قسامت اُسکے مولی پر اور دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم قیاساً و استحساناً ہے اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو
تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور استحساناً امام اعظم رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر غلام ماذون کے
دار میں اُس کا مولی مقتول پایا گیا تو قسامت[1] و دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ
فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دار راہن یا مرتہن میں غلام مرہون مقتول پایا گیا تو اسکی قیمت مالک دار پر واجب
ہوگی نہ مددگار برادری پر یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے قرابت دار کے گھر میں مقتول پایا گیا جسکی
گواہی مقتول کے حق میں مقبول نہیں ہو سکتی ہے یا عورت اپنے شوہر کے دار میں مقتول پائی گئی تو اسمیں قسامت
و دیت لازم ہے اور میراث سے محروم نہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر شہر میں ایک عورت کے مکان میں کوئی شخص
مقتول پایا گیا حالانکہ اس گھر میں اُسکے قرابت داروں میں سے کوئی نہیں ہے تو عورت مذکورہ سے پچاس قسمیں
لیجائینگی پھر جو قبیلہ اسکی قرابت میں سے سب سے قریب ہو اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی اور یہ
امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی قول امام محمد رح کا اور اول قول امام ابو یوسف رح کا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر اُسکے
عشیرہ میں سے یعنی خویش و بیگانوں میں سے وہاں حاضر ہوں تو قسامت میں اُسکے ساتھ شریک کیے جاوینگے
یہ کفایہ میں ہے۔ اور اگر عورت کے گانو میں کوئی مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُس عورت پر قسامت
واجب ہوگی یعنی اُس سے قسمیں لیجاوینگی اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری وہ قبیلہ ہوگا
جو نسب میں سب سے زیادہ اُسکا قریب ہو اور ہمارے متاخرین اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دیت اُٹھانے میں مددگار برادری
کے ساتھ یہ عورت بھی شریک ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر نابالغ کے دار میں کوئی شخص مقتول پایا گیا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ
اُسپر قسامت واجب نہوگی بلکہ قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور مجنون کے دار میں بھی بالاجماع یہی
حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر یتیموں کے دار یا قریہ میں کوئی مقتول پایا گیا پس اگر انمیں کوئی بالغ ہو تو اُسپر قسامت واجب ہوگی
اور دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بالغ نہو تو قسامت و دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ اگر ذمی کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر قسامت واجب ہوگی کہ اُس سے مکرر پچاس قسمیں لیجاوینگی پھر جب اُس نے
قسم کھالی پس اگر اُسکی مددگار برادری ہو کہ باہم ایسے معاملات میں مددگاری کرتے ہوں دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی
ورنہ اُسکے مال سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹی و بیٹا کے دار میں جو دونوں میں نصفا نصف مشترک
ہے مقتول پایا گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر اُسکے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے تہائی دیت دختر کی مددگار برادری پر
واجب ہوگی اور دختر کی مددگار برادری پسر کی مددگار برادری ہوگی اور دختر کے واسطے اپنے بھائی کی مددگار برادری
پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا۔ اور اگر پسر نے اپنی بہن کے شوہر پر باپ کے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے کچھ
واجب نہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ اگر ایک شخص اپنے پسر کے گھر میں مقتول پایا گیا حالانکہ اُس نے

[1] در بارہ خون قسم لینا ۱۲

اپنے مجروح ہونے کی حالت میں موت سے پہلے یہ کہا کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اس نے پسر کی مددگار برادری کو دیت سے بری کر دیا لیکن اس سے جو اُسکے پسر پر لازم آیا ہے وہ باطل نہوگا اگر اہل عطا میں سے ہے تو پانچ درم یا اس سے کم اور نیز مجموع النوازل میں ہے کہ اگر مہمان اپنے دار کے گھر میں مقتول پایا گیا تو اُسکا مواخذہ مالک مکان سے ہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر وہ علیحدہ کوٹھری میں اترا ہوا ہو تو دیت وقسامت کچھ نہوگی اور اگر مختلط ہو تو مالک مکان پر دیت وقسامت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنے وارث کے مکان میں مقتول پایا گیا اور اُسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے تو اس وارث کیواسطے مددگار برادری دیت نہ بھرے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص ایک نہر میں جسمیں پانی بہتا ہے مقتول پایا گیا پس اگر نہر عظیم جیسے فرات وغیرہ ہے پس اگر پانی اُس مقتول کو بہائے لاتا ہو اور اس دریا کا نکاس دار الحرب ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا[۱] خواہ وہ بیچ دھار میں بہتا ہو یا کنارے بہتا ہو اور اگر دریا کا نکاس دار الاسلام سے ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر مقتول نہ بہتا ہو بلکہ کسی کنارے لگا ہوا ہو تو اُسکی دیت وہاں سے جو گانوں سب سے زیادہ نزدیک ہو اُس پر واجب ہوگی اور یہ حکم سوقت ہے کہ جو گانوں سب سے زیادہ قریب ہو وہاں کی آواز یہاں تک پہونچتی ہو اور اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا بلکہ فقط بیت المال پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر نہر صغیر اقوام معروف کی ہو تو اصحاب نہر پر قسامت اور انکی مددگار برادریوں پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور نہر صغیر وکبیر میں یہ فرق ہے کہ جس نہر سے استحقاق شفعہ ثابت ہوتا ہے وہ صغیر ہے جس سے استحقاق شفعہ ثابت نہو وہ کبیر ہے جیسے فرات وغیرہ جیسا کہ کتاب الشفعہ میں معلوم ہو چکا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کشتی میں کوئی مقتول پایا گیا تو کشتی کے سوار لوگ و ملاح لوگ جو اُسمیں ہیں سب پر قسامت واجب ہوگی۔ اور یہ لفظ ارباب کشتی کو بھی شامل ہے کہ جو ارباب اُسمیں موجود ہیں سب پر قسامت واجب ہوگی اور سکان پر اور جو اُسکو کھینچتے ہیں اُن پر واجب ہوگی اور اسمیں مالک وغیر مالک سب یکسان ہیں اور اگر دون کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک سواری کے چوپایہ پر ایک شخص مقتول پایا گیا اور جانور مذکور کے ساتھ سائق یا قائد یا راکب ہے تو مقتول کی دیت اُسی کی مددگار برادری پر ہوگی اہل محلہ پر نہوگی اور اگر سائق وقائد وراکب سب اس جانور کے ساتھ ہوں تو سبھوں پر دیت واجب ہوگی اور یہ قید نہیں ہے کہ یہ لوگ جانور مذکور کے مالک ہوں بخلاف دار کے کہ دار میں یہ شرط ہے۔ اور اگر جانور سواری کے ساتھ کوئی نہو صرف اُسپر مقتول پایا گیا تو جس محلہ میں چوپایہ پر وہ مقتول پایا گیا ہے اُس محلہ والوں پر دیت وقسامت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک سواری کا جانور مقتول کو لادے ہوئے دو گانوں کے بیچ میں ہو کر گذرا تو جو گانوں وہاں سے بہت قریب ہو اُسپر دیت وقسامت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب اس سب سے قریب والے گانوں والوں کو آواز یہاں کی پہونچتی ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ یہاں کی آواز وہاں والوں کو سنائی دیتی ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر بیابان میں کوئی مقتول پایا گیا پس اگر وہ زمین کسی کی ملک ہو تو مالک پر قسامت ودیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی کی ملک نہو پس اگر کسی آبادی تک وہاں کی آواز

[۱] کیونکہ احتمال ہے کہ حربیوں نے اسکو مار کر دریا میں ڈال دیا ہو ۱۲

سنائی دیتی ہو تو انھین پر قسامت واجب ہوگی اور اگر وہان کی آواز کہین نہ سنائی دیتی ہو پس اگر اُس جنگل سے مسلمانون کو جلانے کی لکڑیان یا ہری یا سوکھی گھاس کی منفعت ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر اُس سے مسلمانون کی منفعت بھی منقطع ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اسیطرح جس میدان جنگل مین جسکے قریب آبادی نہو مقتول پایا جاوے اسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر چھوٹے یا بڑے پل پر کوئی مقتول پایا گیا تو بیت المال پر اسکی دیت ہوگی اور نیز منتقی مین ہے کہ اگر شہر ابوجعفر کے خندق مین کوئی مقتول پایا گیا تو یہ بمنزلہ بڑے راستہ کے ہے کہ جو محلہ وہان سے سب سے زیادہ قریب ہوگا اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر لشکر گاہ مین کوئی مقتول پایا گیا حالانکہ یہ لوگ ایک جنگل بیابان مین اُترے ہین جو مباح ہے کسی کی ملک نہین ہے پس اگر چھوٹی چھولداری یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو قسامت و دیت اُسی پر واجب ہوگی جو اُسمین رہتا ہے اور اگر اُس سے باہر پایا گیا اور یہ لوگ ہر قبیلہ جدا جدا اُترے ہین تو اُس قبیلہ پر واجب ہوگی جسمین وہ مقتول پایا گیا ہے اور اگر دو قبیلون کے بیچ مین پایا گیا تو جو مقتول سے نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور اگر فاصلہ برابر ہو تو دونون قبیلون پر واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے اور اگر ایک جگہ سب مجتمع مختلط اُترے ہون پس اگر کسی شخص کے خیمہ یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو خیمہ والے پر دیت و قسامت واجب ہوگی اور اگر خیمون سے باہر پایا گیا تو تمام اہل لشکر پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر لشکر کسی شخص کی زمین مملوکہ مین ہو تو اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اہل لشکر اپنے کافرون دشمنون سے ملاقی ہوے ہون پھر جب جدا ہوے تو ایک مسلمان مقتول پایا گیا تو مقتول کے واسطے قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اگرچہ یہ معلوم نہو کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہے اسیطرح اگر دونون گروہ مسلمان ہون لیکن ایک گروہ باغی ہو اور دوسرا عادل ہو اور اہل عدل مین سے ایک شخص اُن کے جدا ہونیکے بعد مقتول نظر آیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہے تو اُسکے واسطے دیت و قسامت واجب نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قید خانہ مین مقتول نظر آیا تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور بنابر قول امام ابویوسف رح کے دیت و قسامت قید خانہ والون پر واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر خالی گھر مین قفل لگا ہوا ہو پھر اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مالک مکان کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و امام ابویوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ سب کا قول ہے کذا فی المحیط

سولھوان باب۔ معاقل کے بیان مین۔ معاقل جمع معاقلہ بمعنی دیت ہے کذا فی الہدایہ۔ عاقلہ اُن لوگون کو کہتے ہین جو دیت ادا کرتے ہین اور دیت کو عقل و معقل اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ خونریزی سے روکتی ہے یہ کافی مین ہے۔ ہر شخص کے عاقلہ ہمارے نزدیک اسکے اہل دیوان ہوتے ہین کذا فی المحیط اور اہل دیوان اہل رایات ہین یعنے وہ لشکری لوگ جنکے نام دیوان مین لکھے ہین یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر قاتل اہل دیوان مین سے ہو پس اگر غازی ہو اور اسکا دیوان عمدہ کہ ہان سے لڑائی کیواسطے روزینہ پاتا ہو تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو غازیون مین سے اُسکے دیوان مین درج ہین اور اگر وہ مکاتب ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ اُسمین سے روزینہ پاتا ہے تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو دیوان کتابت سے روزینہ پاتے ہین بشرطیکہ باہم ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہون۔ اور اگر اُسکا دیوان نہو تو اُسکے مددگار لوگ اُسکے عاقلہ ہونگے

پس اگر اُسکی مدد از جانب محلات و دریبات ہو تو دیت اُسپر ڈالی جائیگی اور اگر قاتل گانون کا رہنے والا ہو اور اسکی مدد اہل دیہ سے ہو تو دیت اُنھین پر ڈالیجائیگی یہ محیط مین ہے - اور حاصل یہ ہے کہ اس معاملہ مین اعتبار باہمی مددگاری کا اور بعض کا بعض کے کام آنے کا ہے پس اگر اہل محلہ و اہل بازار و اہل دیہ و خویشان دیگانگان باہم ایسے ہون کہ اگر ایک پر کچھ مصیبت پڑے تو سب اُسکی مددگاری و کفایت کار مین شریک ہوجاتے ہون تو وے لوگ عاقلہ ہونگے ورنہ اگر اُسکے مددگار اہل دیوان اور خویشان دیگانگان اور اہل محلہ و اہل بازار ہون تو اہل دیوان کو ترجیح ہوگی پس اگر اہل دیوان نہون تو خویشان دیگانگان اولے ہین پھر اسکے بعد اہل محلہ و اہل بازار مددگار قرار دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر بعض مددگار بعض نہون تو اُسکے عاقلہ وہ خویش دیگانہ ہونگے جو اُسکے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہین کذا فی المحیط اور دیت ان لوگون پر تین سال مین پھیلائی جائیگی کہ ہر واحد سے ہر سال مین سوا ایکدرم کے یا ایکدرم و تہائی درم کے نہ لیا جائیگا اور پوری دیت مین سے تین سال مین ہر واحد پر تین درم یا چار درم سے زیادہ نہ کیا جائیگا - اور اگر پورے قبیلہ مین پھیلانے سے یہ نہ پڑتا ہو یعنی اسقدر گنجائش نہو تو اس قبیلہ کے ساتھ اُسکے کسی قبائل مین سے جو سب سے قریب ہو وہ ملایا جائیگا پھر بھی اگر پورا نہ پڑے تو دوسرا جو باقی سب سے قریب ہے وہ ملایا جائیگا اسی طرح عصبات کی ترتیب سے قریب بقریب ملائے جاوینگے کہ پہلے بھائی پھر اُنکی اولاد پھر چچا پھر اُنکی اولاد ملائے چلے جاوینگے اور رہے آبا و ابنا یعنی باپ و دادا و پردادا وغیرہ و بیٹا و پوتا و پرپوتا وغیرہ سو بعض نے فرمایا کہ یہ لوگ داخل کیے جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین داخل کیے جاوینگے یہ کافی مین ہے - اور خاوند اپنی جورو کا عاقلہ نہین ہوتا ہے اسیطرح جورو بھی خاوند کی عاقلہ نہین ہوتی ہے اور بیٹا اپنی مان کا عاقلہ نہین ہوتا ہے - الا اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ جب اُسکی مان کا شوہر یعنی اسکا باپ اُسکی مان کے باپ کیطرف سے نسبی رشتہ دارون مین سے ہو یہ محیط مین ہے - پھر قاتل بھی ایک عاقلہ مین سے ہوتا ہے کہ جو ہر ایک پر عاقلہ مین سے لازم آتا ہے وہی اُسپر بھی لازم آویگا یہ ہمارے نزدیک ہے یہ مبسوط مین ہے - اور عورتون و ذریات مین سے جسکے نام عطیہ دیوان مین لکھا ہو اُسپر عقل لازم نہین ہے اور علی ہذا اگر قاتل کوئی لڑکا نابالغ یا عورت ہو تو ان دونون پر دیت مین سے کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے - اور مجنون و غلامون و باندیون سے کچھ نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر عاقلہ قلیل ہون یہانتک کہ ہر ایک کے حصہ مین تین سال مین چار درم سے زیادہ آتے ہون تو دوسرے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ ملائے جاوینگے اور اس شہر کے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ بہ نسبت ابعد کے اولے ہین یہ محیط سرخسی مین ہے - اور قاتل کے دیوان سے اقرب وہ دیوان ہوگا جو قائد اس دیوان کا ہو جسے اُس دیوان کے قائد کے ہاتھ سے جسمین قاتل کا نام درج ہے - پھر اگر اس شہر کے اقرب دیوان کو قاتل کے دیوان سے ملانے سے کافی نہو تو اس شہر کے ابعد دیوان کو دیوان قاتل و اقرب کے ساتھ ملادینگے اور دیوان ابعد وہ ہے جسکا قائد اُس قائد کے ماتحت نہو جسمین قاتل کا نام درج ہے بلکہ اُسکا قائد والی ملک کے ہاتھ سے ہو پھر اگر ابعد دیوان کے ملانے سے بھی کافی نہو تو اُسکے خویش جو باپ کی طرف سے ہین ملائے جاوینگے اور اگر

مثلاً اول بیٹا پھر پوتا پھر پرپوتا وغیرہ چہ کتنے ہی نیچے درجہ کا ہو پھر اگر انمین سے کوئی نہو تو باپ اور پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا اسیطرح پردادا اگرچہ کتنے ہی اوپر درجہ مین ہو بعد دیگر عصبات بترتیب قرابت ۱۲ منہ یعنی تین سال مین تین درم و دیڑھ سے یا چار درہم ہوجاوین ۱۲ منہ یعنی تین یا چار درم مین ۱۲

اس شہر کے دیوانون مین سے ایک دیوان اقرب بدیوان قاتل ہو لیکن یہ لوگ اجنبی ہون اور ایک دیوان ابعد از دیوان
قاتل ہو لیکن وے لوگ اُسکے خویش ہین اور باپ کیجانب سے خویش ہین تو دیوان قاتل کے ساتھ اقرب دیوان کے لوگ
ملائے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ اجنبی ہون یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دو دیوان از راہ قرب کے برابر ہون اور ایک دیوان قاتل
کے باپ کی جانب سے خویش ہین اور دوسرے مان کی جانب سے خویش ہین تو اُسکے ساتھ اُسکے خویشون کا دیوان ملایا
جائیگا اور نسب کی راہ سے ترجیح کا اعتبار ہوگا اور ترجیح پہلے تو قربت دیوان کی راہ سے معتبر ہوگی اور جب اس قرب
مین برابر ہون تو نسب کی راہ سے ترجیح معتبر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور شیخ ابو جعفر سے منقول ہے کہ اگر قاتل ایسا شخص
ہو جسکا نام دیوان مین درج ہے اور اُسکے اقربا کے بھی دیوان ہون تو اُسکی مددگاری دیت ادا کرنے مین اُس کے ان
خویشون پر ہوگی جو اُسکے دیوان مین ہین پس اگر یہ کافی نہون تو اُسکے سب اقربا اُن پر ہوگی خواہ اُسکے دیوان مین سے
ہون یا غیر دیوان مین سے ہون۔ اور اگر قاتل کا نام دیوان مین درج نہو لیکن اُسکے اقربا کا نام دیوان مین درج ہو تو
اُسکی دیت ادا کرنے کی مددگاری اُسکے اُن اقربا دیوانیان پر ہوگی جنکا رشتہ قاتل سے بہت قریب ہے پس اگر کافی نہون تو اُسکے
سب اقربا پر ہوگی اور اگر قاتل کا نام دیوان مین درج نہو لیکن اُسکے بعضے اقارب کا نام دیوان شہر مین درج ہو اور بعض کا نام درج نہو
اور وہ لوگ دیہات مین رہتے ہون تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاتل بھی دیہہ مین رہتا ہو تو اُسکی مددگاری اُن اقارب پر ہوگی جو دیہات
مین رہتے ہین اور اگر یہ لوگ کافی نہون تو اُسکی مددگاری مین اُسکے خویشان دیہاتی بھی و شہری جنکا نام دیوان مین درج ہے شامل
کیے جاوینگے پھر اگر کچھ مال اتنا بدر ہے تو خاص قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور اگر قاتل شہر مین رہتا ہو تو اُسکی مددگاری مین وہ لوگ
لیے جاوینگے جو شہر مین ہین کہ اُنکا نام دیوان مین درج ہے پھر اگر کفایت نکرے تو باقی خاص اُسکے مال سے دیجائیگی
اور اُسکے اِن قرابتدارون پر جو دیہات مین رہتے ہین کہ اُنکا نام دیوان مین درج نہین ہے کچھ دیت کا حصہ واجب نہوگا۔
اور اگر اُسکا اور اُسکے قرابتدارون کا دیوان نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر وہ اہل حرفہ سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مددگاری اہل حرفہ
پر واجب ہوگی اور جو کچھ زائد ہو وہ خاص اُسکے مال سے دلائی جائیگی اور اگر اہل محلہ سے مددگاری لیتا ہو تو اُسکے جرم کی دیت
کی مددگاری اہل محلہ پر ہوگی اور باقی اپنے مال سے دیگا اور اگر اہل شہر سے مدد لیتا ہے تو اُسکی مددگاری اہل شہر پر ہوگی
یہ محیط مین ہے۔ اور جن لوگون کا نام دیوان مین درج نہین ہے جیسے شہر سے باہر دیہاتی لوگ وغیرہ تو اُنکی باہمی مددگاری
باعتبار نسب کے ہوگی اگرچہ اُن کے رہنے کے ٹھکانے دور و دراز اور دیہات مختلف ہون یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دیہاتی آدمی
شہر مین اُترا اور اُسکا گھر شہر مین نہین ہے تو اہل مصر جنکو دیوان سے عطیہ ملتا ہے وہ اُسکی مددگاری مین دیت ادا نکرینگے
جیسے کہ شہری لوگون مین سے اگر کوئی شخص دیہات مین گیا ہو تو دیہاتی لوگ اُسکی مددگاری ادائے دیت مین
نکرینگے یہ کافی مین ہے۔ اور جس شخص کے قرابتدار نہون اور نہ اُسکا نام دیوان مین درج ہو تو امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اُسکی دیت اُسکے مال سے دیجائیگی اور اسی کو عصام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے
ظاہر الروایۃ کے موافق بیت المال پر واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہے۔ اسکو صدر الشہید حسام الدین نے ذکر کیا ہے یہ سراجیہ

ف۱ یعنی وہ لوگ مقدم ہونگے ۱۲

میں ہو اور کتاب الولاء میں ذکر فرمایا کہ بیت المال ایسے شخص کی طرف سے دیت نہیں ادا کرتا ہے جس کے خویش موجود ہوں یا وارث ہو خواہ وارث مذکور مستحق میراث ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو یا نہو مثلاً کافر یا غلام ہو حتیٰ کہ فرمایا اگر حربی مستامن نے ایک مسلمان غلام خرید کیا پھر اسکو آزاد کر دیا پھر مستامن مذکور دار الحرب کو لوٹ گیا پھر یہ مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو کر دار الاسلام میں لایا گیا پھر غلام آزاد کردہ شدہ مر گیا تو اسکی میراث بیت المال میں رہیگی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنے والا قیدی ہو اور اگر اس غلام آزاد شدہ نے جنایت کی تو اسکی دیت بیت المال پر ہوگی کذا فی المحیط۔ اور یہی صحیح ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ سوائے عرب کے باقی اہل عجم کے واسطے عاقلہ نہیں ہے اور یہی قول فقیہ ابو بکر بلخی اور ابو جعفر ہندوانی کا ہے اسواسطے کہ عجم نے اپنے انساب کی حفاظت نہیں رکھی ہے اور نہ باہم ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہیں اور نہ اسکے واسطے دیوان ہے اور دیت کا بار دوسرے غیر پر ڈالنا عرب کے حق میں بر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے کہ انھوں نے اپنے نسبوں کو ضائع نہیں کیا ہے اور باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں پس عجم لوگ انکے ساتھ نہیں ملائے جاوینگے۔ اور بعض نے فرمایا کہ عجم کے واسطے بھی عاقلہ ہو وقت باہمی مدد کی ضرورت کے اور کسی کے ساتھ لڑائی کرنے کے شریک ہونے میں جیسے مرو کے موزہ دوز اور کشتی بان اور بخارا کے ریسمان اور کلاباد کے ... پس اگر انہیں سے کسی نے خطا سے قتل کیا اور دیت واجب ہوئی تو اسکے اہل محلہ و دیہاتی عزیز اسکے عاقلہ ہونگے اور یہی حال طالب علموں کا ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور امام ظہیر الدین مرغینانی فقیہ ابو جعفر کا قول اختیار کرتے تھے اسواسطے کہ باہمی مددگاری برادرانہ کا اعتبار ہے اور موزہ دوزوں و طالب علموں وغیرہ کا جمع ہونا کچھ اسواسطے نہیں ہے پس انہیں پر واجب نہوگا کہ غیر کا بار اپنے ذمہ برداشت کریں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کی دیت ادا کرنے میں مددگار نہ ہونگے جبکہ ہر اہل شہر کے واسطے علیحدہ دیوان ہو اور اگر انمیں باہمی مددگاری باعتبار نزدیکی سکونت کے ہو تو دوسرے شہر کی بہ نسبت اہل شہر زیادہ قریب ہیں کذا فی الہدایہ اور اگر کسی کے دو بھائی ایک ماں و باپ سے ہوں اور ایک کا دیوان کوفہ میں اور دوسرے کا بصرہ میں ہو تو ایک بھائی دوسرے کا عاقلہ نہوگا بلکہ اسکے عاقلہ اسکے دیوان کے لوگ ہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور ہر شہر والے کے عاقلہ اسی کے اہل سواد و دیہاتی ہونگے اور جسکا گھر بصرہ میں ہو اور اسکا نام کوفہ کے دیوان میں درج ہو تو اہل کوفہ اسکے عاقلہ ہونگے یہ کافی میں ہے اور اگر ایک شخص نے خطا سے قتل کیا اور اسکا مرافعہ بسوئے قاضی کے سامنے نہوا پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو قاضی قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دیت ادا کرنیکا حکم دیگا جس روز سے تصفیہ فیصل ہوا ہے تین سال میں ادا کیجاویگی پس اگر اسکے عاقلہ اہل دیوان ہوں تو اُنکے عطیات میں مال دیت دینے کا حکم جاری کریگا اور ایک تہائی انکے اول عطا میں قرار دیگا کہ جو اول عطا بعد اس حکم کے ہوا ہے پس اسمیں سے ایک تہائی دیت وہ لوگ ادا کرینگے اور اگر حکم قاضی اور اسکا تصفیہ فیصل ہونے میں اور اُنکے عطیات ملنے میں فقط ایک مہینہ یا اس سے بھی کم رہا ہو۔ اور دوسری تہائی اسکے بعد کے حکم دیگا

کہ جب دوسرا عطیہ وصول ہو خواہ سال گذر جانے اور دیت ہو جانیکے بعد وصول ہو یا سال سے پہلے وصول ہو جاوے اور اسیطرح تیسری تہائی کیواسطے بھی یوں ہی حکم کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر بعد فیصلہ مقدمہ قتل کے قاتل کے اہل دیوان کو انکا عطیہ تین سال کا یکبارگی ایک بار ہی عطا کیا گیا تو پوری دیت اس سب عطیہ میں سے فی الحال وصول کر لیجائیگی۔ اور اگر عاقلہ کا عطیہ جو حکم دیت جاری ہونے سے پہلے کا تھا بعد فیصلہ مقدمہ کے عطا ہوا تو اس میں سے کچھ دیت نہ لیجائیگی بلکہ بعد حکم دیت کے جو عطایا واجب ہوں جب وہ وصول ہوں تو انمیں سے دیت لیجائیگی اور اگر ششماہی میں عطیہ ملتا ہو تو انمیں چھٹا حصہ دیت کا جب ہوگا اور اگر ہر چہار ماہ کے بعد ملتا ہو تو انمیں نواں حصہ دیت کا واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قاتل کے عاقلہ مددگار برادری اہل رزق ہوں جنکو روزینہ ماہواری ملتا ہو تو انکے روزینہ میں سے دیت ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا پس اگر دیت ادا کرنے کا حکم ہونے سے پہلے مہینوں کا روزینہ وصول ہوا تو اس میں سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر حکم دیت ہونے کے بعد مہینوں کا روزینہ وصول ہوا تو اس میں سے بقدر حصہ کے دیت لیجائیگی پس دیکھا جائیگا کہ اگر ان کو ماہواری روزینہ ماہ بماہ وصول ہوتا ہو تو ہر مہینہ کے روزینہ میں سے چھتیسواں حصہ لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے کے ایک یا دو روز کے بعد روزینہ وصول ہوا تو اس مہینہ کے روزینہ کے بقدر ایک ماہ کے حصہ کی دیت لیجائیگی اور اگر اسکی مددگار برادری کیواسطے ماہواری روزینہ اور سالانہ عطیہ مقرر ہو تو انکے عطیات میں سے دیت دینا لازم کیا جائیگا روزینہ میں سے دینا لازم کیا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور رزق و عطا میں فرق یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو لوگوں کیواسطے بقدر حاجت وکفایت کے انکو روزانہ مہینہ میں کافی ہو بیت المال سے مقرر کیا جاتا ہے اور عطیہ وہ ہے کہ سالانہ مقرر کیا جاتا ہے بلحاظ تنگی و تکلیف در باب قرضہ کے نہ بلحاظ حاجت وکفایت کے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قاتل اہل کوفہ میں سے ہو اور وہاں اسکا عطیہ تھا کہ پھر دیت کی ڈگری نہ ہوئی یہانتک کہ اسکا دیوان بصرہ میں بدل گیا تو اہل بصرہ میں سے اسکے عاقلہ پر دیت ادا کرنی مددگاری واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اسکے عاقلہ کوفہ پر تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم ہو گیا اور اس سے تہائی دیت لیگئی ہو یا نہ لیگئی ہو پھر اسکا نام بدل کر اہل بصرہ کے دیوان میں داخل کیا گیا تو دیت ادا کرنے کی مددگاری اہل کوفہ پر رہے گی اور اہل بصرہ کی طرف تحویل نہ کیجائیگی لیکن بصرہ کے قاتل کے عطیہ سے اسکا حصہ دیت لے لیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور اگر اسکا مسکن کوفہ میں ہو اور اسکا کچھ عطیہ نہو اور اسنے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا تھا کہ اسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ میں وطن اختیار کیا تو اسکے عاقلہ بصرہ پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر اسکے عاقلہ کوفہ پر دیت کا حکم ہو گیا ہو پھر اسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ میں وطن اختیار کیا تو عاقلہ کوفہ سے دیت منتقل نہوگی۔ اسی طرح اگر دیہاتی نے قتل کیا اور حکم دیت ہونے سے پہلے وہ شہر میں رہنے لگا اور اسکا نام دیوان میں درج ہو گیا تو اہل دیوان اسکے عاقلہ ہو کر دیت میں مددگار ہوں گے اور اگر اسکے دیہاتی عاقلہ پر دیت کا حکم ہو جانیکے بعد وہ شہر میں آکر دیوان میں درج ہوا تو عاقلہ دیہات سے دیت منتقل نہوگی یہ کافی میں ہے اگر بدوی نے کسی شہری کو خطا سے قتل کر ڈالا تو اسکے خویش و برادری میں سے وہیں سے اونٹ جو پھر واجب ہوئے ہیں جمع کیے جاوینگے اور اسکے پٹاسا لوگ اسکو جمع کرینگے پھر ولی مقتول کو حکم دیا جائیگا کہ انہیں کے مقامات سکونت میں جا کر انسے یہ مقدار دیت وصول کرلے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی بدوی نے کوئی جنایت کی اور ہنوز اسکی بابت حکم نہیں ہوا تھا کہ

امام المسلمین نے اسکو و اسکی قوم کو بادیہ سے منتقل کر کے شہر میں بسایا اور انکا عطیہ دیوان مقرر کیے پھر مقدمہ جنایت قاضی کے
پاس پیش ہوا تو قاضی انپر دیت میں دینار دینے کا حکم دیگا اونٹوں کا حکم نہ دیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر انپر اونٹ کا حکم
ہو گیا پھر امام المسلمین نے اسکو و اسکی قوم کو منتقل کر کے انکا عطیہ دیوان مقرر کیے تو انسے اونٹوں یا انکی قیمت کا
مواخذہ کیا جائیگا اور اگر سوائے عطیہ کے انکا کچھ مال ہو تو اونٹوں کی قیمت انکے عطیات سے لیجائیگی
خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ ہو یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوفہ کے اہل عطا میں سے ایک شخص نے جنایت کی
اور اسکی مددگار برادری پر جنایت کی دیت کا حکم ہو گیا پھر اسکی قوم میں ایک قوم دیہاتی یا شہری جنکا عطیہ
مقرر نہیں ہے ملگئی تو اسکی قوم کے ساتھ یہ لوگ بھی مددگاری میں داخل کیے جاوینگے اور جسقدر ادا کیا ہے اور جسقدر
باقی ہے سب میں شامل کیے جاوینگے اور اس معاملہ سے پہلے اگر کوئی دیت انھوں نے ادا کی ہو تو اسمیں یہ لوگ جو شامل ہیں
شامل نہ کیے جاوینگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے قتل بخطا کا اقرار کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ نہ کیا گیا الا بعد چند سال
کے تو قاضی اسکے مال سے روز حکم سے تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم دیگا اور اگر قاتل و وارث مقتول دونوں نے
باتفاق بیان کیا کہ فلان شہر کے قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اسکے کوفہ کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا تھا اور
مددگار برادری نے ان دونوں کے قول کی تکذیب کی تو مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اسکے مال میں سے انکا کچھ نہوگا
الا اس صورت میں کہ اسکا عطیہ انکے ساتھ ہو تو اسپر بقدر اسکے حصہ کے لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور معاقل میں ذکر فرمایا
کہ ایسے قتل کے گواہ جس سے مددگار برادری پر دیت واجب ہوتی ہے مددگار برادری کی غیبت میں مقبول نہونگے یہ ظہیریہ میں ہے
ایک شخص نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ اسنے فلان شخص کو خطا سے قتل کیا ہے پھر وارث مقتول نے گواہ قائم کیے کہ مدعا علیہ
نے اسکو قتل کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور مدعا علیہ کا اقرار
قتل ایسی گواہی کے قبول کیے جانے سے مانع نہیں ہے اسواسطے کہ گواہی سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو باقرار مدعا علیہ
ثابت نہ تھی اور اسکے نظائر بہت ہیں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے بعد اقرار مدعا علیہ کے بیان کیا کہ میں
کوئی گواہ نہیں جانتا ہوں پس میرے واسطے دیت کا حکم قاتل کے مال سے جاری کر دیجئے پس قاضی نے مال مقر سے دیت دینے کا
حکم دیدیا پھر وارث مقتول نے گواہ پائے اور چاہا کہ دیت کو عاقلہ پر منتقل کرا دے تو اسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا
کہ ابھی حاکم دیت کا مال قاتل پر حکم نہ دے شاید مجھے گواہ دستیاب ہو جاویں پس قاضی نے حکم میں تاخیر کی پھر وارث مذکور نے
گواہ پائے تو قاضی انکی گواہی پر مددگار برادری پر دیت کا حکم دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مملوک آزاد شدہ کا عاقلہ اسکے مولی
کی مددگار برادری ہے اور مولے الموالات کی مددگار برادری اسکا مولی اور مولی کا قبیلہ ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک عورت
آزاد ہو اور وہ بنی تمیم کی موالات ہو اور اسکا خاوند اہل ہمدان میں سے ایک شخص کا غلام ہو پھر اسکے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس
لڑکے کے عاقلہ اسکے ماں کے عاقلہ ہیں اور اگر لڑکے نے کوئی جنایت کی اور ہنوز قاضی نے اسکی دیت کا حکم نہیں دیا ہے کہ اسکا باپ بھی آزاد

ف مدعی کا قاضی کے روبرو دعوی پیش کرنا وغیرہ ۱۲ ف مولی الموالات وہ شخص اجنبی جسکو کسی اجنبی نے کہا کہ تو میرا مولی ہے پس اگر میں مرون تو تو میرا
وارث ہو اور اگر مجھ سے کوئی ایسا جرم ہو جاوے جس سے مال لازم آوے تو تو میری طرف سے ادا کرے اور وہ شخص اسکو قبول کرے ۱۲

کیا گیا تو قاضی اُسکی ولاء اُسکے باپ کے موالی کیطرف منتقل کر دیگا پھر جو جنایت اُسنے کی ہے اُسکی دیت کا حکم اُسکی ماں کی مددگار
برادری پر جاری کریگا اُسکی ماں کی مددگار برادری سے اسکو منتقل نکریگا اسی طرح اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے اُس نے
کنواں کھودا اور باپ کے آزاد ہونیکے بعد اُسمیں کوئی شخص گر کر مر گیا تو دیت کا حکم ہونیکے وقت اُسکی دیت بعاقلہ اُسکی ماں
کی مددگار برادری ہوگی بشرطیکہ جنایت کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہو تو اُسکا باپ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے سے موالات پیدا کی پھر کسی شخص کو خطا سے قتل کیا پھر بیت المال کے دیت دینے سے پہلے اُسکے موالات کو چھوڑ کر دوسرے
شخص سے موالات پیدا کی تو دوسرا اُسکا عاقلہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک حربی مسلمان ہو گیا اور اُسنے دارالاسلام
میں ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر اُس نے کوئی جنایت کی تو جس سے موالات پیدا کی ہے اُسکی مددگار برادری اُسکے
دیت کے واسطے عاقلہ ہوگی پھر بعد مددگاری ادائے دیت کے اُسکو اختیار نہوگا کہ جس سے موالات کی اُسکے موالات کو چھوڑ دے
اور اگر ان لوگوں نے اُسکی طرف سے مددگاری کر کے دیت ادا کی یا ہنوز قاضی نے ادائے دیت کا حکم نہیں کیا ہے کہ دار الحرب سے
اُسکا باپ قید کر کے دارالاسلام میں لایا گیا اور اُسکو ایک شخص نے خرید کر کے آزاد کر دیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی جانب
کھینچ لیجائیگا پھر جس سے موالات پیدا کی تھی اُسکی مددگار برادری یا اُسکے باپ کے آزاد کرنیوالوں کی مددگار برادری
کچھ واپس نہیں لے سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر لڑکے کا باپ قید کئے جانے سے پہلے کنواں کھودا پھر اُسکے باپ کے آزاد
کئے جانے کے بعد اُسکے کنوئیں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت اُس شخص کی مددگار برادری پر ہوگی جس سے اُس نے
موالات کی تھی اُسکے باپ کی مددگار برادری پر نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک ذمی مسلمان ہو گیا اور اُسنے کسی سے
موالات نہ کی یہاں تک کہ خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز کوئی حکم نہ کیا گیا تھا کہ اُسنے بنی تمیم میں سے ایک شخص سے
موالات کی پھر دوسری جنایت کی تو دونوں جنایتوں کا حکم بیت المال پر ہوگا اور اُسکی موالات باطل ہوگی یہ ظہیریہ میں
ہے۔ اور اگر کنواں کھودا پھر کسی شخص سے موالات پیدا کی پھر کنوئیں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت اُسکے مال سے یا بیت المال
اور بیت المال اُسکی طرف سے دیت ادا کریگا بخلاف اُسکے اگر اُسنے تیر پھینکا یا پتھر پھینکا اور پہنچنے سے پہلے اُسنے ایک شخص سے
موالات کر لی پھر تیر یا پتھر پہنچا اور اُسنے ایک شخص کو قتل کیا تو بیت المال پر اُسکی طرف سے دیت ادا کرنی واجب ہوگی یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک مسلمان عورت جو مولیٰ بنی تمیم کی ہے کوئی جنایت کی یا کنواں کھودا اور ہنوز جنایت کی بابت
حکم نہیں ہوا تھا کہ عورت مذکورہ مرتد ہو کر دارالحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے مسلمان لشکر نے جہاد میں اُسکو قید کیا پھر یہاں
ایک شخص نے اُسکو آزاد کر دیا پھر کنوئیں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت کا حکم بنی تمیم پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی
ایک بدوی نے راہ میں کنواں کھودا پھر امام نے بدویوں کو شہر میں بلا لیا اور شہر میں متفرق ہو کر صاحب عطیات ہوئے
پھر اس کنوئیں میں ایک شخص گر کر مر گیا تو دیت اُسکی اس روز کی مددگار برادری پر ہوگی جس دن وہ گرا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔
اور اگر اُس نے کنواں کھودا اور وہ صاحب عطیہ تھا پھر امام نے اُسکا عطیہ باطل کر دیا اور اُسکو اُسکے نسبی رشتہ داروں کیطرف
واپس کر دیا کہ اُنھوں نے زمانہ دراز تک اُسکے ساتھ مددگاری کی پھر کنوئیں میں گر کر ایک آدمی مر گیا تو جس روز مال

۱؎ یعنی جو دیت اُس کے جرم کی ادا کریں ۱۲ منہ ۲؎ یعنی اسکو اپنا مولی الموالات بنایا ۱۲ ۳؎ کنواں کھودنے والا ۱۲ ۴؎ یعنی باپ کی مددگار برادری پر دیت ۱۲

واجب ہوا ہی اُس روز کی اُسکی مددگار برادری پر دیت وجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ ملاعنہ کے بیٹے کی مددگار برادری اُسکی ماں کی مددگار برادری ہوگی پس اگر ماں کی مددگار برادری نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر باپ نے اپنی تکذیب کی اور دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو ماں کی مددگار برادری نے جسقدر مال دیا ہی وہ باپ کی مددگار برادری سے واپس لینگے اور تین سال مین جس روز سے قاضی باپ کی مددگار برادری پر حکم کرے کہ اسکی ماں کی مددگار برادری کو واپس دیوین واپس لینگے اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور اُسکا بیٹا آزاد ہی اور ہنوز مکاتب کی کتابت ادا نہ کی گئی تھی کہ اُسکے بیٹے نے جنایت کی اور بیٹا ایک آزاد عورت مولاۃ بنی تمیم کے پیٹ سے ہی اور مکاتب ایک شخص ہمدان کا مکاتب ہی پس ماں کی قوم نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی پھر اُسکے باپ کی کتابت ادا کی گئی تو ماں کی مددگار برادری اس مال دیت کو باپ کی مددگار برادری سے واپس لیگی اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک نابالغ کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا پس لڑکے کی مددگار برادری نے دیت ادا کی تو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی بشرطیکہ حکم دینا گواہوں سے ثابت ہوا ہو اور اگر حکم دینا اُسکے اقرار سے ثابت ہو تو مددگار برادری کے لوگ اس مال کو حکم دہندہ کے مال سے تین سال مین واپس لینگے یعنی جس روز سے قاضی اُسپر حکم دے کہ واپس دے یا اُسکی مددگار برادری پر واپس دینے کا حکم دے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ابتداے مقدمہ مین یہ سب مجتمع ہوے ہون تو قاضی وارثان مقتول کیواسطے لڑکے کی مددگار برادری پر اور لڑکے کی مددگار برادری کیواسطے حکم دہندہ کی مددگار برادری پر حکم دیدیگا پس جب وارث مقتول لڑکے کی مددگار برادری سے کچھ لیگا اُسیقدر لڑکے کی مددگار برادری حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی۔ اور اگر ملاعنہ کے بیٹے نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور قاضی نے ماں کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور اُنھون نے تہائی دیت ادا کر دی پھر باپ نے اُس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا پس سب حاضر ہوے تو ماں کی مددگار برادری کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا جو اُنھون نے ادا کی ہو دینے کا حکم دیگا اور آیندہ سال مین پہلے ابتدا اُنھین سے کیجائیگی کہ وارثان جنایت سے پہلے اُنکو تہائی دیت جو اُنھون نے ادا کی ہو ادا کر دیجائیگی پھر ماں کی مددگار برادری کے ذمہ سے باقی دیت باطل ہو جائیگی پھر باقی دو تہائی دیت دو سال مین بعد پہلے سال کے باپ کی مددگار برادری پر ادا کرنی واجب ہوگی اور وارثان جنایت نے جسقدر ماں کی مددگار برادری سے لیا ہی وہ واپس لیا جائیگا۔ پھر پہلے سال مین ماں کی مددگار برادری کو ادا کر دینے کے بعد وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ باپ کی مددگار برادری سے کچھ وصول کرین اور مکاتب کے بیٹے کا بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور مسلمان کسی کافر کیطرف سے یا کافر کسی مسلمان کیطرف سے دیت ادا کرنے مین مددگار نہوگا اور کفار باہم ایک دوسرے کی مددگار برادری ادائے دیت مین ہونگے اگر اُنھون نے تعاقل اور ادائے دیت کی مددگاری کا طریقہ اختیار کیا ہی اگرچہ اُنکی ملتین مختلف ہون یہ محیط مین ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ باہم اُنمین عداوت ظاہرہ نہو اور اگر عداوت ظاہرہ ہو جیسے یہود و نصاری تو چاہیے کہ بعض کا

ف واضح ہو کہ درصورت اُسکے اقرار کے بدون گواہون کے مددگار برادری ضامن نہوگی پس مراد یہ ہی کہ درصورت ثبوت گواہان کے بھی جس روز قاضی واپس کرنیکا حکم دے اُس روز سے تین سال مین واپس لینگے ۱۲ منہ

بعض عاقلہ نہ ہوویں اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وے لوگ باہم دیت ادا کرنے کی مددگاری کا طریقہ نہ اختیار کرتے ہوں تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور اگر انہیں تعاقل کا طریقہ ہو لیکن جنایت کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہ ہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے

فصل اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہ ہو تو دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور محض قتل عمد میں جو دیت واجب ہوئے تو قاتل کے مال سے واجب ہوگی خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم جرم ہو اور خطاء کی صورت میں خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم ہو دونوں حالتوں میں عاقلہ پر واجب ہوگی اور شبہ عمد میں قتل نفس میں مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور نفس سے کم میں جنایت کرنے والے پر واجب ہوگی اگرچہ جرمانہ بقدر پوری دیت کے ہو جاوے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر دیت کے بیسویں حصہ سے کم ہو تو عاقلہ اُسکو ادا نکریگی اور بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ کے عاقلہ متحمل ہونگے یہ کافی میں ہے۔ اور جس قتل عمد میں شبہہ واقع ہو جاوے اُسمیں جو کچھ واجب ہو یا جنایت سے صلح کرنے میں مال واجب ہو یا اپنی ذات پر خطا سے قتل کرنے کے اقرار کرنے سے واجب ہو یا ارش موضحہ سے کم واجب ہو یا غلام کی جنایت سے واجب ہو تو وہ عاقلہ پر واجب نہ ہوگا بلکہ جنایت کرنے والے کے مال میں واجب ہوگا اور غلام کی جنایت کا مال مولےٰ پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مولیٰ کی مددگار برادری پر اُسکے غلام یا مدبر یا ام ولد کی جنایت کی دیت وغیرہ میں سے کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور جنایت کرنے والے کے خود ہی اقرار سے جو لازم آوے اُسکے عاقلہ متحمل نہ ہونگے الا اس صورت میں کہ اُسکے اقرار کی تصدیق کریں یہ ہدایہ میں ہے۔ اور حکومت عدل سے جو واجب ہو پس اگر ارش موضحہ سے کم یا برابر ہو تو مددگار برادری اُسکی متحمل نہ ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہیں ہے اور متاخرین نے اُسمیں اختلاف کیا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مددگار برادری اُسکو اُٹھاویگی اور جو ڑ بند کا ارش بلا خلاف نہ اُٹھاویگی یہ محیط میں ہے۔ اور جو دیت نفس قتل واجب ہوئی قتل خطا میں یا شبہہ عمد میں یا عمد میں جسمیں شبہہ واقع ہوگیا تو جس پر واجب ہوئی اُسپر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی کہ ہر سال میں ایک تہائی واجب ہوگی اسیطرح جس نے خطا سے قتل کرنیکا اقرار کیا اُسکے مال سے دیت تین سال میں واجب ہوگی اور اگر جنایت سے مال پر صلح کر لی تو وہ مال جنایت کرنے والے کے مال سے فی الحال واجب ہوگا الا اس صورت میں کہ میعاد شرط کر لی تو موافق شرط کے میعاد پر واجب ہوگا اور امام قدوری نے فرمایا کہ جو جزو دیت مددگار برادری پر یا مال جنایت کنندہ میں سے واجب ہوا وہ جزو تین سال میں ادا کرنا واجب ہوگا چنانچہ اگر دس آدمیوں نے خطا سے ایک آدمی کو قتل کیا تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا اسیطرح اگر اُنھوں نے عمداً قتل کیا لیکن ان دس میں سے ایک آدمی مقتول کا باپ ہے تو بھی ہر واحد کے مال سے دسواں حصہ دیت تین سال میں واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر فعل مجرمانہ کی وجہ سے تہائی دیت نفس واجب ہو یا اس سے کم واجب ہو تو ایک سال میں ادا کرنی واجب ہوگی اور تہائی سے زائد

ف (۱) وہ قتل ہے جو ایسے آلے سے واقع ہو جو قتل کے واسطے موضوع نہیں ہے ۱۲

دو تہائی تک جس قدر ہو وہ دوسرے سال میں اور دو تہائی سے زائد جسقدر پوری دیت تک ہو وہ تیسرے سال میں واجب ہوگی کذا فی الہدایہ

سترھواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔ نوادر ہشام میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور دوسرے شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہ قائم کیے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص مقتول اس مدعی کا غلام تھا پھر مدعی نے اسکو آزاد کر دیا اور وہ روز قتل کے آزاد تھا پس اگر مقتول کے وارث ہوں تو قتل عمد کی صورت میں اس کے وارثوں کے واسطے قصاص کا حکم دیا جائیگا اور قتل خطا کی صورت میں دیت کا حکم ہوگا اور اگر اسکا کوئی وارث نہو تو مولی کو عمد و خطا دونوں صورتوں میں اسکی قیمت ملیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص عمداً مجروح کیا گیا پھر مجروح نے اپنے اوپر گواہ کر دیے کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح نہیں کیا ہے پھر مجروح اس زخم سے مر گیا پس آیا ایسا اشہاد صحیح ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو فلاں شخص کا مجروح کرنا لوگوں اور قاضی کو معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے پس اگر معلوم ہو تو اس طرح گواہ کر لینا صحیح نہیں ہے اور اگر فلاں کا مجروح کرنا قاضی اور لوگوں کے نزدیک معلوم و معروف نہو تو ایسا اشہاد صحیح ہوگا پھر اگر بعد اسکے وارث نے فلاں شخص کے مقابلہ میں اس کے مجروح کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مجروح کیا گیا اور اسنے کہا کہ مجھے زید نے قتل کیا ہے پھر مر گیا پھر اسکے وارث نے زید کے سوائے دوسرے شخص پر قتل کرنیکے گواہ قائم کیے کہ اسنے قتل کیا ہے تو ایسے گواہ قبول ہونگے ایک شخص مجروح کیا گیا پس کہا کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح کیا ہے۔ پھر مر گیا پھر اسکے بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کے اس دوسرے بیٹے نے اسکو خطا سے مجروح کیا ہے تو گواہ مقبول ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو سوار باہم ٹکرا گئے اور ہر ایک کے صدمہ سے دوسرا مر گیا پس اگر خطا سے واقع ہوا پس اگر دونوں آزاد ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور یہ استحسان ہے اور اگر دونوں غلام ہوں تو ہر ایک کے مولے کے واسطے دوسرے کے مولے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو مقتول آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی پس اسکو وارثان آزاد لے لینگے اور آزاد مقتول کی دیت جسقدر اس قیمت کی نسبت زائد باقی رہے وہ باطل ہو جائیگی۔ اور اگر یہ فعل عمداً واقع ہوا پس اگر دونوں آزاد ہوں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور اگر دونوں غلام ہوں تو جنایت ہدر ہو جائیگی اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور آزاد کی نصف دیت غلام کے رقبہ کی گردن پر واجب ہوگی پھر چونکہ غلام مر گیا اسواسطے یہ حق جاتا رہا مگر اپنے نصف کا بدل چھوڑ گیا ہے یعنی نصف قیمت جو آزاد کی مددگار برادری پر واجب ہے پس آزاد کا وارث آزاد کی مددگار برادری سے آزاد کی نصف دیت میں سے بقدر نصف قیمت غلام کے لے لیگا اور باقی اسکا حق باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونوں پیدل ہوں اور ٹکرا کر صدمہ کھا کر مر گئے تو بھی ایسے ہی تفصیل سے حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک سوار چلا جاتا ہے اسکے پیچھے سے ایک سوار آیا اور اس سے ٹکرایا اور ٹکرانے والا صدمہ کھا کر مر گیا تو جو سوار چلا جاتا ہے اس پر کچھ ضمان واجب

ملہ مثلاً تہائی دیت سے ایک ہزار درہم زائد ہیں تو تہائی دیت سال اول میں اور باقی سال دوم میں ہے ۱۲ منہ ملہ گواہ کر لینا یعنی اس قسم کی گواہی قائم کر لینا جیسا کہ مذکور ہوا ۱۲ ملہ یعنی اسکا عوض کچھ نہوگا بلکہ وہ رائیگان و مفت قرار دیجائے گی ۱۲

نہو گی اور اگر سوار جو چلا جاتا تھا اس صدمہ سے مر گیا تو جو شخص پیچھے سے آیا اور ٹکر لایا ہے اُسپر ضمان واجب ہو گی اور یہی حکم دو کشتیوں میں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک سوار کھڑا ہے اور دوسرا رواں ہے اور دونوں ٹکرائے یا ایک شخص پیدل جاتا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور دونوں ٹکرائے تو سوار رواں پر و پیدل جاتے ہوئے پر کفارہ واجب ہو گا اور سوار یا پیادہ جو کھڑا ہے اُسپر کفارہ نہو گا اور باہم وارث ہونگے اگر استحقاق میراث ہووے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو کشتیاں ٹکرائیں پس اگر سوار یا ملاح کے فعل سے ہو تو وہی ضامن ہو گا اور نفوس کا ضامن نہو گا اور مال کا ملاح ضامن ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر دو شخص ایک رسی کو کھینچتے تھے پس رسی ٹوٹی اور دونوں گر کر مر گئے تو فرمایا کہ اگر ہر ایک چت گرا ہے تو ہر ایک کا خون ہدر ہو گا اور اگر دونوں منھ کے بل گر کر مرے ہیں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہو گی اور اگر ایک چت گرا اور دوسرا منھ کے بل گرا ہے تو چت گرنے والے کا خون ہدر ہو گا اور منھ کے بل گرنے والے کی دیت چت گرنیوالے کی مددگار برادری پر واجب ہو گی۔ اور اگر کسی اجنبی نے آکر رسی کو کاٹ دیا یہاں تک کہ دونوں گر کر مر گئے تو اجنبی کی مددگار برادری پر دونوں میں سے ہر ایک کی دیت واجب ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک آزاد کے پاس تلوار ہے اور ایک غلام کے پاس عصا ہے دونوں ملاقی ہوئے اور ہر ایک نے دوسرے کو مارا یہاں تک کہ دونوں مارے گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ پہلے چوٹ کس نے ماری ہے تو وارثان آزاد پر و مولاے غلام پر کچھ واجب نہو گا اور اگر غلام کے ہاتھ میں تلوار و آزاد کے ہاتھ میں عصا ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہو گی اور وارثان آزاد کیواسطے مولاے غلام پر کچھ واجب نہو گا اور اگر دونوں کے ہاتھ میں لاٹھی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو لاٹھی مار کر موضحہ زخم شجہ پہونچایا پھر دونوں مر گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس نے پہلے چوٹ لگائی ہے تو آزاد کی مددگار برادری غلام صحیح سالم کی نصف قیمت اُسکے مولی کو دیدیگی پھر مولی سے کہا جائیگا کہ اس قیمت میں سے ارش شجہ وارثان آزاد کو دیدے اور یہ استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا پس عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اُسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پس اگر زید نے اُسکا ہاتھ معانقہ کیواسطے پکڑا تھا تو زید پر ہاتھ کا کچھ ارش واجب نہو گا اور اگر زید نے اُسکا ہاتھ دبایا اور اُسنے اذیت پا کر ہاتھ کھینچا اور اُسکو یہ صدمہ پہونچا تو زید اُسکے ہاتھ کے ارش کا ضامن ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور جھٹکے سے گر کر مر گیا تو دیکھینگے کہ اگر زید نے معانقہ کے واسطے پکڑا ہو تو اُسپر کچھ واجب نہو گا اور اگر پکڑ کر دبایا تھا کہ عمرو نے اذیت پا کر ہاتھ کھینچا تو زید اُسکی دیت کا ضامن ہو گا اور اگر اس صورت میں زید کا ہاتھ ٹوٹ جاوے تو عمرو ضامن نہو گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کو پکڑا یہاں تک کہ بکر نے اُسکو قتل کر ڈالا تو جو قاتل ہے وہ قصاص میں قتل کیا جائیگا اور زید برابر قید رکھا جائیگا اور اُسکو عذاب دیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو پکڑ لیا یہاں تک کہ بکر نے اُسکے درم لے لیے تو ہمارے نزدیک درموں کا ضامن بکر ہو گا اور زید ضامن نہو گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص دوسرے کے کپڑے پر بیٹھ گیا اور جان بوجھ کر نہیں بیٹھا ہے پھر کپڑے والا اُٹھا اور کپڑا دبا ہوا بیٹھنے والے کے نیچے دبنے سے پھٹ گیا تو وہ آدھے کپڑے کا ضامن ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید عمرو کے پاس گیا اور اُسنے زید کو ایک

مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی پس زید اُسپر بیٹھ گیا اور اُسکے پہلو مین ایک تیل بھری شیشی رکھی تھی زید کو معلوم نہ تھا پس وہ ٹوٹ گئی اور تیل بہ گیا تو زید اُس تیل کا اور جسقدر مسند بھیگی اور خراب ہو گئی ہی اُس کا ضامن ہوگا۔ اور اگر قارورہ[1] کسی چادر کے نیچے ڈھنکا ہوا ہو اور عمرو نے زید کو اس چادر پر بیٹھنے کی اجازت دی تو زید پر ضمان نہوگی اور اگر زید کو ایک چھت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ چھت زید کو لیکر گری اور عمرو کا کوئی مملوک دب گیا تو زید ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مثل چادر کی صورت کے مسند پر بیٹھنے مین بھی ضمان واجب نہوگی اور کہا کہ یہی اقرب الی القیاس ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اجارات قدوری مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اپنے گھر مین بلایا پس وہ لوگ اُسکے فرش بچھے ہوے پر چلے یا اُسکی مسند پر بیٹھے اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہونگے اور اگر اُنھون نے کوئی برتن یا ایسا کپڑا جو بچھایا نہین جاتا ہی روند کر پھاڑ ڈالا یا توڑ ڈالا تو ضامن ہونگے اور اگر اُسکا کوئی برتن ہاتھون ہاتھ ایک دوسرے کو اُٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہونگے اور اگر کوئی شخص تلوار باندھے ہو اور تلوار سے بچھونا پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ متفرقات مین فقیہ ابو جعفر نے لکھا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے یہان مہمان گیا اور میزبان نے اُسکو مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی اور بچھونے کے نیچے میزبان کا ایک لڑکا چھوٹا تھا کہ وہ مہمان کے بیٹھنے سے دب کر مر گیا تو مہمان بیٹھنے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بچھونے کے نیچے مالک مکان کا کوئی مملوک نابالغ ہو تو ضامن نہوگا[2] اسی طرح اگر بچھونے کے نیچے غیر شخص کا شیشہ کا برتن ہو تو اُسمین بھی مثل مالک مکان کے لڑکے کے حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک سوتے ہوے آدمی کی فصد کھولدی پس خون بہا یہانتک بہا کہ وہ مر گیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہی اور یہ بیان نہ کیا کہ عمداً یا خطاءً کس طرح قتل کیا ہی تو فرمایا کہ مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی دیت اقرار کرنے والے کے مال مین سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوی مین خلف رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ مین نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاتھ یا لاتون سے مارا پس وہ مر گیا تو فرمایا کہ یہ شبہ عمد ہی اور حسن بن زیاد نے بھی یون ہی فرمایا ہی جبکہ اُسنے مارنے مین تکرار و سختی کی ہو اور وہ مر گیا تو یہی حکم ہی اور اگر اُسکو زجر کے طور پر مارا کہ ایسی مار سے مر جانے کا خوف نہین ہوتا ہی اور باوجود اس کے وہ مر گیا تو یہ خطا ہی اور فقیہ ابو اللیث الکبیر نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسد رح کا قول پسندیدہ ہی یہ محیط مین ہی۔ منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو تلوار مارنے کا قصد کیا اور دوسرے نے تلوار پکڑ لی پس اُسنے تلوار دوسرے کے ہاتھ سے کھینچی پس تلوار اُسکی انگلیان کاٹ گئی تو فرمایا کہ اگر جوڑون پر سے نہ کٹی ہون تو تلوار کھینچنے والے پر دیت واجب ہوگی[5] اور اگر جوڑون پر سے کٹ گئی ہون تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ زید نے عمرو کا غلام عمداً قتل کیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے اپنے غلام سے تجھے بری کیا تو زید اُسکی قیمت سے بری نہوگا[3] بلکہ زید پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی اگر

[1] قارورہ شیشی کو کہتے ہین جس مین روغن وغیرہ رکھتے ہین ۱۲ [2] مترجم کہتا ہی کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ لڑکا مملوک اور مال صاحب دار کا نہین ہی جیسے کہ کہا جاوے جبکہ وہ اُنکی اجازت سے تلف ہوا ہی تو اُسکا مال اُسکی اجازت سے تلف ہوا بلکہ وہ اپنے احکام مین مستقل ہی جیسا کہ شیشہ کی صورت مین گذرا اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ مملوک کی صورت مین ضمان نہین ہی ۱۲ منہ [3] یعنی عمرو اس کلام سے قیمت سے بھی بری کرنے والا نہوگا اسواسطے کہ قصاص سے بریت ہی ۱۲ منہ [5] یعنے انگلیون کا ارش ۱۲

زید نے اپنے دانت مین کسی قسم کے درد پیدا ہو جانے کی وجہ سے عمرو کو اُسکے اُکھاڑنے کا حکم دیا اور عمرو کو معین طور پر بتلا دیا
کہ یہ دانت اُکھاڑے اور عمرو نے اسکے سوائے دوسرا دانت اُکھاڑا پھر دونون نے اختلاف کیا تو زید کا قول قبول ہوگا مگر قسم کے
ساتھ پس جب یہ قسم کھا جاوے کہ مین نے اُکھاڑے ہوے دانت کے اُکھاڑنے کا نہین بلکہ دوسرے دانت کے اکھاڑنے کا
حکم دیا تھا تو عمرو کے مال سے اُسکی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمرو نے عمداً ایسا کیا ہے مگر قصاص اسوجہ سے ساقط ہوا کہ شبہ پیدا
ہوگیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کسی نے اپنے مکاتب پر جنایت کی تو جنایت کرنے والے کے مال پر قیمت واجب ہوگی خواہ جنایت تلف نفس ہو یا اس سے
کم ہو اور اگر غیر کے مکاتب پر جنایت کی پس اگر تلف نفس ہو تو جنایت کرنیوالے کی مددگار برادری ہوگی اور اگر تلف نفس سے کم ہو تو
جنایت کرنے والے کے مال پر واجب ہوگی جیسا کہ اپنے مخض مملوک کی صورت مین ہے یہ محیط مین ہے۔ دو آدمیون نے ایک شخص کا دانت
خطا سے اُکھاڑ ڈالا تو دیت دونون کے مال پر واجب ہوگی اسواسطے کہ جسقدر ہر ایک پر واجب ہوتا ہے وہ ارش موضحہ[۱] سے کم ہے یہ
قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے مکاتب پر کوئی جنایت کی پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو زخم مذکور اگر
سرایت کر کے مکاتب کو ہلاک کرے تو سرایت ہدر ہوگی مگر جنایت کرنے والے پر مکاتب کی قیمت واجب ہوگی نہ دیت اگرچہ وہ
آزاد ہو کر مرا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین آگ جلائی پھر اُس سے پڑوسی کا گھر جل گیا پس اگر اسطرح جلائی جیسے
جلائی جاتی ہے تو ضامن نہوگا۔ ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مطلقاً ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ
مین ہے۔ فتاوائے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تنور مین اسقدر لکڑیان ڈالدین کہ تنور انکو برداشت نہین کر سکتا ہے
پس اُسکا خود گھر جل گیا اور آگ نے متعدی ہو کر غیرون کے گھر جلا دیے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے
اپنے پسر کو حکم دیا کہ میری زمین مین آگ جلاوے اُسنے ایسا ہی کیا اور آگ اُسکے پڑوسی کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور
کسی چیز کو جلا کر تلف کیا تو باپ ضامن ہوگا اسواسطے کہ حکم صحیح ہوا پس لڑکے کا فعل باپ کی طرف منتقل ہوا پس ایسا ہو گیا
کہ گویا باپ نے خود ایسا کیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ منتقی مین فرمایا کہ زید مدعی کے واسطے دو گواہون نے عمرو پر یہ گواہی دی
کہ عمرو نے اس مدعی کا فلان بیٹا قتل کیا ہے اور دوسرے گواہون نے بھی زید کیواسطے عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کا
فلان بیٹا ایک دوسرے بیٹے کا نام لیا سوا اسکے جسکی بابت پہلے گواہون نے گواہی دی ہے قتل کیا ہے پس پہلے گواہون کی
عدالت ثابت ہوئی اور دوسرے گواہون کی ثابت نہوئی پس عمرو اس مدعی یعنے زید کو دیا گیا اسکو قصاص مین قتل
کرے پس زید نے کہا کہ مین تجھکو اپنے اس بیٹے کے عوض قتل کرتا ہون جسکے قتل کے گواہون کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور
جسکے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہے اُسکے عوض قتل نہین کرتا ہون پھر اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کہا
کہ تو نے میرے اُس بیٹے کو نہین قتل کیا ہے جسکے مقدمہ کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہے بلکہ تو نے میرے دوسرے
بیٹے کو قتل کیا ہے پھر اُسکو قصاص مین قتل کر ڈالا تو استحساناً اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور کنز الرؤس مین
ہے کہ اگر کسی شخص نے گھر کے دروازہ سے جھانکا پس مالک مکان نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکا
دفع کرنا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے ممکن ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُس اجنبی نے اپنا سر اندر کیا اور

[۱] جو باشد عوض ایسے زخم کے جس سے ہڈی کھل گئی ہے ۱۲

مالک مکان نے کچھ پھینک مارا اور اسکی آنکھ پھوٹ گئی تو بالاجماع ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے اور منتقی میں بروایت حسن بن مالک از امام ابو یوسف
از امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذکور ہے کہ ایک شخص کی اولاد دو بیٹے ہیں انمیں سے ایک نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ اس نے میرے
باپ کو فلان سنہ میں بقرعید کے روز مکہ میں قتل کیا ہے اور دوسرے نے اسی شخص پر یا دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ اس نے
میرے باپ کو اسی روز جو اول مدعی نے دعوی کیا ہے کوفہ میں قتل کیا ہے اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو ہر ایک
کے واسطے نصف دیت کا حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چار آدمیون نے ایک شخص کو گھونسے مارے اور انکے مارنے سے
اس شخص کا دانت گر گیا اور دوسرا دانت ٹوٹ گیا پس اگر یہ معلوم ہوا کہ آخر چوٹ مارنیوالا کون ہے تو اسی پر دیت واجب
ہوگی ورنہ انپر کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ منتقی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید کی باندی نے عمرو کے پسر
کو عمداً قتل کیا پس زید نے وہ باندی عمرو کو دیدی پس عمرو نے اس سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پس زید نے کہا کہ میں نے
تجھکو وہ باندی اسواسطے دی تھی کہ تو اسکو قتل کرے (یعنی قصاص میں) اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھ سے اس باندی پر خون سے صلح کر لی
تو عمرو اس باندی کو مع اسکے عقر[1] کے واپس کر دیگا اور بچہ غلام ہوگا اور عمرو کو اس باندی کیطرف کوئی راہ[2] نہوگی یہ
محیط میں ہے۔ اگر ایک کپڑا بل دیکر اس سے ایک شخص کے سر میں مارا اور موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر
اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب نہوگا اور یہ اس صورت کی مثال ہے کہ سبب میں قصاص ہے اور مسبب میں نہیں ہے
اور اسکے برعکس یعنی جسکے سبب میں قصاص نہیں ہے اور مسبب میں قصاص ہے اسکی مثال یہ ہے کہ دھاردار چیز سے
شکستہ کر دیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور جس میں سبب و مسبب دونون میں قصاص واجب ہوتا ہے
اسکی مثال یہ ہے کہ دھاردار چیز سے کسی کو موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو بھی قصاص واجب ہوگا
اور اسکے برعکس یعنی سبب و مسبب دونون میں قصاص واجب نہیں ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ بڑی لکڑی سے کسی کو زخم
پہونچایا تو قصاص نہیں ہے اور اگر وہ اس سے مر گیا تو بھی قصاص نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نابالغ عاقل نے
دوسرے کی بکریون پر کتا للکار دیا کہ وہ بکریان متنفر ہوکر بھاگ گئیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کہاں گئیں تو وہ
ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ دو شخصون نے ایک درخت کو کھینچا پس وہ ان دونون پر گر پڑا اور دونون مر گئے تو
ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی نصف دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ہی مرا تو دوسرے کی مددگار برادری
پر اسکی نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کی کھیتی میں گھس گیا
کہ اسکو تباہ کرتا ہے پس اگر یہ شخص اسکو نکالنے جاتا ہے تو اس سے بھی کھیتی خراب ہوتی ہے لیکن بہ نسبت چوپایہ کے
کے خراب کرنیکے کم خراب ہوتی ہے تو اسپر واجب ہے کہ گھس کر اسکو نکال دے اور جو کچھ نقصان ہوا اسکا ضامن ہوگا اور
اگر غیر کا چوپایہ ہو تو اسپر نکالنا واجب نہوگا لیکن اگر نکال دیا اور وہ چوپایہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ ایک
شخص نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ دوسرے کے گیہون کھاتا ہے پس اسکو منع نکیا یہانتک کہ اسنے کھا لیے تو اسمین مشائخ کا
اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بدون اجازت

[1] وہ مال جو بعوض وطی بشبہہ کے واجب الادا ہوتا ہے ۱۲ [2] یعنی نہ قتل کر سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے ۱۲ [3] یعنی موضحہ زخم پہونچایا جاسکے گا ۱۲

اُسکے مالک کے اپنے کام کے واسطے بھیجدیا پھر غلام نے لڑکون کو کھیلتے دیکھا پس اُنکے پاس چلا گیا اور ایک کوٹھری کی چھت پر چڑھ گیا اور وہان سے گر پڑا تو بھیجنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسواسطے کہ وہ غلام کو اپنے کام مین لگانے کی وجہ سے غاصب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے انثیین مین صدمہ ضرب پہونچایا پس ایک خصیہ یا دونون پھول گئے تو اسمین حکومت عدل واجب ہے یہ قنیہ مین ہے جامع صغیر مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا مربط غصب کر کے اسمین اپنے چوپایہ باندھے پس انکو مالک مربط نے نکال دیا تو ضامن ہوگا اور عیون مین لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گدھے یا خچر کو اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے یہ ناقص جانور اُسکو دیکر اُس سے تاوان لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے

کتاب الوصایا

اور اسمین دس باب ہین

باب اول ۔ وصیت کی تفسیر و شرط جواز و حکم کے بیان مین اور جس کیواسطے وصیت جائز اور جسکے واسطے ناجائز ہے اور جو امر وصیت سے رجوع کرنا نہین ہوتا ہے اُسکے بیان مین **قال المترجم** الایصاء وصیت کرنا و وصیت معروف ہے موصی بہ جس چیز کی وصیت کی ہے موصی وصیت کرنیوالا اور جسکے حق مین وصیت کی ہے اُسکو موصی لہ کہتے ہین اور وصی وہ ہوتا ہے جو میت کے قائم مقام اُسکا خلیفہ ہو۔ قال فی الکتاب شرع مین ایصاء ایسی تملیک کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد کیطرف مضاف ہو اور مراد اس سے تملیک بطریق تبرع ہے یعنے بطور احسان کے مرنیکے بعد مالک کر دینا اور جس چیز کا مالک کرتا ہے خواہ وہ عین ہو یا منفعت ہو کذا فی التبیین۔ اور رکن اسکا یہ قول ہے کہ اوصیت بکذا لفلان واوصیت الی فلان یعنی یون کہنا کہ مین نے اس چیز کی فلان شخص کیواسطے وصیت کی یا فلان شخص کے لیے اس چیز کی وصیت کی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور وصیت مستحب ایسی صورت مین ہے کہ جب اسپر اللہ تعالی کا کوئی حق واجب نہو اور اگر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب ہو جیسے زکوۃ و روزے رمضان کے[1] اور حج و نماز فریضہ جنکو اُس نے ترک کیا ہے تو ایسی حالت مین وصیت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اور وصیت مین موصی لہ کا صریحًا یا دلالۃً قبول کرنا شرط ہے اور دلالۃ قبول کرنیکی یہ صورت ہے کہ موصی لہ صریح قبول کرے یا رد کرنے سے پہلے مرجاوے تو اُسکا مرنا وصیت کا قبول کرنا ہے پس اُسکے وارث اس وصیت سے میراث پاوینگے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور واضح ہو کہ قبول وصیت موصی کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہے پس اگر موصی کی زندگی مین اُسنے وصیت قبول کی یا رد کی تو یہ باطل ہے اسکا کچھ اعتبار نہین ہے جتنے کہ موصی کے مرنے

[1] فدیہ دینے کی وصیت کرے ۱۲ [2] کفارہ دینے کی وصیت کرے ۱۲

کے بعد اُسکو قبول کر لینے کا اختیار رہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ یفعل قبول کرنا جیسے وصیت نافذ کرنا یا وارثوں کے واسطے کوئی
چیز خریدنا یا ادائے قرضہ کرنا مثل بقول قبول کرنیکے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور شرط وصیت یہ ہے کہ موصی تملیک
یعنی مالک کر دینے کی اہلیت رکھتا ہو اور موصی لہ تملک یعنی مالک ہو جانے کی اہلیت رکھتا ہو اور بعد موصی کے موصی بہ
ایسا مال ہو جو قابل تملیک ہے۔ اور حکم وصیت یہ ہے کہ موصی لہ موصی بہ کا مثل ہبہ کے بملک جدید مالک ہو جاتا ہے
یہ کفایہ میں ہے۔ اور یہ مستحب[ف۲] ہے کہ آدمی اپنے مال سے اگر وصیت[ف۳] کرے تو تہائی سے کم کی وصیت کرے خواہ
اُسکے وارث غنی ہوں یا فقیر ہوں یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جسکے پاس مال قلیل ہو تو افضل ہے کہ وہ بالکل وصیت
نکرے بشرطیکہ اُسکے وارث موجود ہوں اور جسکے پاس مال کثیر ہو تو افضل یہ ہے کہ درصورتیکہ وصیت میں کوئی معصیت
نہو ویسے تاہم تہائی مال سے تجاوز نکرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور موصی لہ قبول کرنے سے مالک ہو جاتا ہے پس اگر موصی کے
مرنے کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول کی تو موصی بہ میں اُسکی ملک ثابت ہو جائیگی خواہ اُسپر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اور اگر
موصی لہ نے وصیت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکے رد کر دینے سے وصیت رد ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اجنبی
کیواسطے وصیت بدون اجازت وارثوں کے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی التبیین لیکن تہائی سے جسقدر زائد کی وصیت کی ہے وہ جائز نہ
ہوگی اِلّا اُس صورت میں کہ وارث اُسکی موت کے بعد اجازت دیدیں اور وہ بالغ ہوں اور اُسکی زندگی میں وارثوں کی
اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اپنے پورے مال کی وصیت کر دی اور اُسکا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیت
نافذ ہو جائیگی اور بیت المال کے اجازت دینے کی کچھ حاجت نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور ہمارے نزدیک وارث کے
واسطے وصیت نہیں جائز ہے اِلّا درصورتیکہ وارث اجازت دیدیں۔ اور اگر اُسنے وارث و اجنبی دونوں کیواسطے ایک
چیز کی وصیت کی تو اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگی اور وارث کے حصہ میں دوسرے وارثوں کی اجازت پر موقوف رہیگی
پس اگر اُنھوں نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہو جائیگی اور موصی کی زندگی میں
وارثوں کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے حتی کہ بعد موت موصی کے اُنکو اپنی اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ
فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور موصی لہ کے وارث یا غیر وارث ہونیکا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ وقت وصیت کے
حتے کہ اگر اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور وقت وصیت کے وہ وارث تھا پھر موصی کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو بھائی کے
واسطے جو وصیت کی ہے وہ صحیح ہوگی اور اگر بھائی کے واسطے وصیت کی درحالیکہ موصی کا فقط ایک لڑکا موجود ہے پھر موصی
کی موت سے پہلے وہ لڑکا مر گیا تو بھائی کے حق میں جو وصیت ہے وہ باطل ہو جائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اور ہرگاہ وارث کی اجازت
سے وصیت جائز ہوئی ہے تو جسکے حق میں اجازت پائی گئی ہے وہ موصی بہ کا ہمارے نزدیک موصی کیطرف سے مالک
ہو جائیگا حتی کہ ملکیت بغیر قبضہ تمام ہو جائیگی اور موصی بہ میں شیوع ہونا صحت اجازت سے مانع نہیں ہے اور پھر وارث کو
یہ اختیار نہ رہیگا کہ اجازت سے رجوع کرے یہ کافی میں ہے اور اگر اجازت دینے والا مریض ہو حالانکہ وہ بالغ ہے پس اگر یہ مریض

ف۱ مترجم کہتا ہے کہ یہ بنا بر تغلیب کثرت کے ہے ۱۲ منہ ف۲ مترجم کہتا ہے کہ وصیت مستحب ہیں اگر ایسی شے کے ساتھ وصیت نہ کی جو محفوظ ہے تو وہ مجکو محبوب تر ہے ولیکن وصیت یعنے کسی کو وصی ٹھہرانا ہر حال میں مستحب ہے ۱۲ منہ ف۳ مترجم کہتا ہے کہ یہ قید رفع توہم کیواسطے زیادہ کی ہے جو ظاہر عبارت سے پیدا ہوتا ہے یعنی وصیت تہائی مال سے کم کے ساتھ مستحب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو ہمنے بیان کیا ہے وہی معنی مراد ہیں ۱۲ منہ ف۴ اقول لو اوصی ازید من الثلث یلغی لعدم النفاذ فلیتامل ۱۲ ف۵ اگرچہ تہائی سے زائد ہوگی الا باجازت

سے اچھا ہو گیا تو اجازت صحیح ہو جائیگی اور اگر اس مرض سے مر گیا تو اس مریض کا اجازت دینا بمنزلہ ابتداے وصیت کے ہوگا
حتی کہ اگر موصی لہ اسکا وارث ہو تو اجازت جائز نہو گی الا اس صورت میں کہ مریض کے وارث اجازت دیدیں اور اگر موصی لہ
وارث نہو بلکہ مریض کا اجنبی ہو تو جائز ہو جائیگی مگر مریض کے چوتھائی مال سے معتبر ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بعض نے
اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو بقدر حصہ اجازت دینے والے کے جائز ہو گی اور اجازت نہ دینے والے
کے حصہ میں باطل ہو گی یہ کافی میں ہے۔ اور جس صورت میں اجازت کی ضرورت ہوتی ہے تو اجازت جبھی جائز ہو گی
جب اجازت دہندہ اسکی اہلیت رکھتا ہو جیسے اسنے بالغ و عاقل تندرست ہونیکی حالت میں اجازت دی یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اور اگر اپنے وارث کے مکاتب یا وارث کے غلام کیواسطے وصیت کی تو باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور قاتل کیواسطے خواہ عمداً
قتل کیا ہو یا خطا سے جبکہ خود مباشر قتل ہو تو وصیت نہیں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے خواہ اسکے مجروح کرنیسے پہلے وصیت کی ہو
یا اسکے بعد اور اگر وارثوں نے قاتل کے حق میں جو وصیت ہے اسکی اجازت دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک
جائز ہو جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاتل لڑکا یا مجنون ہو تو اسکے حق میں وصیت جائز ہو گی اگرچہ وارث اجازت
ندیں اور اگر اپنے قاتل کے واسطے وصیت کی اور اسکا سواے قاتل کے کوئی وارث نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے
نزدیک وصیت جائز ہے اور اگر قاتل کے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کیواسطے وصیت کی تو بدون وارثوں کی اجازت کے جائز نہو گی
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت نے کسی مرد کو دھاردار یا بغیر دھاردار چیز سے زخمی کیا پھر مرد نے اسکے حق میں کچھ
وصیت کی پھر اس سے نکاح کر لیا تو عورت مذکورہ کو نہ میراث ملیگی اور نہ وصیت بلکہ اسکو فقط مہر مقررہ کی مقدار سے بقدر مہر المثل کے
ملیگا اور جو کچھ اس سے زیادہ ہو جو بمعنی وصیت کے ہے وہ بسبب قتل کرنیکے باطل ہو جائیگا۔ اگر ایک شخص کے قتل میں
دس آدمی شریک ہوئے انمیں سے ایک آدمی اسکا غلام ہے اور اسنے بعد جنایت کے بعض کیواسطے وصیت کی اور اپنے
غلام کو آزاد کر دیا تو وصیت باطل ہو گی لیکن عتق بعد نافذ ہونے کے اسکا دور کرنا ممکن نہیں ہے پس اسکا رد کرنا اس طرح
ہوگا کہ غلام مذکور پر اسکی قیمت کے واسطے سعایت واجب کر دیجائیگی اور قتل عمد میں قاتل کو عفو کرنا جائز ہے اور اگر قتل خطا ہو
اور اسنے عفو کیا تو یہ فعل اسکے عاقلہ کیواسطے انکی طرف سے وصیت ہو گی پس تہائی مال میں جائز ہو گی اور اگر اپنے غلام
کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہو گی پھر اگر غلام نے اسکو قتل کیا تو وصیت باطل ہو جائیگی لیکن غلام آزاد
ہو کر اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور یہی علے ہذا مدبر نے بھی اگر اپنے مولی کو عمداً یا خطاء قتل کیا تو وصیت رد ہو جائیگی
وجہ سے اسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور قتل عمد میں اسپر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے
وصیت کی پھر گواہ قائم ہوئے کہ یہ قاتل ہے اور بعض وارثوں نے انکی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی تو جنھوں نے گواہوں
کی تکذیب کی ہے انکے حصہ دیت سے مدعا علیہ بری ہو جائیگا اور انکے حصہ میں اسکی وصیت تہائی سے جائز ہو گی اور جنھوں نے
گواہوں کی تصدیق کی ہے انکا حصہ دیت مدعا علیہ پر لازم ہوگا اور تہائی سے انکے حصہ سے اسکی وصیت باطل ہو جائیگی اور

ف۵۱ یعنی جسقدر مال کی مریض نے اجازت دیدی ہے دیکھا جائیگا کہ وہ مریض کا تہائی مال ہے تو جائز ہے اور اگر زائد ہے تو قدر زائد میں
جائز نہو گی ۱۲ منہ ف۵۲ کیونکہ یہ وصیت گویا وارث ہی کے واسطے وصیت ہے ۱۲ ف۵۳ یعنی وصیت بدوں اجازت جائز ہے ۱۲ ف۵۴ پھر وہ مرد اسی زخم سے مر گیا ۱۲

اگر زید نے عمرو و بکر دو آدمیوں کے واسطے وصیت کی اور زید کے خالد و شعیب دو وارثوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک
موصی لہما[ف] پر گواہ قائم کیے کہ انہوں نے ہمارے مورث کو خطا سے قتل کیا ہے تو عمرو و بکر ہر ایک پر پانچ پانچ ہزار درہم دیت کے اپنے
اپنے مدعی کے واسطے واجب ہونگے اور ہر مدعا علیہ کا حق وصیت اپنے مدعی کے حصہ میں جسنے اُسپر قتل کے گواہ قائم کیے
ہیں کچھ نہو گا اور دوسرے کے حصہ میں سے حساب سے ہو گا۔ اگر زید نے عمرو و بکر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے تہائی
مال کی وصیت کی اور خالد کے واسطے ایک غلام کی وصیت کی پھر عمرو و بکر نے جنمیں سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت
ہے خالد پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کو قتل کیا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے اسیطرح اگر دونوں نے کسی وارث یا اجنبی پر یہ
گواہی دی کہ اس نے خطا سے قتل کیا ہے تو بھی باطل ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں ایک غلام صغیر کو آزاد کیا اور
اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اس نابالغ نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی دو قیمتوں کیواسطے
سعایت کرے جنمیں سے ایک تہائی بطور وصیت رفع کیجائے گی اور باقی کے واسطے سعایت کریں اور اگر بالغ ہو اور
اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو وارثوں کے واسطے اپنی دو قیمت کے لیے سعایت کریگا اور اسکو وصیت میں کچھ نہ ملے گا اور
یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک وصیت کیوجہ سے اُسپر سعایت لازم آویگی اور دیت اُسکی مددگار برادری
ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنے وارث کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اسیطرح اگر اپنے مکاتب یا مدبر کیواسطے وصیت
کی تو بھی استحساناً جائز ہے اور اپنے قاتل کے باپ کیواسطے وصیت جائز ہے اگرچہ آبائی رشتہ کتنا ہی اونچا[ف] ہو وے
اسی طرح اپنے قاتل کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو بھی جائز ہے اگرچہ فرزندی رشتہ کتنا ہی نیچا ہو جیسے پوتا پرپوتا وغیرہ
اور نیز اسکے مکاتب و مدبر و غلاموں کے واسطے بھی وصیت جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے غلام کیواسطے
یوں وصیت کی کہ ہر مہینہ اسکو دس درم نفقہ دیا جاوے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ وصیت غلام کے واسطے
ہوگی کہ جہاں وہ جائیگا اسکے ساتھ جائیگا خواہ فروخت کر دیا جاوے یا آزاد کر دیا جاوے اور اگر اسپر اسکے مولی نے صلح کر لی
اور غلام نے اجازت دیدی تو جائز ہے اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو اجازت باطل ہے اور اگر ایک شخص کے
گھوڑے کیواسطے یہ وصیت کی کہ اسکو ماہواری دس درم نفقہ دیا جاوے تو یہ مالک اسپ کیواسطے وصیت ہوگی پس اگر وہ مر گیا
یا مالک[ف] نے اسکو فروخت کر دیا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے مسلمان نے اگر ذمی کیواسطے وصیت کی یا اسکے برعکس تو جائز ہے
یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی حربی غیر مستامن کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کے
واسطے جو دار الحرب میں ہے وصیت کی تو باطل ہے اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدیں پھر اگر وہ حربی موصی لہ اپنے دار الحرب سے
امان لیکر دار الاسلام میں وصیت کا مال لینے کیواسطے آیا تو اسکو اسمیں سے کچھ نہ ملیگا اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدیں یہ
اسوقت ہے کہ موصی دار الاسلام میں ہو اور موصی لہ حربی دار الحرب میں ہوا اور اگر موصی بھی دار الحرب میں ہو تو اسمیں مشائخ نے
اختلاف کیا ہے۔ اور اگر حربی دار الاسلام میں امان لیکر آیا ہو اور اسکے واسطے وصیت کی تو مذکور ہے کہ تہائی مال کی وصیت بدون اجازت

ف موصی لہ ایک شخص اور موصی لہما دو شخص جن کے واسطے موصی نے وصیت کی ۱۲ ف لانہ انہ لو مات الغلام
بطلت الوصیۃ ایضاً ۱۲ ف دادا پردادا ۱۲

وارثون کے جائز ہوگی اور تہائی سے زائد مین اجازت وارثان کی ضرورت ہی اور اسیطرح اگر اسکو کچھ ہبہ کیا یا نفل صدقات مین سے اسکو صدقہ دیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر مسلمان نے مرتد کیواسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی مین ہی - اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسپر اسقدر قرضہ ہی جو اُس کے تمام مال کو گھیرے ہوے ہی تو وصیت جائز نہوگی الا اسصورت مین کہ قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ معاف کردین کذا فی الہدایہ - اور وصیت فقط ایسے ہی شخص کیطرف سے صحیح ہوتی ہی جسکی طرف سے تبرع و احسان صحیح ہوتا ہی پس مجنون یا مکاتب یا ماذون کی وصیت صحیح نہین ہی اسیطرح اگر مجنون نے وصیت کی پھر بعد افاقہ کے مرگیا تو صحیح نہین ہی کیونکہ حالت مباشرہ وصیت مین وہ اہلیت نہین رکھتا تھا یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہی اگرچہ اداے کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑا ہو یہ ہدایہ مین ہی - مکاتب کی وصیت تین قسم کی ہوتی ہی ایک قسم بالاجماع باطل ہی وہ ایسی وصیت ہی کہ اپنے اعیان مال مین سے کسی مال عین کی وصیت کرے اور ایک قسم بالاجماع جائز ہی وہ یہ کہ وصیت کی اضافت ایسے مال کیطرف کرے جسکا وہ بعد آزادی کے مالک ہو مثلاً یون کہے کہ جب مین آزاد ہو جاؤن تو فلان شخص کیلیے میرے تہائی مال کی وصیت ہی پس اگر قبل موت کے بدل کتابت ادا کرکے یا اور طور پر آزاد ہو گیا پھر مرگیا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور ایک قسم مختلف فیہ ہی وہ یہ ہی کہ مثلاً مکاتب نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی فلان شخص کیواسطے وصیت کی پھر وہ آزاد ہو گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہی یہ تبیین مین ہی اور لڑکے کی وصیت اگر وہ مراہق نہو یعنی قریب بلوغ نہو تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور نیز اگر مراہق ہو تو بھی ناجائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - خواہ لڑکا ماذون التجارۃ ہو یا محجور ہو کذا فی البدائع خواہ وہ بعد بالغ ہونیکے مرا ہو یا قبل بالغ ہونیکے مرگیا ہو کذا فی الکافی - اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ اگر مین بالغ ہو جاؤن تو میرا تہائی مال فلان شخص کیواسطے وصیت ہی تو نہین صحیح ہی اسواسطے کہ وہ اہلیت نہین رکھتا ہی پس تنجیز و تعلیق کچھ ممکن نہین ہی اور غلام و مکاتب اگر وصیت کی نسبت اپنے آزاد ہو جانیکے بعد کیطرف کی تو صحیح ہو جائیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور جسنے بطور ہزل کے یا بسبب اکراہ کے یا خطا سے وصیت کی اُسکی وصیت صحیح نہوگی یہ بدائع مین ہی - آزاد عاقل کی وصیت خواہ مرد ہو یا عورت ہو جائز ہی اور نابالغ محجور کی وصیت جو بالغ ہو کر بے راہ ہو گیا قیاساً نہین جائز ہی اور استحساناً جائز ہی اور ابن السبیل کی وصیت جو اپنے مال سے دور ہی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر نابالغ یا مکاتب نے وصیت کی پھر وہ بالغ آزاد ہوا یا آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو از سرنو وصیت ہو کر صحیح ہو جائیگی اور حمل کیواسطے وصیت جائز ہی اور نیز حمل کی وصیت کسی کیواسطے کردینا کہ یہ باندی بچہ جنے تو فلان کیواسطے وصیت ہی تو جائز ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنے اور اگر کسی نے دوسرے کیواسطے باندی کی سواے اُسکے حمل کی وصیت اور استثناء دونون صحیح ہین یہ کافی مین ہی - اور اگر ایک عورت کے پیٹ مین جو ہی اُسکے واسطے وصیت کی پھر ایک مہینہ وصیت کے بعد اور موصی کی موت کے بعد وہ عورت مردہ بچہ جنی تو اُسکے واسطے کچھ وصیت نہوگی اور اگر زندہ بچہ جنی پھر وہ مرگیا تو تہائی سے وصیت جائز ہوگی اور یہ مال اس بچہ کے وارثون کے درمیان میراث

سلہ یعنی یہی حکم ہی اور یہ سبب ظاہر الروایۃ کے موافق ہی ۱۲ ملہ یعنے اسنے باوجود بالغ ہونے کے وصیت کی مگر چونکہ درستی معاملات مین وہ نالائق ہی اس واسطے وصیت جائز نہین ہی قال المترجم بیان ہذا علے قو لہما و اللہ اعلم ۱۲ ملہ نوٹ نمو جیسے زکوٰۃ ۱۲

تقسیم ہوگا اور اگر دو بچہ جنی ایک زندہ اور دوسرا مردہ تو مال وصیت زندہ کے واسطے ہوگا اور اگر دونون زندہ جنی پھر ایک مرگیا تو مال وصیت دونون کیواسطے نصفا نصف ہوگا اور جو مرگیا ہی اُسکا حصہ اُسکے وارثون کیواسطے میراث ہوگا جیسا کہ میراث مین ہی۔ اور اگر اس طرح وصیت کی کہ اگر فلان عورت کے پیٹ مین لڑکی ہو تو اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت ہی اور اگر لڑکا ہو تو دو ہزار درم کی وصیت ہی پھر وہ عورت وقت وصیت سے ایک دن کم چھ مہینے مین ایک لڑکی جنی اور اس سے دو یا تین روز بعد ایک لڑکا جنی تو مال وصیت تہائی مین سے دونون کو ملیگا اور اس صورت مین اور دوسری صورت جو مذکور ہوتی ہی دونون مین فرق ہی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہی اگر وہ لڑکا ہو تو اُسکے لیے دو ہزار درم کی وصیت ہی اور اگر لڑکی ہو تو اس کے لیے ہزار درم کی وصیت تھی پھر وہ عورت ایک ہی پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور موصی کے وقت موت سے چھ مہینہ سے کم مین جنی تو دونون بچون مین سے کسی کیواسطے وصیت مین سے کچھ نہ ملیگا۔ پھر مسئلہ اولیٰ مین اگر عورت مذکور چھ مہینے سے کم مین دو لڑکے اور دو لڑکیان جنی تو وارثان موصی کو اختیار ہوگا کہ دونون لڑکون اور دونون لڑکیون مین سے جس ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو چاہین مال وصیت دیدین یہ محیط مین ہی۔ اور موصی کا اپنے وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہی پھر رجوع کبھی صریحًا ثابت ہوتا ہی اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتا ہی پس اول کی یہ مثال ہی کہ مثلاً موصی کہے کہ مین نے رجوع کیا یا اُسکے مثل کوئی لفظ کہے اور دوم اس طرح ہی کہ کوئی ایسا فعل کرے جو رجوع کرنے پر دلالت کرتا ہی پھر جو فعل ایسا ہی کہ اگر انسان اُسکو دوسرے کی ملک کیساتھ کرے تو مالک سے مالک کا حق منقطع ہو جاوے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع کرنا ہوگا اور نیز جو فعل موصی بہ مین زیادتی کا موجب ہوا اور بدون اس زیادت کے تسلیم[1] ممکن نہین ہی پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع پر دلالت کریگا اور رجوع ثابت ہوگا اسیطرح جو فعل موجب زوال ملک موصی ہو وہ رجوع ہی اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کیواسطے ایک کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کرکے سلایا یا روئی کی وصیت کی اور اُسکو کاتا یا سوت کی وصیت کی اور اُسکو بنایا یا لوہے کی وصیت کی پھر اُسکا کوئی ظرف بنوایا تو یہ رجوع ہی۔ اور اگر ستو کی وصیت کی پھر اُسکو مسکہ مین ملادیا یا احاطہ کی وصیت کی اور پھر اُسمین عمارت بنوائی یا روئی کی وصیت کی پھر اُسکو بھرا لیا یا استر کی وصیت پھر قبا مین اُسکا استر لگایا یا ابرہ کی وصیت کی پھر اُسکا ابرہ لگایا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ کافی مین ہی۔ وصیت چار صورتون پر ہی ایک[1] صورت مین قول و فعل دونون سے فسخ ہوسکتی ہی۔ اور[2] ایک صورت مین قول سے فسخ ہوسکتی ہی نہ فعل سے اور[3] ایک صورت مین فعل سے فسخ ہوسکتی ہی نہ قول سے۔ اور[4] ایک صورت مین دونون سے فسخ نہین ہوسکتی ہی پس اول کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے واسطے مال عین کی وصیت کی پس قول سے اُسکا فسخ یہ ہی کہ کہے مین نے وصیت فسخ کردی یا مین نے رجوع کرلیا۔ اور فعل سے اُسکا فسخ یون ہی کہ اُسکو فروخت کردے یا آزاد کردے یا ایسے سبب سے اُسکو اپنی ملک سے نکالدے جو فسخ نہین ہوسکتا ہی چنانچہ مطلقا مدبر کردے اور دوم کی صورت یہ ہی کہ اپنے تہائی یا چوتھائی مال کی وصیت کیے پس اگر اس سے بقول رجوع کرے تو صحیح ہی اور اگر اسکو اپنی ملک سے خارج کردیا تو وصیت باطل نہوگی بلکہ دوسرے ثلث سے نافذ ہو جائے گی اور سوم کی صورت یہ ہی کہ غلام کو

---

[1] تسلیم سپرد کرنا جیسے ہمارے عرف مین سونپنا بولتے ہین ۱۲

مدبر کرے مگر مقیدپس اگر بقول رجوع کرے تو صحیح نہین ہی اور اگر بفعل رجوع کرے مثلاً اُسکو فروخت کرے تو صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر چاندی کے ٹکڑے کی کسی کیواسطے وصیت کی پھر اُسکو ڈھال کر کنگن یا انگوٹھی یا اسکے مانند کوئی چیز بنوائی تو وصیت سے رجوع ہی اور یہ حکم امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر ظاہر ہی اور بنا بر قول امام اعظم رح کے واجب ہی کہ رجوع نہوے اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مال عین کی وصیت کی پھر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکو خریدا یا بائع کو ہبہ کیگئی پھر اُسکی وصیت سے رجوع کر لیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اور جب بکری کے دینے کی وصیت کی تھی اگر ذبح کیا تو رجوع ہی اور جس کپڑے کی وصیت کر دی ہو اگر اُسکو دُھلایا تو رجوع نہین ہی۔ اور اگر کسی نے وصیت سے انکار کیا تو یہ رجوع نہین ہی یہ جامع کبیر مین مذکور ہی۔ اور مبسوط مین لکھا ہی کہ رجوع ہی اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع کبیر مین لکھا ہی وہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب موصی لہ کی غیبت مین اُس نے انکار کیا ہو اور ایسا انکار سب روایتون کے موافق رجوع نہین ہی اور جو مبسوط مین ہی وہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب موصی لہ کے حضور مین اُسنے انکار کیا اور اُسکے سامنے انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع مین مذکور ہی وہ امام محمد رح کا قول ہی اور جو مبسوط مین لکھا ہی وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور یہی قول اصح ہی اور اگر کہا کہ ہر چیز جسکی وصیت فلان شخص کے واسطے ہی وہ حرام یا ربوا ہی تو یہ قول رجوع نہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ وہ باطل ہی تو رجوع ہو سکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص کے واسطے کچھ وصیت کی پس اُس سے کہا گیا تو اچھا ہو جائیگا وصیت مین تاخیر کرے پس اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی تاخیر کر دی تو یہ رجوع نہین ہی اور اگر کہا گیا کہ وصیت کو ترک کرے پس اُسنے کہا کہ مین نے ترک کر دی تو یہ رجوع ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر کہا کہ جس غلام دینے کی مین نے وصیت کی تھی وہ فلان کے واسطے ہی تو یہ رجوع ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ میرے وارث کے واسطے ہی تو یہ رجوع ہی پہلی وصیت سے اور دوبارہ وارث کے واسطے وصیت ہی پس دیگر وارثون کو اختیار ہوگا چاہین اُسکی اجازت دین یا رد کر دین اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا شخص جسکے واسطے دوسری وصیت کی ہے مر گیا تو پہلی وصیت اپنے حال پر باقی رہیگی اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا موصی لہ زندہ ہو مگر موصی کی موت سے پہلے مر گیا تو غلام مذکور وارثون کا ہوگا اسوجہ سے کہ دونون وصیتین باطل ہوگئی ہین یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کسی کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی پھر اُسکو رہن کیا تو یہ رجوع ہی اور اگر اُسکو اجارہ پر دیا یا باندی تھی کہ اُس سے وطی کر لی تو یہ رجوع نہین ہی اور اگر لوہا ہو کہ اُسکے دینے کی وصیت کی پھر اُسکی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہی اور اگر اپنا غلام دینے کی کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُسکو مکاتب یا مدبر کر دیا یا کسی وجہ سے اُسکو اپنی ملک سے نکالدیا تو یہ وصیت سے رجوع ہی حتی کہ اگر وہ غلام پھر اسکی ملک مین عود کرے تو وہ وصیت کی چیز نہ ہیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر کہا کہ جس غلام کی مین نے فلان شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور یہی اُسکی وصیت فلان دوسرے شخص کے واسطے کی تو وہ غلام دونون مین نصفا نصف

لہ تو تاخیر کرے اہمارے عرف مین اسکے معنی یہ ہین کہ فی الحال وصیت مت کر اور جب جسنے یہی کیا تو رجوع ہوگا پس اس حکم مین اشکال ہے لیکن اگر لفظ کو اسکے ظاہر پر محمول کیا جاوے تو البتہ تاخیر سے رجوع نہوگا فافہم ۱۲ منہ ۞ اور اگر وطی سے ام ولد بنا لیا تو وصیت ٹوٹ گئی ۱۲ منہ ۞ الحاصل ایسی صورت جس سے نفس مال مین تغیر ہو یا اُسکی صفت بدل جاوے تو ایسی حکم رجوع دیا جائیگا ۱۲ ۞ یعنے علی الاطلاق تدبیر کرے بلکہ کسی قید کیساتھ مدبر کرے ۱۲ ۞ سواے موصی لہ کے دوسرے کو بیان کیا ۱۲

ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ اور بھی اسکی نصف کی وصیت فلان دوسرے کے واسطے کر دی تو بھی وہ غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر تہائی غلام کی وصیت زید کے واسطے کر دی پھر کہا کہ وہ تہائی غلام کی جسکی وصیت مین نے زید کیواسطے کی ہے اُس تہائی کی نصف وصیت عمرو کے واسطے کر دی یا کہا کہ اُسکے آدھے کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو یہ قول تہائی مین سے نصف سے جو زید کے واسطے وصیت تھا رجوع نہین ہے بلکہ تہائی غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر کہا کہ وہ تہائی جسکی وصیت زید کے واسطے مین نے کر دی تھی اور بھی اسکی نصف کی وصیت عمرو کیواسطے کر دی تو زید کو اس تہائی کا تہائی ملے گا۔ اور اگر زید کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی پھر کہا کہ جو کچھ مین نے زید کے واسطے وصیت کی تھی اُس کی نصف کی وصیت عمرو کیواسطے کر دی تو وہ غلام دونون مین مشترک ہو جائیگا پس آدھے غلام سے رجوع ثابت ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے ایک باندی کی وصیت کر دی پھر اُس باندی کو ام ولد بنایا تو یہ وصیت سے رجوع ہے اسیطرح اگر گیہون کی وصیت کی پھر اُنکو پسایا یا آٹے کی وصیت کی پھر اُسکی روٹیان پکوائین تو یہ رجوع ہے اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنے فلان غلام کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی ہے پس اُس نے کہا کہ نہین بلکہ اُس شخص کے واسطے مین نے اپنی فلان باندی کی وصیت کی ہے تو یہ غلام کی وصیت سے رجوع ہے۔ اور اگر اپنے دار کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر اُسپر گچ کرائی یا اُسکو منہدم کیا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر اس نے کہگل کرائی تو رجوع ہے بشرطیکہ دار کبیر ہو اور اگر زمین کی وصیت کی پھر اس مین رطبہ بویا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر درخت انگور جمائے یا اور درخت لگائے تو یہ رجوع ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسکے درخت خرما مین جو کفری لگے ہین اُنکی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے وہ بسر ہو گئین یا بسر کی وصیت کی اور وہ رطب ہو گئین اور ہنوز موصی نہین مرا ہے یا تازہ انگورون کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت سے پہلے زبیب ہو گئے یا سنبل کی وصیت کی اور وہ گیہون ہو گئے یعنی بالیون مین سے گیہون پختہ ہو کر نکال لیے گئے یا چاندی کی وصیت کی اور وہ انگوٹھی ہو گئی یا انڈے کی وصیت کی اور وہ بچہ ہو گیا یعنی انڈے سے بچہ نکل آیا اور یہ سب موصی کی موت سے پہلے ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ متغیر ہو کر دوسری چیز ہو گئی ہے اور اگر موصی کے مرنے کے بعد وہ متغیر ہو گئی تو وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اور اگر بسر کی وصیت کی پھر اُسمین بعض رطب ہو گئے تو جسقدر رطب ہو گئے ہین اُنکی وصیت باطل ہو جائیگی اور جو بسر ہی مین باقی رہیگی اعتبار اً للبعض بالکل کہ بعض قائم مقام کل کے ہونگے اور اگر رطب کی وصیت کی پھر موصی کی موت سے پہلے وہ تمر یعنی چھوہارے ہو گئے یا بھیڑی کے بچہ کی وصیت کی اور وہ کبش ہو گیا تو استحساناً وصیت باطل نہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غیر کے مال سے ہزار درم کی کسی کے واسطے وصیت کی یا اُسکے غلام یا اُسکے کپڑے کی کسی کے واسطے وصیت کر دی پھر اس غیر شخص نے موصی کے مرنے سے پہلے یا اُسکے مرنے کے بعد اسکی اجازت دیدی تو غیر شخص کو اختیار ہوگا کہ جبتک اُسنے مال وصیت موصی لہ کو نہین دیا ہے تب تک اس سے رجوع کر لے اور جب اُسکو دیدیا تو جائز ہے اسواسطے کہ مال غیر سے وصیت کرنا بمنزلہ مال غیر ہبہ کرنیکے ہے گویا اُسنے غیر کا مال ہبہ کر دیا پس بدون تسلیم و قبضہ کے صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہے

ف وہ چیزین جو زیادہ دنون تک مین نہین اُنکی رہتی ہین بلکہ تھوڑی مدت کے بعد ختم ہو جاتی ہین از قسم مالگ و ترکاری وغیرہ ۱۲

دوسرا باب۔ اُن الفاظ کے بیان میں جو وصیت ہوتے ہیں اور جو نہیں ہوتے ہیں اور جو وصیت جائز ہے اور جو نہیں جائز ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری موت کے بعد وکیل ہے تو وہ وصی ہوگا اور اگر کہا کہ تو میری حیات میں میرا وصی ہے تو وکیل ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے واسطے سو درم اجرت اس شرط پر ہے کہ تو میرا وصی ہو تو شرط باطل ہے اور سو درم اُسکے واسطے وصیت جائز ہوں گے اور بنابر قول مختار کے وہ شخص وصی ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وصیت کی کہ فلاں شخص کے واسطے میرے مال میں ہزار درم ہیں تو پہلے ہزار درم وصیت ہیں اور دوسرے اقرار ہیں۔ اور اصل میں ہے کہ اگر وصیت میں کہا کہ میرا تہائی دار واسطے فلاں شخص کے ہے پس میں اسکی اجازت دیتا ہوں تو وصیت ہے اور اگر کہا کہ چھٹا حصہ میرے دار میں واسطے فلاں شخص کے ہے تو یہ اقرار ہے یعنی فلاں کا اسقدر اس دار میں استحقاق ہے (یعنے اقرار تفریغ میں ہے ۱۲) اور علی ہذا اگر کہا کہ فلاں شخص کے واسطے میرے مال سے ہزار درم ہیں تو یہ استحساناً وصیت ہے اگر وصیت کے تذکرہ میں کہا ہو اور اگر کہا کہ میرے مال میں تو یہ اقرار ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام واسطے فلاں کے ہے اور میرا یہ دار واسطے فلاں کے ہے اور یہ نہ کہا کہ وصیت ہے اور نہ وصیت کے تذکرہ میں ایسا کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ میری موت کے بعد تو یہ قیاساً و استحساناً ہبہ ہے پس اگر فلاں مذکور نے اُسکی زندگی میں قبضہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اگر قبضہ نکیا یہانتک کہ وہ مر گیا تو باطل ہے۔ اور اگر وصیت کے تذکرہ میں ایسا کہا تو شیخ امام زاہد احمد طواویسی نے شرح وصایا الاصل میں ذکر کیا کہ قیاس یہ ہے کہ یہ وصیت ہو مگر استحساناً وصیت نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے اپنے مرض میں فارسی میں کہا کہ تیمار دار فرزندان مرا پس من (یعنے میرے مرنیکے پیچھے میرے فرزندوں کی تیمار داری کر) تو اُسکو اپنے ترکہ کا وصی قرار دیا اسیطرح اگر کہا کہ اُنکا تعہد کر یا اُنکے کام کی خبر گیری کر یا جو اسکے معنی میں بولے جاتے ہیں اور اگر مریض نے دوسرے سے کہا کہ دعم کار من وآن فرزندان من بعد از وفات من بخور یا کہا فرزندان مرا ضائع ممان) تو فرمایا کہ وصی ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اپنے بھائی سے کہا کہ فلاں شخص کو اجارہ پر مقرر کر تھے کہ میری وصیت نافذ ہو تو بھائی وصی ہو جائیگا اگر اسکو قبول کر لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا تہائی دار فلاں شخص کو ہبہ کیا جاوے تو یہ وصیت ہے اور موصی کی زندگی میں اُسکا قبضہ کرنا شرط نہوگا اور اگر کہا کہ میری تہائی واسطے فلاں کے ہے یا میری چوتھائی یا میرا چھٹا حصہ واسطے فلاں کے ہے پھر قبل اسکے کہ فلاں قبضہ کرے وہ مر گیا تو قیاساً باطل ہے اور استحساناً یہ وصیت جائز ہوگی اور اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصیت کے تذکرہ میں ایسا کلام کیا ہو اسکو امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک مریض نے دوسرے سے کہا کہ میرے قرضے ادا کرے تو وہ وصی ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض یا اپنے صحت میں کہا کہ اگر میرے اوپر کوئی حادثہ حادث ہو تو فلاں کے

سلہ مترجم کہتا ہے کہ اُسکا مرض ایسا قرینہ ہے جو اُسکی مراد یعنے وصی کرنے پر دلالت کرتا ہے فافہم ۱۲ سلہ میرے کام اور میرے فرزندوں کی بعد میری غمخواری کر ۱۲ سلہ میرے فرزندوں کو ضائع مت چھوڑیو ۱۲ سلہ یعنی اس طرح چھوڑ دے کہ تباہ ہو جاویں ۱۲

کے واسطے اسقدر ہے تو یہ وصیت ہے اور حادثہ[1] ہمارے نزدیک موت ہے اس طرح اگر کہا کہ میری تہائی سے فلان کے
واسطے ہزار درم ہین تو یہ وصیت ہے اگرچہ اسمین موت کا ذکر نہین کیا ہے۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے ہزار درم
میرے مال سے ہین یا کہا میرے نصف مال سے یا کہا کہ میرے چوتھائی مال سے ہین تو یہ باطل ہے الا اُس
صورت مین کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام ہو تو یہ وصیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی
کہ جو میرے باپ کی وصیت لکھی ہوئی پائی جاوے اور مین نے اُسکو نافذ نکیا ہو تو اُسکو نافذ کر دینا یا اپنی ذات پر
اپنے مرض مین ایسا اقرار کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ وصیت ہے اگر وارثون نے اُنکی تصدیق کی تو اُنکی تصدیق صحیح ہوگی
اور اگر اُسکی تکذیب کی تو یہ تہائی مال سے قرار دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ ہزار میرے
مال سے نکالو یا ہزار درم نکالو اور اس سے زیادہ نکہا اور مرگیا تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام تذکرہ وصیت مین کیا ہو تو جائز ہے
اور فقرا کو دیے جاوینگے اور اگر کسی مریض سے کہا گیا کہ کوئی چیز وصیت کر دے اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال اور اس سے زیادہ کچھ نکہا
تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام سوال کے پیچھے نکلا ہوا کہا تو اُسکا تہائی مال فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور محمد بن سلمہ سے مروی ہے کہ
اُنھون نے جواب مطلقاً چھوڑا اُسکی تفصیل نہین فرمائی اور کہا کہ اُسکا مال فقیرون مین صرف کیا جائیگا اور محمد بن مقاتل سے مروی
ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ لوگون کو ہزار درم دیے جاوین تو فرمایا کہ یہ وصیت باطل ہے اور اگر کہا یہ تم لوگ ہزار درم صدقہ
کر دینا تو یہ جائز ہے اور فقیرون کو صدقہ کیے جاوینگے ایک مریض نے فارسی مین کہا دہ صد درم از من بخشش کنید سو درم میری طرف
سے بخشش کر دینا تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ یہ باطل ہے اسواسطے کہ یہ فقیرون و توانگرون سب کے واسطے ہوگی اور
اگر کہا کہ دہ صد درم از من روان کنید تو فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہوگی اسواسطے کہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہے اور قاضی
ابوالحسن علی بن الحسین السغدی نے فرمایا کہ قولہ (روان کنید) ہماری زبان کا محاورہ نہین ہے ہم اسکو نہین جانتے ہین یہ فتاوے
قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اپنے اس سفر مین مرجاؤن تو فلان کے واسطے مجھپر ہزار درم قرض ہین تو یہ
تہائی مال سے وصیت ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مین بعد موت کے فلان مقام پر لیجایا جاؤن اور
وہین دفن کیا جاؤن اور وہان ایک رباط میرے تہائی مال سے بنایا جاوے پھر مرگیا اور اُس مقام پر اُٹھا کر نہین لیجایا گیا
تو ابوالقاسم رح نے فرمایا کہ رباط کی وصیت جائز ہے اور اُٹھا لیجائے جانیکی وصیت باطل ہے اور اگر وصی اُسکو اُس مقام پر
اُٹھوا کر لیگیا تو جو کچھ اُسکے اُٹھوا کر لیجانے مین خرچ ہوا ہے وصی اُسکا خود ضامن ہوگا اگر اُس نے بدون اجازت وارثون
کے ایسا کیا اور اگر وارثون کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا اور میت کے نیچے قبر مین مضربہ کے مانند کوئی چیز نہین
بچھائی جاویگی اور شیخ ابونصر نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے جیسا کفن مین زیادتی کرنے کا ہے اور بعض مشائخ نے
اسسے انکار فرمایا ہے یعنی ممنوع جانا ہے۔ اور اگر زینت کے واسطے اپنی قبر کی عمارت کی وصیت کی تو یہ باطل ہے اور اگر اپنی موت
کے بعد ماتم[2] کے واسطے کھانے پکانے کی وصیت کی کہ جو لوگ تعزیت کے واسطے آوین اُنکو کھلایا جاوے تو فقیہ ابوجعفر نے

ف[1] قال المترجم قولہ ان حدث بی لاحدث فلفلان کذا اس قول مین عربی استعمال کے موافق حدث سے موت مراد ہے اور ہماری زبان مین ایسی مراد مفہوم
ہونے مین تامل ہے ۱۲ منہ ف[2] عورتین جو جمع ہوتی ہین اور ظاہر مراد یہان مطلق ہے خواہ مرد ہون یا عورتین ہون ۱۲ منہ ف [illegible] ۱۲

فرمایا کہ یہ تہائی مال سے جائز ہے اور جو لوگ یہان دیر تک قیام کریں یا دور سے آوین اُنکو کھانا حلال ہے اُسمین توانگر و
فقیر سب برابر ہین اور جس شخص کا قیام دیر تک نہو اور نہ وہ بہت دور سے آیا ہو اُسکو حلال نہین ہے پس اگر کھانے مین سے بہت بچ جاوے
تو وصی ضامن ہوگا اور اگر تھوڑا بچے تو ضامن نہوگا۔ اور شیخ امام ابوبکر بلخی سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میری
موت کے بعد تین روز تک لوگون کے واسطے کھانا پکوایا جاوے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ ایسی وصیت باطل ہے اور شیخ
ابوالقاسم سے روایت ہے کہ اہل مصیبت کے یہان کھانا لیجانا اور انکے ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے فرمایا کہ ابتدائی حال مین کھانا
لیجانا مکروہ نہین ہے اس واسطے کہ اہل میت اُسکی تجہیز وغیرہ مین مشغول ہوتے ہین (قال المترجم بلکہ سنت ہے) اور رہا
تیسرے روز کھانا لیجانا سو یہ نہین مستحب ہے اس واسطے کہ تیسرے روز رونے والی عورتین جمع ہوتی ہین پس اس روز کا انکا
کھلانا گناہ کرنے پر مدد دینا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور واقعات ناطفی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی
کہ ہزار دینار کے کفن مین کفنایا جاوے یا دس ہزار کے کفن مین کفنایا جاوے تو یہ شخص درمیانی کفن سے کفنایا
جائیگا جس مین نہ اسراف[1] ہو اور نہ تقتیر و تضییق ہو اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ شخص اپنی زندگی مین جیسے
کپڑے پہنکر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز اور شادی کی دعوت ولیمہ مین جاتا تھا اُنکو دیکھا جائیگا پس ایسا درمیانی
کفن دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ شوہر اسکو اُس مہر سے جو عورت کا اسپر
آتا ہے کفن دیوے تو فرمایا کہ کفن کے باب مین عورت کی امر و نہی سب باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت
کی کہ اپنے دار مین دفن کیا جاوے تو اُسکی وصیت باطل ہے الا یہ کہ یہ وصیت کرے کہ میرا دار مسلمانون کا مقبرہ بنایا جاوے
اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے بیت مین دفن کیا جاوے تو صحیح نہین ہے اور مسلمانون کے مقبرہ مین دفن کیا
جائیگا۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو عیون مین لکھا ہے کہ یہ وصیت باطل ہے اور خلاصہ مین لکھا ہے کہ یہ
نہین صحیح ہے۔ (قال المترجم مراد یہ ہے کہ اسکی تعمیل مثل وصیت کے لازم نہین ہے ورنہ جسکو پرہیزگار جانے اُسسے نماز پڑھانے کو
کہا جاوے تو اولے و انسب ہے) اور ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا
تہائی مال مسلمان مردون کے کفن مین یا مسلمان مردون کی قبر کھودنے مین یا مسلمانون کو پانی پلانے مین خرچ کیا
جاوے تو فرمایا کہ یہ باطل ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیر مسلمانون کے کفن دینے مین یا اُنکی قبرین کھودنے
مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا دار مقبرہ کر دیا جاوے پھر اُسکا وارث[2] مرا تو اُسکا دفن کرنا اس مقبرہ مین
جائز ہے۔ اور فتاوے فضلی مین ہے کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا دار کاروان سراے کر دیا جاوے کہ اُسمین اُترا کرین تو نہین
صحیح ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کر دی کہ سقایہ کر دیا جاوے[3] تو یہ صحیح ہے اور وارث اُسمین سے
پانی نہین پی سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زندگی مین ٹاٹ خریدا تھا پھر وصیت کی کہ مین اس ٹاٹ مین کفن
دیا جاؤن اور میرے پاؤن مین بیڑیان اور گردن مین طوق ڈالا جاوے تو یہ غیر مشروع چیز کے ساتھ وصیت ہے پس

[1] اسراف فضول خرچی و صرف بیجا تقتیر نقصان تضییق تنگی ۱۲ [2] قولہ وارث کیونکہ حدیث مین
ہے کہ وصیت وارث کیواسطے نہین ہے ۱۲ [3] یعنے بعد موت موصی کے ۱۲

باطل ہوگی اور اُسکو کفن مثل دیا جائے گا یعنے جیسا وہ پہنتا تھا روز جمعہ وایام[۵۱] خوشی مین پس اُسکا درمیانی دیا جائیگا جیسا ایسے لوگون کو دیا جاتا ہو اور جسطرح لوگ دفن کیے جاتے ہین اسی طرح دفن کیا جائیگا۔ اگر وصیت کی کہ اُسکی قبر پر گہگل پھیلادے یا اُسپر قبہ بنا دیا جاوے تو وصیت باطل ہو الا اس صورت مین جائز ہو سکتی ہو کہ وہان درندون وغیرہ کے خوف سے گہگل لگانیکی ضرورت ہو اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مرض مین پچاس درم دیے اور کہا کہ اگر مین مر جاؤن تو میری قبر پر عمارت بنوانا اور مجاورت کرنا اور پانچ درم تیرے واسطے ہین اور باقی کے گیہون خرید کر صدقہ کر دینا تو فرمایا کہ اُسکے واسطے پانچ درم نہین جائز ہین اور جب قبر کی عمارت کا حکم دیا ہو تو اُسکو دیکھا جاوے اگر محافظت کے واسطے عمارت کی ضرورت ہو نہ بغرض زینت کے تو بقدر حفاظت کے بنوائی جاویگی اور باقی درم فقیرون کو دیدیے جاوینگے اور اگر حاجت ضروری سے علاوہ عمارت کا حکم دیا ہو یعنے عمارت کی وہان کوئی حاجت نہین ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ کسی شخص کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے تاکہ میری قبر پر قرآن پڑھے تو ایسی وصیت باطل ہو۔ بعض نے فرمایا کہ اگر قاری یعنے پڑھنے والا کوئی معین ہو تو چاہیے کہ وصیت بطور صلہ کے جائز ہو نہ بطور اُجرت کے اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہو اگرچہ قاری معین ہو اور ایسا ہی شیخ ابو نصر نے فرمایا ہو۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ دس قبرین کھود دی جاوین تو فرمایا کہ اگر مقبرہ معین کر دیا کہ اسمین مردے دفن کیے جاتے ہین تو وصیت جائز ہو اور اگر کھودنا بغرض ابناء السبیل[۵۲] فقیرون کے دفن کے ہو بدون اس کے کہ کوئی جگہ معین کرے تو وصیت باطل ہو اور واقعات امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر وصیت کی کہ سو قبرین کھود دی جاوین تو مین سمجھتا ہون کہ اسکے محلہ[۵۳] مین رکھتا ہون اور کبیرو صغیر پر ہونگی اور ہمارے بعضے مشائخ نے قبور کے مسئلہ مین یہ اختیار کیا ہو کہ اگر اُس نے مقبرہ معین نہ کیا تو نہین جائز ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ اُسکی کتابین دفن کر دی جاوین تو نہین جائز ہو الا اس صورت مین کہ اُن کتابون مین ایسی بات لکھی ہو جسکو کوئی نہین سمجھ سکتا ہو یا اسمین کوئی فساد کی بات ہو تو انکو دفن کر دینا چاہیے یہ محیط مین ہو اور اگر بیت المقدس کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی تو جائز ہو اور بیت المقدس کی تعمیر اور اُسکے چراغ وغیرہ مین خرچ کیے جاوینگے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہو کہ وقف مسجد سے اُسکی قندیل و چراغ مین خرچ کرنا اور رمضان مین قندیلون کے واسطے نفط[۵۴] و روغن زیتون خریدنا جائز ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو جائز ہو اور اُسکی کمائی وارث[۵۵] کی ہوگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرایا جاوے تو ایک شخص کو خرچہ جہاد دیا جائیگا جو اُسکو اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے اور جبتک سرحد ملک کفار مین مقیم رہے تبتک خرچ کرے اور اُسمین سے اپنے اہل و عیال کے خرچ مین کچھ نہ لاوے پھر اگر کچھ باقی رہ جاوے تو وہ وارثون کو واپس کرے اور چاہیے کہ جہاد کرنے والے کے گھر سے جہاد کے واسطے نکلے یعنی اسی مقام سے خرچہ معتبر ہوگا اور یہ مثل حج کے لیے وصیت کرنیکے ہو اور اگر وہ شخص جو اُسکی

---

۵۱ یعنی عیدین کے روز یا لوگون کی ملاقات وغیرہ کے موقعہ پر پہنتا تھا ۱۲ ۵۲ وہ لوگ جو مسافر وغیرہ بے کسی ہون ۱۲ ۵۳ یعنی ان قبرون کا مقام اسکا محلہ ہوگا اور چھوٹی بڑی سو قبرین کھود دی جاوینگی ۱۲ ۵۴ یعنی مٹی کا تیل اور احتمال ہو کہ قندیلون کے ملمع کا مصالحہ مراد ہو مانند تیز وغیرہ کے ۱۲ ۵۵ یعنی موصی کے جو وارث ہون گے انکو استحقاق اسکے پانے کا ہوگا ۱۲

طرف سے جہاد کرتا ہو تو اگرچہ ہو تو بھی جائز ہے اور غیر وصی کو اختیار ہے کہ اُسکی طرف سے خود جہاد کرے اور نیز موصی کے پسر کو بھی اختیار ہے۔ اور مسلمان کو جائز ہے کہ نصرانی فقیروں کے واسطے وصیت کرے اسواسطے کہ نصرانی فقیروں کے واسطے وصیت کرنا گناہ نہیں ہے بخلاف اُنکی بیعہ تعمیر کرانے کی وصیت کے کہ یہ معصیت ہے پس جو شخص اُسکی تعمیر میں مدد کریگا وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر وصیت کی کہ مسجد میں خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور مسجد کی عمارت و چراغ میں خرچ کیا جائیگا اور اگر چراغ مسجد کی وصیت کی تو نہیں جائز ہے یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور اگر کہے کہ ہمیں چراغ جلایا جایا کرے تو یہ جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور کسی مشتری کو معین نکیا تو یہ جائز نہیں ہے الا یہ کہ کہے کہ اور اُسکا ثمن صدقہ کردو یا اُسکو اُدھار پر فروخت کردیا مشتری کے ذمہ سے تہائی ثمن کم کردو۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری باندی ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کرو جو اسکو ام ولد بناوے یا اُسکو مدبر کردے تو بھی جائز ہے۔ ایک شخص نے اپنی موت کیوقت ایک قوم سے جو اُسکے پاس حاضر تھی کہا کہ دیکھو کل وہ جو مجھے جائز ہے کہ میں اُسکی وصیت کروں اُسکو فقیروں کو دیدو تو امام محمد رحنے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور یہ تہائی مال پر ہوگی اور کہا کہ جو مجھے جائز ہے کہ میں اُسکی وصیت کروں تو بھی جائز ہے اور اسکا اختیار وارثوں کو ہوگا جو چیز فقیر کو دیں جائز ہو جائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو بخلاف اُسکے قول اول کے کہ (کل وہ مجھے جائز ہے کہ میں اُسکی وصیت کروں) کہ اس صورت میں پوری تہائی پر وصیت ہوگی۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کیواسطے وصیت کردی اور غلام پر قرضہ ہے پھر موصی مر گیا پھر غلام کے قرضخواہ نے کہا کہ میں وصیت کی اجازت نہیں دیتا ہوں تو اُسکو یہ اختیار نہوگا ہاں اُسکا قرضہ غلام کی گردن پر ہے۔ ایک زمین میں کھیتی ہے پس مالک زمین نے زمین کی بدون کھیتی کے وصیت کردی تو یہ جائز ہے اور کھیتی اُس زمین میں اجر المثل پر چھوڑی جائیگی یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رحنے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے گھوڑے پر راہ خدا میں میری طرف سے جہاد کیا جاوے تو وصیت صحیح ہے اور اُسکی طرف سے جہاد کیا جائیگا خواہ تونگر جہاد کرے یا فقیر پھر جب غازی واپس آوے تو وارث کو وہ گھوڑا واپس دے پھر وارث لوگ برابر ہمیشہ اُس گھوڑے کو دیا کرینگے کہ اُسپر موصی کی طرف سے جہاد ہوا کریگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار ہند کی راہ میں ہیں یعنی صدقہ میں تو یہ تملیک ہے پس ایک مرد فقیر کو بطور تملیک دیے جاویں۔ اسیطرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال جہاد میں فی سبیل اللہ تعالے ہے تو اسکا بھی فقیروں کو مالک کردینا چاہیے اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وارث لوگ ایسے مرد کو دیں جو جہاد کرتا ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھوڑا راہ جہاد میں کردیا تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی کسی فقیر کو دیا جاوے اور جب فقیر اُسکا مالک ہو جاوے تو جو چاہے کرے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے یہ گھوڑا اللہ تعالی کی راہ میں محبوس کردیا تو فرمایا کہ رباط میں باندھا جاوے کہ اُسپر لوگ جہاد کیا کریں پھر اگر اسکی اجازت رہے تو امام المسلمین اُسکو بقدر اُسکے چارہ کے کرایہ پر دیا کریگا اور اگر کوئی اُسکو کرایہ پر نلے تو امام اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن روک رکھے حتی کہ جب مجاہدین کو کسی سواری کی ضرورت ہو تو امام اُسکے ثمن سے سواری کا گھوڑا خرید کرے کہ اُسپر جہاد کیا جاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

سلہ رباط ملک اسلام کی سرحد پر جو کفرستان سے ملحق ہے مانند سرا کے مکان بناتے ہیں جس میں جہاد کرنے والے لوگ اُترتے ہیں اور گھوڑے باندھے جاتے ہیں ۱۲ ملہ اسواسطے کہ لغو ہے ۱۲ ملہ مالک کردیا جاوے ۱۲

اگر اُسنے مصاحف مجید کی وصیت کی کہ مسجد مین وقف کیے جاوین کہ لوگ اُنسے تلاوت کیا کرین تو امام محمد رحنے فرمایا کہ وصیت
جائز ہی اور امام ابو حنیفہ رحنے فرمایا کہ وصیت باطل ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری زمین مساکین کا مقبرہ بنائی جاوے
یا وصیت کی کہ یہ زمین مسافرون کیواسطے سرا بنائی جاوے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین
مسجد بنائی جاوے تو بلا خلاف جائز ہی۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال اللہ تعالی کا ہی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وصیت باطل ہے
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور نیک کامون مین خرچ کیا جائیگا اور فتوی امام محمد رح کے قول پر ہی اور وہ فقیرون پر خرچ
کیا جائیگا اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت فی سبیل اللہ تعالی کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی جہاد ہی پھر امام
ابو یوسف رح سے کہا گیا کہ اور حج ہی تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی جہاد ہی یعنی حج نہین ہی جہاد ہی ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی
حاجی منقطع[1] کو دیا گیا تو جائز ہی مگر میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ جہاد مین دیا جاوے اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی
اور اگر اعمال خیر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہی کہ جسمین تملیک نہو وہ اعمال خیر مین سے
ہی حتی کہ مسجد کی عمارت و اُسکے چراغ مین صرف کرنا جائز ہی مسجد کی زینت مین خرچ نکیا جائیگا اور قید خانہ بنانے مین خرچ کرنا جائز نہین
ہی اور قید خانہ قاضی و قید خانہ سلطان کی کوئی تفصیل نہین فرمائی کذا فی المحیط۔ اور فتاوی خلاصہ مین ہی کہ اگر نیک کامون مین
اپنا تہائی مال صرف کرنیکی وصیت کی تو پل باندھنے یا مسجد بنانے مین یا طالب العلمون کی کفالت مین خرچ کیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی اور
اگر رباط کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ رباط مین کچھ لوگ مقیم ہین پس اگر وصیت کیوقت کوئی قرینہ ایسا موجود ہو
جس سے ثابت ہو کہ اس وصیت سے اُسنے رباط کے مقیم لوگ مراد لیے تو اُنھین پر خرچ کیا جائیگا اور رباط کی عمارت مین خرچ نکیا جائیگا
اور فتاوی فضلی مین ہی کہ اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال گانون کی مصلحتون مین خرچ کیا جاوے تو یہ باطل ہی اور فتاوے
ابو اللیث مین ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے سو درم کی واسطے فلان مسجد یا فلان پل کے وصیت کی تو امام محمد رح نے تصریح فرمایا
کہ یہ جائز ہی پس اُسکی مرمت و اصلاح مین خرچ کیے جاوینگے اور اسی کو ابن مقاتل نے اختیار کیا ہی اور حسن بن زیاد نے
کہا کہ اگر اُسنے مرمت یا اصلاح کو بیان نکیا تو وصیت باطل ہی اور یہی ہمارے اکثر اصحاب سے روایت ہی اور اسی پر فتوی ہی
عیون مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے کعبہ معظمہ کے ہی تو جائز ہی اور مساکین مکہ معظمہ کو
دیا جائیگا اور اگر کہا کہ واسطے ثغور[2] فلان کے ہی تو قیاس یہ ہی کہ یہ باطل ہو اور استحسانًا جائز ہی یہ محیط مین ہی

تیسرا باب۔ تہائی مال یا اُسکے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے برابر مال کی وصیت کرنے
اور اس سے کم یا زیادہ کی وصیت کرنے مین کہ بعد موت کے وارث لوگ اُسکی اجازت دین یا ندین یا بعض بعض اجازت دین ان سب
احکام کے بیان مین۔ اگر زید کے واسطے اپنے چوتھائی مال کی اور عمرو کے واسطے نصف مال کی وصیت کی پس اگر وارثون نے
اُسکی اجازت دیدی تو نصف مال عمرو کو اور چوتھائی مال زید کو دیا جائیگا اور باقی تمام وارثون مین موافق فرض خدا
تعالی کے تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال سے دونون کو سات حصے ہو کر اسطرح ملینگے کہ عمرو کو

[1] حاجی منقطع وہ شخص جو بارادہ حج گھر سے باہر ہوا اور راہ مین چلا اور اثنا راہ مین ایسا واقعہ ہوا جسکے باعث سے اُسکے پاس خرچ نرہا ۱۲ [2] ظاہر اً رباط معین
مراد ہو ورنہ امام اعظم رح کے قول پر باطل ہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ [2] ثغور وہ راہ جہان سے کافرون کے دار الاسلام مین گھس آنے و حملہ کرنیکا احتمال ہو ۱۲ منہ

ملے مرمت ۱۲ ملے اصلاح [illegible]

چار حصے اور زید کو تین حصے دیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اُن میں تین حصے ہوکر تقسیم ہونگے جنمیں سے دو حصے عمرو کو اور ایک حصہ زید کو ملیگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک سات حصے ہوکر اسوجہ سے تقسیم ہوگا کہ امام کا مذہب یہ ہے کہ عمرو جسکے واسطے نصف کی وصیت ہے وہ فقط تہائی کے حساب سے حصہ دار کیا جائیگا اور زید جسکے واسطے چوتھائی کی وصیت ہے وہ پوری چوتھائی کا حصہ دار کیا جائیگا پس حصص میں ایسے عدد[ف۱] کی حاجت ہوئی جسکی تہائی و چوتھائی پوری نکلے اور وہ بارہ ہے جسکی تہائی چار ہے اور چوتھائی تین ہے پس زید و عمرو کی وصیت سات ہوئی اور یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی مال چودہ ہے پس تمام مال اکیس ہے جسمین سے زید و عمرو کو سات حصے باینطور کہ چار حصے عمرو کو اور تین حصے زید کو دیے جاوینگے اور صاحبینؒ کے نزدیک تہائی کے تین حصے ہونگے اسواسطے کہ عمرو نصف کا موصی لہ صاحبین کے نزدیک پورے حصہ کا شریک کیا جائیگا اور زید چوتھائی کا پوری چوتھائی کا شریک کیا جائیگا اور چوتھائی ادھا نصف کا ہے پس چوتھائی ایک سہم قرار دیا گیا پس نصف کے دو سہم ہوے اور چوتھائی کا ایک سہم ہوا پس تین سہم ہوے پس تہائی مال کے تین حصے کیے جاوین جسمین سے دو حصہ عمرو کو اور ایک حصہ زید کو دیا جاوے اور اصل امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک یہ ہے کہ جس شخص کیواسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ تہائی سے زائد کا شریک نکیا جائیگا الا تین وصیتوں میں وصیت بعتق و محاباۃ و دراہم مرسلہ اور وصیت بعتق کی تفسیر یہ ہے کہ اگر دو غلاموں معین کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہے اور سواے ان دو غلاموں کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو دونوں ساتھ ہی آزاد ہو جاوینگے اور اگر اجازت ندی تو دونوں تہائی مال سے آزاد ہونگے اور اُسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہیں پس ہزار درم دونوں میں بحساب اُنکی وصیت کے ہونگے کہ ہزار درم کی دو تہائی اُس غلام کیواسطے جسکی قیمت دو ہزار درم ہے اور باقی کے واسطے وہ سعایت کریگا اور ایک تہائی اُس غلام کیواسطے جسکی قیمت ہزار درم ہے اور وہ باقی کیواسطے سعایت کریگا اور یہی حکم محاباۃ میں ہے کہ اگر اُسکے دو غلام ہوں ایک کی قیمت ایک ہزار ایکسو درم اور دوسرے کی قیمت چھ سو درم ہوں پس وصیت کی کہ ایک غلام زید کے ہاتھ سو درم کو اور دوسرا عمرو کے ہاتھ سو درم کو فروخت کیا جاوے تو اسصورت میں ایک مشتری کیواسطے ہزار درم کی محاباۃ اور دوسرے کیواسطے پانچسو درم کی محاباۃ حاصل ہوئی اور یہ بیع وصیت ہے اسواسطے کہ حالت مرض میں واقع ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے برآمد ہو تو جائز ہوگی اور اگر تہائی مال سے برآمد نہوئی اور نہ وارثوں نے اجازت دی تو دونوں کی محاباۃ بقدر تہائی کے جائز ہوگی اور یہ تہائی دونوں میں بقدر ہر ایک کی محاباۃ کے تقسیم ہوگی یعنی ایک شخص بقدر ہزار درم کے اور دوسرا بقدر پانچسو درم کے شریک کیا جائیگا اور اسیطرح دراہم مرسلہ میں ہے چنانچہ اگر ایک کے واسطے ہزار درم کی اور دوسرے کیلیے دو ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکا تہائی مال ہزار درم ہے پس یہ تہائی دونوں میں تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگی کہ ہر ایک دونوں میں سے اپنے پورے حصہ کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور موصی لہ ان صورتوں میں اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اسی وجہ سے شریک کیا جاتا ہے کہ وصیت اپنے مخرج پر صحیح ہے بسبب اسکے کہ جائز ہے کہ موصی کا کوئی دوسرا مال ہو جسکی تہائی اسقدر ہووے۔ اسیطرح اگر ایک کیواسطے نصف مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی یا پورے مال کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور ایک

ف۱ وہ عدد جس سے بغیر کسر کے ہر کسی کا صحیح عدد برآمد ہو ۱۲

کے واسطے تہائی مال کی اور دوسرے کیواسطے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو اُسکا ایک تہائی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا
یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال فلان و فلان کے واسطے ہے کہ ایک کیواسطے سو درم اور دوسرے کیواسطے پچاس درم ہین
اور اُسکا تہائی مال تین سو درم نکلا تو ہر ایک کے واسطے اسیقدر ہوگا جو بیان کر دیا ہے اور جو باقی رہا وہ دونون مین نصفا نصف
ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اُسکا پورا مال زید کو دیا جائے اور عمرو کو تہائی مال دینے
کی وصیت کی پس اگر اُسکے وارث نہون یا وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا مال دونون مین بطریق
منازعت کے تقسیم ہوگا پس تہائی سے جسقدر زائد ہے یعنی دو تہائی وہ زید کو بلا منازعت دیا جاویگا اور باقی ایک تہائی مین
دونونکی منازعت برابر ہے پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بطریق عدل کے دونون مین
تقسیم ہوگا کہ ہر ایک اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اُسمین شریک کیا جائیگا پس عمرو اپنی تہائی کی مقدار پر جسکا ایک حصہ قرار دیا جائیگا
اور زید اپنے پورے مقدار مال پر جسکے تین حصے قرار دیے جاوینگے پس پورا مال دونون مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا یہ
اسوقت ہے کہ وارث لوگ اجازت دیدین اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی پس
تہائی مال دونون مین امام اعظم رح کے نزدیک نصفا نصف تقسیم ہوگا بدینوجہ کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد
کی وصیت ہے وہ صرف بقدر تہائی کے شریک کیا جائیگا اور دوسرا تہائی کا موصی لہ ہے وہ پورے حق کے واسطے
شریک کیا جائیگا پس دونون مساوی ہوے پس مال نصفا نصف ہوا اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک اپنے پورے
حق کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اسوجہ سے تہائی کے چار حصے ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے
زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو ایک
تہائی دونون مین برابر تقسیم ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کیواسطے وصیت
کی زید کیواسطے پچاس درم کی اور عمرو کیواسطے سو درم کی اور اُسکا مال تین سو درم ہے تو تہائی زید و عمرو کیواسطے
تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور یہ اجماع ہے کہ اگر وصیتون مین سے کوئی
وصیت ایک تہائی سے زائد نہو مثلاً ایک کیواسطے تہائی کی وصیت اور دوسرے کیواسطے چوتھائی مال کی وصیت کی اور
وارثون نے اس سب کی اجازت ندی تو ایک تہائی مین ہر واحد اپنی پوری مقدار وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا چاہے
جسقدر ہو اور ایک تہائی انھین اسی حساب سے برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کیواسطے اسطرح وصیت کی
کہ حظا از مال من یا شیئی از مال من یا نصیب از مال من یا بعض از مال من دیا جاوے تو جبتک موصی زندہ ہے اسوقت تک
بیان مقدار اُسکے بیان پر ہے اور جب وہ مر گیا تو وارثون کے بیان پر ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کیواسطے
بسہم از مال خود وصیت کی یا بجزو از مال خود وصیت کی تو وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر تمھارا جی چاہے اسکو دیدو
اور یہ جو ہمنے بیان کیا ہے اسکو مشائخ نے اختیار کیا ہے بنا برین کہ ہمارے عرف مین سہم مثل جزو کے ہے
اور اصل روایت اسکے برخلاف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ اگر کسی کے واسطے اپنے مال سے
ایک سہم کی وصیت کی تو اسکو وارثون مین سے جس کا حصہ سب سے کم ہو اسکے برابر دیا جائیگا لیکن

اگر یہ مقدار[1] ششم حصہ سے کم ہو تو اس صورت مین اُسکو چھٹا حصہ پورا دیا جائیگا لیکن موافق روایت اصل کے امام ابو حنیفہؒ نے چھٹے سہم کو جائز رکھا ہی اور چھٹے حصے سے زائد کو جائز نہین رکھا ہی اور موافق روایت جامع صغیر کے چھٹے حصے سے زائد کو جائز رکھا ہی اور چھٹے حصے سے کم کو جائز نہین رکھا ہی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ موصی لہ کو وارثون مین سے سب سے کم جسکا حصہ ہی اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ایک تہائی مال سے بڑھجاتی ہو تو اُسکو فقط ایک تہائی دیا جائے گا یہ کافی مین ہی اور اگر ایک شخص کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی پھر مرگیا اور اُسکا کوئی[2] وارث نہین ہی تو اُسکو نصف ملیگا اسواسطے کہ بیت المال بمنزلہ پسر کے ہی پس ایسا ہوگیا گویا اُسکے دو بیٹے ہین پس دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر وصیت مین استثنا کیا مثلاً وصیت کی کہ اُسکو میرے مال سے دیجاوے تہائی الا قلیل یا تہائی الا جزء یا تہائی الا یسیر یا اس طرح وصیت کی ہزار الف یا بعامتہ ہذہ الالف یا بجل ہذہ الالف یا بعظم ہذہ الالف اور یہ مقدار اُسکی تہائی مال ہی تو اُسکو اُسمین سے نصف دیا جائے گا اور جسقدر نصف سے زائد ہی وہ وارثون کے اختیار ہوگی جسقدر اُسکو چاہین دیدین اسواسطے کہ اُسمین اُس سے زیادہ بات نہین ہی کہ مستثنیٰ مجہول ہی اور اُسکی جہالت مستثنیٰ منہ کے جہالت کی موجب ہی لیکن مجہول کی وصیت صحیح ہوتی ہی کذا فی المبسوط اور یہ جو فرمایا کہ نصف سے زائد مین وارثون کو اختیار ہی جو چاہین دیدین اس اختیار سے یہ مراد ہی کہ چاہین دین یا نہ دین یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی کہ میرے پسر کے حصہ کے برابر دیا جاوے تو یہان کئی صورتین نکلتی ہین اگر اُسنے اس طرح وصیت کی کہ میرے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو یا پسر یا دختر کا حصہ دیا جاوے یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے یا پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا اگر کوئی دختر ہوتی یعنی بالفرض پس اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو وصیت صحیح نہوگی اور اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی نہین ہی تو وصیت جائز ہوگی اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو جائز ہی کیونکہ مثل کسی چیز کا اُسکا غیر ہوتا ہی عین نہین ہوتا ہی پس ترکہ مین سے پہلے پسر کا حصہ جدا کیا جائیگا پھر اُسکے مثل موصی لہ کو دیا جائیگا پس اگر وہ تہائی سے زائد ہو تو وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو بلا اجازت جائز ہی مثلاً اپنے پسر کے حصہ کے مثل وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا ہی تو موصی لہ کیواسطے نصف مال ہوگا بشرطیکہ بیٹا اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو فقط تہائی ملیگا اور اگر اُسکے دو بیٹے ہون تو مال ان سب مین تین تہائی ہوگا پھر بیٹون کے اجازت کی حاجت نہوگی اور اگر مثل حصہ دختر کے وصیت کی اور اُس کے ایک دختر ہے تو موصی لہ کیواسطے نصف مال ہوگا لیکن اگر دختر نے اجازت نہ دی تو فقط اُسکو تہائی مال

---

[1] مثلاً عصبہ کو سب سے کم ملا اور سہم کم سے کم چھٹا حصہ مفروض ہی اسواسطے سہم کے لفظ سے چھٹا حصہ رکھا جائیگا ۱۲ منہ

[2] مترجم کہتا ہی کہ یہ اُسکو نصف دینے کی علت ہی اور ممکن ہی کہ اس طور پر علت بیان کیجاوے کہ جب سہام مین سے کمتر نہین پایا جاتا کیونکہ اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس نصف ہی اُسکا سہم ہی کہ اُس سے ادنیٰ کوئی سہم نہین ہی پس اُسکو یہی دیا جائیگا اور اس مین نظر ہی کیونکہ اسوقت مین کمتر ہی یقینی ہی اور وہ سدس ہے اُس بنا پر جو اصول مین مقرر ہوچکا اور اسیوجہ سے ہم اُسکو معلل کیا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ۱۲ [3] یعنی اس ہزار کے بڑے حصہ کے ساتھ ۱۲

ملیگا اور اگر دو بیٹیاں ہوں اور مسئلہ یہی ہو تو موصیٰ لہ کو تہائی مال ملیگا اور اجازت کی کچھ ضرورت نہیں ہی اور اگر وصیت کی کہ پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا تو اسکا حکم وہی ہی جو مثل حصہ پسر کے دینے کی وصیت میں مذکور ہوا ہی کہ اُسکو نصف مال دیا جائیگا بشرطیکہ وارث اجازت دیدیں اور اگر وصیت کی کہ اُسکو مثل نصیب الابن دیا جاوے اگر بیٹا ہوتا تو موصی لہ کو تہائی مال دیا جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہی اور امام محمد رحنے فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ماں و پسر چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کی تو مال کے سترہ سہام کیے جاوینگے جس میں سے پانچ حصے موصی لہ کو اور دس حصے پسر کو اور دو حصے ماں کو دیے جاوینگے اور اسکی وجہ یہ ہو کہ اگر بالفرض وصیت نہوتی تو ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوتا جسمیں سے ایک سہم ماں کو اور پانچ سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسمیں نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت ہی تو ہمنے نصیب دختر یعنے نصف نصیب پسر یعنے ڈھائی بڑھائے جاوینگے پس کل ساڑھے آٹھ ہوے اور چونکہ کسر آگئی ہی اسواسطے دوچند کر دیے گئے جو سترہ ہوے پس سہام ہر ایک کے بھی دوچند ہوگئے پس پہلے اُسمیں سے پانچ سہم موصی لہ کو دیے جاوینگے اسواسطے کہ اسکی وصیت تہائی سے کم ثابت ہوئی پس میراث سے وصیت مقدم ہوگئی اور باقی رہے بارہ سہام جنکا سُدس دو ہی ماں کو دیے جاوینگے اور باقی رہے دس سہام وہ پسر کا حصہ ہی اور جانچ کر لینے سے معلوم ہوا کہ ہمنے موصی لہ کو حصہ دختر اگر ہوتی اسیقدر دیا ہی کہ وہ پسر کے حصہ سے نصف ہی پس تخریج ٹھیک ثابت ہوئی۔ اور فرمایا کہ اگر اُسنے بی بی اور ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی اور وارثوں نے وصیت کی اجازت دیدی تو مسئلہ (۱۵) سے ہوگا جسمیں سے سات سہام موصی لہ کو اور ایک سہم بی بی کو اور سات سہام پسر کو دیے جاوینگے اور صورت وہی ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی کہ اولاً ہمنے تخریج مسئلہ کی اسطرح کی کہ فرض کیا کہ وصیت نہیں ہی پس ہم کہتے ہیں کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ آٹھ سے ہوتا جسمیں سے ایک سہم بی بی کو اور سات سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسنے دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی ہی تو مسئلہ مفروضہ پر ایک پسر کا حصہ بڑھا دیا گیا یعنی سات ملائے گئے تو کل پندرہ ہوگئے اور اس مسئلہ میں وارثوں کا وصیت کی اجازت دینا شرط کیا گیا اسواسطے کہ وصیت ایک تہائی سے زائد ہوتی ہی اور ایسی صورت میں وارثوں کے اجازت کی ضرورت ہوتی ہی اسیطرح اگر اُسنے مثل نصیب دختر کے وصیت کی تو بھی جواب اسیطرح ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہی اسواسطے کہ مثل شی اُسکا غیر ہوتا ہی پس یہ صورت اور جب نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی ہی دونوں یکساں ہیں۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دختر و بھائی چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی اور دونوں وارثوں نے اُسکی وصیت کی اجازت دیدی تو موصی لہ کو دو تہائی مال ملیگا اور ایک تہائی مال دختر و بھائی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا یہ اُس وقت ہی کہ دونوں وارثوں نے اجازت دیدی اور اگر اجازت ندی تو موصی لہ کو تہائی مال اور دو تہائی دختر و برادر کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو موصی لہ کو دو پانچویں حصہ مال ملیگا بشرطیکہ دونوں وارث اجازت دیدیں۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے بھائی و بہن چھوڑے اور ایک شخص کیواسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کر دی اور دونوں نے اجازت دیدی تو موصی لہ کو پورا مال ملیگا اور بھائی و بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی تو موصی لہ کو نصف مال ملیگا بشرطیکہ

۱؎ جسکے حق میں وصیت واقع ہوئی ہی ۱۲

دونوں اجازت دیدیں اور باقی بنصف بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر دونوں نے اجازت دیدی تو تہائی مال ملیگا اور دو تہائی بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور اگر دختر و بہن چھوڑی اور ایک شخص کے واسطے بنصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا خواہ دونوں وارث اجازت دیں یا نہ دیں اور اگر مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا خواہ دونوں اجازت دیں یا نہ دیں۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُس نے بیٹا و باپ چھوڑا اور ایک شخص کیواسطے مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی یا مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو در صورتیکہ دونوں اجازت دیدیں گیارہ حصوں میں سے پانچ حصے ملینگے اور پسر کو پانچ حصے[1] اور باپ کو ایک حصہ ملیگا اور اگر دونوں نے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور باقی باپ اور پسر کے درمیان چھ حصوں پر تقسیم ہوگا پس ایسے عدد کی ضرورت ہوگی جسکا تہائی نکلے اور اُسکی دو تہائی کا چھٹا حصہ نکلے اور کم سے کم ایسا عدد نو ہیں پس مال کے نو حصے کرینگے جنمیں سے تین یعنی ایک تہائی موصی لہ کو دیجائیگی اور باقی چھ میں سے ایک باپ کو اور پانچ بیٹے کو ملینگے اور اگر ایک نے اجازت دی دوسرے نے اجازت نہ دی تو کتاب میں مذکور ہے کہ حال اجازت و حال عدم اجازت کیطرف لحاظ کیا جاوے پس اجازت کی صورت میں مسئلہ گیارہ سے ہے جنمیں سے موصی لہ کے پانچ سہم ہیں اور عدم اجازت کیوقت مسئلہ نو سے ہے جنمیں سے موصی لہ کے تین سہم ہیں پس اول مفروض کو دوم میں ضرب دیا جاوے پس ننانوے ہوے پس عدم اجازت کیوقت میں موصی لہ کی تہائی یعنی تینتیس سہم ہوے اور باپ کیواسطے باقی کا چھٹا حصہ یعنی گیارہ ہوے اور بیٹے کے واسطے باقی یعنی پچپن ہوے اور اجازت کیوقت موصی لہ کو گیارہ میں سے پانچ مضروب نو میں یعنی پینتالیس ہوے اور باپ کیواسطے ایک نو میں یعنی (نو) ہوے اور بیٹے کیواسطے بھی پینتالیس ہوے پس ہر دو حالت میں موصی لہ کے حق میں بارہ کا فرق ہے جنمیں سے (۲) سہم باپ کی طرف سے ہیں یعنی (۹) سے گیارہ تک اور (۱۰) بیٹے کے حصہ میں سے ہیں یعنی پینتالیس سے پچپن تک جب یہ معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دونوں میں سے فقط ایک نے اجازت دی تو اسکی اجازت اُسی کے حق میں موثر ہوگی دوسرے کے حق میں موثر نہوگی پس اگر فقط باپ نے اجازت دی تو اُسکے حصہ میں سے دو حصہ موصی لہ کے تہائی میں ملائے جاوینگے پس تینتیس (۳۳) اور دو پینتیس (۳۵) ہو جاوینگے اور اگر اجازت دینے والا فقط بیٹا ہو تو بیٹے کے حصہ میں سے دس سہم موصی لہ کے حصہ میں ملائے جاوینگے پس موصی لہ کے تینتالیس (۴۳) ہو جاوینگے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے اور زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹے کے دونوں میں سے یا مثل نصیب تیسرے بیٹے کے اگر ہوتا وصیت کردی پس دونوں بیٹوں نے دونوں وصیتوں کی اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال ملیگا اور باقی ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور حساب نو سے ہوگا پس اسمیں سے زید کو (۳) ملینگے اور باقی چھ (۶) ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی برابر حصہ پر ہے پس ہر پسر کو دو (۲) اور نیز عمرو کو (۲) ملینگے کہ وہ ایک پسر موجود کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دونوں پسر نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی مال ہر دونوں موصی لہما یعنی زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر دونوں بیٹوں

[1] خواہ دوم کو اول میں یہ حال حال واحد ہے ۱۲ [5] اور بطریق دیگر (۹۹) سے بدین حساب کہ ۱۲ تین ۱۵ میں تو ننانوے میں سے ۵۴ ہونگے اسواسطے کہ (۹۹) گیارہ سے ۹ گونہ ہے علے ہذا القیاس [5] یعنی ایک تہائی بہن کو اور دو تہائی بھائی کو ۱۲ [5] یعنی دوسری دختر کی ۱۲

نے عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور زید کے وصیت کی اجازت ندی تو زید کو تہائی مال میں سے نصف ملیگا یعنے
چھٹا حصہ جیسا کہ دونوں وصیتوں کی اجازت نہونے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور عمرو کے واسطے باقی کی تہائی ہوگی
اسواسطے کہ اُسکے حق میں اجازت صحیح ہوگئی ہے پس ہمکو ایسے عدد کی ضرورت ہوئی کہ اگر اُسمیں سے اُسکا چھٹا حصہ
نکال ڈالا جاوے تو باقی پورے تین حصوں پر تقسیم ہوجاوے اور کم سے کم ایسا عدد اٹھارہ ہے پس اُسمیں سے زید کو چھٹا حصہ
یعنے تین سہم دیدیے جاوینگے اور باقی پندرہ سہام تینوں میں یعنے ہر دو پسر و عمرو کے درمیان حصہ رسد تین تہائی تقسیم
ہونگے پس ہر ایک کے حصہ میں پانچ سہام آوینگے اور اگر ہر دو پسر میں سے ایک نے فقط عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور وصیت
زید کی اجازت ندی اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیتوں کی اجازت ندی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دونوں بیٹے اجازت ندیتے تو عمرو کو اٹھارہ
سہام میں سے تین سہام ملتے اور اگر دونوں اجازت دیتے تو اٹھارہ سہام میں سے عمرو کو پانچ سہام ملتے پس ان دونوں میں تفاوت
دو سہام کا ہے پس ہر ایک بیٹے کے حصہ میں سے ایک ایک سہام ہے پس جب دونوں میں سے ایک نے اجازت دی ہے تو خاص
اُسی کے حصہ میں اجازت صحیح رہی پس عمرو کیواسطے چار سہام ہوگئے اور زید کے واسطے تین سہام رہے اور جس بیٹے نے
اجازت دی ہے اُسکے پانچ سہام رہے اور جسنے اجازت نہیں دی ہے اُسکے چھ سہام ہونگے یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص کے پانچ
پسر ہوں اور اُسنے عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک کے ان پانچوں میں سے وصیت کی اور باقی ایک تہائی میں سے ایک
تہائی کی زید کیواسطے وصیت کر دی تو اسصورت میں مسئلہ کے سہام اکیاون (۵۱) ہونگے اُسمیں سے عمرو کو آٹھ سہام اور زید کو تین (۳)
اور ہر ایک بیٹے کو آٹھ آٹھ (۸) سہام ملینگے اور مسئلہ کی تخریج بطور کتاب اسطرح ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ بیٹوں کی تعداد لیجاوے یعنی (۵) پانچ
سہم اور ایک سہم اور اس پر بڑھایا جاوے اسواسطے کہ میت نے مثل نصیب واحد کے وصیت کی ہے اور مثل شیء اُسکا غیر ہوتا
ہے پس چھ (۶) ہوے پھر اُسکو تین میں سے ضرب دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے باقی ایک تہائی میں سے تہائی کی وصیت کی ہے پس
اٹھارہ (۱۸) ہوے پھر اسمیں وہ حصہ جو زیادہ کیا گیا ہے نکال ڈالا جاوے پس سترہ رہے پس یہ ایک ثلث ہے اور دو ثلث اسکے دو چند
ہونگے پس کل مال میں سے سہ چند یعنی اکیاون (۵۱) سہم ہے اور ہمنے سہم زائد کو اسواسطے طرح دیدیا کہ مقدار تہائی و دو تہائی کی ظاہر ہوجاوے
اور دو تہائی میں وصیت نہیں ہے پس اسمیں حصہ زائد کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے اسی واسطے ہمنے اسکو طرح دیدیا پھر جب معلوم
ہو گیا کہ تہائی مال سترہ سہام ہے تو اسمیں سے حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو ایک حصہ لے اور وہ واحد ہے پھر اسکو تین میں
ضرب دے پھر اُسکو تین میں ضرب دے پس نو ہوے پھر اسمیں سے ایک طرح دیدے جیسے تونے ابتدا میں طرح دیا تھا پس
آٹھ باقی رہے اور یہی حصہ ہے پس جب اسکو سترہ میں سے طرح دیا تو نو (۹) باقی رہے پس اسمیں سے زید کیواسطے تہائی کی وصیت ہے
پس تین اُسکے ہوے اور چھ باقی رہے پس انکو دو تہائی کے ساتھ ملادیا اور دو تہائی چونتیس (۳۴) ہے پس سب چالیس ہوے پس یہ
پانچ پسر کے درمیان برابر تقسیم ہوکر ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ سہام آوینگے اور یہ مثل حصہ عمرو کے ہے پس تخریج جانچ پر ٹھیک
اُتری اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب واحد کے اُن پانچوں میں سے اور زید کے واسطے تہائی سے باقی کے چوتھائی کی وصیت کی

[1] موصی لہما کا اطلاق اُن دو شخصوں پر ہوتا ہے جن کے واسطے وصیت کی گئی جیسے موصی لہ واحد کیواسطے ہے ۱۲ [2] یعنی ایک تہائی
میں سے بعد دینے وصیت عمرو کے جو باقی رہی اُسکی تہائی کی زید کیواسطے وصیت کردی ۱۲ منہ [3] سہام جمع سہم بمعنی حصہ ۱۲

تو انہتر (۶۹) سہام کیے جاوینگے جنمیں سے عمرو کے گیارہ (۱۱) سہام اور زید کیواسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے گیارہ گیارہ (۱۱)
سہام ہونگے اور اسکا بیان بطریق کتاب یہ ہے کہ تو تعداد پسران کو لے کہ وہ پانچ ہین اور اسپر ایک سہم اور
بڑھاوے جو نصیب مثل کی وصیت کا ہے پھر اسکو چار مین ضرب دیدے (جو طریقہ کتاب مین مذکور ہے ۱۲) بوجہ اسکے کہ باقی کی چوتھائی کی وصیت ہے پس
چوبیس (۲۴) ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے تو تیئیس (۲۳) باقی رہے یہ تہائی ہے اور دو تہائی اسکا دو چند ہے پس کل مجموعہ انہتر
ہوے یہ پورا مال ہے اور تہائی تیئیس ہے اور نصیب یعنی حصہ ہر وحد پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ نصیب یعنی واحد کو لے اور اسکو
چار مین ضرب دے پھر تین مین ضرب دے پس بارہ (۱۲) ہوے انمین سے ایک طرح دیدے پس گیارہ رہے یہی نصیب ہے
پس جب تیئیس مین سے گیارہ نکال ڈالے تو بارہ (۱۲) باقی رہے انمین سے چوتھائی کی زید کے واسطے وصیت ہے وہ تین ہوے
پس تین نکالنے کے بعد نو باقی رہے انکو دو تہائی مال مین جو چھیالیس (۴۶) ہے ملایا تو پچپن ہوے جو پانچ بیٹون مین مساوی
مشترک ہے پس ہر واحد کے واسطے گیارہ ہوے اور اگر اسنے عمرو کیواسطے پانچ بیٹون مین سے ایک کے نصیب کے
مثل کی وصیت کی اور زید کیواسطے تہائی کے باقی کی پانچوین حصہ کی وصیت کردی تو ستاسی (۸۷) سہام کل مال کے ہونگے
جنمین سے عمرو کو چودہ (۱۴) اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو چودہ چودہ (۱۴) دیے جاوینگے اور اسکی تخریج بطریق کتاب کے اس طرح ہے کہ تعداد
پسران پر ایک زیادہ کرے کیونکہ مثل نصیب کے وصیت ہے پس چھ ہوے اسکو پانچ مین ضرب دے کیونکہ باقی کے پانچوین
حصہ کی وصیت ہے پس تیس (۳۰) ہوے پھر زائد کردہ کو طرح دیدے پس انتیس باقی رہے یہ ایک تہائی ہے اور دو تہائی اسکا دو چند یعنی
اٹھاون ہوے پس تمام مال ستاسی ہوا اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو نصیب مفروض لے اور وہ ایک ہے اور اسکو
پانچ مین ضرب کر پھر تین مین ضرب دے پس پندرہ (۱۵) ہونگے انمین سے ایک طرح دیدے تو چودہ (۱۴) باقی رہینگے یہی نصیب
ہے پس جب اسکو انتیس (۲۹) ایک تہائی سے خارج کیا تو پندرہ (۱۵) باقی رہے اور زید کیواسطے اس باقی کے پنجم کی وصیت ہے پس
پنجم تین ہے پھر باقی رہے بارہ (۱۲) اسکو دو تہائی مال یعنی اٹھاون مین جمع کیا تو ستر ہوے اور یہ پانچ بیٹون مین مشترک ہے
ہر ایک کے چودہ چودہ (۱۴) سہام ہوے جسقدر عمرو کا حصہ ہے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب کے[1] ازینہا سوائے تہائی باقی از حصہ
سوم کی وصیت کی تو مسئلہ مین کل مال کے ستاون حصہ ہونگے جنمین نصیب ہر ایک کا دس ہوگا اور استثنار تین ہوگا اور ہر بیٹے
کو دس دس ملینگے اور اسکی تخریج بطریق بیان کتاب کے اس طرح ہے کہ بیٹون کی تعداد پانچ لیکر اسپر ایک یعنی جو عمرو کے
واسطے ایک نصیب کی وصیت ہے وہ زیادہ کیا جاوے پھر یہ تین سے ضرب دیا جاوے پس اٹھارہ ہوے پھر اسمین ایک
سہم زیادہ کیا جاوے جیسا اول مین زیادہ کیا گیا ہے پس انیس ہوے پس یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی اڑتیس (۳۸) ہے پس
مجموعہ کل مال ستاون (۵۷) ہے اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے اور نصیب
مفروض واحد ہے پس تین ہوے پھر تین مین ضرب کیا جاوے تو نو ہوے پھر اسمین ایک زیادہ کیا جاوے جیسا
اصل مین کیا گیا ہے تو دس ہوے پس یہی نصیب کامل ہے اور جب اسکو انیس (۱۹) سے دور کیا تو نو باقی رہے پھر نصیب

ف ۱ یعنی پانچ بیٹون مین سے ایک بیٹے کے حصہ کے برابر عمرو کیواسطے وصیت کی مگر انمین سے تہائی سے باقی کی تہائی کو استثنا کیا ۱۲ ف ۲ باقی از حصہ سوم اقول حصہ سوم کے باقی سے یہ مراد ہے کہ تہائی مین نصیب واحد نکالنے کے بعد جو باقی رہے اس باقی کی تہائی استثناء کرے ۱۲ منہ

کامل یعنے دس ہین سے مابقی ثلث کی تہائی نو کی تہائی مستثنی ہو کر اس نو ہین ملے تو بارہ ہوے پھر یہ دو تہائی مال اڑتیس ہین ملائے گئے تو کل پچاس ہوے جو پانچ بیٹون پر تقسیم ہوے اور ہر ایک کے حصہ ہین دس دس آئے مثل نصیب کامل کے پڑے اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو دختر اور مان اور جورو اور عصبہ چھوڑا اور عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک بیٹی کے اور زید کیواسطے تہائی کے باقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھیاسٹھ سہام ہونگے اور نصیب سولہ ہوگا اور ثلث مابقی دو ہوگا اور تخریج مسئلہ کی سطور سے ہوگی کہ پہلا فریضہ بدون وصیت کے تصحیح کیا جاوے تو ہم کہتے ہین کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوگا جسمین سے دو بیٹیون کو دو تہائی چار ملینگے اور مان کو چھٹا حصہ ایک (۱) ملیگا اور باقی ایک رہا جسمین سے جورو کو آٹھوان حصہ یعنی چوتھائی ملیگا اور رہا ایک چوتھائی باقی عصبہ کو ملیگا پس جورو کے حصہ مین کسر آجانے کی وجہ سے تقسیم چوبیس سے ہوگی لیکن چونکہ جورو کا نصیب معلوم کرنے مین اسکی حاجت نہین پڑیگی اسواسطے اصل مسئلہ چھ سے رکھا جائیگا اور اسپر ایک لڑکی کے حصہ کے برابر (۲) بڑھائے جاوینگے اسواسطے کہ عمرو کے واسطے وصیت ہے پس آٹھ ہوے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے پس چوبیس ہوے پھر اسمین سے قدر زائد کردہ یعنی دو کم کر دیے جاوین تو بائیس رہے اور یہی تہائی ہے پس دو تہائی چوالیس ہوے پس کل مال کا مجموعہ چھیاسٹھ ہوا۔ اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہوگی کہ نصیب یعنی دو کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے پھر تین مین ضرب کیا جاوے پس اٹھارہ ہوے پھر اسمین سے دو طرح دیے جاوین تو سولہ رہے یہی نصیب ہے اور جب ہمکو بائیس تہائی مین سے دور کیا تو چھ باقی رہے پس اسمین سے زید کیواسطے تہائی دو ہوے اور چار باقی رہے انکو دو تہائی مال چوالیس مین ملایا اڑتالیس ہوے جسمین سے دو دختر کی دو تہائی (۳۲) ہوے کہ ہر ایک کیواسطے (۱۶) ہوے جو مثل نصیب کے ہین اور مان کو چھٹا حصہ (۸) ہوے اور جورو کو آٹھوان حصہ چھ ہوے اور باقی (۲) سہم عصبہ کیواسطے ہوئے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک دختر کے سوائے تہائی کے مابقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھ سو چوبیس حصہ ہونگے اور نصیب کی مقدار (۱۶۰) ہوگی اور باقی کی تہائی (۱۶) ہوگی پس امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ مین حساب کو بہت طول دیا باین غرض کہ جورو کی میراث پوری پوری نکل آوے حالانکہ ہمکو معرفت وصیت مین اسکی حاجت نہین ہے اور مسئلہ کی تخریج اس سے کم پر ہو سکتی ہے۔ بنابر اُس قاعدہ کے جو ہمنے بیان کیا ہے کہ فرض مسئلہ (۶) سے کیا جاوے پھر عمرو کیواسطے مثل نصیب دختر کے وصیت ہے پس (۲) سہم زیادہ کیے جاوین جو ایک دختر کا حصہ ہے پس (۸) ہوے پھر اسکو تین مین ضرب کیا جاوے پس (۲۴) ہوے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین جیسا مسائل استثنا مین اصل ہے پس (۲۶) ہوے اور یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دو چند ہے یعنے (۵۲) ہے پس تمام مال (۷۸) ہوا اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہے کہ نصیب مفروض (۲) کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے (۶) ہوے پھر (۳) مین ضرب کیا جاوے (۱۸) ہوے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین (۲۰) ہوے یہی نصیب کامل ہے پس جب اسکو تہائی (۲۶) سے دور کیا تو (۶) رہے اور بسبب استثنا کے باقی کی تہائی (۲) مستثنی ہو کر اسمین ملگئی تو (۸) ہوگئے انکو دو تہائی (۵۲) مین ملایا جاوے تو (۶۰) ہوے یہ وارثون مین مشترک ہونگے جسمین سے دونون بیٹیون کو دو تہائی یعنے چالیس ملے ہر ایک کیواسطے بیس ہوے جو کامل نصیب عمرو کے مثل ہے اور مان کو چھٹا حصہ (۱۰) ملے اور جورو کیواسطے آٹھوان حصہ ہے لیکن

۵ تاکہ مابقی تہائی کی نکل آوے ۱۲ ۵ یعنی کل جسقدر حصے تمام مال کے کیے جاوین اُسکی تہائی (۲۲) ہونی چاہیے ہے ۱۲

(۶۰) کا آٹھوان حصہ صحیح نہین نکل سکتا ہی اسیواسطے امام محمد رح نے اصل حساب (۲۸) کو (۸) مین ضرب دیا کہ (۲۲۴) ہوگئے اور
اُس سے سب حصص پورے پورے نکالے گئے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب جورو کے اور زید کیواسطے تہائی کی باقی مین سے
تہائی کی وصیت کی ہو تو تمام مال کے (۲۳۴) حصہ ہونگے اور نصیب (۲۴) ہوگا اور تہائی کی باقی کی تہائی (۱۸)
ہوگی اور اسکی تخریج بنا بر طریقہ کتاب کے اس طور سے ہی کہ صورت مسئلہ (۲۴) فرض کیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے حصہ جورو کے
برابر کی وصیت کی ہی پس جورو کا پورا حصہ معلوم کرنا ضرور ہی اسواسطے (۲۴) سے مسئلہ فرض کیا گیا پس دونون دختر کی دو تہائی
(۱۶) ہوے اور مان کا چھٹا حصہ (۴) ہوے اور جورو کا آٹھوان حصہ (۳) ہوے اور باقی ایک سہم عصبہ کا ہی پھر سہم جورو کے حصہ
کی برابر (۳) زیادہ کیے جاوینگے کیونکہ اُسکے حصہ کے برابر حصہ کی وصیت ہی پس (۲۷) ہوے اسکو تین مین ضرب کیا جاوے اسواسطے
کہ باقی تہائی مین سے تہائی کی وصیت ہی تو (۸۱) ہوے پھر جسقدر زیادہ کیا ہی وہ طرح دیا جاوے پس تین نکال ڈالے تو (۷۸)
باقی رہے پس یہی تہائی مال ہی اور دو تہائی اسکا دوچند (۱۵۶) ہی پس تمام مال (۲۳۴) ہوے اور نصیب معلوم کرنیکا طریقہ
ہی کہ نصیب مفروض (۳) کو لیکر تین مین ضرب دیا جاوے (۹) ہوے پھر تین مین ضرب دیا جاوے (۲۷) ہوے پھر تین طرح
دیے جاوین تو (۲۴) رہے پس یہی نصیب ہی اور جب اسکو تہائی مال (۷۸) سے دور کردیا تو (۵۴) رہے پھر زید کے واسطے
اسمین سے تہائی (۱۸) ملینگے پس (۳۶) باقی رہے وہ دو تہائی مال (۱۵۶) مین ملائے گئے تو (۱۹۲) ہوے جسمین سے عورت
کا آٹھوان حصہ (۲۴) ہوے جو مثل نصیب عمرو کے ہی اور باقی کی تقسیم وارثون کے درمیان جسطرح ہمنے بیان کردی ہی معلوم
ہی اور اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون پس اُسنے ایک پسر کیواسطے وصیت کی کہ اسکے حصہ مین اسقدر بطور وصیت کے دیا جاوے
کہ اسکا حصہ ملکر چوتھائی مال ہو جاوے اور تہائی مین سے باقی کے تہائی کی زید کیواسطے وصیت کردی پھر وارثون نے ایک
پسر کے حق مین جو وصیت ہی اُسکی اجازت دیدی تو تمام مال کے بارہ حصے ہونگے اور نصیب (۲) ہوگا اور چوتھائی پوری کرنی
ایک سے ہوگی اور باقی تہائی مین سے تہائی ایک ہوگا اور تخریج مسئلہ کی بطریق کتاب کے اسطرح ہی کہ ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت
نہوتی تو مسئلہ (۵) سے ہوتا کہ ہر ایک بیٹے کو ایک ایک پا جاتا پس جب اُسنے یہ وصیت کی کہ فلان بیٹے کے حصہ کو پورا کرکے
چوتھائی مال کردیا جاوے تو یہ وصیت وارث کے حق مین ہی پس بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہوگی اور جب اُنھون
نے اجازت دیدی تو طریقہ یہ ہوگا کہ مفروض مین سے جو بیٹا موصی لہ ہی اُسکا حصہ طرح دیا جاوے وہ ایک ہی تو چار رہے پھر اسکو
تین مین ضرب دیا جاوے کیونکہ زید کیواسطے تہائی باقی مین سے تہائی کی وصیت ہی پس (۱۲) ہوے اسمین سے تہائی (۴) ہی
اور چوتھائی (۳) ہی اور نصیب کے معلوم کرنیکا یہ طریقہ ہی کہ نصیب مفروض (۱) لیکر (۳) مین ضرب کیا جاوے پس (۳) ہوے
اسمین سے ایک طرح دیا جاوے (۲) رہے یہی نصیب ہی پس جب پسر موصی لہ کے حصہ کو چوتھائی سے پورا کیا گیا تو اسمین سے ایک
ملایا گیا تاکہ (۲) مین (۱) ملکر (۳) ہوے یہی چوتھائی ہی اور ایک واپس ہی تو ہمنے جان لیا کہ چوتھائی کی تکمیل ایک سے ہوئی پھر جب
اس سہم کو جس سے تکمیل ہوئی ہی تہائی مال یعنے (۴) سے دور کیا تو (۳) رہے اُسکی تہائی (۱) ہی یہ زید کو دیجائیگی پس (۲)
باقی رہے انکو دو تہائی مال (۸) مین ملایا (۱۰) ہوے جو پانچون بیٹون کے درمیان تقسیم ہونگے ہر ایک کیواسطے (۲) ہونگے
جو نصیب کے برابر ہین پھر جب پسر موصی لہ کے ان (۲) سہم مین وہ سہم ملایا گیا جو اُسکو بوصیت حاصل ہوا ہی تو تین ہوگئے پس

بھی اُسکے حصہ مین ملکہ تمام مال کی جو تہائی ہوگئی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب
پسر دیگر کی وصیت یا الامثل نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا یا مثل نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا
وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا تو موصی لہ کو تہائی مال ملے گا اور پسر کو دو تہائی ملے گا اسواسطے کہ ایک ہی بیٹا
ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم قرار دیا جائیگا اور پھر ایک سہم بوجہ وصیت کے زیادہ کیا جائے گا پس دو سہم
ہوے پھر نصیب پسر دو سہم قرار دیا جائے گا اسواسطے کہ ہمکو پسر دیگر کا نصیب دریافت کرنا ضرور ہی اور جب اُسکا
نصیب (۲) سہم ہوا تو موصی لہ کا نصیب بھی (۲) ہوا اسواسطے کہ اُسکے مثل ہی پس ظاہر ہوا کہ نصیب پسر دیگر
ایک سہم ہی اگر پسر دیگر ہوتا پس یہ سہم جو نصیب پسر دیگر قرار دیا گیا ہی طرح دیا جائیگا پس مال کے تین سہم ہے جسمین سے
موصی لہ کے دو سہم اور پسر کا ایک سہم رہا پھر بسبب استثنار کے موصی لہ کے نصیب (۱) مین سے ایک سہم نصیب پسر دیگر
مستثنی ہوگیا تو موصی لہ کے لیے ایک سہم باقی رہا اور تین سہم مین سے (۲) سہم پسر کیواسطے رہے اور اگر اس مسئلہ مین بمثل نصیب
پسر خود الا نصیب پسر ثالث کی اگر ہوتا وصیت کی تو موصی لہ کو مال کا دو پانچوان حصہ ملیگا بشرطیکہ سب وارث اجازت دیدین
ورنہ اُنکو تہائی مال ملیگا اور بیان اسکا یہ ہی کہ ایک بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم ہوا پھر وصیت کیوجہ سے ایک سہم
زیادہ کیا گیا تو (۲) ہوے پھر نصیب پسر (۳) کردیا جائیگا کیونکہ نصیب پسر ثالث دریافت کرنیکی ضرورت ہی تو
موصی لہ کا نصیب بھی (۳) ہوجائیگا کیونکہ اُسکے مثل ہی پھر نصیب پسر مین سے ایک سہم طرح دیا گیا تو مال کے پانچ سہم رہے پھر
نصیب موصی لہ (۳) مین سے ایک سہم مستثنی ہوکر پسر کے نصیب مین آجائیگا پس موصی لہ کے پاس دو سہم یعنی دو پانچوان حصہ
مال اور پسر کے پاس تین سہم رہجائینگے اور اگر ایک شخص نے (۳) پسر چھوڑے اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب یکے از پسران خود الا نصیب
یکی از پسران کی وصیت کی یا الامثل نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو دو پانچوان حصہ مال اور تینون بیٹون کو
تین سہم ملینگے اسواسطے کہ تین بیٹے ہین اور پھر (۳) بڑھالیے جاوینگے اسواسطے کہ سب نے نصیب کے مثل کی وصیت کی
ہی تو (۶) ہوے جس مین سے ہر ایک پسر کیواسطے ایک سہم ہی اور موصی لہ کے واسطے (۳) سہام ہین پھر اسمین سے ایک پسر کا
نصیب طرح دیا گیا وہ ایک سہم ہی پس مال کے پانچ سہام رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور بیٹون کے (۲) ہین پھر موصی لہ
کے نصیب مین سے ایک سہم مستثنی ہوکر بیٹون کے نصیب مین آیا تو موصی لہ کے واسطے (۲) رہے اور بیٹون کیواسطے
(۳) سہام ہیے قال المترجم اور اسمین بھی اجازت وارثان کی ضرورت ہی اور اگر اُس نے دو پسر چھوڑے اور
عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی یا الامثل نصیب پسر ثالث کے وصیت
کی تو موصی لہ کو سات سہام مین سے ایک سہم ملیگا اور ہر پسر کو (۳) سہام ملینگے اسواسطے کہ ہر دو پسر کا
نصیب (۲) لیا جائیگا اور پھر ایک سہم وصیت کا بڑھایا گیا پس مال کے (۳) سہم ہوے جسمین سے ایک سہم موصی لہ کا
اور دو سہم ہر دو پسر کے پھر ہر دو پسر کے نصیب کو تین پر تقسیم کیا جاوے تا کہ پسر ثالث کا حصہ ظاہر ہو اور چونکہ (۲) کی تقسیم
(۳) پر مستقیم نہیں ہی اسواسطے انکو تین مین ضرب دیا گیا تو (۶) ہوے اور موصی لہ کا نصیب جو واحد ہی وہ بھی تین مین ضرب دیا گیا تو
سب (۹) ہوے پھر اسمین سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دینے کے بعد سات باقی رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور

وارثون کے (۴) ہین پھر موصی لہ کے نصیب ہین سے نصیب پسر ثالث (۲) مستثنی ہوکر ہر دو پسر کے نصیب ہین آیا تو نصیب پسران (۶) ہوا اور موصی لہ کے واسطے ایک سہم باقی رہا اور اگر اُسنے ایک پسر چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اور موصی لہ کو نصف مال ملیگا اور یہ مثل نصیب پسر وحد ہے بشرطیکہ وارث اسکی اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے نصف مال کی الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت باطل اور استثنار صحیح ہے۔ اور اگر عمرو کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصف مال خود کے وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا ہے تو وصیت و استثنار دونون صحیح ہین اور موصی لہ کو چوتھائی مال ملے گا اسواسطے کہ ایک لڑکا ہونے سے مال ایک سہم ہوگا اور اسکے مثل وصیت ہونے سے ایک سہم زیادہ لیا جائیگا اور ہر سہم دو چند کیا جائیگا اسواسطے کہ ہمکو نصف مال دریافت کرنے کی ضرورت ہے پس کل مال (۴) سہم ہوا پس اس مین سے موصی لہ کو (۲) سہم دیدے اسواسطے کہ جب اُس نے موصی لہ کے حق مین نصف المال کا استثنار کیا تو ضرور ہے کہ اُس کا حصہ نصف مال سے زائد ہوگا پھر اسمین سے نصف مال مستثنے ہوکر پسر کے ساتھ ملیگا تو موصی لہ کیواسطے ایک سہم یعنی چوتھائی مال باقی رہا اور پسر کیواسطے (۳) سہام ہوگئے اور اگر اُسنے چار پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے اپنے نصف مال الا نصف یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو تہائی مال یعنی چھ سہام مین سے دو سہام ملینگے اور اگر اسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب یکی از پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کیواسطے تہائی سے وصیت اول نکال لینے کے بعد باقی کے تہائی کی وصیت کی تو پندرہ مین سے عمرو کو (۱) سہم اور زید کو (۱) سہم اور ہر ایک پسر کو (۶) سہم ملین گے اسواسطے کہ مخرج اول دو پسر کی تعداد پر (۲) لیکن حصہ عمرو کا ایک سہم بڑھایا جائیگا پس (۳) ہوے پھر نصیب ہر دو پسر (۳) مین ضرب کیا جاوے تاکہ نصیب پسر ثالث دریافت ہو پس (۶) ہوے اور نصیب موصی لہ (۳) ہوا کہ وہ بھی ضرب ہوا ہے پھر نصیب ہر دو پسر سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دیا گیا تو (۴) رہے پھر نصیب عمرو (۳) سے بقدر (۲) نصیب پسر ثالث مستثنی ہوکر نصیب ہر دو پسر مین ملگیا تو (۶) ہوے ہر ایک پسر کے واسطے (۳) ہوے اور کل مال سات سہام ہوے پھر مفروض اول (۷) دو چند کیا گیا (۱۴) ہوے اور وصیت دوم کا ایک بڑھایا گیا تو (۱۵) ہوے اور نصیب کامل (۳) تھا وہ بھی دو چند ہوکر (۶) ہوگیا اور اگر یہ مسئلہ بحالہ ہے مگر استثنار یون ہو جاوے الا نصیب پسر چہارم تو عمرو کو (۲) سہام مین سے (۴) اور زید کو (۲) اور ہر ایک پسر کو (۶) لینگے اسواسطے کہ مفروض اول تعداد پسران (۲) ہوگا پھر (۱) بسبب وصیت کے زیادہ کیا گیا پس وصیت ہر دو پسر بغرض دریافت نصیب پسر چہارم کے (۴) مین ضرب دیا جاوے پس (۸) ہوے اور موصی لہ کا نصیب بھی (۴) ہوگیا پھر ہمنے نصیب پسر ہر دو پسر مین سے نصیب پسر چہارم (۲) طرح دیا تاکہ نصیب سے استثنار ممکن ہو پس مال دس

ف مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جاوے تو نصف پر زیادتی دراہم کیساتھ صحیح کیونکہ جائز نہوگی علاوہ ازین کہ ہمکو تین سہام دیا جاویگا اور اگر یہ مراد ہو کہ استثنار باعتبار حصص کے ہے تو بھی اسی کے حق مین اسکے مثل کیجانب رجوع کیا جاویگا مثلاً کل مال کے سولہ حصے کرکے اسکو تین حصہ دیدیے جاوین یا تین سے کم کردیا جاوے یا بطور کہ مال کے تین حصہ کیے جاوین یا چوتھا یا اس سے زائد اور تین سے اسکو ایک سہم کی زیادتی کیساتھ دیا جاوے پس مقام تامل ہے ۱۲ منہ ۵ اور صورت مین اجازت وارثان کی

سہام ہوا اور نصیب چار رہا اور مستثنی (۲) ہے اور جب دوسری وصیت نکالنی منظور ہوئی تو مفروض اول دو چند کیا گیا تو (۲۰) ہوئے پھر اُسپر (۱) زائد کیا گیا تو (۲۱) ہوئے یہی کل مال ہے اور نصیب (۴) بعد دو چند کرنے کے (۸) ہوگیا اور اگر اُسنے کہا کہ الا نصیب پسر پنجم اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو عمرو کو (۲) سہام ملینگے (۲۶) اور زید کو (۱) اور ہر پسر کو دس دس ملینگے اسواسطے کہ نصیب ہر دو پسر (۲) پنجگونہ کیا جائیگا پس (۱۰) ہوئے اور نصیب موصی لہ کو ایک بھی پنجگونہ ہو کر پانچ ہوگیا اور نصیب ہر دو پسر میں سے نصیب پسر پنجم (۲) طرح دیا گیا تاکہ استخراج از نصیب ممکن ہو تو (۱۵) میں سے (۲) طرح ہو کر (۱۳) باقی رہے جسمیں نصیب (۵) ہے اور مستثنی (۲) ہے پس جب دوسری وصیت ملائی گئی تو مفروضہ دو چند کر کے ایک ملایا گیا تو (۲۷) ہیں ایک ملانے سے (۲۷) ہوگئے اور بعد دو چند کرنے کے نصیب بھی دو چند ہو کر (۱۰) ہوگیا اور وصیت اول (۶) ہوگئی اور اسی قاعدہ پر اگر استثناء میں زیادتی ہوتی جاوے مثلاً کہے الا نصیب پسر ششم یا الا نصیب پسر ہفتم یا ہشتم یا نہم یا دہم وغیرہ سب نکل آوینگے اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی والا حصہ سوم از باقی حصہ سوم یا حصہ چہارم از باقی حصہ سوم کی وصیت کی تو استثناء دوم باطل ہے اسواسطے کہ وصیت اول نکالنے کے بعد تہائی میں سے کچھ باقی نرہیگا پس ثلث مابقی کا استثناء کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر بجائے استثناء دوم کے باقی از حصہ سوم میں سے تہائی کی وصیت ہو یا باقی از حصہ سوم میں سے چوتھائی وغیرہ کی وصیت ہو تو بھی دوسری وصیت باطل ہوگی اسیوجہ سے جو ہمنے بیان کردی ہے۔ اور اگر دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکی از دو پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کیواسطے حصہ سوم میں سے وصیت اول نکالنے کے بعد باقی کی تہائی کی وصیت کی تو دونوں صحیح ہیں اسی طرح اگر نصیب نکالنے کے بعد کہا یا استثناء میں پسر چہارم کہا تو بھی دونوں صحیح ہونگے یہ منتفر قات کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا چھٹا حصہ مال واسطے فلان شخص کے ہے پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اُسکے واسطے میرا تہائی مال ہے اور وارثوں نے اجازت دیدی تو اُسکو فقط تہائی مال ملیگا اُسمیں چھٹا حصہ آ جاویگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دراہم میں سے تہائی کی یا غنم میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اس مال کی دو تہائی تلف ہوگئی اور ایک تہائی باقی رہی اور یہ ایک تہائی باقی اُس کے باقی مال کی تہائی ہے تو موصی لہ کو یہ تہائی پوری ملیگی۔ اور اگر اُس نے تین رقیق میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اُنمیں سے دو مر گئے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو باقی کی فقط تہائی ملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکو پورا باقی غلام ملجائیگا اور اگر اپنے کپڑوں میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اُنمیں سے دو تہائی تلف ہوگئی اور تہائی باقی رہی حالانکہ باقی اُسکا تہائی مال ہے تو وہ اُن کپڑوں باقی میں سے فقط تہائی کا مستحق ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب کپڑے اجناس مختلفہ سے ہوں اور اگر سب کپڑے ایک جنس کے ہوں تو وہ بمنزلہ دراہم کے ہیں اور اسی طرح مکیل و موزون بھی بمنزلہ دراہم کے ہیں اور دو مختلف امام اعظم رح کے نزدیک مثل مختلف کپڑوں کے ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم کی وصیت کی اور میت کا مال عین بھی

ف۱ یہ دوسرا استثناء ہے یعنی اس کلام میں موصی کے حصہ سے دو دفعہ استثناء ہے اور ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ استثناء بالعطف واحد ہے والا ال بھی واحد ہو ولیکن اسصورت میں تامل ہے ۱۲ ف۲ یعنی مملوک خواہ غلام یا باندی ۱۲ منہ

اور دین بھی ہے۔ پس اگر ہزار درم اسکے مال عین کی تہائی ہو تو موصی لہ کو ہزار درم دیے جاوینگے اور اگر مال عین کی تہائی نہ ہو
تو اسکو بقدر تہائی مال عین کے دیے جاوینگے پھر قرضہ مین سے جو کچھ وصول ہوتا جاوے اُسمین سے تہائی لینا جاوے گا
یہانتک کہ ہزار درم پورے ہو جاوین یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے تہائی[1] مال کی واسطے زید و بکر
کے وصیت کی حالانکہ بکر مر چکا ہے اور موصی یہ بات جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے یا واسطے زید و بکر کے اگر زندہ ہو لیکن وہ مر چکا تھا
یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اس بیت مین ہے حالانکہ بیت مذکور مین کوئی نہ تھا یا واسطے زید کے اور جس شخص کے
جو اُسکے عقب مین رہجاوے بیٹا و پوتا وغیرہ یا اُسکے واسطے اور واسطے فرزند بکر کے مگر بکر کا فرزند موصی کی موت
سے پہلے مر گیا یا واسطے زید کے اور زید کی فقیر اولاد کے یا جو اسکی اولاد فقیر ہو جاوے پھر موصی کی موت کے وقت یہ شرط
جاتی رہی یعنی اُسکی اولاد کوئی فقیر نہ رہی تو ان صورتون مین سب مال وصیت واسطے زید کے ہوگا اس واسطے کہ معدوم
وصیت استحقاق کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے پس زید کا مزاحم ثابت نہوا اور ایسا ہوا کہ گویا یہ کہا کہ واسطے زید و دیوار کے
اور اسی طرح عقب کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عقب وہ ہے جو اُسکی موت کے بعد رہجاوے پس فی الحال وہ معدوم ہوگا
اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان زید و بکر کے وصیت ہے حالانکہ بکر میت ہے یا درمیان زید و بکر کے اگر مین مر گیا حالانکہ وہ
زندہ موجود ہے یا درمیان زید و فقیر کے پھر موصی مر گیا درحالیکہ فقیر مذکور مر چکا تھا یا زندہ تھا مگر غنی تھا یا کہا کہ درمیان زید
و بکر کے اگر بکر اس بیت مین ہو حالانکہ اُسمین نہ تھا یا درمیان زید و فرزند بکر کے پھر بکر کا فرزند پیدا ہوا یا موجود تھا مگر
موصی کی وفات سے پہلے مر گیا پھر دوسرا پیدا ہوا یا کہا کہ درمیان زید و اولاد فلان کے اگر اولاد فلان فقیر ہو جاوین
مگر وے فقیر نہوے یہانتک کہ موصی مر گیا یا کہا کہ درمیان زید و میرے وارث کے یا درمیان زید و دو پسر کے
حالانکہ زید کا ایک ہی بیٹا ہے تو ان سب صورتون مین زید کو تہائی کا نصف ملیگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال
درمیان بنی زید و بنی بکر کے وصیت ہے حالانکہ انمین سے ایک کی کوئی اولاد نہیں ہے تو پوری تہائی دوسرے کی اولاد کو ملیگی
یہ کافی مین ہے۔ اور اگر واسطے زید و واسطے عمرو کے تہائی مال کی وصیت کی یا کہا کہ درمیان زید و عمرو کے وصیت ہے پھر موصی
مر گیا پھر ایک موصی لہ مر گیا تو تہائی کا نصف زندہ موصی لہ کو اور نصف دیگر موصی لہ مردہ کے وارثون کو ملیگا اسیطرح اگر موصی
کے مرنے کے بعد قبول وصیت سے پہلے ایک موصی لہ مر گیا پھر زندہ نے قبول کی تو موصی بہ کے دونون مالک ہو جاوینگے اور اگر موصی کے
مرنے سے پہلے ایک موصی لہ مر گیا تو اُسکا حصہ موصی کیطرف واپس ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان
کے و واسطے ہر اُس شخص کے جو اولاد عبد اللہ مین سے فقیر ہو جاوے پھر موصی مر گیا اور اولاد عبد اللہ سب تو انگر تھی تو پوری تہائی
فلان شخص کو ملجائیگی۔ اور اگر عبد اللہ کی بعض اولاد فقیر ہو گئی پھر موصی مر گیا تو تہائی مال درمیان فلان کے اور درمیان اُن لوگون
کے جو اولاد عبد اللہ مین سے فقیر ہوے ہین بتعداد روس[2] تقسیم ہوگا اور اگر اولاد عبد اللہ جبسے پیدا ہوے ہون برابر فقیر چلے آئے

[1] اور اگر سب باقی رہتے تو سب مین سے تہائی تہائی ملتی علی قول الاعظم بشرطیکہ مجموعہ تہائی مال سے زائد نہوتا یا وارث اجازت دیتے

[2] یعنے فلان کے ساتھ جو لوگ اولاد عبد اللہ مین سے فقیر ہوے ہین شمار کیے جاوین مثلاً چار فقیر ہوے
اور ایک فلان ہے یا پانچ آدمیون پر وہ تہائی مال تقسیم ہوگا ۱۲

یہانتک کہ موصی مرگیا تو ظاہر لفظ جو کتاب مین ذکر کیا گیا ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انکو تہائی مین سے کچھ نہ ملیگا بلکہ پوری تہائی فلان کی ہوگی اور اگر اولاد عبد اللہ جو روز وصیت سے موجود تھی مرگئی پھر اُسکے اولاد پیدا ہوئی اور وہ سب غنی ہوے پھر موصی کی موت سے پہلے فقیر ہو گئے تو تہائی مال وصیت فلان اور انکے درمیان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا اسیطرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان و واسطے ولد عبد اللہ کے ہے پھر عبد اللہ کا ولد مرگیا اور دوسرا ولد اُسکے پیدا ہوا اور ہنوز موصی نہین مرا ہے تو تہائی مال درمیان فلان و درمیان ولد عبد اللہ کے تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان اور واسطے ان اولاد عبد اللہ کے ہے اگر یہ لوگ فقیر ہو جاوین اگر وہ لوگ فقیر نہوے یہانتک کہ موصی مرگیا تو سبکی تعداد پر تقسیم ہو کر جو فلان حصہ کو پہونچے وہ اُسکو ملیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت اپنا شوہر چھوڑ کر مرگئی اور اپنے نصف مال کی کسی اجنبی کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اور شوہر کو تہائی مال ملیگا اور موصی لہ کو نصف ملیگا اور چھٹا حصہ باقی واسطے بیت المال کے ہوگا اسواسطے کہ تہائی مال وصیت اجنبی کیواسطے میراث سے مقدم ہوگا پس باقی رہا دو تہائی اسمین نصف شوہر کو ملیگا جو کل مال کا تہائی ہوا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسکا کوئی وارث مستحق نہین ہے پس اسمین سے باقی وصیت نافذ ہوگی اور باقی چھٹا حصہ ہے پس موصی لہ کو نصف پورا کر دینے کے بعد چھٹا حصہ باقی رہا جسمین نہ وصیت ہے اور نہ اُسکا کوئی وارث ہے پس بیت المال مین داخل ہوگا اسیطرح اگر مرد مرگیا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پورے مال کی کسی اجنبی کیواسطے وصیت کی مگر جورو نے اجازت نہ دی پس عورت کو چھٹا حصہ ملیگا اور پانچ چھٹے حصے اجنبی کو ملینگے اسواسطے کہ تہائی مال تو وصیت مین بلا نزاع ہو جائیگا اور باقی دو تہائی مین شرکت رہی پس اسمین سے عورت کا چوتھائی حصہ ہے اور باقی پھر موصی لہ کو ملیگا اسواسطے کہ بیت المال سے وصیت مقدم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی اولاد زید کیواسطے وصیت کی حالانکہ روز وصیت کے زید کا کوئی لڑکا نہ تھا پھر موصی کی موت سے پہلے اُسکے اولاد ہوئی پھر موصی مرگیا تو تہائی مال اولاد زید کو ملیگا اور اگر روز وصیت کے زید کی اولاد موجود ہو مگر موصی نے نہ اُنکا نام لیا کہ احمد و عمرو و بکر وغیرہ اور نہ انکی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگون کیواسطے تو یہ وصیت اُسکی اُن اولاد کے واسطے ہوگی جو موصی کی موت کے روز موجود ہون حتی کہ اگر یہ اولاد موجودہ مرجاوے اور دوسری اولاد پیدا ہو اور وہ موصی کی وفات تک زندہ موجود رہے تو انکو تہائی مال ملیگا اور اگر موصی نے اُسکی اولاد کا نام بنام بیان کر دیا ہو یا انکی طرف اشارہ کر دیا ہو تو وصیت خاصۃً انہین تک رہیگی حتی کہ اگر وہ مرجاوے تو وصیت باطل ہو جائیگی اور جبکہ انکا نام لے لیا یا انکی طرف اشارہ کر دیا تو موصی لہ متعین ہوگا پس روز وصیت کے صحت ایجاب معتبر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے عبد اللہ و زید و عمرو کے ہے عمرو کے واسطے اسمین سے سو درم ہین پھر معلوم ہوا کہ تہائی کل سو درم ہین تو یہ سب عمرو کو ملینگے اور اگر تہائی مال دو سو درم ہون تو اسمین سے سو درم عمرو کو اور باقی پچاس پچاس زید و عبد اللہ کے درمیان نصفا نصف ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر اپنے تہائی مال کی کسی شخص کیواسطے وصیت کی حالانکہ وقت وصیت کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو موصی لہ کو اس مال سے تہائی ملیگی جسکا وقت موت کے مالک ہو خواہ اُسکو بعد وصیت کے کمایا ہو یا اُس سے پہلے مگر شرط یہ ہے کہ موصی بہ مال عین یا نوع معین نہووے۔ اور اگر مال عین یا نوع معین کی اپنے مال سے مثل تہائی اپنی بکریون کے وصیت کی پھر وہ قبل اُسکی موت کے تلف ہوئی تو وصیت باطل ہو جائیگی حتی کہ اگر اُسکے بعد اُس نے دوسری بکریان یا دوسرا مال مین کمایا تو موصی لہ کا حق اُس سے متعلق نہوگا اور اگر وصیت کے وقت بکریان تھی جو دونون پھر اُنکو حاصل کیا پھر مرگیا تو صحیح یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی اور اگر کہا کہ میرا مال سے

ایک بکری کی وصیت ہے حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو موصی لہ کو ایک بکری کی قیمت دیجائیگی اور اگر ایک بکری کی وصیت کی اور اپنے مال کیطرف اضافت نہ کی یعنی یہ نہ کہا کہ میرے مال سے ایک بکری کی وصیت ہے حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو بعض نے فرمایا کہ وصیت نہین صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے۔ اور اگر کہا کہ میری بکریون مین سے ایک بکری حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہے اسیطرح علی ہذا القیاس انواع مال سے ہر نوع مین مثل اونٹ و گائے وغیرہ کے یہی حکم ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی مال صدقہ کردے پھر ایک شخص نے وصی سے یہ مال غصب کرکے تلف کرڈالا پھر وصی نے چاہا کہ یہ مال اُسپر صدقہ قرار دیدے اور غاصب اسکا مقر ہے تو مین اسکو جائز قرار دونگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیت کی تو جو بکری روز وصیت اُسکے مال مین ہے اُس سے موصی لہ کا حق متعلق نہوگا بلکہ اس بکری سے متعلق ہوگا جو روز موت کے اُسکے مال مین موجود ہو پھر جب کہ وصیت صحیح ہوئی اور انصراف وصیت اس بکری کی طرف ہوا جو موت کے روز موصی کے مال مین موجود ہو تو ہم کہتے ہین کہ اگر موصی اُسکے بعد مر گیا اور اُس نے مال چھوڑا پس اگر مال مین بکری ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین موصی لہ کو یہ بکری دیدین یا بکری کی قیمت دیدین پھر کتاب مین یہ مذکور نہین ہے کہ بکری مین سے اعلیٰ یا ادنیٰ یا اوسط کیسی بکری کی قیمت دینگے یا جس بکری کی قیمت چاہین دیدین تو حسن بن زیاد نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ وارثون کو اختیار ہے چاہین درمیانی بکری دیدین یا درمیانی بکری کی قیمت دیدین یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا بر ذون شقر واسطے فلان کے وصیت ہے تو یہ وصیت اسی بر ذون پر رہیگی جسکا وہ فی الحال مالک ہو نہ اُسپر جسکا وہ آئندہ مالک ہووے اسیطرح اگر کہا کہ میرا اندھا غلام یا سندھی یا حبشی غلام واسطے فلان کے وصیت ہے تو بھی جسکا اسوقت مالک ہے اُسی پر وصیت رہیگی نہ اُسپر جسکا آئندہ مالک ہوا اور اگر کہا کہ میرا غلام واسطے فلان کے اور میرا بر ذون واسطے فلان کے ہے اور اُسکی نسبت کسی طرف نہ کی یعنی کوئی اُسکا وصف وغیرہ بیان نہ کیا تو وصیت مین جو بر ذون و غلام اسوقت موجود ہو وہ داخل ہوگا اور نیز وقت موت تک جسکا مالک ہو جاوے وہ بھی داخل ہوگا۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ گائے واسطے فلان کے وصیت ہے تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ وارثون کو اُسکی قیمت دینے کا اختیار نہوگا اور اگر کہا کہ یہ گائے واسطے مساکین کے ہے تو وارثون کو اُسکی قیمت صدقہ کردینے کا اختیار ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر ایک شخص نے اپنی تین ام ولد باندیون اور فقرا و مساکین کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو ام ولد باندیون کو پانچ حصون مین سے تین حصے اور ایک حصہ فقیرون کو اور ایک حصہ مسکینون کو دیا جائیگا۔ اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر تہائی مال کی واسطے فلان و واسطے مساکین کے وصیت کی تو نصف فلان کو اور نصف مساکین کو دیا جائیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی تو وصی کو اختیار ہے کہ پوری تہائی ایک مسکین کو دیدے یہ صاحبین رح کے نزدیک ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دو مسکینون سے کم کو نہین دے سکتا ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی

سلہ مثلاً میری گایون مین سے ایک گائے فلان کو دیجاوے یا اونٹون مین سے ایک اونٹ حالانکہ اونٹ یا گائے اُسکے پاس نہین ہے تو وصیت باطل ہے ۱۲ منہ سلہ مترجم کہتا ہے کہ اس حکم مین تامل ہے ۱۲ سلہ یعنی فلان کے واسطے ۱۲ سلہ اشارہ ہے کہ ایسی بکری کی قیمت بھی ضرور نہین ہے بلکہ درمیانی کسی بکری کی

پھر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے شریک کر دیا یا اُس کے ساتھ تجھے داخل کر دیا تو تہائی مال دونوں
میں تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سو درم کی اور دوسرے کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر
تیسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو اُن دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو ہر یکے میں سے تہائی ملیگی۔ اور اگر ایک شخص
کے واسطے چار سو درم کی اور دوسرے کے واسطے دو سو درم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو اُن دونوں
کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو نصف مال ہر ایک کا ملیگا۔ اگر ایک شخص نے موت کے وقت وارثوں سے کہا کہ فلان شخص کا
مجھپر قرضہ ہے پس وارثوں نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر وہ مرگیا تو تہائی مال تک اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یعنی اگر قرضخواہ
نے تہائی سے زیادہ کا دعوی کیا اور وارثان نے تکذیب کی تو تہائی مال تک پا سکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر باوجود اسکے اُسنے
وصیتیں کی ہوں تو صاحبان وصیت کیواسطے تہائی مال نکالدیا جائیگا اور دو تہائی مال وارثوں کو ملیگا کذا فی الکافی پھر جب
صاحبان وصیت کو تہائی مال جدا کرکے دیدیا گیا تو اصحاب وصیت سے کہا جائیگا کہ تم لوگ جسقدر چاہو میت کی تصدیق کرو اور
وارثوں سے کہا جائیگا کہ جسقدر چاہو تصدیق کرو پس اگر ہر فریق نے کسی قدر مال کی تصدیق کی تو ظاہر ہوگا کہ قرضہ تمام ترکہ
کے ہر دو حصے میں شائع ہے پس صاحبان وصیت کی تہائی میں سے تہائی مال اقراری کی لیجائیگی اور وارثوں سے اُنکے اقراری
مقدار کی دو تہائی سے لیجائیگی اور ہر فریق کا اقرار اُسکے مقدار حق میں نافذ ہوگا اور دونوں میں سے ہر فریق سے اُنکے علم پر قسم
لیجائیگی اگر مقر لہ نے اس سے زیادہ کا دعوی کیا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اجنبی و وارث دونوں کیواسطے وصیت کی تو
نصف وصیت اجنبی کو ملیگی اور وارث کے حق کی وصیت باطل ہوجائیگی اور اسیطرح اگر قاتل اور اجنبی کے واسطے وصیت
کی تو قاتل کا حق نصف وصیت باطل ہوگی اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب کسی مال عین یا دین کا اجنبی و وارث
دونوں کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں اجنبی کیواسطے بھی اقرار صحیح ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور امام تمرتاشی نے فرمایا
کہ یہ اقرار باطل ہونیکا حکم جو ذکر فرمایا ہے ایسی صورت میں ہے کہ جب دونوں نے دونوں کیواسطے شرکت ہونے کی تصدیق کی اور اگر
اجنبی نے شرکت وارث ہونے سے انکار کیا یا وارث نے شرکت اجنبی سے انکار کیا تو وارث کے حق میں اقرار باطل ہے
اور فرمایا کہ اجنبی کے حصہ میں اقرار صحیح ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر کسی کے حق میں چوپایہ سواری کا یا کپڑے کی وصیت کی تو
وارثوں کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ کو جو جانور سواری یا جو کپڑا چاہیں دیدیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے تین کپڑے
اعلی و اوسط و ادنی ہوں پس اُسنے تین شخصوں میں سے ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک کپڑے کی وصیت کی پھر ایک
کپڑا ضائع ہوگیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس کا کپڑا تلف ہوا ہے اور وارث لوگ انکار کرتے ہیں تو وصیت باطل ہوجائیگی
اور وارثوں کے انکار کے یہ معنی ہیں کہ وارث ہر ایک موصی لہ معین سے یہ کہتا ہے کہ جو کپڑا تیرا حق تھا وہی ضائع ہوگیا ہے
پس مستحق مجہول ہے اور اسکا مجہول ہونا صحت حکم قضا و تحصیل مقصود سے مانع ہے پس وصیت باطل ہوجائیگی الا یہ کہ وارث
لوگ دونوں باقی کپڑوں کو تسلیم کریں پس اگر انھوں نے تسلیم کیا تو مانع یعنی انکار زائل ہوگیا پس مستحق اعلی کو اعلی

ف یعنے شامل ہے ۱۲ ف جاری ہونے والا ۱۲ ف قولہ اعلی مراد یہ کہ موجودہ میں سے جو اعلی ہو ۱۲ ف فی نفسہ ۱۲ م ف قرضخواہ ۱۲ ف وصیت نہیں کی ۱۲

کپڑے کی دو تہائی ملیگی اور مستحق اوسط کو اعلے میں ایک تہائی اور ادنے میں سے ایک تہائی اور مستحق ادنے کو ادنے میں سے دو تہائی دیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہو پھر دونوں میں سے ایک شریک نے اُسمیں سے ایک بیت معین کی زید کیواسطے وصیت کر دی تو دار مذکور تقسیم کیا جائیگا پس اگر وہ بیت معین موصی کے حصے میں پڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا بیت موصی لہ کو دیدیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا نصف دیا جائیگا اور اگر دوسرے شریک کے حصہ میں آیا تو موصی لہ کو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیت مذکور کے گزون کی پیمایش کے برابر موصی کے حصہ میں سے ناپ دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف بیت کے گزون کی پیمایش کے برابر ناپ دیا جائیگا۔ اور اگر زید نے غیر کے مال سے ہزار درم معین کی کسی شخص کے واسطے وصیت کر دی پھر موصی کی موت کے بعد مالک مال نے اجازت دیدی اور موصی لہ کو دراہم مذکورہ دیدیے تو جائز ہے اور مالک مال کو بعد اجازت کے بھی دیدینے سے انکار کر جانے کا اختیار باقی ہے بخلاف اسکے اگر موصی نے اپنے مال میں سے تہائی سے زائد کی وصیت کی یا قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پھر وارثون نے اجازت دیدی تو اس صورت میں وارثون کو بعد اجازت دینے کے سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے زید کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ اسکے باپ نے عمرو کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہون کی گواہی پر اعتبار کر کے عمرو کو دیا جائیگا اور جسکے واسطے وارث نے اقرار کیا ہے اُسکو کچھ نہ ملیگا فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی ہے پھر اسکے بعد کہا کہ نہیں بلکہ عمرو کے واسطے تہائی کی وصیت کی ہے یا کہا کہ تہائی کی وصیت کی ہے واسطے زید کے نہیں بلکہ واسطے عمرو کے تو مال مذکور دونون صورتون مین اول کو ملیگا دوسرے کو کچھ نہ ملیگا فرمایا کہ اگر وارث نے باقرار متصل اقرار کیا کہ تہائی کی وصیت واسطے زید کے ہے اور اسکی وصیت واسطے عمرو کے کی ہے تو مین تہائی مال دونون مین مشترک برابر کر دونگا۔ فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی کی وصیت واسطے زید کے کی ہے اور اُسنے زید کو دیدیا پھر کہا کہ نہیں بلکہ واسطے عمرو کے کی ہے تو وہ عمرو کے واسطے ضامن ہوگا حتی کہ اُسکے مثل عمرو کو دیگا اور اول یعنے زید کے حق مین اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر اُسنے اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا اور اگر وارث نے زید کے واسطے ہزار درم معین کی وصیت کا اقرار کیا اور یہ تہائی مال ہے پھر اسکے بعد عمرو کیواسطے تہائی مال کی وصیت ہونیکا اقرار کیا پھر مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس ہزار مذکور کی وصیت واسطے اول کے نافذ کریگا اور دوسرے کا وارث پر کچھ نہوگا۔ اور فرمایا کہ اگر دو وارثون نے گواہی دی کہ میت نے واسطے زید کے تہائی کی وصیت کی ہے پھر زید کو دونون نے اسقدر مال دیا پھر دونون نے گواہی دی کہ میت نے اس مال کی فقط عمرو کے واسطے وصیت کی تھی اور دونون نے کہا کہ ہمین سے غلطی واقع ہوئی ہے تو زید کے حق مین دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی۔ اور دونون اسقدر مال کے مثل کے عمرو کے واسطے ضامن ہونگے پس عمرو کو اسقدر مال دینگے اور اگر دونون نے زید کو کچھ دیا نہو تو عمرو کے حق مین دونون کی گواہی کو جائز رکھونگا اور اول کے حق مین وصیت باطل کر دونگا یعنے حکم دونگا کہ اول کے حق مین وصیت باطل ہے۔ فرمایا کہ اگر وارث تین ہون اور مال تین ہزار درم ہون پھر ہر وارث نے ایکہزار درم لیے پھر انمین سے ایک نے

اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی تھی اور باقی دونوں نے اس سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا استحساناً اپنے مقبوضہ کی تہائی زید کو دیدیگا اسی طرح اگر دو وارث ہوں اور مال دو ہزار درم ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی وارث مقر اپنے مقبوضہ میں استحساناً ایک تہائی زید کو دیگا اور اگر ترکہ ایک ہزار مال عین ہو اور ایکہزار دونوں وارثوں میں سے ایک پر قرضہ ہو پھر جسپر قرضہ نہیں ہو اُسنے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اس شخص زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہو تو زید اس ہزار درم عین میں سے تہائی لے لیگا اور باقی دو تہائی اقرار کرنے والے کی ہوگی فرمایا کہ اگر ایک شخص نے (۲) بیٹے اور (۲۰) درم چھوڑے پس دونوں نے آدھے آدھے بانٹ لیے پھر دونوں میں سے ایک وارث غائب ہو گیا اور حاضر پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے حق میں تہائی کی وصیت ہو تو وہ حاضر کے مقبوضہ میں سے نصف لے لیگا اسواسطے کہ اُسنے گواہوں سے یہ بات ثابت کر دی کہ دونوں کا حق ترکہ میں برابر ہو پس اس مقام پر موافق حکم قیاس کے اختیار کیا ہو بخلاف مسئلہ اقرار کے واسطے[ف ۱] کہ اس مقام پر مشہود لہ کی وصیت حاضر و غائب دونوں کے حق میں ثابت ہوتی ہو کہ جب غائب آویگا تو ان دونوں کو اختیار ہوگا کہ غائب نے جو کچھ اپنے حق سے زائد لیا ہو اس سے واپس لیویں پس وہ مع اپنے مقبوضہ کے کالمعدوم قرار دیا جائیگا بخلاف مسئلہ اقرار کے کہ وہاں اقرار فقط اُسکی ذات پر حجت ہو دوسرے پر نہیں ہو کذا فی المبسوط بتوضیح من المترجم موصی بہ میں بعد موت موصی کے قبل اسکے کہ موصی لہ وصیت کو قبول کرے جو زیادتی پیدا ہو جاوے جیسے بچہ یا کرایہ یا کمائی یا ارش تو وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اسکا اعتبار بھی تہائی سے ہوگا اور اگر موصی لہ کے قبول کرنے کے بعد تقسیم سے پہلے حادث ہو تو اسکو امام محمد رہ نے ذکر نہیں کیا ہو اور قدوری نے ذکر فرمایا کہ وہ موصی بہ نہو گی کہ وہ موصی لہ کو تمام مال سے اعتبار کر کے[ف ۲] ملیگی گویا کہ بعد تقسیم کے حادث ہوئی ہو اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اعتبار کیا جائیگا کہ یہ تہائی مال ہوتا ہو یا زائد ہوتا ہو پس تہائی مال تک معتبر رہے گی یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ایک باندی کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے بچہ جنی اور دونوں تہائی مال ہوتے ہیں تو دونوں موصی لہ کو ملیں گے اور اگر دونوں تہائی مال میں نہ آتے ہوں تو پہلے اُسکی وصیت باندی میں نافذ ہوگی۔ پھر بچہ میں نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دونوں میں برابر نافذ ہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چھ سو(۶۰۰) درم ہیں اور ایک باندی تین سو(۳۰۰) درم کی ہو پس اُسنے ایک شخص کے واسطے باندی کی وصیت کی پھر مر گیا پھر تقسیم سے پہلے باندی ایک بچہ جنی جو تین(۳۰۰) سو درم قیمت کا ہو تو امام رہ کے نزدیک موصی لہ کو باندی اور دو تہائی بچہ ملیگا اور صاحبین کے نزدیک تہائی باندی اور دو تہائی بچہ کو ملیگا۔ اور یہ سب اُسوقت ہو کہ جب بٹوارہ سے پہلے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی اور اگر بعد قبول کے اور بعد تقسیم کے جنی تو بچہ بالاتفاق موصی لہ کا ہوگا اور

ف ۱ قولہ اعتبار یعنے یہ اعتبار نہوگا کہ میت کا حق اسکے تہائی مال میں رہا ہے پس اسی سے ہونا چاہیے بلکہ سب مال سے اختیار ہوگا ۱۲ منہ ف ۲ قولہ دو تہائی بچہ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ میں ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ یہ غلطی کاتب کی ہو اور صحیح دونوں مقام پر ثلث یعنے ایک تہائی بچہ ملے گا ۱۲ منہ ف درصورتیکہ دوسرے قرضدار نے انکار کیا ہو ۱۲ ف کہ اسمیں استحسان کو اختیار کیا ہو ۱۲ ف اسواسطے کہ گواہی ہو ۱۲ ف یعنے باندی دیدی جائیگی ۱۲ ف پس جملہ تہائی پوری کیجائیگی ۱۲ ف حتے کہ تہائی اسکی پوری ہو جائیگی ۱۲ ف یعنے وصیت قبول کرنے سے پہلے ۱۲

اگر بعد قبول کے تقسیم سے پہلے جنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ بچہ موصی بہ نہوگا۔ اور تہائی سے اسکا برآمد ہونا اعتبار نہ کیا جائیگا اور پورے مال سے موصی لہ کا ہوگا یعنے اعتبار کیا جائیگا کہ پورے مال کا تہائی ہے جیسا کہ بعد تقسیم کے پیدا ہونیکا حکم ہے کہ وہ موصی لہ کا ہوگا اور موصی بہ ہو کر تہائی سے معتبر نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ موصی بہ ہو جائیگا حتی کہ اسکا تہائی سے برآمد ہونا اعتبار کیا جائیگا جیسا کہ قبل قبول کے پیدا ہونے میں حکم ہے۔ اور اگر موصی کی موت سے پہلے بچہ جنی ہو تو بچہ وصیت میں داخل نہوگا اور میت کے ملک کے احکام میں باقی رہیگا اسواسطے کہ قصداً و صراحتہً وہ وصیت میں داخل نہیں ہوا اور اگر موصی بہ نے کچھ مال کمایا تو سب صورتوں میں مثل بچہ کے تفصیل وار اسکا بھی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص کی باندی تین سو[۳] درم قیمت کی ہے اور سوائے اُسکے اسکا کچھ مال نہیں ہے پس مالک نے زید کے واسطے اسکی وصیت کر دی پھر مر گیا پھر اُسکے وارث خالد نے بدون حاضری زید کے اُسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بکر کے پاس وہ باندی تین سو[۳] درم قیمت کا بچہ جنی پھر زید آیا اور اُس نے بیع کی اجازت ندی تو مشتری کو دو تہائی باندی اور دو تہائی بچہ دیا جائے گا اور تہائی باندی اور نواں حصہ بچہ زید کو ملے گا اور دو نویں حصے بچہ کے وارثوں کو واپس ملیں گے۔ اور اگر باندی کے بدن میں زیادتی[۱] ہو گئی یا اُسکی قیمت[۲] بڑھکر چھ سو[۲] درم ہو گئی تو دو تہائی باندی مشتری کو مسلم دیجائیگی اور ایک تہائی وارثوں کو ملیگی اور اگر باندی میں نقصان آ گیا جس سے اُسکی قیمت سو درم رہ گئی تو موصی لہ اُنمیں سے تہائی لے لے[۱۲] لیکن اُنکو وارثوں سے اسکی قیمت میں سے (۴۴) درم اور چار نویں حصے درم کے یعنے پوری تہائی کر کے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے

چوتھا باب۔ بیٹے کا اپنے مرض میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کرنیکے بیان میں اور جنکی تقدیم اُسکے ترکہ میں کیجائیگی اُسکے بیان میں۔ اگر ایک شخص ایک بیٹا او تین ہزار درم چھوڑ کر مرا اور اُس نے زید کے واسطے ان درموں میں سے دو ہزار درم کی وصیت کر دی ہے پھر بیٹے نے اپنے مرض میں اس وصیت کی اجازت دی پھر مر گیا اور اسکا اسکے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو موصی لہ کو ایک ہزار درم بلا اجازت[۱] ملیں گے اور دو ہزار درم کی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی جو بیٹے کا مال ہے اور اگر بیٹے نے باوجود اجازت کے اقرار کیا کہ میرے باپ نے عمرو کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی ہے تو دو ہزار درم کی ایک تہائی امام اعظم رح کے نزدیک زید و عمرو دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو گی اور صاحبین رح کے نزدیک پانچ حصے ہو کر اس طرح تقسیم ہو گی کہ زید کو تین پانچویں حصے اور عمرو کو دو پانچویں حصے ملینگے اور اگر بیٹے کی وصیت اپنے مرض میں خود کسی مملوک کا آزاد کرنا ہے تو باپ کی وصیت کی اجازت پر اسکے آزاد کرنے کی وصیت کو ترجیح ہو گی اسی طرح اگر اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا اسواسطے کہ وارث کا اجازت دینا بمنزلہ وصیت کے ہے اور مرض میں آزاد کرنا بھی وصیت ہے اور دو وصیتیں ہر گاہ مجتمع ہوں اور دونوں میں سے ایک عتق کی وصیت ہو تو عتق کی وصیت کو ترجیح ہو گی اور قرضہ بہ نسبت وصیت کے مقدم

---

[۱] قولہ زیادتی جس سے اسکی قیمت بڑھی ۱۲ [۲] قولہ یا اسکی قیمت ظاہرا حرف واو ہے ولیکن نسخہ میں یہی ہے ۱۲ [۳] یعنے ضمن استحقاق موصی بہ میں وہ دیا جائیگا ۱۲ [۴] یعنے وارثوں کے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ۱۲ [۵] یعنی دو ہزار درم جو بیٹے کا مال ہے اسکی تہائی بھی بلا اجازت ملے گی ۱۲

ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وارث نے اپنی صحت میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دی ہو تو عتق[ف] اور
اقرار قرضہ و وصیت مذکورہ سب سے مقدم ہوگی اسی طرح اگر اُسنے باپ کی وصیت کی اجازت اور باپ پر قرضہ کا
اقرار دونوں اپنی صحت میں کیا تو پہلے وصیت ادا کیجائے گی پھر اگر کچھ باقی رہا تو قرضخواہوں کو ملیگا پس اگر
اُنکا قرضہ پورا ادا ہو گیا تو وارث کچھ ضامن نہوگا اور اگر پورا ادا نہوا تو جسقدر اُس نے اجازت میں ضائع کیا ہے
اُسکے مثل ضامن ہوگا۔ اور اگر زید کے وارث کے باپ پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور موصی لہ نے یہ دعویٰ
کیا کہ اس وارث کے باپ نے اپنے باپ کی وصیت جو میرے حق میں ہے اسکی اجازت دیدی ہے پس وارث نے دونوں
کی تصدیق کی اور ساتھ ہی تصدیق کی تو قرضخواہ کا قرضہ مقدم ہوگا پھر اگر موصی لہ کیواسطے کچھ بچا تو وارث اُسکے
واسطے کچھ ضامن نہوگا خواہ اُسنے حالت مرض میں دونوں کی تصدیق کی ہو یا حالت صحت میں۔ اور فرمایا کہ اگر وارث نے
اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دیدی پھر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا پھر اسکے بعد اگر کچھ باقی رہا پس اگر
وارث میت کے وارثوں نے اس اجازت کو تمام منظور نکیا تو موصی لہ کو اس باقی میں سے فقط ایک تہائی ملے گی یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر مرض میں اُسنے وصیت پدر کی اجازت دی پھر اپنے باپ پر اور اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو پہلے اُسکے باپ کا قرضہ
دیا جائیگا پھر اُسپر قرضہ پھر وصیت جسکی اجازت دی ہے وہ نافذ کی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اور اس غلام
کے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے اُسنے اپنے مرض الموت میں اسکو آزاد کیا اور ایک وارث عمرو چھوڑ کر مر گیا اور اس وارث کا بھی
ایک غلام ہے جسکی قیمت غلام اول کی قیمت کے برابر ہے اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر عمرو نے اپنے مورث کی وصیت
کی اجازت دیدی اور اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر دیا تو اسکے وارث کی بلا اجازت اول غلام میں سے
تہائی آزاد ہو جائیگا بدون اسکے کہ اُسپر سعایت لازم آوے اور یہ ظاہر ہے کہ پھر دو تہائی غلام اول اور پورا غلام
دوم دونوں غلاموں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جسمیں سے تین حصے غلام اول کو اور دو حصے غلام دوم کو ملینگے
ایک مریض کے دو ہزار درہم ہیں اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اُسکی موت کا وقت آیا اور اُسنے موت کے وقت
درموں میں سے ایک ہزار درم کی زید کے لیے وصیت کر دی اور عمرو کے واسطے باقی ہزار درم کی وصیت کر دی پھر مر گیا پھر
اُسکے بیٹے نے دونوں وصیتوں کی آگے پیچھے اجازت دیدی مگر اجازت حالت مرض میں دی اور سوائے اس میراث کے
اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو دو ہزار درم کی تہائی دونوں زید و عمرو کے درمیان میت اول کی وصیت پر تقسیم ہوگی ایک شخص کے
پاس ہزار درم ملک میں اُسنے ان درموں کی زید کیواسطے وصیت کی پھر مر گیا اور عمرو اُسکا وارث ہوا اور عمرو کے پاس بھی
ہزار درم ملک میں پس عمرو نے اپنے ذاتی درموں کی اور جسکا وارث ہوا ہے سب کی خالد کے واسطے وصیت کر دی پھر عمرو مر گیا
اور اُس نے بکر وارث چھوڑا پھر بکر نے اپنے مرض الموت میں اپنے باپ دادا دونوں کی وصیتوں کی اجازت دیدی پھر مر گیا
اور سوائے مال میراث کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو پہلے موصی لہ کو اول ہزار درم میں سے تہائی بلا اجازت ملیگی پھر اول ہزار کی باقی
دو تہائی دوسرے ہزار میں ملائی جائیگی پھر اسمیں سے ایک تہائی دوسرے موصی لہ کو بلا اجازت ملیگی پھر [illegible]

ف یعنی آزاد کرنا غلام و باندی کو ۱۲ منہ

مال کی تہائی بیکر موصی لہ اول اور موصی لہ دوم کے درمیان بحساب ہر ایک کے حق کے جو اُسکا اجازت کے بعد باقی رہگیا ہے تقسیم کی جائیگی یہ محیط میں ہے

فصل - حالت الوصیۃ کے اعتبار کے بیان میں - اگر ایک مرد مریض نے ایک عورت کیواسطے قرضہ کا اقرار کیا یا اُس کے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا پھر مر گیا تو ہمارے نزدیک اُسکا اقرار جائز ہوگا اور وصیت و ہبہ باطل ہونگے اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کافر یا رقیق کے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کر کے سپرد کر دیا یا اُسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکی موت سے پہلے بیٹا آزاد کر دیا گیا یا مسلمان ہو گیا تو یہ سب باطل ہو گیا۔ اسی طرح اگر بیٹا مکاتب ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے - ایک مریض نے وصیت کی حالانکہ وہ ضعف کی وجہ سے بول نہیں سکتا ہے پس سر سے اشارہ کیا اور اُسکی حالت سے معلوم ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا اشارہ سمجھا جائیگا تو جائز ہے ورنہ نہیں - اور یہ اُسوقت ہے کہ جب وہ بولنے پر قادر ہونے سے پہلے مر جائے کیونکہ ایسی ہی صورت میں یہ ظاہر ہو جائیگا کہ اُسکے کلام کرنے سے یاس ہو چکی تھی پس مثل گونگے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور جو شخص پانوں سے لنجا یا ہاتھ سے لنجا یعنے اُسکا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا جاتا رہا ہو اور جو شخص مفلوج ہو یعنے فالج نے مارا ہو یا اُسکو سل کی بیماری ہو پس اگر ایسے مریض کو زمانہ دراز گذرا اور حالت ایسی ہو گئی کہ اُسکے موت کا خوف[1] نہ رہا تو وہ مثل صحیح آدمی کے ہے حتّٰے کہ اگر اُسنے پورا مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہے پھر اگر اسکے بعد وہ چار پائی سے لگ گیا تو یہ بمنزلہ مرض جدید پیدا ہو جانے کے ہے - اور اگر ابتداے حال میں جب اُسکو مرض پیدا ہوا ہے انھیں ایام میں مر گیا حالانکہ چار پائی سے لگ گیا تھا تو وہ ایسا مریض ہے جسکی ہلاکت کا خوف ہے اسی وجہ سے اُسکی دوا کیجاتی ہے پس وہ مریض مرض الموت کا مریض ہے کہ اُسکے ہبہ کا اعتبار تہائی مال سے[2] ہوگا یہ کافی میں ہے - ایک شخص نے وصیت کی پھر مجنون ہو گیا پس اگر جنون مطبق ہو گیا تو یہ قاضی کی راے پر ہے اگر اُس نے اجازت دیدی تو جائز ہوگی ورنہ باطل ہو جائیگی اور اگر کچھ مدت مقرر کرنیکی ضرورت پیش آئی تو فتوے اس بات پر ہے کہ تصرفات کے حق میں جنون مطبق کی میعاد ایک سال ہے[3] یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر ایک شخص قید خانہ میں قصاص یا رجم کیواسطے قید ہو تو اُسکا حکم مثل مریض کے نہیں ہے اور جب قتل کیواسطے نکالا گیا تو اس حالت میں اُسکا حکم مثل مریض کے ہے - اور اگر صف قتال میں ہو تو مثل صحیح کے ہے اور جب لڑائی کیواسطے نکلا[4] تو اس حالت میں مثل مریض کے ہے - اور اگر کشتی میں ہو تو حکم اُسکا مثل صحیح کے ہے اور جب موجیں شورش کریں اس حالت میں اُسکا حکم مثل مریض کے ہے - اور اگر دوبارہ قید خانہ میں لوٹا یا گیا قتل نہ کیا گیا یا لڑائی کے بیچ میدان سے لوٹ کر صف میں آگیا یا موجیں ٹھہر گئیں تو اُسکا حکم ایسے مریض کے مانند ہے جو مرض سے اچھا ہو گیا کہ اُسکے تمام تصرفات اُسکے پورے مال سے نافذ ہونگے یہ شرح طحاوی میں ہے - اور مجذوم اور چوتھیا بخار اور باری بیچ دیکر بخار والا اگر چار پائی سے لگ گیا تو اُسکا حکم مرض الموت کے مریض کے مانند ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی یا کوئی مرض ایسا

[1] یعنی اس مرض سے ایسا خوف نہ رہا جیسا مرض الموت کے مریض سے غالبًا علے الاتصال خوف ہوتا ہے کہ وہ چار پائی سے لگ جاتا ہے ۱۲ [2] یعنے اگر کل مال ہبہ کیا تو تہائی ملسکتی ہے بلا اجازت اور باقی دو تہائی واپس لیجائیگی ۱۲ منہ [3] اور بعضے شراح متون نے تصریح فرمائی ہے کہ مراد سال سے سال شمسی مراد ہے ۱۲ [4] اس زمانہ میں جبتک لڑائی شروع نہو تب تک صف قتال میں مثل مریض کے ہونا چاہیے ۱۲ منہ
[5] یعنے مرض مذکور سے مر گیا ۱۲ [6] ہارک محض ۱۲ [7] یعنے آزاد ہو گیا قبل موت موصی کے ۱۲

پیدا ہوا ایسا کہ اُسکو گویائی کی طاقت نہ رہی پھر اُسنے وصیت میں کسی شی کیطرف اشارہ کیا یا کسی چیز کی وصیت لکھ دی حالانکہ اس حالت پر اُسکا زمانہ دراز ہوگیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سال گذر گیا تو یہ بمنزلہ گونگے کے ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر عورت کے درد زہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت میں کرے اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوگا اور اگر وہ اچھی ہو گئی تو اُسکا یہ فعل اُسکے پورے مال سے جائز ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے

پانچواں باب۔ مرض الموت میں عتق و محاباۃ و ہبہ کے بیان میں۔

اگر اپنا غلام آزاد کرنیکی وصیت کی تو آزاد نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ وارث لوگ اُسکو آزاد کر دیں اور اُسکو اختیار رہیگا کہ اس وصیت سے بقول یا بفعل رجوع کرے جیسا کہ اور وصایا میں حکم ہے اسواسطے کہ یہ حکم بالاتفاق ہے تو جبتک آزاد کیا نجاوے تب تک فقط حکم دینے سے وہ آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں آزاد کیا یا بیع محابات کی یا ہبہ کیا تو یہ سب جائز ہے اور اسکا اعتبار تہائی مال سے ہوگا اور صاحبان وصیت کے ساتھ شریک کیا جائیگا۔ اسی طرح مثل کفالت و ضمان کے جو مریض نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو وہ بھی وصیت کے حکم میں ہے۔ اور اگر مشتری کے ہاتھ محاباۃ سے فروخت کیا پھر آزاد کیا حالانکہ تہائی مال میں قدر محاباۃ و عتق دونوں کی گنجایش نہیں ہے یعنی تہائی اسقدر کم ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک محابات اولے ہوگی اور اگر آزاد کیا پھر محاباۃ کی تو بھی یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں مسئلوں میں عتق اولے ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر محابات کی پھر آزاد کیا پھر محابات کی تو تہائی مال دونوں محاباتوں میں بسبب دونوں کے برابر ہونے کے نصفا نصف تقسیم کر دیا جائیگا پھر جو کچھ محابات اخیرہ کے حصہ میں آیا ہو وہ دونوں محاباتوں اور عتق کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی پھر آزاد کیا تو تہائی مال درمیان محابات اور عتق اول کے تقسیم ہوگا پھر جو عتق کے حصہ میں آیا ہے وہ عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال میں عتق اولی ہے کذا فی الہدایہ اور محابات کی صورت یہ ہے کہ مریض نے سو درم کی چیز پچاس درم میں فروخت کر دی یا پچاس درم کی چیز سو درم میں خریدی تو جسقدر بحال صورت خرید میں زائد دیا ہے یا بیع میں کم لیا ہے وہ محابات ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ میرا غلام میری موت کے بعد آزاد کیا جاوے یا کہا کہ تم لوگ اُسکو آزاد کر دو یا کہا کہ میری موت سے ایک روز بعد وہ آزاد ہے اور ایک شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونوں تہائی مال میں حصہ رسد داخل ہونگے اور یہ ایسا عتق نہیں ہے جو تہائی مال سے اولاً شروع کیا جاوے پھر اگر بچے تو بھی لہ وغیرہ کا ہو بلکہ اولاً جب شروع کیا جائیگا کہ جب اُس نے یوں کہا کہ وہ غلام میری موت کے بعد آزاد ہے بطور تدبیر کہا یا اُسکو اپنے مرض میں قطعاً آزاد کر دیا یا کہا کہ اگر اس مرض میں مجھے موت آوے تو یہ آزاد ہے تو ایسے کے حق میں یہ حکم ہے کہ وصیت سے پہلے اُسکے ساتھ ابتدا کیجاوے گی اسیطرح جو عتق بعد موت کے بلا قید وقت واقع ہوگی ابتدا وصیت سے پہلے ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ

سلے قال یعنی مثلاً محابات فروخت کیا کہ ہزار درم کا مال پانچسو درم میں دیدیا تو جسقدر نفع ہے یعنی پانچسو درم اُسمیں سے تہائی مال تک وصیت معتبر ہوگی اور باقی مشتری ادا کرے گا یعنی پانچسو درم تو مشتری دیچکا ہے اور پانچسو درم باقی میں فرض کرو دو سو درم میت بائع کا تہائی مال ہے وہ مشتری کو بطور وصیت دیئے جاوینگے لیکن اگر اور بھی وصیتیں ہوں تو حصہ رسد مشتری اسی دو سو درم میں شریک کیا جائیگا ۱۲ سلے یعنی تہائی مال جسقدر غلام کے حصہ میں آ جو آئیگا وہ اُس سے معاف ہو کر باقی قیمت کے لیے وارثوں کیواسطے سعایت کریگا ۱۲ منہ سلے آزاد کرنا ۱۲

وہ میری موت کے ایک روز یا ایک مہینہ بعد آزاد ہے پھر مدت گذر گئی تو امام محمد رح سے ابن سماعہ کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ بدون اعتاق وارثان یا وصی کے وہ آزاد نہوگا[1] یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اپنی باندی کو اپنے مرض مین آزاد کر دیا اور بعد آزاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جنی تو اُسکا بچہ[1] وصیت مین داخل نہوگا اور اگر اپنے ایک غلام کو مدبر کیا اور دوسرے سے کہا کہ مجھے اس مرض مین موت آجاوے تو تو آزاد ہے پھر اس مرض مین مر گیا تو دونون تہائی مین حصہ دار ہونگے اسواسطے کہ بعد موت کے استحقاق مین مساوی ہین یہ مبسوط مین ہے اگر اُس نے مرض الموت مین کہا ہو پس دونون موصیٰ لہ ہوے پس تہائی مال مین حصہ دار ہونگے اور اگر اپنے غلام کیواسطے کسی قدر دراہم معلومہ کی یا کسی چیز معلوم کی وصیت کی تو جائز نہین ہے اور فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے کسی قدر اُسکے رقبہ کی وصیت (یعنی مثلاً تیرا جو تہائی تیرے واسطے وصیت ہے) تو اسیقدر آزاد ہو جائیگا اور باقی کے واسطے سعایت کریگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ منزلہ ایسی صورت کے ہے کہ اپنی زندگی مین اُسکو اُسکے رقبہ مین سے کسی قدر ہبہ کر دیا اور اگر اُسکے واسطے پورے رقبہ کی وصیت کی تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسیطرح اگر اُسکو اُسکا رقبہ ہبہ کیا یا صدقہ کر دیا اور یہ اپنے مرض مین کیا تو بھی باقی سے آزاد ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت جائز ہے اور تہائی غلام بعد موت کے آزاد ہو جائیگا پھر دیکھا جائیگا اگر اُسکا مال درہم یا دینار ہون تو غلام کی دو تہائی قیمت اگر اسی قدر ہو جسقدر اُسکے باقی مال سے وجب ہوا ہے تو قصاص ہو جائیگا یعنی بدلا برابر ہوکر پورا غلام آزاد ہو جائیگا اور اگر مال مین اُسکا حق زائد ہو تو بقدر زائد اُسکو دیا جائیگا اور اگر غلام کی دو تہائی قیمت مین زیادتی ہو تو بقدر زائد وارثون کو دیگا اور اگر ترکہ عروض ہو تو بدلا برابر نہین ہو سکتا ہے جبتک وارثون و غلام مین باہمی رضامندی ہو جاوے اسواسطے کہ جنس مختلف ہے اور بعد رضامندی باہمی کے قصاص ہو جائیگا پس اگر رضامندی نہوئی تو اُسپر لازم ہوگا کہ اپنی دو تہائی قیمت سعایت کرکے ادا کرے اور غلام کے واسطے اُسکے باقی مال سے تہائی ملیگی اور وارثون کو اختیار ہوگا کہ باقی مالون مین سے تہائی فروخت نہ کرین یہانتک کہ اُنکو سعایت کا مال حاصل ہو اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک پورا غلام مدبر ہو جائیگا اور جب مریض مر جاوے تو پورا غلام آزاد ہو جائیگا اور عتق باقی تمام وصیتون سے مقدم رہیگا پس اگر تہائی مال اُسکی مقدار قیمت سے زائد ہو تو وارثون پر واجب ہوگا کہ زیادتی اُس غلام کو دیدین اور اگر اُسکی قیمت زائد ہو تو زیادتی کے واسطے اُسپر سعایت کرنی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر اس غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا کہ وصیت کی تو یہ وصیت اول سے رجوع ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے مرض مین اپنے ایک غلام سے اور ایک مدبر سے جن دونون کی قیمت برابر ہے یہ کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو تہائی مال دونون مین تین حصے ہوگا جنمین سے ایک حصہ غلام کیواسطے اور دو حصہ مدبر کے واسطے ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میرے غلام سے اسقدر درہم لیے جاوین پھر آزاد کر دیا جاوے تو جسقدر مریض نے اُسکے ذمہ سے

[1] یہ سعایت مبسوط کے خلاف ہے ۱۲ [1] اور آزادی بطور وصیت ہے ۱۲ [1] بمنزلہ ہیچ مکانات کے ہے ۱۲

گھٹائے ہین وہ اسکو تہائی مال سے بطور وصیت ملینگے پس اگر وہ مقدار جو مریض نے غلام کے ذمہ سے گھٹائی ہے مریض کا تہائی مال ہو تو غلام پر سعایت واجب نہوگی اور اگر تہائی سے زائد گھٹائے ہون تو زیادتی کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ ہر مملوک جو میری صحبت مین قدیم سے ہے اسکو آزاد کر دو یعنی وصیت کی تو مملوک ایک سال سے اسکے پاس ہو وہ آزاد کیا جائیگا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے پیسے کا غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پھر مر گیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وصیت صحیح ہے پس بقدر قیمت غلام کے دیگر خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور اگر موصی کی موت سے پہلے وارث نے وہ غلام کسی شخص اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بالاجماع خرید کر کے آزاد کر دیا جائیگا اور اگر وارث نے اسکو موصی کی موت کے بعد کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ غلام مذکور کی قیمت دیگر خرید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام آزاد ہے بعد میری موت کے یہ وصیت کی تو فرمایا کہ یہ آزاد کرنے کی وصیت ہے پس بعد موت ہونے کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ فلان شخص کا غلام خریدا جاوے تو فرمایا کہ جس قدر اسکی قیمت ہے اسکے عوض خریدا جائیگا اس سے زیادہ دامون کو نہین خریدا جائیگا پس اگر فلان شخص نے جسکا غلام ہے اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اسکا ثمن وارثون کو واپس دیگا اور اگر اسنے کہا کہ فلان کا غلام خرید کر کے اسکو آزاد کر دینا اور اسکے مولی نے اسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اسکا ثمن روک رکھیگا یہانتک کہ غلام مذکور خرید لیے یا یوسی ہو جاوے کہ وہ غلام مر جاوے یا آزاد کر دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کیواسطے وصیت کی پھر وصیت کی کہ یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن تبلا دیا مگر ثمن بہت سقدر رکھی کہ بنسبت قیمت کے تہائی مال کا نقصان ہے اور موصی کا سوا اس غلام کے کچھ مال نہین ہے تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے غلام کا پانچ چھٹا حصہ اسکی دو تہائی قیمت کے عوض لیوے یا ترک کر دیوے اسواسطے کہ محابات کی وصیت بمنزلہ باقی وصیتون کے ہوتی ہے اور اس مقام پر دونون وصیتین برابر ہین کہ ہر ایک وصیت تہائی مال کو حاوی ہے پس تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی کہ عمرو کو نصف تہائی یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور زید کو بھی چھٹا حصہ سیقدر ملیگا پس باقی غلام مین سے فقط پانچ چھٹے حصے عمرو کے ہاتھ دو تہائی قیمت مین فروخت کیے جاوینگے اور زید کے واسطے اسکا چھٹا حصہ ہے وہ زید کو دیا جائیگا اور اگر عمرو نے اسکے خریدنے سے انکار کیا تو زید کو پوری تہائی غلام کی ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر فقط ایک غلام چھوڑا اور اسکی قیمت ہزار درم ہے اور وصیت کی کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے پھر اس غلام کی وصیت کر دی تو اسمین تین صورتین ہین یا تو عین غلام کی وصیت کی یا مال کی یا تہائی کی پس اگر وصیت اول کے بعد یا اس سے پہلے عین غلام کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی یا اجازت دیدی مگر زید نے اجازت ندی تو دوسرے موصی لہ کو چھٹا حصہ غلام کا ملیگا اور باقی پانچ چھٹے حصے زید کے ہاتھ بعوض ہزار درم کے پانچ چھٹے کے فروخت کیا جائیگا اور یہ وارثون کو ملیگا اور بعض نے فرمایا یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم کے

سلہ یعنے خاص اس مقدار کے واسطے ورنہ جو درم اس سے لینا لازم کیے ہین ان کے واسطے ماخوذ ہوگا

منہ سلہ اسکی توضیح اکثر مقام پر گذر چکی ۱۲

نزدیک وصیت موصی لہ کو غلام کا بارھوان حصہ ملیگا اور زید کے ہاتھ گیارہ حصے اسکی باقی قیمت کے عوض فروخت
کیے جاوینگے اور وہ قیمت وارثون کو ملیگی - اور اگر وارثون نے اجازت دیدی اور زید بھی راضی ہوگیا تو پھر موصی لہ
اسمین اپنی پوری وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس وہ غلام دونون موصی لہما مین نصفا نصف ہوگا کہ نصف
غلام دوسرے موصی لہ کو ملیگا اور باقی نصف زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور اسکا ثمن وارثون مین تقسیم ہوگا اور وجہ
دوم یہ ہی کہ اسنے وصیت کی کہ غلام اسکا زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کیواسطے اپنے پورے مال کی
وصیت کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مثل مسئلہ اول کے ہی مگر فرق یہ ہی کہ عمرو اس صورت مین وارثون سے ہزار
درم ثمن مین سے اسکا چھٹا حصہ لیگا اور مسئلہ اول مین اسکو ثمن مین سے کچھ نہین مل سکتا ہی کیونکہ اس مسئلہ مین موصی نے
اسکے واسطے مال کی وصیت کی ہی اور ثمن بھی مال ہی جیسے رقبہ تو ثمن سے اسکی وصیت کا نفاذ ممکن ہی اور مسئلہ اول مین
عین کی وصیت کی ہی وہ رقبہ ہی اور ثمن سوائے عین کے دوسری چیز ہی پس ثمن سے اسکی وصیت کی تکمیل نہین ہوسکتی ہی
اور وجہ سوم یہ کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرنیکی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس صورت
مین امام محمد رحکا قول مثل قول امام ابوحنیفہ رح کے ہی کہ عمرو اس غلام کے بارہ حصون مین سے ایک حصہ لیگا اور باقی
گیارہ حصے غلام کے زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیے جاوینگے لیکن اس صورت مین عمرو وارثون سے
ثمن مین سے لیکر اپنی تہائی پوری کریگا اسوجہ سے کہ اسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہی اور ثمن مال ہی - اور
امام ابویوسف کے نزدیک پورا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور ثمن مین سے تہائی عمرو کو دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین
ہی اور اگر وصیت کی کہ ان ہزار درمون سے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا جاوے پھر انمین سے ایک درم ضائع ہوگیا تو باقی
سے امام اعظم رح کے نزدیک غلام خرید کرکے آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ باقی سے غلام خرید کرکے آزاد کیا
جائیگا اور اگر وصیت کی کہ میرے تمام مال سے غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے مگر وارثون نے اجازت
ندی تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہو جائیگی اور صاحبین نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کرکے آزاد
کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک غلام ہزار درم کے عوض خرید کرکے آزاد کیا جاوے مگر ہزار درم اسکے
تہائی مال سے زائد ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کرکے
آزاد کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ان سو درم سے حج کیا جاوے پھر ان مین سے ایک درم تلف ہوا تو
جہان سے باقی درمون سے پہونچ سکے وہان سے حج کرایا جائیگا اور اگر کچھ [illegible] تو انسے حج کیا جائیگا پھر اگر انمین سے کچھ باقی
رہا تو حاجی وارثون کو واپس کردیگا اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر اس سے کہا گیا کہ
تیرا تہائی اس کام کیواسطے کافی نہوگا پس اسنے کہا کہ اس مال سے حاجی کی مدد کرو تو محتاج حاجیون کی مددگاری کیجائیگی
اور اگر اپنے غلام آزاد کیے جانیکی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے کوئی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو وصیت
باطل ہو جائیگی اور اگر وارثون نے اسکا فدیہ دیا تو فدیہ مال وارثون سے ہوگا اور غلام مین وصیت نافذ رہیگی اگر اپنے
تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور ایک غلام و مال و وارث چھوڑا پھر موصی لہ نے کہا کہ میت نے اسکو اپنی

صحت میں آزاد کیا ہے اور وارث نے کہا کہ اپنے مرض میں آزاد کیا ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا اور موصی کو کچھ نہ ملیگا الا اس
صورت میں کہ تہائی میں سے کچھ بچ جاوے یا اس امر کے گواہ قائم ہوں کہ میت نے اس کو صحت میں آزاد کیا تھا اور اگر ایک
شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور غلام چھوڑا پس زید نے وارث پر دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور غلام
نے دعوی کیا کہ تیرے باپ نے مجھے اپنی صحت میں آزاد کیا ہے پس وارث مذکور نے جواب دیا کہ تم دونوں سچے ہو تو غلام مذکور
اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور یہ قیمت قرضخواہ کو دیدیجائیگی۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ کچھ بھی سعایت نکریگا اور علی ہذا الخلاف اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے پس زید نے دعوی
کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور عمرو نے دعوی کیا کہ یہ ہزار درم جو تیرے باپ نے چھوڑے ہیں میری
ودیعت ہیں اور وارث نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ہزار درم متروکہ دونوں میں نصفا نصف
ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک ودیعت اولی ہے یعنی فقط عمرو لے لیگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک بیٹا اور سو درم قیمت کا
غلام چھوڑا حالانکہ اسکو اپنے مرض میں آزاد کر چکا ہے اور وارثوں نے اسکی اجازت دیدی تو وہ سعایت نکریگا یہ ہدایہ میں
ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں اپنا بیٹا ہزار درم کو خریدا اور یہی اسکی قیمت ہے اور سوائے اسکے اسکے پاس
ہزار درم تھے تو اسکا بیٹا خرید کردہ آزاد ہوگا اور اسپر سعایت واجب نہوگی اور وارث ہوگا یہ امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے اور
صاحبین رح نے فرمایا کہ ہزار درم اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا مگر اسکی میراث سے قصاص ہو جائیگا۔ اور اگر پانسو درم
قیمت کا اپنا بیٹا ہزار درم میں خریدا اور پانچ سو درم قیمت کا اپنا غلام آزاد کر دیا اور سوائے ان دونوں کے اسکا کچھ مال
نہیں ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک محابات مقدم ہوگی سواسطے کہ اسنے محابات کو پہلے کیا ہے اور ثلث مال اسمیں مستغرق ہو گیا پس
دونوں غلاموں میں سے ہر ایک پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت لازم ہوگی اور بیٹا کچھ وارث نہوگا اسواسطے کہ اسپر سعایت
واجب ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عتق مقدم ہے لیکن بیٹا چونکہ وارث ہوا اسواسطے اسکے لیے وصیت نہوگی لیکن دوسرا غلام مفت آزاد
ہو جائیگا اور بیٹا اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور بائع سے مطالبہ کیا جائیگا کہ جسقدر اسکے ثمن میں قیمت سے زائد ہے اسکو
واپس کرے پس یہ مال موافق فرائض کے وارثوں میں میراث ہوگا اور اگر ہزار درم قیمت کا بیٹا ہزار درم میں خریدا اور ہزار درم
کا دوسرا غلام آزاد کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال میں دونوں حصہ دار ہو جائینگے اور حصہ سے زائد جسقدر قیمت
اسپر رہے اسکے واسطے بیٹا سعایت کریگا اور اسکو میراث نہ ملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک بیٹا وارث ہوگا مگر اسکے واسطے وصیت
نہوگی پس اسپر واجب نہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور میراث کے حصہ سے جو اسپر سعایت قیمت واجب ہے اسکا بدلا
ہو جائیگا فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اس سے نکاح کر لیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر اس باندی کے ساتھ دخول
کیا اور باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور اسکا مہر مثل سو درم ہے پس اگر اسکی قیمت اور مہر المثل تہائی مال سے برآمد ہو سکتا ہے تو میں
اسکے واسطے میراث قرار دونگا اور مہر دلاؤنگا اور نکاح جائز قرار دونگا۔ اور اگر اسکی قیمت و مہر تہائی سے برآمد نہو تو اسکو اسکا

ل جسکو ہمارے عرف میں امانت اور دھروہر کہتے ہیں ۱۲ ع عتق آزادی دا آزاد کرنا کسی غلام یا باندی کو ۱۲ عہ یعنی نقد
قرضہ ۱۲ عہ اور قرضہ کا مال وارث اپنے پاس سے دیدے ۱۲ عہ یعنی جسقدر اسکی میراث لگتی اسکا بدلا ہو کر اتر جائیگا ۱۲

مہر المثل دیا جائیگا اور بعد مہر نکال لینے کے جو باقی ہے اُسکی تہائی دیجائیگی پھر باقی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی اور اُسکو میراث
نہ ملیگی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نکاح جائز ہے ہر حال میں اسواسطے کہ جسپر
سعایت واجب ہے وہ صاحبین رح کے نزدیک ایسی حرہ ہوتی ہے جسپر قرضہ ہو پس اُسکو اُسکا مہر المثل ملیگا اور میراث ملے گی
اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے۔ اور اگر ہزار درم قیمت کی اپنی باندی آزاد کردی پھر اس سے
سو درم قرض لیے پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول نکیا یہانتک کہ مر گیا اور سوا اسکے دو ہزار درم چھوڑے
تو صاحبین رح کے نزدیک یہ دونوں صورتیں یکساں ہیں اور نکاح جائز ہے اور وہ وارث ہوگی اور اُسکو مہر المثل ملے گا
بسبب اُسکے کہ موت سے نکاح کی انتہا ہوگئی اور اُسکا قرضہ جو میت نے لیا ہے وہ ملیگا اسواسطے کہ اُس کا سبب معائنہ ہے
اور اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اُسکے واسطے وصیت نہوگی اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک
نکاح باطل ہے اور وہ مال متروکہ میں سے اپنا قرضہ وصول کریگی پھر تہائی باقی مال کی بطریق وصیت کے اُسکو ملیگی اور چونکہ
اُسکی قیمت و مہر المثل تہائی مال سے زائد ہے اسواسطے نکاح باطل ہوا۔ اور اگر اس باندی کو آزاد کردیا اور سوائے اُسکے اُسکا
کچھ مال نہیں ہے پھر اُس سے نکاح کیا پھر اُس سے دوسو (۲۰۰) درم قرض لیے اور اُنکو اپنی ذات پر خرچ کرڈالا اور یہ اپنے مرض میں
کیا ہے پھر مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح باطل ہے اور باندی مذکور کو میراث نہ ملے گی اور اگر اُسکے ساتھ دخول کیا ہو
تو اُسکو مہر بھی نہ ملیگا اور قرضہ کے بعد باقی کی تہائی کیواسطے اُسپر سعایت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکو اپنے مرض میں آزاد کیا پھر
اس سے نکاح کیا اور سوائے اسکے اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اسقدر مال کمایا کہ یہ باندی اور اُسکا مہر اسکی تہائی سے برآمد ہوتا ہے
تو نکاح جائز ہے اور اُسکو مہر و میراث ملیگی اور اُسپر سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک قبہ کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور
تہائی مال سے اُسکو اسقدر مال دینے کی وصیت کی پس اگر باندی معینہ ہو تو اُسکے واسطے عتق و مال دونوں جائز ہونگے
اور معینہ نہو تو عتق جائز ہوگا اور وصیت مال جائز نہوگی الا اُس صورت میں کہ میت نے یہ کہا ہو کہ میں نے یہ وصی کی رائے
پر چھوڑ دیا اگر وہ چاہے تو باندی کو مال دیدے تو جائز ہے مثل اس قول کے کہ میرا مال جہاں تیرا جی چاہے صرف کر۔
اور اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر گیہوں یا درموں سے ایک غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور
اُسکا ایک غلام ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ اُسکا وہ غلام جو اُسکے پاس ہے آزاد کیا جاوے بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کی کہ اس قدر
درموں وغیرہ سے اسقدر گیہوں خریدے جاویں اور مسکینوں کو تقسیم کردیے جاویں حالانکہ اُسکے پاس گیہوں موجود ہیں تو جائز ہے کہ
ان گیہوں سے جو اُسکے پاس موجود ہوں مسکینوں پر تقسیم کیے جاویں۔ اور اگر کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا تو وصی
سے کہا جائیگا کہ میت کے پاس وقت موت کے جو غلام موجود تھا وہ آزاد کرے اور اگر اُسنے یہ غلام فروخت کیا ہو پھر اُسکو
خرید کرکے آزاد کیا تو جائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو غلام موت کے وقت اُسکی ملک میں ہو اُسکا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور اُسکے
اس قول میں کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا اور اس قول میں کہ میرے واسطے ایک غلام خرید کرکے اُسکو آزاد کرو کچھ فرق نہیں
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام آزاد کیا جاوے اور غلام نے اُسکے قبول سے انکار کیا تو وہ تہائی مال سے
آزاد ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر تین غلام مساوی قیمت کے اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر ایک غلام نے دعوی کیا کہ مریض نے

اپنے مرض میں مجھے آزاد کر دیا ہے پھر پسر وارث سے قسم لیگئی اور اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو بلا سعایت اُسکے عتق کا حکم دیا جائیگا
اور اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ آزاد کیا جائیگا اور اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا
اور اسیطرح تیسرے نے اگر ایسا کیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر اول نے سوائے قاضی کے کسی کے سامنے جو دونوں نے قرار دیا تھا مقدمہ
پیش کر کے عتق کا حکم حاصل کیا ہو تو دوسرا غلام درحالیکہ مسئلہ بحالہٖ ہے بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اسیطرح اگر تیسرے نے دعویٰ
عتق ایک حکم کے پاس کیا جسکو دونوں نے برضامندی مقرر کیا ہے تو اُسمین بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اول نے ایک حکم کے پاس جسکو
دونوں نے برضامندی مقرر کیا ہے مقدمہ اپنا پیش کیا اور حکم نے بسبب نکول مدعا علیہ کے اُسکی آزادی کا حکم دیا پھر دوسرا غلام
وارث کو قاضی کے پاس لیگیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو دوسرا بھی بلا سعایت آزاد ہو جائیگا پھر اگر تیسرا غلام بھی وارث
کو قاضی کے پاس یا کسی حکم کے پاس جسکو دونوں نے برضامندی مقرر کیا ہے اپنا ایسا ہی دعویٰ پیش کیا اور وارث نے قسم سے
انکار کیا تو وہ بھی بلا سعایت آزاد ہوگا۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر دوسرے کا آزادی کا حکم قاضی کیطرف سے ہو تو تیسرا غلام
اپنی پوری قیمت رقبہ کیواسطے سعایت کریگا اور جو حکم اوپر مذکور ہوا ہے اُسکی تاویل یہ ہے کہ حکم اُسوقت ہے کہ جب ثانی غلام کے
مرافعہ سے پہلے غلام ثالث نے مرافعہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک غلام کے آزاد کیے جانیکی وصیت کی اور دوسرے غلام
کی فلان شخص کے ہاتھ اسقدر ثمن پر فروخت کرنیکی وصیت کی حالانکہ بہ نسبت قیمت کے ثمن میں سے اسقدر کم کیا ہے کہ اُسکا
تہائی مال ہوتا ہے تو یہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دو غلام چھوڑے اور دو وارث
چھوڑے اور دونوں غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہیں اور وصیت کی ہے کہ ان دونوں میں سے ایک غلام زید کو دیا جاوے
تو دونوں وارثوں پر جبر کیا جائیگا کہ دونوں غلاموں میں سے کسی ایک پر وصیت ہونیکے واسطے اتفاق کریں اور اگر موصی نے
دونوں غلاموں کو آزاد کر دیا پھر وارثوں نے کسی ایک پر اتفاق کیا تو وہی آزاد ہو جائیگا اور اگر موصی نے کسی معین کو آزاد کیا
پھر وارثوں نے بھی اُسی پر اتفاق کیا تو وہ آزاد نہوگا۔ اور اگر میت نے ان دونوں میں سے ایک آزاد کیے جانے کی وصیت
کی پھر دونوں وارثوں نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے ایک ایک کو اختیار کیا تو دونوں پر جبر کیا جائیگا کہ ایک ہی غلام
پر اتفاق کریں اور اگر دونوں میں سے ایک نے دونوں غلاموں میں سے ایک کو میت کیطرف سے آزاد کیا پھر دوسرے کو
تو دوسرا میت کیطرف سے ہوگا اور پہلا خود وارث کیطرف سے ہوگا پس اگر خوشحال ہو تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا۔
اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ساتھ کہا کہ میں نے یہ غلام میت کیطرف سے آزاد کیا تو دونوں پر جبر کیا جائیگا کہ دونوں
ایک ہی غلام پر اتفاق کریں پس جب دونوں نے ایک پر اتفاق کیا تو دوسرا غلام اُسکے آزاد کرنے والے کیطرف سے ہو اور اپنے
شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو۔ اور اگر دونوں نے آزاد نکیا بلکہ دونوں نے ایک غلام پر اتفاق کیا کہ اُسکو
میت کیطرف سے آزاد کر دیں پھر دونوں نے رجوع کر کے دوسرے کو اسواسطے معین کیا تو دونوں کو رجوع کا اختیار نہوگا اور
اول ہی میت کیطرف سے آزاد کیا جائیگا پس اگر دونوں میں سے ایک وارث نے اول غلام جسکو دونوں نے معین کیا ہے آزاد کر دیا

ملہ مترجم کہتا ہے کہ اسمین جو لعد یعنی مقصود سے دوری ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے ۱۲ سلہ یا شریک اپنا حصہ آزاد کرے یا غلام
نصف قیمت کیواسطے سعایت کریگا ۱۲ منہ سلہ یعنے علی قسم کہ جانتا ہے کہ اُسنے آزاد کیا ہے ۱۲ سلہ یعنے غلام اول مشتری ۱۲

تو میت کیطرف سے اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اسی طرح دونون کے باتفاق معین کرنیکے بعد اُسکو وصی نے آزاد کر دیا تو بھی صحیح ہی اور اگر اپنے غلام آزاد کرنیکی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی تو وارث کی جانب سے قرابت ہونیکی وجہ سے وصی آزاد نہوگا۔ اور نہ وصی کی جانب سے بسبب قرابت کے آزاد ہوگا اور دونون مین سے جسنے اُسکو آزاد کیا میت کیطرف سے آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر وصی نے اُسکے عتق کی تعلیق شرط یا اضافت کیساتھ یا وقت آیندہ کیساتھ کی تو آزاد نہوگا۔ اور وارث کیطرف سے ایسی تعلیق مین آزاد ہو جائیگا جبکہ شرط پائی جاوے اور یہ میت کیطرف سے آزادی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام اپنی قیمت سے فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہی کیونکہ اس وصیت مین کوئی معنی قربت نہین ہی تاکہ موصی کے حق کیواسطے اُسکی تنفیذ واجب ہو یہ مبسوط مین ہی اور اگر اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ برضامندی دختر کر دیا اور غلام مذکور کی وصیت کسی شخص کیواسطے کر دی اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی پھر مر گیا تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر غلام مذکور موصی لہ کا قریب رشتہ دار ہو تو جبتک موصی لہ وصیت کو قبول نکرے یا وصیت سے پہلے مر نجاوے تب تک اُسکے پاس سے آزاد نہو جائیگا اور اگر میت کے عصبہ کا قریب ہو پس اگر موصی لہ نے وصیت کو رد کیا تو اُنکے پاس سے آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ اُنکی ملک مین داخل ہوا ہی۔ اور اگر غلام مذکور تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو تو نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ دختر مذکور اُسکے کسی قدر رقبہ کی مالک ہوئی ہی اور اگر غلام مذکور کے عتق کی وصیت کی اور میت کا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہی تو نکاح فاسد نہوگا اور جبکہ وارثون نے اُسکو آزاد کر دیا تو اُنکے حصہ کیواسطے اپنی قیمت مین سے سعایت کریگا اور اگر آزاد کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو وصیت باطل ہو گئی کیونکہ محل عتق فوت ہو گیا ہی اور اگر دختر نے اپنا مہر لیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ وصیت باطل کر دے اور غلام اُسکے مہر کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا اور مہر دینے کے بعد ثمن غلام مین سے جو کچھ باقی رہے وہ میراث ہوگا۔ اور اگر غلام پر دختر کا مہر بلکہ میت پر اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ قرضہ ہو تو قرضہ کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا پھر اگر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کر دیا تو جیسا تھا ویسا ہی ہو جائیگا۔ اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا اور کسی وجہ سے میت کا قرضہ ساقط ہو گیا تو وصیت غلام باطل ہو جائیگی اور نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ بیع جدید ہوگی بحق ثالث اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو بلکہ غلام نے کوئی جنایت کی جسمین وہ دیدیا گیا یا وارثون نے اُسکا فدیہ دیدیا تو بھی نکاح فاسد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر وصیت کی کہ ایک آدمی فروخت کیا جاوے تو وصیت صحیح ہوگی پھر جس طرح وصیت کی ہی اُسی کے موافق فروخت کیا جائے گا اور اُسکے ثمن مین سے مقدار تہائی کے کم کیجائیگی اگر ایسا کوئی شخص خریدار بنایا جاوے جو وارثون کو اس سے زیادہ دے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بیان نکیا تو اُسکی قیمت کے عوض زید کے

ملہ یعنے اگر وہ غلام تہائی مال میت سے برآمد ہو تو خاصۂ میت کی ملک ہوگا پس اگر وہ وارث کا ذی رحم محرم ہو یا موصی کا ذی رحم محرم ہو تو اُسکی جانب سے خواہ مخواہ آزاد نہو جائیگا جیساکہ ذی رحم ملک سے آزاد ہوتا ہی بقولہ علیہ السلام من ملک ذا رحم محرم یعتق علیہ بدینوجہ کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملکہ اخرجہ الطحاوی وغیرہ ہان اگر میت کی طرف سے وارث یا وصی جسنے آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور خروج از قیمت کی قید اسواسطے ہی کہ اگر وارث نے تسلیم نکیا تو اُسکا مالک ہوا پس آزاد ہو جائیگا اور اگر وصی ضامن ہو تو اُسکی ضمانت سے آزاد ہو جائیگا ۱۲ منہ ملہ یعنی بغیر حکم قاضی واپس کرنا اقالہ ہی بائع و مشتری کے حق مین بیع جدید ثالث کے حق مین ۱۲

ہاتھ فروخت کیا جائے گا قیمت میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا چاہے زید اُسکو خریدے یا نہ خریدے یہ مبسوط میں ہے۔
اور اگر مساوی قیمت کے تین غلام اور ایک وارث چھوڑ کر مر گیا پھر وارث نے ایک غلام سے کہا کہ تجھے میت نے
آزاد نہیں کیا پھر کہا کہ نہیں بلکہ آزاد کیا ہے پھر دوسرے و تیسرے سے یوں ہی کہا تو سب کے سب آزاد ہو جائیں گے اور
کسی پر سعایت واجب نہو گی اسیطرح اگر اُسنے میت کیطرف سے آزاد کرنے کا اقرار کیا پھر انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ
اقرار کے بعد انکار واقع ہونے سے اقرار باطل نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ سب تم کو آزاد نہیں کیا ہے پھر کہا کہ نہیں بلکہ تم کو
آزاد کیا ہے پھر کہا کہ سب کو تو میں جانتا ہوں تو اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعایت کرینگے اسیطرح اگر کہا کہ تم کو میت نے آزاد کیا ہے پھر
کہا کہ تم میں سے کسی کو آزاد نہیں کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کہا کہ تم کو آزاد کیا ہے پھر کہا کہ اُسکو نہیں آزاد کیا ہے تو یہ دو تہائی
قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور دونوں باقیوں میں سے ہر ایک نصف قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور اگر اسکے بعد دوسرے
سے کہا کہ تجھے آزاد نہیں کیا ہے تو تیسرا بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اور اول و دوم کی سعایت بحالہ باقی رہیگی۔ اور اگر کہا کہ تم
کو آزاد کیا ہے۔ پھر کہا کہ اسکو آزاد نہیں کیا ہے اور نہ اسکو اور نہ اسکو تو سب آزاد ہو جائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کی سعایت
کریگا۔ اور اگر کہا کہ اس والے تجھے میت نے آزاد نہیں کیا ہے اور سکوت کیا پھر دونوں باقیوں سے بھی اسیطرح کہا کہ تم کو آزاد کیا ہے
تو سب آزاد ہو جائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اگرچہ ایک بعد دوسرے کے سب کے عتق سے انکار کیا ہے
اور اگر ایک کیواسطے کہا کہ تجھکو آزاد کیا ہے پھر سکوت کیا پھر دوم و سوم سے بھی اسی طرح کہا تو سب اول در نصف دوم اور حصہ
سوم از سوم آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے اور زید کیواسطے
تہائی مال کی وصیت کی تو اُسکا تہائی مال بقدر تہائی و بقدر ارادی قیمت غلام پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر تہائی کے پرتے میں آوے
وہ زید کو ملیگا اور جسقدر ارادی قیمت غلام کے پرتے میں آوے اُس سے غلام خرید کر آزاد کیا جاویگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور
اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی تین سو درم کے آزاد کیا جاوے حالانکہ اُسکا تہائی مال سو درم سے کم ہے تو امام اعظمؒ
کے نزدیک اُسکی طرف سے کچھ آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے تہائی مال سے خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور
جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر اپنی طرف سے تہائی مال سے ایک آدمی آزاد کرنے کی وصیت کی اور وصی نے اسکی تعمیل کی پھر جسقدر
قرضہ لاحق ہوا جو باقی دو تہائی کو گھیرے ہوئے ہے تو عتق مذکور موصی کیطرف سے ہوگا اسی طرح اگر ایسا وصی ہے جسکو قاضی نے
مقرر کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قاضی یا امین قاضی نے ایسا کیا پھر قرضہ ظاہر ہوا تو عتق باطل ہوگا اور قاضی یا اسکا امین
اپنی ذات کیواسطے خریدنیوالا نہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کا غلام خرید کر کے میری طرف سے ایک آدمی
آزاد کیا جاوے تو وہ غلام تہائی مال سے خریدا جائیگا اور اگر تہائی مال کے عوض زید نے اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار
کیا تو تہائی مال روک رکھا جائیگا یہانتک کہ زید اُسکے عوض فروخت کرے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو وصیت کے نفاذ کا محل
فوت ہو گیا پس مجید نفاذ نرہی پس یہ تہائی مال وارث کو واپس دیا جائیگا یہ سو تنہ ہے کہ جسکے عوض خریدا جاوے اسکو تہائی

سلہ یعنے بذریعہ مشقت کے جو کچھ حاصل ہوگا وہ بعوض دو تہائی کے ادا کرے گا ۱۲ سلہ اول دو تہائی
کے واسطے دوم نصف کے پیے جیسا مذکور ہوا ہے ۱۲ سلہ یعنے ظاہر ہوا ہے ۱۲

بیان کر دیا ہو اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ ان سو درموں میں سے ایک مملوک خرید کر کے تہائی سے میری طرف سے آزاد کر دے پس وصی نے ان دراہم کے عوض خرید کر کے میت کیطرف سے آزاد کر دیا پھر ایک مدعی نے ان سو درموں پر یا انمیں سے بعض پر اپنا استحقاق ثابت کیا یا میت کے مال پر اسقدر قرضہ ثابت ہوا جسکی تہائی سے سو درم زائد ہوتے ہیں تو وصی ان سو درم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کا کچھ مال عین یا دین ظاہر ہوا جو معلوم نہ تھا اور مملوک آزاد کردہ شدہ کا ثمن اسکا تہائی ہوتا ہو تو وصی ضمان سے بری ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہو۔ اگر وصیت کی کہ میرا غلام نسیمہ میرے واسطے فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے[1] پس وصی نے اُسکو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے دوسرا خرید کر کے آزاد کر دیا پھر مشتری نے غلام اول میں کوئی عیب پاکر وصی کو واپس دیا تو وصی اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا پھر اگر اُسکو دوبارہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر مثل ثمن اول کے فروخت کیا تو عتق میت کیواسطے جائز ہوگا اور اگر کم یا زیادہ کے عوض فروخت کیا تو عتق وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے اسی ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب مشتری نے وصی کو بحکم قاضی واپس دیا ہو کہ اسصورت میں سب کے حق میں بیع فسخ ہو گی پس غلام مذکور میت کی قدیمی ملک میں عود کریگا اور اگر رد باہمی رضامندی سے ہو تو ایسا نہیں ہو اسواسطے کہ باہمی رضامندی سے جو واپسی ہو وہ متعاقدین کے سوائے تیسرے کے حق میں بیع جدید ہوتی ہو پس ایسا ہوگا کہ گویا وصی نے اُسکو نئی خرید پر اپنے واسطے خریدا ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اور اگر غلام مذکور بسبب عیب کے واپس نہ دیا گیا بلکہ استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا پھر وصی وارثوں کے حصہ میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک آدمی خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا مال تین سو درم ہو پس وصی نے سو درم میں ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا اور باقی دو سو درم وارثوں کو دیدیے پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا اور رقیق کر دیا گیا اور وصی نے بائع سے سو درم لے لیے تا کہ اُنسے دوسرا غلام خرید کرے پس وہ سو درم تلف ہوگئے تو وصی وارثوں سے جو کچھ اُنھوں نے لیا ہو اُسکا تہائی لے لیگا تا کہ اُس سے دوسرا غلام خریدے یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور پہلے اس سے جو مقاسمہ ہو گیا ہو وہ جبتک وصی کا مقصود حاصل نہووے تب تک باطل ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک وصی نے وارثوں کے ساتھ جو حصہ بانٹ کر لیا ہو وہ جائز رہے گا اور جو کچھ وارثوں کو پہونچا ہو اُنمیں سے وصی پھر کچھ نہیں لے سکتا ہو اور وصیت باطل ہو گئی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے واسطے فلان مملوک خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو خریدا پھر وہ مر گیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسی طرح آزاد ہونے سے پہلے اگر اُسنے کوئی ایسی جنایت کی جسکے جرم میں دیدیا گیا تو بھی وصیت باطل ہو گئی اور اگر وارثوں نے اُسکا فدیہ دیدیا تو فدیہ دینے میں متطوع ہونگے اور وہ میت کیطرف سے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر ایک باندی کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتی ہو تو اُسکا حال بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر باندی نے اسکے[2] قبل آزاد کیے جانیکے بچہ جنی تو بچہ وارثوں کا مملوک ہوگا اور باندی ہر دو حال میں وارثوں کی قرابت والی نہیں ہو تو اسوجہ سے آزاد نہو جائیگی بلکہ میت کیطرف سے آزاد کرنے سے آزاد ہوگی اور اگر بعضے وارثوں نے اُسکو اپنی طرف سے آزاد کیا تو اُسکی طرف سے

(۱) یعنی اسصورت میں آدمی کے آزاد کرنیکی وصیت ہو اور جبتک وہ بچہ جنے گی تو خواہ مخواہ باندی ہوگی ۱۲ منہ (۲) یہ سب اُس صورت میں ہو کہ باندی میت کے تہائی

تہائی سے برآمد ہوتی ہو ۱۲

آزاد نہو گی بلکہ میت کیطرف سے آزاد ہو جائیگی اسیطرح اگر وارث نے کہا کہ تو آزاد ہی اگر تو دار مین داخل ہوا یا کہا تو آزاد ہی بعد
میری موت کے تو وہ مدبر نہو گی بلکہ اگر دار مین داخل ہو یا وارث مذکور مرجاوے تو وہ میت کیطرف سے آزاد ہو جائیگی اور اگر
وارث نے اس سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہی اگر تو قبول کرے پس اسنے قبول کیا تو مفت آزاد ہو جائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری
طرف سے ایک تیمہ آزاد کیا جاوے کسی حق واجب کیوجہ سے جیسے ظہار و کفارہ وغیرہ تو مثل تطوعات کے اُسکے تہائی مال سے
آزاد کیا جائیگا اور حج و زکوۃ کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اپنی طرف سے ایک آدمی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکے لیے
خرید اگیا یا اپنی مملوکہ ایک باندی آزاد کیے جانیکی وصیت کی اور وہ اُسکا تہائی مال ہو پھر اس رقیق پر کسی نے کوئی جنایت کی تو
اُسکا ارش وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون نے اُسکا نکاح کر دیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ میرا یہ غلام فروخت
کر کے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کر دے پس وصی نے اُسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کیا اور وہ وصی کے پاس
تلف ہو گیا پھر غلام مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو ذکر فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ وصی
ثمن مشتری کا ضامن ہو گا اور کسی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ وصی ثمن کا ضامن
ہو گا اور اُسکو مال میت سے واپس لیگا اور یہی صاحبین رح کا قول ہی یہ مبسوط مین ہی

فصل اگر چند وصیتین مجتمع ہو جاوین تو تہائی مال مین یا تو کل وصیتون کی گنجایش ہوگی یا سب کی گنجایش نہو گی پس اگر سب کی
گنجایش ہو تو سب وصیتین تہائی مال سے نافذ کیجائینگی خواہ یہ وصیتین اللہ تعالی کیواسطے ہون مثلاً وصیت نماز جیسے حج
فرض و زکوۃ و روزہ و نماز و کفارہ نذر و صدقہ فطر و قربانی و حج تطوع و روزۂ نفل و بناے مسجد و اعتاق مملوک اور
ذبح بدنہ وغیرہ یا بندون کے واسطے ہون جیسے زید و بکر و خالد وغیرہ کیواسطے۔ اور اسیطرح اگر تہائی مال مین اس قدر
گنجایش نہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی کہ تمام مال سے نافذ کیجاوین۔ اور اگر تہائی مین گنجایش نہو اور وارثون نے
اجازت بھی نہ دی ہی پس یا تو سب وصیتین اللہ تعالی کے واسطے ہونگی یعنی وصایا سے تقرب ہون یا بعض اللہ تعالے
کے واسطے ہون بعض بندون کے واسطے ہونگی۔ یا سب وصیتین بندون کیواسطے ہونگی پس اگر سب وصیتین اللہ تعالی
کیواسطے ہون پس یا تو سب وصیتین فرائض ہونگی یا سب واجبات ہونگی یا سب نوافل ہونگی یا وصیتون مین فرائض
واجبات و نوافل مین سے سب قسم کی جمع ہونگی پس اگر سب فرائض برابر ہون تو پہلے وہ وصیت نافذ کیجائیگی جسکو موصی نے مقدم
کیا ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر حج و زکوۃ کی وصیت کی تو حج مقدم ہوگا اگرچہ موصی نے لفظاً اُسکو موخر کیا ہو اور کفارۂ قتل و کفارۂ
قسم مین جسکو میت نے مقدم کیا ہی وہی مقدم کیا جائیگا اور کفارۂ فطر اور کفارۂ قتل بخطا مین پہلے کفارۂ قتل ادا کیا جاویگا
یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور مشایخ نے فرمایا کہ حج و زکوۃ دونون کفارات پر مقدم کی جائینگی اور کفارات سب کے سب صدقۂ فطر
پر مقدم ہین اور صدقۂ فطر قربانی پر مقدم ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قربانی بھی واجب ہی لیکن صدقۂ فطر کے واجب ہونے
پر اتفاق ہی اور قربانی کا واجب ہونا محل اجتہاد ہی پس جس پر اتفاق ہی اُسکی تقدیم بسبب اُسکے اقوی ہونے کے اولی ہی
اسیطرح صدقۂ فطر ایسے روزہ کے کفارہ سے جو رمضان مین نہین رکھا ہی مقدم ہی اور مشایخ نے فرمایا کہ صدقۂ فطر نسبت

عه یعنے ایسے حق کیوجہ سے جو اسپر واجب ہی ۱۲ عه روزہ توڑ ڈالا تھا ۱۲

نذر کے مقدم کیا جائیگا اور نذر بہ نسبت قربانی کے مقدم ہے اور قربانی بہ نسبت نوافل کے مقدم ہے۔ اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب وصیتوں میں کوئی اعتاق منجز نہو اور اعتاق مرض الموت نہو اور اعتاق معلق بموت یعنے مدبر نہ کیا ہو اور اگر ہو گا تو پہلے وہی مقدم کیا جائیگا کیونکہ اعتاق منجز و اعتاق معلق بموت قابل فسخ نہیں ہوتا ہے پس بسبب اقوی ہونیکے مقدم کیا جائیگا۔ ایک شخص نے حج و قربت کے کاموں اور ایک مسجد معین کے سامان درستی کی وصیت کی اور اقوام معین کے واسطے اور بھی وصیتیں کیں اور تہائی مال میں ان تمام وصیتوں کے تنفیذ کی گنجایش نہیں ہے تو تہائی مال تمام وصیتوں میں تنفیذ کیا جائیگا پس جسقدر اقوام معین کے حصہ میں آیا اسمیں سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ رسدی لیگا اور جسقدر کارہاے ثواب کے پرتے میں پڑا اور سمیں سے سواے حج کے کوئی قربت واجبہ نہیں ہے تو پہلے حج کی تقدیم کیجائیگی پس اگر سب مال حج میں تصرف ہو گیا تو باقی کارہاے ثواب کی وصیتیں باطل ہوجائینگی اور اگر حج میں سے کچھ باقی رہا تو نوافل میں سے جسکو میت نے مقدم کیا ہے اُسی سے ابتدا کیجائیگی پھر اسکے بعد جسکو میت نے مقدم بیان کیا ہو علی ہذا القیاس۔ اور اگر میت نے نوافل میں سے کسی کی تقدیم نکی ہو تو باقی سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور آزاد کیے جانیکی وصیت میں اگر اعتاق کسی کفارہ کا واجب ہو تو اُسکا حکم مثل حکم کفارات کے ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر واجب نہو تو اسکا حکم مثل نفل وصیتوں کے ہے جیسے فقیروں پر صدقہ کر دینا اور مسجد بنانا اور نفل حج کرانا وغیرہ۔ اور اگر وصیتوں میں سے بعض اللہ تعالی کیواسطے ہوں اور بعض بندوں کیواسطے ہوں پس اگر اُسنے اقوام معین کیواسطے وصیت کی ہو تو وہ لوگ بقدر اپنی اپنی وصیتوں کے تہائی مال میں حصہ دار کیے جاوینگے پھر جسقدر بندوں کے حصہ میں پڑا وہ انمیں یکساں رہیگا بعض کو بعض پر تقدیم نہوگی اور جو اللہ تعالی وصیتوں کے پرتے میں پڑا ہے وہ جمع کرکے پہلے اس سے فرائض ادا کیجاوینگی پھر واجبات اور پھر نوافل اور اگر اللہ تعالی وصیتوں کے ساتھ بندوں میں سے ایک شخص معین کے واسطے وصیت ہے تو قربت کی وصیتوں کے ساتھ وہ شخص بھی اپنی وصیت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور ہر جہت قربت ایک علیحدہ شریک قرار دیجائیگی پس اگر اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال حج و زکوۃ و کفارات و زید کے واسطے ہے تو تہائی مال چار حصوں پر تقسیم ہو گا جسمیں سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور ایک حصہ حج کیواسطے اور ایک حصہ زکوۃ کیواسطے ہے اور ایک حصہ کفارات کیواسطے ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ہر سال سو درم سے حج کیا جاوے تو ایک سال اُسکی طرف سے حج کر دیا جائیگا اسیطرح ثواب کی نظر سے کسی آدمی کا آزاد کرنا اور فقیروں کو صدقہ دینا بھی یہی حکم رکھتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر سب وصیتیں بندوں کیواسطے ہوں تو سب سے قوی مقدم ہوگی پھر اس سے نیچے جو سب سے قوی ہو علی ہذا القیاس اور یہ نہوگا کہ جسکو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم ہوجاوے کہ کہا گیا ہے کہ اگر وصایا میں عتق منجز نہو تو باقی وصیتوں پر مقدم ہوگا اور اگر سب وصیتیں قوت میں برابر ہوں تو صاحبان وصیت باہم حصہ رسد بانٹ لینگے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ سب لوگ اپنے اپنے حق کیواسطے تہائی مال میں بقدر حقوق شریک ہو جاوینگے اور یہ نہوگا کہ جسکی میت نے تقدیم کی ہے وہ مقدم کیا جاوے۔ اور اگر سب وصیتیں نوافل ہوں اور اُن میں سے کوئی معین نہو مثلاً یوں وصیت کی کہ میری طرف سے نفل حج کیا جاوے اور وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے یعنی

لہ غلام و باندی کو آزاد کرنا ۱۲ ٹہ وہ آزادی جو فی الحال واقع ہوتی ہے ۱۲ عہ فی الحال نافذ ہو جاوے ۱۲

لفظ طور پر اور اُسکو معین نکیا اور اسیطرح وصیت کی کہ میری طرف سے فقیرون کو صدقہ دیا جاوے اور اُنکو معین نکیا تو ایسی صورت مین جس سے میت نے شروع کیا ہی اُسی سے شروع کیا جائیگا ظاہر الروایۃ مین امام محمد رح نے اسکو صریح بیان فرمایا ہی۔ اسیطرح از راہ ثواب ایک غیر معین مملوک آزاد کر دینا ایسی وصیت کی صحت فقط اللہ تعالی ہی اور واسطے بندے کے نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ سو درم فقیرون کو دیے جاوین اور سو درم اقرباؤن کو دیے جاوین اور میری قضا نمازون کیواسطے فقیرون کو کھانا دیا جاوے پھر مر گیا اور شہر ایک مہینہ کی نمازین قضا ہین اور اُسکا تہائی مال ان سب وصیتون کے واسطے کافی نہین ہی تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تہائی مال مین تین حصے کیے جاوین سو درم فقیرون کا حصہ اور سو درم اقربا کا اور ہر نماز کے واسطے ایک سیر گیہون کے حساب سے جسقدر گیہون ہون اُنکی قیمت کا ایک حصہ قرار دیکر تہائی مال ان سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جاوے پس جسقدر اقربا کے حصہ مین پڑے وہ اُنکو دیدیا جائیگا اور جسقدر فقیرون و طعام کے حصہ مین آوے اسمین طعام پہلے دیا جاویگا اور جب طعام پورا ہو جاوے تو باقی فقیرون کو دیا جائیگا یعنے نقصان فقیرون کے حصہ مین رکھا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور کسی نے حجۃ الاسلام کی وصیت کی تو اُسکی طرف سے اُسکے شہر سے ایک شخص کو سوار کر کے حج کرا دینگے پس اگر نفقہ وصیت یہان سے پورا نہ پڑتا ہو تو جہان پورا پڑے وہان سے حج کرا دینگے اگر ایک شخص اپنے شہر سے حج کے واسطے نکلا اور راہ مین مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میری طرف سے حج کرا دیا جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے شہر سے حج کرایا جائیگا اور یہی قول زفر رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جہانتک پہونچگیا ہی استحسانا وہان سے حج کرایا جائیگا اسی طرح اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا راہ مین مر گیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ کافی مین ہی

چھٹا باب۔ اقارب و اہل بیت و پڑوسیون و بنی فلان اور یتیمون و موالی و شیعہ و اہل علم و حدیث وغیرہ کے حق مین وصیت کرنے کے بیان مین

امام ابو حنیفہ رح نے ایسی وصیت کے استحقاق مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہی ایک یہ کہ مستحق دو یا زیادہ ہون دوم یہ کہ الاقرب کا اعتبار کرتے ہین چنانچہ اقرب کے ہوتے ہوے ابعد محجوب[1] ہوگا جیسا کہ میراث مین ہوتا ہی سوم یہ کہ موصی کا ذی رحم محرم ہوتے کہ چچا کا بیٹا ایسی وصیت کا مستحق نہین ہی اور چہارم یہ کہ ایسا نہو کہ جو موصی کا وارث ہو سکے اور اسمین عورتین و مرد سب یکسان ہین کذا فی المحیط للسرخسی اور نیز اسمین مسلمان و کافر مذکر و مونث آزاد و غلام و صغیر و کبیر سب برابر ہین اور صاحبین رح کے نزدیک ہر ایک رشتہ دار برادری جو ماں باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہی اس وصیت مین داخل ہوگا اور انتہا اسکی اُس اول[2] باپ تک ہوگی جو اسلام مین اُسکا جد اعلی ہی اور حق وصیت مین اقرب و ابعد و واحد و جماعت و کافر و مسلمان سب برابر ہونگے پھر آیا جد اعلی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہی تو بعض نے فرمایا کہ شرط ہی اور بعض نے فرمایا نہین شرط ہی لیکن یہ شرط ہی کہ اُسنے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور بعد اسلام کے معروف ہو حتی کہ علوی نے اگر اپنے اہل قرابت کیواسطے وصیت کی تو جسنے اسلام کی شرط لگائی ہی وہ مال وصیت فقط اولاد علی رضی اللہ عنہ کیطرف صرف کریگا اور اولاد ابو طالب کیطرف صرف نکریگا اور جسنے اسلام

---

[1] یعنی حرمان کی صورت مین بحجبت حرمان ورنہ بحجبت نقصان ۱۲ [2] مثلا اسکا پرنانا و پر دادا اسلام مین تھے تو اسوقت سے جسقدر اولاد و اولاد اولاد ہوتی ہین سب داخل ہونگی ۱۲ منہ [5] اگر وہ غلام معین کر دیا تو بندے کیواسطے بھی ہو گی ۱۲

کی شرط نہین لگائی ہی وہ اولاد ابوطالب کی طرف بھی صرف کریگا اُسمین اولاد عقیل و جعفر داخل ہونگے۔ اور اولاد عبدالمطلب
بالاجماع داخل نہونگے اسواسطے کہ عبدالمطلب نے زمانہ اسلام نہین پایا ہی اور نیز وارث بھی بالاجماع داخل نہوگا یہ شرح زیادات
عتابی مین ہی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر قریب ایک ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جب ایسی وصیت
مین والد و ولد داخل نہوے پس آیا دادا و نانا و پوتا و ناتی وغیرہ داخل ہونگے تو زیادات مین مذکور ہی کہ داخل ہونگے اور اسمین
کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ یہ داخل نہونگے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح
سے مروی ہی اور یہی صحیح ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دو چچا اور دو ماموں چھوڑے اور یہ لوگ اُسکے وارث نہین ہین مثلاً اُسکے
ساتھ میت کا بیٹا بھی ہی تو مال وصیت ہر دو چچا کو ملیگا دونون ماموں محروم رہین گے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح
کے نزدیک مال وصیت ہر دو چچا و ہر دو ماموں کے درمیان چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور دو ماموں
ہون تو چچا کو تہائی کا نصف ملیگا اور باقی نصف ہر دو ماموں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک پوری تہائی
ان سب مین تین حصہ ہوکر برابر تقسیم ہوگی اور اگر میت کا ایک چچا ہو اور سوائے اُسکے میت کا کوئی ذی رحم محرم نہو تو امام اعظم رح کے
نزدیک تہائی کا نصف اُسکے چچا کو ملیگا اور نصف باقی وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نصف باقی
اُسکے ذی رحم غیر محرم کیطرف صرف کیا جائیگا یہ بدائع مین ہی اور اگر اُسنے ایک چچا و پھوپھی و ایک ماموں و خالہ چھوڑی تو مال وصیت
چچا و پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اسوجہ سے کہ دونون کی قرابت یکسان ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے ایک ذی قرابت
یا ایک ذی رحم کے واسطے وصیت کی تو ایک ہی تمام مال کا مستحق ہوگا حتی کہ اگر اُسنے چچا و ماموں چھوڑا تو چچا امام اعظم رح کے
نزدیک کل مال کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وصیت واسطے قرابت کے ہو اور اہل قرابت بیشمار ہون کہ شمار سے باہر ہون تو
مشائخ نے اسکے جواز مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہی اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور اسی پر فتویٰ ہے
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو جو شخص اُسکے باپ کیطرف سے اُسکی طرف منسوب ہو داخل ہوگا
اور اعلے باپ وہ قرار دیا جائیگا جو زمانہ اسلام مین ہو لیس اُس باپ تک جتنے لوگ خاص باپ کیطرف سے اُسکی جانب منسوب
ہون سب داخل ہون گے حتی کہ اگر موصی علوی ہو تو اُسکی ایسی وصیت مین کل اولاد علی رضی اللہ عنہ جو باپ کی طرف سے
اُنکی جانب منسوب ہو داخل ہوگی اور اگر عباسی ہو تو کل اولاد عباس جو باپ کیطرف سے منسوب ہو داخل ہون گے
خواہ وہ مذکر ہون یا مؤنث ہون بشرطیکہ اُنکی نسبت باپ کی جانب سے ہو اور جسکی نسبت مان کی جانب سے ہو ایمین سے
کوئی داخل نہوگا اسی طرح اگر اُسنے اپنے نسب یا اپنے حسب کیواسطے وصیت کی تو یہ وصیت بھی اُسکے اہل قرابت کیواسطے جو
اسلام کے زمانہ مین انتہائی پدر کیطرف سے اُسکی جانب منسوب ہون ہوگی حتی کہ اگر اُسکے آبا و اجداد اُسکے دین کے برخلاف
غیر دین پر ہون تو وہ بھی داخل ہونگے اسواسطے کہ نسب وہ ہی کہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو نہ مان کیطرف سے
اور یہی حال حسب کا ہی چنانچہ اگر ہاشمی نے اپنی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو وہ اپنے باپ کیطرف منسوب
ہوگی نہ مان کی طرف و حسب میں اُسکے باپ کے اہل بیت ہین نہ مان کے پس ثابت ہوا کہ حسب و نسب باپ کے ساتھ مختص ہین مان
کا دخل نہین ہی اسیطرح اگر جنس فلان کیواسطے وصیت کی تو باپ کی اولاد مراد ہوگی اور اسیطرح حتی فلان کے بھی باپ کی

اولاد مثل جنس کے مراد ہوگی اسیطرح آل فلان کیواسطے وصیت کرنی بھی بمنزلہ اہل بیت فلان کے ہے اور ایسی صورت میں اہل قرابت مادری مین سے کوئی داخل نہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو اسکا ولد داخل نہوگا اسواسطے کہ اسکا ولد اپنے باپ کی طرف منسوب ہے نہ ماں کیطرف الا اُس صورت مین داخل ہوسکتا ہے کہ جب اسکا شوہر اسکے اہل قرابت مین سے ہو یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل یا اہل فلان کے وصیت کی تو یہ وصیت خاصتہ اسکی زوجہ کیواسطے ہوگی اور کسی کے واسطے نہوگی یہ قیاس ہے لیکن ہمنے استحسانا یہ حکم دیا ہے کہ اس وصیت مین وہ شخص داخل ہوگا جو اسکے گھر مین رہتا ہے جسکا نفقہ اُسپر ہے اور اسکے ساتھ پرورش پاتا ہے لیکن اس وصیت مین اُسکے مملوک داخل نہونگے اور اگر دو شہرون یا دو بستیون مین اُسکے اہل ہون تو بسبب عموم لفظ کے سب داخل ہوجائینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے متفرق تین بھائیون کیواسطے وصیت کی اور اسکا ایک بیٹا موجود ہے تو بھائیون کیواسطے وصیت جائز ہوگی اور تین حصہ برابر ہوکر تقسیم ہوگی اسواسطے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے وارث نہونگے اور اگر دختر ہو تو فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کیطرف کے بھائی کیواسطے وصیت جائز ہوگی اور ماں وباپ دونون کی طرف سے جو بھائی ہے اُسکے حق مین جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ دختر کے ساتھ بطور عصبہ وارث ہوگا اور اگر اُسکا بیٹا یا بیٹی نہو تو پوری وصیت باپ کی طرف کے بھائی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ وارث نہوگا اور حقیقی واخیافی بھائی کے حق مین باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ یہ دونون اُسکے وارث ہونگے اور اگر ایک عورت مرگئی اور اُسنے ایک شوہر چھوڑا اور ایک اجنبی کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو اجنبی کے واسطے اسکا نصف مال ہوگا اور تہائی مال شوہر کو ملیگا اور چھٹا حصہ بیت المال مین داخل ہوگا اسواسطے کہ اجنبی پہلے تہائی مال بلا منازعت لے لیگا پھر دو تہائی مال جو باقی رہا اُسمین سے آدھا شوہر لے لیگا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسمین سے اجنبی کی تمام وصیت پوری کردی جائیگی پس چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی ایک چھٹا حصہ بلا مستحق ووارث رہگیا وہ بیت المال مین داخل ہوگا اور اگر عورت نے مال وشوہر چھوڑا اور اپنے قاتل کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو شوہر اسکا نصف مال لے لیگا اسواسطے کہ قاتل کے حق مین جو وصیت ہوئی ہے اُس سے میراث مقدم ہے پھر باقی نصف مال کو قاتل موصی لہ لے لیگا اور بیت المال مین کچھ داخل نکیا جائیگا اور اگر عورت نے اپنے شوہر کیواسطے نصف مال کی وصیت کی اور دوسری کوئی وصیت نہین کی ہے تو شوہر اسکا سب مال لے لیگا یعنے نصف مال بحکم میراث اور نصف مال بحکم وصیت لے لیگا اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو چھوڑی کہ اُسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور ایک اجنبی کیواسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی اور اپنی جورو کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو اجنبی تہائی مال کو بلا منازعت لے لیگا اور جورو کو باقی کی چوتھائی میراث ملیگی یعنے چھٹا حصہ کل مال کا پھر نصف مال باقی مین دونون برابر شریک ہونگے اور اگر کوئی عورت مرگئی اور اپنے پورے مال کی اپنے شوہر کیواسطے وصیت کی اور سوائے شوہر کے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور ایک اجنبی کیواسطے بھی اپنے پورے مال کی وصیت

---

۵۱ یعنے ایک سگا بھائی دوسرا باپ کی طرف سے علاتی اور تیسرا فقط ماں کی طرف سے اخیافی ۱۲

۵۲ یعنے آپسمین کسی دوسرے کو جھگڑا کرنے کا موقع نہ ہوگا ۱۲

کی یا دونوں ہیں سے ہر ایک کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو پہلے اجنبی تہائی مال بلا منازعت لے لیگا باقی دو تہائی
میں سے نصف مال یعنے ایک تہائی شوہر کو ملیگا اسواسطے کہ اجنبی کیواسطے وصیت بقدر تہائی کے میراث سے مقدم ہوتی
ہو پھر باقی ایک تہائی مال تین حصے کیا جائیگا جسمیں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصہ شوہر کو دیے جائینگے یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل قرابت کے و غیر اہل قرابت کے وصیت
کی تو فرمایا کہ یہ سب اہل قرابت کو دیا جائیگا اسمیں سے وارثوں کو کچھ واپس نہ دیا جائیگا گویا اُسنے یوں کہا کہ واسطے
اپنے اہل قرابت کے و بنی آدم کے وصیت کی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اپنے برادران کیواسطے تہائی مال کی وصیت
کی تو برادر میں وہ لوگ ہونگے جو اُسکے برادران معروف ہیں اور اُسکی طرف منسوب ہیں۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے
اپنے حشم کے وصیت کی تو حشم وہ لوگ ہیں جنکی وہ شخص پرورش کرتا ہو اُسکے عیال میں ہیں اور اُنکو نفقہ دیتا ہو پس اس وصیت
میں اُسکا ولد و والد و زوجہ اُسکی ام ولد باندیاں و مدبر و رقیق داخل نہونگے اور باقی اہل قرابت داخل ہونگے۔ یہ
خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنی قوم و عترت کیواسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے اِلّا اُس صورت میں کہ یوں کہے فقرا قوم
یا فقرا عترت اور اس صورت میں بھی اُنکے مملوک داخل نہونگے۔ اور اگر اپنے قدیمی لوگوں کے واسطے وصیت کی تو وہ لوگ
ہونگے جو تین سال سے اُسکے ساتھ ہیں کذا فی محیط السرخسی قال المترجم خزانۃ المفتین میں ایک سال پر فتوے ہے اور
فرمایا کہ اگر بنی فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہیں دو صورتیں ہیں یا تو فلان جسکا نام لیا ہو وہ ایک قبیلہ
کا پدر اعلے ہوگا جیسے بنی تمیم کا تمیم اور بنی اسد کا اسد ہو یا یہ فلان شخص فقط پدر خاص ہوگا یعنے جماعت کثیر کا باپ نہوگا اور
واضح رہے کہ اس باب میں جو سب سے اول ہوتا ہو وہ شعب ہو بفتح شین معجمہ پھر قبیلہ ہو پھر عمارہ ہو پھر بطن ہو پھر فخذ ہو پھر
نصب ہو چنانچہ قریش کے واسطے مضر شعب ہے اور کنانہ قبیلہ ہو اور قریش عمارہ ہو اور قصی بطن ہو اور ہاشم رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا پر دادا فخذ ہو اور عباس فصیل ہیں ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو اور ان سب کا بیان اس طرح ہو کہ اگر
اُسنے بنی کنانہ کے واسطے وصیت کی حالانکہ کنانہ ایک قبیلہ کا پدر ہو تو اس وصیت میں اولاد مضر داخل نہونگے اور اولاد کنانہ
فصیلہ تک داخل ہوجاینگے بشرطیکہ وہ شمار میں ہوں اور اگر بنی قریش کیواسطے جو پدر عمارہ ہو وصیت کی تو وصیت
میں اولاد کنانہ و مضر داخل نہونگی اور اولاد قریش و قصی و اولاد قصی ہاشم و اولاد ہاشم و عباس و اولاد عباس سب داخل
ہوجاینگی اور اگر اولاد قصی کے واسطے جو قریش میں سے ایک بطن ہو وصیت کی تو اولاد مضر و کنانہ و قریش سب داخل
نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہیں وہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی ہاشم کیواسطے جو فخذ ہو وصیت کی تو جو ان سے اوپر ہیں
وہ داخل نہونگی اور جو ان سے نیچے ہیں مع اولاد فصیلہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی فصیلہ کیواسطے وصیت کی تو وصیت
میں اولاد عباس و اولاد ابو طالب و اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی اور جو اُنسے اوپر ہیں وہ داخل
نہونگی اور جب یہ سب معلوم ہوچکا تو ہم اُس مسئلہ کیطرف جو ہمنے اوپر ذکر کرکے چھوڑا ہو توجہ کرتے ہیں یعنے جب کہ
ایک شخص نے بنی فلان کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور فلان ایک قبیلہ کا پدر ہو اور اُسکی اولاد مذکر
و مؤنث سب ہیں تو بالاجماع اُسکا تہائی مال مذکر و مؤنث سب اولاد میں برابر تقسیم ہوگا بشرطیکہ سب شمار میں داخل ہوں اور

بشرط فقط اجماع کے واسطے ہے

اگر اولاد سب مؤنث ہون تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ تہائی مال ان سب عورتون کے واسطے ہووے اور اگر سب مذکر ہون تو سب تہائی مال کے مستحق ہونگے اور اگر فلان شخص پدر خاص ہو اور اُسکے اولاد ہو اور سب اولاد مذکر ہون تو مال وصیت ان سبھون کا ہوگا اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو اُنکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسکی اولاد مین مذکر و مؤنث دونون ہون تو بھی اختلاف ہی۔ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مال وصیت فقط اُسکی اولاد مذکر کو ملیگا مؤنث کو نہ ملیگا اور اگر فلان مذکور کی اولاد صلبی نہون بلکہ اُسکی اولاد کی اولاد ہون پس اگر اُسکی دختر کی اولاد ہون تو وے اس وصیت مین داخل نہون گے۔ اور یہ حکم سوقت ہی کہ اُسنے بنی فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور اگر ولد فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور فلان مذکور کی فقط لڑکیان ہین تو وصیت مین داخل ہو جائینگی اور اگر فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہون تو بالاجماع یہ سب مال وصیت کے مستحق ہونگے اور مال وصیت ان سب کو برابر تقسیم کر دیا جائیگا مذکر کو مؤنث پر کچھ تفضیل نہوگی اور فرمایا کہ اگر فلان مذکور کی کوئی جورو حاملہ ہو تو جو کچھ اُس کے پیٹ مین حمل ہی وہ بھی وصیت مین داخل ہو جائیگا اور اس وصیت مین اولاد کی اولاد شامل نہوگی اور یہ سوقت ہی کہ فلان مذکور پدر خاص ہو اور اگر پدر فخذ ہو تو اُسکے پشت کی اولاد ہونے ہوے بھی اُسکی اولاد کی اولاد شامل ہو جائیگی اور اگر فلان مذکور کے فقط ایک ہی ولد ہو تو پورا مال وصیت اُسی کا ہوگا بخلاف اسکے اگر اولاد فلان کیواسطے وصیت کی حالانکہ فلان کا فقط ایک ولد ہی تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا اور اگر اولاد فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کی اولاد صلبی موجود نہین ہی تو اُسکے پسرون کی اولاد اس وصیت مین شامل ہوگی اور دخترون کی اولاد کے شامل ہونے مین دو روایتین مختلف ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وارثان فلان کیواسطے وصیت کی تو مال وصیت ان سب مین بطرح تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دو حصہ اور مؤنث کو ایک حصہ کے حساب سے دیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر وارثان فلان کیواسطے وصیت کی تو اس وصیت مین لڑکون کی اولاد داخل ہوگی اور لڑکیون کی اولاد شامل ہونے مین دو روایتین ہین اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف روایت بھی لڑکیون کی مذکر اولاد کے شامل ہونے مین ہی اور لڑکیون کی مؤنث اولاد کے باب مین ایک روایت واحدہ ہی کہ لڑکیون کی لڑکیان شامل نہونگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر بنات فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہین تو وصیت خاصۃً لڑکیون کیواسطے ہوگی اور اگر فلان کے لڑکے ہون اور لڑکون کی اولاد لڑکیان ہون تو وصیت خاصۃً لڑکون کی لڑکیون کیواسطے ہوگی۔ اور اگر فلان کی اولاد مین فقط لڑکیون کی لڑکیان ہون تو وہ وصیت مین شامل نہونگی اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم دو روایت مختلف مین سے ایک روایت کے موافق ہی اور بعض مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک اس حکم مین ایک ہی روایت ہی یعنی یہ اتفاق ہی کہ لڑکیون کی لڑکیان داخل نہونگی اور اگر موصی نے وصیت کیا تھا کوئی ایسی بات بیان کی ہو جس سے معلوم ہو کہ اُسنے لڑکیون کی لڑکیان مراد لی ہین مثلاً یون کہا کہ فلان شخص کے لڑکیان ہین اور اُنکی مائین مر گئی ہین پس مین نے اُنکی لڑکیون کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی۔ تو بالاتفاق الرقايا

سلہ کیونکہ اصل وارث ذوی الفروض و عصبہ ہوتے ہین پس یہی صورت اقوی ہوگی ۱۲

لڑکیون کی لڑکیاں شامل ہوجائینگی اس مین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے۔ اگر آباے فلان و فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ اُنکے آباء و امہات موجود ہین تو سب وصیت مین شامل ہون گے اور اگر اُنکے آباء و امہات نہون بلکہ فقط اجداد وجدات ہون تو وے وصیت مین داخل نہونگے اور اگر اکابر ولد فلان کیواسطے وصیت کی اور فلان شخص کے دو پسر ہین ایک دس برس کا اور دوسرا بارہ برس کا ہے تو یہ منجملہ اکابر کے ہوگا۔ اور اگر بنی فلان کیواسطے وصیت کی اور فلان پدر فخذ ہے یا بطن ہے یا قبیلہ ہے تو آیین دو صورتین ہین یا بنی فلان شمار مین داخل ہونگے یا بیشمار ہونگے پس اگر شمار مین داخل ہون تو وصیت صحیح ہوگی خواہ وہ غنی ہون یا فقیر ہون اور اگر بے شمار ہون پس اگر سب فقیر ہون تو وصیت جائز ہوگی اور اگر غنی و فقیر دونون ہون اور اُن مین سے جتنے غنی ہین وہ بیشمار ہون پہچان مین نہ آتے ہون تو ہمارے صحابنے فرمایا کہ وصیت باطل ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے وصیت کی اور وہ پانچ ہین۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ تین یا دو ہین تو تہائی ان سب کو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ واسطے ہر دو پسر فلان کے حالانکہ فقط فلان کا ایک لڑکا ہے تو اُسکو تہائی مین سے نصف ملیگا اور اگر کہا کہ واسطے زید و عمر و دو پسر فلان کے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا فقط ایک لڑکا ہے تو اُسکو تہائی مال پورا ملیگا اور اگر کہا کہ مین نے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے اور وہ تین ہین وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ ہین تو وصیت اُن مین سے تین کیواسطے ہوگی اور اُن مین سے تین کے چھانٹ کا اختیار وارثان موصی کو ہوگا اور اگر انکے ساتھ کسی اجنبی دیگر کے واسطے وصیت کی ہو تو جو تہائی اُنکو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے واسطے بنی فلان کے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ پانچ ہین اور واسطے زید کے تہائی مال کی وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص کے فقط تین لڑکے ہین تو زید ان سب کے ساتھ حصہ چہارم کا شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور موصی کو خبر پہنچی کہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہے یا اُس نے خود کہا کہ وہ یہ ہے پھر اُسکا تہائی مال اس سے زیادہ نکلا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ زید کو اُسکے پورے مال سے تہائی ملیگی اور جو تعداد بیان کیگئی ہے وہ باطل ہے اور اُسکا غلطی کرنا مقدار وصیت مین نقصان نہ پیدا کریگا کیونکہ اُس نے حساب مین غلطی کی ہے اور یہ وصیت سے رجوع نہوگا اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور اگر کہا کہ مین نے اپنی تمام بکریون کی وصیت کی اور وہ سو بکریان ہین پھر ظاہر ہوا کہ بکریان زیادہ ہین اور سب اُسکے مال سے برآمد ہوئی ہین تو پوری بکریون مین وصیت جائز ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اپنی بکریون کی وصیت کی اور وہ یہ ہین حالانکہ اُسکے پاس ان بکریون کے سوائے اور بھی بکریان ہین تو قیاساً یہ بھی شامل ہونگی لیکن مین اس مقام پر قیاس کو ترک کرتا ہون اور یہ حکم دیتا ہون کہ موصی لہ کو تعیین بیان کردہ بکریون مین سے بقدر تہائی مال کے ملینگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اپنے رفیقون کی وصیت کی اور وہ تین ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ پانچ ہین تو پانچون تہائی مال سے وصیت قرار دیے جاوینگے یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے شیعہ و محبین آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو فلان شہر مین مقیم ہین وصیت کی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بیشمار ہون تو قیاساً یہ وصیت باطل ہے

ملے آبا جمع اب بمعنے باپ اور امہات جمع ام بمعنے ماں اور اجداد جمع جد بمعنے دادا و نانا و جدات جمع جدہ بمعنے دادی و نانی ۱۲

ولیکن استحسانا جائز ہے اور انہین سے جسقدر فقیر ہین انہین کیواسطے ہوگی یہ یتیمون پر قیاس ہے اور فرمایا کہ شیعہ وہ لوگ ہین جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان رکھنے کے ساتھ معروف ہین اور وہی اس نام سے موسوم ہین نہ غیر اور یہی دہم موصی مین واقع ہوگا ایک شخص نے اپنے پڑوسیون پر تہائی مال کی وصیت کی تو بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ شمار مین داخل ہون تو مال وصیت اُن مین سے فقیرون و توانگرون سب پر تقسیم کیا جائے گا اسی طرح اگر اہل مسجد فلان کے واسطے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال محتاج وران بلخ کیواسطے نکالا جاوے تو امام ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے پس اگر وہ لوگ بے شمار ہون تو انہین سے محتاجون پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر شمار مین ہون تو سب افراد پر تقسیم ہوگا اور شمار کی تعریف امام ابو یوسفؒ سے اسطرح مروی ہے کہ اگر وہ لوگ بدون حساب بھر برس کے شمار نہ کیے جاوین تو بے شمار ہین اور بشر رح نے فرمایا کہ اسکے واسطے وقت نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر شمار کرنے والا انکے شمار سے فارغ ہونے پاوے کہ انہین کوئی بچہ پیدا ہو جاوے یا کوئی مردہ مر جاوے تو وہ بے شمار کہلاوینگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وہ سو سے زیادہ ہون تو بیشمار ہین اور بعض نے فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہے اور اسی پر فتوی ہے اور آسان وہ قول ہے جو امام محمد رح نے فرمایا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بیتیمان بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور بیتیمان بنی فلان شمار مین داخل ہین تو وصیت صحیح ہوگی اور مال وصیت سب کو دیا جائیگا جیسے کہ اگر بیتیمان ابن کوچہ یا بیتیمان ابن دار کے واسطے وصیت کریگا صورتین ہین ہے اور اسمین غنی و فقیر سب برابر ہین اور اگر بیتیمان بنی فلان بے شمار ہون تو بھی وصیت جائز ہے مگر انہین سے محتاجون کو مال وصیت دیا جائے گا۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے ارامل[1] بنی فلان کے وصیت کی اور ارامل بنی فلان شمار مین ہین یا بیشمار ہین تو وصیت جائز ہے اور جب بہر حال وصیت جائز ہے پس اگر وہ شمار مین ہون تو مال وصیت اُن سب افراد کو دیا جائیگا اور اگر بیشمار ہون تو جہانتک دسترس ہو اور معلوم ہو جاوین اُنکو تقسیم کیا جائیگا اور ادنی مقدار امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دو ہین اور اگر واسطے اپنے پڑوسیون یا فلان کے پڑوسیون کے وصیت کی حالانکہ پڑوسی داخل شمار نہین ہین تو وصیت باطل ہے۔ اسیطرح اگر واسطے فلان مسجد والون یا فلان قیدخانہ والون کے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اپنی بیٹیون کے شوہرون کیواسطے وصیت کی تو یہ شامل ہے کہ جب بیٹی اُسکی وقت موت کے زوجہ ہو اور نیز جو طلاق سے عدت مین ہو اور بائن کے شوہر کو شامل نہین ہے اور یتیمون کیواسطے وصیت کرنے مین غنی و فقیر سب شامل ہین بشرطیکہ داخل شمار ہون ورنہ خاصۃً فقیر یتیمون کو تقسیم کیا جائیگا اور نیز اندھون و لنجون اور قرضدارون اور مسافرون کے واسطے جو راہ مین محتاج ہوگیا ہے اور قیدیون و غازیون و ارامل کیواسطے وصیت مین بھی اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو غنی و فقیر سب کو شامل ہے اور اگر بے شمار ہون تو فقیرون کو تقسیم ہوگا قال ارامل جمع الارملہ وہ عورت ہے کہ بالغ ہو جانے کے بعد اُس سے مجامعت کی گئی ہو مگر اُسکا شوہر نہین ہے۔ شاب وفتی پندرہ برس سے تیس یا چالیس برس تک ہے الا اس صورت پر ہوگا کہ اس سے پہلے پیر بوڑھا یا غالب ہو جاوے اور کہل تیس۳۰ سے یا چالیس۴۰ سے (۶۰) برس تک الا اس

[1] ارامل جمع ارملہ یعنی زن شوہر مردہ جسکو ہمارے عرف مین بیوہ و رانڈ بولتے ہین ۱۲

صورت میں پہلے ہو گا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھاپا غالب ہو جاوے اور شیخ پچاس برس سے ہوتا ہے غلام یعنے لڑکا
پندرہ برس سے کم ہوتا ہے الا یہ کہ وہ اس سے پہلے محتلم ہو جاوے تو بالغ ہو جائیگا اور عصبہ ہوتا ہے جو اپنے باپ کی موت
کے بعد باقی رہے اور نسیر و رثہ بھی عقب میں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تو امام اعظم
و امام زفر رح کے نزدیک بنا بر قیاس کے وہ لوگ ہیں جو موصی کے دار سے ملاصق ہوں اور استحسان کے موافق ہے
اور یہی قول صاحبین رح کا ہے کہ وصیت تمام اُن لوگوں کو شامل ہو گی جو موصی کے محلہ میں رہتے ہیں اور مسجد محلہ اُنکا محل
اجتماع ہو خواہ وہ مالک ہو یا کرایہ پر رہتا ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو صغیر ہو یا کبیر ہو سب برابر ہیں مگر غلاموں
و باندیوں و مدبروں و ام ولدوں کو شامل نہیں ہے اور مکاتب اس وصیت میں داخل ہے ایسا ہی محیط و زیادات میں بلا
ذکر اختلاف مذکور ہے یہ کافی میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے ایک پڑوسی کیواسطے سو درم کی وصیت
کی پھر اپنے پڑوسیوں کیواسطے تمام مال کی وصیت کی تو دیکھا جائیگا کہ جسقدر اس خاص پڑوسی کے حصہ میں پڑوسیوں
کی وصیت میں آتا ہے پس اگر سو درم سے کم ہو تو اُسکو سو درم دیے جاوینگے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یعنی کمتر اکثر کے ضمن میں داخل
کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بنی فلان کے اندھوں کیواسطے وصیت کی یا لنجوں بنی فلان کیواسطے وصیت کی
پس اگر وہ لوگ داخل شمار ہوں تو وصیت مذکورہ اُنمیں سے غنی و فقیر و مذکر و مؤنث سب کو شامل ہو گی اور اگر داخل شمار
نہوں تو شمار وصیت خاصۃً اُنہیں سے فقیروں و محتاجوں کیواسطے ہو گی۔ اور اگر شابان بنی فلان یا ایامی بنی فلان
یا ثیبات بنی فلان یا ابکار بنی فلان کیواسطے وصیت کی پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو وصیت جائز ہو گی ورنہ نہیں
اور اگر اپنے آزاد کیے ہوؤں کیواسطے وصیت کی تو وصیت باطل ہے الا اس صورت میں جائز ہو گی کہ جب اپنی حیات میں
اُنکو بیان کر دے اور آزاد کیے ہوؤں کی وصیت میں جنکو اپنی صحت میں اور جنکو مرض میں آزاد کیا ہے سب داخل ہونگے اور اُسکے
مدبر و امہات اولاد داخل نہونگی اور اگر اپنے غلام سے کہا ہو کہ اگر میں تجھے نہ ماروں تو تو آزاد ہے پھر اُسکے مارنے سے پہلے خود
مر گیا تو وہ بھی وصیت میں داخل ہو گا اور اگر موصی ایک شخص عربی ہو اور اُسنے اپنے موالی کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی
تو وصیت صحیح ہو گی اور اُسمیں اسفل مع اپنی اولاد کے داخل ہو گا اور موالی موالات[۵۱] و معتق المعتق[۵۲] اسمیں داخل نہونگے اور اگر اُسکے
موالی اور اولاد موالی نہوں تو تہائی مال مذکور اُسکے موالی الموالی کو ملیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اُسکے موالی میں سے جنکو اُسنے
آزاد کیا ہے یا اُنکی اولاد میں سے دو یا زیادہ رہے ہوں اور اُسکے آزاد کیے ہوؤں کے آزاد کیے ہوئے ہوں تو مال وصیت
اول کے دونوں یا زیادہ کو ملیگا اور اگر موالی کیواسطے بلفظ جمع وصیت کی ہو حالانکہ اُسکے موالی یا اُسکی اولاد موالی میں سے
کوئی نہ رہا ہو سوائے ایک کے تو اُسکو تہائی کا نصف ملیگا اور نصف دیگر وارثوں کو واپس کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر واسطے
بنی فلان کے مولاؤں کی وصیت کی اور فلان پدر قبیلہ ہے اور موالی مذکور داخل شمار ہیں تو اُسمیں آزاد کیا ہوا اور آزاد
کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا اور جسکا عتق نہ مارنے پر معلق کیا ہے سب داخل ہونگے اور مدبر و ام ولد داخل نہونگے یہ کافی میں ہے۔

---

۵۱ مولی الموالات وہ شخص معروف النسب جسکو کسی مجہول النسب نے اپنا مولی بنایا ہو باینطور کہ کہا اگر میں مروں تو میری میراث تو لے اور اگر مجھ سے کوئی
ایسی جنایت ہو جاوے جس سے دیت لازم آوے تو تجھکو میری طرف سے تو ادا کرے اور وہ شخص قبول کرے ۱۲ ۵۲ یعنے آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ۱۲

فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر اپنے موالی کیواسطے وصیت کی اور اس موصی کی ایک باندی تھی جسکو اُسنے آزاد کر دیا تھا اور وہ ایک بچہ جنی تھی تو بچہ بھی وصیت میں داخل ہوگا بشرطیکہ اس بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے کا آزاد کردہ شدہ نہو اور اگر بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے شخص عربی کا آزاد کیا ہوا ہو تو بچہ بلا اختلاف وصیت میں شامل نہوگا اور اگر بچہ کا باپ سوائے عرب کے کسی قوم کا آزاد کیا ہوا ہو تو امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ بچہ موالیان مادر کا آزاد کردہ شدہ قرار دیا جائیگا اور اسمیں امام ابویوسف رح نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے موالی کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ اُسکا کوئی مولی آزاد کیا ہوا نہیں ہے اور نہ اسکے آزاد کیے ہوے کی اولاد ہے اور نہ اسکے آزاد کیے ہوے کے آزاد کیے ہوے ہیں بلکہ اسکے باپ یا بیٹے کے موالی عتقی ہیں تو انکو وصیت میں سے کچھ نہ ملیگا اور اگر موصی کا کوئی مولی نہو سوائے ایسے موالی کے جو اُسکے یا اُسکے باپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہوں تو تہائی مال وصیت انھیں کو ملیگا اور اگر اُسکے ساتھ موصی کے آزاد کیے ہوے یا اُنکی اولاد ہوں تو قیاساً یہ دونوں فریق یکسان ہونے چاہییں مگر استحساناً انھیں کو ملیگا مولی الموالات کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی امہات اولاد کے واسطے وصیت کی اور اُسکے بعض امہات اولاد ایسے ہیں جو اُسکی زندگی میں آزاد ہو گئے ہیں اور بعض امہات اولاد ایسے ہیں جو اُسکی موت پر آزاد ہوے ہیں تو وصیت خاصتہً انھیں امہات اولاد کیواسطے ہوگی جو اُسکے مرنے پر آزاد ہوے ہیں اور اگر امہات اولاد وہی ہوں جو اُسکی زندگی میں آزاد ہو گئے ہیں تو مال وصیت اُنکو ملیگا۔ اور اگر اُسنے اپنی امہات اولاد کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اپنی موالیات کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکی امہات اولاد ایسی ہیں کہ اُسکی زندگی میں آزاد ہو گئی ہیں اور انکے سوائے دوسری آزاد کی ہوئی باندیاں ہیں تو ہر فریق علیحدہ علیحدہ معتبر ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اصہار کیواسطے وصیت کی تو اُسکی جورو کا جو شخص ذی رحم محرم ہو اسکے واسطے وصیت ہوگی اور نیز وصیت میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے باپ کی زوجہ یا ہر اُسکے ذی رحم محرم کی زوجہ کا ذی رحم محرم ہو اسواسطے کہ یہ سب اصہار ہیں۔ اور وصیت میں وہی داخل ہوگا جو موصی کی موت کے روز اسکا صہر ہو مثلاً اُسکی فوت کیوقت اُسکی جورو منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو اسواسطے کہ حالت موت کا اعتبار ہے حتی کہ اگر موصی مرا اور جورو اسکے نکاح میں ہے یا طلاق رجعی کی عدت میں ہے تو صہر مستحق وصیت ہوگا اور اگر طلاق بائن یا تین طلاقوں کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت نہوگا۔ اور اگر اپنے اختان کیواسطے وصیت کی تو جو عورت موصی کی ذی رحم محرم ہو ہر ایک کے شوہر کو شامل ہے چنانچہ بیٹیوں و بہنوں و خالاؤں و پھپھیوں کے شوہروں کو شامل ہے اور نیز انکے ازواج میں سے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہے ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ ہر ایک ختن کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنا بر عرف اہل کوفہ کے ہے اور باقی شہروں میں یہ عرف ہے کہ ختن اسکو کہتے ہیں جو دختر یا ذی رحم محرم کا شوہر ہو اور ازواج میں سے ذی رحم محرم پر اطلاق نہیں کیا جاتا ہے اور حکم کا اعتبار عرف پر ہے۔ یہ محیط

سلہ یعنے قرابت مصاہرت رکھتا ہے جسکو ہمارے عرف میں سسرالی رشتہ بولتے ہیں ۱۲ سلہ آزاد کردہ شدگان ۱۲ سلہ باندیان آزاد کردہ شدہ ۱۲ سلہ جمع صہر یعنے خسر مراد وہ ہے کہ جو کتاب میں مذکور ہے ۱۲ منہ سلہ جمع ختن یعنے داماد ۱۲

میں ہے۔ اور موصی کی عورتوں کی طرف سے ختن نہوگا مراد یہ ہے کہ اگر موصی کی جورو کے دوسرے شوہر سے کوئی
لڑکی ہو تو اسکا شوہر موصی کا ختن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی فقراء بنی فلان کیواسطے وصیت کی
حالانکہ وہ لوگ داخل شمار نہیں ہیں تو انکو موالی اور موالی الموالی اور سوائے الموالات و حلفاء و عدید سب شامل ہو جاوینگے
پس جہانتک ممکن ہوگا اور جتنا کو پاویگا اُن سب پر برابر تقسیم کردیگا حلیف وہ ہے جس نے کسی قوم سے موالات کی اور کہا کہ
میں مسلمان ہوتا ہوں اور اسپر قسم کھائی اور ویسے لوگ اُسکے واسطے موالات پر قسم کھاویں۔ عدید وہ ہے جو بلاقسم اُن میں
شمار ہو جاوے اور اگر سب مال انمیں سے ایک ہی کو دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ
دو یا زیادہ کو دے گا۔ اور اگر فلان مذکور پدر خاص ہو پدر قبیلہ یا فخذ نہو تو تہائی مال مذکور اُسکے پشت کے لڑکوں کو
ملیگا اور موسے داخل نہوگا اور نیز حلیف بھی وصیت میں داخل نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر رح سے دریافت کیا
گیا کہ ایک شخص نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وصیت کی تو ذکر فرمایا کہ ابو نصیر بن یحیی رح فرماتے تھے کہ یہ
وصیت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی اولاد کیواسطے ہوئی ان دونوں کے سوائے دوسرے کیواسطے نہوگی اور
رہے عمر سو داخل وصیت ہونگے یا نہیں پس فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہو اور
ان دونوں سے متصل ہو وہ اس وصیت میں داخل ہوگا اور جو ان دونوں کی طرف منسوب نہو اور نہ متصل ہو وہ اس
وصیت میں داخل نہوگا۔ اور اگر علویہ کیواسطے وصیت کی تو فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ نہیں جائز ہے اسواسطے کہ وہ
بیشمار ہیں اور اس امر میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے (اولاد علی کرم اللہ وجہہ ۱۲) جو فقط فقر و حاجت پر واقع ہو یعنی فقراء علویہ محتاجین کیواسطے
وصیت ہو حتی کہ جائز ہو جاوے اور اگر فقراء علویہ کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے علی ہذا القیاس اگر فقہاء کیواسطے وصیت
کی تو جائز نہیں ہے اور فقیر فقہاء کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اسیطرح اگر طالب علموں کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے اور اگر
محتاج طالب علموں کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر
طالب علمان شہر فلان کیواسطے یا طالب علمان علم فلان کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اور اگر وصی نے فقیر طالب علموں یا علویوں
میں سے ایک کو دیدیا تو جائز ہے یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جبتک دو یا زیادہ کو نہ دے جائز نہیں ہے اور
اگر دو یا زیادہ کو دے تو جائز ہے۔ اور اگر فقیر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابوجعفر رح سے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک
فقیہ وہ ہے کہ فقہ میں انتہا درجہ تک پہونچ گیا ہو اور فقہ سیکھنے والا فقیہ نہیں ہے اور اُسکو وصیت میں سے حصہ نہ ملیگا۔ اور
اگر شہر فلان کے اہل علم کے واسطے وصیت کی تو اسمیں اہل فقہ و اہل حدیث سب داخل ہونگے اور جو شخص فلسفہ کی باتیں
بیان کرتا ہے وہ داخل نہوگا اور آیا متکلمین داخل ہونگے یا نہیں سو اس مسئلہ کا صریح ذکر کتابوں میں نہیں ہے اور شیخ ابو القاسم
سے مروی ہے کہ کتب کلام کتب علم نہیں ہیں یعنے عرف میں انکو کتب علم نہیں بولتے ہیں اور فہم کیطرف متبادر نہیں ہے پس مطلق
کتابوں کی تحت میں داخل نہونگی اور اس مسئلہ کے قیاس پر مسئلہ وصیت میں متکلمین داخل نہونگے اور اگر اپنے تہائی مال کیواسطے طالبان

ع آزاد کردہ ۱۲ منہ ہ آزاد کردہ کا آزاد کردہ ۱۲ منہ ہ ایمان لاکر موالات کی ہے ۱۲ منہ ہ بلا سوگند جو کسی میں شمار ہو ۱۲

ص یعنے کتابوں کا حکم مذکور ہے اور اسی سے نکاح کا حکم ہے ۱۲ منہ

علم حدیث کے فلان شہر مین ایسے مدرسہ مین جو مدرسہ حدیث مشہور ہے علم فقہ سیکھنے کو جاتے ہین اُن مین سے محتاجون کے لیے وصیت کی تو یہ وصیت شافعی مذہب والون کے واسطے جو فقہ سیکھنے کو ایسے مدرسہ مین جاتے ہین جو اُن کی طرف منسوب ہے کچھ مفید نہین ہے جبکہ وہ لوگ منجملہ اصحاب حدیث کے ہون تو یہ وصیت خواہ مخواہ شافعی مذہب والون کو شامل ہوگی بلکہ ہر ایسے شخص کو شامل ہوگی جو احادیث پڑھتا ہے اور احادیث کی سماعت کرتا ہے اور اسی کی طلب مین سرگرم ہے خواہ وہ شافعی ہو یا حنفی ہو یا کوئی دوسرا ہو اور جو شافعی مذہب ہو لیکن وہ احادیث نہ پڑھتا ہو اور نہ سنتا ہو اور نہ اسکی طلب مین ہو تو اصحاب حدیث کا لفظ اُسکو فقط شافعی مذہب ہونیکی وجہ سے شامل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے واسطے فلان و واسطے بنی تمیم کے وصیت کی تو فرمایا کہ کل مال فلان کو ملیگا اور بنی تمیم کے واسطے کچھ نہوگا جبکہ وہ لوگ بے شمار ہون اسواسطے کہ یہ ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے موتیٰ کے حالانکہ مونٹے کے واسطے وصیت باطل ہے اور اگر کہا کہ میرا تہائی واسطے فلان کے و واسطے ایک مرد کے مسلمانون مین سے وصیت ہے تو تہائی سے فقط نصف اُس فلان کو ملیگا اور باقی وارثون کو واپس دیا جائیگا اسیطرح اگر کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے دس مسلمانون کے تو بھی گیارہ جزون مین سے ایک جزو فلان شخص کو دیا جائیگا اور مسلمانون کو کچھ نہ دیا جائے گا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ؛

ساتوان باب سکنیٰ و خدمت و ثمرہ و کرایہ غلامان و حاصلات باغات و زمین وغیرہ اور جانوران سواری کی

سواری وغیرہ کی وصیت کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ خدمت رقیق و سکنیٰ دار و کرایہ غلامان و مکانات و حاصلات اراضی و باغات کی وصیت ہمارے علماء کے قول کے موافق جائز ہے۔ اور جب خدمت رقیق کی وصیت جائز ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کرنیکی وصیت کی اور سوائے اس کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو اس مین دو صورتین ہین یا تو سال معین ہوگا مثلاً کہا کہ مین نے سال (فلانہ) اس غلام کے خدمت کی زید کے واسطے وصیت کی یا غیر معین ہوگا مثلاً سال کی تعیین نہ کی کہ فلان سال پھر ایک صورت مین دو صورتین ہین کہ یہ غلام یا تو موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہوگا یا نہوتا ہوگا پس اگر زید کیواسطے غلام مذکور کے خدمت کی سال معین مین وصیت کی پس اگر موصی کی موت سے پہلے یہ سال معین گذر گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر موصی کے مرنے کے وقت مین اس سال مین سے کسی قدر گذر ا تھا مثلاً چھ مہینہ گذرے تھے اور چھ مہینے باقی تھے یا موصی اس سال سے پہلے مرگیا پھر اُسکے مرنیکے بعد یہ سال آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا تاکہ وہ اپنی وصیت پوری حاصل کرے لیکن اگر سال میں چھ مہینے باقی رہے ہون تو فقط چھ مہینہ تک خدمت لیگا کہ وہی اُسکی پوری وصیت ہے اور اگر موصی اس سال معین سے پہلے مرگیا ہو تو موصی لہ اُس پورا سال بھر خدمت لیگا اور اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو اور نہ وارثون نے

ملہ یہ ترجمہ دخل اسواسطے ہے کہ عرف مین شافعی لوگ اصحاب حدیث مشہور ہین ۱۲ منہ ملہ وصیت کرنے والا شخص ۱۲ ملہ موصی جسکو وصیت ملینے مرد ہو۔۱۲

اجازت دی تو غلام مذکور اِس تمام سال معین تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز وارثوں کی خدمت کریگا یہانتک کہ جب سال معین گذر جاوے تو غلام مذکور وارثوں کے سپرد کیا جائیگا۔ یہ اُس وقت ہے کہ سال معین ہو اور اگر سال غیر معین ہو پس اگر غلام مذکور اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثوں نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا کہ وہ ایک سال کامل اُس سے خدمت لیکر وارثوں کو واپس دیگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی اور غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتا ہے تو غلام مذکور تین سال تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز تک وارثوں کی خدمت کریگا پھر جب تین سال پورے ہو جاویں تو وصیت خدمت پوری ہو جائیگی اور واجب یہ ہے کہ جس سال موصی مرا ہے اُسی سال سے اسطرح وصیت کا حساب شروع ہووے اور جو حکم ایک سال تک غلام کی خدمت کی وصیت میں معلوم ہوا ہے اسیطرح ایک سال کے کرایہ یا سکونت دار کی وصیت میں بھی حکم ہے کہ سال معین ہوگا یا نہوگا آخر تک یہی تفصیل ہے جو خدمت میں بیان ہوئی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے رقبہ[1] کی وصیت کی اور غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو اُسکا رقبہ عمرو کا ہوگا اور زید کیواسطے اُسکی خدمت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر وصیت خدمت مطلق ہو یعنی وقت کی مقدار سال یا دو سال وغیرہ کچھ بیان نکی ہو تو خدمت موصی لہ کیواسطے موصی لہ کی موت تک اس منفعت کا استحقاق ثابت ہوگا پھر اگر غلام کے رقبہ کی کسی شخص کیواسطے وصیت ہو تو بعد موت موصی لہ بخدمت کے وہ غلام موصی لہ برقبہ کو دیا جائیگا اور اگر نہو تو وارثوں کیطرف واپس ہوگا اور اگر زید کیواسطے کرایہ دار یا غلام کی وصیت کی پھر زید نے چاہا کہ میں خود اس دار میں رہوں یا خود غلام سے خدمت لیا کروں پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا نہیں سو اس مسئلہ کو اصل میں ذکر نہیں فرمایا ہے اور مشائخ رحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ابو بکر اعمش نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر زید کیواسطے ایک سال تک اپنے دار کی سکونت کی وصیت کی اور سوائے اس دار کے موصی کا کچھ مال نہیں ہے تو زید اُسمیں سے تہائی دار میں رہیگا اور وارث لوگ دو تہائی میں رہینگے اور وارثوں کو یہ اختیار نہوگا کہ دو تہائی دار جو اُنکے قبضہ میں ہے اُسکو فروخت کر دیں اور جس شخص کیواسطے سکونت دار یا خدمت غلام کی وصیت ہو اُسکو ہمارے نزدیک یہ اختیار نہوگا کہ ان دونوں کو کرایہ پر چلاوے اور اُسکو یہ بھی اختیار نہوگا کہ غلام کو کوفہ میں سے باہر لیجاوے لیکن اگر موصی لہ کے اہل و عیال کوفہ کے سوائے بغداد وغیرہ دوسرے شہر میں ہوں تو خدمت کیواسطے غلام مذکور کو باہر لیجائیگا بشرطیکہ غلام مذکور موصی کا تہائی مال ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر موصی لہ و وارثوں نے دار کو بطور محایاة تہائی کے تقسیم کر لیا تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ حق انھیں کا ہے لیکن طریقہ اول اولی ہے اسواسطے کہ اُسمیں انصاف زیادہ ہے یہ کافی میں ہے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا بیت فلان شخص کو عاریت دیا جاوے تو یہ باطل ہے اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایام حج میں ایک مہینہ تک فی سبیل اللہ پانی پلایا جاوے تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک باطل ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلان کے چوپاؤں کیواسطے اس بھوسہ کی وصیت کی تو باطل ہے اور اگر کہا کہ یہ فلان شخص کے چوپاؤں کو کھلایا جاوے تو وصیت جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے منتقی میں بروایت معلی رحمہ از امام ابو یوسف رحمہ مروی ہے کہ اگر ایک شخص کیواسطے اپنے دار کے سکونت کی وصیت کی اور اسکا کچھ وقت مقرر نہیں کیا تو جبتک موصی لہ زندہ رہے تبتک کیواسطے ہوگا اور

[1] یعنی اُسکی ذات کی ملکیت کی وصیت کی ۱۲ [2] یعنی مثلاً دو ماہ موصی لہ چار ماہ وارث رہیں ۱۲

امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اگر زید کیواسطے اپنے اس غلام کے کرایہ کی وصیت کی اور مدت مقرر نہ کی تو اگر غلام
مذکور اسکا تہائی مال ہے تو موصی لہ کو اپنی زندگی تک اسکا کرایہ ملیگا اگرچہ مقدار تہائی مال سے زائد ہو جاوے اسی طرح
حاصلات باغ و سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت میں بھی ایسی صورت میں یہی حکم ہے اور یہی امام ابو یوسف رح
و امام محمد رح کا قول ہے۔ اور نوادر بشر میں امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر زید کے غلام کے واسطے اپنے
غلام کی خدمت یا دار کی سکونت کی وصیت کی تو جائز ہے اور غلام موصی لہ اُس سے خدمت لے گا اُسکا
مولی نہیں لے سکتا ہے اور غلام موصی لہ اُس دار میں رہیگا اُسکا مولی نہیں رہسکتا ہے پھر اگر غلام موصی لہ مرگیا
تو وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو یہی وصیت اُسکے ساتھ جائیگی۔ نوادر ابن سماعہ میں امام
ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام زید کی خدمت کرے یہانتک کہ زید مستغنی ہو جاوے پس اگر زید
صغیر ہو تو غلام مذکور اُسکی خدمت کریگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوے اور اگر بالغ فقیر ہو تو یہانتک خدمت کریگا کہ وہ ایک خادم کا
ثمن پا جاوے جو اُسکی خدمت کرے اور اگر بالغ غنی ہو تو وصیت باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جس شخص کیواسطے سکونت دار و خدمت غلام
کی وصیت ہے اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ دار و غلام کو کرایہ پر چلاوے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر زید کیواسطے اپنے باغ کے
غلہ کی وصیت کی تو زید کو جو غلہ اسوقت موجود ہے وہ ملیگا اور جو آئندہ پیدا ہو وہ نہ ملے گا یہ کافی میں ہے اور اگر زید کیواسطے اپنے
باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو کہا کہ ہمیشہ کیواسطے یا یہ نہ کہا پس اگر یہ لفظ نہ کہا ہو تو اسمیں پھر
دو صورتیں ہیں کہ اگر موصی کی موت کے وقت اسمیں پھل موجود ہوں تو موصی لہ کو یہ پھل اسکے تہائی مال سے ملینگے اور آئندہ موصی لہ
کی موت تک جو پھل پیدا ہوں وہ موصی لہ کو نہ ملینگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو یہ اُسوقت ہے کہ موصی کی موت کے وقت
اُسمیں پھل موجود ہوں اور اگر نہوں تو قیاس یہ ہے کہ وصیت باطل ہو جاوے اور جو پھل بعد موت کے پیدا ہوں اُنکی طرف وصیت
منصرف نہو لیکن استحساناً یہ حکم ہے کہ وصیت باطل نہوگی بلکہ بعد موت موصی کے جو پھل باغ میں موصی لہ کی موت تک پیدا ہوں
سب موصی لہ کے ہونگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو۔ اور یہ اسوقت ہے کہ موصی نے ہمیشہ کیواسطے صریح بیان نہ کیا ہو اور اگر یوں
کہا کہ میں نے زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو باغ میں جو پھل بعد موت موصی کے موجود ہوں
اور جو اسکے بعد پیدا ہوں سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر ایک شخص کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے حاصلات کی
وصیت کی پھر باغ مذکور میں درخت خرما کی جڑ پھوٹی اور ایک درخت ہو گیا اور اسمیں پھل آئے تو انکی پیداوار بھی وصیت
میں داخل ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے اپنے باغ کی تہائی حاصلات کی ہمیشہ کیواسطے وصیت کردی حالانکہ موصی
کا اسکے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو جائز ہے اور اگر موصی لہ نے وارثوں کے ساتھ بٹائی کرلی پھر جو درخت موصی لہ کے حصہ میں
پڑے اُن میں پھل آئے اور جو وارثوں کے حصہ میں پڑے ہیں اُنمیں پھل نہ آئے یا درخت وارثوں کے حصہ میں پڑے
ہیں اُن میں پھل آئے اور جو موصی لہ کے حصہ میں پڑے ہیں اُنمیں پھل نہ آئے تو موصی لہ پیداوار میں وارثوں کا شریک ہو جائیگا
اور وارث لوگ بھی اسکے شریک ہو سکتے ہیں اور فرمایا کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق فروخت کردیں پس

؎ جبتک کے واسطے وصیت ہو ۱۲ ؎ بشرطیکہ اُسکا باغ تہائی مال ہو ۱۲

مشتری موصی لہ کا شریک ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر وارثوں نے سب باغ فروخت کیا تو تہائی کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور امام
ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کرایہ دار کی وصیت ہو تو موصی لہ کو تہائی کرایہ ملتا رہیگا اور وارثوں کو اختیار نہوگا کہ
موصی لہ سے بٹائی کرلیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید بٹائی کرنے کے بعد وہ کرایہ پر نہ اٹھے پس اسکو کچھ نہ ملے اور امام ابو یوسف
رح نے فرمایا کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ بٹائی کرلیں پس موصی لہ کے واسطے تہائی الگ کر دیا جائیگا پس اگر اُس میں سے کرایہ آیا تو
موصی لہ کا ہوگا اور اگر نہ آیا تو اسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور وارثان کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق تقسیم سے پہلے یا اسکے بعد فروخت کردیں
اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اپنی زمین کے حاصلات کی وصیت کی حالانکہ اُس میں درخت و درختان خرما کچھ نہیں ہیں
اور اسکے سوا اسکا کچھ مال نہیں ہے تو وہ زمین کرایہ پر دیجائیگی پس موصی لہ کو تہائی کرایہ دیدیا جائیگا اور اگر اُس میں
درختان خرما و اشجار ہوں تو موصی لہ کو درختان خرما و اشجار کی تہائی حاصلات دیجائیگی اور وہ زمین آدھی یا تہائی کی بٹائی
پر دیجائیگی اگرچہ کاشتکار و عامل کیطرف سے بیج ہو جنکی صورت میں یہ بھی اجارہ ہوتا ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری زمین
شہر وغیرہ فلان سال کے لئے ہر روز کیواسطے ہر سال ایک کُر گیہوں کے عوض اُجرت پر دیجائے اور یہ میرا تہائی مال ہے تو اُسکی اُجرت
کو دیکھا جائیگا اگر اُسکی اجر مثل[1] اُسیقدر ہو جسقدر اُسکے لئے مقرر کیا ہے تو اُس وصیت کی تنفیذ واجب ہوگی اور اگر جو مقرر ہے
اجر مثل سے کم ہو پس یہی دیکھا جائیگا اگر مقدار کمی جو محابات ہے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی یہ وصیت نافذ کیجائیگی
اور اگر مقدار محابات اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو موصی لہ سے کہا جائیگا کہ اگر تو اس میں کو کرایہ پر لینا چاہتا ہے تو دو تہائی
اجر المثل پورا کردے پس اگر وہ پورا کرنے پر راضی ہوا تو زمین اسکو کرایہ پر دیدیجائیگی اور اگر اُسنے پورا نکیا تو نہ دیجائیگی یہ محیط
میں ہے اور اگر ایک شخص نے زید[2] کیواسطے ہمیشہ کے لئے اپنی بکریوں کے بال کی یا بکریوں کے بچوں کی یا بکریوں کے دودھ
کی وصیت کی پھر مر گیا تو جس دن موصی مرا ہے اُس دن جسقدر صوف ان بکریوں پر ہو یا جسقدر دودھ اُنکے تھنوں میں ہو یا
جو بچے اُنکے پیٹوں میں ہوں سب موصی لہ کے ہونگے خواہ موصی نے ہمیشہ کیواسطے کہا ہو یا نہ کہا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے
زید کیواسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر زید نے وارثان میت سے وہ باغ خرید لیا تو جائز ہے اور وصیت باطل
ہو جائیگی اسیطرح اگر وارثوں نے فروخت نکیا بلکہ اس بات پر باہم رضامند ہوئے کہ موصی لہ کو نقد روپیہ دیدیں بدین شرط کہ وہ
حاصلات کی وصیت سے کچھ روپیہ لیکر اُس سے بالکل لادعوی ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح سکونت دار و خدمت غلام
کی وصیت سے بھی صلح کر لینا جائز ہے اگرچہ ان حقوق کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی یا غلام کی کمائی کی
مسکینوں کو دینے کیواسطے وصیت کی تو اُسکے تہائی مال سے جائز ہے اور اگر اپنے دار کی سکونت یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے
جانوران سواری کی سواری کی مسکینوں کیواسطے وصیت کی تو وصیت جائز نہیں ہے لیکن اس صورت میں جائز ہوگی جب
موصی لہ کو معلوم ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا باغ انکو تین سال تک مسکینوں کیواسطے چھوڑ دیا جائے پھر مر گیا
اور اس وقت سے تین سال تک اُسکے باغ میں کچھ پیداوار نہیں ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جائیگی اور بعض
نے فرمایا کہ اگر یہ باغ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو جبتک تین سال تک اسکا غلہ صدقہ کیا جائے تب تک موقوف رکھا جائیگا

---

[1] یعنی جو لینے شخص کی مزدوری ٹھہری ہو اُسکے مثل ۱۲ [2] یعنی فلان شخص معین کو ۱۲

اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے موافق ہے۔ اور اگر اپنے باغ انگور کے حاصلات کی کسی شخص
کے واسطے وصیت کی تو حاصلات میں قوائم و اوراق و ایندھن و پھل سب داخل ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے
اپنے تن کے کپڑون کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور موصی لہ کو اسکے جبہ و قمیص و چادرین کندھے کی
و پائجامہ و اکثیب ملین گی اور ٹوپیان و موزے اور جوارب نہ ملین گی اسواسطے کہ یہ جامہائے بدن نہیں ہیں
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اس کپڑے کو صدقہ کر دینا تو وارثون کو اختیار ہے چاہیں
اسکو فروخت کر کے اسکا ثمن صدقہ کریں یا اسکی قیمت صدقہ کر دیں اور کپڑا رہنے دیں۔ زید نے اپنے وصی سے کہا کہ
(دہ یتیم را جامہ کن) یعنی دس یتیم کو کپڑے بنوا دینا پس وصی نے ہر یتیم کو کپڑا اس قدر دیدیا کہ جس سے وہ
ایک جامہ بنوا سکتا ہے پس اگر کپڑے کے ساتھ درزی کی سلائی دیدی تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور عیون میں
لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے درختون کے پھل کی جو پختہ ہو گئے ہیں یا کھیتی کی جو تیار ہو گئی ہے مگر کاٹی
نہیں گئی ہے وصیت کی تو اسکا اخراج موصی لہ پر ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ اگر اپنے درختون کے پھلون کی جو درخت پر لگے ہیں اور پختہ
ہیں یا کھیتی کی جو کھڑی ہے وصیت کی تو اسکا اخراج موصی لہ پر ہوگا اور اگر پھل توڑ لیے گئے یا کھیتی کاٹ لی گئی پھر زید کے
واسطے اسکی وصیت کر دی تو خراج موصی پر ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اس جراب ہروی کی وصیت کی تو موصی لہ
کو جراب مع اسکے جو اسمین ہے ملیگا اور اسی طرح زنبیل خرما میں بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر گون کے گیہون کی کسی کے واسطے وصیت کی
تو موصی لہ کو گون نہ ملیگی۔ اور اگر زید کے واسطے تھیلہ زعفران کی وصیت کی تو وصیت میں زعفران داخل ہوگی نہ سلہ اور شہد و
گھی و روغن زیتون کی وصیت میں مشک جسمین بھرے ہیں وہ داخل نہون گے اور یہ چیزین داخل ہونگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔
اور اگر کسی کیواسطے تلوار کی وصیت کی تو اسکو تلوار مع نیام و پرتلے کے ملیگی۔ اور اگر کسی کیواسطے زین کی وصیت کی تو
موصی لہ کو زین مع توابع کے ملیگی یعنے نمدہ و زیرپاۃ و دمچی و رکابین و دوال یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اگر زید کیواسطے
مصحف کی وصیت کی اور مصحف کا غلاف ہے تو امام ابو یوسف کے قول کے موافق اسکو فقط مصحف ملیگا نہ غلاف اور یہی امام اعظم رح
کا قول ہے ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے۔ اور اگر اسکے واسطے قبہ کی وصیت کی تو قبہ مع اسکی لکڑیون کے ملیگا اور اگر اسکے
واسطے قبہ ترکی کی وصیت کی جسکو فارسی میں خرگاہ کہتے ہیں تو اسکو قبہ مع نمدون کے ملیگا اور اگر حجلہ کی وصیت کی تو اسکو
اسکا کپڑا ملیگا اور لکڑیان نہ ملینگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر ایک مٹکا سرکہ کی وصیت کی تو مٹکا مع سرکہ کے ملیگا اور
اگر دار چارپایان کی وصیت کی تو دار کی وصیت ہوگی نہ دواب کی اسیطرح اگر کہا کہ اناج کی کشتی تو اناج کی وصیت ہے نہ
کشتی کی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے ترازو کی وصیت کی تو یہ عمود و دو سر دیلہ و ڈوریون کی وصیت ہے اور اسمین
بانٹ اور علاق داخل نہون گے اور یہ اسوقت ہے کہ ترازو غیر معین ہو اور اگر معین ہو تو یہ بھی داخل ہو جاوینگے ابراہیم نے امام محمد رح
سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اپنا غلام آزاد کیا اور کہا کہ میرا لباس اسکے واسطے ہے تو فرمایا کہ اسکو وصیت کے دونون موزے اور

ف۱ قال المترجم یہ انکا عرف ہے اور ہماری زبان میں خلاف ہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ ف۲ جراب ہروی ہرات کے کپڑون کی گٹھری ۱۲ منہ ف۳ نمدہ وغیرہ جو لوازمات زین سے ہیں ۱۲ ف۴ مٹکا جسکو ہمارے طرف میں تسمہ کہتے ہیں ۱۲ ف۵ چادر اوڑھنے کی ۱۲ ف۶ ظروف جنمیں یہ چیزیں رکھتے ہیں ۱۲

ٹوپی اور قمیص و ازار و پائجامہ ملے گا اور اس وصیت میں اُسکی تلوار اور پیٹی داخل ہو گی اور اگر کہا ہو کہ میری متاع اسکے واسطے ہے تو یہ بھی داخل ہو گی اور نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت[۵] کی اور یہ نہ کہا کہ میری ان بکریوں میں سے پھر وارثوں نے موصی لہ کو ایسی بکری دی جو موصی کے مرنے کے بعد بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اُسکی بکری کا بچہ اُسکے ساتھ دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنی ان بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی پھر وارثوں نے اُسکو ایسی بکری دی جو بعد موت موصی کے بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اُسکا بچہ اُسکے تابع ہو گا یعنے بچہ بھی دیا جائیگا اور اگر وارث نے اُس بچہ کو قبل اسکے کہ اُسکی ماں کو موصی لہ کے دینے کے واسطے معین کرے تلف کیا ہو تو اُس پر ضمان واجب نہ ہو گی اسی طرح اگر زید کے واسطے ایک درخت خرما کی مع اُسکی جڑ کے وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میرے ان درختان خرما میں سے تو اسکا حکم بھی مثل بکری کے ہے جسکی وصیت کی تھی پس وارثوں کو اختیار ہو گا کہ جو درخت خرما چاہیں بدون اُسکے ان پھلوں کے جو بعد وفات موصی کے اُس درخت پر آئے ہیں دیدیں اور اگر وارثوں نے ان پھلوں کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہ ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری یہ باندی آزاد کیجاوے پھر مر گیا پس قبل اسکے کہ وہ آزاد کیجاوے بچہ جنی اور وہ باندی مع بچہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو باندی آزاد کیجائیگی اور بچہ آزاد نہ کیا جائیگا اسیطرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی مکاتب کیجاوے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد یہ باندی اسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے یا ال[illegible] آزاد کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو بچہ میں وصیت نافذ نہ کیجائیگی اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی مسکینوں کو صدقہ کر دیجاوے یا فلاں شخص کو صدقہ میں دیجاوے یا فلاں شخص کو ہبہ کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو مثل باندی کے بچہ میں بھی وصیت نافذ کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری باندی فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیجاوے پھر وہ بعد موصی کے بچہ جنی تو باندی مذکورہ فروخت کیجائیگی اور اُسکا بچہ فروخت نہ کیا جائیگا اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی فروخت کر کے اسکا ثمن مسکینوں کو یا فلاں شخص کو صدقہ دیا جاوے پھر اُسکی موت کے بعد باندی مذکورہ بچہ جنی تو بچہ میں بھی وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم میں فروخت کیجاوے پھر ایک غلام نے اُسکو قتل کیا اور اس جرم کے عوض قاتل دیدیا گیا یا باندی مذکورہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس کے جرم میں دیدیا گیا یا کسی وطی کرنے والے نے اُس سے شبہہ سے وطی کی جسکے کہ اسکا عقر تاوان دیا تو غلام مدفوع یا ارش یا عقر فروخت نہ کیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر وہ باندی قتل ہوئی ہے تو محل وصیت فوت ہونے کی وجہ سے وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر اسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو تو موصی لہ کے ہاتھ اگر وہ چاہے تو نصف ثمن کے عوض فروخت کیجائیگی۔ اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی گئی حالانکہ وہ باکرہ تھی تو بھی ثمن میں سے بقدر نقصان بکارت کے کم کیا جائیگا اور اگر اُس سے وطی کی گئی حالانکہ وہ ثیبہ تھی کہ وطی سے اُسمیں کچھ نقصان نہ آیا تو ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اسیطرح اگر اُسکی آنکھ یا ہاتھ کسی سماوی آفت سے جاتا رہا تو بھی پورے ثمن کے عوض اگر موصی لہ چاہے تو فروخت کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی ہزار درم کے عوض فلاں شخص کے

[۵] یعنے یہ نہ کہا ہو کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری ۱۲

ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کردیا جاوے پھر فلان شخص نے خریدنے سے انکار کیا تو دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اسیطرح اگر موصی کی موت کے بعد باندی قتل کی گئی اور قاتل نے اُسکی قیمت تاوان دی تو بھی دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اسیطرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی بعد میرے مکاتب کیجاوے اور اُسکا بدل کتابت صدقہ کیا جاوے یا باندی خود اُسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن صدقہ کیا جاوے پس باندی نے کتابت کی وصیت یا بیع کی وصیت قبول کرنے کو رد کیا تو دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اور اگر وصیت کی کہ میری باندی نسمہ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون پر صدقہ کردیا جاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو خالی باندی نسمہ فروخت کیجاویگی اُسکے ساتھ اُسکا بچہ فروخت نہ کیا جاویگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید کیواسطے اپنے غلام کی ایک سال خدمت کی اور عمرو کیواسطے دو برس تک اُسکی خدمت کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو وارثون کیواسطے چھ روز تک خدمت کریگا اور تین روز تک دونون موصی لہ کیواسطے کہ ایک روز زید کیواسطے اور دو روز عمرو کیواسطے خدمت کریگا یہان تک کہ نو برس گذر جاوین اور اگر موصی نے سال معین کردیا ہو کہ زید کے واسطے فلان سنہ سال اور عمرو کے فلان فلان سال تو پہلے سال مین چار روز وارثون کیواسطے اور دو روز دونون موصی لہ کے واسطے خدمت کریگا اور دوسرے سال مین وارثون کیواسطے دو روز اور عمرو کے واسطے ایک روز خدمت کریگا اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اس باندی کی اور عمرو کیواسطے اُسکے حمل کی وصیت کی یا اس دار کی زید کے واسطے اور اسکی عمارت کی عمرو کیواسطے وصیت کی یا اس انگوٹھی کی زید کیواسطے اور اُس کے نگینہ کی عمرو کیواسطے وصیت کی یا اس زنبیل کی زید کیواسطے اور جو اسمین خرمے ہین اُن کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام متصل دونون کے واسطے وصیت کی تو ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام منفصل بیان کیا تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونون چیزون مین سے جو اصل ہے اُسکی وصیت جسکے نام ہے وہ خاصةً اس اصل کو لے لیگا اور جو چیز تابع ہے اُسمین دونون شریک ہونگے یہ کافی مین ہے اور اگر اس غلام کی زید کے واسطے اور اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے یا اس دار کی فلان کیواسطے اور اُسکی سکونت کی عمرو کے واسطے یا اس شجر کی فلان کے واسطے اور اُس کے ثمر کی عمرو کیواسطے یا اس بکری کی زید کے واسطے اور اُسکے صوف کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اسمین کچھ اختلاف نہین ہے خواہ بکلام موصول وصیت کی ہو یا بکلام مفصول وصیت کی ہو اور اگر ان مسائل مین پہلے تابع کی وصیت کی پھر اصول کی وصیت کی باین طور کہ خدمت غلام کی زید کیواسطے پھر غلام کی عمرو کے واسطے یا سکونت دار کی زید کے واسطے پھر دار کی عمرو کے واسطے یا پھلون کی زید کیواسطے پھر درخت کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام موصول وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جس کی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام مفصول وصیت کی تو اصل اُسکو جس کے واسطے اصل کی وصیت کی ہے اور تابع مین دونون مساوی شریک ہونگے اور اگر غلام کی زید کے واسطے پھر اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد غلام کیخدمت کی

ف ذات شخص پر اطلاق اُسکا ہوتا ہے ۱۲

غلام کی وصیت کی یا اپنی انگوٹھی کی زید کیواسطے پھر اُسکے نگینہ کی عمرو کیواسطے پھر عمرو کیواسطے بعد نگینہ کی وصیت
کے انگوٹھی کی وصیت کی یا باندی کی زید کیواسطے پھر اُسکے بچہ کی عمرو کیواسطے پھر عمرو کیواسطے بعد بچہ کی وصیت کے باندی
کی وصیت کی تو اصل و تابع دونوں میں نصفا نصف ہونگے یعنی نصف غلام زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور غلام کی
نصف خدمت واسطے زید کے اور نصف خدمت واسطے عمرو کے ہوگی اسیطرح باندی مع بچہ اور انگوٹھی مع نگینہ میں بھی یہی حکم
ہے اور اگر ان مسائل میں عمرو کے واسطے نصف غلام کی وصیت کی ہو تو غلام تین حصہ ہوکر دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا
جائیگا اور عمرو کو اُسکی نصف خدمت ملیگی اور ابن سماعہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا ہے اور فرمایا کہ
اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی اور عمرو کیواسطے اُسکی خدمت کی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے غلام کی وصیت کی
تو غلام دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور اُسکی پوری خدمت فقط عمرو کیواسطے ہوگی اور فرمایا کہ اگر زید کیواسطے باندی کی
جو اُسکا تہائی مال ہے وصیت کی اور عمرو کے واسطے جو اُسکے پیٹ میں ہے اُسکی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے باندی کی بھی وصیت کی تو
باندی دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگی اور بچہ پورا عمرو کا ہوگا اُسمیں زید شریک نہوگا اور اگر اپنے دار کی زید کیواسطے اور
اُسمیں سے ایک بیت معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو بیت مذکور دونوں میں حصہ رسد تقسیم ہوگا اسیطرح اگر ہزار درم معین
کی زید کیواسطے اور اُسمیں سے سو درم کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو نو سو (۹۰۰) درم زید کے ہونگے اور سو درم میں دونوں نصفا نصف
کے شریک ہونگے اور اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف کیفیت تقسیم میں ہے سوا امام اعظم رح کے نزدیک بطریق منازعت
تقسیم ہونگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بطریق مضاربت تقسیم ہونگے اور اگر دار کے بیت معین کی زید کیواسطے اور عمارت دار کی
عمرو کیواسطے وصیت کی تو عمارت دونوں میں حصہ رسد تقسیم ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر ایسے غلام نے جسکی خدمت کی زید کیواسطے
اور اُسکے رقبہ کی عمرو کیواسطے وصیت کی گئی ہے کوئی جنایت کی تو اُسکا فدیہ زید کیطرف ہوگا پس اگر فدیہ دیدیا تو موافق وصیت
کے اس سے خدمت لیگا اسلیے کہ زید نے اُسکو جنایت سے پاک کر لیا اور اگر زید مر گیا تو وصیت ٹوٹ جائیگی پھر عمرو سے کہا جائیگا
کہ وارثان زید کو یہ فدیہ دیدے تاکہ وہ وارث جنایت کو ادا کرے پس اگر عمرو نے اس سے انکار کیا تو غلام اسکے واسطے وجب کیا جائیگا
اور یہ مال غلام کی گردن پر بمنزلہ قرضہ کے ہوگا اور اگر زید نے ابتدا سے فدیہ دینے سے انکار کیا تو عمرو سے کہا جائیگا اور عمرو سے
کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے اور دونوں باتوں میں سے جو بات اُسنے اختیار کر کے پوری کی تو زید کیواسطے جو وصیت
ہے وہ باطل ہو جائیگی اور اگر غلام نے جنایت نکی بلکہ اُسکو کسی شخص نے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی
جسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا جس سے زید اپنی خدمت لیگا اور اگر قاتل نے اسکو عمداً قتل کیا تو قصاص نہوگا الا اس صورت
میں کہ زید و عمرو دونوں قصاص لینے پر اتفاق کریں اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قصاص لینا متعذر ہو جائیگا پس مال قاتل سے
قیمت واجب ہوگی جسکے عوض غلام دیگر خرید کیا جائیگا جو بجاے مقتول کے زید کی خدمت کریگا۔ اور اگر کسی نے اُسکی آنکھیں پھوڑ دیں

له قال المترجم یعنے نو سو درم میں کچھ نزاع نہیں ہے وہ زید کو دیے جاوینگے اور سو درم میں زید و عمرو کا منازعہ ہوا اور منازعت یہ ہے پس سو پر تقسیم ہونگے
اور مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک اپنے پورے حق کے واسطے محل نزاع میں شریک کیا جائیگا چنانچہ نو سو درم میں زید اپنے باقی حق
کے واسطے یعنے ہزار درم میں سے نو سو کم کر کے باقی سو درم کیواسطے اور عمرو اپنے پورے حق سو درم کیواسطے شریک کیا جائیگا اور چونکہ دونوں کا حق برابر ہے
اسواسطے باقی سو درم دونوں میں برابر تقسیم ہونگے اسکا مال واحد ہے اور کیفیت تقسیم میں اختلاف ہے ۱۲

یا دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ غلام اُس مجرم کو دیا جائیگا اور اُس سے غلام تندرست کی قیمت لیجائیگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام بجائے اُسکے خرید اجائیگا اور اگر اُسکی آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا گیا یا موضحہ زخم پہونچایا گیا اور قاطع مجرم نے اسکا ارش ادا کیا پس اگر اس جنایت سے خدمت میں نقصان آتا ہو تو ارش کے عوض دوسرا غلام خرید اجائیگا جو اول کے ساتھ زید کی خدمت کریگا یا غلام فروخت کر کے اُسکا ثمن اس ارش میں ملاکر دوسرا غلام خرید اجائیگا تاکہ اول کے قائم مقام ہو لیکن یہ اسوقت ہوگا جب دونوں اسپر اتفاق کریں اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ ارش کے عوض دوسرا غلام خرید اجائیگا اور اگر ارش کے عوض کوئی غلام نہ ملتا ہو تو ارش متوقف رکھا جائیگا یہانتک کہ دونوں باہم صلح و اتفاق کریں پس اگر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ ارش کو نصفا نصف بانٹ لیں تو ہمیں اجازت دونگا کہ دونوں میں تقسیم کیا جاوے اور اگر جنایت سے خدمت میں کچھ نقصان نہ آتا ہو تو اُسکا ارش عمرو کا ہوگا اور جو غلام کو ہبہ کیا جائے یا صدقہ دیا جاوے یا وہ خود کماوے وہ سب عمرو کا ہوگا اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو تو باندی جو اولاد جنے وہ عمرو کی ہوگی۔ اور غلام کا کھانا و کپڑا زید کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر غلام صغیر کی خدمت کی زید کیواسطے اور رقبہ غلام مذکور کی عمرو کیواسطے وصیت کی حالانکہ غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو جبتک وہ بالغ ہوکر لائق خدمت ہو تب تک اُسکا نفقہ عمرو پر ہوگا اور جب سے وہ خدمت کے لائق ہو جاوے تب سے اُسکا نفقہ زید پر ہوگا۔ اور اگر عمرو کیواسطے اپنے جانور سواری کی وصیت کی اور اُسکا سواری و منفعت حاصل کرنے کی زید کیواسطے وصیت کی تو یہ بھی مثل غلام کے ہے کیونکہ فی المعنی دونوں یکسان ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کا کل مال تین غلام ہیں پس اُسنے ایک غلام کی زید کیواسطے وصیت کی اور قیمت اُسکی تین سو درم ہیں اور دوسرے کی خدمت کی عمرو کیواسطے وصیت کی اور اُسکی قیمت پانسو درم ہیں اور تیسرے غلام کی قیمت ہزار درم ہیں تو ہر ایک کیواسطے تین چوتھائی وصیت جائز ہوگی چنانچہ زید کو اُسکی وصیت کا غلام تین چوتھائی دیا جائیگا اور عمرو کیواسطے تین روز اُسکا غلام خدمت کریگا اور دو روز وارثوں کی خدمت کریگا اسوجہ سے کہ وصیتیں تہائی سے تجاوز کر گئیں کیونکہ تہائی فقط چھ سو درم ہیں اور وصیت کے آٹھ سو درم ہوتے ہیں پس تہائی مال وصیتوں کا تین چوتھائی ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر خدمت کا موصی لہ مر گیا تو جسکے واسطے رقبہ غلام کی وصیت ہے وہ غلام پورا لے لیگا اسیطرح اگر وہ غلام مر گیا جو خدمت کرتا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلاموں کی قیمت برابر ہو تو خدمت کے موصی لہ کو نصف خدمت اور صاحب رقبہ کو دوسرے غلام کا نصف رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کیواسطے سب غلاموں کے رقبہ کی وصیت کی اور عمرو کیواسطے انہیں سے ایک غلام کی خدمت کی وصیت کی تو زید فقط ایک غلام کی قیمت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور عمرو بحساب دوسرے کی قیمت کے شریک کیا جائیگا پس یہ صورت مثل اول کے ہو جائیگی یہ امام اعظم کا قول ہے بنا بریں کہ وصیت بمال عین جب تہائی سے زائد ہو جاوے تو درصورت وارثوں کی اجازت نہ دینے کے از راہ شرکت و از راہ استحقاق دونوں راہ سے باطل ہوتی ہے اور اگر یہ سب غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہوں تو زید کو سب غلام جنکے رقبہ کی اُسکے لیے وصیت کی ہے ملینگے اور عمرو کو اُسکی وصیت ملیگی کیونکہ محل وصیت میں گنجایش ہے اور ایک غلام میں زید کیواسطے وصیت رقبہ اور عمرو کیواسطے وصیت خدمت مجتمع ہو جائیگی پھر جب عمرو مر جاوے تو وہ زید کیطرف رجوع کریگا اور اگر موصی کا کچھ مال سواے ان غلاموں کے

ف۱ مترجم کہتا ہے کہ اصل نسخہ میں یوں ہی ہے اور میرے نزدیک صحیح ایک روز ہے ۱۲ منہ ف۲ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت چار سو درم ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ جو قیمت ہو مساوی ہو ۱۲ منہ ف۳ مترجم کے نزدیک ایک روز صحیح ہے ۱۲ ف۴ یعنی اسیکا رقبہ ہے اسی کی خدمت بھی کریگا ۱۲

تو پھر اُسنے ہر ایک غلام کے تہائی کی زید کیواسطے وصیت کی اور ایک معین غلام کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو تہائی دونوں مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگی پس عمرو کو تہائی کے پانچ حصوں مین سے تین حصے ملینگے پس غلام مذکور تین روز عمرو کی خدمت کریگا اور دو روز وارثوں کی خدمت کریگا پس زید کیواسطے باقی دو غلاموں سے دو پانچوین حصے یعنی ہر غلام مین سے پانچواں حصہ رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور غلاموں مین سے ایک غلام معین کی عمرو کی واسطے وصیت کی اور سوائے ان غلاموں کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو تہائی دونوں مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر زید کیواسطے اپنے غلام کے خدمت کی اور عمرو کیواسطے اُسکی کمائی کی وصیت کی اور وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو وہ غلام ایک مہینہ زید کی خدمت کریگا اور اُسکا کھانا زید پر ہوگا اور ایک مہینہ عمرو کیواسطے کمائی کریگا اور اُسکا کھانا عمرو پر ہوگا اور اُسکا کپڑا دونوں پر نصفا نصف ہوگا اور اگر اُس غلام نے کوئی جنایت کی تو دونوں سے کہا جائیگا کہ دونوں اُسکا فدیہ دو پس اگر دونوں نے اُسکا فدیہ دیا تو بدستور سابق حالت باقی رہیگی اور اگر دونوں نے فدیہ سے انکار کیا اور وارثوں نے اُسکا فدیہ دیا تو دونوں کی وصیت باطل ہوجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی کمائی مین سے ماہواری ایک درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلام دونوں مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اُسکا کرایہ رکھ چھوڑا جائیگا جس مین سے ماہواری ایک درم موافق وصیت کے زید کو دیا جائیگا اور رقبہ کے چار سہام وارثوں کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مر گیا اور کرایہ مین سے کچھ باقی ہے تو وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اسیطرح جسقدر کرایہ غلام محبوس رکھا گیا ہے وہ بھی عمرو کو دیدیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی کے چار حصے[2] ہونگے جس مین سے زید پورے کے تین سہام کا اور عمرو تہائی کے ایک سہام کا شریک کیا جائیگا اور اگر زید کیواسطے اپنے دار کے کرایہ کی اور عمرو کیواسطے اپنے غلام کی اور بکر کے واسطے کپڑے کی وصیت کی تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ یا یہ چیزین سب اُسکے تہائی مال سے برآمد ہونگی یا نہونگی پس اگر تہائی سے برآمد ہون تو ہر موصی لہ کے واسطے جس چیز کی وصیت کی وہ اُسکو لے لیگا اور اگر تہائی مال سے برآمد نہون لیکن وارثوں نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ہر موصی لہ بقدر اپنے حق کے شریک کیا جائیگا لیکن اگر کسی کی وصیت تہائی سے زائد ہو تو تہائی کے مقدار سے زائد کے حساب سے شریک نہ کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے[3]۔ اور جب زید مرجاوے تو اُسکی وصیت باطل ہوجائیگی اور تہائی مال باقیون مین تقسیم ہوگا اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی زید کے واسطے اور اُسکے سکونت کی عمرو کیواسطے اور اُسکے رقبہ کی بکر کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ اُسکا تہائی مال ہے پھر موصی کی موت کے بعد اُسکو کسی نے منہدم کر دیا تو جو کچھ منہدم کیا ہے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اُسمین جیسی عمارت تھی ویسے ہی بنائی جائیگی پھر وہ کرایہ پر دیا جائیگا پس زید اُسکا کرایہ لیگا اور عمرو اُسمین سکونت رکھیگا اسیطرح اگر باغ کے حاصلات کی زید کیواسطے اور رقبہ باغ کی عمرو کے واسطے وصیت کی پھر ایک شخص نے اُسمین سے درخت خرما یا کوئی درخت کاٹ ڈالا تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت سے درختان مقطوعہ[1] کے مثل درخت خرید کر لگائے جاوینگے اور اگر

[1] قطع کردہ شدہ یعنی کاٹے ہوئے ۱۲ [2] پس سب چار حصے ہوئے اول کو ایک دوم کو تین ۱۲ منہ [3] اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک پورے حق کے حساب سے شریک کیا جائیگا اگرچہ تہائی سے زائد ہو ۱۲ منہ

زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے اپنے کرایہ دار کی وصیت کی اور قیمت دار ہزار درم ہیں اور موصی کا مال اسکے سوائے دو ہزار درم ہیں تو عمرو کو کرایہ مکان میں سے نصف کرایہ ملیگا اور زید کو باقی مال و دار میں سے چھٹا حصہ ملیگا یعنی دار میں سے پانچواں حصہ اور مال میں سے چار پانچویں حصہ ملینگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے قول پر دار مذکور بطریق عول و مضاربت تقسیم ہوگا پس زید بحساب تہائی کے ایک سہم کے اور عمرو بحساب کل کے تین سہام کے شریک کیا جائیگا اور اگر عمرو مر گیا تو زید کو تہائی دار و مال ملیگی اور اگر دار مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو عمرو کی وصیت باطل ہوگئی اور زید باقی مال میں سے تہائی لیگا اور اگر دار مذکور استحقاق میں نہ لیا گیا بلکہ منہدم ہوگیا تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اپنا حصہ بنا لے اور زید اپنا حصہ بنا دیگا اور وارث لوگ اپنا حصہ بنا دینگے اور زمین سے جسنے بنانے سے انکار کیا اسپر جبر نکیا جائیگا اور جس دوسرے نے اپنا حصہ بنانا چاہا اسکو ممانعت نکی جائیگی اور چاہے کرایہ پر دے اور چاہے اسمیں رہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت کی اور باغ مذکور اسکا تہائی مال ہے تو باغ مذکور عمرو کا ہوگا اور اسکی حاصلات زید کے واسطے ہوگی اور پانی سینچنا اور خراج اور اسکی درستی کی چیزیں اور اسکے درستی کی چیزوں کی مرمت زید پر ہوگی اور اگر کسی کے واسطے اپنی بکریوں کے صوف کی یا انکے دودھ کی یا مسکہ کی یا بچوں کی ہمیشہ کیواسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے الا اسیقدر کے حق میں جائز ہوگی جو موصی کی موت کے روز ان بکریوں کی پیٹھ پر بال ہیں یا تھنوں میں دودھ ہے یا تھنوں کے دودھ میں مسکہ ہے یا جو بچہ پیٹ میں ہیں۔ اور پھر اسکے بعد جو کچھ ان چیزوں میں سے نئی پیدا ہوں تو اسمیں حق وصیت کچھ نہوگا اور اگر اپنے درختان خرما کے حاصلات کی زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے وصیت کردی اور اسکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور ہنوز وہ درخت پھل آنے کے قابل نہیں ہوئے ہیں اور پھل نہیں آئے ہیں تو انکے سینچنے و پرداخت کرنے کا خرچہ عمرو پر ہوگا پھر جب ان میں پھل آویں تو اسکا خرچہ زید پر ہوگا اور اگر ایک سال انمیں پھل لگے پھر بیچ خالی دیا اور کچھ پھل نہیں آئے تو انکا خرچہ زید پر ہوگا اور یہ بنظیر غلام خدمت کی ہے کہ جب غلام کے خدمت کی وصیت ہے تو اس غلام کا نفقہ رات دن سب کا موصی لہ پر ہوتا ہے اگرچہ غلام مذکور رات میں اسکی خدمت نہیں کرتا ہے بلکہ سوتا رہتا ہے اور اگر زید نے جسکے واسطے حاصلات کی وصیت ہے ان ایام کا خرچہ نہ اٹھایا اور عمرو نے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہے اسنے خرچہ اٹھایا پھر ان میں پھل آئے تو عمرو اس حاصلات سے اپنا خرچہ سب وصول کر لیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر زید کے واسطے اپنی روئی کی اور عمرو کے واسطے بنولوں کی وصیت کی یا بکری معین کے گوشت کی زید کے واسطے اور اسکے کھال کی عمرو کے وصیت کی یا زید کے واسطے گیہوں کی جو بالیوں کے اندر ہیں وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے بھوسہ کی وصیت کی تو دونوں کے واسطے وصیت جائز ہے اور زید و عمرو دونوں پر واجب ہوگا کہ کھلیان کو روند وا دیں اور بکری کو مسلوخ کرا دیں۔ اور اگر گدے کی وصیت زید کے واسطے اور اس کے اندر کی روئی کی وصیت عمرو کے واسطے کی تو بالاتفاق گدے سے روئی نکلوانا عمرو پر لازم ہے۔ اور اگر ان تلوں کے تیل کی زید کے واسطے اور اسکے کھلی کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو زید پر تیل نکلوانے کا خرچہ پڑیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے

ل یعنی جس صورت میں مخرج تنگ ہو اور سہام اکثر تو مخرج بڑھانے کو عول بولتے ہیں ۱۲ ۵ جیسے اکثر انبہ وغیرہ کے درختوں میں ہوتا ہے بیچ کی فصل خالی جاتی ہے ۵ کھال کھینچکر صاف کرنا ۱۲ ۵ یعنی اپنا تیل جدا کر لیوے ۱۲

اگر زید کے واسطے معین بکری کی وصیت کی اور عمرو کیواسطے اُسکے پانوون کی وصیت کی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ بکری تہائی مال سے برآمد ہو تو زید کو ملیگی اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اُسکے بکر کے واسطے اُسکے ہاتھ کی اور خالد کے واسطے اُسکے کھال کی وصیت بھی کی ہو تو فرمایا کہ بکری ذبح کیجائیگی اور عمرو کو پانون اور بکر کو ہاتھ اور خالد کو کھال دیدی جائیگی اور باقی زید کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ اس ڈھینڈھی مین سے مسکہ زید کیواسطے اور اُسکا مٹھا عمرو کے واسطے ہے تو مسکہ نکالنا زید کے ذمہ ہوگا اور اگر حلقہ انگشتری کی زید کیواسطے اور اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو وصیت دونون کے حق مین جائز ہوگی پھر اگر نگینہ جدا کرنے مین ضرر ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر نگینہ کی بہ نسبت حلقہ کی قیمت زائد ہے تو زید سے کہا جائیگا کہ اسکو نگینہ کی قیمت دیدے اور نگینہ تیرا ہو جائیگا اور اگر نگینہ بیش قیمت ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ زید کو اُسکے حلقہ کی قیمت دیدے اور یہ مسئلہ مثل اسکے ہے کہ ایک شخص کی مرغی نے دوسرے کا موتی نگل لیا تو اُسمین بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر ایک شخص کی زمین مین انگور وغیرہ کے درخت لگے ہین پس اُسنے زمین کی وصیت زید کے واسطے اور درختان انگور وپودون وغیرہ درختون کی وصیت عمرو کے واسطے کی پھر عمرو نے اپنے درخت کٹواے اور زمین مین گڈھے ہو گئے اور زید نے اس سے مطالبہ کیا کہ زمین جیسی تھی[ط] ویسی برابر کر دے تو عمرو پر اُسکا برابر کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے اور اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو غلام کا نفقہ عمرو پر ہوگا پھر اگر غلام کو کوئی مرض عاجز کنندہ لاحق ہوا یا بسبب بچپن وغیرہ کے وہ خدمت سے عاجز ہے تو اُسکا نفقہ زید پر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے باغ کے حاصلات پھل وغیرہ کی جو اُسمین موجود ہین زید کے واسطے وصیت کی اور نیز زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اُسکے حاصلات کی وصیت کر دی پھر مر گیا اور سواے اس باغ کے اُسکا کچھ مال نہین ہے اور باغ مین سو درم کا غلہ اپنے پیداوار موجود ہے اور باغ تین سو درم کا ہے تو موصی لہ کو موجودہ پیداوار کی تہائی ملیگی اور آیندہ ہمیشہ تک جو حاصلات ہوا کرے اُسکی تہائی ملا کریگی۔ اور اگر زید کیواسطے اپنے کرایہ غلام سے بیس درم سالانہ کی وصیت کی پھر کسی سال کرایہ زیادہ آیا اور کسی سال کم آیا تو زید کیواسطے ہر سال کا تہائی کرایہ روک رکھا جائیگا اسمین سے بیس درم زید کو جبتک زندہ رہے خرچہ دیے جاوینگے جیسا کہ موصی نے وصیت کی تھی اور لیا اوقات بعض سال مین کرایہ نہین حاصل ہوتا ہے اسواسطے تہائی کرایہ اُسکے حق کا روک رکھا جائیگا اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ زید کو میرے مال سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو بھی پوری تہائی روکی جائیگی تاکہ موافق وصیت موصی کے اسمین سے پانچ درم ماہواری اُسکو نفقہ دیا جاوے اور تہائی روک رکھنے کے حق مین خواہ وہ ایک درم ماہواری کی وصیت کرے یا دس درم ماہواری کی سب برابر ہین یہ مبسوط مین ہے ہشام نے فرمایا کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دو شخصون کیواسطے وصیت کی کہ ہر ایک کو ماہواری اس اس قدر خرچہ دیا جاوے اور تہائی مال دونون کے واسطے روک رکھا گیا پھر دونون موصی لہ مین سے ایک کے ساتھ وارثون نے صلح کر لی اس طرح کہ اُسکو کچھ مال بدین شرط دیا کہ وہ اپنی وصیت سے لادعوی[ط] ہو جاوے تو فرمایا کہ تہائی مال دونون کے وارثون کیواسطے رکا رہیگا اور جسنے صلح کر لی ہے اُسکا حصہ وارثون کو واپس دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر

ط جیسی تھی اسی طرح پر ۱۲ ط لینے چاہیے جسقدر وصیت کرے ۱۲ ط یعنے وصیت سے بری ہو جاوے ۱۲

وصیت کی کہ میرا دار زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کو ہزار درم سال بھر کے واسطے قرضہ دیے جاوین اور وارثون نے عین مال سوائے دار کے تلف کر دیا پھر وہ دار ہزار درم کے عوض جو اُسکی قیمت ہے فروخت کیا گیا تو یہ دراہم عمرو کو قرضہ دیے جاوینگے پھر سال کے بعد وارثون کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد نے جامع مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو جبتک زندہ رہے پانچدرم ماہواری دیے جاوین اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت دیدی تو مال کے چھہ حصے کیے جاوینگے جمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی پانچ حصے روک رکھے جاوینگے اور اُسمین سے موافق وصیت کے پانچدرم ماہواری زید کو دیے جاوینگے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مال کے چار حصے کیے جاوینگے پھر کتاب مین فرمایا کہ اور جسقدر زید کے حصے مین پڑا ہے وہ اُسکے سپرد نکیا جائیگا۔ اور کتاب مین قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل مذکور نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ یہ حکم قلیل مین ہے اور اگر مال کثیر ہو تو جس مقدار سے زیادہ زید کی زندگی کی توقع نہو یعنے معلوم ہو کہ غالباً اس سے زیادہ زندہ رہیگا تو اُس سے زیادہ مال نروکا جائیگا بلکہ وارثون کو دیدیا جائیگا و لیکن جو کتاب مین مذکور ہے وہی اصح ہے اور اگر تمام مال جو زید کیواسطے روکا گیا ہے اُسکے خرچ ہو جانیسے پہلے زید مر گیا تو عمرو کی وصیت حصہ سوم پوری کردیجائیگی اور مال کی وہ تہائی معتبر ہوگی جو موصی کی موت کے روز تھی اور وہ تہائی معتبر نہوگی جو زید کی موت کے روز ہے اسواسطے کہ حق عمرو اُس تمام مال کی تہائی سے متعلق تھا جو مرگ موصی کے روز تھا لیکن زید کی مزاحمت[1] کیوجہ سے اُسکے حق مین نقصان ہو گیا تھا پھر جب مزاحمت جاتی رہی تو اُسکو پورے مال کی تہائی پوری کر دیجائیگی لیکن اگر دو تہائی مال سے زائد خرچ ہو چکا ہو تو ایسی حالت مین اُسکو نفقہ دیا جائیگا اور تہائی پوری نکیجائیگی اسواسطے کہ مال مین سے اسقدر باقی نہین رہا ہے جس سے تہائی پوری کیجاوے پھر جب عمرو کا حق پورا کر دیا گیا تو جسقدر باقی رہے وہ وارثان موصی کو دیا جائیگا اور وارثان زید کو نہ دیا جائیگا یہ سب اُسوقت ہے کہ وارثون نے وصیتون کی اجازت دیدی اور اگر اجازت ندی تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا پھر بنابر قول امام اعظم رح کے تہائی کا نصف عمرو کو دیا جائیگا اور نصف باقی روک رکھا جائیگا تاکہ زید کو ماہواری نفقہ دیا جاوے پھر اگر زید اس مال کے سب خرچ ہونے سے پہلے مر گیا تو جسقدر باقی رہا ہے وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اور اگر زید و عمرو دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ جبتک زندہ رہین اُنکو ماہواری دس درم دیے جاوین اور بکر کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وارثون کی اجازت دینے کی صورت مین امام اعظم رح کے نزدیک تمام مال کے چھہ حصے کیے جاوینگے اور عدم اجازت کی صورت مین دو حصے کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے کیے جاوینگے پھر اگر زید و عمرو مین سے ایک مر گیا تو بکر کو مال موقوف مین سے کچھ نہ دیا جائیگا بلکہ جو کچھ دونون کیواسطے روک رکھا گیا تھا وہ ویسا ہی سب کا سب رکا رہیگا اور دونون مین سے جو زندہ باقی ہے اُسکو نفقہ دیا جایا کریگا اور اگر موصی نے آخر وصیت مین یہ لفظ کہا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کو پانچدرم نفقہ دیے جاوین تو اُسکے مطلق ایجاب سے جو امر واجب ہو گیا تھا یہ اُسکا بیان ہو جائیگا لیس اس سے حکم مختلف نہوگا اور اگر میت نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور زید کے واسطے

---

[1] ہمارے عرف مین جسکو روک ٹوک کہتے ہین ۱۲

جبتک زندہ رہے پانچدرم ماہواری دیے جانے کی وصیت کی اور بکر کیواسطے جبتک زندہ رہے پانچدرم ماہواری نفقہ دیے جانے کی وصیت کی پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک نو حصے کیے جاوینگے جنمیں سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی آٹھ سہام میں سے زید و بکر کے واسطے چار چار سہام روک رکھے جاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال کے سات حصے کیے جاوینگے جنمیں سے ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور باقی چھ حصص میں سے تین تین حصے زید و بکر کے واسطے روک رکھے جاوینگے۔ یہ سب اسوقت ہے کہ وارثوں نے اجازت دیدی۔ اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو بھی صاحبین رح کے نزدیک تہائی مال کے سات حصے کیے جاوینگے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تہائی سے زائد کا استحقاق واسکی مقدار پر شریک کیا جانا باطل ہوگیا پس گویا وے سب ایک تہائی کے مستحق ہیں پس امام کے نزدیک تہائی مال ان سب میں برابر تین تہائی تقسیم ہوگا اور اس صورت میں اگر زید و بکر اپنا نفقہ پورا کر لینے سے پہلے مرگئے تو باقی مال عمرو کو دیا جائیگا اور اگر زید و بکر میں سے ایک مرگیا اور ہنوز اُس مال میں سے جو دونوں پر وقف ہے باقی ہے تو اسمیں سے نصف مال عمرو کو دیدیا جائے گا اور باقی نصف مال دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اسمیں سے ایک چوتھائی عمرو کو ملے گی اور تین چوتھائی دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے پانچدرم ماہواری زید کو جبتک زندہ رہے نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جبتک دونوں زندہ رہیں نفقہ دیا جاوے خواہ یہ لفظ بھی کہا کہ ہر ایک کو پانچدرم ماہواری یا یہ نکہا پھر وارثوں نے اجازت دیدی تو تمام مال زید کے و عمرو و بکر کے درمیان برابر نصفا نصف تقسیم ہوگا پس نصف مال زید کیواسطے موقوف رکھا جائیگا اور نصف مال عمرو و بکر کے درمیان رکھا جائیگا اسواسطے کہ زید کے حق میں خود پورے مال کی تنہا وصیت ہے اور عمرو و بکر دونوں کیواسطے پورے مال کی تنہا وصیت ہے پس گویا موصی نے زید کیواسطے پورے مال کی وصیت کی اور عمرو و بکر دونوں کیواسطے پورے مال کی وصیت کی ہے پس بالاتفاق اسمیں تمام مال نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر اگر زید مرگیا تو اُسکے حصہ کے مال میں سے جسقدر باقی رہا ہو وہ عمرو و بکر پر وقف کر دیا جائیگا اور دونوں کو دس درم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر عمرو و بکر دونوں میں سے ایک مرگیا اور زید زندہ باقی رہا تو میت کا باقی حصہ اُس کے شریک پر وقف کیا جائے گا اور شریک کو پانچدرم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو تہائی مال دو حصوں پر برابر تقسیم ہوگا اسمیں سے نصف زید کیواسطے ہوگا اور نصف عمرو و بکر کیواسطے ہوگا اسمیں بھی اماموں کا اتفاق ہے اسواسطے کہ زید تمام مال کا موصی لہ ہے اور عمرو و بکر دونوں تمام مال کے موصی لہ ہیں تو وارث کی اجازت ندینے کی صورت میں تہائی مال میں زید بقدر تہائی کے اور عمرو و بکر بھی بقدر تہائی کے شریک کیے جاوینگے یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے پس برابر کے شریک ہوے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک زید پورے مال کے حساب سے اور عمرو و بکر بھی پورے مال کے حساب شریک کیے جاوینگے پس صاحبین رح کے نزدیک بھی برابر کے شریک ہوے پس بالاتفاق تہائی مال کے برابر دو حصے کیے جاوینگے[1] اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے عمرو کو جبتک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور بکر کو جبتک

---

[1] یعنی مال کار دونوں کا ایک ہے ورنہ اصل میں اختلاف ہے ۱۲

زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو باوجود اختلاف تخریجین[1] کے سب کے نزدیک تمام مال تین حصوں پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال ان سب کے واسطے برابر تین حصے ہوکر وقف رکھا جائیگا یہ بھی بالاتفاق ہے اگرچہ امام اور صاحبین رح کی تخریج میں اختلاف ہے پھر اگر ان میں سے ایک مرگیا تو باقی اُسکے ساتھی پر وقف کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے چار درم ماہواری زید کو نفقہ دیا جاوے جبتک زید زندہ رہے اور وصیت کی کہ عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جبتک زندہ رہیں میرے تہائی مال سے نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو تہائی مال زید پر وقف کیا جائیگا اور دوسری تہائی عمرو و بکر پر وقف کیجائیگی پھر اگر زید اپنے حصہ وصیت کا مال پورا لینے سے پہلے مرگیا تو باقی مال وارثوں موصی کو دیا جائیگا اور اگر عمرو و بکر میں سے کوئی مرگیا تو اُسکے حصہ کا باقی اُسکے شریک کے واسطے وقف کیا جائیگا پھر اگر اُسکے بعد دوسرا بھی مرگیا تو باقی مال وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال کے دو حصہ کیے جاوینگے جنمیں سے نصف تہائی زید کیواسطے اور نصف تہائی عمرو و بکر کے واسطے سب اماموں کے نزدیک باوجود اختلاف تخریجین[1] کے وقف کیجائیگی۔ نیز امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اُسمیں سے زید کو جبتک زندہ رہے چار درم ماہواری دیے جاویں اور میں نے عمرو و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اور اُسمیں سے دونوں کو دس درم ماہواری جبتک زندہ رہیں نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دی تو زید کو پوری تہائی دیدی جائیگی اُسکو جو چاہے کرے اور عمرو و بکر کو بھی دوسری تہائی دیدی جائیگی جو چاہیں کریں اور وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور قلیل و کثیر کچھ وقف نہ کیا جائیگا اور جو کوئی ان زید و عمرو و بکر میں سے مرگیا اُسکا حصہ اُسکے وارثوں کا ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں سے نصف فقط زید کو اور نصف باقی عمرو و بکر کو نصف نصف دیدی جائیگی اور اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید کیواسطے وصیت کی جسمیں سے اُسکو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کے واسطے تہائی کی وصیت کی عمرو کو پانچ درم ماہواری جسمیں سے نفقہ دیا جاوے اور بکر کو تین درم ماہواری دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال دیدیا جائیگا اور عمرو و بکر کو دوسری تہائی دیدی جائیگی جو دونوں میں نصفا نصف ہوگی پس زید و عمرو و بکر اپنے اپنے مال سے جو چاہیں کریں اُنکو اختیار ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں سے نصف زید کو اور باقی نصف عمرو و بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور ان میں جو مرجاوے اُسکا حصہ اُسکے وارثوں کیواسطے میراث ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو کو میرے باغ سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو تہائی باغ میں دونوں کا نصفا نصف استحقاق ہوگا پس ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ باغ کا غلہ فروخت کرکے اُسکا ثمن وصی کے پاس اگر وصی نہو تو کسی عادل آدمی کے پاس موقوف رکھا جائیگا اور ہر ایک کو اُسکے حصہ سے جسقدر ماہواری اُسکے واسطے بیان کی ہے دیجائیگی اور اگر دونوں مرگئے اور اُسمیں سے کچھ باقی رہا تو وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اسوجہ سے کہ دونوں کی وصیت بسبب موت کے باطل ہوگئی ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید چار درم ماہواری اور عمرو و بکر کو پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے

[1] قولہ تخریجین یعنے تخریج امام لطریق منازعت و تخریج صاحبین رح لطریق مضاربت علے ما مر فی الحاشیۃ ۱۲ ع ۹ یعنے مساوی تین حصوں میں ۱۲

تو چھٹا حصہ فقط زید کیواسطے اور چھٹا حصہ عمرو و بکر دونوں کیواسطے موقوف رکھا جائیگا اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات
کی اور عمرو کیواسطے نصف حاصلات باغ کی وصیت کی اور اُسکا مال کل یہی باغ ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلہ ہر سال
دونوں پر نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسکا مال زائد ہو کہ یہ باغ اُسکی تہائی ہو تو زید کو سال کی حاصلات باغ کا تین چوتھائی
حصہ اور عمرو کو ایک چوتھائی ملیگا اور تقسیم امام کے نزدیک اُنکے اصول کے موافق بطریق منازعت ہوگی اور صاحبین رحمہما اللہ
کے نزدیک چونکہ تقسیم بطریق عول و مضاربت ہے لہذا اگر باغ مذکور کے سوائے اُسکا کچھ مال نہو تو تہائی حاصلات دونوں کو
تین تہائی تقسیم کردیجائے گی اور اگر مال ہو کہ باغ اُسکا تہائی ہوسکتا ہو تو تمام حاصلات دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگی اور
اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور عمرو کیواسطے اپنے غلام کی کمائی کی
وصیت کی اور اُسکی قیمت تین سو درم ہے اور موصی کا مال تین سو درم سوائے اُسکے اور بھی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی
دونوں میں گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگی جنمیں سے زید کو حاصلات باغ سے چھ حصے اور عمرو کو کرایہ غلام سے پانچ حصے ملینگے
اور اگر زید کیواسطے اپنی زمین کے حاصلات غلہ کی وصیت کی اور عمرو کیواسطے اُس زمین کے رقبہ کی وصیت کی حالانکہ زمین مذکور
اُسکا تہائی مال ہے پھر عمرو نے اُسکو فروخت کیا اور زید نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور زید کی وصیت باطل ہوگئی
اور ثمن میں زید کا کچھ استحقاق نہوگا اور اگر زید کیواسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے کئی سال
تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موصی مر گیا تو موصی لہ کو اس غلہ میں سے کچھ نہ ملیگا لیکن موت موصی کے وقت باغ میں جو
غلہ یعنی پھل وغیرہ موجود ہیں یا جو آیندہ پیدا ہوں سب ملینگے (یہانتک کہ موصی لہ مرجائے ۱۲) یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے اس ہزار درم
کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اس ہزار درم میں سے سو درم کی وصیت کی تو یہ قول وصیت اول سے رجوع نہیں ہے بلکہ وہ
سو درم زید کو ملینگے پھر سو درم میں سے نصف زید کو اور نصف عمرو کو ملینگے اور کہا کہ اس ہزار درم کی زید کیواسطے الا
اسمیں سے سو درم کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو سو درم عمرو کو اور نو سو درم زید کو ملینگے اور اگر زید کے واسطے اپنے تہائی
مال کی وصیت کی پھر کہا کہ میں نے عمرو و بکر کیواسطے اُسقدر کی وصیت کی جسقدر زید پسند کرے تو فرمایا کہ زید جس قدر
پسند کر کے اختیار کرے اُسی قدر کیواسطے تہائی مال میں عمرو و بکر حصہ دار کیے جائینگے پس اگر زید نے پوری تہائی کو پسند کیا تو
تہائی میں سے نصف زید کا اور نصف دوسرے موصی لہما کا ہوگا اور اگر پوری تہائی میں سے سوائے ایکدرم کے پسند کی تو
تہائی میں سے ایک درم کم کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے (عمرو و بکر ۱۲) اور اگر کہا کہ میں نے زید و عمرو کے واسطے ہزار درم کے لیے کہ اُسمیں سے
زید کو سو درم اور عمرو کو دو سو درم دیے جاویں وصیت کی تو فرمایا کہ میں ہزار درم میں سے جسقدر جسکے واسطے بیان کردیا ہے دیکر باقی

۱؎ اقول صاحبین رح کے نزدیک اگر مال ہو یا باغ کے سوائے مال نہو ہر دو صورت میں ہر ایک موصی لہ اپنے پورے حق کے واسطے شریک کیا جائیگا
اور چونکہ زید و عمرو کے حقوق میں ۲-۱ کی نسبت ہے اسواسطے اگر مال ہو تو تہائی کے تین حصے ہونگے اور اگر نہو تو بھی یہی حکم ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک درصورتیکہ باغ
کے سوائے مال نہونیکی تہائی میں دونوں برابر شریک ہونگے اسوجہ سے کہ زید کی تہائی ہوئی لہذا وصیت اور عمرو کی بھی تہائی ہے لہذا وصیت باطل ہوگئی باقی رہی تہائی کی وصیت ہر ایک کے واسطے پس دونوں
مستحق ہوئے اور درصورتیکہ باغ اُسکے تہائی مال سے زیادہ ہو تو امام کے نزدیک نصف حاصلات زید کو بلا منازعت دیجائیگی اور باقی رہی نصف حاصلات اُسمیں عمرو
اُسکے ساتھ مزاحم ہے اور مزاحمت دونوں کی یکساں ہے پس نصف دونوں میں برابر تقسیم ہوا تو نصف کا نصف یعنی چوتھائی کل کی عمرو کو ملی اور جو تہائی اور نصف اول مجموعہ میں
سے چوتھائی زید کو ملی فافہم وقد بینا ذلک مرارا ثم لا نعیدہ فیما بعد ۱۲ منہ ۲؎ قال المترجم یہ موافق اصل امام اعظم رح کے ہے اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے گیارہ حصوں میں سے ایک حصہ عمرو کو اور دس حصے

وارثون کو واپس دیگا اور اگر ہزار درم مین سے فقط ایک کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو تو اسقدر اسکو دیکر باقی کا استحقاق دوسرے کے واسطے قرار دیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال زید و عمرو کیواسطے ہے کہ انمین سے زید کیواسطے سو درم ہین پھر اسکا تہائی مال تین سو درم نکلا تو یہ سب بہی کو جسکے واسطے سو درم کی مقدار بیان کی ہے دیدیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال بکر و زید و عمرو کے واسطے کہ زید کیواسطے پچاس درم اور عمرو کے واسطے سو درم ہین اور اسکا کل مال تین سو درم ہے تو تہائی سو درم دونون کیواسطے جنکے لیے مقدار بیان کی ہے تین تہائی تقسیم ہوگا اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی مال تین سو درم ہو تو زید کو پچاس اور عمرو کو سو درم اور باقی ڈیڑھ سو درم بکر کو ملین گے جسکے واسطے کوئی مقدار بیان نہین کی ہے اور اگر کہا کہ تہائی کی واسطے زید و عمرو کے ہے کہ زید کیواسطے سو درم اور عمرو کیواسطے پچاس اور تہائی مال یعنے تہائی مال تین سو درم ہے تو ہر ایک کو اسقدر ملیگا جسقدر اسکے واسطے بیان کردیا ہے اور باقی دونون مین نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر ہزار درم کی زید و عمرو کیواسطے بایطور وصیت کی کہ واسطے زید کے انمین سے سو درم ہین تو موافق اسکے کہنے کے سو درم زید کو دیے جاوینگے اور باقی نو سو درم عمرو کو ملینگے اور اگر انمین سے تھوڑے درم تلف ہو گئے تو باقی کے بھی دس حصے کیے جاوینگے اور اگر اسنے بکر کیواسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت بھی کی ہو حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو پانچسو درم بکر کو ملین گے اور پانچسو درم مین زید و عمرو کیواسطے دس حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ زید کو اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم زید و عمرو کے واسطے ہین زید کیواسطے انمین سے سو درم ہین اور باقی عمرو کیواسطے ہین تو زید کو سو درم ملینگے اور اگر سواے سو درم کے باقی سب تلف ہوگئے تو یہ سو درم زید کو ملینگے اور عمرو کے واسطے وہی ہوگا جو بعد سو درم کے باقی رہے اور اگر باوجود اسکے اسنے بکر کیواسطے ہزار درم دوسرے کی وصیت کی حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو درمیانی کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم باقی دونون مین گیارہ حصے ہوکر تقسیم ہونگے جنمین سے دس حصے ہزار درم کی وصیت والے کو ملینگے اور ایک حصہ سو درم کی وصیت والے کو ملیگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کیواسطے وصیت کی انمین سے سو درم زید کے ہین اور اسکا تہائی مال ہزار درم ہے مگر تقسیم سے پہلے تلف ہوکر پانچسو درم رہگیا ہے تو انمین سے زید کو پورے سو درم ملین گے اور باقی عمرو کو ملینگے اور اگر باوجود اسکے بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی بھی وصیت کی ہو اور مال مین کچھ نقصان نہین آیا تو ہزار کا نصف بکر کو ملیگا اور باقی نصف کے دس حصے ہوکر انمین سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اپنے تہائی مال سے سو درم کی اور عمرو کیواسطے باقی مال کی وصیت کی اور بکر کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم اسکا تہائی مال درمیان زید و بکر کے گیارہ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جنمین سے زید کو ایک اور بکر کو نو حصے ملینگے اگر ایک شخص کے پاس ہزار درم ہون اور پھر ہزار درم ایک خاص تھیلی مین ہون پس اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے جو کچھ اس تھیلی مین سے باقی رہجاوے اسکی وصیت کی تو اسکو پورے ہزار درم ملینگے اور یہ وصیت باقی تمام وصیتون سے موخر ہوگی حتی کہ اگر اُس نے عمرو کیواسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید و عمرو کیواسطے وصیت کی زید کیواسطے سات سو درم کی اور عمرو کے واسطے چھ سو درم کی تو یہ ہزار درم ان دونون مین تیرہ حصہ ہوکر تقسیم ہونگے اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی انمین سے ہزار درم زید کیواسطے ہین تو پورے ہزار درم فقط زید کو

ملجا دینگے اور اگر کہا کہ انمین سے ہزار درم زید کیواسطے اور ہزار درم عمرو کیواسطے ہین تو ہزار درم معین دونون مین نصفا نصف[ف۱]
تقسیم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید و عمرو کے واسطے ان ہزار درم کی وصیت کی اس مین سے زید کیواسطے
ہزار درم ہین اور عمرو کے واسطے ان ہزار درم مین سے جسکی مین نے زید کیواسطے وصیت کی ہے ہزار درم ہین یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید
و عمرو کیواسطے وصیت کی ہے اس مین سے ہزار درم زید کے ہین اور ان ہزار درم مین سے عمرو کیواسطے ہزار درم ہین حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو
ہر دو صورت مین پورے ہزار درم عمرو کو ملینگے۔ اگر ایک شخص نے ایک قوم کے واسطے چند وصیتین علیحدہ علیحدہ کین
پھر صاحبان وصیت مین سے کوئی حاضر ہوا اور اُسنے گواہ قائم کرکے اپنا حق وصیت لینا چاہا تو فرمایا کہ اُسکا حصہ بلکہ باقیون کا حصہ
روک رکھونگا پھر اگر باقی ضائع ہو گیا تو جسنے جو کچھ لیا ہے اُسکے لیے ہوے مین حصہ رسد شریک ہو جاوینگے اور جسکو اُسکا حصہ وصیت
دیا گیا ہے اُسکے دینے مین تقسیم بحق باقی لازم نہ آویگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین
کہ وہ قیدیون کو خریدے یعنے کفار مقید اسلام یا مسلمانان اسیر بدست کفار کو خریدے پس اگر یہ شخص قبل اسکے مر گیا تو یہ مقدمہ حاکم کے
سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ کسی شخص کو اس کام کیواسطے مقرر کر دے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ میرے مال سے بیس ہزار درم
نکالو اسمین سے فلان کو اسقدر دو اور فلان کو اسقدر دو حتے کہ اُسنے اسی طور سے گیارہ ہزار کا حساب بتلایا پھر کہا کہ باقی
فقیرون کیواسطے ہے پھر مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اسکا تہائی مال فقط نو ہزار درم ہین تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ ہر ایک کی وصیت
کے بیس حصے کرکے اسمین سے انکو نو حصے دیے جاوینگے اور گیارہ حصے باطل ہو جاوینگے اور قولہ باقی واسطے فقیرون کے
ہے اسمین گویا اُسنے نو ہزار درم فقیرون کیواسطے بیان کر دیے اسواسطے کہ جب اُسنے ابتدا مین تمام مال بیان کیا تو باقی نو ہزار
ہوا جو ہم کہتے ہین بخلاف اسکے اگر اُسنے یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے فلان کو اسقدر اور فلان کو اسقدر دو حتے کہ اُسنے کہا کہ باقی
فقیرون کو دو تو ایسی صورت مین فقیرون کو کچھ نہ ملیگا۔ اور صاحبان وصیت مین سے ہر ایک کو وصیت کے گیارہ جزو مین
نو جزو ملینگے اور دو جزو باطل ہو جاوینگے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا دار فروخت کیا جاوے اور اسکے ثمن سے دس گون گیہون
خریدے جاوین اور ہزار روٹیان خریدی جاوین اور اُسنے دوسری کچھ وصیت بھی کی ہے پھر اُسکا دار فروخت کیا گیا اور اسکے ثمن مین
اسقدر گنجائش بھی نہوئی جسقدر گیہون و روٹیان خریدی جاوین اور میت کا اسکے سوا اور مال بھی ہے تو شیخ ابو القاسم
نے فرمایا کہ اگر اسکے تہائی مال مین اس وصیت اور دوسری وصیتون کے پورا کرنے کی گنجایش ہو تو تہائی مال سے سب
پوری کیجاوین اور ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے یہ وصیت کی کہ میرے مال سے دس گون گیہون اور ہزار روٹیان خریدو اور اسکا
ثمن میرے مکان کے ثمن سے قرار دو مگر وارثون نے اُسکو دوسرے مال سے قرار دیا ہے یہ امر وارثون کے حق مین مضر
نہوگا لیکن اگر میت نے جو مال تجویز کیا ہے اسمین کوئی دلیل پائی جاوے جس سے اُسکا برقرار رکھنا ضرور ہو مثلاً معلوم ہو
کہ اُسکا تھوڑا مال پاک حلال ہے اور باقی پلید و حرام ہے تو وصیتین اسی مال حلال سے نافذ کیجاوینگی ایک شخص نے چند وصیتین کین
پھر اُسکے فرزندون کو خبر ہوئی کہ ہمارے باپ نے چند وصیتین کی ہین اور انکو یہ معلوم نہین ہے کہ کیا وصیتین کی ہین پس انھون نے کہا
کہ جو کچھ ہمارے باپ نے وصیت کی ہے ہمنے اُسکی اجازت دیدی تو منتقی مین مذکور ہے کہ انکی اجازت صحیح نہوگی اور اجازت جبھی صحیح ہوگی

ف۱ جس طرح ہمارے عرف مین آدھون آدھ بولتے ہین ۱۲

کہ جب بعد واقف ہونے کے اجازت دین۔ ایک شخص نے زید کیواسطے مال کی وصیت کی اور فقیرون کے واسطے مال کی وصیت کی حالانکہ زید بھی محتاج ہے پس آیا اسکو حصہ فقراء مین سے دیا جائیگا تو علماء نے اسمین اختلاف کیا ہے اور محمد بن مقاتل و خلف و رشداد رحمہم اللہ نے فرمایا کہ دیا جائیگا اور ابراہیم نخعی و حسن بن مطیع نے فرمایا کہ ندیا جائیگا اور اول اصح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ نوادر مین ہے کہ اگر وصیتین کین اور فقیرون کے واسطے وصیت کی اور اپنے آزاد کردہ شدہ کیواسطے سو درم کی وصیت کی پھر اسکا آزاد کیا ہوا اسکی موت کے بعد مر گیا پس اگر اسنے ہر وصیت کیواسطے کوئی مقدار بیان کردی ہو اور باقی فقیرون کیواسطے کہا ہو تو اُسکے آزاد کردہ شدہ کے سو درم فقیرون پر صرف کردیے جاوینگے اور اگر اُسنے ہر ایک وصیت کیواسطے کوئی مقدار بیان کی ہو اور فقیرون کیواسطے بھی مقدار بیان کی ہو تو آزاد کردہ شدہ کے سو درم وارثان موصی کو دیے جاوینگے اور علی ہذا اگر چند وصیتین کین پھر کہا کہ باقی فقیرون پر تقسیم کردیا جاوے پھر بعض وصیتون سے رجوع کر لیا یا بعضے موصی لہم قبل موت موصی کے مرگئے تو باقی فقیرون کو تقسیم کی جائیگی اگر اُس سے رجوع نکیا ہو یہ محیط مین ہے

آٹھوان باب۔ ذمی و حربی کی وصیت کے بیان مین

ذمی[1] کی وصیت اگر از جنس معاملات ہو تو بالاجماع صحیح ہے۔ اور اگر از جنس معاملات نہو تو اسمین چار اقسام ہین اول آنکہ وہ فعل ہمارے اور اُنکے نزدیک قربت ہو پس ایسی وصیت بھی صحیح ہے خواہ واسطے قوم معین کے ہو یا غیر معین کے دوم آنکہ ہمارے اور اُنکے دونون کے نزدیک معصیت ہو پس اگر ایسی وصیت قوم معین کیواسطے ہو تو صحیح ہے اور یہ اعتبار کیا جائیگا کہ موصی نے اُن لوگون کو مالک کردیا ہے پس اسمین کوئی وجہ قربت للہ تعالی کی شرط نہوگی اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہے۔ سوم آنکہ ہمارے نزدیک قربت اور اُنکے نزدیک معصیت ہو پس اگر یہ قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور اُنکے واسطے تملیک شمار کیجائیگی پس اسمین موصی کی طرف تقرب شرط نہوگا۔ اور اگر قوم غیر معین کیواسطے ہو تو صحیح ہے چہارم آنکہ ہمارے نزدیک معصیت اور اُنکے نزدیک قربت ہو تو ایسی وصیت امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہے خواہ قوم معین کے واسطے ہو یا غیر معین کے واسطے اور صاحبین کے نزدیک اگر قوم معین کیواسطے ہو تو خیر ورنہ باطل ہے فرمایا کہ اگر ذمی نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے رقبات یعنی مملوک لوگ خواہ معین یا غیر معین[2] خریدے جاوین اور میری طرف سے آزاد کیے جاوین یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیرون و مسکینون کو صدقہ مین دیا جاوے یا اُس سے بیت المقدس مین چراغ جلائے جاوین یا اُسمین عمارت بنائی جاوے یا تہائی مال سے ترک و دیلم پر جہاد کیا جاوے اور موصی نصرانی ہو تو وصیت صحیح ہے۔ اور اگر تہائی مال کی گانے والیون یا رونے والیون کیواسطے وصیت کی پس یہ عورتین معین کردی ہون تو صحیح ہوگی اور یہ شمار کیا جائیگا کہ اُسنے ان عورتون کو تہائی مذکور کا مالک کردیا ہے اور اگر غیر معین ہون تو باطل ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک قوم مسلمان کو حج کرایا جاوے یا اُس سے مسلمانون کی مسجد بنائی جاوے پس اگر قوم معین کے واسطے ہو تو وصیت صحیح ہوگی اور اُن لوگون کے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور موصی کے وارث لوگ مختار ہونگے چاہین حج کرادین و مسجد بنادین اور چاہین ایسا نکرین اور اگر قوم غیر معین کیواسطے ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے یا میرا دار بیعہ یا کنیسہ کردیا جاوے تو صاحبین کے نزدیک وصیت

[1] وہ کافر جو دار الاسلام مین بشرط جزیہ امان لیکر قیام و بود و باش رکھتا ہو ۱۲ [2] یعنی خواہ معین رقبات کا بیان کیا یا غیر معین بیان کیے

مذکور باطل ہے الا جبکہ یہ وصیت قوم معین کیواسطے ہو تو یہ اُنکے حق میں تملیک قرار دیجائیگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک
ہر حال میں وصیت صحیح ہے اور یہ حکم اختلافی بقیاس مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ
کے قول پر یہ حکم گانون میں ہے اور اگر شہر میں ایسی وصیت کی تو اُسکی وصیت نافذ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ حربی مستامن
نے اگر مسلمان و ذمی کے واسطے وصیت کی تو سب صحیح ہے لیکن اگر اُسکے ساتھ اُسکا وارث دار الاسلام میں آیا ہو
اور حربی مستامن نے تہائی سے زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زائد کی حق میں اُسکے وارث کی اجازت کیضرورت ہوگی اور اگر
اُسکا کوئی وارث ہی نہو تو تمام مال سے وصیت صحیح ہوگی جیسا کہ مسلمان و ذمی کے حق میں اسیطرح اگر وارث ہو لیکن دار الحرب میں
ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر حربی نے دار الحرب میں وصیت کی پھر دار الحرب کے لوگ مسلمان ہوگئے یا سب ذمی ہوگئے
پھر دونوں نے اس وصیت کی بابت قاضی کے پاس نالش کی پس اگر چیز وصیت بعینہ قائم ہو تو قاضی اُسکو نافذ کریگا اور اگر مسلمان ہونے سے
پہلے وہ تلف ہوگئی تو قاضی اُسکو باطل کردیگا یہ بدائع میں ہے۔ حربی مستامن نے اگر ذمی کیواسطے اپنے بعض مال کی وصیت کی تو
باقی اُسکے وارثان اہل الحرب کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دار الاسلام میں مستامن نے اپنے غلام کو عند الموت آزاد کیا یا مدبر
کیا تو صحیح ہوگا بدون اسکے کہ اُسکے تہائی مال سے اعتبار کیا جاوے اور اگر ذمی نے تہائی سے زائد کی یا بعض وارثوں کے واسطے وصیت
کی تو مثل مسلمان کے صحیح نہیں ہے اور اگر اپنے ہم ملت کے خلاف ملت کیواسطے وصیت کی تو مثل ارث کے صحیح ہے اور اگر حربی غیر مستامن کیواسطے
وصیت کی تو نہیں صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ذمی نے حربی مستامن کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر
کوئی مسلمان نعوذ باللہ مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہوگیا پھر اُسنے ان وصیتوں میں سے کوئی وصیت کی تو امام اعظمؒ
کے قول پر اُسکی وصیتوں میں سے جو ایسی وصیتیں ہیں کہ مسلمان کیطرف سے صحیح ہوتی ہیں وہ موقوف رہینگی اور جو مسلمان کیطرف
سے صحیح نہیں ہوتی ہیں وہ باطل ہونگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تصرفات مرتد فی الحال نافذ ہوتے ہیں پس جس قوم کیطرف
مرتد ہوگیا ہے جو وصیتیں اُس قوم کی طرف صحیح ہوسکتی ہیں ویسی وصیتیں اُسکی صحیح ہونگی حتّٰی کہ اگر اُسنے ایسی وصیت کی جو اُس قوم
کے نزدیک کار ثواب اور ہمارے نزدیک معصیت ہے اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کیواسطے واقع ہوئی تو صاحبینؒ کے
نزدیک صحیح نہوگی اور یہی مرتدہ عورت سو وہ جس قوم کی طرف مرتد ہو کر گئی ہے جو اُس قوم سے صحیح ہوسکتی ہیں وہ اس عورت
مرتدہ کی وصیتیں بھی صحیح ہونگی اور کتاب میں فرمایا کہ سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہے کہ ایسی وصیت کی کہ اُن کے نزدیک کار ثواب
ہے اور ہمارے نزدیک معصیت ہے مثلاً کنیسہ یا بیعہ کی تعمیر کی وصیت کی یا اسکے مانند کوئی وصیت کی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین
کے واسطے واقع ہوئی تو میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی حکم یاد نہیں رکھتا ہوں اور مشائخ رحمہم اللہ نے اسمیں اختلاف کیا ہے
بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور مبتدع اگر اُسکی تکفیر کا حکم نہو تو حق وصیت میں بمنزلہ مسلمان
کے ہے اسواسطے کہ بظاہر وہ اسلام کا دعوی کرتا ہے اور اگر اُسکی تکفیر کا حکم ہوا ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے لہذا اسکے تصرفات میں امام اعظمؒ
و صاحبینؒ کے درمیان وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کے حق میں معروف ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر یہودی یا نصرانی نے اپنی صحت میں کنیسہ یا

ف یا اسلام کے بیچ ۱۲ منہ ف اسواسطے کہ کفر ملت واحدہ ہے ۱۲ منہ ف اور یہ مسئلہ مفصل پہلے گذر چکا ہے ۱۲ منہ ف یہاں تک
کہ اُسکا انجام کار معلوم ہو ۱۲ منہ ف جیسے رافضی و خارجی وغیرہ ۱۲

بیعہ بنایا پھر مرگیا تو وہ میراث ہوگا یہ ہدایہ مسائل شتی میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کوئی وصیت نکرونگا پھر اُس نے مرض الموت میں چیز ہبہ کی یا اپنا بیٹا خریدا جو آزاد ہوگیا تو وہ شخص حانث ہوگا[1] اور اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا حالانکہ مرض الموت کا مریض ہے یا وارث کیواسطے کسی چیز کی وصیت کی اور اُسکے نافذ کرنیکا حکم کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونوں باطل ہیں اور اگر باقی وارثوں نے اس طرح اجازت دی کہ میت نے جس چیز کا حکم کیا ہے ہمنے اُسکی اجازت دی تو یہ وصیت کیطرف راجع ہوگی اسواسطے کہ وصیت ہی کا حکم دیا ہے ہبہ کیطرف راجع نہوگی اور اگر وارثوں نے اسطرح اجازت دی کہ ہمنے فعل میت کی اجازت دی تو ہبہ و وصیت دونوں کے حق میں اجازت صحیح ہوگی۔ ایک مریض نے کچھ وصیتیں کیں پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا اور برسوں زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتیں باقی رہینگی بشرطیکہ اُسنے ان وصیتوں کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ اگر میں اس مرض سے مرجاؤں تو یا اگر میں اس مرض سے اچھا نہوں تو میں نے یہ وصیت کی یا فارسی میں کہا مرا زین بیماری اگر مرگ آید یا اگر ازین بیماری بمیرم) اور اگر اُسنے یہ شرط لگائی ہو تو اچھے ہوجانیکی صورت میں یہ وصیتیں باطل ہوجائینگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی اور کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مرجاؤں تو میرے غلام آزاد ہیں اور غلام کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے اور میری طرف سے حج کیا جاوے پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا پھر دوبارہ بیمار ہوا اور جن لوگوں کو پہلی بیماری میں وصیت پر گواہ کیا تھا اُنھیں سے یا دوسرے گواہوں سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں اپنی پہلی وصیت پر ہوں[2] تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً یہ باطل ہے کیونکہ وہ جب مرض اول سے اچھا ہوگیا تبھی یہ وصیتیں باطل ہوچکی ہیں ولیکن میں اس مسئلہ میں استحسان کو لیتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ یہ سب جائز ہے اور سب وصیتوں کا حصہ تہائی مال میں سے لگایا جائیگا اور یہ قیاس و استحسان ایسی صورت میں ہے کہ مریض نے کہا کہ میں نے عبداللہ کیواسطے سو درہم کی وصیت کی اور مساکین کیواسطے سو درہم کی وصیت کی پھر کہا کہ میں اگر اس مرض سے مرجاؤں تو میرے غلام آزاد ہیں پھر اچھا ہوگیا اور پھر دوبارہ بیمار ہوا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں اور اُسکا وصیت نامہ لکھدیا پھر اسکے بعد بیمار ہوا اور پھر بھی کچھ وصیتیں کیں اور وصیت نامہ لکھدیا لیکن اگر وصیت نامہ ثانی میں یہ تحریر کیا کہ میں نے وصیت اول سے رجوع کیا ہے تو دونوں وصیتوں کی تعمیل کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ وصیت کی پھر اسکو وسوسے[3] نے گھیرا جس سے وہ معتوہ ہوگیا اور ایک مدت ایسا ہی رہا پھر اسکے بعد مرگیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے۔ ایک مریض بسبب ضعف کے گفتگو کرنے پر قادر نہیں ہے لیکن اُسکی عقل موجود ہے پس اُس نے سر سے کسی وصیت کا اشارہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اشارہ سے اُسکی وصیت جائز ہے اور ہمارے اصحاب نے اس وصیت کو جائز نہیں رکھا ہے اور ناطفی نے فرمایا کہ کتاب نیابات میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی اور گفتگو سے عاجز ہوگیا پس اُسنے اشارہ سے وصیت کی یا لکھدیا پھر ایک مدت تک یہی حال رہا اور زمانہ دراز گذر گیا[4] تو اُسکا حکم مثل گونگے کے ہے۔[5] اور حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درہم زید

---

[1] یعنی باپ کا مالک ہوتے ہی آزاد ہوگیا بدیں وجہ کہ جو ذی رحم محرم کا مالک ہوتا ہے وہ اُسکی طرف سے آزاد ہوجاتا ہے ۱۲ منہ [2] یعنی خلاف عقل کے اوہام فاسدہ اُسکے دماغ پر غالب ہوگئے ۱۲ [3] قال المترجم زمانہ دراز سے ایکسال مراد ہے کذا صحح بہ بعضہم ۱۲ منہ [4] یعنے وصیت جائز ہے ۱۲

کے واسطے ہیں اگر میں مرجاؤں تو تو اُسکو دیدینا پھر مر گیا تو مامور زید کو موافق حکم میت کے دیدیگا۔ اور اگر یہ نہ کہا کہ یہ واسطے فلان کے ہیں بلکہ یہ کہا کہ زید کو یہ درم دیدینا پھر مر گیا تو مامور یہ درم زید کو نہ دیگا۔ شیخ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہے کہ مریض نے ایک شخص کو دراہم دیے اور کہا کہ انکو زید کو دیدینا یا کہا کہ میرے بیٹے کو دینا پھر مر گیا حالانکہ میت پر قرضے ہیں تو فرمایا کہ اگر اُسنے فقط یہی کہا کہ میرے بھائی یا بیٹے کو دیدینا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مامور ان دراہم کو قرضخواہان میت کو دیدے گا اور شیخ نصیر رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ یہ دراہم یا یہ کپڑے زید کو دیدینا اور یہ نکہا کہ یہ اُسکے واسطے ہیں اور یہ بھی نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے وصیت ہیں تو فرمایا کہ یہ باطل ہے اسواسطے کہ یہ نہ اقرار ہے اور نہ وصیت ہے۔ ایک شخص نے وصیتیں کیں اور اُسکے پیچھے لوگوں نے اُسکی وصیتوں کو زیوف وردی درموں سے نافذ کیا تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وصیت کسی قوم معین کے واسطے ہوا اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے ایسے درموں پر راضی ہو گئے تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کیواسطے کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے ایک شخص نے وصایاے نقد کی وصیت کی حالانکہ نقود مختلف رائج ہیں تو خرید و فروخت میں جو نقد سب سے زیادہ رائج ہو اُسی سے اُسکی وصیتیں نافذ کیجاینگی ایک مریض نے ہزار درم شکستہ کی وصیت کی حالانکہ اُسکے دراہم ثابت ہیں تو اُسکے ثابت درموں سے کوئی چیز خرید کر پھر یہ چیز شکستہ درموں سے فروخت کر کے اُسکی وصیت نافذ کیجائیگی۔ ایک مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیت کیوں نہیں کرتا ہے اُسنے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال نکالا جاوے پس ہزار درم مسکینوں کو صدقہ دیے جاوین اور اس سے زیادہ کچھ نکہا یہانتک کہ مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال دو ہزار درم ہے تو شیخ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ فقط ہزار درم صدقہ کیے جاوینگے اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے نکالا جاوے اور کچھ زیادہ نکہا تو اسکا پورا تہائی مال فقیروں کو صدقہ دیا جائیگا اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک مریض نے کہا کہ میں نے فلان کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ ہزار درم ہیں پس ظاہر ہوا کہ تہائی مال اس سے زیادہ ہے تو حسن نے فرمایا کہ تہائی پوری وصیت میں دیجائیگی چاہے جسقدر ہو اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اس دار میں سے اپنے حصہ کی وصیت کی اور وہ تہائی ہے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا حصہ نصف ہے تو بھی فرمایا کہ پورا تہائی مال جو نصف دار ہے دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ میرا دسوان حصہ مال ہے تو موصی لہ کو فقط ہزار درم ملینگے خواہ دسوان حصہ اس سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے تمام اُس مال کی جو اس تھیلی میں ہے وصیت کی اور وہ ہزار درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسمیں دو ہزار درم ہیں تو زید کو جو کچھ اُس تھیلی میں ہے سب ملیگا بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے زائد نہو اسی طرح اگر تھیلی میں بجاے درم کے دینار و جواہر وغیرہ کوئی چیز پائی گئی تو بھی زید کو ملیگی اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ پورا وہ مال ہے جو اس تھیلی میں ہے تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے اُس مال کی جو اس تھیلی میں ہے ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ ہزار درم اس تھیلی کے مال کا نصف ہے یا تھیلی میں تین ہزار درم ہیں تو زید کو فقط ہزار درم ملیں گے اور اگر تھیلی میں ہزار درم ہوں تو زید کو ملیں گے اور اگر تھیلی میں فقط پانسو درم ہوں تو اُسکو پانسو درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا اور اگر تھیلی میں دینار یا جواہر وغیرہ ہوں تو زید کو کچھ نہ ملیگا۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا

کہ بنا بر قیاس امام اعظم رح کے چاہیے کہ موصی لہ کو اِنمین سے بقدر ہزار درم کے دیے جاوین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر کہا کہ مین نے تمام اُس چیز کی جو اس بیت مین ہی وصیت کی وہ ایک کر گیہون ہین پھر معلوم ہوا کہ اُسمین کئی کر گیہون ہین یا گیہون و جو ہین تو سب موصی لہ کو ملینگے بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اِس تھیلی مین سے ہزار درم کی وصیت کی اور اِس دوسری تھیلی مین سے زید کیواسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تھیلیون مین سے اسکو ملینگے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم صدقہ کیے جاوین پھر وارثون نے اُسکی طرف سے گیہون صدقہ کیے یا اسکے برعکس واقع ہوا تو ابن مقاتل عہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہی۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اُسنے یون وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم گیہون وغیرہ صدقہ کیے جاوین لیکن یہ لفظ سوال مین سے ساقط ہو گیا ہی پھر ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ اگر گیہون موجود ہون الا وارثون نے گیہون کی قیمت دیدی تو فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ یہ بھی جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے درمون کی وصیت کی ہو مگر لوگون نے گیہون دیے تو نہین جائز ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ یہ جائز ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین اور اگر اُسنے وصیت کی کہ یہ غلام فروخت کرکے اُسکا ثمن مساکین کو صدقہ کیا جاوے تو وارثون کو روا ہی کہ نفس غلام صدقہ مین دیدین اور اگر وصی سے کہا کہ دس کپڑے خرید کر اُنکو صدقہ کرنا پھر وصی نے دس کپڑے خریدے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کپڑون کو فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ کر دے اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر معین ہزار درم کے صدقہ کرنے کی وصیت کر دی پھر وصی نے بچا لیے ان درمون کے مال میت سے صدقہ کر دیا تو جائز ہی اور اگر دراہم وصیت قبل اسکے کہ وصی صدقہ کرے تلف ہو گئے تو مثل اُنکے وارثون کیواسطے تاوان دیگا اور نیز امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے ہزار درم معین اپنی طرف سے صدقہ کرنیکی وصیت کی پھر یہ درم تلف ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے کسی قدر محتاج حاجیون کو صدقہ دیا جاوے تو کیا سواے محتاج حاجیون کے دوسرے فقیرون کو دینا روا ہی یا نہین ہی تو امام ابو نصر رح نے فرمایا کہ یہ جائز ہی کیونکہ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ فقراء مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جاوے تو فرمایا کہ سواے فقراء مکہ کے غیرون کو بھی صدقہ دینا جائز ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جاوے پھر ایک شخص نے وصی سے مال غصب کرکے تلف کر دیا پس وصی نے چاہا کہ یہ مال اسی غاصب کو صدقہ دیا ہوا اقرار دے حالانکہ غاصب تنگدست ہی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ یہ جائز ہی ایک شخص نے مال حرام پایا اور مرتے وقت وصیت کی کہ یہ مال اسکے مالک کیطرف سے صدقہ کر دیا جاوے تو فرمایا کہ اگر اُسکا مالک معلوم ہو تو یہ مال اُسکو واپس دیا جاوے اور اگر معلوم نہو تو صدقہ کیا جاوے اور اگر وارثون نے اس اقرار مین اپنے مورث کی تکذیب کی تو فرمایا کہ سب مین سے بقدر ایک تہائی کے صدقہ کیجاوے ایک عورت نے اپنی وصیت مین کہا کہ (خویشان مرا یادگار ہست از مال من) یعنے میرے مال مین میرے اقربا کیواسطے بھی یادگار ہی تو فرمایا کہ مال مین سے اُسکے رشتہ دار نسبی کو دیا جاوے جو اُسکا وارث نہین ہی اور اس مال کی مقدار مقرر کرنے مین اُس شخص کو اختیار ہوگا جس سے عورت نے اِس وصیت کا خطاب کیا ہی پس عورت مذکورہ کے مال سے جسقدر چاہے دیدے اور ادنی مقدار وہ کہلاویگی جسپر یادگاری کا اطلاق ہو سکے یہ فتاوی

قاضی خان؎ میں ہے اور اگر اپنے افضل غلامان یا خیر غلامان کی مساکین کیواسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ فروخت کر کے اسکا ثمن مسکینوں میں خرچ کیا جاوے تو غلاموں میں جو از راہ قیمت افضل و بہتر ہو وہ لیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنے غلاموں میں سے بہتر یا افضل کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو دین کی راہ سے جو غلام سب سے افضل ہو اسکو دیا جائیگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے مساکین کے وصیت کی حالانکہ اسکا وطن دوسرے شہر میں ہے اور فی الحال وہ ایک غیر وطن میں موجود ہے تو فرمایا کہ اگر اسکے ساتھ کچھ مال ہو تو وہ اس شہر کے فقیروں کو دیا جائے گا اور جو اسکے وطن میں ہو وہ اسکے وطن کے مسکینوں کو دیا جائیگا اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقراء بلخ کو دیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انھین فقیروں کو دیا جاوے اور اگر غیروں کو دیا گیا تو بھی جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ سوائے فقراء بلخ کے غیر فقیروں کو دینا روا نہیں ہے اور اگر وصیت کی کہ دس روز میں یہ صدقہ کیا جاوے پس وصی نے ایک ہی روز میں صدقہ کر دیا تو نوازل میں لکھا ہے کہ جائز ہے اور نیز نوازل میں لکھا ہے کہ اگر وصیت کی کہ ہر فقیر کو ایک درم دیا جاوے پس وصی نے اسکو نصف درم دیا اور پھر دوسرا نصف دیا حالانکہ فقیر اول نصف کو خرچ کر چکا ہے تو مجھے امید ہے کہ وصی ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے کفارہ کے واسطے دس مسکین کھلائے جاویں پس وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو وصی ضامن نہوگا اور دوسرے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلاوے اور اگر کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا جاوے اور کفارہ کا نام نہ لیا پس وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو دوسرے دس مسکینوں کو شام کا کھانا کھلاوے اور بعض نے دوسری صورت میں فرمایا ہے کہ استحسانًا وصی ضامن نہوگا اور سوائے اُن کے دوسرے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلاوے اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد تین سو من گیہوں فقیروں کو صدقہ دیے جاویں پس وصی نے موصی کی حیات میں دو سو من بانٹ دیے تو شیخ ابو نصرؒ نے فرمایا کہ جس قدر اُسنے موصی کی حیات میں بانٹے ہیں انکا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ موصی کی وفات کے بعد بحکم حاکم تقسیم کرے تا کہ ضمان سے بری ہو جاوے اور اگر بعد وفات موصی کے اُسنے بغیر حکم حاکم تقسیم کیے تو ضمان سے بری نہوگا پس شیخ موصوفؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے بعد وفات موصی کے بحکم وارثان تقسیم کیے تو فرمایا کہ اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہو تو وارثوں کا حکم ناجائز ہے اور اگر نابالغ نہو تو انکا حکم جائز ہوگا اور جب اُس نے تقسیم کیے پس وہ ضمان سے خارج ہو جائیگا اور شیخ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بالغوں کا حکم و اجازت بقدر اُنکے حصہ کے صحیح ہے اور نابالغوں کے حصہ میں صحیح نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں وصیت کی کہ میں نے رمضان میں روزہ رکھکر دن میں اپنی زوجہ سے وطی کی تھی پس تم لوگ تفتیش کر کے دریافت کرنا جو کچھ مجھپر واجب ہوا اسکو ادا کرنا پس اگر مملوک کی قیمت اُسکی باقی وصیتوں کے ساتھ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو اُسکی طرف سے ایک مملوک آزاد کیا جائیگا اور نیز اُسکی طرف سے نصف صاع گیہوں کھانے میں دیے جاوینگے اور اگر مملوک کی قیمت اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو اور وارثوں نے زیادہ میں سے اجازت نہ دی تو اُسکی طرف سے

؎ حسن بن منصور قاضی خان ۱۲

ساٹھ مسکین کھلائے جاوینگے ہر ایک کے واسطے دو مد گیہوں ہونگے اور دو مد ایک مسکین کے واسطے ہونگے بشرطیکہ یہ اُسکے تہائی مال سے بر آمد ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اگر وصیت کی کہ گیہوں و روٹی خرید کر مسکینوں کو صدقہ دیجاے تو جو لوگ گیہوں و روٹی لاد کر لاوینگے اِن حمالوں کی اُجرت کس پر واجب ہوگی تو مشائخ رہ نے فرمایا ہی کہ اگر میت نے اُسکی حمالی کی وصیت نہ کی ہو کہ کس مقام تک اُٹھوا کر لائی جاوے تو موصی کو چاہیے کہ جو شخص بلا مزدوری اُٹھالاوے اُس مد دلیکر اُٹھوا لے اور بطور صدقہ کے اُسکو مسکین سے دیدے اور اگر میت نے مساجد تک اُٹھانے کی وصیت کی ہو تو اُسکی مزدوری مال میت سے ہوگی۔ ایک شخص کو وصیت کی یعنے وصی مقرر کیا کہ میرا تہائی مال صدقہ کردے پس اگر اُس نے اپنے واسطے رکھ لیا تو نہیں جائز ہی اگر اپنے بالغ بیٹے کو یا نابالغ کو جو قبضہ کو سمجھتا ہی دیدیا تو جائز ہی اور اگر صغیر مذکور قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہیں جائز ہی اور فتاوے میں لکھا ہی کہ عامل سلطان نے وصیت کی کہ میرے مال سے اسقدر مال فقیروں کو دیا جاوے تو شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ یہ غیر کا مال ہی تو اُسکا لینا حلال نہیں ہی اور اگر معلوم ہو کہ یہ اُسکے مال میں مخلوط[1] ہی تو لینا جائز ہی اور اگر معلوم نہو تو جائز ہی یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ غیر کا مال ہی فقیہ رہ نے فرمایا کہ اگر مخلوط ہو تو امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ کے نزدیک مال اپنے مالک کی ملک باقی ہی تو اُسکا لینا جائز نہوگا اور سوا مالک کو واپس دینے کے کوئی راہ نہیں ہی اور امام اعظم رہ کے نزدیک خلط کرنے سے غاصب اُسکا مالک ہو گیا پس اُسکا لینا جائز ہی بشرطیکہ مال میت میں اسقدر ہو کہ جس سے اُسکے خصوم راضی ہو سکتے ہیں۔ اور جامع میں لکھا ہی کہ اگر اپنے تہائی مال کی مسکینوں کے واسطے وصیت کی کہ اُس میں سے ہر سال آٹھ درم صدقہ کیے جاویں یا کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال سے ہر سال سو درم صدقہ کرنے کی وصیت کی کہ تو اُسکی پوری تہائی کو سال اول میں صدقہ کر دیگا اور اُسکو کئی سالوں پر متفرق نکرے گا۔ ایک شخص نے موت کے وقت وصیت کی کہ میرے قاتل کو عفو کیا جاوے حالانکہ قتل عمد ہی تو بقیاس اول امام اعظم رہ کے باطل ہی یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہی۔ اگر زید کے واسطے اپنے چھٹے حصہ مال کی وصیت کی پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں زید ہی کے واسطے چھٹے حصے کی وصیت کی اور ایک وصیت کے دو گواہ کر لیے یا نہیں کیے تو بالاجماع زید کو فقط ایک چھٹا حصہ ملیگا لیکن اگر وصیت زائد ہو یا ہر دو وصیت میں سے ایک زائد ہو تو ایسی صورت میں زیادہ میں کم داخل ہو جائیگی اور موصی لہ کو زیادہ دیجائیگی اور باقی کا حکم ساقط ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہی۔ شیخ رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی فقیروں کے واسطے وصیت کی پس وصی نے تونگروں کو دیا حالانکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ تونگر ہیں تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ یہ کافی نہوگا اور فقیروں کے واسطے بالاتفاق وصی ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال دین کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال عین کی وصیت کی اور دین سو درم ہی تو سو درم مال عین کی تہائی دونوں نصفا نصف تقسیم کر لینگے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوے تو وہ مال عین میں ملائے جاوینگے اور اس سب کی تہائی دونوں میں پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی اور اگر تہائی مال عین کی زید کے واسطے اور تہائی مال عین و دین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور قرضہ میں سے کچھ حاصل نہ ہوا

[1] خلط ملط جس کو ہمارے عرف میں گڈ بڈ اور رلا ملا بولتے ہیں ۱۲

تو تہائی مال عین کو دونوں نصفا نصف تقسیم کر لیں گے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوئے تو یہ مال عین میں ملائے
جاوینگے پس صاحبین کے نزدیک اسکے تہائی یعنے پچاس درم دونوں میں تین حصے ہو کر اس طرح تقسیم ہوں گے
کہ انمیں سے ایک تہائی زید کو اور دو حصے عمرو کو ملینگے اور امام اعظم رہ کے نزدیک اس صورت میں بھی پچاس درم دونوں
میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس سو درم عین ہوں اور سو درم کسی اجنبی پر دین ہوں پس اُسنے
زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال عین تہائی لے لیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے
کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضہ کی نسبت جو دوسرے شخص پر آتا ہے یہ وصیت کی کہ وہ کار ہائے خیر میں صرف کیا جاوے
تو وصیت قرضہ مذکور سے متعلق ہوگی پھر اگر اسکے بعد کسی قدر قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دیا تو اسیقدر سے وصیت بھی باطل
ہو جائیگی گویا اُسنے وصیت سے اسقدر میں رجوع کر لیا اور بقالی نے فرمایا کہ گیہوں بھی اس میں داخل ہیں اور فرمایا کہ وصیت نقدین
میں درم و دینار داخل ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے فتاوائے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر متاع بدن خویش کی وصیت کی تو دستار
میں ٹوپی و موزہ و لحاف و اوپر کے کپڑے اور بچھونا سب داخل ہونگے اور سیر میں لکھا ہے کہ متاع کا لفظ عرف و عادت میں
اوڑھنے بچھونے پر اطلاق کیا جاتا ہے پس علی ہذا متاع کی وصیت میں جامہائے پوشیدنی و بچھونے و قمیص و فرش و پردہ سب
داخل ہونگے اور آیا ظروف بھی داخل ہونگے یا نہیں سو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور امام محمد رہ نے سیر میں اشارہ
کیا ہے کہ داخل ہونگے۔ اگر ایک شخص نے اپنے گھوڑے مع سلاح کی وصیت کی تو امام ابو یوسف رہ سے دریافت کیا گیا
کہ آیا یہ وصیت گھوڑے کے مال پر ہوگی یا موصی کے سلاح پر ہوگی تو فرمایا کہ موصی کے ہتھیاروں پر ہوگی اور بقالی
نے اپنے فتاوے میں فرمایا کہ اونے سلاح میں ڈھال و تلوار و نیزہ و کمان ہے۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سونے
یا چاندی کی وصیت کی اور موصی کی ایک تلوار سونے یا چاندی سے محلے ہے تو حلیہ موصی لہ کا ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا
جائیگا کہ اگر حلیہ الگ کرنے سے ضرر فاحش نہو تو تلوار سے الگ کر کے دیا جائیگا۔ اور اگر اُسکے الگ کرنے میں ضرر فاحش ہو تو
تلوار کی قیمت اور حلیہ کی قیمت کو دیکھا جائیگا پس اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں موصی لہ کو حلیہ کی
قیمت دوسری جنس سے دیدیں پس تلوار مع حلیہ اُنکی ہو جاویگی۔ اور اگر حلیہ کی قیمت زائد ہو تو موصی لہ کو اختیار ہوگا
چاہے تلوار کی قیمت دیکر لے پس تلوار بھی اسی کی ہو جاویگی اور چاہے چھوڑ دے اور اگر دونوں کی قیمت برابر ہو تو وارثوں
کو اختیار ہوگا اور اگر ایک شخص کیواسطے قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ یا قبا ہے جسمیں قز بھرا ہوا ہے تو موصی لہ
کو کچھ نہ ملیگا اور اگر ایک شخص کیواسطے جامہ قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہے جسکا استر قز ہے اور ابرہ دوسرا کپڑا
ہے تو استر موصی لہ کا ہوگا اور یہ دوسرا وارثوں کا ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے لیے جبہ حریر کی وصیت کی اور موصی کا ایک
جبہ ہے جسکا ابرہ حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو پورا جبہ وصیت میں داخل ہوگا اور اگر ابرہ حریر ہو اور استر دوسرا کپڑا ہو
تو بھی یہی حکم ہے اور اگر استر حریر ہو تو اسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر کسی کے واسطے زیور کی وصیت کی تو جسپر زیور کا اطلاق کیا جاتا ہے وہ سب
وصیت میں داخل ہونگی خواہ زمرد و یاقوت سے جڑاؤ ہوں یا نہوں اور یہ سب موصی لہ کو ملیں گے۔ اور اگر کسی کیواسطے سونے کی وصیت

ف۱ یعنی ایسا ضرر جو کھلا ہوا ہو کہ اسکو عام طور پر لوگ سمجھ سکتے ہوں ۱۲ ف۲ یعنی اگر حلیہ چاندی ہے تو سونے سے قیمت دیں یا برعکس ۱۲ منہ

کی اور موصی کا ایک کپڑا دیباج[1] کا ہے جسمین تار سونے کے ہین پس اگر تار سونے کا ہے مثل سوت کے تو اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اس مین
سونا ایسا ہو کہ دکھلائی دیتا ہو تو وہ موصی لہ کا ہوگا اور اسکے سواے وارثون کا ہوگا پس کپڑا فروخت کیا جائیگا اور ثمن اُس کا اُن
اس سونے پر و باقی کپڑے پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر سونے کے حصہ مین پڑے وہ موصی لہ کا ہوگا اور اگر زیور کی وصیت کی تو
وصیت مین چاندی کی انگوٹھی داخل ہوجائیگی پس اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو عورتین پہنتی ہین مرد نہین پہنتے ہین تو وہ وصیت مین
داخل ہونگی اور اگر ایسی انگوٹھیان ہون جن کو مرد پہنتے ہین عورتین نہین پہنتی ہین تو وہ داخل نہونگی اور آیا زیور کی وصیت مین
موتی و زمرد و یاقوت داخل ہونگے یا نہین پس اگر یہ جواہرات سونے یا چاندی مین جڑاؤ ہون تو بالاتفاق داخل
ہوجاوینگے اور اگر جڑاؤ نہون تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک داخل نہونگے اسواسطے کہ یہ زیور نہین ہین اور صاحبین
کے نزدیک زیور ہین پس داخل ہونگے یہ محیط مین ہے

نوان باب۔ وصی اور اُسکے اختیارات کے بیان مین

کسی شخص کو نہ چاہیے کہ وصیت قبول کرے یعنی وصی ہونا قبول
نکرے کیونکہ امام ابو یوسفؒ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا کہ وصی ہونا اول مرتبہ غلطی ہے اور دوسری مرتبہ خیانت ہے اور تیسری
مرتبہ چوری ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہین ایک یہ کہ جس بات کی اسکو وصیت کی گئی ہے اسکے انجام دینے پر
قادر ہو تو ایسا وصی مقرر رہیگا اور قاضی اسکو معزول نہین کرسکتا ہے دوم ایسا کہ انجام دہی سے عاجز ہو تو قاضی اسکے ساتھ اسکا
مددگار مقرر کردیگا سوم فاسق یا کافر یا غلام ہے پس اسکا معزول کرنا و بجاے اسکے دوسرا مقرر کرنا واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین
ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو رو برو وصی مقرر کیا اُسنے جواب دیا کہ مین وصیت نہین قبول کرتا ہون تو اسکا رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی
نہوگا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ مجھے تجھ سے یہ امید نہ تھی کہ تو میری وصیت قبول نہ کریگا پس موصی الیہ[2] نے کہا کہ مین نے قبول کرلی
تو جائز ہے اور اگر موصی کی زندگی مین اُسنے سکوت کیا و موصی مرگیا تو اسکو اختیار رہیگا چاہے وصیت قبول کرے یا رد کرے یہ
فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زید کو وصی مقرر کیا حالانکہ زید غائب ہے پھر موصی کی موت کے بعد زید کو یہ خبر پہونچی پس اُسنے کہا کہ مین
نہین قبول کرتا ہون پھر کہا کہ مین نے قبول کرلی تو یہ جائز ہے تاوقتیکہ اسکے قبول کرنے سے پہلے سلطان نے اسکو خارج نہ کیا ہو یہ
سراج الوہاج مین ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے زید کو وصی مقرر کیا اُسنے موصی کی زندگی مین وصی ہونا
قبول کرلیا تو یہ لازم ہوجائیگا حتی کہ اگر اُسنے موصی کی موت کے بعد اس سے الگ ہونا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی
زندگی مین اسکو رد کردیا پس اگر اس طرح رد کیا کہ موصی کو معلوم ہوگیا تو رد کرنا صحیح ہے اور اگر اسطرح رد کیا کہ اسکو معلوم نہوا تو رد کرنا
صحیح نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ زیادات مین لکھا کہ ایک شخص نے وصی مقرر کیا اور اختیار دیا کہ جب چاہے وصی ہونے سے نکلجاوے تو یہ جائز ہے اور اسکو
اختیار ہوگا کہ جبوقت چاہے وصی ہونے سے الگ ہوجاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص کو وصیت کی اُس نے
کہا کہ مین قبول نہین کرتا ہون پھر موصی خاموش رہا یہانتک کہ مرگیا پھر موصی الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہین ہے۔
اور اگر وصی نے اُسکے منھ پر نہ کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون بلکہ سکوت کیا پھر موصی کی زندگی مین اُسکے پیٹھ پیچھے اُسکی موت کے

---

[1] ایک قسم کا ریشمی کپڑا بیش قیمت ہوتا ہے ۱۲　[2] وہ شخص جس کی جانب موصی نے وصیت پیش کی تھی ۱۲

[3] دوسری بار قبول کرے تو خائن ہے ۱۲

بعد ایک جماعت کے سامنے یہ کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ جائز ہی اور وہ وصی ہوجائے گا خواہ یہ قاضی کے سامنے کہا یا قاضی کے سامنے نہوا اور اگر اُسکے اس کہنے کے وقت کہ مین قبول نہین کرتا ہون اُسکو خارج کردیا ہو پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی پیٹھ پیچھے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون اور اس پیغام کیواسطے ایک ایلچی بھیجدیا یا خط بھیجدیا جتنے کہ موصی کو اسکی خبر پہنچ گئی پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قول صحیح نہوگا اور اگر وصی نے موصی کے روبرو وصیت قبول کی پھر جب وصی غائب ہوگیا تو موصی نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو وصی ہونے سے خارج کردیا تو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اُسکا نکال دینا صحیح ہی - اور اگر وصی نے موصی کی پیٹھ پیچھے یعنی بغیر اسکی آگاہی کے وصایت رد کردی تو ہمارے نزدیک اُسکا رد کرنا باطل ہی اور اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا اور عمرو کو یہ حال معلوم نہوا پھر عمرو نے زید کی موت کے بعد اُسکے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور وصی ہونا اُسکو لازم ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ایک شخص نے زید و عمرو دونون کو وصی کیا پس زید نے وصایت قبول کی اور عمرو نے سکوت کیا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے ساکت سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا تو یہ قبول وصیت ہی - اسی طرح اگر سکوت کرنے والا قبول کرنے والے کا خادم ہو لیکن وہ آزاد ہو اُسکے پاس کام کیا کرتا ہو اور قبول کرنے والے نے اُس سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا یا خرید کیا تو یہ قبول وصایت ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - کرخی نے فرمایا کہ اگر وصی نے وصایت قبول کی یا بعد موت کے تصرف کیا پھر چاہا کہ اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جائز نہین ہی الاحاکم کے نزدیک جاکر اُسکے حکم سے خارج ہو سکتا ہی اور مشایخ رح نے فرمایا ہی کہ جب وصی نے التزام کرلیا پھر قاضی کے پاس حاضر ہوکر اپنے آپ کو خارج کرنا چاہا تو حاکم اُسکے حال کو دیکھیگا اگر وہ امین و انجام دہی کار پر قادر ہو تو خارج نکریگا اور اگر حاکم کو اُسکا عجز و کفالت اشغال کم فرصتی ثابت ہو تو خارج کریگا یہ سراج الوہاج مین ہی فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو یا غیر کے غلام کو وصی کیا تو اسمین تین صورتین ہین اول آنکہ سب وارث بالغ ہون دوم آنکہ بالغ و نابالغ دونون ہون سوم آنکہ سب نابالغ ہون پس اگر اول و دوم صورت ہو تو وصیت باطل ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جامع صغیر و اصل مین ذکر کیا ہی اور باطل کہنے سے یہ مراد ہی کہ عنقریب وہ باطل کردیجائیگی حتے کہ اگر باطل کیے جانے سے پہلے اُسنے ترکہ مین مانند بیع وغیرہ کے کوئی تصرف کیا تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور اُسکا عہدہ وارثون کے ذمہ ہوگا اور اگر تیسری صورت ہو پس اگر غیر کے غلام کو وصی کیا ہو تو وصیت باطل ہی اور اگر اپنے غلام کو وصی کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باطل ہی اور باطل سے وہی مراد ہی جو ہمنے بیان کردی ہی اور امام محمد رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہی بعض روایات مین وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ مذکور ہین اور بعض مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ مذکور ہین یہ محیط مین ہے - اور اگر اپنے مکاتب کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ ہون پس اگر مکاتب مذکور مال کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا تو برابر وصی رہیگا اور اگر عاجز ہوکر رقیق ہوگیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو غلام کا مذکور ہوا ہے اور اگر ایسے غلام کو وصی مقرر کیا

ا۔ مجبور و لاچار ہونا ۱۲

جو سعایت[1] کرتا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھی جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر فاسق کو وصی مقرر کیا جس کی طرف سے موصی کے مال تباہ کرنے کا خوف ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ وصیت باطل ہے یعنے قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج کردیگا اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر فاسق کو وصی مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اسکو خارج کر کے بجائے اُس کے دوسرا وصی مقرر کردے درحالیکہ فاسق ایسا شخص ہو جو وصی ہونے کے لائق نہیں ہے۔ اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس وصی نے قرضہ میت ادا کیا اور اُسکا ترکہ اس طرح فروخت کیا جیسا وصی لوگ فروخت کرتے ہیں قبل اسکے کہ قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج کرے تو جو کچھ اُس نے کیا ہے سب جائز ہوگا اور اگر قاضی نے اسکو خارج نہ کیا یہانتک کہ اُس نے فسق سے توبہ کرلی اور صالح ہوگیا تو قاضی اسکو بر حال خود وصی چھوڑ دیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قاضی کو معلوم نہوا کہ میت کا کوئی وصی ہے پس اس نے وصی کے سامنے دوسرا وصی مقرر کیا پس وصی اول نے کام میں مداخلت کی تو اسکو اختیار ہوگا اور قاضی کا یہ فعل اسکو وصیت سے خارج کرنا شمار نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قاضی کو میت کا وصی مقرر کرنا معلوم نہ ہوا اسنے موصی کی غیبت میں دوسرا آدمی وصی مقرر کیا تو وصی وہی میت کا وصی ہوگا نہ وصی قاضی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی مستامن[2] یا غیر مستامن کو وصی مقرر کیا تو یہ باطل ہے یعنی قاضی اُسکے وصی ہونے کو باطل کردیگا اسواسطے کہ اگر مسلمان نے ذمی کو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو باطل کردیگا تو یہ بدرجہ اولے باطل کرنیکے لائق ہے۔ اور اگر ذمی نے حربی کو وصی مقرر کیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ ذمی کی نسبت حربی کی طرف اس معاملہ میں ویسی ہی ہے جیسے مسلمان کی ذمی کیطرف اور مسلمان نے اگر ذمی کو وصی کیا تو باطل ہے اسی طرح ذمی کا حربی کو وصی مقرر کرنا بھی باطل ہے اور اگر حربی ایسا شخص ہو جسکی طرف سے مال تلف کر ڈالنے کا خوف ہے تو قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج کردے گا اور بجائے اُسکے دوسرا شخص عادل مقرر کرے گا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج نہ کرے گا اور اگر حربی دارالاسلام میں امان لیکر آیا اور اُس نے کسی مسلمان کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور وہ خارج نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اپنے حال پر وصی رہیگا اسیطرح اگر کسی مرتد کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک عاقل کو مقرر کیا پھر وہ مجنون ہوگیا اور اُسکا جنون مطبق ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکی جگہ دوسرا شخص وصی مقرر کردے اور اگر ہنوز قاضی نے ایسا نہ کیا یہانتک کہ وہ اچھا ہوگیا تو بر حال خود وصی رہے گا اور اگر طفل یا معتوہ کو یا ایسے مجنون کو جسکا جنون مطبق ہے وصی مقرر کیا تو جائز نہیں ہے خواہ مجنون مذکور کو اسکے بعد افاقہ ہو جاوے یا نہو۔ اور اگر مرتد نے اپنے فرزند نابالغ مسلمان کا مال فروخت کیا پھر مرتد مذکور مسلمان ہوگیا تو ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اسکی بیع جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے عورت یا اندھے کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایسے شخص کو جو تہمت لگانے میں شرعی حد مارا گیا ہے وصی کیا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر طفل کو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو خارج کردیگا اور بجائے

[1] یعنی سعایت کرتا ہے تاکہ کمائی کر کے آزاد ہو جاوے یعنے جسپر سعایت لازم ہے درانحالیکہ وہ آزاد ہے علی اختلاف نے ذلک فافہم ۱۲ منہ

[2] وہ کافر حربی جو دار الحرب سے دار الاسلام میں امان لیکر ایک مدت معینہ کے واسطے داخل ہو ۱۲

اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا ایسا ہی خصاف نے ذکر فرمایا ہے اور آیا طفل کے تصرفات قبل اسکے خارج کیے جانے کے
مثل غلام و ذمی کے تصرفات کے نافذ ہونگے یا نہیں سو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نافذ ہوں گے
اور بعض نے فرمایا کہ نہیں نافذ ہونگے اور یہی صحیح ہے اور فرمایا کہ اگر طفل و غلام و ذمی کو قاضی نے ہنوز وصایت سے
خارج نہ کیا ہو کہ طفل بالغ ہو گیا و غلام آزاد کیا گیا و ذمی مسلمان ہو گیا تو ذمی و غلام وصی باقی رہیں گے اور پھر قاضی ان کو
وصی ہونے سے خارج نہ کریگا اور رہا طفل تو اس کے حق میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصی نہ ہوگا
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وصی ہوگا اور امام محمد رح کا قول مثل قول ابو یوسف رح کے ہے اور نوادر ابراہیم
میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ اگر تو مر جاوے تو تیرے بعد عمرو وصی ہوگا پس زید کو
جنون مطبق ہو گیا تو قاضی بجائے اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا یہاں تک کہ مجنون مذکور مر جاوے پھر عمرو وصی
ہو جائے گا۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے اپنے طفل
نابالغ کو وصی مقرر کیا تو فرمایا کہ قاضی بجائے اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا مگر حکم میت جائز ہے لہذا جب وہ طفل بالغ ہو جائیگا
تو جائز ہوگا کہ قاضی اپنے مقرر کردہ وصی کو خارج کرے اور بدون اخراج قاضی کے وہ خارج نہ ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو کارہائے وصیت کے انجام دینے سے عاجز ہے تو قاضی اسکے ساتھ دوسرا مددگار مقرر کردے گا
اور اگر وصی نے قاضی کے پاس جا کر اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اسکی درخواست کو منظور نہ کرے گا جبتک کہ تحقیق
کرکے اس حال کو معلوم نہ کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ بالکل عاجز ہے تو اسکو موقوف کرکے دوسرا وصی مقرر کردیگا
اور اگر وہ شخص کارہائے وصیت کی انجام دہی پر قادر ہوا اور تنہا امین ہو تو قاضی کو اسکے موقوف کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح
اگر وارثوں نے یا بعض وارثوں نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو بھی قاضی کو اسکا موقوف کرنا نہ چاہیے یہاں تک کہ
قاضی کو اسکی کوئی خیانت ثابت ہو جاوے پھر اگر اسکی کوئی خیانت ثابت ہو تو اسکو معزول کردے یہ کافی میں ہے
قاضی کے نزدیک اگر وصی متہم ہوا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی اسکو موقوف نہ کرے گا بلکہ اسکے ساتھ دوسرا آدمی
مقرر کر دیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ معزول کر دیگا اور یہی ظاہر ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
فتاوائے فضلی میں ہے کہ ایک شخص جو مال وقف یا ترکہ میت کیواسطے وصی مقرر ہے کارہائے ترکہ میت یا امورات وقف
کے انجام دینے سے عاجز ہوا پس حاکم نے دوسرا وصی مقرر کیا پھر وصی اول نے بعد چند روز کے کہا کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا
تھا اب میں اسکی انجام دہی پر قادر ہو گیا ہوں پس آیا قاضی اسکو دوبارہ اپنی حالت سابق پر پہونچا دیگا فرمایا کہ وہ اپنی حالت
پر بدستور وصی ہے اسکو قاضی کی طرف سے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دو
آدمیوں کو وصی مقرر کیا تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ دونوں میں سے ایک وصی تنہا تصرف نہیں کر سکتا ہے
اور اگر تصرف کیا تو بدون اجازت دوسرے کے نافذ نہ ہوگا لیکن چند چیزوں میں تنہا ایک کا تصرف نافذ ہوگا از انجملہ
تجہیز و تکفین میت و ادائے قرضہ میت بشرطیکہ ترکہ از جنس قرضہ ہو اور مال عین کی وصیت میت کا نافذ کرنا جبکہ وصیت
معین ہو اور ثواب کی راہ سے بردہ آزاد کرنا اور سامان مخصوصہ و ودائع کا واپس دینا اور میت کا قرضہ دوسرے سے

وصول کرنا یا میت کی ودیعت کسی سے وصول کرنا ہمین تنہا ایک وصی قبضہ نہین کر سکتا ہو اسواسطے کہ یہ از باب امانت ہو اور میت کے حقوق جو لوگون پاس یا اُنپر ہین اُنکی نالش تنہا ایک وصی کر سکتا ہو اور تنہا ایک وصی کو اختیار ہو کہ صغیر کیطرف سے اُسکا ہبہ قبول کرے یا کیلی دوزنی چیز تقسیم کرے یا صغیر کو کسی کام کی اجازت دیدے اور نیز ایسی چیز کہ جسکے تباہ و تلف ہوجانے کا خوف ہو وہ ذخیرہ نہین رکھی جاتی ہو تنہا فروخت کر سکتا ہو جیسے ساگ پات وغیرہ۔ اور اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس اس قدر صدقہ کر دیا جائے اور کسی فقیر کو معین نہ کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا ایک وصی اسکو نہین کر سکتا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کر سکتا ہو اور اگر کسی فقیر کو معین کر دیا ہو تو بالاتفاق تنہا اسکو ایک وصی نافذ کر سکتا ہو اور اگر مساکین کیواسطے کسی چیز کی وصیت کی اور مساکین کو معین نہ کیا تو بھی ایسا ہی خلاف ہو کہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا نہین دیسکتا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا دیسکتا ہو اور اگر مسکین کو معین کر دیا تو بالاتفاق تنہا دیسکتا ہو۔ یہ سب حکم اس صورت مین ہو کہ ایک ہی کلام مین ایک ساتھ دونون کو وصی مقرر کیا ہو اور یہ اگر ایک کو پہلے مقرر کیا پھر دوسرے کو مقرر کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ہر ایک تنہا تصرف کا مختار ہو اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک بہر حال ایک کو تنہا تصرف کا اختیار نہین ہو اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ ہر ایک ان دونون مین سے پورا وصی ہو تو ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک شخص نے ایک کو خاص ایک شے کا وصی مقرر کیا مثلاً اُسکو اپنے قرضہ کے تصرفات کا جو لوگون پر آتا ہو وصی مقرر کیا اور دوسرے کو دوسرے نوع کا وصی کیا مثلاً کہا کہ جو مجھپر قرضہ ہو اُسکے ادا کرنے کا تو وصی ہو اور تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کے کامون کی پرداخت کا وصی مقرر کیا یا ایک سے کہا کہ مین نے تجھے اپنے قرضہ کے تقاضے کا وصی مقرر کیا اور اُسکے سوائے اُسکو کچھ وصیت نہین کی اور فلان دوسرے کو اپنے تمام مال کی پرداخت کا وصی مقرر کیا تو ہر ایک وصی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام انواع کیواسطے وہ وصی ہوجائے گا گویا اُسنے دونون کو وصی مقرر کر دیا ہو اور امام محمد رح کے نزدیک جسکو جس امر کی وصیت کی ہو اُسی کے کام کیواسطے وہ وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کو اپنے ایک پسر پر وصی مقرر کیا اور عمرو کو دوسرے پسر پر وصی مقرر کیا یا ایک کو اپنے مال حاضر پر وصی کیا اور دوسرے کو مال غائب پر وصی کیا پس اگر شرط لگا دی کہ جس کام کے واسطے ایک وصی ہو اُسمین دوسرے کو کچھ اختیار نہین ہو۔ تو بالاتفاق اُسکی شرط کے موافق حکم ہوگا اور اگر ایسی شرط نہ لگائی ہو تو مسئلہ مین اختلاف مذکور جاری ہوگا اور فتوی امام ابو حنیفہ رح کے قول پر ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی[1] مقرر کیا پھر ایک مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے زندہ کو اُسکے مال مین تصرف کا اختیار نہوگا پس یہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش کیا جائیگا پس اگر قاضی کی رائے مین آیا کہ اسکو تنہا وصی کر کے تمام اختیار دیدے تو ایسا کریگا اور اگر بجائے میت کے اسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کرنا مصلحت معلوم ہوا تو ایسا کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جسطرح اُسکی زندگی مین دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار تھا اُسی طرح اسکے مرجانیکے

[1] یعنے بجائے اپنے پس از مرگ کارپرداز مقرر کیا ۱۲

بعد بھی دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار رہیگا اور یہاں تین مسئلہ ہین ایک تو یہی ہی اور دوسرا یہ کہ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر مر گیا پھر دونون مین سے ایک نے وصیت قبول کی دوسرے نے قبول نہ کی یا موصی کی موت سے پہلے ایک وصی مر گیا اور دوسرے نے وصی ہونا قبول کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبول کرنے والے کو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہوگا سوم آنکہ دو شخصون کو وصی مقرر کیا پھر ان مین سے ایک فاسق ہو گیا تو قاضی کو اختیار ہی چاہے دوسرے کو تمام مختار کر دے اور چاہے فاسق کے بجاے دوسرا عادل مقرر کر کے اُسکے ساتھ کر دے پھر قبل حکم قاضی کے جو وصی صالح رہا ہی اُسکو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اگر ایک شخص ایک قوم کے ساتھ سفر مین مر گیا تو فرمایا کہ استحسانا وہ لوگ اُسکی متاع و کپڑون کو فروخت کر دین اور اُس کے رفیقون کو فروخت نہ کرین اور ان رفیقون کے نفقہ مین مال میت خرچ نہ کرین لیکن اگر رفیقون کے پاس اُنکے موے کا اناج ہو یا وہ موے کے دراہم لیتا ہو تو رفیق خود ہی کھا دے یہ نہو کہ یہ لوگ اُسکو دیدین اسی طرح اگر دراہم ہون تو رفیق خود ہی لے کر کھاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص مر گیا اور لوگون پر اُسکے قرضے ہین اور اُسپر لوگون کے بھی قرضہ ہین اور اُسنے بہت مال اور وارث چھوڑے پھر ایک شخص نے دو گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھے اور فلان غائب کو وصی مقرر کیا ہی تو قاضی اسکی گواہی قبول کرے گا اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے حق پر گواہ قائم کیے ہین اور اُسکا حق متصل بحق غائب ہی پس وہ غائب کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے پس دونون وصی ہو جاوینگے پھر امام اعظم رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جبتک غائب حاضر نہو تب تک سواے اُن تصرفات کے جنکو تنہا ایک وصی کر سکتا ہی باقی تصرفات مین اسکو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا۔ پھر اگر اُسکے بعد غائب حاضر ہوا اور اُسنے حاضر کی تصدیق کی اور دعوی کیا کہ میت نے ہم دونون کو وصی مقرر کیا تھا تو اُنکو دوبارہ گواہ لانے کی کوئی حاجت نہوگی اور دونون وصی ہو جاوینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غائب جو حاضر ہوا ہی جبتک دوبارہ گواہ پیش نہ کرے تب تک وصی نہوگا۔ اور اگر غائب نے حاضر ہو کر اپنے وصی مقرر کیے جانیسے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہی کہ اول کو تنہا وصی کر دے یا اُسکے ساتھ دوسرا مقرر کر دے ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہین ہی کہ مال یتیم مین سے کوئی چیز دوسرے وصی سے خرید کرے اسی طرح اگر دونون دو یتیمون کے وصی ہون تو یہ اختیار نہین ہی کہ ایک یتیم کے مال سے کوئی چیز دوسرے یتیم کے واسطے دوسرے وصی سے خریدے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر زید نے آکر میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا پس دونون وصیون نے بلا حجت اس کا قرضہ ادا کر دیا پھر دونون نے قاضی کے پاس زید کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی اُنکی گواہی کو قبول نہ کرے گا اور جو کچھ دونون نے زید کو دیا ہی قرضخواہان میت کے لیے دونون اسکے ضامن ہونگے اور اگر پہلے دونون نے زید کیواسطے اُسکے قرضہ کی گواہی دی پھر قاضی نے دونون کو قرضہ ادا کرنے کے واسطے حکم دیا تو پھر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر دو وارثون نے میت پر قرضہ کی گواہی دی تو قبل اسکے کہ دونون وارث اُسکے قرضہ ادا کرین دونون کی گواہی جائز ہوگی اور اگر قرضہ دیکر پھر گواہی دی تو مقبول نہوگی میت کے وصی نے اگر قرضہ میت بعد گواہون کے گواہی دینے کے ادا کیا ہی تو جائز ہی اور کوئی اسکے تاوان نہین لیسکتا ہے

ہے اور اگر بغیر حکم قاضی کے کسی کا قرضہ میت کیطرف سے اُسکو دیدیا تو قرضخواہان میت کیواسطے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی بعض کا قرضہ دیدیا تو ضامن نہوگا اور دوسرا قرضخواہ اول کے مقبوضہ میں شریک کیا جائے گا۔ ایک شخص نے زید و عمرو کو وصی مقرر کیا پھر زید مر گیا اور اُسنے عمرو کو اپنی طرف سے وصیت کر دی تو یہ جائز ہے اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے اسواسطے کہ اگر تنہا ایک باجازت دوسرے کے اُسکی زندگی میں تصرف کرتا تو جائز تھا اسی طرح بعد موت کے بھی اُسکی اجازت سے تنہا تصرف جائز ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نہیں جائز ہے مگر اول ہی صحیح ہے یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ وصی کو اپنی موت کے وقت اختیار ہے کہ دوسرے کو بجائے خویش وصی مقرر کرے اگرچہ موصی نے اُسکو اختیار نہ دیا ہو کہ دوسرا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا پھر مر گیا اور اُسکے پاس ایک شخص کی ودیعتیں ہیں پھر میت کے گھر میں سے ایک وصی نے بدون اجازت دوسرے وصی کے یا کسی وارث نے بدون اجازت وارثوں کے ان ودیعتوں پر قبضہ کر لیا اور یہ مال اُسکے پاس تلف ہو گیا تو کچھ ضمان واجب نہوگی اور اگر میت پر قرضہ نہو اور دونوں وصی میں سے ایک نے ترکہ پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر کسی وارث نے قبضہ کیا ہو تو باقی وارثوں کے حصہ کا ضامن ہوگا لیکن اگر مال ترکہ ایسے موقع پر پڑا ہو جہاں سے تلف ہو جانے کا خوف ہو اور وارث نے اُسکو قبضہ میں کر لیا تو تلف ہو جانے سے استحساناً ضامن نہوگا۔ اور اگر میت پر قرضہ محیط ہو اور کسی شخص کے پاس اُسکی ودیعت ہو اور مستودع[1] نے مال ودیعت اُسکے وارث کو دیا اور وہ وارث کے پاس تلف ہو گیا تو قرضخواہ کو اختیار ہوگا چاہے مستودع سے ضمان لے یا وارث سے اور یہ مثل میت کے گھر سے اُسکا ترکہ لے لینے کے نہیں ہے اور اگر میت کا مال غاصب کے قبضہ میں ہو تو ہر دو وصی اُسکو مستودع و غاصب سے نہیں لے سکتے ہیں لیکن اگر وارثوں میں سے کوئی شخص ثقہ ہو تو غصب کی صورت میں غاصب سے قاضی لیکر وارث کو دیدے گا اور ودیعت کی صورت میں مستودع کے پاس چھوڑ دیا جائے گا۔ دونوں وصی میں سے ایک نے میت کا جنازہ قبر تک لیجانے کیواسطے دو مزدور کیے اور دوسرا حاضر ہے مگر خاموش ہے یا وارثوں میں سے کسی نے ہر دو وصی کے سامنے ایسا کیا اور دونوں وصی خاموش ہے تو یہ جائز ہے اور یہ بھی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور یہ بمنزلہ خرید کفن کے ہے اور اگر میت نے وصیت کی ہو کہ جنازہ اُٹھانے سے پہلے فقیروں پر گیہوں تصدق کیے جاویں اور اسکو ایک وصی نے کیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر گیہوں ترکہ میں موجود ہوں تو دینا جائز ہوگا اور دوسرے وصی کو اس سے ممانعت کا اختیار نہوگا اور اگر گیہوں ترکہ میں نہوں پھر ایک وصی نے گیہوں خرید کر صدقہ کیے تو یہ صدقہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول اختیار کرتا ہوں اور ناطفی نے ذکر کیا کہ اگر ترکہ میں کھانا و کپڑا ہو اور ایک وصی نے اُسکو یتیم کو دیدیا تو جائز ہے اور اگر ترکہ میں نہو تو کوئی وصی بدون دوسرے وصی حاضر کی اجازت کے تنہا نہیں خرید سکتا ہے اور اگر میت نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور میت نے اپنی زندگی میں کوئی غلام فروخت کیا تھا پھر مشتری[2] نے اُسمیں عیب پاکر ہر دو وصی کو واپس دیا تو دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن اُسکو واپس دیدے اور یہ دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار نہوگا کہ تنہا مبیع کو مشتری سے لیکر

[1] وہ شخص جس کے پاس مال امانت رکھا گیا ہو ۱۲ [2] کہ ایک بھی اسکو کر سکتا ہے دوسرے کے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ۱۲

قبضہ کرے اور جس وصی کے[1] قبضہ میں جو کچھ ترکہ میت سے آیا ہو اُسکو تنہا یہ اختیار ہو کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اگر میت نے ایک غلام خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تو تنہا ایک کو غلام خریدنے کا اختیار نہیں ہو اور بعد دونوں کے خریدنے کے تنہا ایک اُسکو آزاد کر سکتا ہو ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ تم دونوں میرا تہائی مال جہان چاہو اور جسکو چاہو خرچ کر دینا پھر ایک وصی مر گیا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جاویگی اور تہائی مذکور وارثوں کو واپس ملیگی اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے مساکین کے ہو پھر دونوں وصیوں سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہو کہا پھر ایک وصی مر گیا تو فرمایا کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کریگا اور اگر چاہے تو دونوں میں سے باقی کو حکم دیدے کہ تنہا تقسیم کر دے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول میں باقی کو تنہا تقسیم کا اختیار رہو۔ ایک دیوار دو نابالغوں کے درمیان مشترک ہو اور دونوں کا اُسپر چھتیان وغیرہ بار لدا ہوا ہو جس سے اُسکے گر جانیکا خوف ہو اور ہر نابالغ کا ایک وصی ہو پھر دونوں وصیوں میں سے ایک وصی نے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو امام ابو بکرؒ نے فرمایا کہ قاضی اپنے امین کو بھیجکر دریافت کریگا اگر معلوم ہوا کہ چھوڑ رکھنے میں دونوں کا ضرر ہو تو انکار کرنیوالے پر جبر کیا جائیگا کہ دوسرے کے ساتھ مرمت کرا دے۔ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کر کے کہا کہ میرے تہائی مال سے ایک غلام اسقدر درموں کو خرید کرو اور ہر دو وصی میں سے ایک کے پاس ایک غلام ہو جسکی قیمت اس مقدار سے جو موصی نے بیان کی ہو زائد ہو پھر دوسرے وصی نے چاہا کہ میت نے جو مقدار بیان کی ہو اُتنے کو یہ غلام خریدے تو شیخ ابو القاسم رہ نے فرمایا کہ اگر موصی نے ہر ایک وصی کو یہ کام تفویض کر دیا ہو تو اس وصی کا دوسرے وصی سے یہ غلام خریدنا جائز ہوگا اور اگر ایسا نکرے بلکہ وصی نے کسی دوسرے کے ہاتھ یہ غلام فروخت کر کے اُس مشتری اجنبی کے سپرد کر دیا پھر دونوں اُس اجنبی سے میت کیواسطے خرید لیں تو یہ اصوب ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص نے وصی مقرر کر کے کہا کہ میرا تہائی مال جہان تجھے اچھا معلوم ہو خرچ کر دینا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اسیطرح اگر موصی نے صریح بیان کر دیا کہ اپنے واسطے خرچ کرے تو بھی جائز ہو اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عطا کرنا تو اپنے آپ کو نہیں عطا کر سکتا ہو اسواسطے کہ عطا کرنا متحقق نہیں ہوتا ہو بدون اُسکے کہ کوئی اُسکو دے پس[2] لینا و دینا ایک ہی آدمی سے متحقق نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور کہا کہ فلان شخص کی آگاہی کے ساتھ کام کرنا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ بدون آگاہی فلان کے کام کرے اور اگر کہا کہ بدون آگاہی فلان کے کام نکرنا تو اُسکو بدون آگاہی فلان کے کام کرنا روا نہیں ہو اور اسی پر فتوی ہو۔ اور اگر ایک شخص کو وصی کر کے کہا کہ فلان شخص کی رائے پر کام کرنا تو اس صورت میں وصی وہی ہو جسکو وصی کیا ہو اور اگر کہا کہ بدون رائے فلان کے کام نکرنا تو مختار مذہب کے واسطے دونوں وصی ہو جاوینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر موصی نے کہا کہ ہمین فلان کے حکم سے کام کرنا تو وصی وہی رہیگا جسکو وصی کیا ہو اور اگر کہا کہ بدون حکم فلان کے کام نکرنا تو وہ دونوں وصی ہو جاوینگے اور یہی ہمارے اصحاب کے قول کے ساتھ اشبہ ہو یہ محیط

[1] قولہ وصی کے قبضہ میں مترجم کہتا ہو کہ اس مقام پر بعبارت ہی مذکور ہو اور حق یہ کہ اُن دونوں میں ایک کو دوسرے سے ایداع جائز ہو ۱۲ منہ

[2] لینے خود ہی لینے والا خود ہی دینے والا ہو یہ نہیں ہوتا ہو ۱۲ منہ

ہین ہی ایک شخص نے اپنے وارث کو وصی کیا تو جائز ہی پھر اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مر گیا اور زید کو وصی مقرر کیا
پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کا اور مال میت اول کا جسکا مین وصی ہون وصی مقرر کیا تو زید دونون ترکون کا وصی
ہوجائے گا اور اگر اُسنے زید سے فقط یہ کہا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا تو بھی ہمارے نزدیک زید دونون ترکونکا وصی
ہوگا اور اگر اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھکو دونون ترکون کا وصی مقرر کیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ دونون ترکونکا
وصی ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ فقط میت دوم کے ترکہ کا وصی ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو
وصی مقرر کیا پھر بکر نے زید کو وصی مقرر کیا پھر بکر مر گیا تو زید اُسکا وصی ہوگا پھر اگر زید مرا اور اُسنے دوسری وصیت
نہ کی تو عمرو ان دونون یعنی زید و بکر کا وصی ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جماعت کو خطاب کرکے فرمایا کہ
میرے مرنے کے بعد ایسا کرو پس اگر سب نے قبول کیا تو سب وصی ہوجاوینگے۔ اور اگر سب خاموش رہے یہانتک کہ موصی مر گیا
پھر بعض نے قبول کیا پس اگر دو یا تین نے قبول کیا تو وصی ہوجاوینگے اور اُنکے تصرفات نافذ ہونگے اور اگر ایک نے قبول
کیا تو وہ بھی وصی ہوجائیگا لیکن اُسکا تصرف نافذ نہوگا یہانتک کہ حاکم کیطرف رجوع کیا جائیگا پس حاکم کو اختیار ہوگا
چاہے اُسکے ساتھ دوسرا شخص مقرر کردے یا اُسی کو بالکل اختیار دیدے۔ ایک شخص نے زید کو وصی کیا اور عمرو کو اُسکا
مشرف قرار دیا تو مال کا قابض وہی زید ہوگا اور عمرو وصی نہوگا لیکن عمرو کے مشرف ہونیکا حاصل یہ ہوگا کہ زید کا کوئی تصرف
بدون علم عمرو کے جائز نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر دو وصیون نے باہم اختلاف کیا کہ مال کسکے پاس رہیگا پس اگر مال قابل
تقسیم ہو تو دونون تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کے پاس نصف مال رہیگا اور اگر مال قابل تقسیم نہو تو مہایات کرینگے اور اگر دونون
اس امر پر راضی ہوے کہ ایک شخص کے پاس سب مال ودیعت رکھین یا دونون مین سے ایک کے پاس رکھین تو جائز
ہے اور اگر دونون آدمی یتیمون کے وصی ہون اور ایک نے مقاسمہ کرلیا تو امام اعظم رح و امام محمدؒ کے نزدیک نہین جائز
(یعنی بالغ وارثون سے ۱۲)
ہی الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا ایک حاضر نے غائب کی اجازت سے ایسا کیا ہو اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک جائز ہی اور اگر دو وصیون مین سے ایک نے صغیر کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی تو امام اعظم رح و امام
محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا حاضر نے غائب کی اجازت سے فروخت
کی ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہی اور یہی حکم بٹائی کرلینے کا ہی۔ اور اگر ایک عورت نے اپنے
باپ اور اپنے شوہر کو اپنا وصی مقرر کیا اور آزاد کرنے اور صلہ و غیرہ کی چند وصیتین کین اور اُسنے زمین اور کپڑے
اور زیور اور دو دودھ پیتے ہوے بچے چھوڑے پس شوہر نے کہا کہ مین اسکی وصیتین اپنے خالص مال سے نافذ کیے دیتا ہون
اور کپڑے و زیور فروخت نہین کرونگا پس اگر شوہر نے دوسرے وصی یعنی باپ کی اجازت سے ان وصیتونکو نافذ
کیا پس جو وصیتین صلہ ہون یا ایسی ہون کہ جنمین کسی چیز کے خریدنے کی صورت ہی اور شوہر نے اس شرط سے اُسکا
نفاذ کیا کہ مین ترکہ سے واپس لونگا تو یہ مال ترکہ پر قرضہ ہوجائیگا اور اگر اس شرط سے کیا کہ ترکہ سے واپس نہ لونگا یہ فعل
وصیت کا نفاذ نہوگا اور وصیت ادا نہوگی اور جس وصیت صدقہ مین خرید کی ضرورت نہو تو ممکن کہ تبرع سے وصیت جاری ہوگی

ﻟﮧ جسکو ہمارے عرف مین باہم بٹوارا کرلینا بولتے ہین ۱۲

پس اگر شوہر نے پسند کیا کہ یہ مال عین اپنی اولاد کے واسطے باقی رکھے اور وصیت اپنے مال سے نافذ کرے تو نابالغون کو کچھ مال ہبہ کرے پھر دونون وصی اس مال مین سے بقدر وصیت کے کسی کے ہاتھ فروخت کر دینگے پھر باپ ان نابالغون کے واسطے اس مشتری سے بعد اُسکے سپرد کرنے کے برابر یا زیادہ ثمن پر اسکو خرید کر لیگا پھر یہ مال بالغ کو دیکر دونون وصی ثمن زبین وصول کرکے اُس سے وصیت کو نافذ کرینگے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے عقار کو بدین غرض فروخت کیا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے حالانکہ اسکے قبضہ مین اسقدر مال ہے جس سے ادائے قرضہ ہو سکتا ہے تو بھی یہ بیع جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمدرح نے فرمایا کہ باپ کا وصی نابالغ کے مال کا بٹوارہ کر سکتا ہے چاہے جو مال ہو خواہ مال منقول ہو یا عقار ہو اگرچہ تقسیم مین خفیف خسارہ ہو اور اگر تقسیم مین خسارہ بہت ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ ایسے خسارہ کے ساتھ بٹائی کرا دے اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ جسکو کسی چیز کے فروخت کا اختیار ہے اُسکو اُسکے تقسیم کرانے کا بھی اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور وصی کو اختیار ہے کہ موصی لہ کے ساتھ مشترک مال وصیت مین بٹوارہ کرائے بشرطیکہ یہ مال عقار نہو پھر جسقدر حصہ نابالغون کے پرتے مین آئے وہ اپنے قبضہ مین رکھیگا اگرچہ وارثون مین کوئی بالغ و غائب ہو۔ اور اگر وصی نے وارثون کے واسطے بٹائی کرا لی اور ترکہ مین کسی شخص کے واسطے وصیت ہے اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم موصی لہ غائب کے حق مین جائز نہوگی اور موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے ساتھ شریک ہو جاوے اور اگر سب وارث نابالغ ہون اور وصی نے موصی لہ کے ساتھ بٹائی کرکے اُسکو تہائی دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ چھوڑی تو جائز ہے حتےکہ جو کچھ وصی کے قبضہ مین وارثون کا مال ہے اگر وہ تلف ہو گیا تو وارث لوگ موصی لہ سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ہر شی کا مختار وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کے واسطے حصہ بانٹ کرا لیا خواہ عروض کا یا عقار کا تو جائز ہے یہ اسوقت ہے کہ ہر شی کا وصی کیا ہو اور اگر نفقہ کا یا کسی شی معین کی حفاظت کا وصی کیا ہو تو اُسکی تقسیم جائز نہوگی۔ اور اگر وصی نے تہائی مال کے موصی لہ سے حصہ بانٹ کرا لیا اور وارث لوگ نابالغ ہین پس تہائی موصی لہ کو دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے لی تو صحیح ہے حتےکہ اگر وارثون کا حصہ وصی کے پاس تلف ہو جاوے تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر وارث سب بالغ ہون یا بعض بالغ ہون اور بالغ حاضر ہون تو وصی کی تقسیم از جانب وارث بالغ خواہ عقار مین ہو یا منقول مین ہو باطل ہے لیکن اگر نصیب وارث بالغ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی لیکن موصی لہ سے جو اُسنے لیا ہے اُسکا دو تہائی واپس لین گے بشرطیکہ جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ اُسکے پاس موجود ہو اور اگر جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ تلف ہو گیا ہو تو وارث بالغ کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے ضمان لے یا موصی لہ سے اور اگر وارث بالغ ہون مگر غائب ہون اور موصی لہ کے ساتھ وصی نے اپنے حصہ کی[12] بٹائی کر لی تو غیر منقول کی تقسیم باطل ہے اور اختلافات زفررح و امام ابو یوسفرح مین مذکور ہے کہ اس صورت مین خلاف ہے کہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح و زفر کے تقسیم جائز نہین ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسفرح کے جائز ہے اور مال منقول مین موصی لہ کے ساتھ اُسکی تقسیم جائز ہے۔ اور اگر وصی نے موصی لہ کے واسطے وارثون سے تقسیم کی و وارث لوگ بالغ ہین اور حاضر ہین اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غیر منقول و منقول دونون مین باطل ہے اور اختلافات

۱ قولہ خسارہ بہت کہا گیا ہے کہ ایک دم خسارہ کثیر ہے ۱۲ منہ ۲ سامان و اسباب پر اسکا اطلاق ہوتا ہے ۱۲ ۳ اسواسطے کہ تقسیم مین کبھی معنے بیع ہوتے ہین ۱۲

زفر و امام ابو یوسفؒ مین اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور ہے کہ امام زفر و امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے پس اگر موصی لہ کا حصہ وصی کے پاس تلف ہو گیا اور وارثون کے حصے باقی رہے تو موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے پاس جو باقی ہے اسمین سے تہائی لے لے اور اگر وصی کے پاس موصی لہ کا حصہ اور وارثون کے پاس وارثون کا حصہ بھی تلف ہو گیا تو جسقدر حصہ موصی لہ وصی کے پاس تلف ہوا ہے اُسکا ضامن نہوگا اور جسقدر وارثون کے پاس موصی لہ کا حصہ تلف ہوا ہے اُسکی بابت اُسکو اختیار ہوگا چاہے وصی سے اُسکا تاوان لے یا وارثون سے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی کی وصیت کی اور وارثون نے یہ درم قاضی کو دیدیے اُسنے حصہ بانٹ دیا حالانکہ موصی لہ غائب ہے تو قاضی کی تقسیم صحیح ہے حتے کہ اگر موصی لہ کا حصہ مقبوضہ تلف ہو گیا پھر موصی لہ حاضر ہوا تو اُسکو وارثون سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ کافی مین ہے۔ ایک وصی کے پاس دو یتیمون کے دو ہزار درم ہین پھر دونون بالغ ہوے پھر ایک وصی نے ہزار درم دیے اور دوسرا بھی حاضر ہے پھر جسکو دیے اُسنے وصول پانے سے انکار کیا تو وصی پانچ سو درم کا دونون کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر غائب ہو تو وصی کی تقسیم اُسپر جائز ہوگی پس ایک کو اُسکا حصہ دینے سے ضامن نہوگا اور اگر وصول پانے والا منکر ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے پانچسو درم لے اور اگر چاہے تو وصی سے ضمان لے اور وصی اُسکو دوسرے سے واپس لیگا ایک وصی دو یتیمون کا ہے اُس نے دونون کے بالغ ہونے کے بعد دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم دیے ہین پس ایک نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دوسو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون نے انکار کیا تو دونون کا وصی پر کچھ نہوگا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے تم مین سے ہر ایک کو پانچ پانچسو درم علیحدہ دیے ہین پھر ایک نے تصدیق اور دوسرے نے تکذیب کی تو انکار کرنے والا وصی سے دوسو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون غائب ہون تو وصی کی تقسیم دونون کے حق مین جائز نہوگی۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے دو نابالغ بیٹے چھوڑے پھر جب دونون بالغ ہوے تو دونون نے اپنے باپ کی میراث طلب کی پس وصی نے کہا کہ تمھارے باپ کا سب ترکہ ہزار درم تھا جس مین سے تم دونون مین سے ہر ایک پر مین نے پانچسو درم خرچ کیے ہین پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دوسو پچاس درم واپس لے گا اور اس صورت مین امام زفرؒ کے نزدیک وصی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے اور ابن ابی مالک نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ وصی سے واپس لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ وصی مادر کو اختیار ہے کہ مادر کے نابالغ بچہ کیواسطے اُسکے مال منقولہ کو جو اُسنے اپنی ماں کی میراث مین پایا ہے تقسیم کرائے بشرطیکہ باپ زندہ نہو اور نہ باپ کا وصی ہو اور اگر ان دونون مین سے کوئی ہو تو وصی مادر کو اختیار قسمت نہوگا اور مال غیر منقولہ[1] کی تقسیم کا کسی حال مین اُسکو اختیار نہین ہے اور نابالغ مذکور نے سواے ماں کی میراث کے اور کسی میراث سے جو کچھ پایا ہے اُسکی بٹائی کا ماں کے وصی کو اختیار نہین ہے خواہ میراث مال منقول ہو یا غیر منقول ہو یا مخلوط ہو اور جو حکم کہ ماں کے وصی کا ہے وہی بھائی و چچا کے وصی کا ہے اور اگر وصی نے وارثون مین میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اسمین پانچ صورتین ہین اول آنکہ

[1] وہ جائداد جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہین کر سکتے جیسے مکان وغیرہ ۱۲

وارثون مین کوئی بالغ نہو بلکہ سب نابالغ ہون تو ایسی صورت مین اُنکی تقسیم بالکل جائز نہین ہو اور یہ بخلاف حکم پدر کے ہو کہ اگر
باپنے اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کیا حالانکہ اُن مین کوئی بالغ نہین ہو تو یہ جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ وصی کے واسطے اس صورت
مین حیلہ یہ ہو کہ اگر مثلاً دو نابالغ ہون تو وصی دونون مین سے ایک کا حصہ غیر مقسوم کسی مشتری کے ہاتھ
فروخت کرے پھر مشتری سے حصہ بانٹ کرلے پھر جسکا حصہ فروخت کیا ہو اُسکا حصہ پھر مشتری سے خرید لے پس ایک کا حصہ
دوسرے سے جدا ہو جائیگا اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ دونون کا حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُسی مشتری سے دونون
کا حصہ علیحدہ علیحدہ بٹا ہوا خرید ے دوم آنکہ سب وارث بالغ ہون جنمین سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہون پس جو وارث
حاضر ہین اُنکے ساتھ وصی نے بٹائی کرکے اُنکا حصہ الگ کردیا تو یہ جائز ہو اور مراد یہ ہو کہ عروض کی تقسیم جائز ہو
اور عقار مین وصی کی تقسیم بالغون پر جائز نہوگی سوم آنکہ وارث لوگ صغیر وکبیر دونون ہون اور کبیر سب
غائب ہون تو وصی کا حصہ بانٹ کرنا جائز نہوگا چہارم آنکہ وارثون مین صغیر وکبیر دونون ہین پس اُسنے بالغون کا حصہ
جدا کرکے اُنکو دیدیا اور سب وارثان بالغ حاضر موجود ہین اور نابالغون کا سب کا حصہ مجموعہ جدا کرلیا اور ہر ایک صغیر کا
حصہ الگ الگ نہ کیا تو یہ جائز ہو پنجم آنکہ وصی نے کبیرون وصغیرون مین سے ہر ایک کا حصہ جدا کیا اور سب کو تقسیم
کردیا تو پوری تقسیم فاسد ہو اور اگر اُسنے بالغون کو اُنکا حصہ دیدیا اور نابالغون کا حصہ مجموعہ رکھ لیا پھر نابالغون کا حصہ
باہم تقسیم کردیا تو بالغون ونابالغون سب کے حق مین تقسیم صحیح ہوگی اور اگر بعض وارث بالغ ہون اور بعض نابالغ ہون
اور بالغون مین سے ایک شخص نابالغون کا وصی ہو اور اُس سے تقسیم کی درخواست کی تو امام زاہد ابو حفص الکبیر رح
سے منقول ہو کہ وصی بالغون کے درمیان تقسیم کردیگا اور نابالغون کا حصہ الگ کرے گا اور اپنا حصہ نابالغون
کے حصہ مین رکھیگا پھر اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے گا پھر اجنبی مشتری اور نابالغون کے درمیان
حصہ بانٹ کرائیگا پھر مشتری مذکور سے اپنا حصہ خرید لیگا پس اسطور سے سب مین تقسیم متحقق ہو جائیگی یہ محیط مین ہے
اگر وصی نے باپ کے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو یہان دو صورتین ہین اول آنکہ میت پر قرضہ نہو اور نہ اُس نے
کچھ وصیت کی ہو دوم آنکہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو یا اُسپر قرضہ ہو پس صورت اول کے واسطے کتاب مین فرمایا کہ وصی
کو اختیار ہو کہ جب وارث لوگ نابالغ ہون تو ترکہ کی متاع وعروض وعقار مین سے ہر چیز فروخت کرے سوا سوا ے
عقار کے بیع اسوجہ سے جائز ہو کہ اُنمین حفاظت کی ضرورت ہو اور دور نہین ہو کہ ثمن کی حفاظت کرنا اُسکے نزدیک
زیادہ آسان ہو اور بیع عقار مین بھی موافق جواب کتاب کے جواز کا حکم ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جو حکم کتاب مین
مذکور ہو یہی سلف کا قول ہو کذا فی فتاوے قاضی خان اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا جبھی جائز ہو
کہ جب میت پر اسقدر قرضہ ہو کہ بدون عقار کے فروخت کرنے اور اُسکے ثمن سے ادا کرنے کے ادا نہو سکے یا صغیر کو ایسی
ضرورت ہو کہ بغیر ثمن عقار کے حاجت رفع نہو یا مشتری کو اس عقار کی جانب ایسی رغبت ہو کہ دوچند قیمت دیکر خریدتا ہو
اور اسی پر فتوے ہو کذا فی الکافی اور یا ترکہ مین وصیت مرسلہ ہو کہ اُسکے پورے کرنے کیواسطے ثمن عقار کیطرف حاجت ہو یا عقار
کا فروخت کرنا یتیم کے حق مین بہتر ہو مثلاً اُسکا خراج وخرچہ اُسکے حاصلات سے زیادہ ہو تا ہو یا عقار ایسی دوکان یا دار ہو

جو گرا پڑتا ہو یا خراب و برباد ہوا چاہتا ہو پس اگر یتیم کو اُسکے ادائے خراج کی ضرورت پیش آئے پس اگر ترکہ میں عقار
کے سوائے عروض بھی ہو تو سوائے عقار کے باقی میں سے فروخت کیا جاوے اور اگر بدون عقار کے باقی سے حاجت
رفع نہو سکے تو ایسی صورت میں عقار کو اُسکی برابر قیمت پر یا خفیف نقصان پر فروخت کرے اور اسقدر نقصان کے
ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں وصی کو فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے اسیطرح اگر وصی نے اسقدر نقصان
کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں یتیم کے واسطے کوئی چیز خریدی تو بھی جائز نہیں ہے یہ سب اُسوقت
ہے کہ سب وارث نابالغ ہوں اور اگر سب بالغ ہوں اور حاضر ہوں تو ترکہ میں سے وصی کا کسی چیز کو فروخت کرنا جائز
نہیں ہے الا وارثان مذکورہ کی اجازت سے۔ اور اگر وارثان بالغ غائب ہوں تو وصی کا عقار فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور
ماسوائے عقار کے فروخت کرنا جائز ہے اور سب کا اجارہ پر دینا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ مال غائب کی حفاظت کا وصی کو
اختیار ہے اور عروض کا فروخت کر دینا حفاظت میں شمار ہے اور عقارات خود ہی محفوظ ہوتے ہیں لیکن اگر عقار ایسا ہو کہ اگر
فروخت نہ کیا جائے تو تلف ہو جائیگا تو ایسی صورت میں عقار بھی بمنزلہ عروض کے ہو جائیگا۔ اور اگر سب وارث بالغ ہوں مگر بعضے
غائب ہوں اور باقی حاضر ہوں تو غائب کے حصہ میں سوائے عقار کے دوسری چیز کی بیع کا بغرض حفاظت کے وصی کو اختیار ہے
اور یہ بالاتفاق ہے اور جب غائب کے حصہ کی بیع بالاتفاق وصی کیطرف سے جائز ہوئی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصی کیطرف
سے حاضر کے حصہ کی بیع بھی جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک حاضر کے حصہ کی بیع کا وصی کو اختیار نہیں ہے یہ سب اُسوقت ہے
کہ ترکہ پر قرضہ نہو کذا فی فتاوی قاضی خان اور اگر میت پر قرضہ ہو پس اگر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو بالاجماع تمام
ترکہ فروخت کیا جائیگا اور اگر محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کیا جائیگا اور قرضہ سے زائد میں امام اعظم رح کے نزدیک وصی باقی کو
بھی فروخت کر سکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نہیں کذا فی الکافی اگر ترکہ میں وصیت مرسلہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک وصی کو
یہ اختیار ہے کہ ترکہ میں اسقدر فروخت کرے جس سے وصیت نافذ ہو جاوے اور جب تھوڑے ترکہ کی بیع کا مختار ہوا تو امام اعظم رح کے
نزدیک باقی کی بیع کا بھی مختار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہوگا اور اگر وارثوں میں ایک صغیر ہو اور باقی کبیر ہوں اور نہ ترکہ پر
قرضہ نہیں ہے اور نہ وصیت ہے اور ترکہ مال منقول ہے تو بالاتفاق وصی کو حصہ نابالغ کی بیع کا اختیار ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک باقی
کی بیع کا بھی اختیار ہے پس اگر اُسنے سب ترکہ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی اور صاحبین رح کے
نزدیک بقدر حصہ نابالغوں کے جائز ہوگی اور جب امام اعظم رح کے نزدیک یہ قرار پائی ہے کہ اگر وصی کو بعض ترکہ کی بیع کا اختیار
حاصل ہوا تو اُسکو پورے ترکہ کی بیع کا اختیار ہوگا اور باپ کا وصی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اسیطرح سگے دادا کا وصی بھی بمنزلہ وصی پدر کے
ہوتا ہے اور سگے دادا کے وصی کا وصی بھی بمنزلہ سگے دادا کے وصی کے ہے اور قاضی کے وصی[1] کے وصی کا حکم بمنزلہ وصی قاضی کے
ہے بشرطیکہ اُسکو عام اختیار ہو اور ماں کا وصی یا بھائی کا وصی سو ایسا نہیں ہے چنانچہ اگر ماں مرگئی اور اُسنے ایک بچہ نابالغ چھوڑا
کسی شخص کو وصی کر دیا یا ایک مرد مرگیا اور ایک نابالغ بھائی چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کر دیا تو اس وصی کو اختیار ہے
کہ اس میت کے ترکہ میں سے ماسوائے عقار کے فروخت کرے اور عقار کی بیع نہیں کر سکتا ہے اور اس موصی کو یہ اختیار

---

[a] یعنی وہ جائداد جسکا نقل کرنا دوسری جگہ ممکن نہو تو وہ بذات خود محفوظ شمار ہوتی ہے ۱۲ [1] یعنی قاضی کا مقرر کیا ہوا وصی ۱۲

نہین ہے کہ صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدے سوائے کھانے و کپڑے کے اسواسطے کہ یہ چیزین خریدنا منجملہ حفاظت صغیر کے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ماں کے وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ صغیر نے جو مال اپنے باپ کے ترکہ مین پایا ہے اُسمین سے کچھ فروخت کرے خواہ عقار غیر منقول ہو یا مال منقول ہو خواہ وہ قرضہ مین پھنسا ہو یا خالی از قرضہ ہو اور جو مال صغیر کو ماں کے ترکے مین ملا ہے اگر وہ قرضہ و وصیت سے خالی ہو تو منقول کو فروخت کر سکتا ہے اور غیر منقول[لہ] کو اُسمین سے فروخت نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر ترکہ قرضہ مین یا وصیت مین پھنسا ہوا ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی مذکور کو کل ترکہ کے فروخت کا اختیار ہے اور غیر منقول بھی ہمین آگیا اور اگر قرضہ محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کر سکتا ہے اور زر قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین ویسا ہی اختلاف امام اور صاحبین کے درمیان ہے جیسا ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہین اور جو حکم وصی مادر کے حق مین معلوم ہوا وہی وصی برادر و چچا مین ہے اور اگر سب وارث بالغ ہون پس اگر حاضر ہون اور ترکہ قرضہ کے پھنساؤ سے خالی ہے تو ماں کا وصی اُسکے ترکہ مین سے کچھ فروخت نہین کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو جو حکم باپ کے وصی کی صورت مین مذکور ہوا ہے وہی حکم ماں کے وصی کا ہے جس مین اتفاق ہے اُسمین اتفاقی ہے اور جسمین اختلاف ہے اُسمین یہان بھی خلاف ہے اور اگر وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر وارث غائب ہون پس اگر ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو وصی کو ماں کے ترکہ مین سے مال منقول مین سے نابالغون و بالغون سب کے حصہ کے فروخت کا اختیار ہے اور مال غیر منقول سے نابالغ و بالغ کسی کا حصہ فروخت نہین کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو وصی مادر کا وہی حکم ہے جو وصی پدر کا مذکور ہوا ہے اور اگر وارثان بالغ حاضر ہون اور ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو نابالغون کا ماں کے ترکہ مین سے مال منقول کا حصہ فروخت کر سکتا ہے اور مال منقول مین سے بالغون کا حصہ فروخت کرنے مین اختلاف[ٰلہ] ہے اور مال غیر منقول مین سے کسی کا حصہ فروخت نہین کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو مال منقول و غیر منقول سب کے فروخت کا اختیار ہے۔ اور اگر غیر محیط ہو تو منقول سب فروخت کر سکتا ہے اور مال غیر منقول مین سے بقدر قرضہ کے بالاجماع فروخت کر سکتا ہے اور زر قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین اختلاف مشائخ ہے یہ محیط مین ہے۔ اصل یہ ہے کہ وصی کی ولایت اُسی قدر ہوتی ہے جسقدر موصی کی ولایت ہے اور ولایت حفاظت تصرف کی تابع ہے۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونون نے معًا اُس کے نسب کا دعوے کیا تھے کہ اُسکا نسب دونون سے ثابت ہو گیا پھر باندی مذکورہ آزاد کی گئی پھر وہ مر گئی اور کچھ مال چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُسکے بچہ و بچہ کے مال کی ولایت اُسکے دونون باپ کو حاصل ہے باندی مذکورہ کے وصی کو حاصل نہوگی اسواسطے کہ ماں کا وصی مثل ماں کے ہے حالانکہ باندی مذکورہ کو ولایت تصرف حاصل نہ تھی پس ایسا ہی حکم اُسکے وصی کا ہے اور اُسکے وصی کو ولایت حفاظت بھی حاصل نہوگی اسواسطے کہ وہ ولایت تصرف کی تابع ہے حتے کہ اگر دونون باپ اُس کے غائب ہو جاوین تو ماں کے وصی کو ولایت حفاظت حاصل ہوگی پس وہ مال منقول کی بیع کا مختار ہوگا اسواسطے کہ منقول کی بیع حفاظت مین داخل ہے کذا فی الکافی لیکن وصی مذکور کو اُسی مال مین ولایت حاصل ہوگی جو صغیر نے اپنی ماں کے ترکہ مین

لہ یعنی وہ جائداد جسکا نقل کرنا دوسری جگہ ممکن نہو تو وہ بذات خود محفوظ رہتی ہے ٰلہ امام کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے

پایا ہو یا ماں کی موت سے پہلے صغیر کا ہو نہ ایسے مال میں جو اُسکے بعد صغیر مذکور کی ملک میں آیا ہو اور جسطرح اُسکو ولایت حفاظت حاصل ہوگی اُسی طرح جو تصرف از باب حفاظت ہو اُسکا اختیار بھی حاصل ہوگا جیسے مال منقول کا فروخت کرنا یا ایسی چیز کا فروخت کرنا جسمیں جلد خرابی آجانے والی ہو اور وہ چیز جلد بگڑ جانے والی ہو۔ اور اگر دونوں باپ میں سے ایک غائب ہو اور دوسرا حاضر ہو تو بھی امام اعظم رحمۃ اللہ و امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور اگر صغیر مذکور کی ماں مرجانیکے بعد اُسکے دونوں باپ میں سے بھی ایک مرگیا اور سوائے اس صغیر کے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا اور دوسرا باپ زندہ حاضر ہے تو اُسکی سب میراث اس صغیر کو ملیگی اور دونوں ترکون میں ولایت تصرف اُسکے دوسرے باپ کو حاصل ہوگی اور پدر مردہ کے وصی کو حاصل نہوگی اور نہ ماں کے وصی کو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ جو باپ زندہ ہو اُسکے ساتھ قاضی دوسرا شخص وصی مقرر نہ کریگا تاکہ اُسکے ساتھ تصرف کرے اور اگر دوسرا باپ غائب ہو تو ماں کے وصی کو جسقدر ماں کا ترکہ ہو اُسکی حفاظت کا اختیار ہوگا اور جو اس قبیل سے ہو اور باپ میت کے وصی کو اُسکے ترکہ میں تصرف کا اختیار حاصل ہوگا اور نیز جو امر از باب حفاظت ہو اُسکا اختیار ہوگا پھر اگر اسکے بعد دوسرا والد بھی مرگیا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اسکے وصی کو ماں کے وصی سے اور اُس باپ کے وصی سے جو پہلے مرگیا تھا ترجیح ہوگی اور اگر اس باپ کا جو پہلے مرگیا تھا باپ موجود ہو یعنی صغیر کا دادا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی جو باپ اخیر میں مرا ہو اُسکے وصی کو تصرف مال میں ترجیح ہوگی اسی طرح اگر دوسرے باپ کا جو اخیر میں مرا ہو باپ یعنی صغیر کا دادا موجود ہو تو بھی بہ نسبت اُسکے باپ کے اُسکے وصی کو تصرف مال صغیر میں ترجیح ہوگی۔ اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر میں مرا ہو مرگیا اور دوسرے شخص کو اُسنے وصی مقرر کیا تو یہ وصی بھی بہ نسبت اُن لوگوں کے جنکو ہمنے بیان کیا ہے اولیٰ ہوگا یعنی یہی مختار ہوگا اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر میں مرا ہو مرگیا اور کسی کو وصی مقرر نہ کیا یا جو باپ اخیر میں مرا ہو اُسنے کسی کو وصی مقرر نہیں کیا اور حالت یہ ہو کہ جو باپ پہلے مرا ہو وہ اپنا وصی اور اپنا باپ یعنی صغیر کا دادا چھوڑ گیا ہو پس یہ دادا بہ نسبت اُسکے وصی کے اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں باپ ایک دوسرے کے بعد مرگئے اور ہر ایک نے اپنا باپ چھوڑا اور ہر ایک نے ایک ایک آدمی کو وصی بھی مقرر کیا ہو پس اگر یہ ثابت نہو کہ کون پہلے مرا ہو اور کون پیچھے تو ولایت تصرف ہر دو وصی کو حاصل ہوگی کیونکہ جب پہلا مرنیوالا اور پچھلا مرنے والا ثابت و ظاہر نہوا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مرے ہیں اور اگر دونوں ساتھ ہی مریں تو مال میں تصرف کرنے کی ولایت دونوں وصی کو حاصل ہوگی اور اگر پہلا مرنے والا و پچھلا مرنے والا معلوم ہوگیا تو مال صغیر میں تصرف کا اختیار پیچھے مرنیوالے کے وصی کو ہوگا اور اگر پچھلا مرنے والا باپ مرگیا اور اُسنے کسی کو وصی نکیا یا وصی کیا اور اُسکا وصی مرگیا اور کسیکو وصی نکیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو تصرف کی ولایت دونوں دادا کو حاصل ہے کسی ایک کو تنہا حاصل نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اولاد صغیر اور ایک باپ چھوڑا اور کسی کو وصیت نہ کی تو باپ بمنزلہ وصی کے ہوگا کہ ترکہ کی حفاظت کریگا اور اُس میں ہر طرح کا تصرف کریگا اور اگر میت پر قرضہ کثیر ہو تو اُسکا باپ یعنی نابالغوں کا دادا یہ اختیار نہیں رکھتا ہے کہ ادائے قرضہ کیواسطے ترکہ فروخت کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ مراہق پسر کو جو بیع و شرا سمجھتا ہے تجارت کی اجازت دی اور پسر مذکور نے تصرف کیا اور اُسپر بہت قرضے ہوگئے پھر یہ پسر مرگیا اور باپ چھوڑا تو اُسکے قرضہ ادا کرنیکے واسطے باپ کو اُسکے ترکہ میں

ف یعنی اُسی کو غلبہ ہوگا اور وہی مقدم کیا جائیگا ۱۲ ع ف وہ طفل جو قریب بلوغ ہو ۱۲ ع ف یعنی وصی فقط رہیگا ۱۲ ع ف یعنی صغیر کا دادا ۱۲

تصرف کا اختیار نہیں ہی میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کیواسطے ترکہ فروخت کیا اور قرضہ محیط نہیں ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی بیع جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہی اور اگر ترکہ پر قرضہ نہو لیکن وارثون مین کوئی نابالغ ہو اور قاضی نے پورا ترکہ فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسکی بیع نافذ ہوگی اور امام ابو حنیفہ رح نے وصی میت اور پدر میت مین فرق کیا ہی کہ وصی میت کو اختیار ہی کہ ادائے قرضہ و تنفیذ وصیت کیواسطے ترکہ فروخت کرے اور پدر میت یعنی نابالغون کے دادا کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے پسر کیواسطے نابالغون پر ترکہ فروخت کرے اور یہ اختیار نہین ہی کہ قرضہ میت ادا کرنے کی غرض سے اولاد صغیر کا ترکہ فروخت کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ امام خصاف نے افادہ فرمایا ہی اور امام محمد رح نے دادا کو بجائے باپ کے قائم کیا ہی۔ کتاب مین فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور ایک وصی اور باپ چھوڑا تو وصی بہ نسبت باپ کے اولی ہوگا اور اگر اسکا کوئی وصی نہو تو باپ اولی ہی علی ہذا القیاس دادا وغیرہ یہانتک کہ فرمایا کہ پھر دادا کا وصی پھر قاضی کا وصی اولی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہم امام خصاف کے قول پر فتوے دیتے ہین ایک صغیر کو مال میراث ملا اور اسکا باپ مرد مسرف و مبذر مستحق حجر ہی تو جس امام کے نزدیک ایسے شخص کا محجور کرنا روا ہی اُسکے نزدیک پدر مذکور کو مال الصغیر مین ولایت تصرف حاصل نہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی مین ذکر کیا کہ اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ایک وصی مقرر کیا جسکے باپ کا وصی نہین ہی تو وصی قاضی بمنزلہ وصی پدر کے ہوگا بشرطیکہ قاضی نے اسکو عام اجازت دیدی ہو کہ تمام انواع تصرف کا وصی ہی اور اگر کسی نوع خاص کے تصرف کا مختار کیا تو اسی نوع خاص کا وصی رہیگا بخلاف وصی پدر کے کہ وہ قابل تخصیص نہین ہی چنانچہ اگر باپ نے کسی شخص کو ایک نوع خاص مین وصی مقرر کیا تو وہ تمام انواع تصرف مین وصی ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وصی نے ترکہ میت مین سے کچھ مال اُدھار فروخت کیا پس اگر اسمین یتیم کے حق مین ضرر ہو مثلاً مشتری کی طرف سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد آنے پر منکر ہو جائیگا یا ندیگا تو نہین جائز ہی اور اگر ضرر نہو تو جائز ہی۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کوئی مال یتیم بعوض ہزار درم کے خریدنا چاہا اور دوسرے نے بعوض ایک ہزار ایک سو درم کے خریدنا چاہا اور شخص اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو وصی کو چاہیے کہ اول کے ہاتھ فروخت کرے جس سے ثمن طلب کرنیکے وقت انکار یا نادہندگی کا خوف نہین ہی اسی طرح اگر یتیم کا ایک دار رہی جسکو ایک شخص آٹھ درم ماہواری کے عوض کرایہ پر مانگتا ہی اور دوسرا دس درم ماہواری پر مانگتا ہی مگر اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو اول کو کرایہ پر دینا چاہیے اور علی ہذا جو شخص متولی وقف ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی نیز سب لوگون کو جو مالہائے وقف کے امین قرار دیے جاوین ایسا ہی کرنا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک وصی نے یتیم کی زمین ایک مفلس کے ہاتھ فروخت کی جسکو جانتا ہی کہ یہ ادائے ثمن پر قادر نہوگا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر بیع برغبت ہو تو قاضی تین روز تک مشتری کو مہلت دیگا پس اگر اُسنے اس عرصہ مین ادا کر دیا تو خیر ورنہ بیع توڑ دیجاویگی اسواسطے کہ وصی کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مال کو تلف کرنا ہی لیکن اگر اُسنے بیع توڑنے کا حکم دینے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہوگی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درصورتیکہ یہ بات معلوم ہو کہ مشتری ادائے ثمن پر قادر نہوگا تو چاہیے کہ قاضی کی بیع بھی جائز نہو اسواسطے کہ

ا نافذ و جاری کرنا ۱۲ ۲ لائق ۳ مانعت از تصرف ۱۲ ۴ یعنی دوسرا ایسا نہین ہی ۱۲ ۵ مترجم کہتا ہی ایسا ہی ایک نسخہ مین ہی یعنی بیع توڑ دیجائیگی اور بنا بر اسکے ظاہر یہ ہی کہ قاضی کو نقض بیع کا اختیار نہین ہی اور ظاہر ہی کہ اگر اُسنے ادا کر دیا اور مشتری پر قبضہ وصی کا ہو گیا تو صحیح ہی ورنہ قاضی بیع توڑ دیگا ۱۲ منہ

قاضی سب کے واسطے خصوصاً نابالغون کے واسطے درستی و اصلاح کی نظر کرنے پر مقرر ہی اور پوری نظر اصلاح اسی مین
ہی جو ہمنے بیان کی ہی۔ وصی نے مال یتیم مین سے کوئی چیز فروخت کی پھر ایک شخص نے وصی سے جسقدر ثمن کو فروخت کی
ہی اس سے زیادہ کے عوض لینے کی درخواست کی تو قاضی اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا پس اگر اہل بصارت
و امانت مین سے دو آدمیون نے قاضی کو خبر دی کہ وصی نے اسکو پوری قیمت پر فروخت کیا ہی اور اسکی قیمت اسقدر ہی تو جو
شخص زیادہ دینا چاہتا ہی اسکی طرف التفات نکریگا اور اگر بطریق بیع مزائد کے زیادہ ثمن کو فروخت ہوتی ہو اور بازار مین
اس سے کم کو فروخت ہوتی ہو تو ایسی زیادتی کے واسطے وصی کی بیع نہ ٹوٹے گی بلکہ اہل بصارت و امانت کیطرف رجوع کریگا
پس اگر انمین سے دو آدمی اس بات پر متفق ہوے کہ یہ قیمت ہی تو وصی کے مشتری سے وہی قیمت لیجائیگی یہ امام محمدؒ
کا قول ہی کہ دو آدمی اتفاق کرین اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے قول پر ایک ہی عادل کافی ہی جیسا کہ ترکہ
وغیرہ مین ہی اور علی ہذا متولی وقف نے اگر وقف مین سے جو چیز کرایہ پر چلتی ہی کسی کو کرایہ پر دی پھر دوسرے شخص نے اگر اس سے
زیادہ کرایہ لینی چاہی تو ہمین بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک وصی نے میت کے ترکہ مین سے کوئی چیز واسطے
تنفیذ[1] وصیت کے فروخت کی پھر مشتری بیع سے منکر ہوگیا یعنے کہا کہ مین نے نہین خریدی ہی اور وصی اسکو قاضی کے پاس
لایا اور قسم طلب کی اسنے قسم کھائی حالانکہ وصی جانتا ہی کہ وہ جھوٹا ہی تو قاضی وصی سے کہے گا کہ اگر تو سچا ہی تو مین نے
تم دونون کے درمیان سے بیع فسخ کر دی تو ایسا فسخ جائز ہی اگرچہ بمخاطرہ ہی اور فسخ حاکم کی ضرورت اسواسطے ہی کہ اگر
بعد انکار مشتری کے وصی اسکے ساتھ خصومت ترک کرنے کا عزم کرلے تو یہ امر بمنزلہ اقالہ کے ہوگا تو مثل حقیقۃً اقالہ کرنے کے
مبیع وصی کے ذمہ لازم ہوگی اور جب قاضی نے بیع کو فسخ کیا تو اسکے ذمہ لازم نہوگی بلکہ مبیع ملک میت مین عود کرے گی یہ
فتاوے کبرے مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اسنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور اقسام عقارات ترکہ
چھوڑا اور وصی کسی صنف کو وصیت کیواسطے فروخت کرتا ہی تو وارث کو اختیار ہی کہ راضی نہو لیکن اگر اسنے ہر چیز کی تہائی جسمین سے
تہائی فروخت ہوسکتی ہی فروخت کرنی چاہی تو ایسا اختیار نہوگا اور شیخ ابو بکر اسکاف سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے وصیت
کی کہ اسکی زمین فروخت کرکے اسکا تہائی ثمن فقیرون کو صدقہ دیا جاوے پھر وہ مرگئی اور بالغ وارث چھوڑے پھر وصی نے
تمام زمین فروخت کرنی چاہی اور وارثون نے قدر وصیت سے زائد فروخت سے منع کیا تو فرمایا کہ اگر فقط تہائی زمین گھٹے دامون
بکتی ہو جس سے وارثون و اہل وصیت کو ضرر پہونچتا ہو تو وصی کو کل فروخت کرنیکا اختیار ہوگا ورنہ فقط بقدر وصیت فروخت کریگا
اور شیخ ابو نصر الدبوسی عدم ضرر کی صورت مین صاحبینؒ کے قول پر اور ضرر کی صورت مین امام اعظمؒ کے قول پر فتوی دیتے تھے
یہ ذخیرہ مین ہی فرمایا کہ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنیکا اختیار ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور یہ جائز نہین ہی کہ یتیم کے مال سے اپنے واسطے
یا میت کے مال سے اپنے واسطے تجارت کرے اور اگر کریگا اور نفع کمایگا تو راس المال کا ضامن ہوگا اور نفع کو صدقہ کرنا پڑیگا یہ امام اعظم
رحمۃ اللہ تعالی علیہ و امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا قول ہی[2]۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وصی کو اختیار ہی کہ
مال یتیم مضاربت پر دیدے یا دوسرے سے اس مال سے شرکت کرے یا بضاعت پر دیدے یہ محیط مین ہی۔

(یتیم کے نفع کے واسطے ۱۲ — بالاتفاق ۱۲)

[1] وصیت پوری کر دینا اور یہ قید بہ اتفاق ... بیع کی بالاتفاق ہی ۱۲ مترجم [2] اور یہ کہا گیا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکو نفع لینا جائز ہوگا ۱۲

ایک وصی نے بعض مال ترکہ کو اجارۂ طویلہ پر بدین غرض دیا کہ میت کا قرضہ ادا ہو جاوے تو نہیں جائز ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا و مرگیا اور وصی غائب ہو گیا پس بعضے وارثوں نے قصداً بعض ترکہ کو فروخت کرکے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکی وصیتیں نافذ کردیں تو بیع فاسد ہے الا اُس صورت میں کہ قاضی نے اجازت دیدی ہو یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ تمام ترکہ قرضہ مین مستغرق ہو اور اگر مستغرق نہو تو وارث کا تصرف اُسکے حصہ مین جائز ہوگا الا اُس صورت مین کہ مبیع دار مین سے ایک بیت معین ہو وارث بالغ نے ترکہ میت مین سے کوئی چیز یا عقار مین سے کوئی عقار فروخت کیا اور ہنوز میت پر قرضہ یا وصیت باقی ہے اور وصی نے اُسکی بیع رد کرنی چاہی پس اگر وصی کے پاس اسقدر مال ہو جس سے فروخت کرنیکے بعد قرضہ و وصیت پوری کرسکتا ہے تو وارث کی بیع رد نہ کریگا ایک عورت اپنا شوہر و دختر و بھائی چھوڑ کر مرگئی اور بھائی کو وصی کردیا اور اُسنے وصیت قبول کی پھر قبل از انکہ اسکی وصیت و قرضہ ادا کرے شوہر سے اُسکا حصہ اسباب و عقار مین سے خرید لیا اور بائع کو اپنے حصہ کی مقدار معلوم نہیں ہے اور مشتری کو معلوم ہے پس اگر اُسنے وصایا کو قبل نالش کرنے کے نافذ کردیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اُسنے نافذ نکین یہانتک کہ اُنھون نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس بیع کو باطل کردیگا اور پہلے قرضہ میت و اُسکی وصیتیں نافذ کردیگا پھر میراث کا حکم دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک قرضدار نے چند وصیتیں کین جو بعد ادائے قرضہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہین اور ایک دار چھوڑا اور وصی کو بدون ثمن دار کے اُسکی وصیتین و قرضہ ادا کرنے کی قدرت نہیں ہے اور وارث پورے دار کی بیع پر راضی نہیں ہوتا ہے پس اگر قرضہ پورے دار تک یا اکثر دار تک پہونچتا ہو کہ ثمن سے خفیف باقی رہا جاتا ہو پس اگر اُسکو معلوم ہو کہ درصورتیکہ فروخت کیا جاوے تو قرضہ میت پر زیادہ دار تک ہے ہوگا تو اُسکو فروخت کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ گنجائش ہو اور اہل وصیت و وارث کے شریک ہونگے اور اگر وصی نے سوائے اپنے غیر کو مال یتیم قرض دینا چاہا تو باتفاق روایات اُسکو اختیار نہیں ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے قرض دیدیا تو ضامن ہوگا اور قاضی کو بھی قرض دینے کا اختیار نہیں ہے اور باپ مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ امام اعظم رح سے روایات مختلف ہین اور صحیح یہ ہے کہ باپ بمنزلہ وصی کے ہے نہ بمنزلہ قاضی کے اور اگر وصی یا باپ نے اپنے ذاتی قرضہ مین مال یتیم رہن کیا تو قیاساً نہیں جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر وصی نے اپنا قرضہ مال یتیم سے ادا کیا تو نہین جائز ہے اور اگر باپ نے ادا کیا تو جائز ہے۔ وصی نے قرضدار یتیم سے دوسرے پر حوالہ قبول کیا پس اگر دوسرا بہ نسبت قرضدار کے تونگر ہو تو جائز ہے اور اگر برابر ہو تو نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ وصی نے اگر مال یتیم اپنے قرضخواہ کے ہاتھ بعوض اُسقدر ثمن کے جسقدر اُسپر قرضہ ہے فروخت کردیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور ثمن اُسکے قرضہ کا قصاص ہو جاویگا اور خود صغیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے قرضہ کے عوض جسکو اُسنے صغیر کے واسطے لیا ہے رہن[1] کیا اور مرتہن[2] نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر وصی نے اُسکو مرتہن سے صغیر کی حاجت کیواسطے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو یتیم کا مال گیا اور قرضہ مرتہن بحالہ باقی رہیگا وصی سے اُسکا مطالبہ ہوگا اور اگر وصی نے مرتہن سے مال مرہون غصب کرلیا اور صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہو گیا تو مرتہن کے حق کیواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا حق یتیم کے واسطے ضامن

[1] یعنی کسی تاجر کو دیتے تا کہ اُس سے نفع حاصل کرکے خود بھی لے اور اُسکو بھی دے ۱۲ [2] وہ شخص جسکے پاس مال رہن کیا گیا یعنی مہاجن ۱۲

نہوگا اور اگر بعد غصب کے اپنی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوا تو دونون کے حق کیواسطے ضامن ہوگا چنانچہ صورت اول
مین اگر قرضہ مرتہن ادا کیا یعنی ضمان دیکر تو اُسکو مال یتیم سے واپس لیگا اور دوسری صورت مین واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر
وصی نے غیر کا غلام غصب کرکے صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا پھر تلف ہونے پر اُسکی قیمت مالک کو تاوان دیدی
پس آیا مال صغیر سے واپس لیگا سو اسکی کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ
واپس نہ لے سکے اور اگر وصی نے یتیم کو کارہائے خیر مین سے کسی کام مین اُجرت پر دیا تو جائز ہے اسیطرح اگر صغیر کا غلام یا
اور اُسکا مال ایسے کام مین اُجرت پر دیا تو بھی جائز ہے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوگیا تو اُسکو اختیار ہوگیا کہ جو اجارہ وصی نے اُسکی ذات پر
منعقد کیا ہے اُسکو فسخ کر دے اور جو اُسکے مال پر منعقد کیا ہے اُسکو فسخ نہین کر سکتا ہے۔ وصی نے اگر یتیم کیواسطے ایک شخص مزدور کیا
اسقدر اُجرت پر کہ لوگ اجر المثل سے زائد اسقدر اجرت دیکر ایسا نقصان اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین تو رکن الاسلام علی سغدی نے
شرح السیر مین فرمایا کہ وصی اپنے واسطے مزدور کرنے والا قرار دیا جائیگا اور پوری اُجرت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور شیخ الاسلام
نے اپنی شرح مین فرمایا کہ اجارہ صغیر کے واسطے واقع ہوگا لیکن مزدور کے کام کرنے پر اجر المثل واجب ہوگا اور جسقدر
زیادہ ٹھہرا کر دیا ہے وہ صغیر کو واپس دیا جائیگا وصی نے اگر صغیر کی حویلی اجر المثل سے کم کرایہ پر دیدی پس آیا مستاجر پر اجر المثل
واجب ہوگا یا وہ مسکن کا غاصب قرار دیا جائیگا کہ اُسپر سکونت کیوجہ سے اجرت واجب نہوگی تو امام فضلی نے اپنے فتاوی مین
ذکر فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے اصول پر تو یہ لازم آتا ہے کہ غاصب قرار دیا جاوے اور اُسپر کرایہ واجب نہو اور مصنف نے اپنی کتاب
مین ذکر فرمایا کہ مستاجر غاصب نہوگا اور اُسپر اجر المثل واجب ہوگا پس امام فضلی سے کہا گیا کہ آپ امام خصاف کے قول پر فتوی دیتے
ہین فرمایا کہ ہان اور مین نے دوسرے نسخہ مین دیکھا کہ پورا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر کرایہ مین مقدار بیان کر دی گئی ہو
تو مقدار بیان کردہ واجب ہوگی اُس سے زیادہ نہ کیا جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ یہ فتوی دیتے ہین کہ اجر المثل واجب ہوگا لیکن اگر
اُسی مین یتیم کے حق مین بہتری ہو تو ایسی صورت مین ناقص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے تئین یتیم
کو مزدوری پر دیدے بخلاف باپ کے اگر باپ نے اپنے تئین صغیر کو مزدوری پر دیا تو جائز ہے یہ قدوری مین ہے۔ اور ایسا ہی امام
فضلی نے جواب دیا ہے کہ اگر وصی نے اپنے تئین یا اپنی کسی چیز کو یتیم کے پاس مزدوری پر اُسکے کام مین لگایا تو نہین جائز ہے اور امام
علی سغدی نے فرمایا کہ اگر وصی یا باپ نے اپنے آپ کو یتیم کو مزدوری پر دیا تو بالاتفاق جائز ہے مگر فتوی اُسی قول پر ہے
جو قدوری نے ذکر کیا ہے یہ کبری مین ہے۔ اور اگر وصی نے خود یتیم کو مزدوری پر لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہونا
چاہیے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ مال یتیم بعوض یا بلا عوض کسی کو ہبہ کرے اور یہی حکم باپ کا ہے
اور اگر کسی نے صغیر کو مال ہبہ کیا اور باپ نے اُسکا عوض مال صغیر سے دیا تو نہین جائز ہے اور واہب کو حق رجوع باقی رہے گا
اسیطرح اگر وصی نے مال یتیم سے عوض دیا تو نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے
روایت ہے کہ وصی نے غلام یتیم ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہے بدین شرط کہ وصی کو خیار باقی
ہے پھر مدت خیار مین اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی تو وصی کو بیع نافذ کرنے کا اختیار نہین ہے یہ امام اعظم و امام ابو یوسف
کا قول ہے اور نیز امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک وصی نے غلام صغیر بدین شرط کہ وصی کو تین روز تک خیار ہے فروخت کیا پھر غیر

تین روز کے اندر بالغ ہو گیا پھر تین روز گذر گئے تو بیع تمام ہو گئی اور اگر یتیم نے تین روز میں خود اجازت دیدی یا مر گیا تو جائز
نہو جائیگی یہانتک کہ صغیر مذکور خود اجازت دیدے اور اگر وصی یتیم نے غلام یتیم بشرط خیار سہ روز فروخت کیا پھر مدت خیار میں
یتیم مر گیا تو بیع جائز ہو گئی اور یہی حکم والد کا ہے اور اسکی وجہ بدین طور بیان فرمائی کہ عقد بیع صغیر کیواسطے واقع ہوا تھا اور
اگر وصی نے اپنے واسطے تین روز خیار کی شرط کر کے یتیم کا غلام فروخت کیا پھر مدت خیار میں یتیم بالغ ہو گیا تو بیع تمام ہو گئی اور
خیار باطل ہو گیا اور اگر وصی نے صغیر کیواسطے باندی خریدی پھر صغیر بالغ ہو گیا پھر وصی اسکے کسی عیب پر واقف ہو کر راضی
ہو گیا قبل اسکے کہ یتیم اسکو تصرف سے منع کرے یا تصرف سے منع کرنے کے بعد راضی ہوا تو وہ ان سب صورتوں میں مثل وکیل کے ہے اور
اگر وصی نے صغیر کے واسطے ہزار درم کو ایک غلام اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر تین روز میں یتیم بالغ ہو گیا
پھر وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو یتیم کو اختیار ہے چاہے راضی ہو جائے اور چاہے وصی کے ذمے لازم کرے اور اگر
اُسنے کچھ اختیار نہ کیا یہانتک کہ وصی بعد بیع پر راضی ہوجانیکے یا اس سے پہلے مر گیا تو یتیم اپنے خیار پر رہیگا اور اگر وصی
نہ مرا اور مدت خیار کے اندر یا بعد گذرنے کے وصی کے پاس غلام مر گیا یا مدت خیار کے اندر وصی کی بیع پر راضی ہو جانے
سے پہلے یا بعد اسکے یتیم مر گیا تو خرید مذکور بذمہ یتیم لازم ہو گی یہ محیط میں ہے۔ وصی نے مال یتیم سے کوئی چیز فروخت کی پھر وہ
بالغ ہو گیا اور مشتری کو ثمن سے بری کر دیا ہے بعض نے فرمایا کہ اگر صلح غیر مفسد ہو اور کہا کہ تو اس چیز سے جس سے تجھکو میرے وصی
نے میرے مال سے بری کر دیا ہے بری ہے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ تو اس مال سے جو تجھپر ہے بری ہے تو بری نہوگا اور فقیہؒ نے
فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہے ہم اسکو نہیں لیتے ہیں بلکہ طفل مذکور کے بالغ ہو کر بری کرنے کے بعد
مشتری بری ہو جائیگا یہ فتاوی کبریٰ میں ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے ہاتھ یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ فروخت کیا تو
بر روایت میں امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت کے موافق و قول امام اعظم کے موافق اگر اسمیں یتیم کے واسطے
منفعت ظاہرہ ہو تو جائز ہے اور اگر یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ نہو تو نہیں جائز ہے اور بقول امام محمد رحمہ اللہ کے موافق
ظاہر الروایت کے امام ابو یوسفؒ سے یہ حکم ہے کہ ہر حال میں نہیں جائز ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے منفعت ظاہرہ کی تفسیر میں
مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ آٹھ سو درم کو فروخت کرے اور طفل کا آٹھ سو درم کا مال
دو ہزار درم کو خریدے اور بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ پانچسو درم کو بیچے اور اسکا پانچسو درم کا مال ہزار
درم کو خریدے۔ اور موافق قول امام اعظم رح کے اگر وصی کا اپنے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوا پس آیا یہیں [illegible]
فروخت کیا پر اکتفا کرے جیسا کہ باپ کے حق میں حکم ہے یا رکنین عقد کی ضرورت ہے پس یہ صورت اس مقام پر کہیں نہیں فرمائی
اور ناطفی نے اپنے واقعات میں ذکر کیا کہ وصی کو ہر دو رکن کی حاجت ہے بخلاف باپ کے اور اگر دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک کا
مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہیں جائز ہے۔ اسیطرح اگر وصی نے دونوں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے
کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر دو یتیموں کے دو غلاموں کو اجازت دی اور
ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ باپ یا وصی نے اگر صغیر یا اُسکے غلام
کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ اجازت میں شمار ہے اور اگر

صغیر کے بالغ ہونے سے پہلے باپ یا وصی مرگیا تو اجازت باطل ہوجائیگی اور اگر صغیر کے بالغ ہوجانیکے بعد باپ یا وصی مرا تو اجازت باطل نہوگی اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کا مال فروخت کرنے یا اُسکے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ مرگیا یا صغیر بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوجائیگا۔ قاضی نے اگر صغیر یا معتوہ کو یا دونوں کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اسیطرح اگر معتوہ کے غلام کو مجبور کیا تو صحیح ہے اور اگر قاضی نے معتوہ کے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ قاضی کیطرف سے اجازت نہوگی اگر قاضی کی رائے میں صغیر یا اسکے غلام کو تجارت کی اجازت دینا مصلحت معلوم ہوا اور باپ یا وصی نے انکار کیا تو دونوں کا انکار کرنا باطل ہے۔ اور اگر قاضی کی اجازت دینے کے بعد باپ نے یا وصی نے اُسکو مجبور کردیا تو دونوں کا مجبور کرنا صحیح نہوگا اسی طرح اگر یہ قاضی مرگیا تو وہ مجبور نہوگا الا اُس صورت میں کہ یہ مقدمہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ مجبور کردے تو مجبور ہوجائیگا اسواسطے کہ اس قاضی کی ولایت مثل ولایت قاضی اول کے ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور اگر اس طفل نے وصی کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اس سے خریدی تو بقول امام محمد رہ کے بالکل نہیں جائز ہے جیسا کہ وصی خود اپنے ہاتھ فروخت کرے اور بقول امام اعظم رہ کے بنا بر روایت جامع و زیادات کے اور بعض روایت کتاب الماذون کے اگر اُسمیں صغیر کے واسطے نفع ظاہر ہو تو صحیح ہے اور اگر صغیر کے واسطے نفع ظاہر نہو تو نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے دوسرے کو دینا جائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کیطرف سے ہوں تو نہیں جائز ہے اور اگر وصی کی طرف سے ہوں تو جائز ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر اجر المثل یا تاوان نقصان لینا یتیم کیواسطے بہتر ہوگا بہ نسبت اُس حاصلات کے جو یتیم کے حصہ میں پڑتی ہے تو مزارعت جائز نہوگی اور اگر حاصلات اُسکے حق میں بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر یتیم مالدار ہو تو امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک وصی کو اختیار ہوگا کہ اُسکی طرف سے قربانی اُسکے مال سے کردے یا اُسکا صدقہ فطر ادا کردے اور وصی کو اختیار نہیں ہے کہ قرضدار میت کو بری کردے یا اُسکے ذمہ سے کچھ ساقط کردے یا اُسکو مہلت دیدے بشرطیکہ جو قرضہ واجب ہے وہ وصی کے عقد سے واجب نہوا ہو اور اگر وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک کچھ ساقط کرنا و مہلت دینا و بری کردینا سب جائز ہے لیکن وصی ضامن ہوگا اور اگر وصی نے کسی قرضدار میت کے ساتھ قرضہ سے صلح کرلی پس اگر میت کے گواہ اس قرضہ کے ہوں یا قرضدار مقر ہو یا قاضی کو اسکا حال معلوم ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اور اگر حق کے گواہ وغیرہ نہوں تو صلح وصی جائز ہے اگر میت پر قرضہ سے صلح کی یا یتیم پر قرضہ سے صلح کی پس اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ ہوں یا قاضی نے اُسکے حق کی ڈگری کردی ہو تو وصی کی صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ نہوں اور نہ قاضی نے اُس کے نام ڈگری کی ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ یہ اُسکے مال کا تلف کرنا ہے اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ سلطان ظالم یا زبردست نے مال یتیم میں طمع کی اور وصی کو پکڑکر دھمکایا تاکہ یتیم کا کچھ مال لیوے تو شیخ نصیر رہ نے فرمایا کہ وصی کو نہ دینا چاہیے اور اگر وصی دیدیگا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ اگر وصی کو اپنے جان پر قتل کا یا کسی عضو کے تلف کرنیکا خوف ہو یا تمام مال یتیم کے چھین لینے کا خوف ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسے اپنی ذات پر قید کیے جانے یا بیڑیاں ڈالی جانیکا خوف ہو یا یہ جانے کہ ظالم مذکور وصی کا کچھ مال سے لیگا اور اُسکے پاس اسقدر رہجائیگا جو اُسکو کافی ہے تو اُسکو یہ گنجایش نہوگی

کہ مال یتیم دیدے اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور یہ حکم اسصورت مین ہو کہ وصی خود اُس کو مال دیوے اور اگر سلطان یا حاکم زبردست نے خود اپنے ہاتھ سے مال لے لیا تو وصی ضامن نہوگا یہ فتوے اُسی قول پر ہے جسکو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہی ایک وصی مال یتیم لیکر ایک ظالم کی طرف گذرا اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر اسکو کچھ ندونگا تو سب مال میرے ہاتھ سے چھین لیگا اس لئے اسنے مال یتیم مین سے کچھ مال دیا تو بعض نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہوگی اسیطرح اگر مضارب مال مضاربت لیکر گذرا تو بھی یہی حکم ہی اور شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہین ہی بلکہ یہ محمد بن سلمہ کا قول بطریق استحسان ہی اور فقیہ ابو اللیث سے منقول ہو کہ امام ابو یوسفؒ وصی لوگون کیواسطے مصانعت کو اموال یتیمان مین جائز رکھتے تھے پس جو محمد بن سلمہ نے اختیار کیا ہو وہ موافق قول امام ابو یوسفؒ کے ہی اور اسی پر فتوی دیا جائیگا ایک وصی نے قاضی کی کچہری مین مال یتیم خرچ کیا اور بطریق اجرت دیا تو ضامن نہوگا اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بقدر اجر المثل اور غبن یسیر کے ضامن نہوگا اور جو بطور رشوت کے دیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور مشائخ نے فرمایا ہو کہ اپنے اوپر سے یا اپنے مال سے ظلم دفع کرنے کے واسطے مال دینا اس دینے والے کے حق مین رشوت نہین ہی اور اپنا حق جو دوسرے پر آتا ہے اُسکے برآمد کرانے کے واسطے مال دینا رشوت ہی۔ ایک شخص مر گیا اور اپنی جورو کو وصی مقرر کیا اور نابالغ وارث چھوڑے پھر سلطان اُسکے دار مین آنے لگا پس عورت مذکورہ سے کہا گیا کہ اگر تو اسکو کچھ تواضع نہ کریگی تو دار و عقار سب چھین لیگا پس عورت مذکورہ نے عقار مین سے کچھ اُسکو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی مصانعت جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور مسائل میراث فتاوی نسفی مین ہو کہ اگر وصی سے دار یتیم کی جبایت طلب کی گئی اور حالت یہ ہو کہ اگر انکار کیا جاوے تو مؤنت زیادہ ہوئی جاتی ہی پس وصی نے ترکہ مین سے اُسکے دار کی جبایت ادا کی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مثل مصانعہ کے قرار دیا جائیگا اور فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اور دو دختر و عصبہ چھوڑا پس سلطان نے ترکہ طلب کیا اور وصی نے ترکہ مین سے کچھ درم دیکر اُسکو ٹالا کہ سلطان نے تعرض ترک کیا پس جو کچھ وصی نے دیا ہی وہ مخصوص حصہ عصبہ مین سے ہوگا یا تمام مال مین سے ہوگا فرمایا کہ اگر وصی کو بدون اس فعل کے حفاظت ترکہ کی قدرت نہو تو تمام ترکہ مین سے محسوب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ وصی نے مال یتیم مین سے اُسکی تعلیم قرآن شریف و ادب مین خرچ کیا پس اگر طفل اِس لائق ہو تو جائز ہی اور وصی کو ثواب ملیگا اور اگر طفل اُسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وصی کو ضرور ہو کہ اسقدر تعلیم قرآن مین تکلیف اُٹھاوے جس سے نماز صحیح ہوجاتی ہی۔ اور وصی کو چاہیے کہ یتیم کو وسعت کے ساتھ نفقہ دے اُسمین نہ اسراف ہو اور نہ تنگی ہو اور یہ امر بلحاظ قلت و کثرت مال طفل کے متفاوت ہوگا اور نیز بنظر اختلاف حال تفاوت ہوگا پس اُسکے مال وحال پر لحاظ کرکے اُسکے لائق اُسپر خرچ کرے ایک وصی کار یتیم کے واسطے سفر کو جاتا ہی اور مال یتیم سے سواری کرایہ لیتا ہی اور اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اُسمین سے بقدر ضروری صرف کرنے کا استحساناً اُسکو اختیار ہی اور شیخ نصیر سے روایت ہو کہ وصی کو اختیار ہی کہ مال یتیم مین سے کھاوے اور اُسکی سواری پر سوار ہو بشرطیکہ اُسکے کام کے واسطے جاوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ وصی محتاج ہو اور بعض نے فرمایا کہ وصی کو اُسکے مال سے کھانا اور اُسکی

۱؎ مصانعت رشوت دینا مدارا کرنا سختی نہ ۱۲ ؎ جس کو ہندی میں پرجوٹ وغیرہ بولتے ہیں ۱۲ ؎ مشقت ذریہ باربرداری وغیرہ ۱۲ ؎ یعنی اُسکی صلاحیت رکھتا ہو ۱۲

سواری پر سوار ہونا نہیں جائز ہے اور یہ قیاس ہے اور استحساناً اسکو بقدر معروف کھاوے اگر محتاج ہو جسقدر اس سکے مال میں سعی و کوشش کرتا ہے ایک وصی نے مال میت میں سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی پس اگر میت کا کوئی وارث صغیر و کبیر نہو تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ فرمایا کہ اگر وصی نے مال یتیم لیکر اپنے واسطے خرچ کیا پھر جسقدر لیا ہے اسکے مثل رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا الا اس صورت میں کہ یتیم بالغ ہو جاوے اور وصی اسکو دیدے یا یتیم کے واسطے کوئی چیز خرید کر گواہوں سے کہے کہ یتیم کا مجھپر اسقدر آتا ہے اور میں اسکے واسطے یہ چیز خریدتا ہوں پس ثمن سے قصاص ہو جائیگا اور وصی بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اسکا ثمن مسکینوں کو صدقہ دیدیا جاوے پس وصی نے غلام کو فروخت کر کے اسکا ثمن وصول کیا اور ثمن اسکے پاس تلف ہوگیا پھر مشتری کے پاس وہ غلام استحقاق[۱۵] میں لے لیا گیا تو وصی اس ثمن کا مشتری کیواسطے ضامن ہوگا پھر وصی تمام ترکہ میت سے مال تاوان واپس لیگا اسی طرح یہ مسئلہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اگر ترکہ سب تلف ہو گیا ہو تو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے نہ وارثوں سے اور نہ مساکین سے جبکہ مساکین کو صدقہ دیدیا ہو۔ اور اگر وصی نے ترکہ تقسیم کیا پھر وارثوں میں سے کسی صغیر کے حصہ میں غلام آیا اور اسکو وصی نے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا پھر غلام مذکور مشتری سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی مال صغیر سے واپس لیگا اسواسطے کہ وصی نے اسی کے لیے فروخت کیا تھا اور صغیر بحساب اسقدر حصہ کے دوسرے وارثوں سے واپس لیگا اسواسطے کہ تقسیم باطل ہوگئی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسکے پاس اقوام متفرقہ کی ودیعتیں تھیں اور اسنے اموال اتنے کہ چھوڑے اور اسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اسکے تمام مال کو محیط ہے پھر وصی نے میت کے گھر سے ودیعتوں کو لیکر قبضہ کیا کہ صاحبان ودائع کو دیدے یا مال میت پر قبضہ کیا تاکہ اس سے میت کا قرضہ ادا کرے پس مقبوضہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو اور وصی نے اسکے گھر سے اسکا مال لیکر قبضہ کیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا تو بھی اسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وصی نے ایسے شخص کو جسکے پاس میت کی ودیعت ہے حکم کیا کہ مال ودیعت ہبہ کر دے یا صدقہ کر دے یا قرضہ دیدے پس اگر مستودع نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکو حکم دیا کہ فلاں کو دیدے اسنے دیدیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اسکو حکم دیا کہ فلاں کو مضاربت پر دیدے یا خود مضاربت پر اس مال سے تجارت کرے تو اسپر ضمان نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر وصی نے وارثان نابالغ کو ترکہ میں سے نفقہ دیا یہانتک کہ تمام ترکہ خرچ ہو گیا اسمیں سے کچھ باقی نرہا پھر ایک نے اگر گواہوں سے میت پر اپنا قرضہ ثابت کیا اور قاضی نے اسکے نام ڈگری کر دی پس آیا قرضخواہ مذکور کو وصی سے ضمان لینے کا اختیار ہے تو اسکا ذکر کتاب میں نہیں ہے اور چاہیے کہ جواب میں تفصیل ہو یعنے اگر وصی نے وارثان مذکور کو بحکم قاضی نفقہ دیا ہے تو اسپر ضمان نہیں ہو سکتی ہے اور اگر بے حکم قاضی نفقہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر میت پر کوئی قرضہ بقضاء قاضی ثابت ہوا اور وصی نے اسکو ادا کر دیا پھر اسکے بعد میت پر دوسرا قرضہ لاحق ہوا بایں طور کہ اسنے اپنی زندگی میں کنواں کھودا تھا پھر اب اسمیں کوئی جانور گرا جسکا تاوان ذمہ میت بطور قرضہ ہو گیا یا زندگی میں اسنے کوئی اسباب فروخت کر کے اسکا ثمن لیا تھا

[۱۵] یعنی کسی دوسرے نے اسپر اپنے استحقاق کا ثبوت دیکر اسکو لے لیا [illegible]

پھر بعد وفات کے مشتری نے اُسمین عیب پاکر وصی کو واپس دیا اور اُسکا ثمن ترکہ میت پر قرضہ ہوا پس آیا وصی دوسرے
قرضخواہ کے واسطے کچھ ضامن ہوگا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے اول کو جو کچھ دیا ہے بحکم قاضی دیا ہوگا یا بغیر حکم قاضی
پس اگر بحکم قاضی دیا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور نہ قاضی پر ضمان ہوگی لیکن دوسرا اسقدر پہلے کا دامنگیر ہوکر اسکے مقبوضہ مین
سے حصہ رسد لے لے اگر مال مقبوضہ اُسکے پاس قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو بقدر اُسکے حصہ کے ضامن ہوگا اور وصی
دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے دوسرے کا کسی قدر حق بدون اُسکی اجازت کے اول کو
دیدیا ہے بدینوجہ کہ وہ اس دینے مین قاضی کے حکم سے مجبور تھا اور اگر وصی نے بغیر حکم قاضی کے اول کو دیا ہو تو دوسرے
کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے بقدر اپنے حصہ کے تاوان لے یا قابض کے مقبوضہ مین سے یا غیر مقبوضہ سے بطریق تاوان
لے پھر اگر وصی کے زعم مین یہ بات ہو کہ دوسرا اپنے دعوی مین جھوٹا ہے اور گواہ جھوٹے ہین تو درصورتیکہ وصی سے
اُسنے ضمان لی تو وصی مال تاوان کو اول سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر وصی کے زعم مین ہو کہ دوسرے کا دعوے سچا
ہے تو واپس لیگا یہ سب اُسوقت ہے کہ قرضخواہ نے گواہی قاضی کے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کیا ہو اور اگر میت نے وصی کے
سامنے اقرار کیا ہو کہ زید کا مجھپر اسقدر قرضہ ہے یا وصی کے پیش نظر قرضہ ثابت ہوا ہو مثلاً وصی نے دیکھا ہو کہ میت نے اپنی زندگی
مین کسی کا مال تلف کردیا یا اُسکے پاس سے لے لیا ہے پس آیا وصی اُسکو ادا کرسکتا ہے درحالیکہ وارث لوگ منکر ہین تو کتاب
مین اسکی کوئی روایت نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ادا کرسکتا ہے اور بعض نے کہا کہ چاہیے کہ
اُسکو ادا کرنے کا اختیار نہووے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس مال ودیعت رکھا اور کہا کہ اگر مین مرجاؤن
تو میرے بیٹے کو دیدینا حالانکہ میت کا اسکے سوائے دوسرا وارث بھی ہے تو بقدر حصہ وارث دیگر کے ضامن ہوگا اور وہ شخص
اتنی بات سے وصی نہین ہوسکتا ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میرے بعد فلان شخص کو جو وارث نہین ہے دیدینا تو اُسکو دینے سے ضامن
ہوگا ایک مریض کے پاس اہل قرابت جمع ہوے کہ اُسکے مال سے کھاتے پیتے تھے تو شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باجازت
مریض کھاتے ہین تو جو نہین سے وارث ہے وہ ضامن ہوگا اور جو وارث نہین ہے اُسکی خوراک مریض کی تہائی سے محسوب
ہوگی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر مریض کو اپنی تیمارداری مین ان لوگون کی حاجت ہو پس یہ لوگ اُسکے اور اُس کے
عیال کے ساتھ کھایا پیا حالانکہ بدون اسراف کے کھایا تو اُنپر استحساناً ضمان نہوگی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہے پس اُس کے
وصی نے قرضخواہون کیواسطے اُسکے غلامون کو فروخت کیا اور اُنکا ثمن وصی کے پاس تلف ہوگیا یا مشتری کو غلام مذکور دینے
سے پہلے بعض غلام وصی کے پاس مرگئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور پھر وصی قرضخواہون سے واپس لے گا
اور اگر غلام مذکور استحقاق مین لے لیے گئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی اسکو قرضخواہون سے واپس
نہین لے سکتا ہے الا اس صورت مین لے سکتا ہے کہ قرضخواہون کے حکم سے اُسکو فروخت کیا ہو اسی طرح اگر قرضخواہون نے
اُس سے یون کہا ہو کہ فلان میت کا غلام فروخت کرکے ہمارا قرضہ ادا کردے تو وصی اُنسے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر قرضخواہون
نے کہا کہ فلان کا یہ غلام فروخت کردے تو اُنسے ثمن واپس لیگا اسواسطے کہ اُنھون نے اُسکو دھوکا دیا ہے تبیین اگر ثمن نسبت
قرضہ کے زائد ہو تو بقدر قرضہ کے واپس لے سکتا ہے اُس سے زائد نہین لے سکتا ہے اور اگر اُنھون نے کہا کہ یہ غلام فروخت کرکے یہ

فلان کا ہے اور وصی نے کہا کہ مین اُسکو نہین فروخت کرونگا پھر اُسکو فروخت کیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا اور ثمن ضائع ہو گیا تو وصی اُسکو قرضخواہ سے واپس لیگا اور اگر میت پر قرضہ نہو لیکن وصی نے وارثان بالغ کے واسطے غلام فروخت کیا تو وارثان بالغ ان سب صورتون مین بمنزلہ قرضخواہون کے ہین اور اگر وارثان صغیر ہون تو استحساناً اُن سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے رقیق میت کو قرضخواہون کیواسطے فروخت کیا اور ثمن قاضی کے پاس ضائع ہو گیا پھر رقیق مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قرضخواہ سے واپس لیگا نہ قاضی سے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے بعد موت موصی کے کوئی جنایت کی اور وصی نے جنایت سے وقف ہو کر اُسکو آزاد کر دیا تو فدیہ کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا اور اس فدیہ یا قیمت کو وارثون سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر یتیمون کے غلام نے کوئی جنایت کی تو اُنکے وصی کو اختیار ہوگا کہ اُنکے واسطے غلام کا رکھ لینا اختیار کرے اور اُنکے مال سے ارش جنایت ادا کر دے لیکن اگر ارش جنایت و قیمت غلام مین بہت بڑا فرق ہو تو ایسا نہین کر سکتا ہے اور اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ مین نے غلام رکھ لینا اختیار کیا یا اس بات پر گواہ کر لیے تو اُسکو یہ اختیار رہیگا کہ اس سے رجوع کر کے غلام کا دیدینا اختیار کرے پھر اگر یتیمون کا کچھ مال سوائے اس غلام کے نہو تو یہ واجب ہوگا کہ غلام فروخت کر کے اُسکے ثمن سے ارش جنایت ادا کرے اور اگر قبل فروخت کرنیکے غلام مر گیا حالانکہ وہ غلام رکھ لینا اختیار کر چکا ہے تو ارش جنایت بذمہ یتیمان قرضہ لازم ہے یہانتک کہ اُسکو ادا کرین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد نے جامع کبیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم کو غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ مر گیا اور اسپر دوسرے شخص کے ہزار درم بھی قرضہ ہین اور سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر وصی نے غلام مذکور مین کوئی عیب پا کر بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو یہ جائز ہے اور قرضخواہ دوم اُسکو نہین توڑ سکتا ہے پھر وصی مذکور بائع سے نصف ثمن واپس لیکر دوسرے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر بائع پر ثمن ڈوب گیا تو وصی ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ واپسی ہر گاہ حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید شمار کی گئی تو ایسا ہوا کہ گویا وصی نے غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن اسپر ڈوب گیا وصول نہوا اور اسصورت مین ضامن نہین ہوتا ہے پس صورت مذکورہ مین بھی ضامن نہوگا اور اسصورت مین اور صورت ذیل مین فرق ہے کہ جب وصی نے غلام ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر کے ثمن وصول کر کے بائع کو سپرد کیا تو اسصورت مین دوسرے قرضخواہ کیواسطے ضامن ہوگا اور فرق یہ ہے کہ جب وصی نے سوائے بائع کے دوسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو ثمن سے دونون قرضخواہون کا حق متعلق ہوا پس وصی نے جب ایک ہی کو دیدیا تو اُسنے دوسرے کا حق تلف کیا پس ضامن ہوگا اور صورت مذکورہ بالا مین وصی نے کچھ وصول نہین کیا ہے فقط عیب کیوجہ سے واپس کیا ہے اور یہ امر حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید ہے اور وصی کو بیع کا اختیار ہے پس کوئی ایسی بات نہین پائی گئی جو موجب ضمان ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو اور وصی کو ضامن ہونا پڑے تو اُسکے واسطے یہی حیلہ ہے کہ قرضخواہ میت کے ہاتھ اُسکے قرضہ کے عوض میت کی کوئی چیز فروخت کرے پھر اگر میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو گا تو وصی ضامن نہوگا اور اگر ایسا ہوا کہ جب وصی نے بسبب عیب کے بائع کو واپس دینا چاہا تو اُس نے انکار کیا یہانتک کہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کا حال معلوم ہو تو غلام کو بسبب عیب کے واپس نہ کریگا بلکہ فروخت کرے

اسکا ثمن دونوں کو تقسیم کردیگا اور بائع کے ذمہ سے نقصان ساقط ہو جائیگا کہ قاضی کی بیع سے پہلے یا اسکے بعد نقصان عیب کا
ضامن نہوگا اور اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کا حال معلوم نہوا تو بائع کو واپس کردیگا اور بائع کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا
پھر اسکے بعد اگر دوسرے قرضخواہ نے گواہ قائم کیے تو قاضی کو اختیار رہیگا چاہے واپسی کو باقی رکھے اور قرضخواہ دوم کو نصف
ثمن تاوان دلاوے اور چاہے واپسی کو توڑ کر غلام مذکور دونوں کے قرضہ میں فروخت کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک قوم نے میت پر
قرضہ کا دعوی کیا (یعنی بائع سے) اور انکے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن وصی کو انکے قرضہ کا حال معلوم ہے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ وصی مال ترکہ
کو قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرضخواہ ثمن سے منکر ہو جاوے پس بدلا ہو جائیگا اور اگر ترکہ درم و دینار ہوں تو قرضخواہ
کے پاس بقدر قرضہ کے ودیعت رکھے پھر وہ ودیعت سے منکر ہو جاوے پس قصاص ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر
گواہان عادل نے وصی کے سامنے گواہی دی کہ فلاں شخص کا میت پر قرضہ ہے اور قاضی کے سامنے یہ گواہی نہیں دیتے
پس آیا وصی کو درحالیکہ وارث لوگ منکر ہوں ایسا قرضہ ادا کرنے کا اختیار ہے سو اسکی کوئی روایت نہیں ہے اور مشائخ نے اسمیں
بھی اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ادا کر سکتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ادا کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر میت نے وصی کے
سامنے قرضہ کا اقرار کیا اور وصی نے چاہا کہ اسکا قرضہ ادا کرے اور اسپر ضمان لازم نہ آوے تو اسمیں مشائخ کے پانچ اقوال مختلف
ہیں بعض نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جاوے اور اس سے کہے کہ آپ میراث کو وارثوں میں تقسیم کردیں تاکہ اگر بثبوت گواہان
میت پر کوئی قرضہ ظاہر ہو تو قرضخواہ مجھسے خصومت نہ کرسکے اور نہ مجھ سے تاوان لے سکے اور بعض نے فرمایا کہ قرضخواہ مقر لہ کو
بقدر اسکے قرضہ کے خفیہ دیدے تاکہ وارث لوگ واقف نہوں کہ اس سے ضمان لیں اور بعض نے فرمایا کہ ترکہ میں سے بقدر قرضہ کے
ایک تھیلی میں بھر کر رکھے اور قرضخواہ کے پاس ایک آدمی بھیجکر بلاوے پس قرضخواہ آکر خفیہ و ظاہر لے لے اور وصی اس سے
تغافل کر جاوے پس اگر وارثوں کو معلوم ہو جاوے تو وارثوں سے کہے کہ تم لوگ خود خصومت کرو یا بجاے میرے دوسرے
کو خصومت کیواسطے مقرر کرو اور بعض نے فرمایا کہ جنس قرضہ سے بقدر قرضہ کے ترکہ میں سے ایک تھیلی بھر کر قرضخواہ کو
ودیعت دیدے پھر قرضخواہ مذکور ودیعت سے منکر ہو جاوے پس قصاص ہو جائیگا اور وصی ضامن نہوگا کیونکہ اسکو ودیعت
رکھنے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ جس وقت میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا ہے اسوقت وصی کو چاہیے کہ میت سے کہے
کہ دو گواہ بلا کر شاہد کرلے یا میرے سوائے دوسرے ایک آدمی کو بلا کر گواہ کرلے تاکہ اگر پیچھے قرضخواہ آوے تو دونوں
گواہ یا وصی مع ایک گواہ کے گواہی دیویں پس وصی اسکا قرضہ ادا کردیگا اور ضامن نہوگا اور اگر وارثوں نے وصی پر دعوی
کیا کہ تو نے ترکہ میں سے میت کی طرف سے ایسا قرضہ ادا کیا ہے جو اسپر واجب نہ تھا پس تو ضامن ہوا اور وصی نے ضمان
سے انکار کیا اور وارثوں نے اس سے قسم طلب کی تو قاضی وصی سے اسکے حق کی رعایت کرکے یہ قسم نہ لیگا کہ واللہ میں نے
ادا نہیں کیا ہے بلکہ یوں قسم لیگا کہ واللہ ان لوگوں کا جو میری جانب مجھپر ضمان واجب ہونیکا دعوی کرتے ہیں نہیں ہے یہ ذخیرہ
میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسپر علاوہ قرضخواہان کے زید کا بھی قرضہ تھا پس زید نے کہا کہ میں نے اپنے ہزار درم میت سے
اسکی صحت میں وصول کیے ہیں اور قرضخواہان میت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اسکے مرض میں جسمیں وہ مرا ہے وصول کیے ہیں پس ہمکو
تیرے ساتھ تیرے مقبوضہ میں حق شرکت حاصل ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہزار درم مقبوضہ قائم ہوں تو اسمیں شریک ہو جاوینگے

اسواسطے کہ وصول کرنا امر حادث ہے پس اقرب اوقات کی طرف جو حالت مرض ہے راجع کیا جائیگا اور اگر مقبوضہ درہم
تلف ہوگئے ہوں تو قرضخواہان میت کیواسطے زید پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے اقرب اوقات کیطرف راجع کرنا بنوع ظاہر ہوا اور
ظاہر واسطے دفعیہ کے صالح ہے موجب ضمان ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور یہ صورت کہ مقبوضہ قائم ہے زید اپنے واسطے ان سب
کے مسلم ہونیکا دعوی کرتا ہے اور قرضخواہ لوگ اس سے منکر ہیں اور سب متفق ہیں کہ یہ مقبوضہ ملکیت میت تھا پس ظاہر
زید کیواسطے شاہد نہیں ہے اور بعد مقبوضہ تلف ہونے کے قرضخواہوں کو موجب ضمان کی حاجت ہے اور ظاہر انکے واسطے
شاہد نہیں ہے ایک وصی پر میت کا قرضہ ہے اور میت نے چند وصیتیں کی ہیں پس وصی نے چاہا کہ جو کچھ اسکے ذمہ ہے اسکی
ذمہ داری سے خارج ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ میت کی وصیتیں یا قرضے اپنے ذاتی مال سے ادا کردے پس یہ اُس قرضہ کا
جو وصی پر ہے قصاص ہو جائیگا لیکن یہ چاہیے کہ ادا کرنے کے وقت قصاص کی نیت کرے اور کہے کہ مال میت سے ادا کرتا ہوں
تاکہ قصاص ہو جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کا قرضہ وصول کیا پس اگر
یہ قرضہ یتیم کے واسطے موروثی ہو یا وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع نہیں ہوتے ہیں
تو قبضہ نہیں صحیح ہے اور قرضدار بری نہوگا اور اگر وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع
ہوتے ہیں تو اسکا قبضہ صحیح ہے اور قرضدار بری ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک وصی نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا تو مشائخ
نے اختلاف کیا ہے کہ قاضی آیا اسکے قبضہ سے مال نکال لیگا یا نہیں سو بعض نے فرمایا کہ نہیں نکالیگا اور اگر وصی نے کسی مال
عین پر اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا تو قاضی اسکو اسکے قبضہ سے نکال لیگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس کے پاس اسکے
دعوے کے گواہ نہوں تو قاضی اسکو وصایت سے خارج کردیگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ یوں کہے کہ یا تو میت کو
اپنے اس دعوے سے بری کردے یا اپنے دعوی کے گواہ قائم کر تاکہ قرضہ وصول کرلے ورنہ میں نے تجھکو وصایت سے خارج
کردیا پس اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو اسکو وصایت سے خارج کردیگا اور محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ اگر وصی نے میت
پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا اور اسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی اسکو وصایت سے معزول کردیگا اور اگر گواہ ہوں
تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا تاکہ مدعی اسکے مقابلہ میں گواہ قائم کرے پھر اسکے بعد قاضی کو اختیار ہے چاہے
دوسرے کو وصی رکھے پس اول وصایت سے خارج ہوگیا اور چاہے اول کا قرضہ ادا کرنیکے بعد اول کو پھر وصی مقرر کردے
اور خصاف نے ذکر فرمایا کہ قاضی میت کیطرف سے دوسرا وصی اسی قدر کے واسطے مقرر کریگا جسقدر مدعی کا قرضہ ہے اور وصی
مدعی کو پوری وصایت سے خارج نکریگا اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے میت کا ایک شخص پر قرضہ ہے اور
اسکا وصی اور پسر وارث ہے پھر پسر بالغ ہوگیا پھر وصی نے قرضہ میت وصول کیا تو اسکا قبضہ جائز ہے اور اگر پسر نے وقت
بالغ ہونے کے اسکو قبضہ سے منع کردیا ہو تو قبضہ صحیح نہوگا ایک شخص مرگیا اور اسپر زید کے ہزار درہم قرضہ ہیں اور میت کے عمرو پر
ہزار درہم قرضہ ہیں پس عمرو نے میت کا قرضہ اسکے قرضخواہ زید کو ادا کردیا تو اصل میں مذکور ہے کہ اگر عمرو ادا کردے تو میت
قرضہ سے بری ہو جائیگا اگرچہ بغیر حکم وصی و وارث کے ادا کیا ہو اور ادا کرنے کی کیفیت امام محمد رح نے یوں بیان فرمائی ہے کہ قاضی

ف۱ یعنی مدعی ہے کہ یہ مقبوضہ ہزار درہم سب مجھے مسلم اور میرے ہی واسطے ہیں ۱۲ منہ

کے سامنے عمرو میت کے قرضخواہ زید سے یون کہے کہ یہ ہزار درم جو مجھپر میت فلان کے تھے تجھکو اُن ہزار درم کے عوض
دیتا ہون جو تیرے میت مذکور پر قرضہ تھے پس یہ جائز ہوگا۔ اور اگر اُسنے یون نہ کہا بلکہ میت کیطرف سے زید کو ہزار درم
ادا کر دیئے تو متبرع ہوگا اور اُسپر میت کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر مستودع نے مال ودیعت مین سے مودع کا قرضہ ادا کر دیا تو مودع
کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ادا کرنے کی اجازت دیدے اور چاہے مستودع سے تاوان لے پھر قابض نے جو کچھ وصول
کیا ہے وہ اُسکو مسلم دیا جائیگا میت نے اپنی جورو کو وصی کیا اور مال چھوڑا اور جورو کا اُسپر مہر باقی ہے پس اگر میت نے درم
یا دینار چھوڑے ہون تو چونکہ عورت مذکورہ نے اپنی جنس حق پر قابو پایا ہے اسمین سے بقدر دین مہر کے لے لے اور اگر
درم و دینار نہ چھوڑے ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مال فروخت کرنے کے لائق ہے اُسکو فروخت کر کے ثمن سے اپنا
قرضہ مہر وصول کر لے۔ ایک قرضدار مر گیا اور قرضخواہ اُسکا وارث یا وصی ہے تو اُسکو اختیار نہوگا کہ بدون علم وارثون
کے بقدر اپنے حق کے لے لے۔ ایک شخص نابالغ اولاد چھوڑ کر مر گیا اور کسی کو وصی نہین کیا پھر قاضی نے اُسکا وصی
مقرر کیا کہ ترکہ کی حفاظت کرے پھر کسی مدعی نے میت پر قرضہ یا ودیعت کا دعوی کیا اور اُسکی جورو نے مہر کا
دعوی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قرضہ و ودیعت جبتک گواہون سے ثابت نہ کیے جاوین ادا نہ کیے جاوینگے
اور مہر اگر نکاح معروف ہے یعنی لوگون مین اس عورت سے نکاح معروف ہو تو مہر مثل تک عورت کا قول قبول
ہوگا کہ بقدر مہر مثل کے اُسکو دیدیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر یہ امر قبل اُسکے ہو کہ عورت نے اپنے
آپ کو مرد مذکور کے قابو مین دیا ہے تو یہی حکم ہے اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے قابو مین دے چکی ہو تو جسقدر مہر معجل
قبل قابو دینے کے ادا کرنے کی عادت جاری ہے وہ بھی عورت کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ظاہر یہی ہے کہ اُسنے بدون
وصول قدر معجل کے اپنے آپ کو مرد کے قابو مین نہ دیا ہوگا مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین ایک گونہ نظر ہے[ف۱] اسواسطے (یعنی امام قاضی خان رحمہ اللہ ۱۲)
کہ کل مہر نکاح واجب ہوا ہے پس بحکم ظاہر اسمین سے کسی مقدار کے ساقط ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ
ظاہر ایسی چیز کے باطل کرنے کے واسطے جو ثابت ہے حجت صالحہ نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور ایک وارث و مال چھوڑا پھر ایک شخص
نے گواہ قائم کیے کہ میت پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور قاضی نے اُسکے نام حکم دیا اور وارث
نے ہزار درم ادا کر دیے پھر غائب ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور اسنے گواہ قرضہ قائم کرنے چاہے تو قرضخواہ اول
اُسکا خصم ہوگا اور اگر قرضخواہ اول غائب ہو گیا ہو تو وارث اُسکا خصم ہوگا پس اگر دوسرے کیواسطے بھی وارث پر قاضی

ف۱ مترجم کہتا ہے کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فقیہ ابو اللیث [illegible] کل مہر نہین [illegible] اور قدر معجل کی علامت کے بھی قائل ہین پس یہ
اعتراض ہرگز نہین وارد ہوگا اور [illegible] یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا [illegible] اور ظاہر حال اُسکے واسطے اُس مہر سے
قدر معجل کا شاہد نہین ہے بلکہ اُسنے اپنے نفس کو سپرد کر دیا تھا پھر یہ واقعہ پیش آیا اور [illegible] یہ فصل نہین ہے [illegible] مہر مثل سے زیادتی کیصورت
مین ہے کیونکہ [illegible] اسکے واسطے ایسا مہر [illegible] مہر مثل [illegible] اُسکو اُسکے قول پر
سوائے مہر مثل کے دیا گیا [illegible] بقدر معجل بھی نہ دیا جائیگا [illegible] ظاہر حال شاہد نہین ہے جیسا کہ مذکور ہوا ۱۲ اسواسطے یہ اعتراض [illegible]

نے حکم دیدیا حالانکہ جو کچھ وارث نے وصول کیا ہے وہ سب تلف ہو گیا ہے تو دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ کا دامنگیر ہو کر جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے اسمیں سے حصہ رسدے لیگا پھر دونوں اپنے باقی حق کیواسطے وارث کے دامنگیر ہونگے اور اگر اول قرضخواہ نہو بلکہ تہائی کا موصی لہ ہو پس اُس نے مال وصیت وصول کر لیا پھر وارث غائب ہو گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کرنے چاہے کہ میت پر میرا اسقدر قرضہ ہے تو موصی لہ اسکا خصم نہوگا اسی طرح اگر اول قرضخواہ ہو اور دوسرا موصی لہ مدعی ہو تو قرضخواہ اسکا خصم نہوگا اور نوازل میں مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ تمام ترکہ کو محیط ہے پس قرضخواہ اپنے ساتھ وارث میت کو لایا تو بعض نے فرمایا کہ وارث اُسکا خصم نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خصم ہوگا اور حق خصومت میں میت کا قائم مقام ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے۔ اگر ترکہ تمام قرضخواہوں کے قرضہ میں مستغرق ہو پھر ایک شخص نے آکر میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوے کیا اور گواہ قائم کرنے سے عاجز ہو کر وارثوں و قرضخواہوں سے قسم طلب کی تو قرضخواہوں پر بالکل قسم عائد نہوگی اسی طرح جب کہ پورا ترکہ قرضہ میں مستغرق[1] ہے تو وارثوں پر قسم عائد نہوگی اور اگر اُسکے پاس گواہ ہوں تو وصی فقط اُسکا خصم ہوگا اور اگر میت کا کوئی وصی یا وارث نہو تو قاضی اُسکا وصی مقرر کریگا اور اگر قرضہ کی بہ نسبت ترکہ زائد ہو تو وارث سے قسم لیجائیگی اور ہشنے کتاب ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ جب وارث کو ترکہ کچھ نہ ملا تو موافق اختیار فقیہ ابو اللیث و فقیہ ابو جعفر کے مدعی کے گواہوں کی سماعت کرنے کے واسطے وارث خصم قرار دیا جائیگا لیکن قبل اسکے کہ میت کا کچھ مال ظاہر ہو وارث سے قسم نہیں لیجائیگی ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور اُسکا وصی بغیبت[2] منقطعہ غائب ہو گیا ہے تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی کھڑا کریگا تاکہ مدعی کی جوابدہی کرے اسی طرح اگر وصی حاضر ہوا اور اُس نے مدعی کے قرضہ کا اقرار کیا تو قاضی میت کی طرف سے خصم مقرر کریگا ایسا ہی امام فضلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے اور اقرار واقعات میں لکھا ہے کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا ہر قرضہ جو لوگوں پر تھا وصول کیا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ میں نے تجھکو اسقدر دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ وصول نہیں کیا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ میت کا تجھپر کچھ قرضہ ہے تو قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل قرضہ پر گواہ قائم ہوئے تو اس سے وصی پر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ میں نے میت کا کوفہ کا قرضہ وصول کر لیا یا کسی دوسرے شہر یا سواد کی طرف نسبت کی تو بھی یہی حکم ہے اور جو شخص قرضہ و ودیعت و مضاربت وصول کرنے کا وکیل ہو اُسکا بھی ان سب صورتوں میں یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے ایک وصی نے وصیت میت[3] اپنے مال سے نافذ کر دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وصی وارث ہو تو ترکہ میں سے واپس لیگا ورنہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر وصیت بندوں کے واسطے ہو تو واپس لے گا اسواسطے کہ

---

[1] یعنے سارا مال متروکہ قرضہ میں ڈوبا ہوا ہے اور اُس سے کچھ فاضل نہیں ہے ۱۲ [2] یعنے اسطور پر غائب ہو گیا کہ اُس کے مرنے جینے کا حال معلوم کرنے کے ذرائع منقطع ہو گئے ۱۲

[3] یعنے ادائے قرضہ وغیرہ ۱۲

اُسکا مطالبہ از جانب بندہ ہو اور اگر وصیت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہو اور بعض نے فرمایا
کہ ہر حال میں واپس لے سکتا ہو اور اسی پر فتویٰ ہو۔ اسی طرح اگر وصی نے صغیر کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے
خریدا تو بھی واپس لے سکتا ہو اسی طرح اگر بغیر اجازت وارث کے قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا اور گواہ کر لیے تو بھی
واپس لے سکتا ہو اسی طرح اگر وارث بالغ نے وارثان نابالغ کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو مال میت
و ترکہ سے واپس لے گا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا خراج وارثش اپنے مال سے ادا کیا تو واپس لے گا یہ فتاوی
قاضی خان میں ہو۔ کسی وارث نے اگر قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا حتیٰ کہ اسکو واپس لینے کا اختیار حاصل ہو پھر قبل
واپس لینے کے جو قرضہ ادا کیا ہو وہ مال دوسری میت سے سبھوں نے میراث پایا تو ادا کرنے والے کو یہ اختیار نہو گا کہ دوسری میت
کے ترکہ سے وہ مال جو اُس نے قرضہ میں دیا تھا واپس لے لیوے یہ ذخیرہ میں ہو۔ وارث کو اختیار ہو کہ بدون حکم وارثان
میت کے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسکو کفن دے اور اُسکو اختیار ہو گا کہ مال میت سے اُسکو واپس لے اور اگر وارث یا وصی
نے میت کے واسطے کفن خریدا پھر بعد دفن میت کے کفن کے عیب پر واقف ہوا تو وارث یا وصی کو نقصان عیب
واپس لینے کا اختیار ہو گا اور اگر اجنبی نے میت کے لیے کفن خریدا اور بعد دفن کے عیب کفن پر واقف ہوا تو ناطفی
نے ذکر کیا کہ اجنبی نقصان عیب واپس نہیں لے سکتا ہو اور بعض روایات میں ہو کہ واپس لے سکتا ہو اور صحیح یہ ہو
کہ اجنبی واپس نہیں لے سکتا ہو۔ ایک مسافر ایک شخص کے مکان میں اُترا پھر مر گیا اور کوئی وصی مقرر نہیں کیا
اور دراہم چھوڑے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے پس حاکم کے حکم سے اُس کو
اوسط درجہ کا کفن دے اور اگر اُس نے کسی حاکم کو نہ پایا تو اوسط درجہ کا کفن دیدے اور اگر میت مذکور پر قرضہ ہو تو اسکو
یہ اختیار نہیں ہو کہ قرضہ ادا کرنے کے واسطے اُسکا مال فروخت کرے اسی طرح اگر کوئی باندی چھوڑی ہو تو اُسکو فروخت نہیں
کر سکتا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اگر اہل کوچہ میں سے کسی نے مال یتیم میں خرید فروخت کا تصرف کیا اور میت کا کوئی
وصی نہیں ہو اور وہ شخص جانتا ہو کہ اگر حاکم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا جاوے تاکہ وہ وصی مقرر کر دے تب تک یہ مال بیکار
برباد کر دیگا تو قاضی ولوالجی نے فتویٰ دیا کہ بضرورت اُسکا تصرف جائز ہو۔ اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ یہ استحسان ہو اور
اسی پر فتویٰ دیا جاوے یہ فتاوی کبریٰ میں ہو۔ بشر بن الولید سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی گانون میں مر گیا
اُسکا وارث آیا اور کہا کہ میرا باپ مر گیا اور اُسنے کئی قسم کا مال چھوڑا ہو اور کسی کو وصی نہیں کیا اور اُسپر قرضہ ہو اور وارث مذکور
اسوجہ سے گواہ قائم نکر سکا کہ گواہ گانون کے لوگ تھے اور قاضی کو اُنکی عدالت کا حال معلوم نہ تھا پس آیا قاضی کو اختیار ہو کہ
اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہو تو مال فروخت کر یہانتک کہ قرضہ ادا کر دے تو فرمایا کہ اگر قاضی نے ایسا کیا تو اچھا ہو اور شیخ ابو نصر سے
مروی ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اُسکے وارثون و قرضخواہون نے کہا کہ فلان مر گیا اور کسی کو وصی نہیں کیا اور
حاکم کو اُنمین سے کچھ معلوم نہیں ہو پس آیا حاکم اُنسے کہہ سکتا ہو کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو مین نے اسکو وصی کیا تو فرمایا
کہ اگر حاکم نے ایسا کیا تو مجھے امید ہو کہ وہ ایسا کر سکتا ہو اور وہ شخص وصی ہو جاویگا بشرطیکہ یہ لوگ سچے ہون ایک

سلہ بیچنے کا زخیرہ مثل حج وغیرہ ۱۲ سلہ مثلاً گانون نبینا ہو ۱۲

عورت نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک مرد کو وصی مقرر کیا پس وصی نے اُسکی مقدار وصیت میں سے بعض وصیتیں نافذ کین اور کچھ مال وارثون کے پاس باقی رہ گیا پس آیا وصی اُس باقی کو وارثون کے پاس چھوڑ سکتا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وصی کو وارثون کی دیانت سے معلوم ہو کہ باقی بھی وصیت مین دیدینگے تو چھوڑ سکتا ہی اور اگر اسکے برخلاف جانتا ہو پس اگر اُسکو یہ قدرت ہو کہ وارثون کے قبضہ سے باقی تہائی نکالے تو نہین چھوڑ سکتا ہی ایک شخص نے اپنے ولد صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اپنے مال سے ثمن ادا کیا بدین نیت کہ صغیر کے مال سے واپس لیگا تو نوادر مین مذکور ہی اگر ادائے ثمن کے وقت اُسنے اس بات کے گواہ نہ کیے ہون کہ مین لینے مال سے اس طور سے ادا کرتا ہون کہ صغیر کے مال سے واپس لون گا تو واپس نہین لے سکتا ہی بخلاف وصی کے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے ادا کیا تو اُسکو گواہ کر لینے کی ضرورت نہین ہی اور فرق یہ ہی کہ والدین کی اکثر عادت یہ ہوتی ہی کہ اپنی اولاد کیساتھ صلہ و نکوئی کا قصد رکھتے ہین پس اُسکے حق مین گواہ کر لینے کی ضرورت ہی اسی طرح اگر باپ نے اپنے پسر کی جورو کا مہر اپنے پاس سے ادا کیا تو گواہ کرے ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اسی طرح اگر ماں وصیہ ہو تو وہ بھی بمنزلہ باپ کے ہی کہ اگر اُس نے ادائے ثمن کے وقت گواہ نہ کر لیے ہون تو واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے اتنے برس تجھپر تیرے مال سے تیرے نفقہ مین خرچ کیا ہی تو اتنی مدت مین یتیم مذکور کے نفقہ مثل مین وصی کے قول کی تصدیق کیجائیگی اور نفقہ مثل سے زائد کے حق مین تصدیق نہ کیجائیگی پھر نفقہ مثل وہ نفقہ ہی جسمین اسراف نہو و تنگی نہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ دس برس ہوے کہ مرا ہی اور یتیم نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوے فقط پانچ برس ہوے ہین تو کتاب مین مذکور ہی کہ یتیم کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے اسمین خلاف کیا ہی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کتاب مین امام محمد رح کا قول مذکور ہی اور بقول امام ابو یوسف رح کے وصی کا قول قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے غلام چھوڑے تھے مین نے انکو تیرے مال سے اس قدر درم نفقہ دیے پھر وہ سب مر گئے یا بھاگ گئے اور یہ نفقہ جو دیا ہی نفقہ مثل ہی اور یتیم اُسکے قول کی تکذیب کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا تو وصی کا قول قبول ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر غلامان مذکور زندہ موجود ہون تو بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر وصی نے دعوی کیا کہ یتیم کا غلام بھاگ گیا تھا اُسکو ایک شخص پکڑ لایا پس مین نے اُسکو چالیس درم جعل[1] دیے ہین اور یتیم اُسکے بھاگنے سے انکار کرتا ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وصی اپنے گواہ لاوے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے کذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا مگر مین نے تیرے واسطے تیرے مال سے غلام خریدے اور تیرے مال سے انکا ثمن ادا کیا اور تیرے مال سے اُن کا نفقہ دیا تو ان سب باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور جب قول اُسی کا قرار دیا جائیگا تو اس سے قسم لیجائیگی یہ کتاب مین

[1] وہ مزدوری جو غلام مفرور کے تلاش کرنیوالے کو دیجاتی ہے ۱۲

مذکور ہے لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی کی کوئی خیانت ظاہر نہیں ہوئی تو ہمارے نزدیک اُس سے قسم لینا مستحسن نہیں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر وصی نے دعوے کیا کہ والد صغیر نے اسقدر غلام چھوڑے تھے اور میں نے انکو اسقدر نفقہ دیا ہے پھر وہ سب مر گئے پس اگر ایسے میت کے اسقدر غلام ہوتے ہوں تو وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر یہ بات فقط وصی کے قول سے ثابت ہوتی ہو اور ایسے شخص کے اسقدر غلام نہوے ہوں تو میں اُسکے قول کی تصدیق نہ کروں گا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ میں نے یتیم کو مہینے میں سو درم دیے اُسنے ضائع کر دیے حالانکہ وہ فریضہ زکوٰۃ تھے پھر میں نے اُسکو سو درم اسی مہینہ میں دوبارہ دیے تو میں اُسکے قول کی تصدیق کرونگا تاوقتیکہ ایسی بات بیان نکرے جو کھلی مستبعد ہو مثلاً بیان کرے کہ میں نے اُسکو اسی مہینہ میں بہت مرتبہ دیے اور اُسنے ضائع کر دیے۔ ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے وہ دعوے کرتا ہے کہ یہ میرا ہے اور وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے یہ غلام اُسکے تیرے مال سے ہزار درم کو تیرے لیے خریدا تھا اور قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا تھا اور اسکو اتنے عرصہ تک اسقدر نفقہ دیا پھر یہ قابض مجھپر غالب آیا اور مجھسے یہ غلام لے لیا اور یتیم و قابض دونوں اُسکی تکذیب کرتے ہیں تو وصی مذکور کی اُسکے حق میں ضمان سے بری ہونیکے واسطے تصدیق کیجائیگی مگر قابض کے حق میں غلام اُسکے قبضہ سے نکال لیے جانے کیواسطے تصدیق نہوگی اسوجہ سے کہ قابض کے حق میں وہ مدعی ہے یا گواہ ہے پس مدعی کے دعوی پر یا ایک گواہ پر حکم نہیں دیا جاتا ہے اور اپنے حق میں وہ منکر ضمان ہے پس قسم سے اسکا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے کہا کہ قاضی نے تیرے اس بھائی کیواسطے تیرے مال سے اسقدر ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تھا پس میں دس برس سے اسکو اسقدر ماہواری تیرے مال سے دیتا ہوں اور یتیم نے اُسکی تکذیب کی تو بالاجماع وصی کا قول قبول نہوگا اور وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ مر گیا اور یہ زمین تیرے واسطے میراث چھوڑی اور یہ زمین خراجی ہے پس میں نے دس برس سے اسقدر سالانہ اسکا خراج سلطان کو ادا کیا ہے اور وارث نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوئے فقط دو برس ہوئے ہیں تو یہ بھی ویسا ہی اختلاف ہے جو نفقہ میں مذکور ہوا ہے اسیطرح اگر باپ کے مرنے کی مدت دس برس ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا لیکن زمین مذکور ایسی زمین ہے جسمیں پانی بھرا ہوا ہے جسکی وجہ سے زراعت ممکن نہیں ہے خلاف کیا پس وارث نے کہا کہ یہ زمین برابر اسوقت سے ایسی ہی ہے اسکا خراج واجب نہیں ہوا ہے اور وصی نے کہا کہ اسمیں فی الحال پانی آگیا ہے اور میں نے دس برس تک اسکا خراج ادا کیا ہے تو اسمیں بھی وہی اختلاف ہے جو نفقہ میں مذکور ہے۔ اور اگر وقت خصومت کے زمین مذکور قابل زراعت ہے اس میں پانی نہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بالاجماع قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا۔ نوازل میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے صغرسنی میں اس شخص کا اسقدر مال تلف کر دیا تھا پس میں نے تیری طرف سے اُسکو ادا کر دیا اور یتیم نے اس سب سے انکار کیا تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور بالاجماع وصی ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تیرا یہ غلام شام کی طرف بھاگا تھا پس میں نے ایک شخص کو اجرت

ف۴ یعنی سلوک ونفع رسانی بوجہ قرابت ورشتہ داری ۱۲ منہ ف۵ قال المترجم یعنے امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اصح قول ابی یوسفؒ ہے کیونکہ وصی امین مقرر کیا گیا ہے لیکن ظاہر حال اگرچہ اسکے واسطے شاہد نہیں لیکن وہ وارث کے حق میں دافع نہیں بلکہ ضمان کا موجب ہے اور وہ پایا نہ گیا پس قول وصی کا اپنے حال پر باقی رہا مگر آنکہ وارث گواہ پیش کرے پس اسوقت ہمارے جانب یہی مستحسن ہے کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قبول ہوں ۱۲ ف۶ غلام واپس لانے کی مزدوری دینے میں ۱۲ منہ

پر مقرر کیا جو اُسکو شام سے پکڑ لایا اور سو درم اُجرت پر مقرر کیا تھا پس ہیں نے اُسکو سو درم دیدیے اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر وصی نے اس سب ہیں یہ کہا کہ ہیں نے اپنے مال سے ادا کیا تاکہ تجھ سے واپس لوں اور یتیم نے انکار کیا تو بالاجماع بدون گواہوں کے وصی کے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط ہیں ہے۔ اور اگر وصی ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ یہ شخص صغیر کے غلام کو جو بھاگ گیا تھا واپس لایا ہے پس اسکے واسطے مال واجب ہوا پس ہیں نے اسکو مال صغیر سے جو میرے پاس ہے اسکا حق دیدیا پس آیا قاضی اُسکے قول کی تصدیق کریگا سو بعض نے فرمایا کہ اسمیں بھی خلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق تصدیق نہ کریگا یہ محیط سرخسی ہیں ہے۔ منتقی ہیں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر میت کا زید پر مال ہو اور میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت نے یہ مال وصول کر لیا ہے تو اسکے بعد وصی مذکور اس مال پر قبضہ کرنے کیواسطے خصم نہوگا بلکہ قاضی از جانب میت ایک شخص اُسکے وصول کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور امام محمد نے اقرار الاصل ہیں فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ ہیں نے میت کا سب مال جو فلان بن فلان پر تھا وصول کر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کسقدر تھا پھر کہا کہ ہیں نے اُس سے فقط سو درم وصول کیے ہیں اور قرضدار نے کہا کہ میت کے مجھپر ہزار درم تھے تو نے سب وصول کر لیے ہیں تو اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو یہ مال وصی کے قرضہ کر دینے سے قرضدار پر واجب ہوا ہوگا یا خود میت کے معاملہ سے واجب ہوا ہوگا اور دونوں صورتوں ہیں سے ہر ایک ہیں ضرور ہے کہ قرضدار سے قرضہ کا اقرار یا تو وصی کے اقرار کے بعد کہ ہیں نے سب وصول پایا ہے واقع ہوا ہوگا یا وصی کے اقرار سے پہلے واقع ہوا ہوگا اور ہر ایک ہیں دونوں صورتوں ہیں سے یا تو وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم ہیں اپنے اس اقرار سے کہ ہیں نے سب وصول پایا ہے ملا کر کہا ہوگا یا الگ کہا ہوگا پس در صورتیکہ قرضدار پر قرضہ میت کے معاملہ سے واجب ہوا اور وصی نے پہلے پورا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کہا کہ وہ سو درم ہیں بعد اس کے قرضدار نے اقرار کیا کہ اُسپر ہزار درم قرضہ ہے اور وصی نے اُس سے ہزار درم وصول کر لیے ہیں تو امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائیگا اور وصی کو اُس سے کچھ زیادہ لینے کا اختیار نہوگا اور اس باب ہیں کہ وصی نے سو درم پر قبضہ کیا ہے قسم کے ساتھ وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کے قول کی وصی کے حق ہیں تصدیق نہ کی جائیگی حتی کہ انکار وارثان کیوجہ سے وصی نوسو درم کا ضامن نہوگا پھر اگر میت کی طرف سے گواہ قائم ہوں مثلاً میت کا وارث یا اُسکا قرضخواہ گواہ قائم کرے کہ قرضدار مذکور پر میت کے ہزار درم تھے تو قرضدار ہزار درم سے بری ہوگا حتی کہ وصی کو اُس سے نوسو درم واپس لینے کا اختیار نہوگا مگر وصی وارثوں کے واسطے نوسو درم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر پہلے قرضدار نے اقرار کیا کہ قرضہ ہزار درم ہے پھر وصی نے سب قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ گواہ قائم ہو کر ہزار درم قرضہ ثابت ہونے کی صورت ہیں مذکور ہوا کہ قرضدار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی نوسو درم کا وارثوں کیواسطے ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصی نے اپنے اقرار تمام وصول سے جدا کر کے اقرار کیا کہ وہ سو درم ہیں اور اگر متصل اقرار کیا کہ ہیں نے تمام قرضہ میت جو فلان پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم تھے تو ذکر فرمایا کہ اس اقرار ہیں وصی کے قول کی تصدیق ہوگی حتی کہ وصی کو اختیار ہوگا کہ قرضدار مذکور سے نوسو درم کا مطالبہ کر کے وصول کرے یہ اُسوقت ہے کہ پہلے وصی نے تمام

وصول پانے کا اقرار کیا ہو اور اگر قرضدار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ میں نے جو کچھ اُسپر تھا سب وصول پایا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اُسکا حکم وہی ہے جو درصورتیکہ میت کے معاملہ سے قرضہ واجب ہونے کی صورت میں مذکور ہوا ہے کہ قرضدار تمام اُس مال سے جو اُسپر تھا بری ہوگا بسبب اقرار وصی کے اور وصی نو سو درم کا وارثوں کے واسطے ضامن ہوگا یہ سب اُسصورت میں ہے کہ وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم تھے جدا کرکے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا مثلاً کہا کہ میں نے سب جو اُسپر تھا وصول کیا اور وہ سو درم تھے پھر قرضدار نے کہا کہ مجھ پر ہزار درم قرضہ تھا اور تو نے سب وصول کیا ہے تو قرضدار پورے قرضہ سے جو اُسپر تھا بری ہوگا حتے کہ وصی کو اُس سے کچھ مطالبہ کا اختیار نہوگا اور وارثوں کے واسطے وصی فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جسقدر اُس نے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہے۔ اور اگر قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ میں نے سب جو اُسپر تھا وصول پایا اور وہ سو درم ہیں تو قرضدار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی وارثوں کے واسطے نو سو درم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے وارثوں کے واسطے کوئی خادم فروخت کیا اور گواہ کیے کہ میں نے تمام ثمن وصول پایا ہے اور وہ سو درم ہیں اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ ایکسو پچاس درم ہیں تو اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم ہیں اپنے اقرار سے متصل بیان کیا یا منفصل پس اگر متصل بیان کیا تو یہ بیان صحیح نہیں ہے اور مشتری پورے ثمن ڈیڑھ سو درم سے باقرار وصی کہ اُس نے سب جو کچھ مشتری پر تھا وصول پایا ہے بری ہوجائیگا اور وصی کی مقبوضہ مقدار میں وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک نے خود فروخت کیا اور جو کچھ مشتری پر تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر متصل[1] یا منفصل بیان کیا کہ وہ سو درم تھے تو اُسکا حکم بھی وہی ہے جو وصی کی صورت میں بیان ہوا ہے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں مشتری سے سو درم وصول پائے اور وہ پورا ثمن ہے پس مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ پورا ثمن ایک سو پچاس درم ہیں تو وصی کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے پچاس درم اور لیوے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ فلاں شخص یعنی مثلاً زید کا عمرو پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور وارثوں یا قرضخواہ میت نے گواہ قائم کیے کہ وہ دو سو درم تھے حتے کہ یہ گواہی قبول کی گئی ہے تو قرضدار سے باقی سو درم بھی وصول کیے جاوینگے اور وصی سوائے ان سو درم کے جنکو اُس نے وصول کیا ہے کچھ ضامن نہوگا اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب وصی نے جدا کرکے بیان کیا کہ وہ سو درم تھے پھر گواہ بطور مذکور قائم ہوئے کہ قرضدار پر دو سو درم تھے تو ایسی صورت میں وصی دو سو درم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے جو کچھ میت کا فلاں شخص کے پاس از قسم ودیعت یا مضاربت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے تھا وصول پایا پھر اسکے بعد کہا کہ میں نے اُس سے سو درم وصول پائے ہیں اور مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت کے ہزار درم تھے تو اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو وصی نے اول وصول پانے کا اقرار کیا پھر مطلوب نے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا یا مطلوب نے اول ہزار درم

---

[1] متصل ملا ہوا منفصل جدا و علیحدہ ۱۲

ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے جو کچھ اُس کے پاس تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر یہ قول اُسکا کہ وہ سو درم تھے یا منفصل باقرار سابق ہے یا اُس نے الگ بیان کیا ہے پس اگر وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا پھر اُسکے بعد کہا کہ میں نے سو درم وصول کیے ہیں اور مطلوب نے کہا کہ وہ ہزار درم تھے اور تو نے سب وصول پائے ہیں تو وصی جسقدر اقرار کرتا ہے اُس سے زیادہ کا ضامن نہوگا اور مطلوب تمام مطالبہ سے بری ہوگا جیسا کہ قرضدار کی صورت میں ہے اور اگر گواہ قائم ہوے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے تو وصی ان سب کا ضامن ہوگا یہ اُسوقت ہے کہ وصی نے جدا کر کے بیان کیا ہو پھر مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا کہ اُس نے سو درم وصول پائے ہیں اور مطلوب سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے بخلاف اسکے اگر قرضہ کی صورت میں یہ بات ہو تو وہ باقی کے واسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا ہو اور اگر اولاً مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس امانت کے ہزار درم میت کے ہیں پھر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ اُسکے پاس تھا وصول پایا اور بیان کیا کہ وہ سو درم تھے خواہ متصل بیان کیا یا منفصل کر کے بیان کیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو در صورت گواہ قائم ہونے کے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے بیان ہوا ہے لیکن وہ مطلوب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور فرمایا کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا ہر قرضہ جو لوگوں پر تھا وصول پایا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُس نے وصی سے کہا کہ میں نے تجکو اسقدر ادا کر دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھسے کچھ نہیں وصول پایا اور نہ مجھے معلوم ہوا کہ میت کا تجھپر کچھ ہے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور وصی کے ایسے اقرار سے قرضداران میت کی بریت نہوگی اسیطرح جو وکیل بقبضہ قرضہ و ودیعت و مضاربت ہو اُس کے اقرار کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میت کا جو کچھ قرضہ زید پر تھا میں نے وصول پایا پس قرضدار نے کہا کہ مجھ پر اُس کے ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ تجھپر اُسکے ہزار درم تھے لیکن تو نے ہمیں سے پانچسو درم اُسکی زندگی میں اُسکو دیدیے تھے اور باقی پانچسو درم اُسکی موت کے بعد مجھے دیدیے اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے سب تجھے دیدیے ہیں تو اسکا جواب وہی ہے جو مسئلہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا لیکن وارثوں سے اُسکے دعوی پر قسم لیجائیگی اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ لوگوں پر فلان میت کا از جنس قرضہ تھا میں نے وصول پایا میں نے اُسکو فلان بن فلان سے بھر پایا پھر گواہ قائم ہوے کہ میت کے اس شخص پر ہزار درم تھے پس وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ یہ نہیں ہے تو یہ وصی کے لازم ہونگے اور تمام قرضداران میت وصی کے ایسے اقرار سے بری ہو جاوینگے بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ میت کا قرضہ لوگوں پر تھا وصول پایا اور یہ نہ کہا کہ اس شخص سے تو ایسے اقرار سے قرضداران میت کی بریت نہوگی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کی متاع و میراث سب اُسکے مکان سے لیکر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اسکے

ف ۱ مترجم کہتا ہے کہ یہی صدر حسام کے واقعات میں مذکور ہے پھر ظاہر ہوا کہ جو کچھ صدر حسام رحمہ اللہ نے ذکر کیا وہ محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول سے ہے ۱۲ منہ

بعد کہا کہ وہ سو درم اور پانچ کپڑے تھے اور وارث نے دعوے کیا کہ وہ اس سے زیادہ مال تھا اور گواہ قائم کیے کہ میت کی موت کے روز اُس کے مکان مین ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی کے ذمہ سوائے اُسقدر کے جس کا اُس نے اپنے قبضہ کرنے مین اقرار کیا ہی کچھ لازم نہوگا اگرچہ اُس نے بیان اقرار کہ وہ سو درم و پانچ کپڑے تھے الگ کرکے بیان کیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے میت پر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی

دسوان باب۔ وصیت پر گواہی دینے کے بیان مین۔ اگر زید و عمرو دو وصیون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے ساتھ بکر کو بھی وصی کیا ہی اور بکر نے دعوے کیا ہی تو استحساناً جائز ہی نہ قیاساً یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بکر مدعی نہو تو استحساناً و قیاساً دونون کی گواہی مقبول نہوگی جبکہ وارث لوگ اسکے مدعی ہون اور بکر منکر ہو اور اگر وارث لوگ زید و عمرو کے ساتھ تیسرے کے وصی ہونیکے مدعی نہون تو ہر دو وصی کی گواہی قیاساً و استحساناً مقبول نہوگی اصل مین فرمایا کہ اگر مشہود علیہ مثلاً بکر نے دونون گواہون کی تکذیب کی تو مین دونون وصیون کے ساتھ سوائے بکر کے کسی تیسرے کو وصی کرکے داخل کر دونگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تیسرے آدمی کو مقرر کرکے داخل کرنے کا حکم جو مذکور ہی امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ امام محمدؒ نے اسمین کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور اگر دو لڑکون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی کیا ہی اور زید مدعی ہی تو قیاساً اُنکی گواہی قبول نہونی چاہیے مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر اس مسئلہ مین زید منکر ہو اور باقی وارث بھی مدعی نہون تو قیاساً و استحساناً دونون کی گواہی قبول نہوگی اور اگر باقی وارث دعوی کرتے ہون اور زید منکر ہو تو استحساناً و قیاساً مقبول نہوگی اگر دو قرضخواہان میت نے گواہی دی کہ میت نے زید کو اپنا وصی مقرر کیا اور زید نے قبول کر لیا ہی اور زید اسکا مدعی ہی تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہونی چاہیے اور استحساناً قبول ہوگی یہ اسوقت ہی کہ زید اسکا مدعی ہو اور اگر مدعی نہو اور ہر دو گواہان کے سوائے باقی قرضخواہان میت اسکے مدعی ہون تو قیاساً و استحساناً دونون کی گواہی قبول نہوگی اسی طرح اگر میت کے دو قرضداروں نے گواہی دی کہ اُس نے زید کو وصی کیا ہی اور زید اُسکا مدعی ہی تو بھی مسئلہ مین قیاس و استحسان جاری ہی اور اگر زید اسکا مدعی نہو پس اگر وارث لوگ اسکے مدعی ہون تو گواہی قیاساً و استحساناً قبول نہوگی اور اگر وارث لوگ منکر ہون اور اسکا دعوی نہ کرتے ہون تو قیاساً و استحساناً قبول نہوگی اور اگر پسران وصی نے گواہی دی کہ فلان میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا ہی اور وصی اسکا مدعی ہی اور وارث لوگ مدعی نہین ہین تو قیاساً و استحساناً یہ گواہی قبول نہوگی اور قاضی کو اختیار نہین ہی کہ ایسے شخص کو جو وصی ہونا طلب کرتا ہی بدون گواہی کے اُسکی درخواست پر وصی مقرر کرے اگرچہ وصی ہونے مین رغبت کرنیوالا اپنے بیٹون کی گواہی سے مقرر نہوگا اور اگر وصی انکار کرتا ہو اور وارث لوگ دعوی کرتے ہون تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وارث لوگ دعوی نہ کرتے

ع۵ بخلاف وکیل خصومت مطلق کے ۱۲

ہون تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور بھائی کی گواہی ایسے معاملہ مین مقبول ہے اور شریکین متفاوضین یا غیر متفاوضین مین سے ایک کی گواہی دوسرے کے حق مین ایسے معاملہ مین جائز ہے۔ اور اگر زید و عمرو دونون مین سے ایک کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ فلان میت نے ہمارے باپ و فلان دوسرے کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا ہے پس اگر انکا باپ مدعی ہو تو ایسی گواہی قبول نہوگی نہ باپ کے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین اور اگر باپ مدعی نہو اور وارثان میت مدعی ہون تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر باپ و دوسرا وارث کوئی مدعی نہو تو بسبب عدم دعوی کے ایسی گواہی مقبول نہوگی فرمایا کہ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا تھا پھر اس سے رجوع کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا تو دونون کی گواہی جائز ہے۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا پھر زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصیت سے معزول کر دیا ہے اور فلان شخص کو مقرر کیا ہے تو دونون کی گواہی جائز ہوگی اور فرمایا کہ اگر دو بیٹون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا تھا پھر اسکو معزول کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا ہے تو دونون کی گواہی جائز ہے۔ اور فرمایا کہ اگر فلان شخص کے وصی ہونے پر میت کے دو بیٹون نے جو میت کے قرضدار ہین یا قرضخواہ ہین ایسی گواہی دی اور فلان اسکا مدعی ہے تو مسئلہ مین موافق قیاس کے عدم جواز کا اور موافق استحسان کے جواز کا حکم ہے اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اس زید کو اپنے تمام ترکہ کا اپنی موت کے بعد وکیل کیا ہے تو مین اسکو وصی قرار دون گا۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے زید کو وصی گردانا تو یہ کہنا اور قولہ اوصیت الیہ یعنی اسکو وصیت کر دی۔ دونون یکسان ہین پس زید وصی ہو جائے گا۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعرات کے روز وصی کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعہ کے روز وصی کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر دو وصیون نے وارث کے واسطے جو صغیر ہے مال میت یا غیر میت مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو دونون کی گواہی باطل ہے۔ اور اگر بالغ وارث کے واسطے مال میت مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو نہین جائز ہے اور اگر میت کے سوائے دوسرے کے مال مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو جائز ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وارث بالغ کے واسطے دونون نے گواہی دی تو دونون صورتون مین جائز ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر موصی لہ معلوم ہو مگر جس چیز کی اُسکے واسطے وصیت کی ہے وہ مجہول ہو پس گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس موصی لہ کے واسطے وصیت کا اقرار کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور موصی بہ کے بیان کے واسطے وارثان موصی کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ محیط مین ہے۔ اگر دو گواہون نے عمرو و زید کے واسطے میت پر ہزار درم قرض کی گواہی دی پھر زید و عمرو نے اپنے دونون گواہون کے واسطے میت پر ہزار درم قرض کی گواہی دی تو دونون فریق گواہون کی گواہی جائز ہے اور اگر ہر دو فریق گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے ہزار درم وصیت کی گواہی دی تو نہین جائز ہے۔ اور اگر زید نے گواہی دی کہ میت نے ان دونون کے واسطے اپنی باندی دینے کی وصیت

سلہ وہ چیز جسکی وصیت کنندہ نے وصیت کی ۱۲ سلہ خواہ مال میت سے یا غیر سے ۱۲ سلہ پس جسقدر چاہین اقرار کرین ۱۲

کی ہو پھر جن دونون کے واسطے اُسنے گواہی دی ہو اُنھون نے گواہی دی کہ میت نے اسکے بعد (یعنی رجوع کرنے ۱۲) زید کے واسطے اس کی
وصیت کر دی ہو تو یہ گواہی بالاتفاق جائز ہو۔ اور اگر زید و عمرو نے بکر و خالد کے واسطے گواہی دی کہ میت نے
ان دونون کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو پھر بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے تہائی
مال کی وصیت کی ہو تو گواہی باطل ہو۔ اسی طرح اگر زید و عمرو نے گواہی دی کہ میت نے بکر و خالد کے واسطے اپنے
غلام کی وصیت کی ہو اور بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو
تو بھی باطل ہو اسواسطے کہ اس مقدمہ مین گواہی ثبوت شرکت ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہو اور اگر دو گواہون نے
گواہی دی کہ میت نے ان دونون کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہو پھر دوسرے گواہون نے گواہی دی کہ میت نے
ان دونون کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہو تو دونون کی گواہی باطل ہو اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت
نے اسکے واسطے دینار کی وصیت کی ہو اور دوسرون نے (ہر دو تحریری ۱۲) دراہم کی گواہی دی یا دو گواہون نے غلام کے وصیت
کی گواہی دی اور دوسرون نے دراہم دینے کے وصیت کی گواہی دی تو گواہی جائز ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے
ایک قوم کو وصیت پر گواہ کر لیا حالانکہ وصیت نامہ اُن کو پڑھکر نہین سنایا اور نہ اُن کے سامنے تحریر کیا اور
اس وصیت نامہ مین اعتاق و اقرار بقرضہ و وصیتین ہین تو اشہاد صحیح نہین ہے کذا فی المحیط
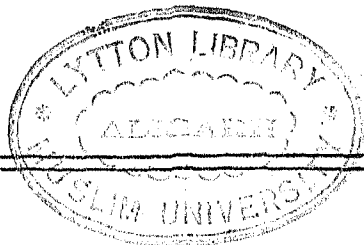
مختصر فہرست کتب فقہ فارسی و اردو

ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست ہر قسم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلاقیمت روانہ ہوگی۔ المشتہر

منیجر نولکشور پریس صیغۂ بکڈپو لکھنؤ

نام کتاب	قیمت
فقہ فارسی (اہل سنّت)	
حج الحج مسمے بہ **غایۃ الشعور** - اس مین احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔	عہ ر
تبیان فی احکام شرب الدخان حقہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔	ار
نام حق منظوم - اس مین نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہین - از مولانا شرف الدین بخاری۔	۶ پائی
مائۃ مسائل - اس مین سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہین	۶ر
شرح وقایہ فارسی - یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی مین ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ ملتقی الابحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبد الحق صاحب سرہندی	عہ ر
فتاوائے برہنہ - اس مین ۳۶ - ابواب اور متعدد فصلین ہین جن مین تمام ضروری مسائل بیان کئے ہین - اور آخری باب مین مناقب امام ابوحنیفہ رح کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔	عہ ار
عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ اس مین دودھ پلانے کے مسئلے - رضیع اور مرضعہ کے بابۃ احکام بالتفصیل درج ہین	ار
مسلک المتقین - فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے	عہ ر
قدوری - مترجمہ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔	۸ر
شرح فارسی مختصر وقایہ مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبد الرحمن جامی	عہ ر
کنز الدقایق - فارسی مشہور و معروف کتاب ہے - ترجمہ فارسی۔	۱۴ر
بالا بدمنہ - جملہ ضروری مسائل نماز روزہ	

نام کتاب	قیمت
حج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی معہ وصیت نامہ	۲/
شرح مختصر وقایہ کورمیری - یہ شرح داخل درس ہے مسائل مختصر وقایہ کو خوب حل کیا ہے۔ از مولانا جلال الدین کورمیری	۲عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران نہایت ضروری رسالہ ہے۔	ا/
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان اسلام۔	۶ پائی
نادر المعراج۔ شب معراج کا مختلف آیات و احادیث سے ثبوت اور اُس کی فضیلت آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور مشاہدۂ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر ولایتون مین یہ کتاب بہت مروّج ہے از مولانا شیخ الاسلام اکبرآبادی عہد شاہجہانی مین تصنیف ہوئی	سے/
مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی۔	۲عہ/
ایضاً - جلد اوّل	۱۰/
″ جلد دوم	۸/
مزیل الغواشی - شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب رامپوری	عا/

نام کتاب	قیمت
ملتقی الابحر	۲عہ/
فقہ اُردو (مذہب اہل سُنّت)	
غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو درمختار کامل چار جلد - یہ وہی نادر کتاب فتاوی ہے جسمین کل معاملات شرعی و عرفی کا فیصلہ کردیا گیا ہے بیع شری - حوالہ شہادت وکالت دعوے اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل بیان و احکام درج ہین کاغذ سفید	عللہ
کشف الحاجۃ - ترجمہ مالابدمنہ از مولوی نورالدین بن محمد اشرف چاٹگامی	۰۴/
رسالہ خلاصۃ المسائل - معاملات و عبادت کے ضروری مسئلے۔	۶/
مرأۃ الصلوۃ اُردو - وضو اور نماز کے مسائل مین نہایت جامع کتاب ہے از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی ابندوی یہ کتاب جدید الطبع ہے۔	۶/
ہزار مسئلہ - اِس مین سات رسالے شامل ہین - جن مین سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے ضروری ہے از مولوی عبداللہ	۲/